# فیض الباری

علامہ محمد ابو الحسن سیالکوٹی

اردو ترجمہ

# فتح الباری

ابن حجر العسقلانی

## شرح صحیح بخاری

جلد ۴

تصدیر
حافظ محمد اسماعیل الخطیب

تقدیم
حافظ محمد اسماعیل اسد حافظ آبادی

بحسن اہتمام
عبداللطیف ربانی مدیر


مکتبہ اصحاب الحدیث
حافظ پلازہ مچھلی منڈی
نیو اردو بازار لاہور
042-37321823
0301-4227379

نام کتاب

# فیض الباری ترجمہ فتح الباری

جلد دوم

مصنف ............ علامہ ابوالحسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

دوسرا ایڈیشن ............ اگست 2009ء

ناشر ............ مکتبہ اصحاب الحدیث

قیمت کامل سیٹ ............ 10000

کمپوزنگ و ڈیزائننگ ............ حافظ عبدالوھاب
0321-416-22-60

مکتبہ اصحاب الحدیث

حافظ پلازہ، پہلی منزل دوکان نمبر:12، مچھلی منڈی اردو بازار لاہور۔
042-7321823, 0301-4227379

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَهٰذِهٖ تَرْجَمَةُ لِلْجُزْءِ الرَّابِعِ مِنْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ وَفَّقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى لِخَتْمِهٖ وَانْتِهَآئِهٖ كَمَا وَفَّقَنَا لِشُرُوْعِهٖ وَابْتِدَآئِهٖ.

بَابُ عَقْدِ الثِّيَابِ وَشَدِّهَا وَمَنْ ضَمَّ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِذَا خَافَ أَنْ تَنْكَشِفَ عَوْرَتُهُ.

نماز میں کپڑوں کو گرہ دینا اور ان کو باندھنا کیا حکم رکھتا ہے اور جب نماز میں ستر کھل جانے کا خوف ہو تو اپنے کپڑوں کو اپنے بدن پر سمیٹ لینا اور اپنے ساتھ جوڑنا جائز ہے۔

٧٧٢ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ عَاقِدُوْا أُزْرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ عَلٰى رِقَابِهِمْ فَقِيْلَ لِلنِّسَآءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوْسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا.

٧٧٢۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے اس حال سے کہ اپنے تہ بندوں کو گردنوں پر باندھے ہوتے چھوٹے ہونے کے سبب سے سو عورتوں کو حکم ہوا کہ اپنے سروں کو سجدے سے نہ اٹھایا کرو یہاں تک کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کپڑا چھوٹا ہو اور اس سے آدمی کا ستر کھل جانے کا خوف ہو تو اس کو نماز میں گرہ دے کر باندھ لینا اور اپنے بدن کے ساتھ سمیٹ لینا جائز ہے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم چھوٹے کپڑے ہونے کے سبب سے اپنی گردنوں پر گرہ دے لیتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں کپڑوں کو سمیٹنا جائز ہے اس لیے کہ ایسے چھوٹے کپڑوں کو نماز میں سمیٹنا لازم ہے اسی وجہ سے عورتوں کو مردوں سے پہلے سر اٹھانا منع ہوا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی مسئلہ باب سے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مردوں سے پہلے سر اٹھانے سے اس واسطے منع فرمایا ہے کہ مردوں کے تہ بند بہت چھوٹے اور تنگ ہوتے تھے پس سجدے میں بعض کے ستر پیچھے سے کھل جاتے تھے اور عورتوں کی نظر ان کے ستروں پر پڑتی تھی یا نظر پڑنے کا خوف تھا اس واسطے عورتوں کو حکم ہوا کہ جب تک مرد سیدھے ہو کر بیٹھ نہ جائیں تب تک سجدے سے سر نہ اٹھایا کرو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کپڑا لمبا ہو اور خوب فراخ ہو تو اس وقت تو اس کو گردن پر باندھنے کی کچھ حاجت نہیں جیسے کہ ابواب الستر میں مذکور ہو چکا ہے کہ جن اصحاب کے پاس لمبے کپڑے ہوتے تھے وہ گردنوں پر نہیں باندھتے تھے بلکہ الحاف یا شمال کرتے (یعنی کپڑا لپیٹ لیتے) تھے

اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ نماز میں کپڑا سمیٹنے کی ممانعت جو پہلے مذکور ہو چکی ہے تو وہ خاص اُسی وقت ہے جب کہ کوئی ضرورت نہ ہو اور ننگا ہو جانے کا خوف نہ ہو اور جب کہ کوئی ضرورت ہو اور ستر کھل جانے کا خوف ہو تو ایسے وقت نماز میں کپڑا سمیٹنا جائز ہے منع نہیں جب کہ اس باب سے معلوم ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ حالت ضرورت عموم ممانعت سے مستثنیٰ ہے اور اس باب کو سجدے کے بابوں میں اس واسطے لایا گیا کہ کپڑے کو گرہ دے کر اور سمیٹ کر سجدہ کرنا اور سر اٹھانا آسان ہے اس سے کہ کپڑے کو لٹکا کر اور کھلا چھوڑ کر سجدہ کیا جائے اور یا یہ کہ سجدے جانے کے وقت چھوٹے کپڑے کو بدن پر سمیٹنے کی سخت حاجت ہوتی ہے ورنہ اس کے ستر کھل جانے کا اکثر خوف ہوتا ہے پس اس وجہ سے اس باب کو احکام سجدے میں داخل کیا گیا، واللہ اعلم۔

## بَابُ لَا يَكُفُّ شَعَرًا.

نماز میں آدمی اپنے بالوں کو نہ سمیٹے۔

٧٧٣ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَّلَا يَكُفَّ ثَوْبَهُ وَلَا شَعَرَهُ.

٧٧٣۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا سجدہ کرنے کا سات ہڈیوں پر اور یہ حکم ہوا کہ نماز میں اپنے کپڑے اور بالوں کو نہ سمیٹیں۔

**فائدہ:** مراد بالوں سے بال سر کے ہیں پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں بالوں کا جوڑا باندھنا منع ہے اور حکمت اس منع میں یہ ہے کہ بالوں کا جوڑا باندھنا شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے یعنی جو شخص جوڑا باندھ کر نماز پڑھے شیطان نماز کے وقت اس کے جوڑے میں ہو بیٹھتا ہے جیسا کہ ابوداؤد میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھتے دیکھا سو ابورافع رضی اللہ عنہ نے اس کو پیچھے سے جا کر کھول دیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جوڑا شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور نیز بالوں کا جوڑا باندھنا اور ان کو سر پر جمع کرنا عرب کی عادت کے مخالف ہے اس لیے کہ عرب کی عادت نماز میں بالوں کو چھوڑ دینا ہے پس معلوم ہوا کہ بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنی منع ہے پس وجہ مطابقت مسئلہ باب کی اس حدیث سے ظاہر ہے اور اس باب کو احکام سجدے میں اس واسطے لایا گیا ہے کہ جب نمازی بالوں کو کھلا چھوڑ دے اور جوڑا نہ باندھے تو اس وقت بال بھی اس کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں پس احکام سجدے کے ساتھ اس کی اتنی مناسبت ہی کافی ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ نماز میں کپڑے کو سمیٹنا یا آستین کو چڑھانا یا بالوں کا جوڑا باندھنا یا بالوں کو عمامے کے تلے جمع کرنا یا مثل اس کی اور کسی طرح کرنا یہ سب منع ہے اور اس پر سب علماء کا اتفاق ہے لیکن یہ کراہت تنزیہی ہے اگر کوئی اس طرح سے نماز پڑھے تو نماز صحیح ہو جائے گی لیکن گنہگار ہوگا

انتہی۔ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ نہی عام ہے خواہ نماز کے واسطے جان کر جوڑا باندھے یا پہلے سے کسی اور سبب کے واسطے باندھا ہوا ہو سب طرح سے منع ہے۔

## بَابُ لَا يَكُفُّ ثَوْبَهُ فِي الصَّلَاةِ.

نماز میں آدمی اپنے کپڑے کو نہ سمیٹے۔

٧٧٤ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ لَا أَكُفُّ شَعَرًا وَّلَا ثَوْبًا.

۷۷۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو حکم ہوا ہے سجدہ کرنے کا سات ہڈیوں پر اور یہ حکم ہوا ہے کہ نماز میں کپڑے اور بالوں کو نہ سمیٹوں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کپڑے کو سمیٹنا اور خاک سے بچانا منع ہے اور بیان اس کا پہلے بابوں میں ہو چکا ہے اور اس باب کو احکام سجدے میں اس واسطے لایا گیا کہ جو کپڑا کہ نمازی کے بدن پر ہوتا ہے سجدہ کرنے کے وقت وہ بھی اس کے ساتھ سجدہ کرتا ہے پس اتنی ہی مناسبت کافی ہے۔ واللہ اعلم

## بَابُ التَّسْبِيْحِ وَالدُّعَآءِ فِي السُّجُوْدِ.

سجدہ میں تسبیح اور دعا کرنے کا بیان یعنی سجدے میں اللہ کی پاکی کہنی اور اس سے دعا مانگنی جائز ہے۔

٧٧٥ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْصُوْرُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَّقُوْلَ فِيْ رُكُوْعِهِ وَسُجُوْدِهِ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ يَتَأَوَّلُ الْقُرْاٰنَ.

۷۷۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدے میں اکثر اوقات اس دعا کو پڑھا کرتے تھے "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ" یعنی پاک ہے تو اے الٰہی! اے رب ہمارے اور پاکی بولتا ہوں میں ساتھ تعریف تیری کے الٰہی! بخش دے مجھ کو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دعا کو رکوع اور سجدے میں پڑھنا اس وجہ سے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے حکم پر عمل کرتے تھے یعنی قرآن میں اللہ نے فرمایا ہے ﴿فسبح بحمد ربك واستغفره﴾ یعنی اے پیغمبر پاکی بول ساتھ تعریف رب اپنے کے اور بخشش مانگ اس سے سو اس حکم کے موجب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدے میں اس دعا کو اکثر بلکہ ہمیشہ ہر

نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ بلکہ نماز سے باہر بھی اس دعا کو
پڑھا کرتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث کے ایک طریق میں آیا ہے کہ جب یہ سورہ اتری ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ تو بعد اس کے حضرت ﷺ ہمیشہ ہر نماز میں اس دعا کو پڑھتے تھے بلکہ نماز کے باہر بھی اس کو پڑھا کرتے تھے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع میں دعا کرنی اور تسبیح کہنی دونوں جائز ہیں اور اسی طرح سجدہ میں بھی دعا اور تسبیح کرنی جائز ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ رکوع میں اللہ کی تعظیم بولو اور سجدے میں دعا مانگو سو یہ حدیث اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے معارض نہیں ہے اس لیے کہ یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی جواز پر محمول ہے اور وہ حدیث اولویت اور افضلیت پر محمول ہے یعنی افضل تو یہی ہے کہ سجدے میں دعا کرے اور رکوع میں اللہ کی تعظیم کرے لیکن اگر سجدے میں اللہ کی تعظیم بولے اور کوع میں اس سے دعا مانگے تو یہ بھی جائز ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مراد سجدے میں دعا کرنے سے بہت لمبی دعا ہو یعنی سجدے میں لمبی دعا کیا کرو پس رکوع میں صرف اس قدر تھوڑی دعا مانگنی یعنی اللھم اغفرلی اس کی معارض نہیں ہوگی اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ رکوع میں **سبحان ربی العظیم** اور سجدے میں **سبحان ربی الاعلیٰ** کہے تو یہ بھی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معارض نہیں اس لیے کہ دونوں طرح سے جائز ہے اگر پہلی دعا پڑھے تو وہ بھی جائز ہے اور اگر یہ تسبیح کہے تو یہ بھی جائز ہے یا کبھی اس کو کہے اور کبھی اس کو کہے یا دونوں کو جمع کرے ہر طرح سے جائز ہے۔

**فائدہ ثانیہ:** اکثر حدیثوں میں یہ حکم وارد ہوا ہے کہ سجدہ میں بہت دعا مانگا کرو چنانچہ صحیح مسلم اور ابوداؤد وغیرہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ آدمی سجدہ میں اللہ سے بہت نزدیک تر ہو جاتا ہے سو اس میں بہت دعا مانگا کرو پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدے میں ہر حاجت کے واسطے دعا مانگنی جائز ہے خواہ کوئی حاجت دینی ہو یا دنیاوی ہو چنانچہ دوسری حدیث میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چاہیے کہ آدمی اپنے رب سے ہر حاجت کا سوال کرے یہاں تک کہ اگر جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کو بھی اللہ سے مانگے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدے میں آدمی کی ہر دعا قبول ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک سوال کو کئی بار مکرر کرنا جائز ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ رکوع اور سجدے میں تسبیح کہنی سنت ہے واجب نہیں ہے یہی ہے مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بعض کے نزدیک واجب ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ حدیث ہے کہ میری نماز کی طرح نماز پڑھو اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ یہ حدیث استحباب پر محمول ہے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ مستحب ہے کہ رکوع میں **سبحان ربی العظیم** کہے اور سجدے میں **سبحان ربی الاعلیٰ** کہے اور ان کو تین تین بار کہے اور دوسری دعاؤں کو بھی اس کے ساتھ جمع

کرے اور اگر صرف ایک بار میں تسبیح کہے تو تب بھی سنت ادا ہو جاتی ہے مگر افضلیت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ انتہی۔

بَابُ الْمَكْثِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ. دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے ٹھہرنا مستحب ہے۔

**فائدہ:** دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک مستحب ہے وہ کہتے ہیں کہ دو سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھے اللھم اغفرلی اور اس کو کئی بار دہرائے اور حنفیہ کے نزدیک اس جلسہ میں نہ یہ دعا پڑھنی مستحب ہے اور نہ کوئی اور ذکر مسنون ہے وہ کہتے ہیں کہ دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا مقصود بالذات نہیں کہ نماز کی اور سنتوں کی طرح یہ بھی ایک سنت ہو بلکہ غرض اس جلسہ سے صرف یہ ہے کہ دو سجدوں کے درمیان فاصلہ ہو جائے اور ایک سجدہ دوسرے سے جدا ہو جائے پس اس میں کوئی ذکر بھی مقصود بالذات نہیں ہوگا اور کہتے ہیں جن حدیثوں میں دو سجدوں کے درمیان دعا کرنے کا ذکر آیا ہے اُن سے مراد فرضی نماز نہیں بلکہ تہجد کی نماز مراد ہے یعنی تہجد کی نماز میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا کو پڑھا کرتے تھے لیکن حدیثیں اس باب کی صریح ہیں حنفیہ کے رد میں اس لیے کہ اُن سے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ دو سجدوں کے درمیان ٹھہرنا یہ بھی ایک سنت ہے اور سب سنتوں کی طرح خاص کر حدیث براء رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ یہی عادت تھی کہ لفظ کان دوام پر دلالت کرتا ہے اور اگر دوام پر دلالت نہ کرے تو نہ کم ہوگا اکثر اوقات سے پس اس سے تہجد کی نماز مراد کہنی قطعاً باطل ہے اور نیز یہ حدیث براء رضی اللہ عنہ کی مطلق ہے سب نمازوں کو شامل ہے پس محض رائے اور مجرد خیال سے اس کی تخصیص کرنی جائز نہیں اور نیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز کو تو ہمیشہ اپنے گھر میں پڑھا کرتے تھے پھر براء رضی اللہ عنہ کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور سجود اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا برابر تھا پس براء رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا اور اسی طرح مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کا اپنی نماز کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ کہنا ہرگز صحیح نہیں ہوگا پس یا تو ان دونوں حدیثوں کو غلط ٹھہرایا جائے گا اور یا ان کو تہجد پر محمول کرنا باطل کہا جائے گا لیکن یہ حدیثیں تو بالاتفاق صحیح ہیں پس تہجد کی نماز پر ان کو محمول کرنا باطل ہوا اور دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنے کا مستحب ہونا ثابت ہوا اور حدیث براء رضی اللہ عنہ کا بیان باب استواء الظهر فی الرکوع میں پہلے مذکور ہو چکا ہے۔

٧٧٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لِأَصْحَابِهِ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَذَاكَ فِي غَيْرِ حِيْنِ صَلَاةٍ فَقَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَامَ هُنَيَّةً ثُمَّ

٧٧٦۔ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُس نے کہا کہ ہاں میں تم کو بتلاتا ہوں نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یعنی میں تم کو تمہارے روبرو نماز پڑھ کر دکھلاتا ہوں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح سے نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ بتلانا مالک رضی اللہ عنہ کا ان کو نماز کے غیر وقت میں تھا یعنی وہ وقت کسی فرضی نماز کا وقت نہیں تھا بلکہ کوئی اور وقت تھا یعنی سورج کے بعد اور دوپہر

سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيَّةً ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيَّةً فَصَلَّى صَلَاةَ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ شَيْخِنَا هٰذَا قَالَ أَيُّوبُ كَانَ يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُوْنَهُ كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ اَوِالرَّابِعَةِ قَالَ فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ إِلٰى أَهْلِيكُمْ صَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا صَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

سے پہلے سو مالک رضی اللہ عنہ نماز کے واسطے کھڑے ہوئے پھر رکوع کیا پس اللہ اکبر کہا پھر رکوع سے سر اٹھایا اور تھوڑی دیر ٹھہرے رہے پھر سجدہ کیا پھر سجدہ سے سر اٹھا کر تھوڑی دیر ٹھہرے رہے پھر سجدہ کیا پھر سر اٹھا کر تھوڑی دیر ٹھہرے رہے سو مالک رضی اللہ عنہ نے ہمارے اس شیخ عمرو کی طرح نماز پڑھی۔ ایوب (راوی) نے کہا کہ وہ شیخ نماز میں ایک چیز کو کیا کرتا تھا کہ میں نے اوروں کو وہ چیز کرتے نہیں دیکھا وہ چیز یہ ہے کہ وہ شیخ بیٹھا کرتا تھا تیسری رکعت میں یا چوتھی رکعت میں (یعنی جلسہ استراحت کیا کرتا تھا تیسری رکعت کے آخر میں یا چوتھی رکعت کے اول میں پس تیسری کا آخر اور چوتھی رکعت کا اول ایک ہی چیز ہے) مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم (مسلمان ہو کر) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کے پاس (کئی دن تک) ٹھہرے رہے سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اپنے گھر والوں کی طرف پلٹ جاؤ تو نماز پڑھو اس طرح ایسے ایسے وقت میں اور نماز پڑھو اس طرح ایسے ایسے وقت میں اور جب نماز کا وقت آئے تو چاہیے کہ تم میں سے کوئی اذان دے اور چاہیے کہ تم میں بڑا امام ہو۔

**فائدہ:** اس حدیث کا بیان پہلے گزر چکا ہے کہ وہ سب آدمی علم میں برابر تھے اور انہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے برابر احکام سیکھے تھے اسی واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی عمر والے کو امامت کرنی فرمایا اور بیان اس حدیث کے صرف اس لفظ سے غرض یہ ہے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سجدے سے سر اٹھا کر تھوڑی دیر ٹھہرے رہے اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو سجدوں کے درمیان اطمینان کرنا مستحب ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی مسئلہ باب سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تیسری اور چوتھی رکعت کے درمیان جلسہ استراحت مستحب ہے جیسے کہ بیان اس کا دوسرے باب میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا اور پہلی اور دوسری رکعت کے درمیان جلسہ استراحت بیٹھنا اس حدیث میں مذکور نہیں لیکن مالک رضی اللہ عنہ کی آئندہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے ہر طاق رکعت میں جلسہ استراحت مستحب ہے، واللہ اعلم اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ یہ فعل اس شیخ کا حجت نہیں

احتمال ہے کہ ضعف کے سبب سے ہو یا سند ضعیف ہو سو جواب اس کا یہ ہے کہ کسی صحابی نے اس پر انکار نہیں کیا اور جب فعل صحابی پر کوئی انکار نہ کرے تو وہ حجت ہوتا ہے نزدیک حنفیہ کے اور احتمال ضعف کا بے دلیل بات ہے اس پر کوئی دلیل نہیں پس قابل اعتبار نہیں اور نیز اگر ضعف کے سبب سے ہوتا تو پھر ایوب کو ایسا استبعاد کیوں ہوتا اور اس کے یہ بیان کرنے کا کیا معنی ہوا کہ میں اوروں کو یہ فعل کرتے نہیں دیکھتا ہوں اور نیز دوسری رکعت میں ان کا کہاں چلا جانا تھا کہ وہ نہیں بیٹھتے تھے اور نیز ضعیف آدمی کو جلسہ استراحت کر کے اٹھنے میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے کما سیاتی اور اسی طرح احتمال ضعف سند کا بھی باطل ہے اس لیے کہ اگر اس احتمال بے دلیل کو جائز رکھا جائے تو پھر کوئی حدیث صحیح نہیں رہے گی اس لیے کہ یہ احتمال ضعف سند کا سب میں جاری ہے پس دین درہم برہم ہو جائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ اور لوگوں کے نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل حضرت ﷺ کا نہیں تھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ جب یہ حدیث صحیح سے ثابت ہو چکا ہے تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نہ کرنے کی کچھ پرواہ نہیں اور نیز احتمال ہے کہ بعض کا ترک کرنا بوجہ ناواجب ہونے اس فعل کے ہے اور جب کہ راوی صحابی سے عمل کا برخلاف اپنے مروی کے قابل حجت نہیں کما مر تو پھر بعض غیر کا ترک کرنا کیونکر حجت ہو سکتا ہے اور نیز حضرت ﷺ کا بعض اوقات میں اس فعل کو کرنا حنفیہ بھی تسلیم کرتے ہیں پھر اور صحابہ کا ترک کرنا اس کو بھی باطل کرے گا فما هو جوابكم فهو جوابنا اور یہ جو راوی نے کہا کہ وہ نماز کا وقت نہیں تھا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ کسی فرض نماز کا وقت نہیں تھا یہ معنی نہیں کہ وہ مکروہ وقت تھا جس میں نفل پڑھنے منع ہیں جیسے کہ سورج نکلنے اور ڈوبنے کا وقت ہے اس لیے کہ ایسے وقت مکروہ میں نفل پڑھنے اصحاب کی شان سے بعید ہیں اور ایسا وقت جس میں کہ کسی فرضی نماز کا وقت نہ آئے وہ وقت ہے جو سورج نکلنے سے لے کر زوال تک ہے۔

٧٧٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلٰى عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ كَانَ سُجُوْدُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُكُوْعُهُ وَقُعُوْدُهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيْبًا مِّنَ السَّوَآءِ.

٧٧٧۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کا رکوع اور سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا برابری میں ایک دوسرے کے قریب قریب تھا۔

**فائدہ:** یعنی حضرت ﷺ جس قدر رکوع اور سجدے میں اطمینان کرتے تھے اسی قدر دو سجدوں کے درمیان ٹھہرتے تھے پس معلوم ہوا کہ دو سجدوں کے درمیان ٹھہرنا بھی رکوع اور سجدہ کی طرح بہت طویل تھا سو یہ دلیل ہے کہ دو سجدوں

کے درمیان اطمینان کرنا مستحب ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی مسئلہ باب سے۔

٧٧٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِنِّيْ لَا آلُوْ أَنْ أُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِنَا قَالَ ثَابِتٌ كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ أَرَكُمْ تَصْنَعُوْنَهُ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامَ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتّٰى يَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ.

٧٧٨۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُس نے کہا کہ میں اس میں کچھ کمی نہیں کرتا کہ تم کو نماز پڑھاؤں جیسے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نے ہم کو نماز پڑھائی یعنی جیسے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی ہے ویسے ہی بعینہ میں تم کو نماز پڑھاتا ہوں اس سے کوئی چیز نہیں چھوڑوں گا ثابت (راوی) نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ ایک فعل کو کیا کرتے تھے کہ میں تم کو وہ چیز کرتے ہوئے نہیں دیکھتا ہوں وہ فعل یہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ جب رکوع سے سر اٹھایا کرتے تو سیدھے کھڑے ہوتے اور بہت دیر تک ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ کوئی کہنے والا کہتا کہ نماز کو بھول گئے ہیں اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو دو سجدوں کے درمیان بہت دیر تک ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ کہنے والا کہتا کہ دوسرے سجدے کو بھول گئے ہیں یعنی قومے اور جلسے کے اطمینان میں اس قدر طول کرتے کہ مقتدیوں کو گمان ہوتا کہ نماز کو بھول گئے ہیں اور کسی اور خیال میں پڑ گئے ہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو سجدے کے درمیان ٹھہرنا اور اطمینان کرنا مستحب ہے اور یہ جو ثابت نے کہا کہ جو انس رضی اللہ عنہ کرتے تھے تم اس کو نہیں کرتے ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ثابت نے جن لوگوں کو یہ بات کہی وہ لوگ دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے نہیں بیٹھا کرتے تھے لیکن جب صحیح حدیث سے دو سجدوں کے درمیان ٹھہرنا ثابت ہو گیا تو ان لوگوں کے نہ بیٹھنے کی کچھ پرواہ نہیں۔

بَابُ لَا يَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهِ فِي السُّجُوْدِ وَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَّلَا قَابِضِهِمَا.

سجدے میں نمازی اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک زمین پر نہ بچھائے اور ابوحمید نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھا نہ اُن کو بچھایا اور نہ ان کو پہلو کے ساتھ ملایا یعنی دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر رکھا اور کہنیوں کو زمین اور پہلو سے دور رکھا۔

٧٧٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَا يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ.

٧٧٩۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درست اور ٹھیک ہو جایا کرو اپنے سجدے میں اور تم میں سے کوئی اپنے دونوں ہاتھوں کو نہ بچھایا کرے کتے کی طرح یعنی کہنیوں کو زمین سے دور رکھے اور سوائے دونوں ہتھیلیوں کے اور کچھ زمین پر نہ رکھے۔

**فائدہ:** مراد سجدے میں درست ہو جانے سے یہ ہے کہ سجدے میں اطمینان سے بیٹھے اور اس میں ٹھہرا رہے جیسے کہ رکوع میں مراد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد درست ہو جانے سے یہ ہے کہ سجدے کی ہیئت اور شکل کو خوب طریقے سے درست کرے یعنی سجدے میں دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر ٹکائے اور کہنیوں کو زمین سے اور پیٹ کو رانوں سے علیحدہ رکھے پس اس سے معلوم ہوا کہ دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت زمین پر بچھانا اور پیٹ کو رانوں سے ملانا منع ہے علیحدہ رکھے کہ اس میں کتے کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے اور نماز میں خسیس چیز کے ساتھ مشابہت پیدا کرنی مناسب نہیں ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ نمازی کو لائق ہے کہ سجدے میں اپنی دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر رکھے اور اپنی کہنیوں کو زمین اور دونوں پہلو سے بہت اونچا اور بلند رکھے یہاں تک کہ بغل کا اندر ظاہر ہو جائے اور اس کے مستحب ہونے پر سب علماء کا اتفاق ہے لیکن یہ نہی تنزیہی ہے اگر ایسا نہ کرے تو گنہگار ہو گا لیکن نماز صحیح ہو جائے گی انتہیٰ اور حکمت اس میں یہ ہے کہ ہاتھوں کو زمین پر نہ بچھانے میں زیادہ تواضع پائی جاتی ہے اور اس سے ماتھا زمین پر خوب قرار پکڑ جاتا ہے اور نیز ہاتھوں کو زمین پر بچھانے میں بے پرواہی اور عدم توجہی پائی جاتی ہے پس ایسی ہیئت سے دور رہنا بہت بہتر ہے۔

بَابُ مَنِ اسْتَوٰى قَاعِدًا فِيْ وِتْرٍ مِّنْ صَلَاتِهٖ ثُمَّ نَهَضَ.

جو شخص نماز کی طاق رکعتوں میں دوسرے سجدے سے سر اٹھا کے سیدھا ہو کر بیٹھ جائے پھر کھڑا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

٧٨٠ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِيُّ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فَإِذَا كَانَ فِيْ وِتْرٍ مِّنْ صَلَاتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا.

٧٨٠۔ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا پس جب آپ اپنی نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تو نہ کھڑے ہوتے حتی کہ سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طاق رکعتوں میں جلسہ استراحت مستحب ہے یعنی جب اول رکعت کے دونوں سجدے کر چکے تو ان کے بعد تھوڑی دیر سیدھا ہو کر بیٹھ جائے اور ایسے ہی تیسری رکعت کے دونوں سجدوں کے بعد بھی تھوڑی دیر سیدھا ہو کر بیٹھ جائے اور اس جلسے کو جلسہ استراحت کہتے ہیں اور یہ جلسہ امام شافعی رحمہ اللہ اور ایک جماعت اہلحدیث کے نزدیک مستحب ہے اور امام احمد رحمہ اللہ سے اس میں دونوں طرح کی روایت آئی ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اس کے استحباب کی طرف رجوع کیا ہے اور حنفیہ اور مالکیہ وغیرہ اکثر علماء کے نزدیک یہ جلسہ مستحب نہیں ہے اور وہ اس حدیث مالک کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طاق رکعتوں میں بیٹھنا بڑی عمر ہو جانے کے سبب سے یا ضعف کے سبب سے تھا۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ عینی حنفی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس میں شبہ ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تریسٹھ برس کی تھی اور اتنی عمر میں آدمی ایسا ضعیف نہیں ہوتا کہ طاق رکعت سے سیدھا کھڑا نہ ہو سکے بلکہ ایسی عمر میں قوت باقی ہوتی ہے اور نیز جب کہ آدمی ضعیف ہو جائے تو اس کو سجدے سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا بہت آسان ہے اس سے کہ تھوڑی دیر بیٹھ جائے پھر کھڑا ہو جیسے کہ تجربہ سے ظاہر ہوتا ہے اور نیز بڑھاپے میں تو زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنا بھی کافی ہے بلکہ اس سے زیادہ آسان ہے پھر بیٹھ کر اٹھنے کی کیا حاجت تھی؟ اور بعض حنفی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بھاری بدن ہو گیا ہوں سو قیام اور قعود میں مجھ سے جلدی نہ کیا کرو سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جلسہ استراحت بھاری بدن ہونے کے سبب سے کیا کرتے تھے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نیز بھاری بدن ہونے کو جلسہ استراحت لازم نہیں ہے صرف اتنا لازم ہے کہ قیام اور قعود آہستگی سے ہو پس بھاری بدن ہونا جلسہ استراحت کا سبب نہیں ہو سکتا اور نیز بھاری بدن والے کو جلسہ کر کے اٹھنے میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے اس سے کہ سجدے سے سیدھا کھڑا ہو جائے کما مر آنفا۔ اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ ابوحمید کی حدیث میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا بیان ہے مگر اس میں اس جلسے کا ذکر نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ احتمال ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی واسطے بیان جواز کے چھوڑ دیا ہو پس ترک احیانا اس کے استحباب کے مخالف نہیں بلکہ سنت میں بھی کبھی کبھی چھوڑ دینا ضروری ہے اور نیز ابوحمید کی حدیث کے سب طریقے اس جلسے کے ترک پر متفق نہیں ہیں بلکہ اس کے بعض طریقوں میں جلسہ استراحت کا ثبوت بھی آ گیا ہے جیسے کہ ابوداؤد وغیرہ میں موجود ہے پس یہ حدیث اس کے ترک پر دلیل نہیں ہو سکتی بلکہ اس کی مثبت ہے اور نیز مالک کے ساتھ زیادتی علم کی ہے اور جس کے ساتھ زیادتی علم کی ہو وہ حجت ہے اس پر جس کے ساتھ وہ علم نہ ہو اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھنا کسی علت کے سبب سے تھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ اصل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعلوں میں عدم علت ہے پس محض احتمال قابل اعتبار نہیں ہے جب تک کہ کوئی علت صریحا ثابت نہ ہو جائے اور نیز راوی نے کوئی علت بیان نہیں کی ہے اور نیز علت کا ہونا جلسے کو مستلزم نہیں اور نیز علت کے سبب سے تو

بیٹھ کر نماز پڑھنی بھی صحیح ہے پھر صرف اس جلسے کی تعیین کی کیا وجہ ہے اور نیز علت کے وقت بیٹھ کر کھڑے ہونے سے سیدھے کھڑے ہو جانے میں بہت آسانی ہے کما مر اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ اگر یہ جلسہ مقصود ہوتا تو اس کے واسطے کوئی ذکر مقرر ہوتا حالانکہ اس کے واسطے کوئی ذکر مقرر نہیں ہوا سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ جلسہ خفیف اور ہلکا ہے بلکہ قیام کی طرف اٹھنے میں داخل ہے پس اس میں صرف تکبیر کا کہنا کافی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جلسہ کسی علت یا بڑھاپے یا ضعف وغیرہ کے سبب سے نہیں تھا اس لیے کہ یہ عوارض چاہتے ہیں کہ یہ جلسہ زیادہ لمبا ہو اس لیے کہ علیل آدمی کا جلسے سے بھی مقصود ہوتا ہے کہ اس کو آرام حاصل ہو اور دم لے لے اور بغیر لمبا ہونے جلسے کے اس کو آرام حاصل نہیں ہوسکتا پس معلوم ہوا کہ علت کے وقت جلسہ زیادہ لمبا ہونا چاہیے حالانکہ یہ جلسہ نہایت ہی تھوڑا اور ہلکا ہے بلکہ کھڑے ہونے کی ایک جزو ہے پس ثابت ہوا کہ یہ جلسہ کسی علت کے سبب سے نہیں تھا بلکہ مشروع ہونے کی وجہ سے تھا اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ کئی اصحاب نے حضرت ﷺ کی نماز کو بیان کیا ہے لیکن سوائے مالک کے کسی نے اس جلسے کو ذکر نہیں کیا سو اگر یہ جلسہ سنت ہوتا تو وہ اصحاب بھی اس کو بیان کرتے سو جواب اس کا یہ ہے کہ جو متفق علیہ سنتیں ہیں ان سب کو تو ہر ایک راوی نے بیان نہیں کیا بلکہ کوئی سنت کسی صحابی نے بیان کی ہے اور کوئی کسی نے ذکر کی ہے پس کل سنتیں کل راویوں کی حدیثوں سے ثابت ہوتی ہیں نہ ہر ایک سے پس بعض راویوں کا ایسے اختلافی امر کو ذکر نہ کرنا اس کے نہ سنت ہونے پر دلالت نہیں کرتا ورنہ متفق علیہ سنتوں کی سنت بھی ثابت نہیں ہو گی اور بعض حنفی یہ حدیث بطور دلیل کے سند لاتے ہیں جو ترمذی میں ہے کہ حضرت ﷺ اپنے قدموں کی انگلیوں پر کھڑے ہوتے تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے ضعیف کہا ہے اس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اور نسائی نے اور احمد نے اور یحییٰ بن معین نے پس اس حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں چہ جائیکہ بخاری کی حدیث کے معارض ہو سکے اور بعض اہل علم کا اس پر عمل کرنا جیسے کہ ترمذی نے نقل کیا ہے اس کی صحت پر دلالت نہیں کرتا ہے وگرنہ کوئی حدیث ضعیف نہیں رہے گی اس لیے کہ ضعیف حدیث پر کسی نہ کسی کا عمل تو ضرور ہی ہوتا ہے الا ماشاء اللہ اور نیز صحت حدیث کی تو اسناد پر موقوف ہے سو جس کی سند صحیح ہو گی وہ حدیث بھی صحیح ہو گی اور جس کی سند ضعیف ہو گی وہ حدیث بھی ضعیف ہو گی اور نیز جیسے کہ ترمذی نے اس حدیث کے بعض پر اہل علم کا عمل نقل کیا ہے ویسے ہی اس نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث پر بھی بعض اہل علم کا عمل نقل کیا ہے پھر ایک کو معمول بہ ٹھہرانا اور دوسرے کو کسی علت پر محمول کرنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے بلکہ احتمال ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہو یعنی حضرت ﷺ کا بعض اوقات میں قدموں پر کھڑے ہونا کسی علت سے ہو فما ھو جوابکم فھو جوابنا اور نیز بغرض صحت کہا جائے گا کہ حضرت ﷺ کا بعض اوقات میں اس فعل کو ترک کرنا اس کے استحباب کی منافی نہیں کبھی آپ نے واسطے بیان جواز کے اس کو ترک کر دیا ہو گا کما مر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ سے جو منقول

ہے کہ وہ اس جلسہ کو نہیں کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آ ثار صحابہ کے حدیث مرفوع کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں کما تقرر فی موضعہ پس حدیث مرفوع کے مقابلہ میں اُن سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اور یہ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ مراد ان آثار اور حدیث ترمذی سے یہ ہو کہ کھڑے ہونے کے وقت زمین پر ٹیک نہیں لگاتے تھے بلکہ قدموں کے زور پر کھڑے ہوتے تھے کما سیاتی فی باب الاتی اور نیز ان بعض صحابہ کا اس کو ترک کرنا اس کی سنیت اور استحباب کے مخالف نہیں ہے اس لیے کہ جو امر واجب نہ ہو اس کا ترک کرنا جائز ہے پس یہ کہنا کہ ان صحابہ کو حضرت ﷺ کی صحبت مالک سے زیادہ ہے خصم کو کچھ مفید نہیں ہے اس لیے کہ احتمال ہے کہ انہوں نے اس کو نہ واجب جان کر ترک کیا ہے اگر کوئی شخص کسی مستحب امر کو تمام عمر میں کبھی نہ کرے تو تب بھی اس کو ملامت نہیں ہوسکتی ہے اور یہ کہنا جائز نہیں کہ اس نے اس کو کیوں چھوڑا؟، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ كَيْفَ يَعْتَمِدُ عَلَى الْأَرْضِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ. جب نماز میں آدمی کسی رکعت سے کھڑا ہونے لگے تو زمین پر کسی طرح ٹیک لگائے۔

**فائدہ:** ظاہرا اس باب سے دو مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ رکعت سے کھڑے ہونے کے وقت زمین پر ٹیک لگانا اور تکیہ کرنا جائز ہے دوم اس کی کیفیت بیان کرنی ہے کہ اول تھوڑا سا بیٹھ جائے پھر زمین پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو جائے اور سجدے سے ٹیک لگا کر سیدھا کھڑا نہ ہو جائے اور یہ مسئلہ اس پر مبنی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جلسہ استراحت ثابت ہے کما مر بیانہ ورنہ اگر کوئی جلسہ استراحت نہ کرے اور سجدے سے سیدھا کھڑا ہونا چاہے تو اس کو بھی زمین پر ٹیک لگانا جائز ہے اور غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے رد کرنا ہے اس حدیث کو جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ قدموں کے زور سے کھڑے ہوا کرتے تھے یعنی زمین پر ٹیک نہیں لگاتے تھے اور جو ابراہیم سے روایت ہے کہ زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہونا مکروہ ہے اور ایسے ہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یعنی یہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں پس ان سے استدلال کرنا خاص کر بخاری کی حدیث کے مقابلہ میں صحیح نہیں ہے پس حاصل یہ ہے کہ ہاتھوں کے ساتھ زمین پر ٹیک لگا کر کھڑے ہونا جائز ہے اور تائید کرتا ہے اس کی جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ سجدے سے سر اٹھاتے تو دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضرت ﷺ رانوں پر تکیہ لگا کر کھڑے ہوتے تھے اسی واسطے علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے شافعیہ کہتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو اور حنفیہ کہتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ ہاتھوں سے گھٹنوں پر ٹیک لگا کے کھڑا ہو لیکن ان دونوں طریقوں کے جائز ہونے میں سب کا اتفاق ہے صرف اختلاف افضلیت میں ہے شافعیہ پہلے کو افضل کہتے ہیں اور حنفیہ دوسرے کو افضل کہتے ہیں پس خلاصہ یہ ہے کہ خواہ زمین پر ٹیک لگا کے کھڑا ہو اور خواہ گھٹنوں پر ٹیک لگا کے کھڑا ہو دونوں طرح جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ

زمین پر ٹیک لگا کے کھڑا ہو کما هو مذهب الشافعية اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اس کا جواز ثابت کیا ہے تا کہ کراہت کا وہم باقی نہ رہے اس نے افضلیت وغیرہ سے کچھ تعرض نہیں کیا لیکن جواز افضلیت کو بھی شامل ہے پس احتمال ہے کہ دونوں صورت مذکورہ سے یہی صورت اس کے نزدیک افضل ہو اس واسطے صرف اسی کو ذکر کیا یا دوسری صورت اس کے نزدیک ثابت نہ ہوئی ہوگی، واللہ اعلم۔

٧٨١ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ جَآءَ نَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فَصَلَّى بِنَا فِيْ مَسْجِدِنَا هٰذَا فَقَالَ إِنِّيْ لَأُصَلِّيْ بِكُمْ وَمَا أُرِيْدُ الصَّلَاةَ وَلٰكِنْ أُرِيْدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَالَ أَيُّوْبُ فَقُلْتُ لِأَبِيْ قِلَابَةَ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلَاتُهُ قَالَ مِثْلَ صَلَاةِ شَيْخِنَا هٰذَا يَعْنِيْ عَمْرَو بْنَ سَلِمَةَ قَالَ أَيُّوْبُ وَكَانَ ذٰلِكَ الشَّيْخُ يُتِمُّ التَّكْبِيْرَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ قَامَ.

٧٨١۔ حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے سو اس نے ہم کو ہماری اس مسجد میں نماز پڑھائی سو کہا کہ بے شک میں تم کو نماز پڑھاتا ہوں اور میرا نماز پڑھنے کا قصد نہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم کو دکھلاؤں کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے یعنی میں تم کو آپ کی نماز کا طریقہ بتلاتا ہوں ایوب (راوی) نے کہا کہ میں نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ مالک کی نماز کس طرح پر تھی؟ اس نے کہا کہ ہمارے اس شیخ کی طرح یعنی اس کی نماز عمرو بن سلمہ کی نماز کی طرح تھی جو ہمارا امام ہے ایوب نے کہا کہ وہ شیخ تکبیر کو تمام کیا کرتا تھا یعنی رکوع اور سجدے اور انتقالات کی سب تکبیریں کہا کرتا تھا اس سے کچھ کم نہیں کرتا تھا جیسے کہ اس وقت میں دستور ہے یا تکبیر کو انتقال کے اول میں شروع کرتا اور اس کے آخر میں ختم کرتا تھا اور جب وہ دوسرے سجدے سے سر اٹھاتا تو بیٹھ جاتا اور ہتھیلیوں کے ساتھ زمین پر ٹیک لگاتا (جیسے کہ خمیر گوندھنے والا ہاتھوں پر ٹیک لگاتا ہے) پھر کھڑا ہوتا ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے زمین پر تکیہ کرنے کی کیفیت معلوم ہوئی کہ جب سجدے سے سر اٹھائے تو پہلے تھوڑا سا بیٹھ جائے پھر ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو اور سجدے سے سر اٹھا کر سیدھا کھڑا نہ ہو جائے پس یہی ہے وجہ مناسبت اس حدیث کی مسئلہ باب سے۔

**بَابُ يُكَبِّرُ وَهُوَ يَنْهَضُ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ.**

جب نمازی پہلا التحیات پڑھ کر تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہونے لگے تو اس انتقال کے ابتدا میں تکبیر کہے۔

**فائدہ:** مطلب اس کا یہ ہے کہ کھڑے ہونے کے ابتدا میں تکبیر شروع کرے اور جب سیدھا کھڑے ہوئے تو اس وقت تکبیر کو ختم کرے ایسا نہ کرے کہ سیدھا کھڑا ہو کر تکبیر کہے اور یہی ہے مذہب اکثر علماء کا ابتدا تکبیر کے جھکنے اور اٹھنے کے ابتدا میں ہو لیکن امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ایک تکبیر میں اختلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ جب پہلا التحیات پڑھ کے کھڑا ہونا چاہے تو اس کے ابتدا میں تکبیر نہ کہے بلکہ جب خوب سیدھا کھڑا ہو جائے تو اس وقت تکبیر کہے اور یہ مسئلہ باب التکبیر اذا قام من السجود میں پہلے بھی گزر چکا ہے سو ظاہرًا یہ باب مکرر معلوم ہوتا ہے لیکن ان دونوں بابوں کے درمیان اس طور سے فرق ہوسکتا ہے کہ جب سجدے سے سر اٹھائے تو اس کے ابتدا میں تکبیر کہے اور مراد اس باب میں یہ ہے کہ جب پہلا التحیات پڑھ کر کھڑا ہو تو اس کے ابتدا میں تکبیر کہے اس صورت میں اس میں اشارہ ہوگا طرف رد کرنے مذہب امام مالک کے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلا باب خاص ہو یعنی سجدے سے سر اٹھانے کے ابتدا میں تکبیر کہے اور یہ باب عام ہو یعنی خواہ دونوں سجدوں سے سر اٹھا کے کھڑا ہونا چاہیے یا دو رکعتوں سے کھڑا ہونا چاہیے تو اس کے ابتدا میں تکبیر کہے۔

وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يُكَبِّرُ فِيْ نَهْضَتِهٖ.

اور ابن زبیر کھڑے ہونے کے ابتدا میں تکبیر کہا کرتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب دو رکعتوں سے کھڑا ہونے کا ارادہ کرے تو اس کے ابتدا میں تکبیر کہے پس یہ اثر تائید کرتا ہے کہ مراد اس باب سے یہ ہے کہ جب پہلا التحیات پڑھ کے کھڑا ہونا چاہے تو اس وقت تکبیر شروع کرے پس دونوں بابوں میں فرق ظاہر ہو گیا۔

۷۸۲ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰى لَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ وَحِيْنَ سَجَدَ وَحِيْنَ رَفَعَ وَحِيْنَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۷۸۲۔ حضرت سعید بن حارث سے روایت ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ہم کو نماز پڑھائی سو جب اس نے سجدے سے سر اٹھایا تو تکبیر پکار کر کہی اور جب سجدہ کیا تو اس وقت بھی تکبیر پکار کر کہی اور جب سجدے سے سر اٹھایا تو تب بھی ایسا ہی کیا اور جب کھڑے ہوئے تو تب بھی تکبیر پکار کر کہی اور کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

**فائدہ:** یہ حدیث اس طریق سے مختصر آئی ہے اور دوسرے طریق سے پوری اس طور پر ہے کہ جب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے تو کسی نے ان کو کہا کہ لوگوں نے تمہاری نماز میں اختلاف کیا ہے یعنی بعض کہتے ہیں کہ تکبیروں کو پکار کر کہا جائے اور بعض کہتے ہیں کہ پوشیدہ کہا جائے سو ابوسعید رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور کہا کہ مجھ کو کچھ پرواہ نہیں کہ تمہاری نماز مختلف ہو یا نہ ہو میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی نماز پڑھتے دیکھا۔ الخ لیکن ظاہرًا

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا اختلاف تکبیر کے پوشیدہ اور پکار کر کہنے میں تھا اس لیے کہ مروان اور ابو امیہ وغیرہ نماز میں تکبیروں کو پوشیدہ کہا کرتے تھے جیسے کہ بیان اس کا باب اتمام التکبیر فی الرکوع میں پہلے گزر چکا ہے اور اس حدیث سے صریحًا یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تکبیر انتقال کے ابتدا میں کہتے تھے لیکن باب کا مسئلہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ کھڑے ہونے کے ابتدا میں تکبیر کہا کرتے تھے پس یہ باب گویا تفسیر ہے اس حدیث کی اور یہی توجیہ ہے آئندہ حدیث کی۔

٧٨٣ ۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ صَلَّيْتُ أَنَا وَعِمْرَانُ صَلَاةً خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَإِذَا رَفَعَ كَبَّرَ وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا سَلَّمَ أَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِيْ فَقَالَ لَقَدْ صَلّٰى بِنَا هٰذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ لَقَدْ ذَكَّرَنِيْ هٰذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

٧٨٣۔ حضرت مطرف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور عمران رضی اللہ عنہ نے علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی سو جب وہ سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے اور جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی تکبیر کہتے سو جب اُس نے نماز سے سلام پھیری تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اس نے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھائی ہے یا یہ کہا کہ اس نے ہم کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلائی ہے یہ راوی کا شک ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث کا بیان پہلے کئی بار گزر چکا ہے۔

## بَابُ سُنَّةِ الْجُلُوْسِ فِي التَّشَهُّدِ.

## التحیات بیٹھنے کے طریق کا بیان یعنی التحیات بیٹھنے کا کیا طریقہ ہے۔

**فائدہ:** مراد سنت سے اس جگہ میں یہ نہیں کہ التحیات کے وقت بیٹھنا سنت ہے بلکہ مراد اس سے یہاں وہ طریقہ ہے جو التحیات کے بیٹھنے میں مشروع ہوا ہے عام ہے اس سے کہ واجب ہو یا مستحب ہو اور یا یہ مراد ہے کہ التحیات میں بیٹھنا مسنون اس ہیئت سے ہے جو آئندہ حدیثوں میں ثابت ہوا اور بعضوں نے کہا کہ اس باب سے چھ مسئلے ثابت ہوتے ہیں اول کے مطلق بیٹھنا التحیات میں بیٹھنے کے غیر ہے۔ دوم یہ کہ پہلے التحیات اور دوسرے التحیات کے بیٹھنے کے درمیان فرق ہے۔ سوم یہ ہے دونوں التحیات کے بیٹھنے اور دو سجدوں میں بیٹھنے کے درمیان فرق ہے۔ چہارم یہ کہ یہ سب کام سنت ہیں۔ پنجم یہ کہ عورتوں اور مردوں کی نماز میں کچھ فرق نہیں۔ ششم یہ کہ اہل علم کے عمل کے ساتھ تائید پکڑنی جائز ہے جیسے کہ ام درداء رضی اللہ عنہا کے اثر لانے سے ثابت ہوتا ہے۔

وَكَانَتْ أُمُّ الدَّرْدَآءِ تَجْلِسُ فِيْ صَلَاتِهَا جِلْسَةَ الرَّجُلِ وَكَانَتْ فَقِيْهَةً.

یعنی ام درداء نماز میں مردوں کی طرح بیٹھا کرتی تھی یعنی التحیات میں بیٹھنے کے وقت داہنے پاؤں کو کھڑا کرتی اور بائیں پاؤں کو زمین پر بچھاتی اور وہ عورت فقیہ تھی یعنی احکام دین کی عالمہ تھی اور دین کے مسئلوں کو خوب سمجھتی تھی۔

**فائدہ:** مراد ام درداء سے یہاں ام درداء چھوٹی ہے جو تابعیہ ہے بڑی ام درداء مراد نہیں جو صحابیہ ہے اور قسطلانی نے عینی سے نقل کیا ہے کہ مراد اس سے ام درداء صحابیہ ہے اور امام بخاری نے ام درداء کے فعل سے دلیل نہیں پکڑی ہے بلکہ صرف اس کو تائید اور تقویت کے واسطے لایا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ التحیات میں عورت بھی مردوں کی طرح بیٹھے اور یہی ہے مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کا کما قال العینی والنووی.

٧٨٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَرٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلَاةِ إِذَا جَلَسَ فَفَعَلْتُهُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيْثُ السِّنِّ فَنَهَانِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى وَتَثْنِيَ الْيُسْرٰى فَقُلْتُ إِنَّكَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقَالَ إِنَّ رِجْلَيَّ لَا تَحْمِلَانِيْ.

٧٨٤۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ جب وہ نماز میں بیٹھتے یعنی التحیات میں تو چار زانو ہو کر یعنی چونکڑی سے بیٹھتے سو میں نے بھی اس کو کیا یعنی چار زانو ہو کر بیٹھا اور میں اس دن کم عمر تھا یعنی ابھی لڑکا تھا سو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ کو منع کیا اور کہا کہ نماز میں سنت طریقہ یہی ہے کہ تو اپنے داہنے پاؤں کو کھڑا کرے اور بائیں کو زمین پر بچھائے سو میں نے کہا کہ تو تو چار زانو ہو کر بیٹھتا ہے سو اس نے کہا کہ میرے پاؤں مجھ کو نہیں اٹھا سکتے ہیں یعنی میں پاؤں پر نہیں بیٹھ سکتا ہوں بیماری اور درد پاؤں کے سبب سے۔ جیسا کہ موطا امام محمد میں ہے کہ عبداللہ نے کہا کہ میں بیمار ہوں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ التحیات میں بیٹھنا سنت اس طور سے ہے کہ داہنے پاؤں کو کھڑا کرے اور بائیں کو زمین پر بچھا دے اور اس سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ بعد بچھانے کے کیا کرے ان پر بیٹھے یا ان کو داہنی طرف سے باہر نکال کے چوتڑوں پر بیٹھے لیکن موطا میں قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس نے لوگوں کو التحیات بیٹھ کر دکھلایا سو داہنے پاؤں کو کھڑا کیا اور بائیں کو بچھایا اور بائیں چوتڑ پر بیٹھا اور پاؤں پر نہ بیٹھا اور بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

اسی طرح کیا کرتے تھے اور موطا میں یہ بھی آیا ہے کہ یہ بیٹھنا ان کا اخیر التحیات میں تھا اور نسائی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ التحیات میں سنت یہ ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اور بائیں کو بچھا کے اس پر بیٹھ جائے سو اس نسائی کی روایت میں پہلا التحیات مراد ہے پس ان دونوں حدیثوں میں کچھ تعارض نہیں اور یہ تفصیل حدیث ابو حمید رضی اللہ عنہ کی (جو ابھی آتی ہے) موافق ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیمار کو نماز میں چار زانو ہو کر بیٹھنا جائز ہے خواہ نماز فرضی ہو یا نفلی ہو اور یہی مذہب ہے ایک جماعت صحابہ اور تابعین کا جیسے کہ ابن عمر اور ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم وغیرہ ہیں اور حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نفلوں میں جائز ہے اور فرضوں میں جائز نہیں اور ابن ابی شیبہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ مجھ کو گرم پتھر پر بیٹھنا زیادہ پیارا ہے اس سے کہ نماز میں چار زانو ہو کر بیٹھوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چار زانو ہو کر بیٹھنا ان کے نزدیک حرام تھا اور امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کہا کہ تندرست آدمی کو فرضوں میں تربع (چار زانو بیٹھنا) کرنا بالاجماع جائز نہیں اور بیمار میں اختلاف ہے بعض جائز کہتے ہیں جیسے کہ ابھی گزرا اور بعض جائز نہیں کہتے ہیں لیکن اکثر علماء سے مشہور یہی قول ہے کہ التحیات میں اس ہیئت سے بیٹھنا سنت ہے واجب نہیں پس اس بنا پر اگر کوئی شخص التحیات میں اس طور مسنون سے نہ بیٹھے بلکہ چار زانو ہو کر بیٹھے تو غایت درجہ اس فعل کو مکروہ کہا جائے گا حرام اور ناجائز نہیں کہا جائے گا پس ابن عبدالبر نے جو اس کو ناجائز رکھا ہے تو شاید مراد اس کی اس سے کراہت ہوگی، واللہ اعلم۔

٧٨٥ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَآءٍ ح وَحَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ وَيَزِيْدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَآءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَا كُنْتُ أَحْفَظَكُمْ لِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَآءَ مَنْكِبَيْهِ

٧٨٥۔ حضرت عمرو بن عطار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب میں بیٹھا ہوا تھا یعنی دس اصحاب میں جیسے کہ دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے سو ہم سب نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا یعنی آپ کس طور سے نماز پڑھتے تھے سو ابو حمید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگوں سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو زیادہ تر یاد رکھنے والا میں ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ اور اصحاب نے کہا کہ تو ہم سے کس طرح زیادہ یاد رکھتا ہے اس نے کہا کہ میں نے آپ کا اتباع کیا یہاں تک کہ نماز کو خوب یاد کیا سو انہوں نے کہا کہ بیان کر سو اس نے کہا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع میں جاتے تو دونوں ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر خوب مضبوط کرتے اور اپنی

وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوٰى حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَّكَانَهُ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَّلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْيُمْنٰى وَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْأٰخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ الْأُخْرٰى وَقَعَدَ عَلٰى مَقْعَدَتِهٖ وَسَمِعَ اللَّيْثُ يَزِيْدَ بْنَ أَبِيْ حَبِيْبٍ وَيَزِيْدُ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَلْحَلَةَ وَابْنُ حَلْحَلَةَ مِنِ ابْنِ عَطَآءٍ قَالَ أَبُوْ صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ كُلُّ فَقَارٍ مَّكَانَهُ وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ حَبِيْبٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرٍو حَدَّثَهُ كُلُّ فَقَارٍ.

پیٹھ کر ٹھہرایا کرتے یعنی اپنی پشت کو گردن کے برابر کرتے اور نہ سر کو اونچا کرتے اور نہ نیچا کرتے اور جب رکوع سے سرا ٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہوتے اور ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ پشت کی ہر ہڈی اپنی جگہ میں آ جاتی اور جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھتے نہ ان کو بچھاتے اور نہ ان کو پہلو سے ملاتے بلکہ اس سے علیحدہ رکھتے اور اپنے پاؤں کو انگلیوں کو قبلے کی طرف کرتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر التحیات کا ارادہ کرتے تو اپنے بائیں پاؤں کو بچھاتے اور اس پر بیٹھتے اور داہنے پاؤں کو کھڑا کرتے یعنی اس کے اوپر کو قبلے کی طرف کرتے اور جب اخیر رکعت پڑھ کر التحیات بیٹھتے تو اپنے پاؤں کو آگے کرتے یعنی داہنی طرف نکالتے اور داہنے کو کھڑا کرتے اور اپنے چوتڑوں پر بیٹھتے۔

**فائدہ**: ایک روایت میں ہے کہ حضرت ﷺ نے وضو کیا پھر قبلے کی طرف منہ کیا پھر اللہ اکبر کہا اور ایک روایت میں ہے کہ جب گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے تو ہاتھ کی انگلیوں کو کھول کر رکھتے اور ایک روایت میں ہے کہ جب رکوع سے سرا ٹھاتے تو کہتے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لك الحمد اور ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے اور ایک روایت میں ہے کہ جب سجدے میں جاتے تو دونوں رانوں کو کھول کر رکھتے اور اپنی پیٹھ کو پیٹ اور رانوں سے علیحدہ رکھتے اور سجدے میں ہاتھوں کو مونڈھوں کے برابر رکھتے یہاں تک کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی پھر اطمینان سے ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ میں پھر آتی پھر سجدے سے سر اٹھاتے اور سیدھے ہو کر بیٹھتے اور ایک روایت میں ہے کہ دو سجدوں کے درمیان تورّک کرتے یعنی بائیں پاؤں کو آگے کر کے بائیں طرف سے باہر نکالتے اور چوتڑ پر بیٹھتے اور ایک روایت میں ہے کہ دونوں پاؤں کو کھڑا کر کے ایڑیوں پر بیٹھتے اور ایک روایت میں ہے کہ داہنے پاؤں کے اوپر کو قبلے کی طرف کرتے اور بائیں کو بچھا کر اس پر بیٹھتے لیکن اس روایت کو ترجیح ہے یا تعدد واقعہ پر محمول ہے یعنی کبھی تورّک کیا ہوگا اور کبھی پاؤں پر بیٹھے ہوں گے اور ایک راویت میں ہے کہ جب پہلے التحیات میں

بیٹھتے تو داہنی ہتھیلی کو داہنی ران پر رکھتے اور بائیں ہتھیلی کو بائیں ران پر رکھتے اور سبابہ سے اشارہ کرتے یعنی خنصر اور بنصر کو ہتھیلی کے ساتھ ملاتے اور انگوٹھے کو وسطٰی کے سر پر رکھتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے اور جب تیسری رکعت کی طرف کھڑے ہونے کا ارادہ کرتے تو تکبیر کہتے اور ایک روایت میں ہے کہ جب اخیر التحیات میں بیٹھتے تو اپنی بائیں ران پر تورّک کرتے اور جب نماز سے پھرتے تو اپنی داہنی طرف کہتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور اسی طرح بائیں طرف کہتے تو ان سب اصحاب نے کہا کہ تو نے سچ کہا ہے حضرت ﷺ ایسے ہی نماز پڑھا کرتے تھے پس ان روایتوں سے حدیث ابوحمید رضی اللہ عنہ کی خوب تفصیل ہوگئی اور نماز کے سب احکام اچھی طرح سے ثابت ہو گئے اور التحیات میں بیٹھنے کا طریقہ بھی خوب طور سے معلوم ہوگیا پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی وباللہ التوفیق اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ پہلے التحیات میں بیٹھنے کی ہیئت اخیر التحیات کی ہیئت سے جدا ہے یعنی پہلے التحیات میں اس طرح سے بیٹھے کے دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اور اس کی انگلیوں کا منہ قبلے کی طرف کرے اور بائیں کو بچھا کے اس کے اوپر بیٹھے اخیر التحیات میں تورّک کرے یعنی دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اور بائیں کو آگے کر کے نیچے سے دائیں طرف باہر نکالے اور دونوں چوتڑوں کو زمین کے ساتھ ملا کر بائیں ران پر بیٹھے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور تمام شافعیوں کا اور مالکیہ کہتے ہیں کہ دونوں التحیات میں تورّک کرے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ کسی میں بھی تورّک نہ کرے بلکہ جیسے کہ پہلے التحیات میں دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پر بیٹھا ہے ویسے ہی اخیر التحیات میں بیٹھے اور امام احمد رحمہ اللہ بھی شافعی کے موافق کہتے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ اگر دو التحیات کی نماز ہو تو اخیر التحیات میں تورّک کرے اور جس نماز میں صرف ایک ہی التحیات ہو جیسے کہ صبح کی نماز ہے تو اس میں تورّک نہ کرے اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صبح میں بھی تورک کرے اور طبری نے کہا کہ دونوں طرح سے بہتر ہے خواہ تورّک کرے اور خواہ نہ کرے اس لیے کہ حضرت ﷺ سے دونوں طرح ثابت ہو چکا ہے اور حنفیہ جو تورّک کے قائل نہیں تو اس حدیث ابوحمید رضی اللہ عنہ کے دو جواب دیتے ہیں اول جواب ان کا یہ ہے کہ کئی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اخیر التحیات میں بھی ویسے ہی بیٹھتے جیسے کہ پہلے التحیات میں بیٹھنا ہے پس اس حدیث ابوحمید رضی اللہ عنہ کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ حضرت ﷺ نے بعض اوقات میں کسی سبب سے تورّک کیا ہوگا تا کہ حدیثوں میں تطبیق ہو جائے سو جواب اس کا یہ کہ حضرت ﷺ کے افعال میں اصل عدم علت کا ہے کمامر۔ پس جب تک کہ کسی حدیث سے صریحاً اس کی علت ثابت نہ ہو جائے تب تک اپنے اصل پر رہے گا اور نیز جائز ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہو یعنی آپ کا بعض اوقات میں تورّک کو چھوڑ دینا کسی سبب سے ہو فما ھو جوابکم فھو جوابنا اور نیز اس طور سے حدیثوں میں تطبیق حاصل نہیں ہو سکتی ہے اس لیے کہ جب حدیث ابوحمید رضی اللہ عنہ کو کسی علت پر محمول کیا جائے تو اب اس کے ساتھ عمل کرنا جائز نہ ہوگا پس اس صورت میں یہ حدیث بالکل مہمل اور متروک العمل رہ جائے گی پھر تطبیق کی کیا صورت اور نیز تطبیق

تو اس کے برعکس میں بھی ہوسکتی ہو کما مر اور نیز تطبیق اس طور سے بھی ہو سکتی ہے بلکہ یہی صحیح ہے کہ دونوں طرح سے التحیات میں بیٹھنے کو جائز رکھا جائے کبھی تورک کر لے اور کبھی پاؤں پر بیٹھ جائے مگر تورّک افضل ہے اور نیز ان حدیثوں سے تورّک کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی اور یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت ﷺ ہمیشہ ایسے ہی کیا کرتے تھے اور دوم جواب حنفیہ کا یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ابوحمید کی متصل نہیں ہے یعنی محمد بن عمرو بن عطاء نے اس حدیث کو ابوحمید سے نہیں سنا ہے بلکہ اس کا سماع ان اصحاب سے کسی کے ساتھ ثابت نہیں اس لیے کہ عیسیٰ بن عبداللہ نے اس حدیث کو محمد بن عمرو سے روایت کیا ہے سو اس نے محمد اور ابوحمید کے درمیان ایک اور راوی کو بیان کیا ہے یعنی ان دونوں کے درمیان سہل بن سعد کا واسطہ بیان کیا ہے کما اخرجه ابو داؤد وغیرہ اور نیز کہتے ہیں کہ ان دس صحابہ میں سے ایک ابوقتادہ تھے اور اس حدیث کے بعض طریقوں میں آیا ہے کہ محمد بن عمرو نے کہا کہ میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا حالانکہ اس کو ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات حاصل نہیں تھی سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث لیث کی ظاہر ہے اس میں کہ محمد بن عمرو نے ابوحمید سے خود سنا ہے اور ابوداؤد وغیرہ کے طریقہ میں صریح آچکا ہے کہ سمعت ابا حمید یعنی محمد بن عمرو نے کہا کہ میں نے ابوحمید رضی اللہ عنہ سے سنا پس یہ روایت اس کے سماع میں ایسی صریح ہے کہ کوئی اپنی عقل کا دشمن بھی اس میں شک نہیں کرسکتا ہے سو جب اس کا سماع ابوحمید سے ثابت ہو گیا تو کہا جائے گا کہ جب ثقہ کو کسی حدیث یا اسناد میں کوئی زیادتی بیان کرے زیادہ تاکید اور اثبات کے واسطے تو اس میں کچھ نقصان نہیں ہے پس عیسیٰ بن عبداللہ کی حدیث مزید فی متصل الاسانید کے قبیل سے ہو گی اور یہ جو کہتے ہیں کہ محمد بن عمرو کو ابوقتادہ سے ملاقات حاصل نہیں تو وہ تاریخ اس کی سے سند لاتے ہیں کہ ابوقتادہ سنہ ۴۰ھ چالیس ہجری میں شہید ہوا ہے اور محمد بن عمرو کا انتقال سنہ ۱۲۰ھ ایک سو بیس ہجری میں ہوا ہے اور محمد کی کل عمر اسی برس کی ہے سو جب اسی برس کو ایک سو بیس سے منہا کیا جائے تو باقی چالیس برس رہتے ہیں سو اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن عمرو کی پیدائش سنہ چالیس ہجری میں ہوئی اور اسی سال میں ابوقتادہ شہید ہوئے ہیں پس معلوم ہوا کہ محمد کو ابوقتادہ سے ملاقات حاصل نہیں ہوئی سو جواب اس کا یہ ہے کہ ابوقتادہ کی موت کے وقت میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سنہ ۵۴ھ چون ہجری میں شہید ہوا ہے سو اس بنا پر محمد بن عمرو کی ملاقات اس سے ممکن ہے اور بر تقدیر تسلیم احتمال ہے کہ جس نے اس کی موت کا وقت بیان کیا یا اس کی عمر کا مقدار بیان کیا اس کو وہم ہو گیا ہو خاص کر جب محمد بن عمرو کا سماع ابوحمید سے ثابت ہو چکا ہے کما مر تو بس یہی کافی ہے واسطے صحت حدیث کے پس اصل یہ ہے کہ دونوں قسم کی حدیثوں میں تطبیق دی جائے فان الاعمال واجب ما امکن اور تطبیق کی صورت وہی ہے جو پہلے گزر چکی ہے واللہ اعلم اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ التحیات میں اس شکل سے بیٹھنا سنت ہے یعنی واجب نہیں سو اگر سب التحیاتوں میں تورّک کرے یا دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پر بیٹھے یا چارزانو ہو کر بیٹھے یا چوتڑوں کو زمین پر رکھے

اور پنڈلیوں کو کھڑا کرے یا پاؤں کو لمبا کر کے بیٹھے تو ان سب صورتوں میں نماز جائز ہوتی ہے اگرچہ مخالف ہے انتہی۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی تعریف اپنی زبان سے کرنی جائز ہے اس طرح کہ میں فلاں سے زیادہ اعلم ہوں بشرطیکہ خود پسندی کا خوف نہ ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض صحابہ سے بعض احکام پوشیدہ رہتے تھے حالانکہ انہوں نے ان کو حضرت ﷺ سے سنا ہوتا تھا اور اکثر اوقات بعض کے بیان کرنے سے دوسروں کو بھی وہ حکم یاد آجاتے تھے اور بعض نے کہا کہ دونوں التحیات میں جدا جدا طور سے بیٹھنے میں یہ حکمت ہے کہ اس سے رکعتوں کی گنتی میں اشتباہ نہیں پڑتا ہے اور نیز پہلے التحیات کے پیچھے سے حرکت آتی ہے یعنی تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہونا پڑتا ہے بخلاف دوسرے التحیات کے کہ اس کے پیچھے کوئی حرکت کرنی نہیں پڑتی ہے اور نیز جو شخص پیچھے سے آ کر نماز میں ملے اس کو معلوم ہو جائے گا کہ امام اس قدر نماز مجھ سے پہلے پڑھ چکا ہے۔

**بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ التَّشَهُّدَ الْأَوَّلَ وَاجِبًا.** پہلے قعدہ میں تشہد یعنی التحیات پڑھنے کو نہ واجب جاننے والے کا بیان یعنی چار رکعت یا تین رکعت کی نماز میں جو پہلے التحیات پڑھنے کے واسطے بیٹھتے ہیں تو اس جلسہ میں التحیات پڑھنا فرض نہیں۔

**فائدہ:** تشہد کا معنی لغت میں گواہ ہونا ہے اور دل کے علم کا ظاہر کرنا ہے اور شرع میں تشہد اس کو کہتے ہیں کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ زبان سے کہے اور تمام التحیات کو جو تشہد کہتے ہیں تو اس واسطے کہ اس میں بھی دونوں شہادتیں موجود ہیں پس بزرگی کے سبب سے شہادت کو باقی ذکر پر تغلیب دی گئی سو یہ پہلا التحیات پڑھنا امام لیث اور اسحاق وغیرہ جمہور علماء کے نزدیک فرض نہیں سنت ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کا مشہور قول بھی یہی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ایک روایت میں یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ بعض کے نزدیک واجب ہے اور دلیل ان کی یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے التحیات پڑھنے کا حکم فرمایا ہے جیسے کہ صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کی روایت آئی ہے اور مطلق حکم واسطے وجوب کے ہوتا ہے اور نیز حضرت ﷺ نے اس پر ہمیشگی کی ہے اور بھول جانے کے وقت سجدہ سہو سے اس کا نقصان پورا کیا ہے پس معلوم ہوا کہ پہلا التحیات پڑھنا واجب ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ جو چیز فرض ہوتی ہے اس کا نقصان سجدہ سہو سے پورا نہیں ہوسکتا ہے جیسے رکوع وغیرہ ہے پس اس سے فرضیت اس کی ثابت نہیں ہوسکتی ہے لیکن مداومت اور امر سے اس کی فرضیت ثابت ہوئی نہ وجوب حالانکہ حنفیہ اس کے قائل نہیں اور نیز سجدہ سہو اس کا نقصان پورا نہیں کرسکتا ہے اور جو لوگ اس کو فرض نہیں جانتے ان کی ایک دلیل تو ابن بحینہ کی حدیث ہے جو ابھی آتی ہے اور دوسری دلیل ان کی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تکبیر تحریمہ کہنی بھول جائے تو سجدہ سہو سے اس کا نقصان پورا نہیں ہوسکتا ہے پس ایسے ہی سجدہ سہو کا التحیات کے نقصان کو بھی پورا نہیں

کرسکتا ہے۔ اور تیسری دلیل ان کی یہ ہے کہ یہ ایک ذکر ہے کہ اس کو کبھی پکار کر نہیں پڑھا جاتا پس معلوم ہوا کہ فرض نہیں جیسے کہ شروع نماز کی دعا ہے۔

لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَرْجِعْ.

اس واسطے کہ حضرت ﷺ دو رکعت پڑھ کر بغیر التحیات کے اٹھ کھڑے ہوئے یعنی التحیات پڑھنا بھول گئے اور پھر اس کی طرف نہ پلٹے۔

**فائدہ:** یعنی جب دو رکعت کے بعد بغیر التحیات پڑھے بھول سے کھڑے ہو گئے تو پھر بعد کھڑے ہونے کے التحیات کی طرف نہ پلٹے کہ اس کو بیٹھ کر پڑھیں پس اگر التحیات پڑھنا فرض ہوتا تو ضرور اس کا تدارک کرتے اور اس کی طرف پلٹ آتے پس معلوم ہوا کہ پہلا التحیات پڑھنا فرض نہیں۔

٧٨٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هُرْمُزَ مَوْلٰى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَقَالَ مَرَّةً مَوْلٰى رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ بُحَيْنَةَ وَهُوَ مِنْ أَزْدِ شَنُوْئَةَ وَهُوَ حَلِيفٌ لِّبَنِي عَبْدِ مَنَافٍ وَّكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمُ الظُّهْرَ فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ لَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ حَتّٰى إِذَا قَضَى الصَّلَاةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيمَهٗ كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُّسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ.

٧٨٦۔ حضرت عبداللہ بن بحسینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ﷺ نے ان کو ظہر کی نماز پڑھائی سو پہلے دو رکعتیں پڑھ کر (تیسری رکعت کی طرف) اٹھ کھڑے ہوئے اور التحیات کے لیے نہ بیٹھے یعنی التحیات بیٹھنا بھول گئے سو لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ جب نماز ادا کر چکے یعنی اخیر التحیات پڑھ چکے اور لوگ آپ کے سلام کے منتظر رہے یعنی فقط سلام پھیرنی باقی تھی تو آپ نے بیٹھے بیٹھے تکبیر کہی سو دو سجدے کیے سلام پھیرنے سے پہلے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلا التحیات پڑھنا فرض نہیں ہے اس لیے کہ اگر فرض ہوتا تو لوگوں کی تسبیح کہنے کے وقت آپ التحیات کی طرف پلٹ آتے اور اس کو پڑھ کر پھر تیسری رکعت کی طرف کھڑے ہوتے اور یہی ہے وجہ مطابقت حدیث کی باب سے اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا کما مر۔

بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الْأُوْلٰى.

پہلے جلسے میں التحیات پڑھنا جائز ہے۔

**فائدہ:** غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے فقط اس جواز کا ثابت کرنا ہے یعنی پہلے قعدے میں التحیات پڑھنا

شرع میں جائز ہے عام ہے اس سے کہ مستحب ہو یا واجب ہو۔

۷۸۷ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فَقَامَ وَعَلَيْهِ جُلُوْسٌ فَلَمَّا كَانَ فِيْ اٰخِرِ صَلَاتِهٖ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

۷۸۷۔ حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ظہر کی نماز پڑھائی سو دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوئے اور التحیات پڑھنا آپ کے ذمہ تھا یعنی اس کو بھول گئے تھے سو جب نماز کے اخیر میں آئے یعنی اخیر التحیات پڑھ چکے تو بیٹھے ہوئے دو سجدے کیے یعنی سہو کے واسطے۔

**فائدہ:** بعض کہتے ہیں کہ مراد بخاری کی یہ ہے کہ پہلا التحیات پڑھنا واجب ہے اور سابق باب میں اس کا ذکر ہے جو اس کو واجب نہیں جانتا ہے اور سند دونوں کی یہی حدیث ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے یہ سجدہ سہو کا کس چیز کے بدلے کیا حنفیہ کہتے ہیں کہ نفس جلسے کے بدلے کیا اس لیے کہ ان کے نزدیک پہلا التحیات بیٹھنا واجب ہے اور اس میں تشہد پڑھنا واجب نہیں اور سجدہ سہو کا واجب کے بدلے ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تشہد کے بدلے سجدہ سہو کا کیا اس لیے کہ جب التحیات بیٹھنا ترک ہوا تو اس میں تشہد پڑھنا بھی ترک ہو گیا سو اس کے بدلے سجدہ سہو کیا اور یہ اس بنا پر ہے کہ ترجمہ باب کا یہ معنی کیا جائے کہ پہلے جلسے میں التحیات پڑھنا بھی واجب ہے پس اس وجہ سے مطابقت حدیث کی باب کے ساتھ ظاہر ہو جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب

## بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الْاٰخِرَةِ.

## اخیر جلسے میں التحیات پڑھنے کا بیان۔

۷۸۸ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلٰى جِبْرِيْلَ وَمِيْكَآئِيْلَ السَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَّفُلَانٍ فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى

۷۸۸۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تو التحیات میں بیٹھ کر یہ ذکر کیا کرتے تھے (اللہ کو سلام) جبرائیل کو سلام میکائیل کو سلام فلاں اور فلاں کو سلام (سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سنا پس جب نماز ادا کر چکے) تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ پر سلام نہ کیا کرو اس واسطے کہ بے شک اللہ تعالیٰ خود سلام ہے یعنی صاحب سلامتی کا ہے اور سالم اور پاک ہے ہر نقص اور عیب اور آفت سے اور سلامتی بخشنے والا ہے بندوں کو ہر آفت اور ہلاک کرنے والی چیز سے اور ہر سلامتی اور رحمت اسی کو ہے اور اسی کی طرف سے ہے پس سلامتی کی دعا کرنی

عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوْهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

اسی شخص کے واسطے لائق ہے جس کو کوئی خوف اور حاجت ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے بے پرواہ اور مستغنی ہے سو جب کوئی نماز میں بیٹھے تو التحیات پڑھے جیسے کہ اس حدیث میں مذکور ہے اور معنی التحیات کا یہ ہے کہ سب عبادتیں قولیہ یعنی زبان کی عبادتیں یعنی تعریف اور ذکر اور بدن کی عبادتیں جیسے کہ نماز اور حج وغیرہ اور مال کی عبادتیں جیسے کہ زکوٰۃ اور خیرات وغیرہ صرف اللہ ہی کے واسطے ہیں سلام ہو تجھ کو اے پیغمبر! اور اللہ کی رحمت اور برکت اور سلام ہے ہم کو اور سب اللہ کے نیک بندوں پر سو جب تم نے کہا کہ اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہے تو جتنے اللہ کے بندے آسمان اور زمین میں ہیں خواہ فرشتے خواہ پیغمبر خواہ اولیاء خواہ جن خواہ آدمی سب کو تمہارا سلام پہنچ گیا اب ہر ایک کا نام لینا کچھ ضروری نہیں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی لائق بندگی کے نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ بندہ اللہ کا ہے اور اس کا رسول ہے۔

**فائدہ:** مراد التحیات سے عبادت قولیہ ہیں اور مراد صلوٰت سے عبادات بدنیہ ہیں اور مراد طیبات سے عبادات مالیہ ہیں جیسے کہ ترجمے میں گزرا اور بعضوں نے کہا کہ تحیہ کا معنی سلامت رہنے کا ہے تمام آفتوں سے اور نیز اس کا معنی ملک اور بقا اور عظمت اور حیات بھی آیا ہے اور جمع کا صیغہ اس واسطے لایا گیا کہ ہر ایک بادشاہ کے واسطے ایک تحیہ یعنی تعظیم کا لفظ خاص تھا کہ جب ان کے خادم اور غلام ان سے ملاقات کرتے تو اس لفظ تعظیم کے ساتھ بادشاہ کے حق میں دعا کرتے سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ سب تحیات یعنی ہر قسم کی تعظیمیں خاص اللہ ہی کے واسطے ہیں اور وہی سب کا مستحق ہے اور بعضوں نے کہا کہ مراد صلوٰت سے پانچ نمازیں ہیں یا ہر قسم کی نماز فرض ہو یا نفل یا ہر قسم کی دعا یا ہر قسم کی رحمت یعنی ہر قسم کی نماز اور دعا اور رحمت اللہ کے واسطے خاص ہے اور بعضوں نے کہا کہ مراد طیبات سے پاک اور ستھری کلام ہے جو اس کے شان کے لائق ہے یا دعا اور ثنا مراد ہے تو معنی سب کا یہ ہوا کہ ہر قسم کی تعظیم اور تکریم اور ہر قسم کی نماز اور ہر قسم کی ستھری کلام اللہ ہی کے واسطے خاص ہے اور اس کی طرف پلٹ جاتی ہے اور التحیات میں حضرت ﷺ کو خاص کر کے سلام کہنا اس واسطے آیا ہے کہ آپ کا حق لوگوں پر زیادہ ہے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ پہلے اپنے واسطے دعا مانگا کرو تو یہ اس واسطے ہے کہ اپنی جان کو بچانا سب سے مقدم ہے اور یہ جو آپ نے سب

نیک بندوں پر سلام کرنا فرمایا تو اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ مومنوں کے واسطے ایسے طور سے دعا کرے کہ آپ بھی اس میں شامل ہو جائے اور اگر کوئی کہے کہ التحیات میں یہ کلمہ کہنا کہ سلام ہو تجھ کو اے نبی بندہ کے ساتھ خطاب ہے اور بندے کے ساتھ خطاب کرنا نماز میں جائز نہیں پس یہ کلمہ نماز میں کیوں جائز رکھا گیا؟ تو جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت ﷺ کا خاصہ ہے اور دوم جواب یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے اصحاب کو یہ کلمہ اسی طرح سے سکھلایا ہے سو ہم اس کا اتباع کرتے ہیں ہم کو لیت ولعل میں کچھ غرض نہیں لیکن اب حضرت ﷺ کو مخاطب کر کے سلام کہنا واجب نہیں بلکہ اگر السلام علیك ایها النبی کے بدلے السلام علی النبی کہا جائے یعنی سلام ہو نبی پر تو یہ بھی جائز ہے جیسے کہ صحیح بخاری میں دوسری جگہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ﷺ کی زندگی میں آپ کو خطاب کے ساتھ سلام کیا کرتے تھے اور آپ کے انتقال کے بعد صیغہ غیب کے ساتھ سلام کیا کرتے تھے اور عبدالرزاق نے عطاء سے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ کی زندگی میں اصحاب خطاب سے سلام کیا کرتے تھے اور بعد انتقال کے صیغہ غائب کے ساتھ سلام کیا کرتے تھے پس معلوم ہوا کہ اب حضرت ﷺ پر خطاب سے سلام کہنا واجب نہیں اور جاننا چاہیے کہ التحیات کے باب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کئی طور پر روایتیں آئی ہیں یعنی بعض صحابہ کے نزدیک التحیات کے الفاظ کئی طرح پر ہیں اور بعض کے نزدیک کئی طرح پر ہیں سو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک تو التحیات کے الفاظ یہ ہیں کہ جو اس حدیث بخاری میں موجود ہیں اور جن کا معنی ابھی گزر چکا ہے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک التحیات کے الفاظ یہ ہیں "اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک التحیات کے الفاظ یہ ہیں "اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" سو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا عمل تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے التحیات پر ہے اس لیے کہ اس کو کئی طور سے ترجیح ہے اول اس طور سے کہ یہ طریق التحیات کا سب سے زیادہ ترصحیح ہے اور بخاری اور مسلم وغیرہ اصحاب صحاح ستہ نے اس پر اتفاق کیا ہے اور دوم تو اس طور سے کہ اس کے الفاظ میں صحاح ستہ کی روایتوں میں کچھ اختلاف نہیں۔ اور سوم اس طور سے کہ یہ طریق خود رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سیکھا گیا ہے بخلاف اور طریقوں کے کہ ان میں یہ تینوں قسم کی ترجیح نہیں اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کے نہایت درجے کے صحیح ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے اور چوبیس طریقوں سے اس حدیث کی روایت آچکی ہے اور بزار نے کہا کہ التحیات کے باب میں مجھ کو کوئی حدیث معلوم نہیں جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے زیادہ صحیح اور زیادہ ثابت ہو اور چہارم اس طور سے کہ اس التحیات کے الفاظ میں واؤ عطف کی موجود

ہے جو ہر جملہ کے مستقل ہونے پر دلالت کرتی ہے بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ان میں واؤ نہیں ہے اور پنجم اس طور سے کہ اس میں حضرت ﷺ کا حکم وارد ہوا ہے بخلاف دوسرے التحیات کے کہ وہ محض حکایت فعل کی ہے اور ترمذی نے کہا کہ التحیات کے باب میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو سب سے زیادہ ترجیح ہے اور اسی پر عمل ہے اکثر صحابہ اور تابعین وغیرہ کا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عمل ابن عباس کے التحیات پر ہے اس لیے کہ اس میں مبارکات کا لفظ زیادہ ہے اور وہ تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مخالف نہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ﷺ سے اس کو اخیر عمر میں سیکھا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا عمل عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے التحیات پر ہے اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ التحیات لوگوں کو منبر پر سکھلایا سو اس پر کسی نے انکار نہ کیا لیکن یہ سب اختلاف علماء کا فقط افضلیت میں ہے یعنی جمہور تشہد ابن مسعود کو افضل کہتے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تشہد ابن عباس رضی اللہ عنہما کو افضل کہتے ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ تشہد عمر رضی اللہ عنہ کو افضل کہتے ہیں اور جواز میں کسی کو اختلاف نہیں بلکہ تینوں طریقوں میں سے جس کو پڑھے جائز ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ التحیات پڑھنا واجب ہے اس لیے کہ آپ نے اس کے پڑھنے کا حکم فرمایا اور مطلق حکم واسطے وجوب کے ہوتا ہے اور یہی مذہب ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کہ ان کے نزدیک پہلا التحیات پڑھنا واجب ہے اور دوسرا فرض ہے کہ اس کے ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ التحیات پڑھنا فرض ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلا التحیات پڑھنا سنت ہے اور دوسرا واجب ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں سنت ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک روایت میں دونوں سنت ہیں اور ایک روایت میں دونوں واجب ہیں اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک التحیات پڑھنا فرض ہے لیکن کہتے ہیں کہ اگر کوئی صرف اتنا ہی کہے کہ "اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" الخ تو اس کی نماز درست ہو جاتی ہے اور بعضوں نے اس حدیث سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ اگر کوئی شخص التحیات میں نیک بندوں پر سلام نہ کہے تو اس نے تمام مسلمانوں کا حق چھینا جو پہلے گزر چکے ہیں اور جو قیامت تک پیدا ہوں گے اس لیے کہ التحیات میں ان پر سلام کہنی واجب ہے جیسے کہ التحیات میں معمول ہے اور نیک بندوں سے مراد یہاں وہ لوگ ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرتے ہیں اور اس کے درجے مختلف ہیں بعض اعلیٰ ہیں اور بعض ادنیٰ اور بعضوں نے کہا کہ صالح اس شخص کو کہتے ہیں جس نے اپنی خواہش کو مطلق چھوڑ دیا ہو اور اللہ کے حکم پر قائم ہوا ہو اور اپنے فائدہ اور نفع کی چیزوں کے لینے سے اور نقصان اور فساد کی چیزوں کے دفع کرنے سے اپنے ہاتھ کو روک لیا ہے اور سب کچھ تقدیر الٰہی کے حوالے کر دیا ہے اور اپنے نفس کا اختیار بالکل اٹھا دیا ہے جیسے کہ شیر خوار لڑکی کا حال دائی کے ساتھ ہوتا ہے اور میت کا حال غسل دینے والے کے ساتھ ہوتا ہے اور جب بندہ اس درجے کو پہنچ جائے تو پھر وہ تمام آفتوں سے سلامت رہتا ہے اور مناسبت حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ الدُّعَآءِ قَبْلَ السَّلَامِ.

سلام پھیرنے سے پہلے دعا کرنے کا بیان یعنی جب اخیر التحیات پڑھ چکے تو سلام پھیرنے سے پہلے دعا مانگے پھر سلام پھیرے۔

۷۸۹ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ فِي الصَّلَاةِ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مَّا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ سَمِعْتُ خَلَفَ بْنَ عَامِرٍ يَقُوْلُ فِي الْمَسِيْحِ وَالْمَسِّيْحِ لَيْسَ بَيْنَهُمَا فَرْقٌ وَهُمَا وَاحِدٌ أَحَدُهُمَا عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْآخَرُ الدَّجَّالُ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعِيْذُ فِيْ صَلَاتِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ.

۷۸۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نماز میں اس دعا کو پڑھا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ الٰہی! میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں مسیح دجال کے فتنے وفساد سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں میں زندگی اور موت کے فتنے سے الٰہی! میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہ اور قرض سے سو کسی نے آپ سے عرض کی کہ آپ قرض سے کیوں بہت پناہ مانگتے ہیں سو آپ نے فرمایا کہ آدمی جب قرضدار ہو جاتا ہے بات کہتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور قرضداروں سے وعدہ کرتا ہے تو پورا نہیں کرتا اور محمد بن یوسف نے کہا کہ میں نے خلف بن عامر سے سنا کہتے تھے کہ مسیح اور مسّیح میں کوئی فرق نہیں یعنی خواہ یا کو ساکن پڑھا جائے خواہ تشدید کے ساتھ پڑھا جائے دونوں ایک لفظ ہیں ان کے مسمی میں کچھ فرق نہیں بلکہ دونوں کا مسمیٰ ایک ہے ایک دونوں مسمیٰ سے عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور دوسرا دجال ہے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مسیح کہتے ہیں اور دجال کو بھی مسیح کہتے ہیں لیکن بعض نے کہا کہ تشدید کے ساتھ دجال کو کہتے ہیں اور جزم کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کو کہتے ہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ سے سنا کہ آپ نماز میں پناہ مانگتے تھے دجال کے فتنے سے۔

**فائدہ:** دجال ایک شخص کافر کا نام ہے کہ اخیر زمانے میں ظاہر ہوگا اور خدائی کا دعویٰ کرے گا اور خوارق عادت سے

خلقت کو گمراہ کرے گا اور دجال دجل سے مشتق ہے اور دجل کا معنی خلط ملط کر دینے کا ہے سو اس کو دجال اس واسطے کہا گیا کہ وہ سچ کو جھوٹ کے ساتھ خلط ملط کر دے گا یا دجل کا معنی جھوٹ کا ہے تو اس کو دجال اس واسطے کہا گیا کہ وہ بہت بڑا جھوٹا ہے اور دجال کو مسیح اس واسطے کہا جاتا ہے کہ اس کی ایک آنکھ بالکل نہیں یا اس واسطے کہ وہ چند دنوں میں تمام زمین پر پھر جائے گا اور یا اس واسطے کہ اس سے نیکی بند کی گئی ہے یعنی وہ کوئی نیکی نہیں کر سکے گا سو حضرت ﷺ نے اس کے فتنے سے پناہ مانگی اور اگر کوئی کہے کہ حضرت ﷺ کے پہلے اور پچھلے سب گناہ معاف ہو چکے ہیں پھر آپ نے ایسی دعا کیوں مانگی اور نیز آپ نے دجال کو نہیں پایا پس آپ نے اس کے فتنے سے پناہ کیوں مانگی تو جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے تعلیم امت کے واسطے ایسی دعائیں کیا کرتے تھے کہ ہر شخص نماز میں جو اس دعا کو پڑھا کرے تا کہ تمام جہان میں قرن بعد قرن دجال کی خبر مشہور ہو جائے کہ وہ ایک جھوٹا کذاب آدمی ہے سو اس طریق سے وہ جس زمانے میں پیدا ہوگا مسلمان اس کو پہچان جائیں گے یہ وہی دجال ہے جس کی حضرت ﷺ نے خبر دی اور یا یہ کہ امت کے واسطے پناہ مانگتے تھے یعنی الٰہی! میں تجھ سے اپنی امت کے واسطے پناہ مانگتا ہوں اور یا تواضع اور اظہار عبودیت کے واسطے کیا کرتے تھے کہ بندے کا کام بندگی کرنا ہے خواہ گناہ ہو خواہ نہ ہو اس لیے کہ آدمی جتنی دعا کرے اتنے درجے بلند ہوتے ہیں گو دعا قبول ہو چکی ہو پس اس سے معلوم ہوا کہ آدمی ہمیشہ ایسی دعاؤں کو پڑھتا رہے اس لیے کہ جب حضرت ﷺ نے باوجود معصوم ہونے کے اس کو ترک نہ کیا تو جو معصوم نہیں اس کو بطریق اولیٰ اس کا ترک کرنا لائق نہیں اور زندگی کے فتنے سے مراد بیماری اور مال اور اولاد کا نقصان ہے یا کثرت مال کی اللہ سے غافل کرے یا کفر اور گمراہی یا دنیا کی لذات اور شہوات وغیرہ ہیں جو اللہ کے رضامندی میں خلل انداز ہوں اور صراطِ مستقیم سے پھسلا دیں اور موت کے فتنے سے مراد اس وقت کی شدت اور دہشت ہے اور شیطان کا وسوسہ ہے جان کندن کے وقت یا معاذ اللہ خاتمہ بد ہونا اور قرض سے مراد وہ قرض ہے جو اٹھا کرنا جائز کام میں صرف کرے یا جائز کام میں خرچ کرے لیکن اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو جائے یا بغیر ادا کیے مر جائے یا ہر قسم کا قرض مراد ہے اس لیے کہ ذلت اور حاجت سے کوئی قرض خالی نہیں سو آدمی کو چاہیے کہ زندگی اور موت کے فتنے اور قرض سے پناہ مانگے اور اس حدیث سے تعیین کی جگہ معلوم نہیں ہوتی کہ اس دعا کو کس جگہ پڑھے لیکن اس حدیث کے بعض طریقوں میں آیا ہے کہ التحیات کے بعد جس دعا کو چاہے پڑھے پس اس سے ثابت ہوا کہ اس دعا کو التحیاتُ کے بعد پڑھے سلام پھیرنے سے پہلے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اخیر التحیات میں اس دعا کو پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا اور طاؤس کہتے ہیں کہ واجب ہے لیکن شاید وجوب سے غرض ان کی زیادہ تاکید ہو نہ اصل وجوب انتہٰی پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

٧٩٠ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا

٧٩٠۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے

اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِيْ دُعَآءً أَدْعُوْ بِهٖ فِيْ صَلَاتِيْ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ.

حضرت ﷺ سے عرض کیا کہ یا حضرت ﷺ آپ مجھ کو کوئی دعا بتلایئے جس کو میں اپنی نماز میں پڑھا کروں تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کر: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ الٰہی میں نے اپنی جان پر ظلم کیا بہت سا ظلم اور گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا ہے سوائے تیرے سو بخش دے مجھ کو اپنے پاس کی مغفرت سے اور مجھ پر رحم کر البتہ تو ہی بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

**فائدہ:** یہ جو کہا کہ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ کوئی انسان قصور سے خالی نہیں اگرچہ صدیق ہی ہو اور یہ جو کہا کہ سوائے تیرے گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا تو اس میں اقرار ہے اللہ کی توحید کا کہ سوائے اللہ کے ایسا کوئی نہیں اور نیز اس میں اشارہ ہے کہ بڑی مغفرت کر اگرچہ میرے عمل اس کے لائق نہیں اور اس حدیث سے بھی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس دعا کو نماز میں کس جگہ پڑھے لیکن مشہور یہی ہے کہ التحیات کے بعد پڑھے یا شاید صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ سوال اس وقت ہوگا جب کہ حضرت ﷺ نے ان کو التحیات بتلایا اور فرمایا کہ بعد تشہد کے جو دعا چاہے پڑھے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

## بَابُ مَا يُتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَآءِ بَعْدَ التَّشَهُّدِ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ.

التحیات کے بعد جس دعا کو چاہے پڑھے اختیار ہے اور واجب نہیں یعنی مطلق دعا واجب نہیں یا مطلق واجب ہے اور کوئی خاص دعا واجب نہیں لیکن یہ اخیر معنی حدیث کے موافق ہے کما سیاتی.

٧٩١۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ الْأَعْمَشِ حَدَّثَنِيْ شَقِيْقٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا إِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادِهِ السَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَّفُلَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْلُوا

٧٩١۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم حضرت ﷺ کے ساتھ نماز میں ہوتے تو کہا کرتے تھے کہ بندوں کی طرف سے اللہ کو سلام اور فلاں اور فلاں کو سلام سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پر سلام نہ کیا کرو اس لیے کہ بیشک اللہ صاحب ہے سلامتی کا اور اسی کی طرف سے سب کو سلامتی ہے لیکن اس طرح کہا کرو کہ زبان کی سب عبادتیں اور

السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ وَلٰكِنْ قُوْلُوا التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ ذٰلِكَ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ فِي السَّمَآءِ أَوْ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَآءِ أَعْجَبَهٗ إِلَيْهِ فَيَدْعُوْ.

بدن کی سب عبادتیں اور مال کی سب عبادتیں اللہ ہی کے واسطے خاص ہیں سلام ہو تجھ پر اے پیغمبر! اور اللہ کی رحمت اور برکت اور سلام ہو ہم کو اور اللہ کے سب نیک بندوں پر سو جب تم نے کہا کہ اللہ کے سب نیک بندوں پر سلام ہو تو جتنے اللہ کے بندے آسمان اور زمین میں ہیں سب کو تمہارا سلام پہنچ گیا یعنی ہر ایک کا نام لینا کچھ ضروری نہیں بلکہ مجملا سب کا نام لینا کافی ہے گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی لائق بندگی کے نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ بندہ ہے اللہ کا اور اس کا رسول ہے پھر جو دعا اس کے نزدیک بہت پسند ہو اس کو پڑھے۔

**فائدہ:** اس حدیث کا بیان مفصل طور سے پہلے گزر چکا ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ التحیات کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے دعا کرنی واجب ہے لیکن کوئی خاص دعا واجب نہیں جس دعا کو چاہے پڑھے اختیار ہے اور اکثر علماء کے نزدیک اس موقع میں دعا کرنی واجب نہیں مستحب ہے اور وہ اس امر کو استحباب پر محمول کرتے ہیں بلکہ بعضوں نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کے ناواجب ہونے پر اجماع ہو چکا ہے لیکن طاؤس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ التحیات کے بعد دجال اور زندگی اور موت کے فتنے سے پناہ مانگنی واجب ہے او ر امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ التحیات کے بعد حضرت ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کا ایک روایت میں بھی یہی قول ہے کہ درود پڑھنا واجب ہے اور یہی مذہب ہے اسحاق کا لیکن وہ کہتے ہیں کہ اگر بھول سے چھوٹ جائے تو نماز جائز ہو جاتی ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا یہ ہے کہ اخیر التحیات کے بعد درود پڑھنا سنت ہے واجب نہیں اگر چھوڑ دے تو نماز صحیح ہو جائے گی اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے اگر ترک کر دے تو نماز صحیح نہیں ہو گی اور یہی ہے مذہب شعبی کا اور یہی روایت ہے عبداللہ اور عمر رضی اللہ عنہما سے انتہی۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ جس دعا کو چاہے پڑھے تو اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں ہر قسم کی دعا مانگنی جائز ہے خواہ دنیا کی کسی حاجت کے واسطے ہو اور خواہ دین کی کسی حاجت کے واسطے ہو اور خواہ قرآن وحدیث میں وہ دعا وارد ہوئی ہو اور خواہ وارد نہ ہوئی ہو جیسے کہے کہ الٰہی! مجھ کو بہشت میں داخل کر یا مجھ کو دنیا میں بہت سا مال دے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ کسی ناجائز کام کے واسطے وہ دعا نہ ہو کہ وہ مطلق منع ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام نخعی وغیرہ کے نزدیک ہر قسم کی دعا مانگنی جائز نہیں وہ کہتے ہیں کہ نماز میں فقط وہی دعا مانگنی جائز ہے جو قرآن اور حدیث میں آچکی ہے اور دعا کوئی جائز نہیں لیکن ظاہر اس حدیث

سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کا یہ قول صحیح نہیں۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَمْسَحْ جَبْهَتَهٗ وَأَنْفَهٗ حَتّٰى صَلّٰى قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ رَأَيْتُ الْحُمَيْدِيَّ يَحْتَجُّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ أَنْ لَّا يَمْسَحَ الْجَبْهَةَ فِي الصَّلَاةِ.

اگر سجدے میں ماتھے اور ناک کو مٹی لگ جائے تو بعض کہتے ہیں کہ اس کو نماز کے اندر صاف نہ کرے بلکہ نماز کے بعد صاف کرے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے حمیدی کو دیکھا وہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے تھے اس پر کہ نماز میں ماتھے کو نہ صاف کیا جائے یعنی اس حدیث سے جو ابھی آتی ہے۔

٧٩٢ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَآءِ وَالطِّيْنِ حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ فِيْ جَبْهَتِهٖ.

٧٩٢۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ سجدہ کرتے تھے پانی اور مٹی میں یہاں تک کہ میں نے مٹی کا نشان آپ کے ماتھے میں دیکھا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے نماز میں ماتھے کو صاف نہیں کیا اس لیے کہ احتمال ہے کہ آپ نے ماتھے کو صاف کیا ہو لیکن مٹی کا کچھ نشان باقی رہ گیا ہو اور احتمال ہے کہ آپ ماتھے کو صاف کرنا بھول گئے ہوں اور احتمال ہے کہ آپ نے اپنی خواب سچا کرنے کے واسطے ماتھے کو نہ پونچھا ہو اور احتمال ہے کہ واسطے بیانِ جواز کے ماتھے کو صاف نہ کیا ہو اس لیے کہ مسح کو ترک کرنا اولیٰ ہے اور جب اس حدیث میں اتنے احتمال ہوئے تو اب نماز میں ماتھے کو نہ پونچھنے پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں اسی واسطے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا کوئی حکم صریح بیان نہیں کیا اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ نماز میں ماتھے سے مٹی وغیرہ صاف کرنے کو علماء سلف نے مکروہ رکھا ہے۔ انتہیٰ

بَابُ التَّسْلِيْمِ.

التحیات اور درود وغیرہ کے بعد سلام پھیرنے کا بیان یعنی واجب ہے یا نہیں۔

٧٩٣ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

٧٩٣۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرتے اور اس کو تمام کرتے تو عورتیں اسی وقت اٹھ کھڑی ہوتیں (یعنی اس واسطے کہ ان کو حکم تھا کہ سلام کے بعد جلدی چلی جائیں) اور آپ تھوڑا سا ٹھہرے رہتے

وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَآءُ حِيْنَ يَقْضِيْ تَسْلِيْمَهٗ وَمَكَثَ يَسِيْرًا قَبْلَ اَنْ يَّقُوْمَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأُرٰى وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَنَّ مُكْثَهٗ لِكَيْ يَّنْفُذَ النِّسَآءُ قَبْلَ اَنْ يُّدْرِكَهُنَّ مَنِ انْصَرَفَ مِنَ الْقَوْمِ.

کھڑے نہ ہوتے۔ ابن شہاب (راوی) نے کہا کہ میں گمان کرتا ہوں (اور اللہ زیادہ تر جاننے والا ہے) کہ حضرت ﷺ کا ٹھہرنا اس واسطے تھا کہ عورتیں مردوں سے پہلے چلی جائیں کوئی شخص نماز سے پھر کران کو نہ پا سکے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز سے سلام پھیرنی فرض ہے اور نماز کا ایک رکن ہے اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سلام پر ہمیشگی کی ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ یہی مذہب ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا پہلوں اور پچھلوں سے وہ کہتے ہیں کہ نماز سے سلام پھیرنا فرض ہے بدون اس کے نماز صحیح نہیں بلکہ اگر السلام علیکم سے ایک حرف بھی کم کرے تو جب بھی نماز درست نہیں ہوگی اور یہی مذہب ہے جمہور صحابہ اور تابعین کا اور جو ان کے بعد ہیں اور اسی پر دلالت کرتی ہے وہ حدیث جو اصحاب سنن نے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا تَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ یعنی سلام کے ساتھ آدمی نماز سے نکل آتا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز سے سلام پھیرنا اور لفظ سلام کے ساتھ نماز سے باہر آنا فرض نہیں فقط فرض یہ ہے کہ آدمی نماز سے کوئی کام کر کے باہر آئے خواہ سلام کرے یا کسی سے کلام کرے یا کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ اگر سلام کے بدلے گوز مار کر نماز سے باہر آ جائے تو جب بھی درست ہے اور دلیل ان کی یہ حدیث ہے کہ اگر کوئی التحیات وغیرہ پڑھ کے گوز مارے سلام پھیرنے سے پہلے تو اس کی نماز صحیح ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ فتح الباری میں لکھا ہے فَقَدْ ضَعَّفَهُ الْحُفَّاظُ انتہیٰ یعنی حفاظ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے پس اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں اور حنفیہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث ہمیشگی پر دلالت نہیں کرتی کہ کان اکثر کے نزدیک مداومت کے واسطے نہیں اور نیز یہ ہمیشگی عورتوں کے قیام کی ہے وقت سلام کے نہ حضرت ﷺ کے سلام کے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس کے سوا اور بہت حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ ہمیشہ سلام کے ساتھ نماز سے باہر آتے تھے اس کے برخلاف کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوا سوائے اس حدیث مذکور کے جو حفاظ کے نزدیک ضعیف ہے پس کان کا ہمیشگی پر نہ دلالت کرنا یا مداومت سے عورتوں کے قیام کی مداومت مراد لینی حنفیہ کو کچھ مفید نہیں اور نیز کہتے ہیں کہ یہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ تیسرے پارے میں مذکور ہو چکا ہے کہ ائمہ اربعہ وغیرہ اہل اصول کے نزدیک خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی کرنی جائز ہے پس اس سے فرضیت ثابت کرنی بھی جائز ہوگی اور نیز جب کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور سلف اور خلف کے نزدیک خبر واحد سے فرضیت ثابت ہو جاتی ہے تو پھر اتنے علماء

کے مقابلہ میں حنفیہ کی اس اصطلاح کا کیا اعتبار ہے اور نیز اس حدیث کا خبر واحد ہونا مسلم نہیں بلکہ اگر سلام کی سب حدیثوں کو جمع کیا جائے تو درجہ شہرت سے بھی بڑھ جاتی ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔ اور اس حدیث میں مطلق سلام کا ذکر ہے دو یا ایک بار سلام کہنے کا اس میں ذکر نہیں لیکن صحیح مسلم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت آچکی ہے کہ دو بار سلام کہے ایک بار دائیں طرف اور ایک بار بائیں طرف بلکہ طحاوی وغیرہ نے سترہ اصحاب سے یہی روایت کی ہے کہ دو بار سلام کہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے واسطے مذہب امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور سلف اور خلف کی کہ دو بار سلام کہے اور امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ فقط ایک بار سلام کہے اور دلیل ان کی ضعیف حدیثیں ہیں جو صحیح حدیثوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہیں اور اگر کوئی ان میں سے ثابت بھی ہو جائے تو جواز پر حمل کی جائے گی یعنی صرف ایک بار سلام کہنا بھی جائز ہے اور تمام علماء معتبرین کا اتفاق ہے اس پر کہ واجب فقط ایک سلام ہے دوسری سنت ہے سو اگر فقط ایک ہی سلام کہے تو مستحب ہے کہ منہ کے سامنے کہے اور اگر دونوں سلام کہے تو ایک دائیں طرف کہے اور ایک بائیں طرف اور منہ کو دونوں جانب پھیرے اور اگر دونوں سلاموں کو دائیں طرف کہے یا دونوں کو بائیں طرف کہے یا دونوں کو منہ کے سامنے کہے یا پہلی بار دائیں اور دوسرے بار بائیں کہے تو نماز صحیح ہے لیکن فضیلت حاصل نہیں ہوتی انتہی۔ اور یہی ہے مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں کا اور امام مالک رحمہ اللہ کی ایک دلیل وہ حدیث ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنن میں روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ایک سلام کہتے تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جیسے کہ ذکر کیا ہے اس کو عقیلی اور امام ابن عبد البر نے اور نیز دو سلام کی حدیثیں بہت ہیں اور اُس سے زیادہ صحیح ہیں پس ان کو حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا پر مقدم کیا جائے گا اور نیز عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں دوسرے سلام کی نفی نہیں بلکہ سکوت ہے پس وہ حدیث فقط ایک سلام کرنے پر دلیل نہیں ہوسکتی ہے اور بعضوں نے کہا کہ پہلے دائیں طرف سلام کہے پھر بائیں طرف کہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر امام فقط ایک بار ہی سلام کہے تو مقتدی کے واسطے سنت ہے کہ دونوں سلام کہے اس لیے کہ مقتدی پہلے سلام کے ساتھ اس کی پیروی سے نکل گیا ہے اب اس کی متابعت کرنی واجب نہیں اور اگر امام پہلا التحیات چھوڑ دے تو مقتدی کو اس کی پیروی کرنی واجب ہے اس لیے کہ وہ نماز کے اندر ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

**بَابُ يُسَلِّمُ حِيْنَ يُسَلِّمُ الْإِمَامُ.** جب امام نماز سے سلام پھیرے تو اس وقت مقتدی بھی سلام پھیرے۔

**فائدہ:** یعنی یہ واجب نہیں کہ جب امام سلام کو تمام کر چکے تو مقتدی بعد اس کے سلام کہنی شروع کرے بلکہ جائز ہے کہ دونوں کے سلام ایک وقت میں واقع ہو اور غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس سے یہ ہے کہ مقتدی امام کے سلام کے بعد دعا وغیرہ کے ساتھ مشغول نہ رہے امام کی متابعت کرے کہ مستحب ہے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَسْتَحِبُّ إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ أَنْ يُسَلِّمَ مَنْ خَلْفَهُ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما مستحب جانتے تھے اس بات کو کہ جب امام سلام کہے تو اسی وقت مقتدی بھی سلام کہے یعنی دونوں ایک وقت میں سلام کہیں لیکن اگر مقتدی امام کے سلام تمام ہونے کے بعد سلام کہنی شروع کرے تو وہ بھی جائز ہے اور مطابقت اس اثر کی باب سے ظاہر ہے۔

٧٩٤ ۔ حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ.

٧٩٤۔ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی سو جب آپ نے سلام کہی تو اسی وقت ہم نے بھی سلام کہی۔

**فائدہ:** یعنی آپ نے اس سے انکار نہ کیا اور نہ منع فرمایا پس معلوم ہوا کہ امام کی سلام کے ساتھ سلام کہنی جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ حدیث مفصل طور سے پہلے گزر چکی ہے اور نیز ابھی آتی ہے۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ رَدَّ السَّلَامِ عَلَى الْإِمَامِ وَاكْتَفٰى بِتَسْلِيْمِ الصَّلَاةِ.

مقتدی امام کو سلام کا جواب علیحدہ نہ دے اور صرف نماز کے سلام پر کفایت کرے۔

**فائدہ:** علماء نے لکھا ہے کہ جب امام اپنی دائیں طرف سلام پھیرے تو یہ نیت کرے کہ میں دائیں طرف کے فرشتوں اور مقتدیوں کو سلام کہتا ہوں اور جب بائیں طرف سلام کہے تو اس وقت یہ نیت کرے کہ میں بائیں طرف کے فرشتوں اور مقتدیوں کو سلام کہتا ہوں اور جب مقتدی دائیں طرف سلام کہے تو یہ نیت کرے کہ میں دائیں طرف کے فرشتوں اور مقتدیوں اور امام کو سلام کہتا ہوں اور بائیں طرف بھی اسی طرح نیت کرے سو مطلب اس باب کا یہ ہے کہ جیسے امام دو بار سلام کہتا ہے اور اس میں مقتدیوں کو سلام کہنے کی نیت کرتا ہے ویسے ہی مقتدی بھی دو بار سلام کہے اور اس میں یہ نیت بھی کر لے کہ میں امام کو سلام کا جواب دیتا ہوں پس مقتدی اپنے اسی سلام کو جو نماز سے باہر آنے کے واسطے کرتا ہے امام کے سلام کا جواب سمجھ لے اور اسی پر کفایت کرے تیسری بار جواب کی نیت سے علیحدہ سلام نہ کہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ مقتدی امام کے جواب میں ان دو سلاموں پر کفایت نہ کرے بلکہ ان دونوں میں دائیں بائیں کے مقتدیوں وغیرہ کی نیت کرے اور امام کے جواب کے واسطے تیسری بار علیحدہ سلام کہے پس ان کے نزدیک مقتدی تین بار سلام کہے دو بار دونوں طرف کے مقتدیوں وغیرہ کو اور ایک بار خاص امام کو سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ تیسری بار امام کو علیحدہ سلام کہنا مستحب نہیں۔

٧٩٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ وَزَعَمَ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقَلَ مَجَّةً مَّجَّهَا مِنْ دَلْوٍ كَانَ فِيْ دَارِهِمْ قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ ثُمَّ أَحَدَ بَنِيْ سَالِمٍ قَالَ كُنْتُ أُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ بَنِيْ سَالِمٍ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّيْ أَنْكَرْتُ بَصَرِيْ وَإِنَّ السُّيُوْلَ تَحُوْلُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِيْ فَلَوَدِدْتُ أَنَّكَ جِئْتَ فَصَلَّيْتَ فِيْ بَيْتِيْ مَكَانًا حَتّٰى أَتَّخِذَهٗ مَسْجِدًا فَقَالَ أَفْعَلُ إِنْ شَآءَ اللهُ فَغَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ مَّعَهٗ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهٗ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِيْ أَحَبَّ أَنْ يُّصَلِّيَ فِيْهِ فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ.

٧٩٥۔ حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (اور اس نے کہا کہ میں نے حضرت ﷺ کو خوب جانا ہے اور خوب پہچانا ہے اور خوب یاد رکھی ہے وہ کلی پانی کی جس کو آپ نے میرے منہ میں مارا تھا ہمارے گھر کے کنوئیں سے) کہ میں نے عتبان بن مالک سے سنا کہتے تھے کہ میں اپنی قوم کی امامت کیا کرتا تھا سو میں حضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں اندھا ہو گیا ہوں اور بیشک نالے پانی کے میری اور میری قوم کی مسجد کے درمیان حائل اور مانع ہوتی ہے یعنی برسات کے دنوں میں راہ میں بہت زور سے پانی بہتا ہے اس سبب سے میں مسجد میں نہیں جاسکتا ہوں سو میں دوست رکھتا ہوں اس بات کو کہ آپ تشریف لائیں اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں جس کو میں جائے نماز ٹھہرا لوں۔ سو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں اس کام کو کروں گا یعنی تیرے گھر میں آؤں گا سو دوسری صبح کو جب آفتاب خوب بلند ہوا تو آپ ﷺ تشریف لائے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے سو آپ نے اندر آنے کے لیے اذن مانگا سو میں نے آپ کو اذن دیا اور آپ اندر آئے سو نہ بیٹھے یہاں تک کہ فرمایا کہ تو اپنے گھر سے کس جگہ کو دوست رکھتا ہے جس میں میں نماز پڑھوں سو عتبان نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا جس کو وہ دوست رکھتا تھا سو آپ اس میں نماز کے واسطے کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی پھر آپ نے نماز سے سلام پھیری اور آپ کی سلام کے وقت ہم نے بھی سلام کہی۔

**فائدہ:** ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں نے امام کے جواب میں علیحدہ کوئی سلام نہیں کہی اس لیے کہ سلام کا جواب اصل سلام کے بعد ہوتا ہے نہ اس کے وقت میں اور حالانکہ یہاں مقتدیوں کی سلام امام کی سلام کے

وقت میں واقع ہوئی ہے اور نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں کی سلام حضرت ﷺ کے سلام کی طرح تھی اور آپ کی سلام یا تو صرف ایک بار تھی جس کے ساتھ آدمی نماز سے حلال ہوتا ہے اور یا دو بار تھی پس مقتدیوں کی سلام بھی دو بار ہی ہوگی نہ تین بار جیسے کہ مالکیہ کہتے ہیں پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلوں میں بھی جماعت کرنی جائز ہے اس لیے کہ یہ نماز اشراق کی تھی کسی فرضی نماز کا وقت نہیں تھا جیسا کہ سیاق حدیث کا اس پر دلالت کرتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ گھر میں نفلوں کی جماعت بھی جائز ہے اور یہ کہ جو آدمی کہے کہ میں یہ کام کل کروں گا تو مستحب ہے کہ انشاء اللہ بھی کہے اور یہ کہ بزرگوں سے تبرک لینا اور جس جگہ نماز پڑھتے ہوں اس جگہ نماز پڑھنا اور ان سے تبرک چاہنا جائز ہے اور یہ کہ بزرگ آدمی کی زیارت کرنی جائز ہے اور یہ کہ عذر سے جماعت ساقط ہو جاتی ہے اور اس پر اجماع ہے کہ امام اور عالم کا اپنے بعض دوستوں کو ساتھ لے جانا جائز ہے اور یہ کہ گھر والے سے اذن لینا چاہیے اگر چہ وہ پہلے بُلا چکا ہو اور یہ کہ دن کے نفلوں میں افضل یہ ہے کہ دو دو رکعتیں پڑھے جیسے کہ مذہب جمہور کا ہے اور یہ کہ جب گاؤں یا محلہ میں کوئی عالم یا کوئی بزرگ آئے تو مستحب ہے کہ محلّہ کے سب لوگ اس کے پاس جمع ہو کر اس کی زیارت کریں اور اس سے مسائل پوچھیں اور یہ کہ نماز کے واسطے ایک جگہ خاص کر مقرر کر رکھنی جائز ہے اور مسجد میں جو اس کی ممانعت آئی ہے تو ریا وغیرہ کے خوف سے ہے اور یہ کہ جو آدمی توحید پر مرے تو آگ میں ہمیشہ نہیں رہے گا، انتہیٰ۔

نووی نے کہا اور یہ جو محمود نے کہا کہ میں نے حضرت ﷺ کو خوب جانا پہچانا ہے۔ الخ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس وقت بہت چھوٹا تھا چار پانچ برس کی عمر تھی تو وہم پیدا ہوتا تھا کہ لڑکا ہے شاید کسی لفظ کو حدیث سے بھول گیا ہو سو اس وہم کے دفع کرنے کے واسطے اس نے یہ کلام حدیث کے اول میں کہی یعنی حدیث مجھ کو خوب یاد ہے اس کو بھولا نہیں ہوں اور حضرت ﷺ نے اس کے منہ میں کلی شاید اس واسطے ماری تھی کہ وہ اس کو یاد رکھے اور نقل کرے تا کہ اس کو نقل حدیث کی فضیلت حاصل ہو اور اس کی صحبت آپ سے صحیح ہو جائے سو ایسا ہی ہوا۔

## بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ. نماز کے بعد ذکر کرنے کا بیان

**فائدہ:** جمہور علماء کے نزدیک نماز سے مراد فرضوں کی نماز ہے سنت اور نفل وغیرہ مراد نہیں وہ کہتے ہیں کہ نمازی اس ذکر کو فرضوں کے بعد پڑھا کرے سنتوں اور نفلوں کے بعد نہ پڑھا کرے اور بعض کہتے ہیں کہ اس ذکر کو ہر نماز کے پیچھے پڑھے خواہ فرض ہوں یا نفل ہوں اور اگر فرضوں کے بعد اس ذکر کو تھوڑی دیر کر کے پڑھے جس میں کہ وہ اس سے روگردان نہ سمجھا جائے یا بھول سے دیر ہو جائے پھر اس کو پڑھ لے تو یہ بھی جائز ہے اس میں کچھ نقصان نہیں اور اسی طرح آیۃ الکرسی وغیرہ جن دعاؤں کا نماز کے بعد پڑھنا ثابت ہوا ہے اگر ان کو اس ذکر سے پہلے پڑھ لے اور بعد اس کے ذکر کو پڑھے تو یہ بھی جائز ہے اور جن فرضوں کے پیچھے سنتیں پڑھی جاتی ہیں جیسے ظہر اور شام اور عشاء کی

نماز ہے ان کے بعد اس ذکر کو پڑھنے میں اختلاف ہے جمہور علماء کہتے ہیں کہ فرضوں کے بعد پہلے اس ذکر کو پڑھے بعد اس کے سنتوں کو پڑھے اس لیے کہ صحیح حدیثوں میں صریح آ چکا ہے کہ اس ذکر کو فرضوں کے بعد پڑھے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ فرضوں کے بعد پہلے سنتیں پڑھے بعد اس کے ذکر کرے ان کے نزدیک فرضوں اور نفلوں میں فصل کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی کہے کہ جیسے اس ذکر کا حکم آیا ہے کہ فرضوں کے بعد پڑھا جائے ویسے ہی سنتوں کا حکم بھی یہی آیا ہے کہ فرضوں کے بعد پڑھی جائیں سو اگر ایک کو مقدم کیا جائے تو دوسرے کی بعدیت فوت ہو جائے گی پس ان دونوں میں تطبیق کس طور سے ہوگی؟ سو جواب اس کا یہ ہے کہ دونوں طرح سے جائز ہے خواہ پہلے سنتوں کو پڑھے یا ذکر کو پڑھے اختیار ہے لیکن افضل یہ ہے کہ پہلے ذکر کو پڑھا جائے پھر سنتوں کو پڑھا جائے جیسے کہ مذہب جمہور کا ہے اور اگر کوئی کہے کہ فرضوں کے بعد ذکر کرنا مختلف طور سے آیا ہے اس لیے کہ بعض حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ فرضوں کے بعد اللھم انت السلام الخ پڑھے اور بعض حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیۃ الکرسی پڑھے اور بعض حدیثوں سے لاالہ الا اللہ الخ وغیرہ اور دعائیں پڑھنی ثابت ہوتی ہیں پس ان سب حدیثوں میں تطبیق کیونکر ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ فرضوں کے بعد یہ سب دعائیں پڑھنی جائز ہیں کبھی کسی دعا کو پڑھ لیا کرے اور کبھی کسی دعا کو پڑھ لیا کرے یا ہر نماز میں سب کو جمع کر لیا کرے ہر طور سے جائز ہے لیکن سب کو جمع کرنا واجب نہیں اور حضرت ﷺ نے بھی ان دعاؤں کو مختلف وقتوں میں پڑھا ہے کسی نماز میں کسی دعا کو اور کسی نماز میں کسی دعا کو پس نمازی جس طور سے پڑھے جائز ہے اور مستحب یہ ہے کہ اس ذکر کو بیٹھے پڑھے اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو بھی جائز ہے اور یہ جو حنفیہ کہتے ہیں کہ فرض اور نفل کے درمیان فصل کرنا مکروہ ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ صحیح مسلم میں سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی اور بعد اس کے نفل پڑھے سو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا کہ جب تو جمعہ کی نماز پڑھے تو بعد اس کے کوئی نماز جائز نہیں یہاں تک کہ تو کلام کرے یا اس جگہ سے ہٹ جائے یعنی فرض اور نفل کے درمیان فصل کرنا ضروری ہے خواہ کلام سے کرے یا اس جگہ سے ہٹ جائے اور جب فرض اور نفل میں کلام کے ساتھ فصل کرنا جائز ہوا تو ذکر اور دعا وغیرہ کے ساتھ فصل کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نمازی نے جس جگہ میں فرض پڑھے ہوں اس جگہ سے ہٹنے کے ساتھ بھی دونوں میں فصل ہو جاتا ہے سو اس صورت میں اس سے لازم آئے گا کہ فرض کی جگہ میں نفل پڑھنے جائز ہوں حالانکہ حنفیہ اس کو مکروہ کہتے ہیں وسیاتی بیانہ انشاء اللہ تعالیٰ۔

٧٩٦ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو أَنَّ أَبَا مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ

٧٩٦۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کے زمانے میں جب لوگ نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے ذکر کیا کرتے تھے یعنی بعد نماز فرض کے ذکر کرتے تھے

عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوْا بِذٰلِكَ إِذَا سَمِعْتُهُ.

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب میں ذکر کی آواز سنتا تو پہچان جاتا کہ لوگ نماز ادا کر چکے ہیں یعنی جب کبھی میں جماعت میں حاضر نہ ہوتا تو نماز کا تمام ہونا ذکر سے پہچانتا۔

**فائدہ:** علماء کہتے ہیں کہ اس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہما کم عمر تھے بعض اوقات جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے سو ذکر کی آواز سے نماز کا تمام ہونا پہچانتے اور بعض کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اخیر صفوں میں ہوتے تھے سلام کی آواز نہیں سن سکتے تھے جب ذکر کے ساتھ آواز بلند ہوتی تو تب ان کو معلوم ہوتا کہ نماز تمام ہو چکی ہے لیکن یہ وجہ ضعف سے خالی نہیں پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعد نماز کے بلند آواز سے تکبیر کہنا اور ذکر کرنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کا پکار کر پڑھنا ثابت ہوا اور منسوخ ہونا اس کا ثابت نہیں اور یہی ہے مذہب امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا لیکن اور علماء کے نزدیک بعد نماز کے پکار کر ذکر کرنا مستحب نہیں بلکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے چاروں مذہبوں وغیرہ کے سب علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب نہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ نماز کے بعد پکار کر ذکر کرنا بدعت ہے اور امام ابن بطال نے کہا کہ پکار کر تکبیر کہنا سلف کے کسی عالم سے ثابت نہیں ہوا سوائے اس کے جو ابن حبیب نے حکایت کی ہے کہ لشکروں میں صبح کی نماز کے بعد تین بار بلند آواز سے تکبیر کہا کرتے تھے اور یہ حال لوگوں کا ہمیشہ سے چلا آیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب اس نے یہ حدیث بیان کی تو اس وقت لوگ ذکر کو پکار کر نہیں کہا کرتے تھے اس واسطے مختار یہی بات ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ ذکر کریں پکار کر نہ کریں مگر تعلیم کی غرض ہو تو جائز ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو تعلیم پر حمل کیا ہے کہتے ہیں کہ اصحاب نے تھوڑے دنوں لوگوں کی تعلیم کے واسطے ذکر کو پکار کر کہا تھا ہمیشہ انہوں نے نہیں پکارا۔

٧٩٧ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِضَآءَ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيْرِ قَالَ عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

٧٩٧۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا تمام ہونا تکبیر کی آواز سے پہچانا کرتا تھا۔

عَنْ عَمْرٍو قَالَ كَانَ أَبُوْ مَعْبَدٍ أَصْدَقَ مَوَالِيَ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ عَلِيٌّ وَاسْمُهٗ نَافِذٌ.

۷۹۸ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَآءَ الْفُقَرَآءُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُوْرِ مِنَ الْأَمْوَالِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَلَهُمْ فَضْلٌ مِّنْ أَمْوَالٍ يَّحُجُّوْنَ بِهَا وَيَعْتَمِرُوْنَ وَيُجَاهِدُوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ قَالَ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ إِنْ أَخَذْتُمْ بِهٖ أَدْرَكْتُمْ مَّنْ سَبَقَكُمْ وَلَمْ يُدْرِكْكُمْ أَحَدٌ بَعْدَكُمْ وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ أَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِ إِلَّا مَنْ عَمِلَ مِثْلَهٗ تُسَبِّحُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ خَلْفَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ فَاخْتَلَفْنَا بَيْنَنَا فَقَالَ بَعْضُنَا نُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَنَحْمَدُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَنُكَبِّرُ أَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ تَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُنَّ كُلِّهِنَّ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ.

۷۹۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محتاج اصحاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے سو انہوں نے عرض کی کہ یا حضرت! مالدار لوگ بلند درجے اور ہمیشہ رہنے والی نعمتیں لے گئے وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں جیسے کہ ہم روزے رکھتے ہیں اوران کو مال کے سبب سے زیادہ ثواب ہے کہ اس کے ساتھ حج کرتے ہیں اور عمرہ بجالاتے ہیں اور اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں اور صدقہ وخیرات کرتے ہیں یعنی مال کے سبب سے انہوں نے قرب الٰہی اور بہشت میں بڑے بڑے درجے حاصل کیے ہیں اور بہشت کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کے مستحق ہو گئے ہیں اور یہ ہم سے نہیں ہوسکتا کہ ہم کو مال میسر نہیں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتلاؤں کہ اگر تم اُس پر عمل کرو تو اگلی امتوں کے درجے پا جاؤ اور اپنے زمانے کے سب لوگوں میں بہتر ہو جاؤ اور پچھلے لوگوں سے کوئی تمہارا درجہ نہ پا سکے مگر وہی شخص جو عمل کرے جیسا کہ تم نے کیا (اصحاب نے کہا ہاں یا حضرت ایسی چیز ضرور بتلایئے) فرمایا کہ سبحان اللہ کہو اور الحمد للہ کہو اور اللہ اکبر کہو ہر نماز کے پیچھے تینتیس تینتیس بار سو ہم نے آپس میں اختلاف کیا سو بعضوں نے کہا کہ تینتیس بار سبحان اللہ کہے اور تینتیس بار الحمد للہ کہے اور چونتیس بار اللہ اکبر کہے (یعنی ہر ایک کو اتنی اتنی بار کہے پس یہ کل ایک کم سو ہو ا اور بعض نے کہا کہ کل کو تینتیس بار کہے یعنی ہر ایک کو گیارہ گیارہ بار کہے) سو میں (راوی کہتے ہے) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پلٹ گیا اور آپ کو یہ حال بتلایا سو آپ نے فرمایا کہ

سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر کہو یہاں تک کہ ان کلموں سے
ہر ایک تینتیس تینتیس بار ہو جائے تو کل ایک کم سو ہوا۔

**فائدہ:** ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو تینتیس تینتیس بار کہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر کے ساتھ سو کا عدد پورا کرے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ چونتیس بار تکبیر کہے سو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ تطبیق ان سب روایتوں میں اس طور سے ہے کہ تینتیس بار سبحان اللہ کہے اور تینتیس بار الحمد للہ کہے اور چونتیس بار اللہ اکبر کہے اور لا الہ الا اللہ الخ کے ساتھ ختم کرے تاکہ سب روایتوں پر عمل ہو جائے اور بعضوں نے کہا کہ کبھی لا الہ الا اللہ الخ کے ساتھ سو پورا کرے اور کبھی اس کو ترک کرے اور ایک بار تکبیر زیادہ کر کے سو پورا کرے اس لیے کہ جیسے کہ روایتوں میں اختلاف ہے ویسے ہی عمل بھی مختلف طور سے کرے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ پہلے تینوں کلمے دس دس بار کہے یا گیارہ گیارہ بار کہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ان چاروں کلموں کو پچیس پچیس بار کہے سو یہ مختلف اوقات پر محمول ہے یا اختیار ہے جس عدد کو چاہے پڑھے کوئی قید نہیں لیکن یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ ہے اور سب سے زیادہ صحیح ہے پس اس کو سب پر ترجیح ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ ثواب اسی شخص کو ملے گا جو ان کلموں کی گنتی کو پورا کرے اور عدد معین سے کچھ زیادہ نہ کرے اور جو اس عدد سے زیادہ پڑھے اس کو یہ ثواب نہیں ہے اس لیے کہ احتمال ہے کہ اس عدد خاص کے مقرر کرنے میں کوئی حکمت اور خاصیت ہو جو زیادہ کرنے سے فوت ہوتی ہے بلکہ بعضوں نے کہا کہ جن مسبحات کی شرع میں حد مقرر ہو چکی ہے ان میں کچھ بڑھانا بدعت مکروہ ہے اس لیے کہ مثلاً جس دوا کے واسطے ایک تولہ شکر مقرر ہو چکی ہو اگر اس میں دو تولے شکر ڈالی جائے تو اس کا فائدہ بالکل باطل ہو جائے گا اور بعضوں نے کہا کہ زیادہ کرنے میں بھی ثواب حاصل ہو جاتا ہے اس لیے کہ جس عدد پر ثواب کا وعدہ تھا اس کو ادا کر چکا ہے پس اس کے واسطے ثواب ہو چکا اب اس پر کچھ زیادہ کرنے سے وہ ثواب باطل نہیں ہوگا لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کے ختم پر حکم بجالانے کی نیت کرے یعنی یہ کہ میں اس حکم کی تعمیل کر چکا ہوں پھر بعد اس کے اگر اس پر کچھ زیادہ کرے تو کچھ حرج نہیں اور صحیح مسلم میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے صبح کے وقت سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کہا قیامت میں اس کے برابر کوئی نہیں ہوگا مگر جس نے اس کے برابر کہا یا اس سے زیادہ کہا واللہ اعلم۔ اور بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ پہلے تکبیر کہے پھر تحمید کہے پھر تسبیح کہے لیکن افضل یہ ہے کہ پہلے سبحان اللہ کہے یعنی اللہ پاک ہے اس لیے کہ یہ دلالت کرتا ہے کہ اللہ سب عیبوں اور نقصوں سے پاک ہے اور چونکہ نفی نقص سے کمال ثابت نہیں ہوتا اس واسطے بعد اس کے الحمد للہ کہے یعنی سب تعریف اللہ ہی کے واسطے ہے اس لیے کہ یہ کلمہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ اللہ تمام صفتوں کمال کے ساتھ موصوف ہے اور چونکہ کمال ثابت ہونے سے نفی کبیر

کی لازم نہیں آتی اس لیے بعد اس کے اللہ اکبر کہے یعنی اللہ سب سے بڑا ہے اس کے برابر کوئی نہیں پھر بعد اس کے تہلیل کہے یعنی لا الہ الا اللہ یعنی سوائے اللہ کے کوئی لائق بندگی کے نہیں وہ نرالا ہے اس کا کوئی شریک نہیں سو اس ترتیب سے ان کلموں کے درمیان مناسبت پائی جاتی ہے اور ایک طریق میں اس حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے یہ لفظ زیادہ آیا ہے کہ محتاج اصحاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پلٹ گئے سو انہوں نے عرض کی کہ مالدار لوگوں نے ہمارے اس وظیفے کو سنا سو انہوں نے بھی ویسا کیا جیسا ہم نے کیا سو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے دے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی مشکل عمل کا ثواب آسان عمل والے کو بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسے کہ مثلاً کلمہ شہادت ہے کہ اس کا پڑھنا نہایت سہل اور آسان ہے حالانکہ کئی مشکل عبادتوں پر اس کو فضیلت ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب فرض ادا کرنے میں مالدار اور فقیر برابر ہوں تو اس وقت مالدار آدمی فقیر سے افضل ہے اس لیے کہ مالدار صدقہ وخیرات کرنے کے سبب سے جو درجے حاصل کرتا ہے وہ فقیر سے نہیں ہو سکتا اور اکثر صوفیہ کا یہ مذہب ہے کہ فقیر صابر مالدار سے افضل اس لیے ہے کہ جو صفائی اور ستھرائی فقر کے سبب سے فقیر کو حاصل ہے وہ صفائی مالدار کو میسر نہیں اور بعض نے کہا کہ افضل وہ شخص ہے جس کی گزران درمیانی ہو اور بعضوں نے کہا کہ یہ افضلیت مختلف ہے باعتبار اختلاف اشخاص کے یعنی بعض لوگوں کے واسطے مالدار ہونا افضل ہے اور بعضوں کے واسطے فقر افضل ہے اور بعضوں نے کہا کہ کسی کو افضل نہیں کہنا چاہیے اس لیے کہ کوئی مالدار اللہ کے راہ میں خرچ کرے اور فقیر آدمی اس کو دیکھ کر دل میں یہ تمنا کرے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی اللہ کے راستے میں صرف کرتا اور دونوں کی نیت سچی ہو تو دونوں کو ثواب برابر ملتا ہے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ اگر کوئی شخص کسی عالم سے اختلافی مسئلہ پوچھے تو اس کو ایسا جواب دے جس کے ساتھ وہ اہل فضل کا درجہ پائے اور یہ کہ عملوں میں رشک کرنا جائز ہے یعنی یہ کہ جیسے یہ عمل کرتا ہے میں بھی ویسا ہی عمل کروں تا کہ اس کے درجے کو پاؤں اور یہ کہ جن عملوں سے درجے بلند ہوں ان کی طرف جلدی کرنی چاہیے اور یہ کہ نماز کے بعد ذکر کرنے کا بڑا ثواب ہے اور یہ کہ کبھی عمل قاصر عمل متعدی کے برابر ہو جاتا ہے اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے مراد بہشت کی نعمتیں ہیں کہ کبھی فنا نہیں ہوں گی ابدالآباد تک ہمیشہ باقی رہیں گی نہ سڑیں گی اور نہ گلیں گی۔

٧٩٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ أَمْلٰى عَلَيَّ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فِيْ كِتَابٍ إِلٰى مُعَاوِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٧٩٩۔ حضرت وراد مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے منشی سے روایت ہے کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف مجھ سے خط لکھوایا (اور اس نے اس خط میں معاویہ کی طرف یہ لکھا) کہ بیشک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز فرض کے پیچھے یہ ذکر پڑھا کرتے تھے کہ سوائے اللہ کے کوئی لائق بندگی کے نہیں ہے وہ اکیلا ہے کوئی

كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنكَ الْجَدُّ وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِهٰذَا وَقَالَ الْحَسَنُ الْجَدُّ غِنًى وَعَنِ الْحَكَمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ عَنْ وَرَّادٍ بِهٰذَا.

اس کا شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کو حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے الٰہی! کوئی روکنے والا نہیں تیری دی چیز کو اور تیرے روبرو مالدار اور بادشاہی والے کو اس کی مالداری اور بادشاہی کچھ نفع نہیں کرتی صرف نیک عمل فائدہ دیتا ہے یا دنیا کی کوشش اس کو نفع نہیں دیتی ہے یا بھاگ جانے والے کو اس کا بھاگنا نفع نہیں کرتا کہ تمام زمین اور آسمان کا ملک تیرے قبضے میں ہے (اور اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے ''يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانفُذُوا لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ'' یعنی اے گروہ جنوں اور آدمیوں کے اگر تم طاقت رکھتے ہو اس کی کہ نکل بھاگو کناروں سے آسمانوں اور زمین کے تو نکل جاؤ نہ نکل سکو گے مگر ساتھ کسی حجت کے لیکن تمہارے پاس کوئی حجت نہیں) اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جد کا معنی مالدار ہونا ہے۔

**فائدہ:** قسطلانی میں لکھا ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں نہ باعتبار عقل کے اور نہ باعتبار نقل کے عقل کی رو سے تو اس واسطے نہیں کہ دو معبودوں کا ہونا محال ہے اس لیے کہ اگر دو معبودوں کا وجود فرض کیا جائے تو دونوں سے ہر ایک تمام مخلوق پر قادر ہوگا سو اگر ایک نے چاہا کہ مثلا میں زید کو چلاؤں اور دوسرے نے چاہا کہ میں زید کو کھڑا کروں سو یا تو دونوں کی مراد حاصل ہوگی یعنی زید کا چلنا بھی اور کھڑا ہونا بھی اور یہ محال ہے اس لیے کہ دو ضدوں کا جمع ہونا محال ہے اور یا دونوں سے کسی کی مراد بھی حاصل نہیں ہوگی اور یہ بھی محال ہے اس لیے کہ ہر ایک کی مراد کے موجود ہونے سے مانع دوسرے کی مراد کا حاصل ہونا ہے اور نہیں منع ہے حاصل ہونا مراد ہر ایک کا مگر وقت حاصل ہونے مراد دوسرے کے و بالعکس سو اگر دونوں کی مراد منع ہوئی تو دونوں کی مراد حاصل ہوگی اور یہ محال ہے دو وجہ سے اول اس وجہ سے کہ جب ہر ایک دونوں سے مالانہایت پر قادر تھا تو یہ بات ممکن نہیں کہ ایک دوسرے سے زیادہ تر قدرت رکھتا ہے بلکہ دونوں قدرت میں برابر مساوی ہوں گے پس یہ محال ہے کہ ایک کی مراد وقوع میں آئے اور دوسرے کی نہ آئے اس لیے کہ اس صورت میں ترجیح احد المتساوین کی بلا مرجح لازم آتی ہے اور یہ محال ہے اور دوم اس طرح کہ اگر ایک کی مراد حاصل ہو اور دوسرے کی حاصل نہ ہو تو جس کی مراد حاصل ہوگی وہ قادر مطلق ہوگا اور جس کی مراد حاصل نہیں ہوئی وہ عاجز ہوگا پس وہ اللہ نہ ہو سکے گا اور نقل کے رو سے اس واسطے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں کہ اللہ نے

قرآن میں فرمایا ﴿وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾، ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾، ﴿لَا تَتَّخِذُوْا إِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ إِنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ یعنی اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں انتہی۔ اور مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جب معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف یہ خط لکھا تو اس وقت مغیرہ رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ پر حاکم تھا یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ کا صوبہ تھا اور سبب اُس خط کا یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا کہ اگر تو نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہو تو اس کو لکھ کر میرے پاس بھیج دے تب مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث لکھ کر اس کی طرف بھیج دی۔

## بَابُ يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ. جب امام نماز سے سلام پھیرے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے۔

**فائدہ:** یہ فقط اسی نماز کے بعد ہے جس کے بعد سنتیں نہیں جیسے کہ فجر اور عصر کی نماز ہے اور جس نماز کے بعد سنتیں ہیں تو اس میں مقدم یہ ہے کہ پہلے سنتوں کو ادا کرے بعد اس کے مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے علماء کہتے ہیں کہ مقتدیوں کے سامنے ہو کر بیٹھنے میں یہ حکمت ہے کہ باہر سے آنے والے کو اطلاع ہو جائے کہ نماز لوگ پڑھ چکے ہیں اس لیے کہ اگر امام اپنی سابق حالت پر بیٹھا رہے تو غیر آدمی کو دیکھ کر وہم پیدا ہوتا ہے کہ شاید وہ التحیات میں ہے اور یا اس میں حکمت یہ ہے کہ مقتدیوں کے سامنے ہو کر ان کو دین کے مسئلے سمجھائے اور بعض نے کہا کہ امام کا مقتدیوں کی طرف پیٹھ کرنا صرف حق امامت کے سبب سے ہے سو جب نماز ادا ہو چکی تو وہ حق نہ رہا پس اب ان کی طرف پیٹھ کرنے میں تکبر اور تعلی کا وہم پیدا ہوتا ہے سو ان کی طرف منہ کر کے بیٹھنے سے یہ وہم بالکل دفع ہو جائے گا۔

٨٠٠ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ رَجَآءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ.

٨٠٠۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی نماز سے فارغ ہوتے تو ہماری طرف منہ کر کے بیٹھا کرتے تھے۔

٨٠١ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهٗ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى إِثْرِ سَمَآءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ

٨٠١۔ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز حدیبیہ میں پڑھائی بارش کے بعد جو اس رات میں برسی تھی سو جب نماز ادا کر چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے سو فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا کہا ہے سو اصحاب نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے

فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.

فرمایا کہ میرے بندوں سے صبح کو بعض ایمان لائے اور بعض کافر ہوئے سو جس نے کہا کہ اللہ کی رحمت سے ہم پر بارش برسی تو اس نے مجھ کو مانا اور ستارے سے انکار کیا اور جس نے کہا کہ فلاں ستارے نے بارش برسائی اور فلاں ستارے کے سبب سے ہم پر پانی برسایا گیا تو وہ کافر اللہ کا منکر ہے اور ستارے کو مانتا ہے۔

**فائدہ:** یعنی مینہ تو اللہ برساتا ہے اور نادان لوگ اس کو ستارے کی تاثیر سے جان کر اللہ کا شکر نہیں کرتے اور مراد کفر سے کفر حقیقی ہے یعنی جو شخص مینہ کو ستاروں کی تاثیر سے سمجھے اور دل میں یہ اعتقاد رکھے کہ ستارے مینہ برساتے ہیں اور یہی مدبر مختار ہیں تو وہ حقیقتاً کافر ہو جاتا ہے اور اسلام سے نکل جاتا ہے اور یہی قول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا اور یہی معنی ہے ظاہر حدیث کا اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے کفران نعمت کا ہے لیکن یہ خاص اسی کے حق میں ہے جو ستاروں کی تاثیر کا اعتقاد نہ رکھتا ہو اور اگر یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ مینہ برساتا ہے اور وہی اس کا پیدا کرنے والا ہے اور یہ ستارے مینہ کی نشانی ہیں تو اس میں کافر نہیں ہوتا لیکن گناہ سے خالی نہیں اسی واسطے ہر آدمی کو لازم ہے کہ زبان کو اس قول سے اور دل کو اس اعتقاد سے پاک صاف رکھے اگر کوئی شخص کہے کہ مینہ کا حقیقی پیدا کرنے والا تو اللہ ہے لیکن اس نے باعتبار عادت ستاروں کو اس کا سبب ٹھہرایا ہے تو اب ستاروں کی طرف مینہ کی نسبت کرنی جائز ہے جیسا کہ آگ کے جلانے اور دوا کی تاثیر وغیرہ اسباب عادیہ ہیں لوگ اعتقاد رکھتے ہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ دلائل نجومیہ سب ظنی ہیں اور ستاروں کے تمام اوضاع اور حرکات کو ضبط کرنا حوصلہ انسان سے باہر ہے اور نیز نجومیوں کو آپس میں سخت اختلاف ہے کہ ایک کی رائے دوسرے سے نہیں ملتی کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے کوئی ستاروں کی حرکت کسی طور سے بتلاتا ہے اور کوئی کسی طور سے بتلاتا ہے اور بعض ستاروں کی مطلق کچھ تاثیر نہیں ہوتی اس میں عقل نجومیہ بھی حیران ہے چہ جائے کہ اس کو دوسرا کوئی سمجھ سکے پس آگ وغیرہ اسباب عادیہ محسوسہ کی تاثیر پر اس کو قیاس کرنا بالکل غلط ہے خاص کر ایسی حالت میں کہ شارع علیہ السلام سے اس باب میں سخت ممانعت آ چکی ہے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے (**من اتی کاهنا ومنجما فقد کفر برب الكعبة**) یعنی جو شخص کسی کاھن اور نجومی کے پاس جائے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور نیز زید بن خالد رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی سخت ممانعت پر دلالت کرتی ہے اور اس قسم کی ممانعت اسباب عادیہ آگ وغیرہ کی تاثیر کے باب میں شارع کی طرف سے ثابت نہیں ہوئے پس مینہ کو ستاروں کی طرف نسبت کرنا بالکل جائز نہیں اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اٹھائیس ستارے ہیں جو تمام برس میں دورہ

کرتے ہیں اُن کا چڑھنا لوگوں کو معلوم ہے اور انہیں کو چاند کی اٹھائیس منزلیں کہا جاتا ہے ہر تیرہ دن کے بعد ایک ستارہ ان میں سے مغرب میں ڈوب جاتا ہے اور اسی دن مشرق کی طرف سے اس کے مقابل ایک ستارہ چڑھ آتا ہے سو جاہلیت کے زمانے میں عرب کے لوگ مینہ کو اس تارے کی تاثیر سے سمجھتے تھے جو پچھم میں ڈوب جاتا ہے۔

٨٠٢ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ يَزِيْدَ بْنَ هَارُوْنَ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَخَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَلَمَّا صَلّٰى أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَرَقَدُوْا وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِيْ صَلَاةٍ مَّا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ.

٨٠٢۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں آدھی رات تک دیر کی یعنی نماز کے واسطے گھر سے تشریف نہ لائے اور لوگ آپ کے منتظر بیٹھے رہے پھر آپ باہر تشریف لائے سو جب نماز ادا کر چکے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ بیشک لوگ نماز پڑھ چکے اور سو گئے اور ہمیشہ تم نماز ہی میں ہو جب تک تم نماز کے منتظر رہو گے۔

**فائدہ:** ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جب امام نماز سے سلام پھیرے تو مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے ان کو پیٹھ دے کر نہ بیٹھے اور یہی ہے وجہ مطابقت ان حدیثوں کی باب سے۔

## بَابُ مُكْثِ الْإِمَامِ فِيْ مُصَلَّاهُ بَعْدَ السَّلَامِ.

امام کو سلام کے بعد اپنے مصلے پر ٹھہرنا جائز ہے یعنی اگر امام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے مصلے پر ٹھہرنا چاہے تو جائز ہے تو پہلے باب کے مسئلے کا بھی اس میں ضرور لحاظ رکھے۔

**فائدہ:** مصلے پر ٹھہرنا عام ہے کہ کسی ذکر یا دعا کے واسطے ہو یا لوگوں کو وعظ کرنے کی غرض سے ہو یا وہیں نفل پڑھنے کا ارادہ ہو سب طرح سے جائز ہے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک مکروہ ہے کما سیاتی۔

وَقَالَ لَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ فِيْ مَكَانِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ الْفَرِيْضَةَ وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ لَا يَتَطَوَّعُ الْإِمَامُ فِيْ مَكَانِهٖ وَلَمْ يَصِحَّ.

نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جس جگہ فرض نماز پڑھتے اسی جگہ میں نفل پڑھا کرتے تھے یعنی فرضوں کے بعد اپنے مصلے پر ٹھہرے رہتے اسی جگہ میں نفل ادا کرتے تھے اس جگہ سے آگے پیچھے نہ ہوتے اور قاسم بن محمد نے بھی اس فعل کو کیا یعنی فرضوں کی جگہ میں نفل پڑھے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ امام اپنے مصلے پر نفل نہ پڑھے یعنی فرضوں کی جگہ میں

لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہوئی بلکہ ضعیف ہے اس واسطے
کہ اس کی اسناد میں ضعف اور اضطراب ہے فقط لیث
بن ابی سلیم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور وہ راوی
ضعیف ہے۔

**فائدہ:** اس باب میں مغیرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوع روایت مروی ہے کہ امام فرضوں کی جگہ میں نفل نہ پڑھے لیکن یہ حدیث بھی ضعیف اور منقطع ہے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام نفل نہ پڑھے یعنی فرضوں کے بعد یہاں تک کہ اپنے مصلے سے ہٹ جائے اور اسناد اس کی حسن ہے اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور مغیرہ رضی اللہ عنہ کی اگرچہ ضعیف ہیں لیکن اس حدیث علی رضی اللہ عنہ کی تقویت اور تائید کرتی ہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ امام نے جس جگہ فرض پڑھے ہوں اس جگہ میں اس کو نفل پڑھنے مکروہ ہیں اور یہی ہے مذہب اکثر علماء کا اور یہی قول ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا اور شاید یہ کراہت اس واسطے ہے کہ نفل فرضوں کے ساتھ نہ مل جائیں اس واسطے کہ صحیح مسلم میں سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا کہ جب تو جمعہ پڑھ چکے تو بعد اس کے کوئی نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ تو کسی سے کلام کرے یا اس جگہ سے ہٹ جائے سو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرضوں کی جگہ نفل نہ پڑھنے سے یہی غرض ہے کہ اُن دونوں کے درمیان فصل ہو جائے اور اُن میں اشتباہ اور التباس پڑنے سے امن ہو جائے اس واسطے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب فرضوں کے بعد کلام کر لے تو اس حالت میں فرضوں کی جگہ نفل پڑھنے جائز ہیں اس لیے کہ کلام کرنا اور اس جگہ سے ہٹ جانا آپس میں ایک دوسرے کے مقابل واقع ہوئے ہیں پس ثابت ہوا کہ یہ کراہت اشتباہ پر محمول ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل اس پر محمول ہے کہ وہ شاید فرض اور نفل کے درمیان کلام کر لیتے تھے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ فرض کی جگہ نفل نہ پڑھے اس لیے کہ کبھی باہر سے آنے والا اس کو فرض میں خیال کر کے اس کے پیچھے اقتدا کرتا ہے حالانکہ یہ جائز نہیں لیکن یہ قیاس ہے مقابلے نص کے پس قطعاً باطل ہوگا اور نیز صحیح حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز ہے پس اس کو ناجائز کہنا جائز نہیں، واللہ اعلم۔ اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ فرضوں کے بعد سنتیں ہوں گی یا نہیں ہوں گی سو اگر ان کے بعد سنتیں ہوں تو اوّل سنتوں کو پڑھے یا ذکر کو پڑھے جمہور علماء کہتے ہیں کہ ذکر کو پہلے پڑھے پھر نفل ادا کرے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ پہلے نفل ادا کرے پھر ذکر پڑھے اور اگر فرضوں کے بعد نفل نہ ہوں تو امام اور مقتدی سب مل کر ذکر کو پڑھیں اور اس کے واسطے کوئی جگہ معین نہیں بلکہ اگر چاہیں تو چلے جائیں اور ذکر کریں اور چاہیں تو وہیں بیٹھ کر ذکر کریں اور اگر وہیں ٹھہر کر ذکر کریں تو مستحب ہے کہ امام ان کی طرف منہ کر کے ان کو کچھ وعظ سنائے اور اگر ان کو وعظ نہ سنائے تو اپنے دائیں پہلو کو مقتدیوں کی طرف کرے اور بائیں پہلو کو قبلے کی

طرف کر کے بیٹھے اور دعا کرے اور یہی ہے مذہب اکثر علماء شافعیہ کا اور اگر تھوڑی دیر بیٹھنا ہو تو قبلے کی طرف منہ کر کے بیٹھے کہ اس میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے اور اگر دیر تک بیٹھنا ہو تو پہلے طور سے بیٹھے، واللہ اعلم۔

٨٠٣ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَلَّمَ يَمْكُثُ فِيْ مَكَانِهٖ يَسِيْرًا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَنُرٰى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ لِكَيْ يَنْفُذَ مَنْ يَّنْصَرِفُ مِنَ النِّسَآءِ وَقَالَ ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ أَخْبَرَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ كَتَبَ إِلَيْهِ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ هِنْدٌ بِنْتُ الْحَارِثِ الْفِرَاسِيَّةُ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مِنْ صَوَاحِبَاتِهَا قَالَتْ كَانَ يُسَلِّمُ فَيَنْصَرِفُ النِّسَآءُ فَيَدْخُلْنَ بُيُوْتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّنْصَرِفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَتْنِيْ هِنْدُ الْفِرَاسِيَّةُ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِيْ هِنْدُ الْفِرَاسِيَّةُ وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ أَنَّ هِنْدَ بِنْتَ الْحَارِثِ الْقُرَشِيَّةَ أَخْبَرَتْهُ وَكَانَتْ تَحْتَ مَعْبَدِ بْنِ الْمِقْدَادِ وَهُوَ حَلِيْفُ بَنِيْ زُهْرَةَ وَكَانَتْ تَدْخُلُ عَلٰى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِيْ هِنْدُ

٨٠٣۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ نماز سے سلام پھیرتے تو تھوڑی دیر اپنی جگہ میں ٹھہرے رہتے ابن شہاب نے کہا کہ میں گمان کرتا ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ شاید آپ کا ٹھہرنا اس واسطے تھا کہ عورتیں گھروں کو پہلے پلٹ جائیں یعنی عورتوں اور مردوں کے ملنے کا راہ میں اتفاق نہ ہو۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نماز سے سلام پھیرتے تھے سو عورتیں بعد اس کے جلدی پلٹ جاتیں اور آپ کے پھرنے سے پہلے گھروں میں جا پہنچتیں۔

الْقُرَشِيَّةَ وَقَالَ ابْنُ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ الْفِرَاسِيَّةِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ حَدَّثَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

**فائدہ:** ایک روایت میں نسائی سے اس طور سے آیا ہے کہ جب حضرت ﷺ نماز سے سلام پھیرتے تو عورتیں اسی وقت اٹھ کھڑی ہوتیں اور حضرت ﷺ اور تمام مرد بیٹھے رہتے سو جب آپ کھڑے ہوتے تو اس وقت مرد بھی کھڑے ہوتے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کو سلام کے بعد اپنے مصلے پر ٹھہرے رہنا جائز ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے لیکن ابن شہاب کی اس علت بیان کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقتدی صرف مرد ہوں تو اس وقت امام کو مصلے پر ٹھہرنا مستحب نہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو مسلم میں روایت ہے کہ حضرت ﷺ سلام کے بعد نہیں بیٹھتے تھے مگر اس قدر کہ جس میں (اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ) پڑھتے سو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کے پیچھے فقط مرد ہوتے تو اسی قدر ٹھہرتے اور جب عورتیں بھی ہوتیں تو اس وقت آپ زیادہ ٹھہرتے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ﷺ جب سلام پھیرتے تو اسی وقت اٹھ کھڑے ہوتے اور اسی طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے فعل سے بھی ثابت ہوتا ہے سو ان حدیثوں میں وہ نماز مراد ہے جس کے بعد سنتیں ہوں اور نیز یہ اسی حالت پر محمول ہے جب کہ امام کے پیچھے عورتیں نہ ہوں فقط مرد ہوں کما مر۔ اور نیز ان حدیثوں سے ذکر ماثور کی نفی ثابت نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ وہ ذکر نہایت تھوڑے وقت میں ادا ہو جاتا ہے بلکہ جب سلام کے بعد سنتوں کی طرف کھڑا ہونے لگے تو اتنے عرصے میں بھی وہ وظیفہ ادا ہو سکتا ہے پس سلام کے بعد یہ ذکر کرنا جلدی اٹھ کھڑا ہونے کے منافی نہیں اور نیز حنفیہ فرضوں کے بعد اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وغیرہ کو پڑھنا جائز رکھتے ہیں بلکہ اس زمانے کے حنفی تو بعض فرضوں کے دعا کرنے کو واجب کی طرح جانتے ہیں سو جب فرض اور نفل میں اس دعا اور ذکر وغیرہ کے ساتھ جدائی کرنی جائز رکھتے ہیں تو پھر لا الہ الا اللہ...... الخ وغیرہ ذکر ماثور جو اوپر مذکور ہو چکا ہے بطریق اولیٰ جائز ہوگا پس اس وجہ سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی وباللہ التوفیق اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام مقتدیوں کے حال کی رعایت کرے اور یہ کہ جس چیز سے گناہ میں پڑنے کا خوف ہو اس سے بچتا رہے اور یہ کہ تہمت کی جگہ سے بچتا رہے اور یہ کہ مردوں کا عورتوں سے ملنا مکروہ ہے چہ جائیکہ کہ گھر ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتیں جماعت میں حاضر ہوا کرتی تھیں۔

بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَذَكَرَ حَاجَةً اگر امام سلام کے بعد کسی حاجت کے واسطے جلدی اٹھ کر

فَتَخَطَّاهُمْ • لوگوں کے درمیان سے گزرتا چلا جائے تو جائز ہے۔

**فائدہ**: یعنی سلام کے بعد مصلے پر ٹھہرے رہنا جیسا کہ پہلے باب میں مذکور ہو چکا ہے فقط اسی وقت ہے جب کوئی حاجت نہ ہو اور جب کوئی حاجت پیش آ جائے تو اس وقت امام کو مصلے سے اٹھ کر چلے جانا جائز ہے لیکن اس باب میں حاجت کی قید لگانی تکلف سے خالی نہیں اس لیے کہ سلام کے بعد مصلے پر ٹھہرنا کوئی واجب امر نہیں بلکہ مستحب ہے بلکہ اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہے کما مر۔ پس اگر امام فوراً مصلے سے اٹھ کر چلا جائے تو لامحالہ جائز ہوگا اس لیے کہ جواز استحباب کے مخالف نہیں بلکہ ٹھہرنے کو مکروہ کہنے والوں کے نزدیک اٹھ کر چلے جانا اولیٰ ہوگا مگر شاید اس واسطے یہ قید ہو کہ حاجت کے لیے لوگوں کی گردنوں پر چلے جانا جائز ہے ورنہ مکروہ ہے، واللہ اعلم۔

٨٠٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ إِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَآئِهٖ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهٖ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَاٰى أَنَّهُمْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهٖ فَقَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِّنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يَّحْبِسَنِيْ فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ.

٨٠٤۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مدینہ میں عصر کی نماز پڑھی سو آپ نے نماز سے سلام پھیرا پھر جلدی اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنوں پر سے قدم مارتے اپنی بیویوں کے حجرے کی طرف چلے گئے پھر آپ گھر سے تشریف لائے سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمان کیا کہ لوگوں کو آپ کے جلدی اٹھ کھڑے ہونے سے تعجب ہوا ہے سو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو نماز میں ایک سونے کا ٹکڑا یاد آیا جو ہمارے پاس تھا یعنی میرے دل میں اس کا خیال گزرا سو میں نے مکروہ جانا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے سے روک رکھے سو میں نے اس کے خیرات کر دینے کا حکم کیا۔

**فائدہ**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام کے بعد مصلے پر ٹھہرنا واجب نہیں بلکہ اٹھ کر چلے جانا جائز ہے کما مر اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حاجت کے واسطے لوگوں کی گردنوں پر سے گزرنا جائز ہے اور یہ کہ نماز میں جائز کام کا قصد اور فکر کرنا نماز کو باطل نہیں کرتا بلکہ اس کے کمال کو بھی نقصان نہیں پہنچاتا اور یہ کہ باوجود قدرت کے صدقے میں دوسرے کو نائب کرنا جائز ہے۔

## بَابُ الْاِنْفِتَالِ وَالْاِنْصِرَافِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشِّمَالِ

## نماز کے بعد دائیں اور بائیں طرف پھر کر بیٹھنے کا بیان

وَكَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَّنْفَتِلُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ يَّسَارِهٖ وَيَعِيْبُ عَلٰى مَنْ يَّتَوَخّٰى أَوْ مَنْ يَّعْمِدُ الْاِنْفِتَالَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ.

یعنی سلام کے بعد امام خواہ اپنے دائیں طرف منہ کر کے بیٹھے اور خواہ بائیں طرف منہ کر کے بیٹھے دونوں طرح سے جائز ہے کسی میں کراہت نہیں۔

اور انس رضی اللہ عنہ اپنے دائیں اور اپنے بائیں دونوں طرف پھر کر بیٹھا کرتے تھے یعنی کبھی دائیں طرف پھر کر بیٹھتے اور کبھی بائیں طرف پھر کر بیٹھتے اور عیب کرتے تھے اس شخص پر جو دائیں طرف پھرنے کا قصد کرے

**فائدہ:** صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات دائیں طرف پھر کر بیٹھا کرتے تھے سو ظاہر ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے اس لیے کہ انس رضی اللہ عنہ کے پہلے اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ دائیں طرف پھر کر بیٹھنے کا قصد کرنا منع ہے سو وجہ تطبیق کی ان دونوں میں اس طور سے ہو کہ مراد قصد کرنے سے پہلے اثر میں یہ ہے کہ دائیں طرف پھرنے کو واجب جانے سو انس رضی اللہ عنہ ایسے آدمی کو برا جانتے تھے پس معلوم ہوا کہ دونوں طرف پھر کر بیٹھنا جائز ہے پس وجہ مناسبت اس اثر کی باب سے ظاہر ہوگئی۔

٨٠٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَجْعَلْ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِّنْ صَلَاتِهٖ يَرٰى أَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنْ يَّمِيْنِهٖ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرًا يَّنْصَرِفُ عَنْ يَّسَارِهٖ.

٨٠٥۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی شخص اپنی نماز سے شیطان کا حصہ نہ ٹھہرائے کہ دائیں طرف منہ کر کے بیٹھنے کو اپنے پر واجب اور لازم جانے (اور بائیں طرف پھرنے کو جائز نہ رکھے) اس لیے کہ بیشک میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ بہت بار بائیں طرف منہ کر کے بیٹھتے تھے۔

**فائدہ:** ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول اسی شخص کے حق میں ہے جو دائیں طرف پھرنے کو واجب جانے پس اس قول اور انس رضی اللہ عنہ کے قول مذکور کا ایک ہی مطلب ہے صحیح مسلم کی روایت میں آیا ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اکثر اوقات بائیں طرف سے پھر کر بیٹھتے تھے سو اس حدیث میں اور انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو مسلم سے اوپر منقول ہو چکی ہے ظاہرا تعارض معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ دونوں میں افعل کا صیغہ وارد ہوا ہے سو امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس طرح کرتے تھے اور کبھی اس طرح کرتے تھے سو جو کوئی جس طرف کے اکثر ہونے کا اعتقاد رکھتا تھا ویسے اس نے خبر دی سو معلوم ہوا کہ دونوں طرف پھرنا جائز ہے اور یا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حضر پر محمول ہے اور حدیث انس رضی اللہ عنہ کی سفر پر محمول ہے یعنی جب آپ مسجد میں نماز پڑھتے تو بائیں طرف پھر کر بیٹھتے اس لیے کہ آپ کی بیویوں کے حجرے بائیں طرف تھے اور جب سفر میں ہوتے تو دائیں طرف پھر کر بیٹھتے پس حاصل اس مسئلے کا یہ ہے کہ نماز سے پھر کر بیٹھنے کے واسطے کوئی طرف خاص معین نہیں خواہ دائیں طرف پھر کر بیٹھے خواہ بائیں طرف پھر

کر بیٹھے دونوں طرح سے جائز ہے اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ علماء کہتے ہیں کہ جس طرف حاجت ہو اس طرف منہ کر کے بیٹھنا افضل ہے خواہ دائیں طرف ہو خواہ بائیں طرف اور اگر کسی طرف بھی حاجت نہ ہو تو پھر دائیں طرف منہ کر کے بیٹھنا افضل ہے اس لیے کہ بہت حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دائیں طرف کو بائیں طرف پر فضیلت ہے جیسے کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو کتاب الطہارت میں گزر چکی ہے اور ترمذی نے کہا کہ اس پر ہے عمل اکثر علماء کا کہ جس طرف چاہے پھر کر بیٹھ جائے کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحب امر پر اصرار کرنا اور اس کو واجب جاننا بدعت ہے اس لیے کہ ہر چیز میں اول دائیں طرف سے شروع کرنا مستحب امر ہے لیکن جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خوف کیا کہ لوگ اس کو واجب سمجھ بیٹھیں گے تو صاف کہہ دیا کہ جو اس کو واجب سمجھے اور اس پر اصرار کرے تو اس نے اپنی نماز سے شیطان کا حصہ کیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تقلید شخصی اور مذہب معین کا التزام کرنا اور اس کو واجب جاننا بدعت ہے اس لیے کہ جب قرآن وحدیث میں مسئلہ پایا جائے تو اس وقت تقلید شخصی مباح امر ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الثُّوْمِ النِّيِّ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ.

کچی لسن، پیاز اور گندنا (پیاز کی طرح بدبودار ترکاری) کے کھانے کا بیان۔

**فائدہ:** یہ باب احکام مساجد سے ہے اور پہلے باب احکام نماز میں ہیں لیکن چونکہ پہلے بابوں سے بطریق عموم جماعت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اس لیے مناسب ہوا کہ جو شخص کسی عذر کے سبب جماعت میں حاضر نہیں ہوسکتا اس کا بیان کیا جائے اور کچا لسن، پیاز کھانے والا بھی جماعت سے منع کیا گیا ہے اس لیے کہ اس کا بیان کرنا مناسب ہوا اور یہی وجہ ہے مناسبت اس باب کی احکام نماز سے اور گندنا کا ذکر اس باب کی حدیثوں میں نہیں جیسا کہ آئندہ معلوم ہو گا لیکن اس میں اشارہ ہے طرف اس بات کی کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعض طریقوں میں اس کا ذکر آ گیا ہے۔

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ الثُّوْمَ أَوِ الْبَصَلَ مِنَ الْجُوْعِ أَوْ غَيْرِهٖ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا.

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا بیان کہ جو شخص لسن، پیاز کچا کھائے بھوک وغیرہ کے سبب سے سو ہماری مسجد کے نزدیک ہرگز نہ آئے۔

**فائدہ:** بھوک کی قید اس میں اس واسطے زیادہ کی ہے کہ جب بھوک کے سبب سے کھانا منع ہوا تو بدون اس کے کھانا بطریق اولیٰ منع ہو گا۔

٨٠٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَآءٌ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ

٨٠٦۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس درخت یعنی لسن سے کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ

عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يُرِيْدُ الثُّوْمَ فَلَا يَغْشَانَا فِيْ مَسْجِدِنَا قُلْتُ مَا يَعْنِيْ بِهٖ قَالَ مَا أُرَاهُ يَعْنِيْ إِلَّا نِيْئَهٗ وَقَالَ مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ إِلَّا نَتْنَهٗ.

آپ کی مراد اس سے کیا ہے کچا یا پکا ہوا یا دونوں سو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ مراد آپ کی کچا لسن' پیاز ہے اور مخلد نے کہا کہ مراد اس کی بو ہے۔

**فائدہ:** صحیح مسلم میں اس حدیث کے آخر میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ فرشتوں کو اس چیز سے یعنی بدبو سے تکلیف ہوتی ہے جس سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

٨٠٧ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّوْمَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا.

٨٠٧۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دن فرمایا کہ جو شخص اس درخت سے کھائے یعنی کچا لسن سو ہماری مسجد کے نزدیک ہرگز نہ آئے۔

٨٠٨ ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ زَعَمَ عَطَآءٌ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ زَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ ثُوْمًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ قَالَ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِيْ بَيْتِهٖ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِقِدْرٍ فِيْهِ خَضِرَاتٌ مِّنْ بُقُوْلٍ فَوَجَدَ لَهَا رِيْحًا فَسَأَلَ فَأُخْبِرَ بِمَا فِيْهَا مِنَ الْبُقُوْلِ فَقَالَ قَرِّبُوْهَا إِلٰى بَعْضِ أَصْحَابِهٖ كَانَ مَعَهٗ فَلَمَّا رَاٰهُ كَرِهَ أَكْلَهَا قَالَ كُلْ فَإِنِّيْ أُنَاجِيْ مَنْ لَا تُنَاجِيْ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ أُتِيَ بِبَدْرٍ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ يَعْنِيْ طَبَقًا فِيْهِ خَضِرَاتٌ وَلَمْ

٨٠٨۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کچا لسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے الگ رہے یا ہماری مسجد سے الگ رہے اور چاہیے کہ اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور بیشک کوئی شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانے کی ہنڈیا لایا جس میں کہ لسن' پیاز وغیرہ سبزیوں کا ساگ پکا ہوا تھا سو آپ کو ان کی بدبو آئی سو آپ نے پوچھا کہ اس میں کیا ہے سو کسی نے آپ کو خبر دی کہ اس میں لسن اور پیاز وغیرہ کا ساگ ہے سو فرمایا کہ اس کھانے کو بعض اصحاب کے نزدیک کر دو یعنی ابوایوب رضی اللہ عنہ کے جو اس وقت آپ کے پاس موجود تھا جب آپ نے دیکھا کہ اس نے کھانے کو مکروہ جانا ہے تو فرمایا کہ تو کھا اس واسطے کہ میں بات چیت کرتا ہوں اُس سے جس سے تو بات چیت نہیں کرتا یعنی جبرائیل سے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کے پاس ایک

يَذْكُرِ اللَّيْثُ وَأَبُوْ صَفْوَانَ عَنْ يُوْنُسَ قِصَّةَ الْقِدْرِ فَلَا أَدْرِيْ هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ أَوْ فِي الْحَدِيْثِ.

طشت (یعنی تھال) لایا گیا جس میں کئی قسم کی سبز چیزیں تھیں۔

**فائدہ:** صحیح مسلم میں ہے کہ جب حضرت ﷺ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں اترے تو وہ کھانا تیار کر کے آپ کے پاس بھیج دیا کرتا تھا اور جب باقی بچا کھانا اس کے پاس پلٹ کر لایا جاتا تو پوچھتا حضرت ﷺ نے کس جگہ سے کھایا ہے سو اس جگہ سے وہ کھاتا سو ایک بار اس نے ساگ پکا کر آپ کے پاس بھیجا آپ کو اس سے لسن کی بو آئی سو آپ نے اس کو نہ کھایا اور ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا کہ تو کھا سو جب اس نے سنا کہ حضرت ﷺ نے نہیں کھایا تو اس نے بھی ہاتھ کھینچا اور پوچھا کہ یا حضرت! کیا یہ حرام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حرام نہیں حلال ہے میں اس عذر سے نہیں کھاتا کہ مجھ سے جبرائیل علیہ السلام ہم کلام ہوا کرتا ہے اور ان کو اس کی بو سے نفرت ہے۔

٨٠٩ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ مَا سَمِعْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي الثُّوْمِ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرُبَنَا أَوْ لَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا.

٨٠٩۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا جو اس درخت سے کھائے یعنی لسن سے تو ہمارے نزدیک نہ آئے اور ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔

**فائدہ:** ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جو شخص لسن اور پیاز کچا یا گندنا کھائے تو اس کو کسی مسجد میں آنا منع ہے اور یہی مذہب ہے دنیا کے تمام اماموں کا اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ مولی بھی پیاز اور لسن کے برابر ہے کہ اُس کے ڈکار میں بدبو آتی ہے و علی ھذا القیاس کھانے وغیرہ کی چیزوں سے جس میں بدبو آتی ہے سب کا یہی حکم ہے کہ اس کو کھا کر مسجد میں جانا منع ہے اور اسی طرح ان بودار چیزوں کو کھا کر عید اور جنازے وغیرہ عبادات کی مجلسوں اور مجمعوں میں جانا منع ہے اس لیے کہ انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ آیا ہے کہ وہ ہمارے نزدیک نہ آئے اور ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت وغیرہ کے سب مجمعوں کا یہی حکم ہے اور بعضوں نے کہا کہ کچے لسن اور پیاز کو کھا کر فقط مسجدِ نبوی میں جانا منع ہے اور مسجدوں میں جانا منع نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ دوسری حدیث میں صحیح مسلم وغیرہ کے صریح آ چکا ہے کہ لسن اور پیاز کچا کھا کر مسجدوں میں نہ جائے پس یہ لفظ جمع کا ہے سب مسجدوں کو شامل ہے پس سب کا یہی حکم ہے لیکن کچے لسن پیاز وغیرہ کا کھانا اسی وقت منع ہے جب کہ کھا کر مسجد وغیرہ میں جائے اور اگر مسجد میں نہ جائے تو ان کا کھانا منع نہیں بلکہ حلال ہے جیسے کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے

معلوم ہوتا ہے کہ اس کو کھا کر گھر میں بیٹھا رہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ سب علماء معتبرین کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ لسن اور پیاز وغیرہ کا کچا کھانا حلال ہے اور یہ نہی تنزیہی ہے اور بعض اہل ظاہر کہتے ہیں کہ حرام ہے اور جمہور کہتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صریح موجود ہے کہ تو کھا اس واسطے کہ میں بات چیت کرتا ہوں اُس سے جس سے تو بات چیت نہیں کرتا اور دوسری روایت مسلم کے یہ لفظ آیا ہے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! جس چیز کو اللہ نے حلال کیا ہے میں اس کو حرام نہیں کر سکتا ہوں سو ان حدیثوں سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ لسن اور پیاز کا کھانا حلال ہے پس اہل ظاہر کے قول کا کچھ اعتبار نہیں اور اگر مسجد خالی ہو اس میں کوئی آدمی نہ ہو تو تب بھی کچا لسن اور پیاز کھا کر اس میں جانا منع ہے اس لیے کہ اس میں فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ اگر سب لوگوں نے کھایا ہے تو ان کو مسجد میں جانا منع نہیں اور بعض نے کہا کہ جس کے منہ سے بو آتی ہو یا بغل گند ہو تو اس کو بھی مسجد میں جانا منع ہے اور اسی طرح ماہی فروش اور چرنگ (کوڑھ ولا) وغیرہ کو بھی مسجد میں آنا منع ہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مسجد میں جانا صرف اسی حالت میں منع ہے جب کہ لسن پیاز کچا کھائے اور اگر ان کو پکائے یا سرکہ میں ڈال کر بو دور کرے تو ان کو کھا کر مسجد میں جانا منع نہیں جیسے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اس سے کچا لسن اور پیاز ہے اور ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لسن اور پیاز کا پکا کر کھانا حلال ہے اور ابوداؤد میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچے لسن اور پیاز سے منع کیا اور فرمایا اگر کھانا ہو تو پکا کر کھاؤ سو جب ان سب حدیثوں کو جمع کیا جائے تو سب کا حاصل یہی نکلتا ہے کہ لسن پیاز پکا ہوا کھا کر مسجد میں جانا منع نہیں اور آپ نے اس کو کراہت کے واسطے نہ کھایا اس لیے کہ آپ اور لوگوں کی طرح نہیں تھے نہ یہ کہ اس کا کھانا آپ پر حرام تھا چنانچہ آپ نے فرمایا کہ وہ حرام نہیں کما مر اور بعض نے کہا کہ ان حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا فرض نہیں اس لیے کہ لسن، پیاز سب علماء معتبرین کے نزدیک حلال ہے اور حلال چیز کا کھانا جائز ہے اور جو اس کو کھائے اس کا جماعت میں آنا منع ہے پس معلوم ہوا کہ جماعت فرض نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ممانعت جو ان حدیثوں میں آئی ہے تو یہ زجر اور جھڑک پر محمول ہے یعنی جو شخص مسجد میں آنا چاہے تو وہ اس کو کچا ہرگز نہ کھائے پس یہ ترک جماعت کے لیے عذر نہیں ہو سکتا ہے بلکہ وہ اس کے اس جرم کی سزا ہے کہ جماعت کے ثواب سے محروم رہا اور جس جگہ آپ نے اس کے کھانے کا اذن دیا تو وہاں مسجد نہیں تھی یا وہ لسن کچا نہیں تھا پس اس سے معلوم ہوا کہ عذر وہی ہے جس میں آدمی کا کچھ دخل اور اختیار نہ ہو جیسے مینہ اور مرض وغیرہ ہے اور جو اپنے اختیار میں ہے وہ عذر نہیں اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ وہ شخص مسجد کے نزدیک نہ آئے تو اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے صحن اور قرب و جوار میں بھی نہ آئے چہ جائیکہ مسجد ہو، واللہ اعلم۔

**بَابُ وُضُوْءِ الصِّبْيَانِ وَمَتٰى يَجِبُ** نابالغ لڑکوں کے وضو کا بیان یعنی ان کا وضو صحیح ہے اور یہ

عَلَيْهِمُ الْغُسْلُ وَالطُّهُوْرُ وَحُضُوْرِهِمُ الْجَمَاعَةَ وَالْعِيْدَيْنِ وَالْجَنَآئِزَ وَصُفُوْفِهِمْ.

کہ اُن پر غسل اور طہارت کرنا کس وقت فرض ہوتا ہے اور یہ کہ عید اور جماعت اور جنازے میں ان کے حاضر ہونے کا کیا حکم ہے اور یہ کہ وہ صفوں میں کس جگہ کھڑے ہوں لوگوں کے درمیان یا پیچھے؟۔

**فائدہ:** یہ کل چھ مسئلے ہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لڑکوں کے وضو کا کچھ حکم بیان نہیں کیا کہ واجب ہے یا مستحب اس لیے کہ اگر اس کو مستحب کہتا تو اس سے لازم آتا کہ لڑکے کی نماز بغیر وضو کے صحیح ہے اور اگر اس کو واجب کہتا تو اس سے لازم آتا کہ وضو کے ترک پر اس کو عذاب ہو حالانکہ ایسا نہیں سو اسی واسطے اس نے ایسا لفظ بولا جس میں کوئی اعتراض نہ آئے لیکن اعتراض اب بھی باقی ہے اور جواب اس کا یہ ہے کہ اگر وضو کو مستحب کہا جائے تو لازم آئے گا کہ لڑکے کی نماز بغیر وضو کے صحیح ہو اور بغیر وضو کے اس کی نماز صحیح ہے کوئی خرابی لازم نہیں آتی اس لیے کہ وہ مکلّف نہیں پس اس شرط کی رعایت کرنی اس پر واجب نہیں تا کہ اس کے ترک کرنے سے گنہگار ہو اور اس باب کی حدیثوں میں یہ ذکر نہیں کہ لڑکوں پر غسل کس وقت واجب ہوتا ہے لیکن ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا نابالغ لڑکے پر واجب نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ احتلام شرط ہے واسطے واجب ہونے غسل کے تو معلوم ہوا کہ جب احتلام ہونے لگے تو اس وقت غسل فرض ہو جاتا ہے اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن خزیمہ اور حاکم نے مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ جب لڑکا سات برس کا ہو تو اس کو نماز سکھلاؤ اور جب دس برس کا ہو تو اس کو مار کر نماز پڑھاؤ سو اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے بعض اہل علم نے اس پر کہ دس برس کے لڑکے پر نماز واجب ہے اس لیے کہ اس کو اس پر مارنے کا حکم آیا ہے اور یہ صفت وجوب کی ہے اور نماز وضو پر موقوف ہے پس معلوم ہوا کہ دس برس کے لڑکے پر وضو کرنا فرض ہے اور یہی ہے مذہب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا اور ایک روایت میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی قول بیان کیا گیا ہے لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ جب تک لڑکا بالغ یعنی سولہ برس کا ہو جائے تب تک اس پر نماز فرض نہیں ان کے نزدیک یہ حدیث ابوداؤد وغیرہ کی ظاہر پر محمول نہیں کہتے ہیں مارنے کا حکم صرف تادیب اور عادت ڈالنے کے واسطے وارد ہوا ہے اور بیہقی نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور ناسخ اس کی وہ حدیث ہے کہ لڑکے سے قلم اٹھائی گئی ہے یہاں تک کہ اس کو احتلام ہو یعنی بالغ ہونے سے پہلے اس کے حق میں کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔

٨١٠ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيَّ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَنْ مَّرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى

٨١٠۔ حضرت شعبی سے روایت ہے کہ مجھ کو خبر دی اس شخص نے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اکیلی قبر پر گزرا تھا سو آپ ان کے امام بنے اور لوگوں نے آپ کے پیچھے قبر پر صف باندھی (اور جنازے کی نماز پڑھی) سو میں نے کہا کہ اے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرٍ مَّنْبُوْذٍ فَأَمَّهُمْ وَصَفُّوْا عَلَيْهِ فَقُلْتُ يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ.

ابوعمر! کس نے تجھ سے یہ حدیث سنائی؟ اس نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

**فائدہ:** ظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ لڑکوں کا جماعت اور جنازے وغیرہ میں حاضر ہونا اور صف باندھنا اور وضو کرنا جائز ہے اس لیے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اس صف میں موجود ہوں گے اور وضو بھی کیا ہوگا حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت بہت کم عمر تھے بالغ نہیں تھے۔

٨١١ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

٨١١۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا ہر ایک بالغ جوان پر واجب ہے۔

**فائدہ:** وجہ مناسبت اس حدیث کی باب سے اوپر گزر چکی ہے اور بیان اس کا آئندہ بھی آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

٨١٢ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنِيْ كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ لَيْلَةً فَنَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ فِيْ بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُّعَلَّقٍ وُضُوْءًا خَفِيْفًا يُّخَفِّفُهٗ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهٗ جِدًّا ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِّمَّا تَوَضَّأَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَحَوَّلَنِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ ثُمَّ صَلّٰى مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ فَأَتَاهُ الْمُنَادِيْ يُؤْذِنُهٗ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهٗ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلّٰى وَلَمْ

٨١٢۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک رات رہا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوئے جب کچھ رات رہی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ بیٹھے یعنی تہجد کو پس آپ نے ایک مشک لٹکی ہوئی سے ہلکا وضو کیا جس کو عمرو (راوی) بہت ہلکا اور خفیف بتلاتا تھا پھر نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سو میں نے وضو کیا جیسا کہ آپ نے کیا تھا یعنی ہلکا پھر میں آ کر آپ کے بائیں طرف کھڑا ہوا سو آپ نے مجھ کو بائیں طرف سے پھیرا اور اپنے دائیں طرف کیا پھر آپ نے نماز پڑھی جتنی کہ اللہ نے چاہا پھر آپ لیٹ گئے اور سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے سو مؤذن نماز کی اطلاع کرنے کو آپ کے پاس آیا یعنی جماعت کا وقت ہو گیا ہے سو آپ اس کے ساتھ نماز کے واسطے کھڑے ہوئے سو آپ نے نماز پڑھی اور نیا وضو نہ کیا (سفیان کہتا ہے) کہ ہم نے عمرو سے

يَتَوَضَّأْ قُلْنَا لِعَمْرٍو إِنَّ نَاسًا يَقُوْلُوْنَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُوْلُ إِنَّ رُؤْيَا الْأَنْبِيَآءِ وَحْيٌ ثُمَّ قَرَأَ ﴿إِنِّيْ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ أَذْبَحُكَ﴾.

پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ کی آنکھ سو جاتی تھی اور آپ کا دل نہیں سوتا تھا عمرو نے کہا کہ میں نے عبید سے سنا ہے کہتے تھے کہ نبیوں کی خواب وحی ہے یعنی وحی کی مانند ہے اثبات احکام میں پھر عبید نے اس کی تصدیق کے واسطے یہ آیت ﴿إِنِّيْ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ أَذْبَحُكَ﴾ یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام سے کہا تحقیق میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں یعنی عبید نے اس آیت سے دلیل پکڑی اس بات پر کہ پیغمبروں کی خواب وحی ہوتی ہے اس لیے کہ اگر وحی نہ ہوتی تو ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کا ذبح کرنا جائز نہ ہوتا۔

**فائدہ:** اور حرام کام پر جرأت نہ کرتے اور اسماعیل علیہ السلام یہ نہ کہتے کہ جو تم کو حکم ہوا ہے۔

**فائدہ ثانیہ:** یہ حدیث کتاب الطہارت میں گزر چکی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے کی نماز اور وضو صحیح ہے اس لیے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وضو کر کے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور حضرت ﷺ نے اس کی نماز اور وضو کو جائز اور برقرار رکھا کہ اس کو اپنے بائیں سے دائیں کیا پس یہ حدیث اول مسئلہ باب سے مطابق ہے۔

٨١٣ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَأَكَلَ مِنْهُ فَقَالَ قُوْمُوْا فَلِأُصَلِّيَ بِكُمْ فَقُمْتُ إِلٰى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لَبِثَ فَنَضَحْتُهُ بِمَآءٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْيَتِيْمُ مَعِيْ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَآئِنَا فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ.

٨١٣۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس کی دادی ملیکہ رضی اللہ عنہا نے کھانا تیار کر کے حضرت ﷺ کی دعوت کی سو آپ نے اس سے کھایا پھر فرمایا کہ کھڑے ہو تا کہ میں تم کو نماز پڑھاؤں سو میں اپنی ایک چٹائی کی طرف کھڑا ہوا جو زمانہ دراز مستعمل ہونے کے سبب سے بہت پرانی اور سیاہ ہو گئی تھی سو میں نے اس پر پانی چھڑکا یعنی تا کہ مٹی وغیرہ آلائش سے صاف ہو جائے یا نرم ہو جائے سو حضرت ﷺ نماز کے واسطے کھڑے ہوئے اور ایک یتیم لڑکا میرے ساتھ کھڑا ہوا اور ایک بڑھیا ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی سو آپ نے ہم کو دو رکعت نفل نماز پڑھائی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکے نابالغ کا جماعت میں حاضر ہونا جائز ہے اس لیے کہ یتیم اُس لڑکے کو کہتے ہیں جو نابالغ ہو اور حضرت ﷺ نے اس پر انکار نہ کیا پس یہ حدیث باب کے اخیر مسئلے سے مطابق ہے اور اس حدیث

سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نفلوں کی جماعت جائز ہے کما مر اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چٹائی پر نماز پڑھنی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت مردوں کے ساتھ نہ کھڑی ہو ان کے پیچھے کھڑی ہو اس لیے کہ اس میں فتنے کا خوف ہے اور اگر مردوں کے ساتھ کھڑی ہو جائے تو جمہور علماء کے نزدیک اس کی نماز درست ہو جاتی ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر عورت مرد کے برابر کھڑی ہو تو اس کی نماز درست ہو جاتی ہے لیکن مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر عورت تنہا صف کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کی نماز درست ہے لیکن اگر مرد صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھے تو امام شافعی رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی نماز صحیح ہے لیکن مکروہ ہے پس مناسب یہ ہے کہ اگر صف میں جگہ پائے تو وہاں کھڑا ہو جائے ورنہ ایک آدمی کو صف سے پیچھے کھینچ لے اور دونوں مل کر کھڑے ہوں اور سنن بیہقی میں ہے کہ ایک شخص نے صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھی سو حضرت ﷺ نے اس کو فرمایا کہ نماز کو دوہرا کر پڑھ سو یہ حدیث ضعیف ہے بر تقدیر صحت یہ امر استحباب کے واسطے ہے وجوب کے واسطے نہیں یعنی ایسی نماز کو دہرانا مستحب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑکے کو مردوں کی صف میں کھڑا ہونا جائز ہے اور یہ کہ عورت لڑکے سے بھی پیچھے کھڑی ہو۔

٨١٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ أَتَانٍ وَّأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى إِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ.

٨١٤۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں گدھے پر سوار ہو کر آیا اور میں اُس دن بالغ ہونے کے نزدیک پہنچا تھا یعنی ابھی بالغ نہیں ہوا تھا اور حضرت ﷺ لوگوں کو منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے بغیر دیوار کے یعنی آپ کے آگے کوئی آڑ وغیرہ نہ تھی سو میں بعض صف کے آگے سے چلا گیا یعنی پوری صف کے آگے سے نہ گیا بلکہ نصف یا تہائی صف کے آگے تک گیا سو میں اترا اور گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور صف میں داخل ہوا اور مجھ پر کسی نے انکار نہ کیا نہ حضرت ﷺ نہ اصحاب نے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بالغ لڑکے کا صف کے آگے سے گزرنا اور جماعت میں داخل ہونا بھی جائز ہے کہ حضرت ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس سے منع نہ کیا بلکہ اس کو برقرار رکھا پس یہ حدیث باب کے تیسرے مسئلے کے مطابق ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے کو مردوں کی صف میں کھڑے ہونا جائز ہے اس لیے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت کم عمر تھے سو چھٹا مسئلہ باب کا بھی اس سے ثابت ہوا کہ اس نے وضو بھی کیا ہوگا اور پہلا مسئلہ بھی ثابت ہوا سو اس حدیث اور انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہوا

اور اس کے ساتھ کوئی لڑکا آ کر کھڑا ہو جائے تو اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے اس کو صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا جائے گا جس کی حدیث میں ممانعت آ چکی ہے مگر بعض حنبلی لوگ اس کو مطلق منع کرتے ہیں اور یہ حدیث حجت ہے ان پر۔

٨١٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَقَالَ عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعِشَآءِ حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ قَدْ نَامَ النِّسَآءُ وَالصِّبْيَانُ قَالَتْ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يُصَلِّيْ هٰذِهِ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يَّوْمَئِذٍ يُصَلِّيْ غَيْرَ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ.

٨١٥۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں بہت دیر کی یعنی آدھی یا تہائی رات گزر گئی یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو پکارا کہ عورتیں اور بچے سو گئے سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تشریف لائے اور فرمایا کہ نہیں پڑھتا اس نماز کو زمین والوں سے تمہارے سوا کوئی اور اس دن سوائے مدینہ والوں کے کوئی نماز نہیں پڑھتا تھا یعنی ابھی اسلام ملک میں پھیلا نہیں تھا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ لڑکوں کا نماز اور جماعت میں شامل ہونا جائز ہے اس لیے کہ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکے نماز کے لیے مسجد میں آئے ہوئے تھے ورنہ ان کے سونے اور نہ سونے سے کیا حرج تھا بلکہ اُن کے سونے میں فائدہ ہے اور جاگنے میں حرج ہے کہ ماں کا دل اس کی طرف لگا رہتا ہے اور رونے وغیرہ سے لوگوں کی نماز میں خلل آتا ہے پس اس صورت میں ان کے سونے کی شکایت کی کوئی وجہ نہیں اور پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو برقرار رکھا کسی کو منع نہیں کیا۔

٨١٦ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَابِسٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَهُ رَجُلٌ شَهِدْتَّ الْخُرُوْجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

٨١٦۔ حضرت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا اور ایک شخص نے اس کو سوال کیا کہ کیا تو عید گاہ کی طرف نکلنے کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھا یعنی جب کہ عورتیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید گاہ کی طرف نکلیں تو کیا تو بھی اس وقت آپ کے ساتھ تھا ابن عباس رضی اللہ عنہما

وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَلَوْلَا مَكَانِيْ مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ يَعْنِيْ مِنْ صِغَرِهِ أَتَى الْعَلَمَ الَّذِيْ عِنْدَ دَارِ كَثِيْرِ بْنِ الصَّلْتِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَآءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تَهْوِيْ بِيَدِهَا إِلٰى حَلْقِهَا تُلْقِيْ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ ثُمَّ أَتٰى هُوَ وَبِلَالٌ الْبَيْتَ.

نے کہا ہاں میں بھی اس وقت آپ کے ساتھ حاضر تھا اور اگر میری جگہ لڑکپن سے نہ ہوتی تو میں حاضر نہ ہوتا یعنی اگر میں کم عمر نہ ہوتا تو حضرت ﷺ کے ساتھ عورتوں میں نہ جاتا کہ جوان کو عورتوں میں جانا منع ہے یا یہ معنی ہے کہ اگر میرا قرب اور قدر حضرت ﷺ کے پاس نہ ہوتا تو میں کم عمری سے حاضر نہ ہوتا یعنی آپ مجھ کو بہت عزیز جانتے تھے سو اس واسطے میں آپ کے ساتھ حاضر ہوا سو حضرت ﷺ اس نشان یا منارے کے پاس آئے جو کثیر بن صلت کے گھر کے نزدیک تھا پھر آپ ﷺ نے خطبہ پڑھا پھر عورتوں کے پاس آئے اور ان کو وعظ سنایا اور نصیحت کی اور خیرات کرنے کا حکم دیا سو عورتیں ہاتھوں سے انگوٹھیاں یا بالیاں اتار کر بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں پھینکنے لگیں پھر حضرت ﷺ اور بلال رضی اللہ عنہ گھر کو چلے آئے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکوں کو عید گاہ وغیرہ جماعت میں حاضر ہونا جائز ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ﷺ کے ساتھ عید گاہ میں حاضر ہوئے اور آپ نے اس پر انکار نہ کیا حالانکہ وہ اس وقت بالغ نہیں تھے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جب حضرت ﷺ نے انتقال فرمایا تو اس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہما تیرہ یا چودہ برس کے تھے پس ان کل حدیثوں سے کل مسئلے باب کے ثابت ہوئے اور یہ کچھ ضروری نہیں کہ ہر ایک ایک حدیث سے کل مسئلے باب کے ثابت ہوں بلکہ اگر ایک حدیث سے ایک مسئلہ ثابت ہو اور دوسری حدیث سے دوسرا مسئلہ ثابت ہو یہاں تک کہ کل حدیثوں سے کل مسئلے ثابت ہو جائیں تو جب بھی مطابقت حاصل ہو جاتی ہے۔

## بَابُ خُرُوْجِ النِّسَآءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ وَالْغَلَسِ.

رات کے وقت اور صبح کے اندھیرے میں عورتوں کو نماز کے لیے مسجد میں جانا جائز ہے۔

٨١٧ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٨١٧۔ ترجمہ اس حدیث عائشہ کا اوپر گزر چکا ہے۔ اس میں اتنا زیادہ ہے کہ مدینہ کے سوا اور کسی جگہ نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اور لوگ سورج کی سرخی ڈوبنے سے لے کر تہائی رات تک عشاء پڑھا کرتے تھے۔

بِالْعَتَمَةِ حَتّٰى نَادَاهُ عُمَرُ نَامَ النِّسَآءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ غَيْرُكُمْ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا يُصَلّٰى يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ الْعَتَمَةَ فِيْمَا بَيْنَ أَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ.

**فائدہ:** تہائی رات تک عشاء کو تاخیر کر کے پڑھنا مختار ہے اور طلوع صبح صادق تک دیر کرنی جائز ہے۔

٨١٨ ۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ حَنْظَلَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَاؤُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأْذَنُوْا لَهُنَّ تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

٨١٨۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں نماز کے واسطے جانے کی اجازت چاہیں تو ان کو اذن دے دو۔

**فائدہ:** اس حدیث میں رات کی قید اس واسطے لگائی ہے کہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو بغیر اذن خاوند کے گھر سے نکلنا جائز نہیں ورنہ ان کو اذن دینے کا حکم کرنا بے فائدہ ہے اور نیز مردوں کا عورتوں کو منع کرنا امر ثابت ہے پس مسجدوں کے سوا اور جگہ جانا جائز نہیں ہوگا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو مسجد میں نماز کے لیے جانے کا اذن دینا واجب نہیں اس لیے کہ اگر واجب ہوتا تو پھر اذن لینے کے کوئی معنی نہ تھے کیونکہ اذن چاہنا اسی وقت ثابت ہوتا ہے جب کہ اذن دینے والا قبول اور رد کا اختیار رکھتا ہو لیکن یہ اسی وقت جائز ہے جب کہ کسی فتنے کا خوف نہ ہو نہ وہ خود فتنہ انگیزی کریں اور نہ ان کو فتنے میں ڈالیں۔

٨١٩ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ النِّسَآءَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

٨١٩۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب عورتیں فرضوں سے سلام پھیرتیں تو اسی وقت اٹھ کھڑی ہوتیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مرد بیٹھے رہتے جتنا کہ اللہ چاہتا سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تو مرد بھی اٹھ کھڑے ہوتے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ إِذَا سَلَّمْنَ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ قُمْنَ وَثَبَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَلّٰى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَآءَ اللّٰهُ فَإِذَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ الرِّجَالُ.

**فائدہ:** یہ حدیث صفۃ الصلوۃ کے آخر میں پہلے گزر چکی ہے۔

٨٢٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّيَ الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ النِّسَآءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ.

٨٢٠۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھتے سو عورتیں گھروں کو پلٹ جاتیں اس حالت میں کہ اپنی چادروں سے بدن کو لپیٹنے والی ہوتیں اندھیرے کے سبب سے ان کو کوئی نہ پہچانتا۔

**فائدہ:** یہ حدیث مواقیت الصلوۃ میں پہلے گزر چکی ہے۔

٨٢١ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِيْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ لَأَقُوْمُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيْدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيْهَا فَأَسْمَعُ بُكَآءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِيْ صَلَاتِيْ كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمِّهٖ.

٨٢١۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ لمبی نماز پڑھوں پھر سنتا ہوں لڑکے کا رونا تو اپنی نماز میں تخفیف کرتا ہوں واسطے ناگوار جاننے اس بات کو کہ اس کی ماں پر مشکل ڈالوں یعنی اس واسطے کہ بچے کا رونا ماں پر شاق گزرے اور اس کو رنج ہو۔

**فائدہ:** یہ حدیث ابواب الامامۃ میں پہلے گزر چکی ہے۔

٨٢٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ

٨٢٢۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کو پاتے جس کو عورتوں نے اب پیدا کیا ہے یعنی زینت

عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَوْ أَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَآءُ بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ قُلْتُ لِعَمْرَةَ أَوَمُنِعْنَ قَالَتْ نَعَمْ.

وغیرہ کر کے مسجد میں آنا یا کوئی اور خرابی غیر معتد بہ تو البتہ ان کو مسجد میں آنے سے منع کرتے جیسے کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنا منع ہوا میں نے عمرہ کو کہا کہ کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنا منع ہو گیا تھا؟ اس نے کہا ہاں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو رات کے وقت نماز کے لیے مسجد میں جانا جائز ہے اور یہ کہ اگر عورت رات کو نماز کے لیے مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو خاوند کو مناسب ہے کہ اس کو اجازت دے دے اور یہی مذہب ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی مرتضی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کا وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں مسجدوں میں جاتی تھیں ویسے ہی اب بھی ان کو مسجدوں میں آنا جائز ہے بلکہ صحیح مسلم میں ہے کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عورتوں کو اجازت دینے کی حدیث بیان کی تو ان کے بیٹے نے کہا کہ البتہ ہم تو ان کو منع کریں گے تاکہ کوئی فساد پیدا نہ کریں تب عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے پر نہایت غصے ہوئے اور کہا کہ میں تجھ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتا ہوں اور تو اس کے مقابلے میں اپنی رائے پیش کرتا ہے ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس غصے کے سبب سے اپنے بیٹے کے ساتھ کلام کرنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ مر گئے یعنی اخیر دم تک اس سے کلام نہ کی اور یہی ہے مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کہ عورتیں نماز کے لیے مسجد میں جائیں مگر کہتے ہیں کہ جوان عورتیں نہ جائیں بڑھیا عورتیں جائیں اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ عیدوں میں عورتوں کا باہر نکالنا مستحب ہے مگر خوبصورت ہوں تو نہ نکلیں اور بعض کہتے ہیں کہ عورتوں کو عید گاہ وغیرہ میں نکلنا مطلق منع ہے یعنی خواہ عورت جوان ہو خواہ بوڑھی ہو اور یہی ہے مذہب ابن مسعود اور عروہ اور قاسم وغیرہ تابعین اور حنفیہ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ جوان عورتوں کو مسجد میں آنا منع ہے اور بوڑھی عورتوں کو آنا جائز ہے لیکن صرف مغرب اور عشاء اور فجر میں یعنی ظہر اور عصر میں بوڑھی عورت کو بھی مسجد میں آنا منع ہے اور یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بوڑھی عورتوں کو ہر نماز کے لیے مسجد میں جانا جائز ہے کہ اس کو مرد سے رغبت کم ہوتی ہے پس اس میں فتنے کا خوف نہیں اور متاخرین حنفیہ کا فتویٰ اس پر ہے کہ عورتوں کو مسجد میں جانا مطلق منع ہے خواہ جوان ہوں خواہ بوڑھی ہوں اور خواہ رات کی نماز ہو خواہ دن کی نماز نہ ہو سو جو لوگ مطلق منع کرتے ہیں ان کی سند عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے جو اس باب میں مذکور ہو چکا ہے کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اب عورتوں کا حال دیکھتے تو ان کو مسجد میں آنے سے منع کر دیتے سو جواب اس کا یہ ہے جو کہ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں دیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے پہلا حکم بدل نہیں سکتا ہے اس لیے کہ اُس نے اس کو ایسی شرط کے ساتھ معلق کیا ہے جو پائی نہیں گئی اس

بنا پر جو اُس نے اپنے ظن سے کہا کہ اگر حضرت ﷺ اس معاملے کو دیکھتے تو منع کرتے سو کہا جائے گا کہ نہ آپ نے اس کو دیکھا اور نہ منع کیا اور جب شرط نہ پائی گئی تو مشروط بھی نہ پایا گیا پس سابق حکم بحال رہے گا اور عورتوں کا نکلنا ہر حال میں جائز ہوگا اور نیز عائشہ رضی اللہ عنہا نے صریحاً منع نہیں کیا اگرچہ ان کی کلام سے اشارۃً ممانعت سمجھی جاتی ہے اور نیز اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ عورتیں بعد آپ کے یہ فتنے پیدا کریں گی پھر باوجود اس کے اللہ نے اپنے نبی پر عورتوں کے منع کرنے کا حکم نہ بھیجا اور نہ اس باب میں آپ کو وحی ہوئی اور نیز جو کچھ انہوں نے پیدا کیا تھا اگر وہ ان کے منع کرنے کو مستلزم ہوتا تو بازار وغیرہ میں ان کو جانا بطریق اولیٰ منع ہو جاتا اور نیز یہ خرابی بعض عورتوں سے پیدا ہوئی تھی نہ کل سے سو اگر فرضاً منع کیا جائے تو صرف اسی کو منع کیا جائے گا جس نے یہ خرابی پیدا کی نہ سب عورتوں کو انتہیٰ۔ اور نیز احتمال ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس چیز کو سبب منع کا سمجھا ہو وہ درحقیقت سبب منع کا نہ ہو یا حضرت ﷺ اس کو سبب منع کا نہ ٹھہراتے جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے سمجھا لیکن یہ سبب اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں احداث سے کوئی خرابی ادنیٰ مراد ہو جو منع کا سبب نہ بن سکے اور اگر احداث سے مراد زینت وغیرہ رکھی جائے تو پھر ان جوانوں کی کوئی گنجائش نہیں اس لیے کہ اس وقت یہ منع اس حدیث کے تحت میں داخل ہوگی جس میں خوشبو لگا کر مسجد میں جانے کی ممانعت آئی ہے پس معلوم ہوا کہ عورتوں کا مسجد میں آنا جائز ہے اور جو لوگ جوان اور بوڑھی عورت میں فرق کرتے ہیں تو ان کا جواب یہ ہے کہ فتنے کا خوف صرف اسی کی طرف سے ہے سو اگر وہ خوب پردہ کر کے آئے اور زینت وغیرہ سے خالی ہو تو جوان عورت پر بھی کوئی خوف نہیں خاص کر رات کو تو بالکل اس بات سے امن ہوتا ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ ظاہر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع نہ کیا جائے لیکن اس واسطے کئی شرطیں ہیں جو اور حدیثوں سے سمجھی جاتی ہیں وہ یہ ہیں کہ خوشبو نہ لگائے اور زینت نہ کرے اور پاؤں میں پازیب نہ ڈالے جس کی آواز سنی جائے اور عمدہ کپڑا نہ پہنے اور نہ مردوں کے ساتھ ملے اور نہ جوان ہو کہ اس میں فتنے کا خوف ہے اور راہ میں کوئی مفسد بدمعاش نہ رہتا ہو سو اگر یہ سب شرطیں پائی جائیں اور عورتوں کا کوئی خاوند یا مالک بھی ہو تو اس کو منع کرنا مکروہ ہے اور اگر اس کا کوئی خاوند یا مالک نہ ہو تو اس کو منع کرنا حرام ہے انتہیٰ۔ سو خلاصہ کلام اس مقام میں یہ ہے کہ بنا اس مسئلے کی خوف فتنے اور عدم خوف پر ہے جیسا کہ ان حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے جن میں حضرت ﷺ نے عورتوں کو خوشبو مل کے اور زینت کر کے مسجد میں جانے سے منع کیا ہے کہ اس میں فتنے کا خوف ہے اور اسی طرح ان کے نکلنے کو رات کے ساتھ قید کرنا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ میں یہ سب حدیثیں موجود ہیں اور ان میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ جو زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جو عورت مسجد میں آنا چاہے وہ خوشبو کو نہ چھوئے سو جس چیز سے فتنے کا خوف ہو اس سے پرہیز کیا جائے اور جس عورت سے فتنے کا خوف ہو یعنی زینت وغیرہ اسباب منع کی مرتکب ہو یا راہ میں کوئی

ایسی چیز ہو جو خواہ مخواہ جبرا اس کو فتنے میں ڈالے تو اس کو مسجد میں آنا ہرگز جائز نہیں اور جس پر کسی وجہ سے فتنے کا خوف نہ ہو اس کو مسجد میں جانا جائز ہے اور بعض نے کہا کہ ان حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بہت عمدہ نفیس کپڑے اور زیور وغیرہ پہن کر مسجد میں جانا منع ہے اس لیے کہ سبب منع کا تحریک اس چیز کی ہے جو شہوت انگیزی کا باعث ہو سو وہ سبب ان سب میں پایا جاتا ہے لیکن ابوداؤد وغیرہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے منع نہ کرو اور گھر میں نماز پڑھنی ان کے واسطے بہتر ہے اور احمد اور طبرانی نے ام حمید رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کی کہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کو اچھا سمجھتی ہوں آپ نے فرمایا گھر میں نماز پڑھنی مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے پس اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس میں فتنے کا بالکل خوف نہیں مگر یہ افضلیت اس جواز کے مخالف نہیں اور یہ جو فرمایا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجدوں میں جانا منع ہو گیا تھا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے لکڑیوں کی کھڑائیں (جوتیاں) بنا رکھی تھیں جب مسجدوں میں آتی تو ان کو پاؤں میں پہن لیتیں تا کہ مردوں سے لمبی نظر آئیں اللہ نے ان پر حیض ڈال دیا اور مسجدوں میں آنا ان پر حرام کر دیا **كذا اخرجه عبدالرزاق عن عائشه وابن مسعود موقوفا** لیکن یہ حدیث مرفوع ہے کہ ایسے امر میں قیاس کو کچھ دخل نہیں انتہی ملخصا (فتح الباری) اور امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک عورتوں کو رات میں نکلنا جائز ہے دن میں جائز نہیں ان کے نزدیک مطلق حدیثیں اس بات کی مقید پر محمول ہیں یعنی ان سے بھی رات ہی مراد ہے، واللہ اعلم۔

## بَابُ صَلَاةِ النِّسَآءِ خَلْفَ الرِّجَالِ.

جماعت میں عورتیں مردوں سے پیچھے کھڑی ہوں۔

٨٢٣ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَآءُ حِيْنَ يَقْضِيْ تَسْلِيْمَهٗ وَيَمْكُثُ هُوَ فِيْ مَقَامِهٖ يَسِيْرًا قَبْلَ أَنْ يَقُوْمَ قَالَ نَرٰى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ لِكَيْ يَنْصَرِفَ النِّسَآءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الرِّجَالِ.

٨٢٣ـ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیر کر تمام کرتے تو عورتیں اس وقت اٹھ کھڑی ہوتیں اور آپ اپنے مصلے پر تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے کھڑے نہ ہوتے۔ زہری نے کہا میں گمان کرتا ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ آپ کا ٹھہرنا اس واسطے تھا کہ عورتیں پہلے پلٹ جائیں کوئی مرد ان کو نہ پا سکے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت میں عورتیں مردوں سے پیچھے کھڑی ہوں اس لیے کہ ظاہر اس حدیث

سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں مردوں کے پیچھے صف باندھتی تھیں اور مردوں کو ان کے پلٹ جانے سے اطلاع نہ ہوتی تھی اور اگر ان کی صف مردوں کے آگے ہوتی تو پلٹنے کے وقت ان کو مردوں کی گردنوں پر سے گزرنا پڑتا اور یہ منع ہے اور نیز اس صورت میں مردوں کا عورتوں کو پانا اور ملنا لازم آتا ہے جس کا راہ میں خوف تھا حالانکہ اس حدیث میں صاف موجود ہے کہ مرد عورتوں کو نہیں پا سکتے تھے، هٰذَا خَلَفٌ۔ پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی۔

٨٢٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ فَقُمْتُ وَيَتِيْمٌ خَلْفَهُ وَأُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا.

٨٢٤۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلیم کے گھر میں نماز پڑھی سو میں اور ایک یتیم لڑکا آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو مردوں کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے اس لیے کہ ام سلیم ان دونوں سے پیچھے کھڑی ہوئی اور بیان اس حدیث کا اوپر گزر چکا ہے۔

بَابُ سُرْعَةِ انْصِرَافِ النِّسَآءِ مِنَ الصُّبْحِ وَقِلَّةِ مَقَامِهِنَّ فِي الْمَسْجِدِ.

فجر کی نماز کے بعد عورتوں کے جلدی پلٹ جانے اور مسجد میں نہ ٹھہرنے کا بیان یعنی عورتوں کو چاہیے کہ نماز فجر کے بعد گھروں کو جلدی پلٹ جائیں اور مسجد میں نہ ٹھہریں کہ مرد ان کو پہچان لیں۔

**فائدہ:** فجر کی نماز کو اس واسطے خاص کیا کہ اس میں طول قرأت کے سبب سے بہت روشنی ہو جاتی تھی کہ ایک دوسرے کو پہچان لیتا تھا اس واسطے مناسب ہوا کہ اس میں جلدی پلٹ جائیں اور عشاء میں یہ حکم نہیں کہ اس میں ٹھہرنے سے زیادہ اندھیرا ہوتا ہے پس اس وقت مسجد میں ٹھہرنا کچھ نقصان نہیں دیتا۔

٨٢٥ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ بِغَلَسٍ فَيَنْصَرِفْنَ نِسَآءُ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا يُعْرَفْنَ مِنَ

٨٢٥۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے سو مسلمان عورتیں گھروں کو پلٹ جاتیں اندھیرے کے سبب سے ان کو کوئی نہ پہچانتا یا وہ خود ایک دوسری کو نہ پہچانتیں۔

الْغَلَسِ أَوْ لَا يَعْرِفُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا.

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صبح کو عورتیں گھروں کی طرف جلدی پلٹ جاتی تھیں بعد سلام کے مطلق کچھ دیر نہ کرتیں ورنہ باوجود طول قرأت کے ایسا اندھیرا باقی نہ رہتا بلکہ بہت روشنی ہو جاتی کہ ان کو ہر کوئی پہچانتا پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

## بَابُ اِسْتِئْذَانِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا بِالْخُرُوْجِ إِلَى الْمَسْجِدِ.

عورت کا اپنے خاوند سے مسجد میں جانے کے لیے اجازت طلب کرنا۔

**فائدہ:** مراد اس باب سے یہ ہے کہ عورت کو نماز کے لیے مسجد میں جانا جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے اسی وقت جائز ہے جب کہ خاوند اس کو اجازت دے اور اگر خاوند اس کو اجازت نہ دے تو اس کو مسجد میں جانا جائز نہیں۔

٨٢٦ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنَتْ امْرَأَةُ أَحَدِكُمْ فَلَا يَمْنَعْهَا.

٨٢٦۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی سے اس کی بیوی مسجد میں نماز کے واسطے جانے کی اجازت مانگے تو اس کو منع نہ کرے۔

**فائدہ:** اس حدیث میں مطلق نکلنے کا ذکر ہے لیکن دوسرے طریق میں اس حدیث کے یہ لفظ آ گیا ہے کہ جب مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو منع نہ کرے اور وجہ استدلال کی اس حدیث سے اس مسئلے پر اوپر گزر چکی ہے کہ خاوند کا عورت کو باہر نکلنے سے منع کرنا امر ثابت ہو چکا ہے اور اس حدیث میں نہی سے مراد نہی تنزیہی ہے پس مسجد میں جانا اس کی اجازت پر موقوف ہے اور اسی طرح عیدین اور جنازے اور بیمار پرسی اور زیارۃ ابوین (یعنی والدین) وغیرہ کے واسطے بھی اس کو اجازت لے کر جانا جائز ہے۔

❀......❀......❀
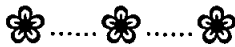
بسم اللہ الرحمن الرحیم

## كِتَابُ الْجُمُعَةِ

یہ کتاب ہے جمعہ کی نماز کے بیان میں اور جو اس کو لازم ہے۔

**فائدہ:** جمعہ کے میم پر پیش اور جزم دونوں جائز ہیں اور بعض قاریوں کے نزدیک ان پر زیر اور زبر پڑھنی بھی جائز ہے اور کرمانی نے لکھا ہے کہ جزم میم کے ساتھ اس کا معنی مفعول کا ہے کہ اس دن میں جمع کیا گیا ہے اور پیش اور زبر کے ساتھ معنی فاعل ہے یعنی یہ دن لوگوں کو جمع کرنے والا ہے اورت اس میں مبالغہ کی ہے اور جاہلیت کے زمانے میں یعنی حضرت ﷺ کے پیدا ہونے سے پہلے جمعہ کا نام عروبہ تھا بلکہ ہفتے کے تمام دنوں کے اور نام تھے چنانچہ سنیچر کا نام شبار تھا اور اتوار کا نام اول تھا اور پیر کا نام ہون تھا اور منگل کا نام جبار تھا اور بدھ کا نام دبار تھا اور جمعرات کا نام مونس تھا اور جمعہ کا نام عروبہ تھا پھر بعد اس کے اسلام میں سب دنوں کے نام بدل کر رکھے گئے اور جمعہ کا نام جمعہ اس واسطے رکھا گیا کہ آدم علیہ السلام کی خاک اس دن میں جمع کی گئی یا اس واسطے کہ آدم علیہ السلام کا زمین پر گرنا اور قیامت کا قائم ہونا وغیرہ بڑے بڑے کام اس میں جمع ہوئے ہیں اور یا اس واسطے کہ کعب بن لوئی جاہلیت کے زمانے میں لوگوں کو اس دن میں جمع کیا کرتا تھا اور ان کو خانہ کعبہ کی تعظیم کا حکم کرتا اور خبر دیتا کہ کعبے سے ایک نبی پیدا ہونے والا ہے یا اس واسطے کہ اس دن میں لوگ نماز کے واسطے جمع ہوتے ہیں اور یا اس واسطے کہ اسلام میں جو سب سے پہلے جمعہ پڑھا گیا سو مدینہ میں پڑھا گیا کہ حضرت ﷺ کی ہجرت سے پہلے انصار ایک بار اس دن میں جمع ہوئے اور اسعد بن زرارہ نے ان کو جمعہ پڑھایا سو لوگوں نے اس کا نام جمعہ رکھ دیا کہ اس دن میں جمع ہوئے تھے لیکن صحیح بات پہلی ہے كذا ذكره الشيخ في الفتح اور ابن قیم نے ہدی میں جمعہ کی بتیس خاصیتیں بیان کی ہیں بعض اُن میں سے یہ ہیں کہ جمعہ کے دن کا عید ہونا اور اس میں تنہا روزے کا منع ہونا اور یہ کہ اس دن صبح کی نماز میں سورۂ الم تنزیل اور هل اتى على الانسان پڑھنا اور جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ اور منافقون کا پڑھنا اور اس دن غسل کرنا اور مسواک کرنا اور خوشبو لگانا اور عمدہ کپڑے پہننا اور مسجد میں خوشبو کا پھیلانا اور اس کی نماز کے واسطے اول وقت جانا اور خطیب کے آنے تک عبادت میں مشغول رہنا اور خطبے کا پڑھنا اور اس کو خاموش ہو کر سننا اور اس میں سورہ کہف پڑھنا اور اس دن میں عین دوپہر کے وقت نفلوں کا منع نہ ہونا اور جمعہ کی نماز سے پہلے سفر کا منع ہونا اور جو آدمی جمعہ کے واسطے چل کر جائے اس کو ایک ایک قدم کے بدلے برس برس کی عبادت کا ثواب ہونا اور دوزخ کا اس دن میں نہ

بھڑکایا جانا اور اس میں ایک گھڑی قبولیت کا ہونا کہ اس میں جو دعا کرے قبول ہو جاتی ہے سوائے حرام کے اور اس کا گناہوں کے واسطے کفارہ ہونا اور اس کا یوم المزید والشاهد والمؤخر اس امت کے واسطے ہونا اور ہفتے کے سب دنوں میں اس کا بہتر ہونا اور اس میں روحوں کا جمع ہونا بشرطیکہ اس کی حدیث صحت کو پہنچے اور اس کے سوا اور بھی اس کی خاصیتیں ہیں جو تلاش کرنے پر موقوف ہیں۔

بَابُ فَرْضِ الْجُمُعَةِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾.

جمعہ کی نماز کے فرض ہونے کا بیان واسطے دلیل اس آیت کے جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو چلو یاد کو اور چھوڑ دو بیچنا یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے کہ آخرت کا نفع بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔

**فائدہ:** امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ فاسعوا کا معنی فامضوا ہے یعنی چلو طرف جمعہ کی یعنی سعی کا معنی یہاں دوڑنے اور جلدی چلنے کا نہیں بلکہ مطلق چلنے کا معنی ہے بخلاف اس حدیث کے جو پہلے گزر چکی ہے فلا تاتوها تسعون یعنی نماز کی طرف دوڑ کر نہ آؤ اس میں سعی کا معنی دوڑنے کا ہے پس یہ حدیث اس آیت کی معارض نہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ جمعہ کی نماز فرض ہے اس لیے کہ اس میں نماز جمعہ کی طرف چلنے کا حکم ہوا ہے پس جمعہ کی طرف چلنا فرض ہوا اور چلنا اسی چیز کی طرف فرض ہوتا ہے جو خود فرض ہو پس جمعہ کا فرض ہونا اس سے ثابت ہوا اور بعض نے کہا کہ اس کے واسطے اذان دینے کا حکم وارد ہوا ہے اور اذان دینا فرضوں کا خاصہ ہے اور اسی طرح خرید و فروخت سے منع کرنا بھی اس کے فرض ہونے پر دلالت کرتا ہے اس لیے کہ مباح چیزوں سے نہی تحریمی کا واقع ہونا ممکن نہیں مگر جب کہ فرض کا ترک لازم آئے پس جمعہ کا فرض ہونا اس آیت سے ثابت ہوا اور بخاری سے پہلے امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت سے جمعہ کے فرض ہونے پر دلیل پکڑی ہے اور اسی طرح حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو ابھی آتی ہے پھر کہا کہ کتاب اور سنت دونوں دلالت کرتے ہیں اس پر کہ جمعہ کی نماز فرض ہے اور نیز کہا کہ اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ جمعہ اس دن کو کہتے ہیں جو سنیچر اور جمعرات کے درمیان ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ جمعہ مکے میں فرض ہوا یا مدینہ میں فرض ہوا سو اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ مدینے میں فرض ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ مکے میں فرض ہوا لیکن صحیح بات پہلی ہے کہ مدینے میں فرض ہوا اس لیے کہ فرضیت اس کی اس آیت مذکورہ سے ثابت ہوئی ہے کما مر اور یہ آیت بالاتفاق مدینے میں نازل ہوئی ہے اور مراد اللہ کے ذکر سے اس آیت میں امام کی وعظ ہے اور خطبہ یا نماز یا دونوں مراد ہیں پس چلو طرف نماز اور خطبے کی اور اذان سے مراد دوسری اذان ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے کہ اصل اذان یہی ہے اور پہلی اذان عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت سے شروع ہوئی۔

٨٢٧ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا

٨٢٧۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ مَوْلٰى رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا ثُمَّ هٰذَا يَوْمُهُمُ الَّذِيْ فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ فَالنَّاسُ لَنَا فِيْهِ تَبَعٌ اَلْيَهُوْدُ غَدًا وَّالنَّصَارٰى بَعْدَ غَدٍ.

نے فرمایا کہ ہم دنیا میں سب امتوں سے پیچھے پیدا ہوئے اور قیامت میں سب سے آگے ہوں گے یعنی ہمارا حشر سب سے پہلے ہوگا اور حساب بھی سب سے پہلے ہوگا اور فیصلہ بھی پہلے ہوگا اور بہشت میں بھی ہم پہلے جائیں گے صرف اتنا فرق ہے کہ اگلی امتوں کو کتاب ہم سے پہلے ملی یعنی تورات انجیل پھر یہ دن جمعہ کا وہ دن ہے جس کو اللہ نے ان پر فرض کیا یعنی اس کی تعظیم ان پر فرض ہوئی سو انہوں نے اس میں اختلاف کیا۔ سو وہ لوگ اس دن میں ہمارے تابع ہیں یہود نے کل کا دن یعنی سنیچر کا دن اختیار کیا اور نصاریٰ نے اس دن سے پچھلا دن یعنی اتوار اختیار کیا۔

**فائدہ:** یعنی جب ان کو حکم ہوا کہ ہفتے سے کوئی دن عبادت کے واسطے مقرر کرلو تو کسی نے کوئی دن معین کرنے کو کہا اور کسی نے کوئی دن مقرر کرنے کا مشورہ دیا اور جمعہ کے دن کا کسی کو خیال نہ آیا یا یہ کہ خاص جمعہ کا دن مقرر کرنے کا ان کو حکم ہوا تھا لیکن انہوں نے اختلاف کیا اس بات میں کہ جمعہ کا دن خاص کر کے لازم کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کو سنیچر وغیرہ کے دن سے بدلنا جائز ہے سو انہوں نے اجتہاد کیا اور اس میں خطا کی پس اس کو سنیچر سے بدل دیا کہنے لگے کہ اس میں اللہ تعالیٰ دنیا کے پیدا کرنے سے فارغ ہوا سو ہم کو بھی مناسب ہے کہ اس دن میں ہم دنیا کے کاروبار سے فارغ ہو کر اللہ کی عبادت کریں اور اس دن کی تعظیم کریں اور نصاریٰ نے کہا کہ اتوار کے دن اللہ نے دنیا کی پیدائش کی ابتدا کی پس یہ دن مبدأ کمال کا ہے کہ سب نعمتوں کو شامل ہے پس اس دن کی تعظیم کرنی چاہیے اور اس میں اللہ کی عبادت کرنی چاہیے۔ یا اختلاف کا معنی انکار کا ہے یعنی انہوں نے جمعہ کے دن سے انکار کیا اور امر الٰہی کی مخالفت کی کہ اس کو اتوار یا سنیچر سے بدل دیا جیسا کہ حطة کو حنطة سے بدل دیا تھا بہر حال انہوں نے جمعہ کو سنیچر یا اتوار کے دن سے بدل دیا اور حق بات سے گمراہ ہوئے سو اللہ نے ہم کو اس کی طرف راہ دکھلائی یعنی ہمارے واسطے جمعہ کا دن نص سے مقرر کیا یا اجتہاد سے ہم کو اس کی طرف ہدایت کی جیسا کہ عبدالرزاق نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ مدینے کے لوگ جمعہ فرض ہونے اور ہجرت سے پہلے ایک بار جمع ہوئے سو انصار نے کہا کہ یہود کے واسطے ایک دن مقرر ہے کہ وہ ہر ہفتہ اس میں جمع ہوتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں اور نصاریٰ کے واسطے بھی ایک دن مقرر ہے کہ وہ ہر ہفتہ اس میں جمع ہو کر عبادت کرتے ہیں سو ہم کو بھی کوئی دن مقرر کرنا چاہیے کہ جس میں ہم جمع ہو کر اللہ کی عبادت کیا کریں اور اس کا شکر کیا کریں سو انہوں نے اس جمعہ کے دن کو مقرر کیا سو اللہ نے ان کے اجتہاد کے موافق

یہ آیت اتاری ﴿اذانودی للصلوة﴾ الخ اور جمعہ کی نماز کو فرض کیا پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان صحابہ نے جمعہ کے دن کو اپنے اجتہاد سے مقرر کیا تھا پھر اسی کی ہدایت ہوئی کہ اس کے موافق حکم اترا تو وہ یہی لوگ اس دن میں ہمارے تابع ہیں یہود نے کل کا دن یعنی سنیچر کا دن اختیار کیا اور نصاریٰ نے اس سے پچھلا دن اختیار کیا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز فرض ہے اس لیے کہ اصل کلام اس طور سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کو ان پر فرض کیا اور ہم پر بھی فرض کیا سو وہ اس سے بہکے اور ہم نے اس کی طرف راہ پائی اور فرض کا معنی اگرچہ مقدر کرنے کا بھی آتا ہے لیکن یہاں مراد لازم کر دینا ہے اس لیے کہ یہ مشتمل ہے اس پر کہ اہل کتاب نے اس کی تعیین سے منہ پھیرا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ فرض عین ہے ہر شخص پر لازم ہے فرض کفایہ نہیں اس لیے کہ اس حدیث میں مطلق فرض ہونے کا ذکر ہے اور نیز فهدانا الله له کا عموم بھی اس پر دلالت کرتا ہے اور بعض نے کہا کہ حکمت جمعہ کے دن کے اختیار کرنے میں یہ ہے کہ اللہ نے اس میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور انسان صرف عبادت ہی کے واسطے پیدا ہوا ہے سو مناسب ہوا کہ اس دن عبادت میں مشغول ہو اور یہ جو فرمایا کہ وہ لوگ اس دن میں ہمارے تابع ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کو اللہ نے ہدایت کی سو ہم نے اس فرض کو اپنے وقت میں ادا کیا یعنی جمعہ کے دن میں بخلاف یہود ونصاریٰ کے کہ انہوں نے اس فرض کو غیر وقت میں ادا کیا یعنی جمعہ کی عبادت کو شنبے اور یک شنبے میں ادا کیا سو ہم ان سے مقدم ہو گئے سو ان کا ہمارے تابع ہونا باعتبار بزرگی اور قبول عبادت سے ہے کہ ہماری عبادت قبول ہوئی اور وہ اس سے محروم رہے اور بعض نے کہا کہ اگر ان تین دنوں یعنی جمعہ اور شنبے اور یک شنبے کا علی سبیل التوالی اور پے در پے آنے کے جمع ہونا فرض کیا جائے تو ہر حال میں جمعہ پہلے آئے گا پس یہی معنی ہے ان کے تابع ہونے کا کہ ان کی عبادت کے دن ہم سے پیچھے ہیں اور یا اس کا یہ معنی ہے کہ شرع میں جمعہ سب دنوں سے مقدم ہے یعنی تمام ہفتے کے دنوں کی گنتی اس دن سے شروع کرنی چاہیے اگرچہ لوگوں میں اس کے برخلاف مروج ہے کہ وہ ہر ہفتے کی گنتی سنیچر سے شروع کرتے ہیں پس اس شرعی حساب سے شنبہ اور یک شنبہ جمعہ سے پیچھے آئیں گے پس یہی معنی ہے ان کے تابع ہونے کا اور بعض طریقوں میں اس حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے یہ لفظ زیادہ ہے کہ ان کو کتاب ہم سے پہلے اور ہم کو ان سے پیچھے ملی سو یہ کلام اگرچہ بحسب ظاہر مدح کے مقام میں معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت ذم کے مقام میں واقع ہوئی ہے اس لیے کہ جو کتاب پیچھے آئے وہ پہلی کتاب کی ناسخ ہوتی ہے اور اس حدیث سے اور بھی کوئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ امت محمدی کو اگلی سب امتوں پر فضیلت ہے زادھا اللہ شرفا اور ایک یہ کہ ہدایت اور گمراہی سب اللہ کی طرف سے ہے اور یہی ہے مذہب تمام اہل سنت کا اور یہ کہ اجماع کا خطا سے سلامت رہنا اسی امت کے ساتھ خاص ہے اور یہ کہ نص کے موجود ہونے کے وقت قیاس کرنا باطل ہے اور یہ کہ جمعہ شرعا سب دنوں سے اول ہے پس ابتدا گنتی ہفتے کی اس سے کرنی چاہیے۔

بَابُ فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهَلْ عَلَى الصَّبِيِّ شُهُوْدُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَوْ عَلَى النِّسَآءِ.

جمعہ کے دن غسل کرنے کی فضیلت کا بیان اور نابالغ لڑکے اور عورتوں پر جمعہ فرض ہے یا نہیں۔

**فائدہ:** ظاہر اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت اور مستحب ہے لیکن علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور حسن بصری رحمہ اللہ اور اہل ظواہر وغیرہ ایک جماعت سلف کے نزدیک جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے اور امام احمد رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت میں یہی آیا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور علماء پہلوں اور پچھلوں اور فقہاء تمام شہروں کا یہ مذہب ہے کہ جمعہ کے دن نہانا مستحب ہے واجب نہیں اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا بھی مشہور قول یہی ہے اور خطابی وغیرہ نے کہا کہ اجماع ہو چکا ہے کہ جمعہ کی نماز بغیر غسل کے جائز ہے سو جو لوگ اس کو واجب کہتے ہیں ان کی دلیل عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ابو سعید رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیثیں ہیں جو ابھی اس باب میں آتی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ اس لیے کہ ان میں غسل کرنے کے ساتھ امر وارد ہوا ہے اور امر واسطے وجوب کے ہوتا ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک امر علیحدہ واجب ہے نماز کی شرط نہیں کہ بغیر اس کے صحیح نہ ہو اور جمہور کی دلیل کئی حدیثیں ہیں پہلی حدیث عثمان رضی اللہ عنہ کی ہے جو ابھی اس باب میں آئے گی اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کا غسل واجب نہیں کیونکہ عثمان رضی اللہ عنہ نے غسل کو ترک کیا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حاضرین جمعہ نے اس پر انکار نہ کیا بلکہ اس کو برقرار رکھا سو اگر واجب ہوتا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کو ترک نہ کرتے اور اگر واجب ہوتا تو حاضرین اصحاب اس پر انکار کرتے اور اس کو الزام دیتے اور ایک دلیل جمہور کی یہ حدیث ہے کہ جو ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ نے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن جس نے وضو کیا تو اس نے خصلت طہارت کے ساتھ عمل کیا اور خوب کیا اور اگر کوئی غسل کرے تو غسل افضل ہے اور ایک دلیل ان کی یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم جمعہ کے دن غسل کرتے تو افضل ہوتا اور ایک دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو کہ ابوداؤد اور طحاوی وغیرہ میں روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے یا نہیں اس نے کہا واجب نہیں لیکن میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ ابتدا غسل جمعہ کی کس وجہ سے ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ تمام دن لوگ محنت مزدوری کرتے تھے اور پشم کے موٹے کمبل پہنے ہوتے اور مسجد اس وقت نہایت تنگ تھی سو جب گرمی میں جمعہ کے واسطے مسجد میں جمع ہوتے اور پسینہ چھوٹتا تو کمبلوں سے بدبو نکلتی اور لوگوں کو اس بدبو سے نہایت تکلیف پہنچتی اس واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکروہ جان کر اس دن غسل کرنے کا حکم دیا سو جب بعد اس کے اللہ نے لوگوں کو بہت مال دیا اور لوگ غنی ہو گئے تو بہت عمدہ عمدہ کپڑے پہننے لگے اور مسجدیں بھی بہت فراخ اور وسیع ہو گئیں انتہی۔ پس یہ حدیث صریح ہے اس بات میں کہ مقصود

غسل کرنے سے یہ ہے کہ پسینے وغیرہ کی بدبو سے لوگوں کو تکلیف نہ پہنچے پس معلوم ہوا کہ وجوب شرعی مراد نہیں اور ان کے سوا جمہور علماء کی اور بھی کئی دلیلیں ہیں جو فتح الباری میں مذکور ہیں پس ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ جمعہ کا غسل واجب نہیں مستحب ہے اور جن حدیثوں سے اس کا واجب ہونا نکلتا ہے سو جمہور علماء ان کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ان میں غسل کرنے کا امر جو واقع ہوا ہے تو وہ امر استحباب پر محمول ہے وجوب کے واسطے وہ امر نہیں یعنی مراد اس سے غسل کا مستحب ہونا ہے واسطے دلیل ان حدیثوں کے جو مذکورہ ہو چکی ہیں پس اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی اور ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو وارد ہوا ہے کہ ہر بالغ جوان پر غسل واجب ہے تو وجوب سے مراد وہ وجوب نہیں جس کے ترک پر عذاب ہو بلکہ مراد اس سے تاکید ہے یعنی ثابت ہے یا نہایت بہتر ہے جیسے کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے یعنی مؤکد ہے لیکن شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں جمہور کی سب دلیلوں کو نقل کر کے سب کا جواب دے دیا ہے سو پہلی حدیث عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبے کو ترک کرنا اور عثمان رضی اللہ عنہ جیسے جلیل الشان کو اتنی خلقت میں جھڑکنا اس کے وجوب پر دلالت کرتا ہے اس واسطے کہ اگر غسل مستحب ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ ایسا نہ کرتے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے پھر کر جو غسل نہ کیا تو شاید اس واسطے نہ کیا کہ وقت تنگ تھا یا صبح کو غسل کر لیا ہوا تھا پس یہ وجوب پر دلالت کرے گا نہ استحباب پر اور سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا یہ جواب دیا کہ اس کے سب طریقے ضعیف ہیں پس صحیح متفق علیہ حدیثوں کے معارض نہ ہو سکے گی پس امر کو مستحب پر محمول کرنا جائز نہ ہوگا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا یہ جواب دیا کہ اس سے وجوب غسل کی نفی نہیں نکلتی اور نیز یہ حدیث غسل کے حکم سے پہلے کی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا یہ جواب دیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا برخلاف ثابت ہو چکا ہے اور نیز وجوب کا حکم مرفوع حدیث سے ثابت ہے اور نفی وجوب کی موقوف حدیث سے ہے یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے پس اس کے معارض نہیں ہوگا اور نیز زوال علت سے زوال معلول کا لازم نہیں آتا جیسا کہ رمل اور قصر وغیرہ میں ہے اور باقی سب کا یہی جواب دیا پھر آخر میں فرمایا کہ اگر تسلیم کیا جائے کہ یہ حدیثیں عدم وجوب پر دلالت کرتی ہیں تو اس سے فقط اتنا ثابت ہوگا کہ نماز کے لیے غسل شرط نہیں یہ ثابت نہیں ہوگا کہ غسل واجب نہیں پس محض وجوب کی نفی ان سے ثابت نہیں ہوگی پس حاصل یہ ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ غسل کرے اس سے سب جھگڑا طے ہو جاتا ہے لیکن نماز کی صحت اس پر موقوف نہیں بلکہ وہ ایک مستقل واجب ہے کہ نماز بغیر اس کے صحیح ہے اور اس مسئلے میں بھی اختلاف ہے کہ اگر کوئی جمعہ کے دن نماز فجر کے بعد غسل کر لے تو وہ غسل اس کو کافی ہو جاتا ہے یا نہیں سو جمہور علماء کہتے ہیں کہ وہی غسل کافی ہو جاتا ہے جمعہ کے وقت اور تازہ غسل کرنے کی حاجت نہیں اور امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ بعض علماء کہتے ہیں کہ غسل وہی معتبر ہے جو کہ جمعہ کے وقت کرے لیکن اصل بات یہ ہے کہ غسل سے مقصود یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کو پسینے وغیرہ کی بدبو سے ایذا نہ پہنچے سو جس شخص کو امید ہو کہ فجر

کے وقت غسل کر کے جمعہ کے وقت تک پاک صاف رہے گا تو اس کے واسطے وہ غسل کافی ہو جاتا ہے اور جس کو خوف ہو کہ جمعہ کے وقت تک پاک صاف نہیں رہ سکے گا تو اس کے واسطے مستحب یہی ہے کہ جمعہ کے وقت غسل کرے فجر کے وقت نہ کرے۔

٨٢٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَآءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ.

٨٢٨۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی جمعہ کی نماز کے واسطے آئے تو چاہیے کہ غسل کرے۔

**فائدہ:** یعنی جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ہے واجب نہیں کما مر اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ غسل جمعہ کی نماز کے واسطے ہے جمعہ کے دن کی فضیلت کے واسطے نہیں پس جو شخص جمعہ میں نہ آئے اور اس کو ترک کرے تو اس کے واسطے غسل مشروع نہیں اور یہی ہے مذہب جمہور کا اور ساتھ اسی کے قائل ہیں شافعیہ اس لیے کہ غسل تابع حاضر ہونے کے ہے وجوب کے تابع نہیں لیکن اکثر حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر جمعہ میں حاضر نہ ہو اور غسل کر لے تو جب بھی اس کو اس غسل کا ثواب ملے گا اور اس حدیث سے دوسرا مسئلہ باب کا ثابت نہیں ہوتا کہ نابالغ لڑکے اور عورت پر جمعہ فرض ہے یا نہیں لیکن اس حدیث نافع کے بعض طریقوں میں یہ حکم آ چکا ہے کہ نابالغ لڑکے اور عورت پر جمعہ فرض نہیں جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ نے روایت کی ہے کہ لا جمعة على امرأة و لا صبى سو شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت قدیمہ کے موافق اس ترجمہ سے اشارہ کیا ہے اس طرف کہ اس حدیث کے بعض طرق میں لڑکے اور عورت پر جمعہ واجب نہ ہونے کا حکم آ چکا ہے لیکن چونکہ یہ حدیث اس کی شرط پر نہیں ہے اس واسطے اس کو اس کتاب صحیح میں نہیں لایا گو فی نفسہ وہ حدیث صحیح ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص جمعہ کی نماز کے واسطے جائے اس کو مستحب ہے کہ غسل کرے خواہ مرد ہو یا عورت بالغ ہے یا نابالغ لیکن مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ تاکید ہے اور بالغوں کے حق میں نابالغوں سے زیادہ تاکید ہے، واللہ اعلم۔

٨٢٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَآءَ قَالَ أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَآءَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَيْنَمَا هُوَ قَائِمٌ فِي

٨٢٩۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک صحابی پہلے مہاجرین میں سے مسجد میں آیا (اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے) سو فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو پکارا (یعنی تنبیہ کی وجہ سے کہ آنے کا یہ کون سا وقت ہے یعنی اتنی

الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَادَاهُ عُمَرُ أَيَّةُ سَاعَةٍ هٰذِهِ قَالَ إِنِّيْ شُغِلْتُ فَلَمْ أَنْقَلِبْ إِلٰى أَهْلِيْ حَتّٰى سَمِعْتُ التَّأْذِيْنَ فَلَمْ أَزِدْ أَنْ تَوَضَّأْتُ فَقَالَ وَالْوُضُوْءُ أَيْضًا وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ.

دیر کیوں لگائی کہ اول وقت آنے کی فضیلت فوت ہوئی) اس نے کہا کہ مجھ کو ایک کام نے روک رکھا سو میں اپنے گھر والوں کی طرف پلٹ کر نہ گیا یہاں تک کہ میں نے اذان سنی اور صرف وضو کیا یعنی فقط وضو کرنے کی فرصت ملی زیادہ نہیں ملی سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تو نے صرف وضو ہی پر اکتفا کیا ہے یعنی کیا اول وقت کو تاخیر کرنا اور فضیلت سے محروم رہنا تجھ کو کافی نہیں تھا یہاں تک کہ تو نے غسل کو بھی ترک کر دیا اور دونوں فضیلتوں سے محروم رہا حالانکہ تو جان چکا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن غسل کرنے کا حکم فرماتے تھے۔

**فائدہ:** پہلے مہاجرین ان اصحاب کو کہتے ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور بعض نے کہا کہ پہلے مہاجرین وہ ہیں جو جنگ بدر میں حاضر ہوئے لیکن پہلی بات بہت صحیح ہے اور اس حدیث میں عمر رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ پر دو وجہ سے انکار کیا ایک انکار اول وقت کے ترک کرنے سے اور دوسرا انکار غسل کے ترک کرنے سے سو معلوم ہوتا ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے اول وقت ترک کرنے کا عذر کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول کر لیا اور غسل کے ترک سے ان کو الزام دیا لیکن اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز کے لیے غسل کرنا شرط نہیں کہ بدون اس کے نماز صحیح نہ ہو ورنہ عمر رضی اللہ عنہ اور حاضرین جمعہ اس کو برقرار نہ رکھتے اور ان کی نماز کو صحیح نہ جانتے کما مر بلکہ سنت اور مستحب ہے پس یہی وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار اس واسطے کیا کہ بڑے بزرگ اور معتقد آدمی سے ادنیٰ مسنون امر کا ترک کرنا بھی معیوب ہے اور جمعہ کے وجوب پر اس حدیث سے استدلال کرنا جیسا کے اوپر گزرا ہے ٹھیک معلوم نہیں ہوتا اول اس طرح کہ خطبے میں دینی کلام کرنی جائز ہے جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خطبے میں کہا اٹھ اور دو رکعت نماز پڑھ بلکہ خطبہ سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو وعظ کیا جائے اور دین کے مسئلے سکھلائے جائیں پس یہ انکار کرنا وجوب پر دلالت نہیں کرتا۔ دوم اس طرح کہ اول وقت جمعہ کی طرف جانا بالاتفاق واجب نہیں پس عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے خطبے کو ترک کر کے اتنی مخلوق میں اس پر انکار کیوں کیا پس اس سے لازم آئے گا کہ اول وقت جانا بھی واجب ہو حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ سوم اس طرح کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا اس دن غسل کرنا ثابت نہیں بلکہ یہی صحیح بات ہے کہ اس نے غسل نہیں کیا تھا جیسے کہ ان کی اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ کو ایک کام نے روک رکھا اور تنگی وقت کا عذر بھی معقول نہیں اس لیے کہ عثمان رضی اللہ عنہ خطبے کی ابتدا میں آ پہنچے تھے سو اس وقت غسل کر کے جمعہ میں شریک ہونا ممکن ہے، واللہ اعلم اور اس حدیث سے اور کئی مسئلے بھی ثابت ہوتے

ہیں ایک کہ خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے اور یہ کہ منبر پر پڑھنا چاہیے اور یہ کہ امام رعیت کے حال کی نگہبانی رکھے اور ان کو دین کی بہتری کے کام کا حکم کرے اور جو شخص کسی سنت امر کو چھوڑے اس پر انکار کرے اگر چہ کوئی بڑا آدمی ہوتا کہ اور چھوٹے لوگوں کو اس سے نصیحت اور عبرت حاصل ہو اور یہ کہ نیک بات بتلانا اور برے کام سے روکنا خطبے کو نقصان نہیں پہنچاتا اور مخاطب کو بھی کلام کرنی جائز ہے اور یہ کہ جمعہ کی اذان سے پہلے دنیا کے کاروبار میں مشغول ہونا جائز ہے اگر چہ اول وقت کی فضیلت فوت ہو جائے اور یہ کہ جمعہ کے دن اذان سے پہلے بازاروں کا کھلا رہنا جائز ہے اس لیے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کھلے رہے اور عثمان رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ اس میں گئے اور یہ کہ بڑے آدمی کا بازار میں جانا جائز ہے اور یہ کہ جمعہ کی طرف جانے کی فضیلت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ مسجد میں اذان سے پہلے جائے۔

٨٣٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

٨٣٠۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا ہر ایک جوان بالغ پر واجب ہے۔

**فائدہ:** وجوب سے مراد یہاں زیادہ تاکید ہے یعنی نہایت بہتر ہے یا عین وجوب ہے کما مر یا باب میں مراد فضل سے اس کی ترغیب دینا ہے عام ہے کہ واجب ہو یا مستحب ہو پس اس وجہ سے یہ حدیث باب کے مطابق ہو جائے گی اس واسطے کہ وجوب کے ضمن میں ترغیب بھی موجود ہے واللہ اعلم

بَابُ الطِّيْبِ لِلْجُمُعَةِ.

نماز جمعہ کے واسطے خوشبو لگانے کا بیان یعنی اس میں بڑا ثواب ہے۔

٨٣١ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ سُلَيْمٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ أَشْهَدُ عَلٰى أَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ أَشْهَدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

٨٣١۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا ہر ایک بالغ جوان پر واجب ہے اور مسواک کرنا اور خوشبو لگانا اگر میسر ہو تو عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ غسل کرنا تو واجب ہے اور مسواک کرنا اور خوشبو لگانا سو اللہ جانتا ہے کہ واجب ہے یا نہیں مگر حدیث میں اسی طرح آیا ہے۔

الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَأَنْ يَسْتَنَّ وَأَنْ يَمَسَّ طِيبًا إِنْ وَجَدَ قَالَ عَمْرٌو أَمَّا الْغُسْلُ فَأَشْهَدُ أَنَّهُ وَاجِبٌ وَأَمَّا الْإِسْتِنَانُ وَالطِّيبُ فَاللّٰهُ أَعْلَمُ أَوَاجِبٌ هُوَ أَمْ لَا وَلٰكِنْ هٰكَذَا فِي الْحَدِيثِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ أَخُوْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَلَمْ يُسَمَّ أَبُوْ بَكْرٍ هٰذَا رَوَاهُ عَنْهُ بُكَيْرُ بْنُ الْأَشَجِّ وَسَعِيدُ بْنُ أَبِي هِلَالٍ وَعِدَّةٌ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ يُكْنٰى بِأَبِي بَكْرٍ وَأَبِي عَبْدِ اللّٰهِ.

**فائدہ:** ظاہراس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کا غسل کرنا واجب نہیں اس لیے کہ اگر غسل کو واجب کیا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ مسواک اور خوشبو لگانی بھی واجب ہو حالانکہ مسواک اور خوشبو لگانی بالاتفاق واجب نہیں پس اس سے لازم آیا کہ غسل بھی واجب نہیں اس لیے کہ واجب اور غیر واجب کو ایک لفظ میں شریک کرنا جائز نہیں اور غیر واجب کا واجب پر عطف ڈالنا درست نہیں پس معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن عمدہ لباس پہننا مستحب ہے۔

## بَابُ فَضْلِ الْجُمُعَةِ. نمازِ جمعہ کی فضیلت کا بیان۔

**فائدہ:** بعض کہتے ہیں کہ جمعہ سے مراد یہاں جمعہ کا دن بھی ہو سکتا ہے اس لیے کہ صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ سب دنوں میں بہتر جمعہ کا دن ہے کہ اس دن میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن بہشت میں داخل ہوئے اور اسی دن بہشت سے نکالے گئے اور اسی دن قیامت قائم ہو گی لیکن اس باب کی حدیث ظاہر اس احتمال کے مخالف معلوم ہوتی ہے کہ اس میں صرف نماز جمعہ کی فضیلت کا بیان ہے مگر یہ کہا جائے کہ فضیلت نماز کو فضیلت دن کی لازم ہے تو ممکن ہے، واللہ اعلم۔

٨٣٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

٨٣٢۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نہایا جمعہ کے دن جیسے جماع کی ناپاکی کے واسطے نہاتے ہیں یعنی خوب اچھی طرح غسل کیا اور ہر جگہ پانی پہنچایا پھر دو پہر ڈھلتے اول وقت مسجد میں آیا تو جیسے اس نے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً وَّمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَّمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً وَّمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ.

اونٹ قربانی کیا اور جو دوسری گھڑی آیا تو اس نے جیسے گائے بیل قربانی کیا اور جو تیسری گھڑی آیا اس نے جیسے سینگ والا دُنبہ قربانی کیا اور جو چوتھی گھڑی آیا تو اس نے جیسے مرغی قربانی کی اور جو پانچویں گھڑی آیا تو اس نے جیسے ایک انڈا اللہ کی راہ میں دیا پھر جب امام خطبہ پڑھنے کے واسطے نکلا تو فرشتے خطبہ اور وعظ کو سننے کے لیے دروازہ چھوڑ کر مسجد میں آ جاتے ہیں۔

**فائدہ:** اور ایک روایت میں نسائی کی چھٹی گھڑی کا ذکر بھی آیا ہے پس مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن فرشتے مسجدوں کے دروازوں پر لکھتے جاتے ہیں کہ کون آگے آیا اور کون پیچھے اور خطبے کے وقت مسجد میں آ جاتے ہیں اور ذکر اور وعظ وغیرہ سنتے رہتے ہیں اس لیے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جمعہ کی نماز کے لیے مسجد میں جلد حاضر ہوا کرے جتنا پہلے جائے گا اتنا ثواب زیادہ پائے گا پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور اس حدیث میں یہ جو فرمایا کہ جماع کی ناپاکی کی طرح غسل کرے تو بعض کہتے ہیں کہ مراد اس حدیث سے خاص جماع کر کے نہانا ہے یعنی جمعہ کے دن اپنی بیوی سے جماع کر کے غسل کرے جیسا کہ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے یعنی تاکہ فارغ البال ہو کر جمعہ کی طرف جائے اور کسی چیز پر اس کی آنکھ نہ پڑے اور یہی ہے قول ہر ایک جماعت صحابہ اور تابعین کا اور یہی بیان کیا گیا ہے امام احمد رحمہ اللہ سے اور یہ جو پہلی دوسری وغیرہ گھڑیوں کا ذکر فرمایا تو اس کا بیان یہ ہے کہ رات اور دن کی بارہ بارہ گھڑیں ہوتی ہیں اور وہ دو قسم کی ہیں ایک قسم آفاقیہ ہیں اور وہ رات اور دن میں برابر ہوتی ہیں یعنی دن کی بھی بارہ ہی گھڑیں ہوتی ہیں اور رات کی بھی بارہ گھڑیاں ہوتی ہیں لیکن گرمی سردی کے موسم میں ان کا مقدار کم وبیش ہو جاتا ہے یعنی سردی میں کم اور گرمی میں زیادہ اور یہ اہل نجوم کی اصطلاح پر ہے اور اہل حساب اس کو معوجہ کہتے ہیں اور دوسرے قسم تعدیلیہ ہیں اور وہ مقدار میں ہمیشہ برابر رہتی ہیں لیکن گرمی سردی کے موسم میں ان کی گنتی کم وبیش ہو جاتی ہے یعنی سردی میں دن کی دس گھڑیاں رہ جاتی ہیں اور گرمی میں دن کی چودہ گھڑیاں ہو جاتی ہیں اور اس کو اہل حساب مستقیمہ کہتے ہیں سو بعض کہتے ہیں کہ مراد یہاں ان گھڑیوں سے آفاقیہ گھڑیاں ہیں جو تعداد میں کم وبیش نہیں ہوتی ہیں مقدار میں ہو جاتی ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ اور ابن حبیب مالکی اور جمہور علماء کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ جمعہ کے واسطے اول ساعت میں جائے اور وہ کہتے ہیں کہ پہلی گھڑی اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب کہ سورج نکلے اور

چھٹی گھڑی وہ ہے جس کی انتہا آفتاب ڈھلنے کے ساتھ متصل ہے سو اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص سورج ڈھلنے کے بعد آئے اس کو قربانیوں سے کسی چیز کا ثواب نہیں نہ انڈے کا نہ چڑیا کا گو زوال کے اول لحظہ میں آ جائے اور نیز گھڑیوں کا ذکر آپ نے اس واسطے فرمایا ہے کہ لوگوں کو اول وقت جانے کی ترغیب اور محبت ہو کہ اس کی فضیلت کو حاصل کریں اور پہلی صف میں جگہ پکڑیں اور نفل پڑھیں اور نماز کا انتظار کریں اور ذکر وغیرہ کریں اور زوال کے بعد ان سب چیزوں سے کوئی بھی حاصل نہیں ہوتی ہے اور ثواب سے آدمی محروم رہتا ہے کہ اذان کے بعد ٹھہرنا حرام ہے پس معلوم ہوا کہ زوال کے بعد ثواب نہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جتنے آدمی اول گھڑی میں آئیں دو چار یا پچاس یا سو مثلاً سب کو ایک برابر ثواب ملے گا یعنی اونٹ کی قربانی کا خواہ کوئی اول گھڑی کے ابتدا میں آئے یا اس کے انتہا میں آئے لیکن اتنا فرق ضرور ہو گا کہ پہلے اونٹ دوسرے کے اونٹ سے کامل اور موٹا تازہ ہو گا اور اسی طرح دوسری ساعت میں جتنے آدمی آئیں سب کو برابر ثواب ملے گا یعنی گائے کی قربانی کا وعلی ہذا القیاس سب گھڑیوں کو اسی طرح سمجھنا چاہیے اور ظاہر اس اونٹ وغیرہ کی قربانی ذکر کرنے سے یہی مراد معلوم ہوتی ہے کہ اگر مثلاً پہلی ساعت میں آنے والے کے ثواب کو ایک جسم دار چیز فرض کیا جائے تو وہ ثواب اونٹ کے جسم کے برابر ہو گا اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جتنا ثواب اونٹ کی قربانی کرنے والے کو ملتا ہے سو اول ساعت جمعہ میں جانے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ مثلاً جتنا کہ اونٹ اور گائے کی قیمت میں فرق ہے اتنا ہی اول ساعت اور دوسری ساعت وغیرہ میں جانے والے کے درمیان فرق ہے یعنی پہلے کا ثواب زیادہ ہے اور دوسرے کا کم ہے اور بعض نے کہا کہ مراد گھڑیوں سے لحظات لطیفہ ہیں جو ایک ایک ساعت کے درمیان بہت موجود ہو سکتے ہیں اور مراد اونٹ وغیرہ سے کمی بیشی ثواب کی ہے پس اب معنی اس حدیث کا یہ ہو گا کہ جمعہ کے دن پہلے اور پیچھے آنے والوں کے درجوں اور مرتبوں میں فرق ہے پانچ چھ وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں اور اس تخصیص پر کوئی دلیل بھی نہیں اور اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں آتا لیکن ایک حدیث میں ابوداؤد وغیرہ سے آیا ہے کہ جمعہ کے دن کی بارہ گھڑیاں ہیں سو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ شاید مقصود اس سے اس ساعت کے لحظوں کو بیان کرنا ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے واللہ اعلم۔ اور اکثر مالکیہ اور بعض شافعیہ کہتے ہیں کہ مراد ان گھڑیوں سے وہ لحظے ہیں جو سورج ڈھلنے کے بعد واقع ہوتے ہیں ابتدا ان کی زوال سے ہے اور انتہا ان کی امام کا منبر پر بیٹھنا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اول وقت جمعہ کی طرف جانا مکروہ ہے لیکن امام احمد رحمہ اللہ علیہ اور ابن حبیب مالکی نے اس پر سخت انکار کیا ہے امام احمد رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مخالفت ہے یعنی اس لیے کہ حدیث عام ہے کہ زوال سے پہلے آئے یا پیچھے آئے سو اس واسطے کہ لفظ راح کا معنی مطلق جانے کا ہے کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں پس زوال سے پہلے جانے کو مکروہ کہنا اس حدیث کے بے شک مخالف ہے اور بعض نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے

اس پر کہ زوال سے پہلے جمعہ پڑھنا جائز ہے اس لیے کہ فجر سے لے کر دوپہر تک چھ گھڑیاں ہوتی ہیں اور اس حدیث میں پانچ ساعتوں کو بیان کر کے بعد اس کے امام کا نکلنا بیان فرمایا اور امام کا نکلنا جمعہ کے اول وقت میں ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کا نکلنا چھٹی ساعت کی ابتدا میں واقع ہوگا اور وہ قطعا زوال سے پہلے ہے پس جمعہ زوال سے پہلے جائز ہوا سو جواب اس کا یہ ہے کہ پہلی ساعت تو غسل وغیرہ میں چلی جاتی ہے تو اب شروع جانے دوسری ساعت کے ابتدا سے ہوگا اور دوسری جانے کا شروع تیسری کے ابتدا سے ہوگا اور ان دونوں کے درمیان نسبت پہلی دوسری کے ہے وعلی ہذا القیاس پانچویں کا جانا چھٹی ساعت کے اول سے شروع ہوگا اور اس کے انتہا میں ختم ہوگا پس اس بنا پر پانچویں ساعت کا انتہا زوال کا ابتدا ہوگا پس اعتراض دفع ہوگیا اور نیز ممکن ہے کہ یہ حدیث باعتبار موسم سردی کے ہو کہ اس میں دن کی دس گھڑیاں رہ جاتی ہیں پس اس صورت میں پانچویں کا انتہا اول زوال ہوگا اور نیز چھٹی ساعت کا ذکر بھی دوسری حدیث میں آچکا ہے جیسے کہ اوپر گزرا پس اس صورت میں یہ استدلال بالکل باطل ہو جاتا ہے وباللہ التوفیق۔ اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ جمعہ کے دن غسل کرنے اور اس کی طرف اول وقت جانے کی بڑی فضیلت ہے اور یہ کہ لوگوں کے درجوں میں فرق ہے باعتبار عملوں کے اور یہ کہ تھوڑا صدقہ دینا شرع میں معیوب نہیں یعنی گو انڈا ہو یا اس سے کم ہو اور یہ کہ اونٹ کی قربانی کرنی گائے' بیل کی قربانی سے افضل ہے چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ سب علماء کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ ہدی میں یعنی اس قربانی میں جو حاجی لوگ (مکے میں گھر سے لے جاتے ہیں) اونٹ گائے سے افضل ہے اور عید کی قربانی میں اختلاف ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کے نزدیک اس میں اونٹ افضل ہے بعد اس کے گائے بعد اس کے بکری اور دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو اس باب میں گزری ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عید میں بکری سب سے افضل ہے پھر گائے پھر اونٹ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کی قربانی کی سو جواب اس کا یہ ہے کہ احتمال ہے کہ آپ کو اس وقت صرف بکری ملی ہو اور کوئی جانور ہاتھ نہ آیا ہو یا واسطے بیانِ جواز کے کیا ہو یہ بھی جائز ہے اور دوسری حدیث میں ثابت ہوا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے قربانی کی اور یہ جو فرمایا کہ فرشتے لکھتے جاتے ہیں تو یہ فرشتے کراما کاتبین کے سوا اور فرشتے ہیں ان کا کام صرف یہی ہے کہ جمعہ کے دن مسجد میں آنے والوں کو لکھتے جاتے ہیں پھر کاغذوں کو لپیٹ کر چلے جاتے ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب خطبہ شروع ہو جائے تو اس وقت آنے والے کا نام فرشتے اپنے دفتر میں نہیں لکھتے۔

بَابٌ . — یہ باب ہے۔

٨٣٣ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى هُوَ ابْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ

٨٣٣۔ ترجمہ اس کا اوپر گزر چکا ہے عثمان رضی اللہ عنہ اول وقت سے دیر کر کے جمعہ میں آئے سو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو جھڑکا

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ أَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بَیْنَمَا هُوَ یَخْطُبُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لِمَ تَحْتَبِسُوْنَ عَنِ الصَّلَاةِ فَقَالَ الرَّجُلُ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ النِّدَآءَ تَوَضَّأْتُ فَقَالَ أَلَمْ تَسْمَعُوا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَاحَ أَحَدُکُمْ إِلَی الْجُمُعَةِ فَلْیَغْتَسِلْ.

اس میں اتنا زیادہ یہ کہ جب کوئی جمعہ کی نماز کو جانا چاہے تو چاہیے کہ غسل کرے کہ سنت ہے۔

**فائدہ:** اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی مسئلہ بیان نہیں کیا اس لیے کہ اس کو پہلے باب سے تعلق ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے اول وقت ترک کرنے پر انکار کیا حالانکہ اس وقت بہت اصحاب بیٹھے تھے سو اگر اول وقت کی زیادہ فضیلت ہوتی تو اس پر انکار نہ کرتے اور نیز اس میں اشارہ ہے طرف رد کرنے اس شخص کے جو اول وقت ترک کرنے پر مدینے والوں کے اجماع کا دعویٰ کرتا ہے اس لیے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اتنے صحابہ اور تابعین وغیرہ اہل مدینے کے درمیان اول وقت ترک کرنے پر انکار کیا سو اگر اہل مدینہ کا اس پر اجماع ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ اس سے انکار نہ کرتے یا باقی صحابہ وغیرہ اس کا اقرار کرتے۔ واللہ اعلم

## بَابُ الدُّهْنِ لِلْجُمُعَةِ.

جمعہ کی نماز میں جانے کے واسطے تیل لگانا۔

٨٣٤ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ قَالَ أَخْبَرَنِیْ أَبِیْ عَنِ ابْنِ وَدِیْعَةَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَغْتَسِلُ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَیَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَّیَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ أَوْ یَمَسُّ مِنْ طِیْبِ بَیْتِهٖ ثُمَّ یَخْرُجُ فَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اثْنَیْنِ ثُمَّ یُصَلِّیْ مَا کُتِبَ لَهٗ ثُمَّ یُنْصِتُ إِذَا تَکَلَّمَ الْإِمَامُ إِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰی.

٨٣٤۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن نہائے اور جہاں تک اس سے ہو سکے طہارت اور پاکی حاصل کرے اور تیل ملے یا اپنے گھر سے خوشبو لگائے پھر جمعہ کی طرف جائے اور جب مسجد میں آئے تو دو ملے بیٹھوں میں فرق نہ ڈالے یعنی ان کی گردن پر سے گزر کر آگے نہ جائے پھر نماز پڑھے جتنی اس کی قسمت میں ہے پھر جب امام خطبہ پڑھے تو چپ رہ کر سنتا رہے تو اس کے وہ گناہ بخشے جائیں گے جو اس جمعہ اور گزرے جمعہ کے درمیان ہیں۔

**فائدہ:** مراد اچھی طرح پاکی حاصل کرنے سے یہ ہے کہ ناخن کٹوائے اور لبوں کو کتروائے اور بغلوں اور زیر ناف

وغیرہ کے بال منڈائے اور یا مراد نہانے سے بدن پر پانی ڈالنا ہے اور طہارت سے مراد سر کا دھونا ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن تیل ملنے میں بڑی فضیلت ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن لوگوں کی گردن پر سے چل کر آگے بڑھنا مکروہ ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ لوگوں کے آگے سے بڑھنا اسی شخص کو منع ہے جو بلا ضرورت آگے بڑھے اور جس کو ضرورت ہو اور بغیر اس کے اپنی جگہ میں نہ پہنچ سکے تو اس کے لیے نمازیوں کے آگے بڑھنا جائز ہے مثلاً اگر امام بغیر اس کے اپنی جگہ میں نہ پہنچ سکے تو اس کو لوگوں کی گردنوں سے چل کر جانا جائز ہے اور ایسے ہی جو کسی صف کو پورا کرنا چاہے اس کو بھی آگے بڑھنا جائز ہے لیکن اگر پیچھے خالی جگہ پائے تو مستحب ہے کہ وہیں بیٹھ جائے اور ایسے ہی جو شخص کسی ضرورت کے واسطے اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر جائے تو اس کو بھی اپنی جگہ میں پھر آنے کے واسطے تخطی کرنا جائز ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تخطی اسی وقت منع ہے جب کہ امام منبر پر کھڑا ہوا اور پہلے اس سے جائز ہے لیکن یہ قول ظاہر حدیث کے مخالف ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے جائز ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن دوپہر کے وقت نفل پڑھنے جائز ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلی حدیث میں جو گھڑیوں کا ذکر آیا ہے تو وہ گھڑیاں زوال سے پہلے ہیں پیچھے نہیں جیسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کہتے ہیں اس لیے کہ امام کا خطبے کے واسطے نکلنا عین زوال کے متصل ہوتا ہے اور اس وقت اتنی گنجائش نہیں ہوتی کہ اس میں نفل وغیرہ پڑھے جائیں پس معلوم ہوا کہ جمہور کا مذہب ٹھیک ہے سو اس سب بیان سے معلوم ہوا کہ گناہوں کا معاف ہونا اسی وقت ہے جب کہ یہ سب شرطیں مذکورہ پائی جائیں گی یعنی غسل اور پاکی حاصل کرنا اور خوشبو یا تیل لگانا اور عمدہ کپڑے پہننا اور خطبے کے وقت چپ رہنا اور جمعہ کی طرف آرام سے چلنا اور لوگوں کی گردنوں سے آگے نہ بڑھنا اور کسی کو تکلیف نہ دینا اور جمعہ سے پہلے نفل پڑھنا اور خطبے کے وقت چپ رہنا اور لغو بات نہ کرنا سو جو شخص ان سب شرطوں کو بجا لائے اس کے گناہ بخشے جائیں گے جو اس جمعہ اور گزرے ہوئے جمعہ کے درمیان ہوئے ہیں لیکن ان گناہوں سے مراد صغیرہ ہیں اس سے کبیرہ نہیں بخشے جائیں گے ان کے واسطے استغفار کرے اور سچی توبہ کرے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ غسل مستحب ہے واجب نہیں دوم یہ کہ جمعہ کے دن امام کے آنے سے پہلے نفل پڑھنے مستحب ہیں اور یہی مذہب ہے شافعیہ اور جمہور علماء کا سوم یہ کہ مطلق نفلوں کی کوئی حد مقرر نہیں جتنے چاہے پڑھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مقدر ہو پڑھے اور یہ کہ خطبے کے بعد تکبیر تحریمہ سے کلام کرنی جائز ہے۔ کذا قالہ النووی.

٨٣٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ طَاوُسٌ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ ذَكَرُوْا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

٨٣٥۔ حضرت طاؤس سے روایت ہے کہ اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن نہاؤ اور اپنے سر کو دھو ڈالو اگرچہ تم کو غسل

وَسَلَّمَ قَالَ اغْتَسِلُوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْسِلُوْا رُؤُوْسَكُمْ وَإِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا جُنُبًا وَّأَصِيْبُوْا مِنَ الطِّيْبِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَمَّا الْغُسْلُ فَنَعَمْ وَأَمَّا الطِّيْبُ فَلَا أَدْرِيْ.

جنابت کی حاجت نہ ہو اور خوشبو لگاؤ جو میسر ہو سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نہانا تو آپ نے فرمایا ہے اور خوشبو لگانے کو میں نہیں جانتا کہ آپ نے فرمایا ہے یا نہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنابت کا غسل جمعہ کے غسل سے کافی ہو جاتا ہے خواہ اس کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور یہی مذہب ہے اکثر صحابہ اور تابعین وغیرہ اہل علم کا اور اس حدیث میں تیل لگانے کا ذکر نہیں لیکن اس کے دوسرے طریق میں تیل لگانے کا ذکر آ گیا ہے جیسا کہ ابھی آتا ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

٨٣٦ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ ذَكَرَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ أَيَمَسُّ طِيْبًا أَوْ دُهْنًا إِنْ كَانَ عِنْدَ أَهْلِهِ فَقَالَ لَا أَعْلَمُهُ.

٨٣٦۔ حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جمعہ کے دن غسل کرنے میں بیان کی سو میں نے اس سے کہا کہ کیا خوشبو یا تیل بھی لگائے اگر اس کے گھر والوں کے پاس ہو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں اس کو نہیں جانتا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یا نہیں۔

**فائدہ:** شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اشارہ کرنا ہے اس طرف کہ غسل کے سوا مسواک کرنا اور خوشبو وغیرہ لگانا واجب نہیں اگرچہ اس کی ترغیب آ چکی ہے اور وجہ مناسبت اس حدیث کی باب سے پہلے گزر چکی ہے۔

## بَابُ مَا يَلْبَسُ أَحْسَنَ مَا يَجِدُ.

## جمعہ کے دن عمدہ کپڑے پہننے کا بیان۔

٨٣٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأٰى حُلَّةَ سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اشْتَرَيْتَ هٰذِهِ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوْا عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

٨٣٧۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے ایک ریشمی جوڑا مسجد کے دروازے پر بکتا دیکھا سو عرض کی کہ یا حضرت! اگر آپ اس کو خرید لیں اور جمعہ کے دن اور بادشاہوں کے ایلچی آنے کے وقت اس کو پہنا کریں تو یہ خوب ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ریشمی کپڑا تو وہ پہنتا ہے جو آخرت میں بے نصیب ہو پھر اس کے بعد اسی قسم کے کئی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ ثُمَّ جَآءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا حُلَلٌ فَأَعْطٰى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَسَوْتَنِيْهَا وَقَدْ قُلْتَ فِيْ حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا فَكَسَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخًا لَّهٗ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا.

جوڑے حضرت ﷺ کے پاس آئے سو آپ نے ایک جوڑا ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا حضرت! آپ نے مجھ کو یہ ریشمی جوڑا پہنایا ہے اور حالانکہ آپ نے عطارد کے جوڑوں میں کیا کچھ کہا تھا یعنی اس کو پہننا حرام فرمایا تھا آپ نے فرمایا کہ میں نے ریشمی جوڑا تجھ کو اس واسطے نہیں دیا کہ تو اس کو پہنے یعنی بلکہ میں نے تجھ کو صرف اس واسطے دیا ہے کہ تو اس کو بیچ کر اس کی قیمت سے فائدہ اٹھائے سو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہ جوڑا اپنے ایک بھائی مشرک کو دے دیا جو مکے میں رہتا تھا۔

**فائدہ:** حلہ کہتے ہیں دو کپڑوں کو یعنی چادر اور تہ بند اور یہ بھائی ان کا ماں کی طرف سے تھا یعنی دونوں کی ماں ایک تھی اور باپ دو تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ریشمی کپڑا پہننا حرام ہے بیچنا درست ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن عمدہ کپڑے پہننے اور زینت کرنی مستحب ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کے جواب میں اصل زینت اور تجمل کو برقرار رکھا صرف اس کپڑے سے منع کیا کہ وہ ریشمی تھا اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ السِّوَاكِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ. جمعہ کے دن مسواک کرنے کا بیان۔

**فائدہ:** جاننا چاہیے کہ مسواک کرنا سنت ہے واجب نہیں نہ نماز میں اور نہ نماز سے باہر اور اس پر سب علماء معتبرین محققین کا اجماع ہو چکا ہے صرف داؤد ظاہری سے اس کا وجوب منقول ہے لیکن وہ نقل صحیح نہیں بلکہ وہ بھی سنت کا قائل ہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مسواک کرنا ہر حال میں سنت ہے خصوصا نماز پنجگانہ میں تو اس کی زیادہ تاکید ہے اور وضو اور قرأت قرآن اور نیند اور سکوت اور بھوک کے وقت زیادہ تر مستحب ہے اور مسواک کڑوی لکڑی کی چاہیے پیلو کی مسواک سب سے بہتر ہے چھوٹی انگلی برابر موٹی اور بالشت برابر لمبی ہو اور وجہ اس کی یہ ہے اس سے منہ کی بدبو دفع ہو جاتی ہے اور چونکہ جمعہ کے دن غسل کرنا اور ظاہر بدن کا پاک صاف کرنا مطلوب تھا جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا تو اس واسطے مناسب ہوا کہ اس کے ساتھ منہ کو بھی صاف کیا جائے کہ وہ اصل جگہ ذکر اور مناجات کی ہے اس واسطے بعد اس کے مسواک کرنا بیان کرنا مناسب ہوا، واللہ اعلم۔

وَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

اور ابو سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ سے روایت کی ہے کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَنُّ.

آپ مسواک کرتے تھے اور اس سے دانتوں کو ملتے تھے اور یہ پوری حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث میں کسی خاص وقت کا ذکر نہیں عام ہے پس جمعہ کو بھی شامل ہوگئی پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی۔

۸۳۸ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ أَوْ عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ.

۸۳۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت یا لوگوں پر مشکل نہ جانتا تو میں ان کو واجب کر کے مسواک کا حکم کرتا ہر نماز میں۔

**فائدہ:** یہ حدیث بھی عام ہے پس جمعہ کی نماز کو بھی شامل ہوگئی پس جمعہ میں مسواک کرنا ثابت ہوگیا۔

۸۳۹ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ الْحَبْحَابِ حَدَّثَنَا أَنَسٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ.

۸۳۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم سے مسواک کرنے کی خوبی بارہا کہی۔

**فائدہ:** یعنی مسواک میں غفلت اور سستی نہ کرو مسواک کی عادت ڈالو اور جب آپ نے اس کی خوبی بارہا بیان فرمائی تو اس کو ہر نماز میں کرنا چاہیے اور ہمیشہ کو مسواک کے واجب کرنے میں مشکل ہے لیکن خاص ایک دن مسواک کے معین کرنے میں مشکل نہیں یعنی جمعہ کے دن پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

۸٤۰ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَّحُصَيْنٍ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ.

۸٤۰۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات سے اٹھتے یعنی تہجد کو تو اپنے منہ کو مسواک کرتے اور اس سے دانتوں کو ملتے۔

**فائدہ:** جب رات کے وقت آپ نے باوجود تنہا ہونے کے مسواک کی تو جمعہ کے دن مسواک کرنا بطریق اولیٰ چاہیے کہ اس دن زینت کرنی اور خوشبو ملنے کا حکم ہوا ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی۔

### بَابُ مَنْ تَسَوَّكَ بِسِوَاكِ غَيْرِهِ.

دوسرے کی مسواک کرنے کا کیا حکم ہے؟۔

٨٤١ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَّمَعَهُ سِوَاكٌ يَّسْتَنُّ بِهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ أَعْطِنِي هٰذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَأَعْطَانِيْهِ فَقَصَمْتُهُ ثُمَّ مَضَغْتُهُ فَأَعْطَيْتُهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهِ وَهُوَ مُسْتَسْنِدٌ إِلٰى صَدْرِيْ.

٨٤١۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ (عائشہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی ہیں) میرے حجرے میں آئے اور ان کے پاس مسواک تھی جس سے وہ اپنے دانتوں کو ملتے تھے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف نظر کی سو میں نے اس کو کہا (عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے) کہ اے عبدالرحمٰن! یہ مسواک مجھ کو دے سو اس نے مجھ کو مسواک دی سو میں نے اسکو دانتوں سے توڑا اور اس کے پہلے ریشوں کو دور کیا پھر میں نے وہ مسواک دانتوں میں چبا کر آپ کو دی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر کی مسواک کرنی جائز ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی مسواک لے کر اس سے دانتوں کو ملا لیکن یہ اسی وقت لائق ہے جب کہ دوسرے کے منہ کی بو کو مکروہ نہ جانتا ہو اس لیے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسواک کے پہلے ریشوں کو کاٹ ڈالا اور اس کو چبا کر آپ کو دی اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسواک کرنے کی نہایت تاکید ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری میں بھی اس کو نہ چھوڑا۔

## بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

## ان سورتوں کا بیان جو جمعہ کے دن فجر کی نماز میں پڑھی جاتی ہیں۔

٨٤٢ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ هُرْمُزَ الْأَعْرَجُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ﴿آلٓمّٓ تَنْزِيْلُ﴾ السَّجْدَةَ وَ ﴿هَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾.

٨٤٢۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل وهل اتى على الانسان پڑھا کرتے تھے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ان دو سورتوں کو پڑھنا مستحب ہے اس لیے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اکثر اوقات پڑھا کرتے تھے بلکہ طبرانی وغیرہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ہمیشہ پڑھا کرتے اور کان کا لفظ اگرچہ ہمیشگی پر دلالت نہیں

کرتا لیکن یہ حدیث نص ہے ہمیشگی میں اور یہی مذہب ہے اکثر اہل علم کا صحابہ اور تابعین وغیرہ سے کہتے ہیں کہ جمعہ کی فجر میں ان کو پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ ابن منذر وغیرہ نے نقل کیا ہے یہاں تک کہ ابراہیم بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ اُس نے مدینے میں جمعہ کے دن لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی سو دونوں رکعت میں ان دونوں کو پڑھا اور یہی مذہب ہے شافعیہ وغیرہ علماء کا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدے کی آیت نماز میں پڑھنی مکروہ نہیں اور سجدہ کرنا بھی نماز میں مکروہ نہیں اور حنفیہ کہتے ہیں کہ کسی خاص سورت کو کسی خاص نماز کے واسطے معین کر رکھنا مکروہ ہے سو جمعہ کے دن ان دو سورتوں کا پڑھنا اس شرط سے مستحب ہے کہ کبھی کبھی ان کو چھوڑ دے اور دوسری سورت کو پڑھ لے تا کہ عوام لوگ یہ اعتقاد نہ کر بیٹھیں کہ ان کے سوا اور سورتوں کا پڑھنا کافی نہیں یا اور سورتوں کا پڑھنا مکروہ ہے اور بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ اس سے باقی قرآن کا بالکل چھوڑ دینا لازم آتا ہے یا تعیین کا وہم پڑتا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر عوام کے اعتقاد پر موقوف رکھا جائے تو ہر مستحب کام پر ہمیشگی کرنی مکروہ ہو گی حالانکہ یہ بات بالاجماع باطل ہے اس لیے کہ اگر کوئی شخص کسی مستحب کام کو مستحب جان کر اس پر ہمیشگی کرے تو وہ بے شک ثواب پائے گا اور نیز اس صورت میں نفلوں وغیرہ مستحبات کا بالکل چھوڑ دینا بھی مکروہ ہو گا اس لیے کہ اگر ایک کام مستحب کو ہمیشہ ترک کیا جائے اور تمام عمر میں ایک بار بھی اس کے ساتھ عمل نہ کیا جائے تو بیشک یہ خوف ہے کہ عوام اعتقاد کر بیٹھیں کہ یہ کام جائز نہیں پس لازم آئے گا کہ مستحب کا ہمیشہ ترک کرنا بھی مکروہ ہو گا حالانکہ یہ بات بھی بالاجماع باطل ہے فما هو جوابكم فهو جوابنا اور نیز عوام کے اعتقاد کا خوف تو جب ہو جب کہ تمام جہان میں عالم کوئی نہ رہے اور وعظ نصیحت کرنے والے جہاں سے بالکل ناپید ہو جائیں اس لیے کہ اگر فرضاً عوام کے اعتقاد کا خوف بھی تسلیم کیا جائے تو علماء ان کو زبانی بھی یہ مسئلہ سمجھا سکتے ہیں کہ یہ امر واجب نہیں مستحب ہے اس کے کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے میں کچھ عذاب نہیں اور اس وہم کو وعظ ونصیحت میں دفع کر سکتے ہیں اور وعظ ونصیحت میں اکثر ایسا موقع ہو جاتا ہے پھر کیا علماء کا عوام کو زبانی سمجھانا کافی نہیں ہو سکتا کہ اس کو کبھی ترک کریں بلکہ بتلانے سے تو دونوں امر حاصل ہو جاتے ہیں حدیث پر عمل بھی اور عوام کا اعتقاد دفع کرنا بھی اور نیز سب عوام کا یہ حال نہیں بلکہ جو لوگ فہمیدہ اور سمجھ دار ہیں وہ ہرگز ایسا اعتقاد نہیں رکھ سکتے اور نیز بہت بار تجربہ کیا گیا اور لوگوں کو سمجھایا گیا کہ پنجگانہ نماز کے ساتھ جو نفل پڑھے جاتے ہیں یہ فرض واجب نہیں اور صدہا بار عوام کے سامنے ان نفلوں کو ترک بھی کیا گیا لیکن وہ ان کو ویسے ہی فرضوں کے برابر سمجھتے ہیں ان کو چھوڑنے کے کبھی روادار نہیں ہوتے بلکہ جو چھوڑے اس پر سخت انکار کرتے ہیں پس اس صورت میں عوام کے اعتقاد کا کیا علاج کیا جائے گا بینوا توجروا۔ اور نیز اس سے باقی قرآن کا ترک کرنا بھی لازم نہیں آتا ہے اس لیے کہ جب دوسری نمازوں میں اور سورتیں پڑھ لے گا تو یہ بات لازم نہیں آئے گی اور نیز اگر کسی خاص سورت کو کسی خاص نماز میں پڑھنے سے تعیین کا وہم پڑتا ہے تو ایسے ہی تمام قرآن سے دو چار یا دس

سورتیں مثلاً یاد کر رکھنے اور انہی کو ہمیشہ بار بار نمازوں میں پڑھنا بھی وہم تعیین کو مستلزم ہو گا پس لازم آئے گا کہ ہر ہر آدمی تمام قرآن کو یاد کرے اور باری باری سے تمام قرآن کو نمازوں میں پڑھا کرے تا کہ وہم تعیین کا لازم نہ آئے حالانکہ یہ تکلیف بمالا یطاق ہے اور آیت ﴿فاقرء وا ما تیسر من القرآن﴾ کے صریح خلاف ہے اور نیز بخاری کے تیسرے پارے میں پہلے گزر چکا ہے کہ ایک شخص سورۂ ﴿قل هو الله احد﴾ کو صبح کی نماز میں ہمیشہ پڑھا کرتا تھا سو مقتدیوں نے حضرت ﷺ سے اس کی شکایت کی تب حضرت ﷺ نے اس کو بلا کر پوچھا تو نے اس سورہ کو کیوں مقرر کر رکھا ہے اس نے عرض کی کہ میں اس سے بہت محبت رکھتا ہوں تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کی محبت تجھ کو بہشت میں داخل کرے گی پس یہ حدیث صریح ہے اس باب میں کہ کسی سورہ کو کسی نماز کے واسطے خاص کر لینا مکروہ نہیں بلکہ بہشت میں داخل ہونے کا سبب ہے اگر اس سے محبت رکھتا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ سجدہ کی آیت نماز میں پڑھنی مکروہ ہے اور وجہ اس کراہیت کی بعض مالکیہ تو وہی بیان کرتے ہیں کہ اس میں خوف ہے کہ عوام اس کو فرض نہ سمجھ لیں سو اس وجہ کا جواب تو گزر چکا ہے اور بعض وجہ کراہیت کی یہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے فرضوں میں ایک سجدے کا زیادہ ہونا لازم آتا ہے سو یہ حدیث صریح ہے اس کے رد میں اسی واسطے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ پر حجت ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ جواب دیتے ہیں کہ مدینے والوں نے اس پر عمل نہیں کیا سو جواب اس کا یہ ہے جو فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ دعویٰ باطل ہے اس لیے کہ اکثر صحابہ اور تابعین وغیرہ اہل علم کا عمل اس پر ثابت ہو چکا ہے کما مر۔

**فائدہ ثانیہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ میں نے اس حدیث کے کسی طریق میں نہیں دیکھا کہ حضرت ﷺ نے سورۂ الم تنزیل میں سجدہ کیا ہو لیکن ابن ابی داؤد اور طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت ﷺ نے جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورۂ الم تنزیل پڑھی اور اس میں سجدہ کیا لیکن اسناد ان دونوں حدیثوں کی ضعیف ہیں فلا یصح بهما الاحتجاج.

**فائدہ ثالثہ:** بعض نے کہا کہ سورہ سجدہ کو جمعہ کے ساتھ خاص کرنے میں یہ حکمت ہے کہ نماز میں ایک سجدہ زیادہ ہو جائے یہاں تک کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اگر جمعہ کے دن اس سورہ کو خاص کر نہ پڑھے تو مستحب ہے کہ کسی اور سجدے والی سورہ کو پڑھے اور یہی روایت ہے ابراہیم اور ابن سیرین سے لیکن بہت علماء نے اس بات پر عیب پکڑا ہے اور اس کے قائل کو بے علمی کی طرف نسبت کیا ہے اور بعض نے کہا کہ اگر وقت تنگ ہو اور الم تنزیل السجدہ کے پڑھنے کی فرصت نہ ملے تو جتنی ہو سکے اتنی ہی پڑھ لے اور وجہ مطابقت اس باب کی پہلے بابوں سے یہ ہے کہ اس باب میں جمعہ کو ان دو سورتوں کے ساتھ خاص کیا گیا ہے پس یہ بھی من جملہ فضائل جمعہ کے ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرٰى وَالْمُدُنِ.

شہروں اور گاؤں میں جمعہ پڑھنے کا بیان۔

٨٤٣ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَبِيْ جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثٰى مِنَ الْبَحْرَيْنِ.

٨٤٣۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک پہلا جمعہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جمعہ پڑھنے کے بعد پڑھا گیا جو عبدالقیس کی مسجد میں تھا جواثٰی میں جو ایک گاؤں ہے بحرین کے گاؤں میں سے۔

**فائدہ:** ایک روایت میں آیا ہے قرية من قرى البحرين یعنی جواثٰی ایک گاؤں ہے بحرین کے گاؤں میں سے اور ایک روایت میں ہے کہ جواثٰی عبدالقیس کے گاؤں میں سے ہے اور حاصل دونوں کا ایک ہے اس لیے کہ بحرین کے گاؤں کو عبدالقیس کے گاؤں بھی کہتے ہیں تو مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں تشریف لائے تو آپ نے اپنی مسجد میں لوگوں کو جمعہ پڑھانا شروع کیا پھر بعد اس کے سب سے پہلے عبدالقیس کے گاؤں میں جمعہ پڑھنا شروع ہوا پھر بعد اس کے رفتہ رفتہ اور جگہوں میں بھی شروع ہو گیا سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز اور صحیح ہے اس لیے کہ ظاہر یہی بات ہے کہ عبدالقیس نے جمعہ پڑھنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے شروع کیا تھا اس لیے کہ یہ بات معلوم ہے کہ وحی کے زمانے میں اصحاب بے اطلاع حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی امر شرعی کی طرف مبادرت نہیں کرتے تھے اور نیز اگر جمعہ پڑھنا ناجائز ہوتا تو اس کے منع کے واسطے قرآن میں حکم اترتا جیسے کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ اور جابر رضی اللہ عنہ نے عزل کے جائز ہونے پر یہی دلیل پکڑی ہے کہ ہم لوگ قرآن نازل ہونے کے زمانے میں عزل کیا کرتے تھے سو اس کے منع کے واسطے قرآن میں حکم نہ اترا سو اگر عزل ناجائز ہوتا تو قرآن میں اس کا حکم اترتا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

٨٤٤ ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ يُوْنُسُ كَتَبَ رُزَيْقُ

٨٤٤۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ تم لوگوں میں ہر ایک شخص حاکم ہے اور لیث (راوی) نے اس حدیث میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ یونس نے کہا کہ رزیق نے ابن شہاب کو خط لکھا اور میں

بْنُ حُكَيْمٍ إِلَى ابْنِ شِهَابٍ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَئِذٍ بِوَادِي الْقُرٰى هَلْ تَرٰى أَنْ أُجَمِّعَ وَرُزَيْقٌ عَامِلٌ عَلٰى أَرْضٍ يَعْمَلُهَا وَفِيْهَا جَمَاعَةٌ مِّنَ السُّوْدَانِ وَغَيْرِهِمْ وَرُزَيْقٌ يَوْمَئِذٍ عَلٰى أَيْلَةَ فَكَتَبَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَنَا أَسْمَعُ يَأْمُرُهُ أَنْ يُجَمِّعَ يُخْبِرُهُ أَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ مَالِ أَبِيْهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

اس دن ابن شہاب کے ساتھ وادی قریٰ میں تھا کہ مدینے کے علاقے میں ایک جگہ کا نام ہے اور اس خط کا مضمون یہ تھا کہ کیا تو دیکھتا ہے کہ میں یہاں کے لوگوں کو جمعہ پڑھاؤں اور رزیق ایک زمین پر عامل تھا جس میں وہ کاشتکاری کرتا تھا اور رزیق اس دن ایلہ شہر کا حاکم تھا عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے یعنی رزیق دراصل حاکم تو ایلہ کا تھا لیکن وہ خود اس شہر میں نہیں رہتا تھا بلکہ اس کے علاقے میں ایک گاؤں تھا وہاں رہتا تھا اور اس میں کاشتکاری کرواتا تھا اور اس میں حبشی وغیرہ لوگوں کی ایک جماعت رہتی تھی (یونس نے کہا) کہ ابن شہاب نے میرے روبرو اس کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ جمعہ پڑھا کر کہ بیشک عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں میں ہر ایک شخص حاکم ہے اور ہر ایک اپنی رعیت اور زیردست سے پوچھا جائے گا کہ انصاف کیا یا ظلم اور بادشاہ سب ملک پر حاکم ہے تو اپنی رعیت سے پوچھا جائے گا اور مرد اپنی بیوی بال بچوں پر حاکم ہے تو وہ بھی اپنی رعیت سے پوچھا جائے گا کہ اُس نے ان کو نیک کام سکھلایا اور گناہ سے روکا یا نہیں اور بیوی اپنے خاوند کے مال اور گھر کی حاکم ہے تو وہ بھی اپنی رعیت سے پوچھی جائے گی کہ اس نے اس کی خیر خواہی اور مال کی حفاظت کی یا نہیں اور اسی طرح غلام اور نوکر اپنے آقا کے مال پر حاکم ہے تو وہ بھی اپنی رعیت سے پوچھا جائے گا کہ اُس نے اپنے آقا کی خیر خواہی اور اس کے مال کی حفاظت کی یا نہیں اور مرد اپنے باپ کے مال پر حاکم ہے تو وہ بھی اپنی رعیت سے پوچھا جائے گا اور رہ ہر ایک شخص حاکم ہے اور ہر ایک اپنی زیردست اور قابو والی چیز سے قیامت میں پوچھا جائے گا کہ تو نے باوجود قدرت اور قابو کے اس کا حق

کیوں نہ ادا کیا یعنی یہ سوال صرف بادشاہ پر موقوف نہیں ہر
ایک شخص سے اس طرح کا سوال ہوگا۔

**فائدہ:** ایلہ ایک شہر کا نام ہے مدینے اور مصر کے درمیان شام کی راہ میں قلزم کے کنارے پر عمر بن عبدالعزیز نے رزیق کو حاکم کر کے وہاں بھیجا ہوا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے اس لیے کہ جب ہر ایک شخص اپنی رعیت کے حقوق سے قیامت میں پوچھا جائے گا تو اب رعیت کے حقوق کو ادا کرنا اور احکام شریعت کو ان میں جاری کرنا حاکم پر واجب ہوا اور چونکہ رزیق بھی اس حبشی وغیرہ لوگوں کی جماعت پر حاکم تھا تو اب ان کے حقوق کا ادا کرنا اور ان میں احکام شریعت کا جاری کرنا واجب ہوا اور احکام شریعت کا ایک اعظم رکن جمعہ ہے تو اب اس کو قائم کرنا بھی واجب ہے اور اسی زمین میں اُس نے جمعہ پڑھنے کا حکم پوچھا تھا جس میں وہ کاشتکاری کرواتا تھا ایلہ شہر سے وہ جگہ بہت فاصلہ پر تھی فنا مصر کا اس کو حکم دینا صحیح نہیں تھا اس لیے کہ فنا کی تعریف اس پر صادق آنی ممکن نہیں کما سیاتی بیانہ انشاء اللہ تعالٰی ۔ اور ظاہر اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ شاید رزیق کو گاؤں میں جمعہ پڑھنے میں تردد تھا اس واسطے اس نے ابن شہاب سے یہ مسئلہ پوچھا پس اس سے ثابت ہوگیا کہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا صحیح ہے بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر صرف اپنے غلام اور نوکر ہی دو چار آدمی ہوں اور وہاں کوئی نہ ہو تو جب بھی جمعہ پڑھنا صحیح ہے اور اس قسم کی اور بھی کئی حدیثیں اور آثار آ چکے ہیں جو گاؤں میں جمعہ کے صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ ایک یہ حدیث ہے جو کہ طبرانی اور ابن عدی نے ام عبداللہ دوسیہ سے مرفوع روایت کی ہے کہ جمعہ ہر گاؤں پر واجب ہے جس میں امام ہو اگرچہ اس میں فقط چار آدمی ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ اگرچہ تین ہی مرد ہوں چوتھا امام ہو اور ایک یہ ہے جو ابن ابی شیبہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس نے بحرین والوں کی طرف لکھا کہ تم جس جگہ میں ہو وہیں جمعہ پڑھا کرو اور صحیح کہا ہے اس کو ابن خزیمہ نے اور یہ شامل ہے شہروں کو بھی اور گاؤں کو بھی یعنی خواہ گاؤں میں ہو یا شہر میں ہو ہر جگہ میں جمعہ پڑھتے رہا کرو اور ایک یہ ہے جو کہ بیہقی نے سعد بن سعد سے روایت کی ہے کہ جس شہر یا گاؤں میں آدمیوں کی جماعت ہو ان کو جمعہ پڑھنے کا حکم ہے کہ مصر کے لوگ اور اس کے اطراف میں رہنے والے عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمعہ پڑھا کرتے تھے ان کے حکم سے اور ان لوگوں میں اس وقت کئی اصحاب بھی موجود تھے اور ایک یہ ہے جو کہ عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ مکے اور مدینے کے درمیان پانی کے چشموں پر رہنے والے لوگوں کو جمعہ پڑھتے دیکھتے تھے اور ان کو اس سے منع نہیں کرتے تھے اور ایک یہ حدیث ہے جو کہ ابن ماجہ وغیرہ میں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے اسعد بن زرارہ نے ہم کو جمعہ پڑھایا پس ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ہر گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز اور صحیح ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ علیہ اور امام مالک رحمہ اللہ علیہ اور امام احمد رحمہ اللہ علیہ کا وہ کہتے ہیں کہ جس گاؤں میں چالیس

مرد بالغ ہوں اور گرمی سردی میں ہمیشہ وہیں رہتے ہوں ان کو جمعہ پڑھنا صحیح ہے خواہ ان کے گھر پکے ہوں یا کچے ہوں لیکن حنفیہ کہتے ہیں گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز اور صحیح نہیں اگر بغیر وجود شرائط یعنی شہر اور بادشاہ مسلمان وغیرہ کے پڑھے تو جمعہ صحیح نہیں اور شرطیں ادا کی ان کے نزدیک کئی ہیں اول شرط ان کی یہ ہے کہ شہر ہو یعنی گاؤں میں جمعہ درست نہیں اور اس شرط کی دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ اور تشریق شہر کے سوا کسی اور جگہ میں صحیح نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ حدیث علی رضی اللہ عنہ کی ضعیف ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر سب علماء کا اتفاق ہو چکا ہے اور امام شوکانی نے نیل میں کہا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا صحیح نہیں اور اس میں قیاس کو دخل ہے پس اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں اور تخریج ہدایہ میں لکھا ہے کہ بیہقی نے کہا کہ گاؤں میں جمعہ کے ناجائز ہونے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مروی نہیں اور بعض روایتوں میں یہ لفظ زیادہ ہے کہ عیدوں کی نماز بھی گاؤں میں درست نہیں اور اسناد اس کی ضعیف ہے انتہیٰ۔ اور نیز یہ قول صحابی کا ہے اور قول صحابی کا اصح مذہب میں حجت نہیں خاص کر جس مسئلے میں اختلاف ہو اس وقت تو بالاتفاق حجت نہیں ہے اور نیز جب صحیح حدیث موجود ہو تو اس کے مقابل میں بھی بالاتفاق حجت نہیں اور یہاں حدیث کلکم راع الخ وغیرہ موجود ہے کما مر پس قول علی رضی اللہ عنہ کا بالاتفاق حجت نہیں اور نیز عمر اور عثمان اور ابن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ سب صحابہ سے گاؤں میں جمعہ پڑھنا ثابت ہو چکا ہے جیسا کہ اسعد نے چالیس اصحاب کے ساتھ جمعہ پڑھا اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما وغیرہ کے حکم کرنے پر کسی نے انکار نہیں کیا پس یہ اجماع سکوتی ہو گا پس اتنے اصحاب کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کرنا کس طرح صحیح ہو گا اور نیز اس سے لازم آتا ہے کہ عید کی نماز بھی گاؤں میں صحیح نہ ہو حالانکہ تمام جہان شرفاء وغرباء ہر چھوٹے بڑے گاؤں میں عید کی نماز پڑھتے ہیں پس معلوم ہوا کہ اس قول علی رضی اللہ عنہ کے متروک العمل ہونے پر تمام جہان کا اجماع ہو چکا ہے خاص کر علماء کا پس اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں اور نیز احتمال ہے کہ اس میں لفظ لا کا نفی کمال کے واسطے ہو پس عدم صحت جمعہ پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے چہ جائیکہ اس سے شرطیت ثابت ہو سکے اور نیز آیت فاسعوا الی ذکر اللّٰہ مطلق ہے گاؤں وغیرہ سب کو شامل ہے جیسا کہ ابن ہمام نے تصریح کر دی ہے اور عام قرآن باعتبار اصول حنفیہ کے قطعی ہوتا ہے جب تک کسی قطعی کے ساتھ پہلے اس کے تخصیص نہ ہو جائے تب تک تخصیص اس کی خبر واحد کے ساتھ جائز نہیں ہوتی ہے اور جب کہ عام قطعی تخصیص خبر واحد سے جائز نہ ہوئی تو علی رضی اللہ عنہ کے قول سے تخصیص اس کی بطریق اولیٰ جائز ہو گی۔ اور دوسری دلیل شہر کے شرط ہونے پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو کہ مؤطا محمد میں ابو عبید سے روایت ہے کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ عید کی نماز میں حاضر ہوا اور وہ دن جمعہ کا تھا سو جب وہ نماز ادا کر چکے تو خطبہ پڑھا اور لوگوں سے کہا کہ آج دو عیدیں جمع ہوئی ہیں یعنی جمعہ اور عید سو جو شخص جمعہ پڑھنا چاہے تو اس کا انتظار کرے اور جو گھر کو

پلٹ جانا چاہے تو پلٹ جائے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حکم خاص کسی دن کے واسطے ہے جس میں جمعہ اور عید جمع ہو جائے ہر جمعہ میں یہ حکم نہیں اسی واسطے صرف جمعہ میں ایسا کہنا کسی سے ثابت نہیں ہوا اور نیز بخاری کی روایت میں مطلق من کا لفظ آیا ہے عوالی وغیرہ کی اس میں کوئی قید نہیں اس صورت میں یہ حکم سب کو شامل ہوگا اور نیز اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو اس واسطے رخصت دی تھی کہ گاؤں والوں پر جمعہ فرض نہیں بلکہ احتمال ہے کہ اُن کے گھر دور ہونے کے واسطے یا کسی اور عذر کے واسطے ان کو اجازت دی ہو بلکہ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہے اسی واسطے ان کو رخصت دی کہ وہ جانتے تھے کہ اگر ان کو اجازت نہ دی گئی تو جمعہ کے منتظر بیٹھے رہیں گے سو اگر جمعہ فرض نہ ہوتا تو ان کو اجازت دینے کے کوئی معنی نہ تھے پس یہ اجازت ان کی بالکل لغو ہو جاتی پس یہ اجازت صریح ہے اس میں کہ وہ لوگ جمعہ کو واجب جانتے اور ہمیشہ سے جمعہ میں حاضر ہوا کرتے تھے اسی واسطے ان کو اجازت دی گئی اور نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں کے لوگ عید کے دن بھی مدینے میں حاضر ہوا کرتے تھے پس جمعہ میں ان کا حاضر ہونا بطریقِ اولیٰ ہوگا کہ وہ فرض ہے اور نیز حنفیہ کے نزدیک جو گاؤں کہ شہر کے آس پاس ہو ان پر جمعہ کے واسطے شہر میں آنا واجب ہے پس مدینے کے آس پاس رہنے والوں کو اجازت کیوں دی گئی **فما هو جوابكم فهو جوابنا** اور جب کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو ترک جمعہ کی اجازت دے دی تو معلوم ہوا کہ شہر کے آس پاس والوں کو شہر کا حکم نہیں پس اس سے شرطیت مصر اور فنا مصر کی جڑ اکھڑ گئی اور نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں میں رہنے والوں کا جمعہ صحیح اور منعقد ہو جاتا ہے اور یہ حنفیہ کے مذہب کے بالکل مخالف ہے اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ بغیر شرائط اد کی جمعہ صحیح اور منعقد نہیں ہوتا **فبطل الاستدلال بهذا الحديث على اشتراط المصر وبالله التوفيق** اور تیسری دلیل شہر کے شرط ہونے پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مدینے کے آس پاس کے گاؤں سے لوگ جمعہ میں باری باری کے ساتھ آیا کرتے تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث میں دو لفظ واقع ہوئے ہیں ایک روایت میں **ينتابون** کا لفظ آیا ہے اور ایک روایت میں **يتناوبون** کا لفظ آیا ہے سو پہلے لفظ کا معنی صرف آنے کا ہے اور دوسرے لفظ کا معنی باری باری سے آنے کا ہے سو مراد اس دوسرے لفظ سے وہی پہلا معنی ہے یعنی لوگ جمعہ میں آیا کرتے تھے جیسے کہ نسائی وغیرہ کی روایت میں اس لفظ کے بدلے لفظ **يحضرون** کا آیا ہے یعنی حاضر ہوا کرتے تھے پس **يحضرون** کا لفظ اس کی تفسیر واقع ہوا ہے تا کہ ان لفظوں میں تطبیق ہو جائے اور نیز شہر کے آس پاس گاؤں والوں پر حنفیہ کے نزدیک جمعہ واجب ہے تو اب بقول ان کے بعض کے حاضر نہ ہونے سے معلوم ہوا کہ فنا مصر کو مصر کا حکم نہیں ورنہ سب لوگ جمعہ میں حاضر ہوا کرتے **فما هو جوابكم فهو جوابنا** اور نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں والوں کا جمعہ صحیح اور منعقد ہو جاتا ہے اور یہ حنفیہ کے مذہب کے مخالف ہے کہ اُن کے نزدیک بغیر وجود شرائط کے جمعہ منعقد نہیں ہوتا پس اگر اس حدیث سے

دلیل پکڑیں تو ان کا مذہب خود باطل ہو جائے گا اور نیز حنفیہ کے نزدیک فرضیت اور شرطیت خبر واحد سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے کہ **کماتقرر فی الاصول** اس لیے کہ **زیادة علی الکتاب** لازم آتی ہے پس اس حدیث سے شہر کی شرطیت پر استدلال کرنا صحیح نہیں اور دوسری شرط ادا جمعہ کی ان کے نزدیک یہ ہے کہ بادشاہ مسلمان ہو بغیر اس کے جمعہ صحیح نہیں اور وہ اس شرط کی دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمعہ کو فرض کیا ہے سو جو شخص اس کو چھوڑے اہانت کی رو سے یا انکار کی وجہ سے تو اس کا نماز اور روزہ اور حج زکوٰۃ وغیرہ کچھ قبول نہیں، الحدیث سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث نہایت ضعیف ہے بلکہ منکر اور موضوع ہے اس لیے کہ اس کے اسناد میں عبداللہ بن محمد عدوی ہے اور اس کو لوگ بلوی بھی کہتے ہیں سو امام وکیع نے کہا کہ یہ شخص موضوع حدیثیں بناتا تھا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس کی حدیث منکر ہے اور ابن حبان نے کہا کہ اس کی حدیث سے دلیل پکڑنی جائز نہیں اور بیہقی نے اس کو دوسرے طریق سے روایت کیا ہے اور اس طریق میں ذکر وقار کا واقع ہوا ہے اور صالح بن جزرہ نے کہا کہ وہ جھوٹا ہے اور ابن عدی نے کہا کہ وہ موضوع حدیثیں بناتا ہے اور مغنی میں کہا کہ اس کو جھوٹ کی تہمت لگاتے ہیں اور اس حدیث کو طبرانی نے بھی روایت کیا ہے سو اس کی سند میں موسیٰ بن عطیہ باہلی واقع ہوا ہے اور صاحب الزوائد نے کہا کہ اس کا حال کسی نے بیان نہیں کیا یعنی مجہول ہے اور یہ حدیث اس طور سے معروف نہیں اور اس حدیث کے تمام طرق کا مدار علی بن زید بن جدعان پر ہے سو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ علی بن زید ضعیف ہے اور ابن خزیمہ نے کہا کہ میں اس کے ساتھ دلیل نہیں پکڑتا ہوں کہ اس کا حافظہ خراب ہے اور سعید نے کہا کہ اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور بعض نے کہا کہ وہ سندوں کو بدل ڈالتا تھا اور دارقطنی نے اس حدیث کو دو طریقوں سے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ دونوں ثابت نہیں اور امام ابن عبدالبر نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد واہی ہے انتہیٰ۔ **کذا ذکرہ النواب مع فی دلیل الطالب** پس اب اس حدیث سے استدلال کرنا قطعاً باطل ہوا چہ جائیکہ فرضیت یا شرطیت پر دلالت کرے اور نیز حنفیہ کے نزدیک خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی ہے پس شرطیت بھی اس سے ثابت نہیں ہو گی اور نیز یہ حدیث بہت صحیح حدیثوں کی معارض ہے جو بغیر بادشاہ کے جمعہ کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں پس لامحالہ ان کو مقدم کیا جائے گا کہ تعارض کے وقت قوی کو ترجیح دی جاتی ہے اور ضعیف کو ترک کر دیا جاتا ہے اور نیز جمعہ کا مطلقاً جائز ہونا یعنی بغیر بادشاہ کے عبارۃ النص سے ثابت ہے اور اصول میں مقرر ہو چکا ہے کہ جو حکم دلالۃ النص سے ثابت ہے وہ خبر واحد اور قیاس سے مقدم ہوتا ہے سو جو حکم عبارۃ النص سے ثابت ہو وہ بطریق اولیٰ خبر واحد سے مقدم ہو گا اس لیے کہ تعارض کے وقت عبارت مقدم ہوتی ہے دلالت پر **کما تقرر فی الاصول** پس اس حدیث سے استدلال یا استشہاد کرنا بالکل باطل ہے کہ ایسی ضعیف بلکہ موضوع حدیث سے تائید لینی بھی جائز نہیں اور نیز یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس پر کہ امام کے ہوتے جمعہ کا ترک کرنا جائز

نہیں تو معلوم ہوا کہ جب امام نہ ہو تو جمعہ کو ترک کرنا جائز ہے اور جب اس کا ترک کرنا جائز ہوا تو اس کا پڑھنا بھی جائز ہوگا پس ثابت ہوا کہ بدون بادشاہ کے جمعہ صحیح اور منعقد ہو جاتا ہے اور یہ حنفیہ کے مذہب کے مخالف ہے کما مر اور نیز اس حدیث میں حقارت اور انکار کی قید موجود ہے پس اس سے لازم آیا کہ اگر امام کے ہوتے ہوئے سستی اور کاہلی کی وجہ سے جمعہ کو ترک کرے حقارت یا انکار مراد نہ ہو تو اس صورت میں اس پر کچھ گناہ نہیں جمعہ کو ترک کرنا جائز ہے ورنہ یہ قید بالکل لغو ہو جائے گی جو اس حدیث کے باطل کرنے کو مستلزم ہے اور نیز اس صورت میں امام کے موجود ہونے کی قید بھی بالکل باطل ہو جائے گی پس نماز جمعہ کی صحت کے واسطے اس حدیث سے بادشاہ مسلمان کی شرط ہونے پر استدلال کرنا قطعا باطل ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ نماز جمعہ کے واسطے بادشاہ کا ہونا شرط نہیں وباللہ التوفیق اور دوسری دلیل حنفیہ حاکم کے شرط ہونے پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو ابن ابی شیبہ نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ چار چیزیں حاکموں کی سپرد ہیں ایک ان میں سے جمعہ ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث محض بے اصل ہے اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ عینی حنفی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ تو حنفیوں کے اس قصور کو دیکھ کر اس حدیث کے حال بیان کرنے سے کس طرح سکوت کر گئے ہیں جس کو صاحب ہدایہ نے بے اصل بیان کیا ہے اور جب مخالف کے پاس اپنے مذہب کے واسطے صحیح حدیثیں موجود ہیں تو پھر وہ اس حدیث بے اصل کو کیونکر مان لے گا انتہی۔ عینی کی اس کلام سے معلوم ہوا کہ صحیح حدیثوں سے کہ صحت جمعہ کے واسطے بادشاہ مسلمان کا ہونا شرط نہیں اور نواب والا جاہ رحمۃ اللہ علیہ کے موعظ حسنہ میں لکھا ہے کہ حدیث کے اماموں نے تصریح کی ہے ساتھ اس بات کے کہ یہ کلام نہ پیغمبر کی ہے اور نہ اصحاب کی ہے تاکہ اس کے معنی اور تاویل کی حاجت ہو بلکہ وہ حسن بصری کی کلام ہے اور بعض حنفیہ نے اس باب میں بہت طویل کلام کی ہے لیکن وہ محض لغو اور لاطائل ہے پس سب کا جواب یہی کافی ہے کہ یہ کلام شریعت کی نہیں اور جو کلام شریعت کی نہ ہو وہ مردود ہے پس یہ کلام مردود ہوئی انتہی۔ پس جب معلوم ہوا کہ یہ حدیث محض بے اصل ہے تو اس سے استدلال کرنا جائز نہیں خاص کر صحیح حدیثوں کے مقابلہ میں اس سے استدلال کرنا تو بالاتفاق جائز نہیں اور نیز جن اصحاب کی طرف یہ قول منسوب ہے اُن سے ان کے برخلاف بھی ثابت ہو چکا ہے پس اس کے ساتھ استدلال کرنا صحیح نہیں خاص کر ایسی حالت میں کہ حنفیہ کے نزدیک جب راوی اپنے مروی کے برخلاف عمل کرے تو وہ دلیل ہی ہوتی ہے اس کے منسوخ ہونے کی بنا علیہ یہ قول منسوخ ہوگا اور نیز جب حنفیہ کے نزدیک خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی تو اس قول حسن بصری سے امام کی شرطیت کیسے ثابت ہو سکے گی اور باقی بحث اس حدیث کی ہماری کتاب کلام المتین میں موجود ہے شائق اس کا مطالعہ کرے اور تیسری دلیل حنفیہ شہر اور حاکم کی شرط ہونے پر یہ آیت پیش کرتے ہیں ﴿اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللّٰه وذروا البیع﴾ الآیة یعنی جب اذان دی جائے واسطے نماز کے دن جمعہ کے تو دوڑو طرف ذکر اللہ کی اور چھوڑ دو بیچنا۔ کہتے ہیں کہ ذکر کے لیے

کوئی ذکر کرنے والا ضرور چاہیے سو وہ امام اعظم یعنی بادشاہ ہوگا اور بیچنا چاہتا ہے اس بات کو کہ کوئی شہر ہو اس لیے کہ بیچنا خریدنا شہر ہی میں ہوتا ہے تو اس آیت سے بطریق اشارۃ النص اور اقتضاء کے دونوں شرطیں ثابت ہو گئیں۔ سو جواب اس کا کئی وجہ سے ہے وجہ اول یہ ہے کہ اقتضائی معنی اس کا مطلق ذاکر ہے بادشاہ کی قید اس کے مفہوم میں داخل نہیں بلکہ یہ قید خارجی ہے جو اپنی رائے سے لگائی گئی ہے پس شرط سلطان کی اس آیت سے اقتضاء پر ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی ہے اور مطلق ذاکر کو سلطان کے ساتھ قید کرنا مردود ہے اس لیے کہ ذکر اور وعظ ونصیحت کرنے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ اس کے واسطے خاص کوئی بادشاہ ہو بلکہ ہر عالم اور ہر فاضل کو وعظ اور ذکر کرنا جائز ہے بلکہ ہر ایک شخص کو حکم ہے کہ لوگوں کو وعظ سنائے اور جو کلمہ کلام کسی عالم سے سنے وہ اور لوگوں کو پہنچائے جیسے کہ بہت آیات اور احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں سو ان میں سے ایک آیت یہ ہے ﴿ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر﴾ یعنی چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور نیک بات بتلائے اور برے کام سے ہٹا دے اور ایک آیت یہ ہے ﴿فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة﴾ اور ایک حدیث یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا پہنچاؤ مجھ سے اگرچہ ایک ہی آیت ہو اور آپ نے حجۃ الوداع کے دن فرمایا کہ حاضر آدمی غائب کو پہنچا دے اور فرمایا اللہ تر و تازہ کرے منہ اس شخص کا جو میری حدیث سن کر یاد رکھے اور پھر اس کو اسی طرح پہنچا دے پس ان آیتوں اور حدیثوں سے معلوم ہوا کہ خطبے اور ذکر کے واسطے بادشاہ کا ہونا لازم نہیں بلکہ اور لوگوں کو بھی وعظ اور ذکر کرنا جائز ہے پس یہ شرط اس آیت سے ثابت نہ ہوئی وجہ دوم یہ ہے کہ اگر خطبے اور ذکر کے واسطے بادشاہ کا ہونا لازم ہے تو اس سے لازم آیا کہ اس زیادتی میں کسی عالم کو وعظ ونصیحت کرنا جائز نہ ہو پس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس زمانے میں بالکل جائز نہ ہوگی اور اس بنا پر نہ کسی عالم کو مسئلہ بتلانا جائز ہوگا اور نہ کسی مفتی کو فتویٰ دینا جائز ہوگا تو اس صورت میں عجب نہیں کہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزیں حلال ہو جائیں اور حلال کی ہوئی حرام ہو جائیں اور یہ سخت الحاد اور پرلے درجے کا زندقہ ہے پس لازم آیا کہ ہر عالم کو وعظ اور ذکر کرنا جائز ہے پس نماز جمعہ کی صحت کے واسطے اس آیت سے بطریق اقتضاء کے بادشاہ کا شرط ہونا ثابت نہ ہوا اس لیے کہ دلالت اقتضاء اس کو کہتے ہیں کہ دلیل ایسے معنی پر دلالت کرے کہ جو موضوع لہ کو پہلے سے لازم پڑا ہوا ہو اور یہاں بادشاہ کا ہونا موضوع لہ کو پہلے سے لازم نہیں اس لیے کہ ذکر مطلق ذاکر کو مستلزم ہے خاص کسی ذاکر کو مستلزم نہیں اور مطلق ذاکر میں عالم وغیرہ بھی شامل ہیں کما مر پس اس آیت سے استدلال کرنا باطل ہے اور یہ فرق کرنا کہ نماز جمعہ میں فتنے وفساد کا خوف ہے پس حاکم ہونا ضروری ہے بخلاف پنجگانہ نماز کے کہ اس میں فتنے کا خوف نہیں سو مخالف اس خیال کو گوز شتر کے برابر سمجھتا ہے اس لیے کہ فتنے کا خوف ہر جگہ موجود ہے اور نیز اب اس ملک ہند میں تو سرکار انگریزی کا ایسا انتظام ہے کہ خواہ لاکھوں آدمی جمع ہوں کوئی دم نہیں مار سکتا اور یوں تو کشت خون

ناحق عرب میں سب ملکوں سے زیادہ ہے خاص کر کے ومدینے میں بھی موجود ہے پس عرب میں بھی جمعہ جائز نہ ہوگا۔ سوم اس وجہ سے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک ذکر سے مراد فقط نماز ہے اور جب ذکر سے مراد فقط نماز ہوئی تو اس صورت میں موضوع لہ کا پہلا لازمی معنی مطلق نماز ہی ہوگا پس بادشاہ کا شرط ہونا اس آیت سے اقتضاء ثابت نہیں ہو گا۔ چہارم اس وجہ سے کہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ غلام اور مسافرین اس آیت کے عموم سے مخصوص ہیں پس دوسری ظنی کے ساتھ اس کی تخصیص جائز ہوگی اور نیز کہا کہ یہ آیت عموم امکنہ پر دلالت کرتی ہے پس یہ کلام ابن ہمام کی دلالت کرتی ہے اس پر کہ اس آیت سے بطریق عبارۃ النص کے عموم ثابت ہے اطلاق نہیں پس یہ آیت عبارۃ اس بات پر دلالت کرے گی کہ جمعہ مطلق جائز ہے خواہ بادشاہ ہو یا نہ ہو سو اس وقت عبارۃ اور اقتضاء میں تعارض واقع ہو گا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ تعارض کے وقت عبارۃ مقدم ہوتی ہے اقتضاء اور اشارت پر پس عبارت کو ترجیح دی جائے گی اشارت پر پس اس آیت کو مطلق ٹھہرانا اور پھر مطلق کو مقید پر حمل کرنا بنا فاسد علی الفاسد ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ ایک آیت میں تعارض کا واقع ہونا ممکن نہیں ورنہ ناسخ اور منسوخ کا اکٹھا ہونا لازم آئے گا تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ خیال وہی شخص فرض کرسکتا ہے جو علم سے بے نصیب اور عقل سے بے بہرہ ہو اس لیے کہ دو دلیلوں میں محض تعارض کا واقع ہونا نسخ کو مستلزم نہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خواہ مخواہ ایک ناسخ ہو اور دوسرا منسوخ ہو بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ ایک کا دوسرے سے مقدم یا مؤخر ہونا ثابت ہو جائے اور نیز اس کی یہ بھی شرط ہے کہ دونوں میں تطبیق ممکن نہ ہو **کما صرح به الشیخ بن حجر فی النخبة وشرحه وغیره فی غیره** پس محض تعارض کو نسخ لازم ٹھہرانا بڑی سخت کج فہمی ہے اور تلویح میں لکھا ہے کہ جب دو دلیلیں آپس میں معارض ہوں تو خالی نہیں کہ یا تو دونوں قوت میں مساوی ہوں گی یا نہیں ہوں گی بر شق ثانی ایک کی زیادتی یا تو بمنزلہ تابع کے ہوگی یا نہیں سو پہلی صورت میں تعارض باقی ہے اور ترجیح نہیں اور دوسری میں تعارض ہے لیکن ایک کو ترجیح ہے اور تیسری میں حقیقتاً تعارض نہیں صورۃً ہے اس لیے کہ تعارض میں مساواۃ شرط ہے سو ہر دونوں اخیر صورتوں کا یہ حکم ہے کہ اقوی کے ساتھ عمل کیا جائے اور اضعف کو ترک کیا جائے یہاں تک کہا کہ اگر تطبیق ممکن ہو باعتبار حکم کے یا محل کے یا زمانے کے تو تطبیق ہی دینی ضروری ہوگی اور دونوں کے ساتھ عمل کیا جائے گا انتہی ملخصا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ مجرد تعارض کا واقع ہونا نسخ کو مستلزم نہیں بلکہ اول مساوات شرط ہے پھر تقدم تاخر ثابت ہونا شرط ہے پھر عدم امکان تطبیق شرط ہے اور اگر مساوات نہ ہو تو پھر لامحالہ ترجیح ہے اور چونکہ مانحن فیہ میں عبارت اور اشارت میں تعارض واقع ہوا ہے تو اب لامحالہ عبارت کو اشارت پر ترجیح دی جائے گی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تعارض کی کئی صورتیں ہیں اور حکم ہر ایک کا مختلف ہے بلکہ اصول میں یہ بھی لکھا ہے کہ **اذا تعارضا تساقطا** اور نیز مطلق اور مقید کا ایک آیت میں جمع ہونا بھی ممکن نہیں **فما ہو جوابکم فهو جوابنا** اور اسی طرح اس آیت سے بطریق اقتضاء کے شرط شہر کا نکالنا بھی باطل ہے اولا اس

طرح کہ اس آیت میں مطلق بیع کا ذکر ہے خواہ بہت ہو خواہ تھوڑی ہو پس گاؤں کو بھی یہ آیت شامل ہوگی اس لیے کہ تھوڑی خرید وفروخت سے تو کوئی گاؤں بھی خالی نہیں ہے پس شرطیت مصر پر اس سے استدلال کرنا باطل ہے۔ ثانیا اس طرح کہ اگر بیچنا فقط شہر پر ہی منحصر رکھا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ جو خرید وفروخت دیہات اور اطراف میں ہوتی ہے وہ بیع شرعا جائز نہ ہو حالانکہ یہ بات بالا جماع باطل ہے پس ثابت ہوا کہ پہلا معنی لازم موضوع لہ کا وہ ہے جس جگہ بیع واقع ہو خواہ شہر ہو خواہ گاؤں پس شرط مصر کی اس سے ثابت نہیں ہو سکے گی۔ ثالثا اس طرح کہ لازم متقدم معنی موضوع لہ یعنی بیع کا مکان بیع ہونا مسلم نہیں بلکہ لازم متقدم معنی اس کا بائع ہے یعنی خرید وفروخت کرنے والا اس لیے کہ بیع کے واسطے ضروری ہے کہ کوئی اس کا موجد ہو کہ فعل کا موجود ہونا فاعل پر موقوف ہے کسی مکان پر موقوف نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ بیع بغیر بائع کے موجود ہو جائے حالانکہ یہ بات سرے سے ہی باطل ہے اور نیز مکان کا لازم ہونا تو دنیا کے تمام کاموں میں موجود ہے پھر اس سے لازم آئے گا کہ ہر لفظ میں مدلول اقتضائے مکان ہی ہے حالانکہ یہ بات بھی قطعا باطل ہے اور نیز مکان مراد لینے سے لازم آئے گا کہ ذکر میں بھی مدلول اقتضائے مکان ہی ذکر ہو حالانکہ وہ خصم کو سخت مضر ہے پس ثابت ہوا کہ اس آیت میں بیع کا مدلول اقتضائے مکان بیع کو ٹھہرانا قطعا باطل ہے۔ رابعا اس طرح کہ یہاں بیع سے مراد عام کاروبار ہے خواہ بیع ہو یا دنیا کا کوئی اور کام ہو ورنہ مزدور پیشہ لوگوں کو جمعہ کا حکم شامل نہیں ہوگا اور یہ بات ظاہر ہے کہ گاؤں میں بہ نسبت بیع کے اور کام دنیاوی زیادہ ہوتے ہیں بلکہ شہر سے بھی زیادہ ہوتے ہیں اس لیے کہ اس میں سوائے بیع کے اور کام بہت کم ہوتے ہیں پس اس صورت میں دیہات میں جمعہ پڑھنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ خامسا بایں طور کہ اگر امام کے سوا تین آدمی اور ہوں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جمعہ منعقد اور صحیح ہو جاتا ہے اور جب تین آدمی کے ساتھ امام کے نزدیک جمعہ پڑھنا صحیح ہوا تو شہر اور بادشاہ کی شرط کو اس آیت سے اقتضاء کا نکالنا باطل ہوا اس لیے کہ جس جگہ میں فقط چار ہی نمازی ہوں وہاں بیع کیونکر ثابت ہوگی اور نیز جس شہر میں فقط چار ہی نمازی ہوں تو ان کو شہر کا ہونا یا نہ ہونا اور بیع کا ہونا یا نہ ہونا مضر یا کیا مفید ہے اور اسی طرح بادشاہ کا ثابت ہونا بھی ممکن نہیں اس لیے کہ وہ مخالف کے نزدیک خوف فتنے کے واسطے شرط ٹھہرایا گیا ہے اور تین آدمی بلکہ دس، بیس، پچاس آدمی میں بھی مثلا فتنے کا خوف نہیں اور نیز اگر تین یا زیادہ آدمی کے واسطے بھی بادشاہ کا ہونا شرط ہے تو پھر شہروں کی اکثر مسجدوں میں تو نماز پنجگانہ میں بھی دو دو تین تین سو بلکہ ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں پس اس میں بھی بادشاہ کا ہونا شرط ہوگا اور بغیر اس کے کسی کی نماز صحیح نہیں ہوگی اور یہ بالا جماع باطل ہے اور یہ دلیل ایسی ہے کہ اگر منکر دوبارہ زندہ ہو تب بھی انشاء اللہ تعالیٰ اس کا جواب نہ دے سکے گا اور بعض حنفی حدیث جواثی کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جواثی قلعہ تھا اور گاؤں کا اطلاق شہر پر بھی آیا ہے جیسا کہ قرآن میں مکے کو گاؤں کہا گیا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ خود نفس حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ جواثی گاؤں ہے اور یہ

نص ہے محل نزاع میں اور جب نفس حدیث میں اس کا گاؤں ہونا ثابت ہو چکا تو اس کی طرف رجوع کرنا اولیٰ ہے بکری وغیرہ کے قول سے کما قالہ القسطلانی تو پھر اس کو شہر کہنا ہرگز صحیح نہیں اور اگر شہر تسلیم بھی کیا جائے تو کہا جائے گا کہ قلعہ ہونا گاؤں کے منافی نہیں اور نیز یہ بھی احتمال ہے کہ پہلے گاؤں ہو پھر شہر ہو گیا ہو **کذا قالہ الحافظ فی الفتح** پس اب اس کو شہر کہنا مخالف کو کچھ مفید نہیں اور نیز اس حدیث میں صریح موجود ہے کہ **جواثی قریة من قری البحرین** یعنی جواثی گاؤں ہے بحرین کے گاؤں سے پس اس صورت میں اگر جواثی کو شہر فرض کر کے گاؤں کا اطلاق اس پر تسلیم کیا جائے تو لازم آئے گا کہ بحرین کے ہر ہر گاؤں کو شہر کہا جائے اس لیے کہ اس کو بحرین کے گاؤں میں سے شمار کیا گیا ہے سو اگر وہ شہر ہو گا تو بحرین کے سب گاؤں شہر ہو جائیں گے تو اب معنی اس کلام کا یہ ہو گا کہ جواثا شہر ہے بحرین کے شہروں میں سے ورنہ اس کو ان گاؤں میں سے شمار کرنا بالکل صحیح نہیں ہو گا حالانکہ بحرین کے سب گاؤں کا شہر ہونا واقعہ کے بالکل مخالف ہے اور اس کا کوئی شخص قائل نہیں ہو سکتا ہے پس معلوم ہوا کہ جواثا گاؤں ہے بحرین کے گاؤں سے اور نیز اگر جواثا شہر ہوتا تو پھر راوی کا اس واقعہ کو بیان کرنا بالکل لغو تھا کہ شہروں میں جمعہ پڑھنا تو بالاجماع جائز ہے اور نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عثمان رضی اللہ عنہ اور ابوداؤد رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ اور امام بیہقی رحمہ اللہ اور محمد بن طہمان وغیرہ محدثین کے نزدیک جواثی گاؤں ہے اور یہ لوگ بڑی لغت جاننے والے ہیں پس ان کے قول پر اعتماد کرنا زیادہ لائق ہے اور نیز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جو مصر کی تعریف کی ہے وہ اس پر صادق نہیں آتی ہے یعنی بازاروں، ریاستوں وغیرہ کا ہونا **ومن ادعی خلافا فعلیه البیان بالبرهان** اور بعض حنفی اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کرنے سے پہلے کا واقعہ ہے اور آپ کو ان کا جمعہ پڑھنا معلوم نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے ایک بار مدینے کے لوگ حج کو آئے تھے سو ان کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تب آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی وہ مسلمان ہو گئے اور دوسرے سال مدینے کے بہت لوگ جمع ہو کر حج کو آئے اور آپ سے ملاقات کی اور مسلمان ہو گئے اور آپ نے ان کو اسلام کے احکام سکھلائے سو اب احتمال ہے کہ اس وقت آپ نے ان کو جمعہ پڑھنے کا حکم بھی دے دیا ہو **وعلی هذا القیاس بناء علی ان الجمعة فرضت بمکة کما قاله البعض** اور نیز بعد ہجرت کے تو ضرور ہے کہ آپ کو ان کے جمعہ سے اطلاع ہوئی ہو کہ اس وقت مسلمان فقط سو آدمی یا زیادہ تھے اور اسلام کی ابتدا تھی ہر وقت نماز وغیرہ کا فکر تھا اور یہی ہر وقت ذکر تھا پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کو ان کے جمعہ پڑھنے کی خبر نہ ہوئی ہو اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خبر ہو گئی ہو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بھی پورے بالغ نہیں ہوئے تھے یہ عجب بات ہے پس معلوم ہوا کہ آپ کو ان کے حال سے اطلاع ہو گئی ہو گی سو بعد اطلاع کے آپ نے ان کو منع نہ کیا بلکہ اس کو برقرار رکھا اور نیز اگر ان کا جمعہ پڑھنا اجتہاد سے فرض کیا جائے تو کیا چالیس اصحاب کا اجتہاد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اجتہاد سے کم ہے کہ اس کا اعتبار نہ

کیا جائے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ شہر کا میدان تھا اور شہر کے میدان کا حکم شہر کا ہوتا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک فنا مصر اس جگہ کو کہتے ہیں جو گھوڑے دوڑانے اور تیر اندازی اور جنازہ وغیرہ کے واسطے تیار کی گئی ہو سو اس تعریف سے اس جگہ کا فنا مصر ہونا بالکل ثابت نہیں ہوسکتا اور یہ تعریف فنا کی اس پر ہرگز صادق نہیں آ سکتی ہے خاص کر اس وقت میں تو وہ لوگ ان باتوں کا نام ونشان بھی نہیں جانتے تھے اور نیز یہ ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے وہاں اس لحاظ سے جمعہ پڑھا تھا کہ یہ فنا مصر ہے اور بعض گمراہ کہتے ہیں کہ ہند کا ملک دار الحرب ہے پس اس ملک میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں سو جواب اس کا کئی وجہ سے ہے اول وجہ یہ کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دار الحرب ہونے کی تین شرطیں ہیں اول یہ کہ اس میں کوئی اسلام کا حکم جاری نہ ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ دار الحرب کے متصل ہو اس طرح کہ اسلام کا کوئی شہر ان کے درمیان نہ ہو تیسری شرط یہ ہے کہ کوئی مسلمان اور ذمی اپنی امان سابق پر باقی نہ رہا ہو کذا فی الزیادات اور عمادی میں لکھا ہے کہ اگر ایک نشانی بھی اسلام کی باقی ہو تو جب بھی وہ ملک دار الحرب نہیں اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتہی۔ سو اس ملک ہند میں یہ تینوں شرطیں موجود ہیں کہ اسلام کے احکام بھی اس میں جاری ہیں اور کسی دار الحرب کے ساتھ بھی متصل نہیں کہ ان کے درمیان کوئی اسلام کا شہر نہ ہو اور مسلمان وغیرہ سب لوگ اپنی امان سابق پر باقی ہیں اور اپنی جائیداد اور ریاستوں اور املاک اور اموال پر قابض ہیں اور کل اختیار رکھتے ہیں جس کو چاہیں بیچ ڈالیں اور جس کو چاہیں ہبہ کر دیں ہر طرح سے ان کو اختیار ہے کوئی ان کو مانع نہیں اور کوئی ان پر جبر نہیں کرسکتا پس ثابت ہوا کہ ملک ہند دار الحرب نہیں خاص کر عمادی کے قول سے اس ملک کا دار الاسلام ہونا تو اظہر من الشمس ہے کہ کوئی دشمن بے عقل بھی اس میں شک نہیں کرسکتا ہے۔ وجہ دوم یہ ہے کہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کافر بادشاہ کی طرف سے کسی شہر پر مسلمان حاکم مقرر ہو تو اس میں عیدین اور جمعہ پڑھنا جائز ہے اور جو ملک کہ بادشاہ کافر کے ماتحت ہو وہ بے شک دار الحرب ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ دار الحرب میں جمعہ پڑھنا جائز ہے۔ وجہ سوم یہ کہ در مختار میں لکھا ہے کہ دار الحرب میں اگر اسلام کے بعض احکام مثل جمعہ اور عیدین وغیرہ کے جاری ہو جائیں تو وہ ملک دار الاسلام ہو جاتا ہے اس بنا پر ملک ہند دار الاسلام ہوا۔ وجہ چہارم یہ کہ امام ناصری نے منشور میں لکھا ہے کہ دار الحرب اسلام کے احکام جاری ہونے سے دار الاسلام ہو جاتا ہے سو جب تک کہ ایک علامت اسلام کی بھی باقی رہے تو جانب اسلام ہی کو ترجیح ہوگی پس معلوم ہوا کہ ہند دار الاسلام ہے کہ اکثر احکام اسلام کے اس میں جاری ہیں۔ وجہ پنجم یہ کہ بڑے احکام اسلام کے نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ ہیں کہ اصل بناء اسلام کی ان پر موقوف ہے سو جب یہ احکام اس ملک میں ادا کرنے جائز ہیں تو پھر جمعہ بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور اگر جمعہ جائز نہیں تو پھر ان احکام کے اس ملک میں جائز ہونے کی بھی کوئی دلیل نہیں فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ وجہ ششم یہ کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ دار الحرب ہونا جمعہ اور عیدین وغیرہ کے پڑھنے کے منافی ہے جیسا کہ یربوع وغیرہ

کے ملک میں جاری تھا اور اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز وغیرہ کا اعتبار نہ کر کے ان کو قتل کیا تھا تو اس سے لازم آئے گا کہ اب اس ملک ہند میں بھی نماز وغیرہ کا اعتبار نہ کیا جائے پس نماز روزہ وغیرہ کا ادا کرنا اس ملک میں بھی جائز نہ ہوگا و من ادعی خلاف ذلك فعليه البيان بالبرهان اور اگر کوئی کہے کہ ان فقہ کہ عبارتوں میں مراد احکام اسلام سے احکام سیاست کے ہیں یعنی حدود شرعیہ کا قائم کرنا ہے احکام عبادت کے یعنی نماز روزہ وغیرہ اُن سے مراد نہیں پس نماز روزے وغیرہ عبادات کے باقی رہنے سے یہ ملک دار الاسلام نہیں ہوسکتا کہ اس میں احکام سیاست یعنی حدود شرعیہ جاری نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ اول زیادات کی عبارت میں حکم کا لفظ آیا ہے اور وہ نکرہ ہے جو تحت نفی کے واقع ہوا ہے اور نکرہ تحت نفی ہمیشہ عام ہوتا ہے پس سب احکام اسلام کو شامل ہوگا خواہ سیاستی ہوں یا عبادتی اور اسی طرح عمادی کی عبارت میں بھی شعیرۃ کا لفظ نکرہ واقع ہے اور اسی طرح منثور اور واقعات کی عبارت میں بھی شئے اور علقہ کا لفظ نکرہ واقع ہوا ہے اور شرح اسبیجابی میں بھی حکم کا لفظ آیا ہے پس یہ نکرات سب احکام اسلام کو شامل ہیں خواہ سیاستی ہوں یا عبادتی ہوں پس جب تک کوئی حکم اسلام کا باقی رہے گا تب تک کسی ملک کو دار الحرب نہیں کہا جائے گا خاص کر منثور کی عبارت میں تو بالکل احکام سیاستی مراد نہیں ہوسکتے ہیں کہ اس میں ترجیح کا لفظ بولا گیا ہے اور جب کہ احکام سیاستی پائے جائیں تو پھر قطعا دار الاسلام ہو جاتا ہے پھر ترجیح کا کوئی معنی نہیں کہ اس میں دونوں طرفیں مساوات میں قریب قریب ہوتی ہیں کو ایک راجح ہو اور دوسری مرجوح اور نیز اگر کسی ملک کا دار الاسلام ہونا احکام سیاست کے جاری ہونے پر موقوف ہوتا تو ملک یربوع کو دار الاسلام کا حکم دیا جاتا اس لیے کہ اس میں احکام سیاست وغیرہ کے سب جاری تھے فقط انہوں نے زکوۃ سے انکار کیا تھا جس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑائی کی اور نیز اگر دار الاسلام ہونا احکام سیاست پر موقوف ہے تو پھر اس سے لازم آئے گا کہ مدینہ وغیرہ بھی دار الاسلام نہ ہو اس لیے کہ اس ملک میں بھی حدود شرعیہ جاری نہیں بلکہ حدود شرعیہ کا کوئی نام بھی نہیں جانتا پس اب ملک عرب میں بھی جمعہ قائم کرنا جائز نہ ہوگا اور نیز احکام ملک داری بھی ملک ہند میں بہت جاری ہیں مدعا اور مدعا علیہ کی رضامندی سے اکثر مقدمات شرع پر فیصلے کیے جاتے ہیں اور اگر اس ملک کے لوگ سرکار برطانیہ سے حدود شرعیہ کے جاری کرنے کی استدعا کریں تو بے شک سرکار حدود شرعیہ کو جاری کر دے اس لیے کہ سرکار کا اصل مقصود یہی ہے کہ ملک کا انتظام ہو اور فتنہ فساد دفع ہو جائے اور خلقت امن سے رہے پس اس میں اہل اسلام کا قصور ہے سرکار کا کچھ قصور نہیں کہ خود مسلمان حدود شرعیہ کو پسند نہیں کرتے نیز کسی کو طاقت نہیں کہ اہل اسلام کے دین کو بدل سکے اور مسلمانوں سے نماز روزہ وغیرہ جبرا چھوڑا کر ان کو کافر بنا دے اگر کوئی اہل اسلام پر ایسا جبر کرے تو سب مسلمان پھانسی مل جانا منظور کریں مگر دین کو نہ چھوڑیں سوائے بہکانے والے مولوی صاحب کے کہ وہ دین کو چھوڑنا منظور کریں مگر مر جانا منظور نہ کریں معلوم ہوا کہ ملک ہند میں احکام اسلام کا جاری ہونا از روئے غلبہ اسلام کے ہے نہ اس کے مغلوب ہونے کی

وجہ سے پس حاصل کلام اس مقام میں یہ ہے کہ ملک ہند کا دار الاسلام ہے اور اس میں جمعہ پڑھنا بالاتفاق جائز ہے اس میں کچھ شک نہیں اور جو شخص کہ سلطنت انگریزی کے سبب سے اس ملک کو دار الحرب کہے اور اس میں جمعہ پڑھنے کو جائز نہ رکھے تو وہ خود گمراہ ہے اور اس نے لوگوں کو بھی گمراہ کیا نعوذ باللہ من هذا العمی والخذلان وباللہ الاعتصام علیہ التکلان پس اس تقریر میں مچھانے والے مولوی صاحب کے رسالے کا مختصر جواب ادا ہو گیا اس لیے کہ وہ ہند میں جمعہ پڑھنے کو جائز نہیں رکھتے ہیں اللہ ان کو اس سے توبہ نصیب فرمائے وما ذلك علی اللہ بعزیز اور مترجم نے ان کا مفصل جواب بھی مدت سے لکھ رکھا ہے انشاء اللہ تعالیٰ کبھی کسی موقع پر طبع کرایا جائے گا۔

بَابُ هَلْ عَلٰى مَنْ لَّمْ يَشْهَدِ الْجُمُعَةَ غُسْلٌ مِّنَ النِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ وَغَيْرِهِمْ.

جن لوگوں پر جمعہ واجب نہیں جیسا کہ عورتیں اور نابالغ لڑکے اور مسافر اور غلام وغیرہ ہیں تو ان پر جمعہ کا غسل بھی واجب نہیں۔

**فائدہ:** ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کا غسل ہر مسلمان پر واجب ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی آئندہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو آدمی جمعہ میں حاضر نہ ہو اس پر غسل واجب نہیں اور ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث آئندہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ لڑکے پر جمعہ کا غسل واجب نہیں اور عورتوں کو رات کے وقت مسجد میں جانے سے نہ منع کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ جمعہ ان پر واجب نہیں ورنہ رات کی قید لگانے کے کوئی معنی نہ تھے لیکن مراد امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ غسل جمعہ کا صرف اسی شخص کے واسطے ہے جس پر جمعہ واجب ہے جیسا کہ اس اثر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے معلوم ہوتا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِنَّمَا الْغُسْلُ عَلٰى مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نہانا تو صرف اس شخص پر واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہو۔

**فائدہ:** بیہقی کے طریق میں اس حدیث کے آخر میں اتنا لفظ زیادہ آیا ہے کہ جمعہ اس شخص پر واجب ہے جو رات سے پہلے اپنے گھر میں پلٹ کر آ سکے پس اس سے معلوم ہوا کہ جو آدمی جمعہ پڑھ کر رات سے پہلے اپنے گھر میں نہ آ سکے اس پر جمعہ فرض نہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کا غسل صرف اسی شخص کے واسطے ہے جس پر جمعہ فرض ہو دوسرے پر نہیں اور یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی باب سے اور یہی مذہب ہے امام بخاری رحمہ اللہ کا اس لیے کہ یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ جو آثار امام بخاری رحمہ اللہ ترجموں میں لاتا ہے جس معنی پر وہ دلالت کریں وہی بات اس کے نزدیک مختار ہوتی ہے۔

٨٤٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمُ

٨٤٥۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جو شخص جمعہ میں آنا چاہے

بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ جَآءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ.

تو چاہیے کہ غسل کرے۔

**فائدہ:** ظاہر اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص جمعہ میں آنا نہ چاہے تو اس پر غسل نہیں پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

٨٤٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

۸۴۶۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا ہر ایک بالغ جوان پر واجب ہے۔

٨٤٧ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأُوْتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَهٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهُ فَغَدًا لِلْيَهُوْدِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارٰى فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا يَغْسِلُ فِيْهِ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ رَوَاهُ أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ أَنْ يَغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا.

۸۴۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم دنیا میں سب امتوں سے پیچھے پیدا ہوئے اور قیامت میں سب سے آگے ہوں گے صرف اتنا فرق ہے کہ اگلی امتوں کو کتاب ہم سے پہلے ملی اور ہم کو ان کے پیچھے ملی سو یہ دن جمعہ کا وہ ہے جس میں انہوں نے اختلاف کیا سو اللہ نے ہم کو اس کی راہ بتلائی سو سنیچر کا دن یہود کے واسطے ہے اور اتوار نصاریٰ کے واسطے ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا پھر فرمایا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ہفتے میں ایک دن غسل کرے جس میں اپنے بدن اور سر کو دھوئے اور دوسری روایت میں ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ہفتے میں ایک دن نہائے۔

**فائدہ:** اس حدیث میں مراد ایک دن سے خاص جمعہ کا دن ہے مطلق کوئی دن نہیں جیسا کہ اس حدیث کے دوسرے طریق میں آ گیا ہے۔

٨٤٨ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا وَرْقَآءُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ائْذَنُوْا لِلنِّسَآءِ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسَاجِدِ.

۸۴۸۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کو رات کے وقت مسجد میں نماز کے واسطے جانے کی اجازت دو۔

**فائدہ:** اگر کوئی کہے کہ رات کی قید لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ دن کو عورتیں باہر نہ نکلیں اور چونکہ جمعہ بھی دن کی نماز ہے تو اب عورتوں کو اس میں آنا جائز نہ ہوگا سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ مفہوم مخالف نہیں بلکہ موافق ہے اس لیے کہ رات میں دن سے فتنے کا زیادہ خوف ہے اور جب رات کو ان کا نکلنا جائز ہوا تو دن کو نکلنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور بعض حنفیوں نے اس کے برعکس تقریر کی ہے یعنی حرام کار اور بد معاش لوگ رات کو اپنے سونے اور فسق وغیرہ میں مشغول ہوتے ہیں اور دن کو تمام جگہ پھیلے ہوئے ہوتے ہیں اور ایسا ہونا اگرچہ ممکن ہے لیکن رات کو فتنے کا خوف بیشک زیادہ ہے اور یہ بھی کچھ ضروری نہیں کہ رات میں ہر فاسق فسق میں مشغول ہو جائے اور بدمعاش لوگ دن کو اکثر بدنامی سے ڈرتے ہیں اور آدمیوں کی کثرت کے سبب عورتوں سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے اور جب عورتوں کا دن کو باہر نکلنا بطریق اولیٰ ثابت ہوا تو جمعہ میں حاضر ہونا بھی ضرور ہوگا اور جو جمعہ میں حاضر ہو اس پر غسل کرنا واجب ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور اگر مفہوم مخالف مراد لیا جائے تو دن کو نکلنا منع ہوگا پس جمعہ ان پر واجب نہ ہوگا پس غسل بھی واجب نہیں ہوگا اور ایسی بات کو ترجیح معلوم ہوتی ہے کہ رات اور دن آپس میں ضد ہیں۔

٨٤٩ ۔ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتِ امْرَأَةٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلَاةَ الصُّبْحِ وَالْعِشَآءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ فَقِيْلَ لَهَا لِمَ تَخْرُجِيْنَ وَقَدْ تَعْلَمِيْنَ أَنَّ عُمَرَ يَكْرَهُ ذٰلِكَ وَيَغَارُ قَالَتْ وَمَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَّنْهَانِيْ قَالَ يَمْنَعُهُ قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا

۸۴۹۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی تھی کہ صبح اور عشاء کو جماعت کے واسطے مسجد میں حاضر ہوا کرتی تھی سو کسی نے اس کو کہا کہ تو گھر سے باہر کیوں نکلتی ہے حالانکہ تو جانتی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ اس کو برا جانتے ہیں اور اس پر غیرت کرتے ہیں سو اس نے کہا کہ پھر کون سی چیز اس کو روکتی ہے کہ مجھ کو منع نہیں کرتے اس نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اس کو منع کرتا ہے کہ نہ منع کرو اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے۔

تَمْنَعُوْا إِمَآءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ.

**فائدہ:** یہ حدیث اگرچہ مطلق ہے رات اور دن کو شامل ہے لیکن دوسری حدیثوں کے قرینہ سے مقید ہے یعنی مراد اس میں صرف رات ہے اور جب رات کے ساتھ مقید ہوئی تو دن کو جمعہ میں نکلنا واجب نہ ہوگا پس غسل بھی واجب نہ ہو گا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس باب کی بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں پر جمعہ فرض نہیں ان پر غسل بھی فرض نہیں اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا فقط انہیں لوگوں پر واجب نہیں ہے جن پر جمعہ واجب ہے اور جن پر جمعہ واجب نہیں ان پر غسل بھی واجب نہیں سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اجتہاد کیا کہ جن لوگوں پر جمعہ واجب نہیں ان پر غسل بھی واجب نہیں چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے اس بات پر استدلال کیا تو گویا جن حدیثوں سے عموما ہر مسلمان پر غسل ثابت ہوتا ہے اُس سے مراد خاص وہی شخص ہے جس پر جمعہ واجب ہے لیکن کوئی حدیث مرفوع ان کی مخصص نہیں پس یہ تردد باقی رہتا ہے اور اس طور سے دفع ہو سکتا ہے کہ کہا جائے کہ جو شخص جمعہ میں حاضر ہو اس پر غسل کرنا واجب ہے بشرطیکہ جمعہ اس پر واجب ہو اور جس پر جمعہ واجب نہیں اگر وہ ثواب کے واسطے جمعہ میں حاضر ہو تو وہ بھی غسل کرے اور کسی اتفاق سے جمعہ میں آئے تو نہ کرے اور یہ بھی منقول ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے لیکن غسل میں زیادہ احتیاط ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ الرُّخْصَةِ إِنْ لَّمْ يَحْضُرِ الْجُمُعَةَ فِي الْمَطَرِ.

اگر کوئی شخص مینہ کے دن جمعہ میں حاضر نہ ہو اور اپنے گھر میں نماز پڑھ لے تو اجازت ہے کچھ گناہ نہیں۔

**فائدہ:** اگر کوئی شخص مینہ کے دن جمعہ کو چھوڑ دے اور گھر میں نماز پڑھ لے تو جائز ہے خواہ مینہ بہت برستا ہو یا ہلکا ہو اور یہی مذہب ہے جمہور علماء کا اور شافعیہ اور حنبلیہ کہتے ہیں کہ جمعہ کو ترک کرنا اسی صورت میں جائز ہے جب کہ کپڑا خوب تر ہو جائے اور اگر ہلکا مینہ برستا ہو یعنی کوئی کوئی قطرہ پڑتا ہو یا دیواروں وغیرہ کے سائے میں چل کر مسجد تک پہنچ سکتا ہو تو ایسے وقت میں گھر میں نماز پڑھنا اور جمعہ کو ترک کرنا جائز نہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مینہ برسنے کے دن جمعہ چھوڑنا بالکل جائز نہیں لیکن حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو اس باب میں ابھی آتی ہے حجت ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر کہ اس سے صریحاً جواز معلوم ہوتا ہے۔

٨٥٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ ابْنُ عَمِّ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِيْنَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِمُؤَذِّنِهٖ فِيْ يَوْمٍ مَّطِيْرٍ إِذَا قُلْتَ أَشْهَدُ أَنَّ

٨٥٠۔ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مینہ برسنے کے دن اپنے مؤذن سے کہا کہ جب تو اذان میں اشهد ان محمدا رسول الله کہے تو پھر بعد اس کے حی علی الصلوة نہ کہہ بلکہ اس کے بدلے یہ کلمہ کہہ صلوا فی بیوتکم یعنی اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز

مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَلَا تَقُلْ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قُلْ صَلُّوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَكَأَنَّ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوْا قَالَ فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ إِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ وَّإِنِّيْ كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ فَتَمْشُوْنَ فِي الطِّيْنِ وَالدَّحَضِ.

پڑھو سو جیسے کہ لوگوں نے اس سے انکار کیا یعنی کہنے لگے کہ ہم نے ایسا کبھی نہیں دیکھا سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کو اس شخص نے کیا تھا جو مجھ سے بہتر ہے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا ہے میں نے اپنی رائے سے ایسا نہیں کیا اور کہا کہ بیشک جمعہ فرض ہے اور میں نے اس بات کو ناگوار جانا کہ تم کو تکلیف میں ڈالوں سو تم کیچڑ اور پاؤں پھسلنے کی جگہ میں چل کر آؤ۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص مینہ کے دن جمعہ ترک کردے تو جائز ہے گناہ نہیں اور ظاہر اس حدیث سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ سبب رخصت کا پھسلنا اور کیچڑ ہے لیکن چونکہ مینہ اس کا سبب ہے اس واسطے ترجمے میں مینہ کی قید لگائی اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مینہ پہلے برس گیا ہو اور کیچڑ کی کثرت ہو تو اس وقت بھی جمعہ کو ترک کر دینا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مینہ بھی جمعہ کے ترک کرنے کا ایک عذر ہے۔

بَابُ مِنْ أَيْنَ تُؤْتَى الْجُمُعَةُ وَعَلٰى مَنْ تَجِبُ لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾.

کتنی دور اور کتنے کوس سے جمعہ کے واسطے آنا واجب ہے اور جمعہ کس شخص پر واجب ہے واسطے دلیل اس آیت کہ جب اذان دی جائے واسطے نماز کے دن جمعہ کے تو دوڑو طرف ذکر اللہ کی۔

**فائدہ:** امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ جو شخص اذان کو سنے اس پر جمعہ واجب ہے خواہ حقیقتاً اذان کو سنے یا حکماً سنے یعنی اس جگہ تک اذان کی آواز پہنچے اگرچہ وہ نہ سنے جیسے کہ بہرہ ہو اور خواہ شہر کے اندر رہتا ہو یا باہر ہو اور یہی مذہب ہے جمہور علماء کا لیکن امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس میں یہ شرط ہے کہ مؤذن بلند آواز والا ہو اور مخلوق سب چپ چاپ ہو اور آدمی سننے والا ہو اور ابوداؤد میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جمعہ صرف اسی شخص پر فرض ہے جو اذان کو سنے اور اسی کی تائید کرتی ہے وہ حدیث جس میں آپ نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ کیا تو اذان سنتا ہے؟ اس نے کہا ہاں فرمایا پس جماعت میں حاضر ہو کر اس لیے کہ جب جماعت میں حاضر ہونا اس حدیث سے ثابت ہوا تو جمعہ میں حاضر ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہوگا کہ اس کی طرف دوڑنے کا حکم آچکا ہے پس اس آیت اور ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ جمعہ اسی پر فرض ہے جو اذان کو سنے حقیقتاً ہو یا حکماً اور جو اذان کو نہ حقیقتاً اور نہ حکماً سنے یعنی اذان کی آواز اس جگہ نہ پہنچ سکے تو اس پر جمعہ فرض نہیں اور ایک حدیث میں ترمذی وغیرہ کے آیا ہے کہ جو شخص رات سے پہلے اپنے گھر میں پہنچ سکے اس پر جمعہ میں آنا واجب ہے سو امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث کچھ چیز نہیں لیکن قول ابن عمر رضی اللہ عنہما کا جو مذکور ہو چکا ہے اس کی تائید کرتا ہے پس معلوم ہوا کہ جو شخص جمعہ پڑھ

کہ رات سے پہلے اپنے گھر میں پہنچ سکے اس پر جمعہ واجب ہے اور اگر رات سے پہلے نہ پہنچ سکے تو جمعہ اس پر واجب نہیں لیکن اس سے لازم آتا ہے کہ سعی دن کے اول میں واقع ہو اور یہ آیت کے مخالف ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ جو شخص شہر سے باہر ہو اس کا جمعہ جائز نہیں اور مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر جمعہ گاؤں میں ہو تو اذان کے منارے سے تین میل تک کے لوگوں پر واجب ہے اور اگر شہر میں ہو تو منارے سے چھ میل تک واجب ہے۔

وَقَالَ عَطَآءٌ إِذَا كُنتَ فِيْ قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ فَنُوْدِيَ بِالصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَحَقٌّ عَلَيْكَ أَنْ تَشْهَدَهَا سَمِعْتَ النِّدَآءَ أَوْ لَمْ تَسْمَعْهُ.

اور عطاء (تابعی) نے کہا کہ اگر تو جمعہ والے گاؤں میں ہو اور اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو جمعہ میں حاضر ہونا تجھ پر واجب ہے خواہ تو اذان کو سنے خواہ نہ سنے یعنی آیت میں جو جمعہ کی طرف چلنے کا حکم ہے تو یہ کچھ ضرور نہیں کہ جب اذان سنے تو اس طرف چلے بلکہ اگر نہ سنے تو جب بھی جمعہ میں حاضر ہونا واجب ہے۔

**فائدہ:** عبدالرزاق نے اس اثر کے اخیر میں اتنا لفظ زیادہ کیا ہے کہ ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ جمعہ والا گاؤں کس کو کہتے ہیں؟ اس نے کہا کہ جس میں آدمی جمع ہوں اور امیر اور قاضی بھی اس میں رہتا ہو اور گھر آپس میں ملے ہوئے ہوں جیسا کہ جدہ ہے پس اس اثر سے معلوم ہوا کہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے اور بعض حنفی اس اثر سے دلیل پکڑتے ہیں کہ جمعہ گاؤں میں جائز نہیں کہ یہ تعریف گاؤں پر صادق نہیں آتی تو جواب اس کا یہ ہے کہ پھر عطاء نے اس کو گاؤں کیوں کہا شہر کہنا چاہیے تھا اور نیز یہ تابعی کا قول ہے اور جب صحابی کا قول اصح مذہب میں حجت نہیں تو پھر تابعی کا قول کس گنتی میں ہے کہ اس سے فرض کو ترک کیا جائے۔

وَكَانَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ قَصْرِهٖ أَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَأَحْيَانًا لَّا يُجَمِّعُ وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلٰى فَرْسَخَيْنِ.

اور انس رضی اللہ عنہ کبھی اپنے گھر میں جمعہ پڑھتے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے بلکہ بصرہ میں جا کر پڑھ آتے تھے اور وہ زاویہ (ایک جگہ کا نام ہے) میں رہتے تھے چھ میل پر بصرہ سے۔

**فائدہ:** ایک روایت میں آیا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ ایک زمین میں رہتے تھے جو بصرہ سے ایک فرسخ تھی سو وہ جمعہ کے واسطے بصرہ میں حاضر ہوا کرتے تھے سو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ زمین ان کے گھر کے سوا دوسری جگہ تھی پس اس اثر سے معلوم ہوا کہ چھ میل کے فاصلہ سے جمعہ میں آنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے اس لیے کہ معنی اس کا یہ ہے جو شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ **یجمع ای یصلی بمن معه الجمعة او یشهد الجمعة بجامع البصرة** یعنی کبھی تو اپنے گھر میں جمعہ پڑھ لیتے تھے اور کبھی بصرہ میں جا کر پڑھتے تھے جیسا

کہ ابن ابی شیبہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ کبھی جمعہ پڑھتے تھے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے اور بفرض محال تسلیم بھی کیا جائے تو جب بھی اس سے گاؤں میں جمعہ پڑھنے کا جواز ثابت ہوگا اور یہ بھی حنفیوں کو مضر ہے۔ کمامر بیانہ سابقا.

٨٥١ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِيْ جَعْفَرٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ مَّنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِيِّ فَيَأْتُوْنَ فِي الْغُبَارِ يُصِيْبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ فَأَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْسَانٌ مِّنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هٰذَا.

٨٥١۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگ جمعہ کے واسطے مدینے میں اپنے گھروں اور عوالی سے مدینے میں بار بار آیا کرتے تھے سو غبار میں چل کر آتے اور ان کو گرد پہنچتی اور پسینہ آتا سو ان کے کپڑوں سے بدبو نکلتی سو ان میں سے ایک آدمی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ اس وقت میرے نزدیک تشریف رکھتے تھے سو آپ نے اس کو فرمایا کہ اگر تم اپنے اس دن کے واسطے طہارت اور پاکی حاصل کرتے تو بہت بہتر ہوتا۔

**فائدہ:** عوالی اُن گاؤں کو کہتے ہیں جو مدینے سے مشرق کی طرف واقع ہیں اور چونکہ مدینے کی وہ طرف اونچی ہے اور پہاڑ اس طرف میں واقع ہیں اس لیے ان کو عوالی کہتے ہیں یعنی بلندی پر واقع ہیں ان میں سے جو گاؤں مدینے کے بہت نزدیک ہے وہ چار میل پر ہے اور جو مدینے سے بہت دور ہے وہ آٹھ میل پر واقع ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین چار میل کے فاصلہ سے جمعہ کے واسطے آنا جانا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ گاؤں والوں کو جمعہ پڑھنا جائز ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ گاؤں والوں کا جمعہ صحیح اور منعقد نہیں ہوتا ہے اور تحقیق اس کی اوپر گزر چکی ہے۔

بَابُ وَقْتِ الْجُمُعَةِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَذٰلِكَ يُرْوٰى عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ وَعَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

اول وقت جمعہ کا وہ ہے جب آفتاب ڈھل جائے یعنی زوال سے پہلے جمعہ پڑھنا جائز نہیں اور اسی طرح روایت کی گئی ہے ان چار صحابہ سے یعنی عمر اور علی اور نعمان بن بشیر اور عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم سے کہ زوال

سے پہلے جمعہ جائز نہیں۔

**فائدہ:** جاننا چاہیے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء خلف اور سلف کے نزدیک زوال سے پہلے جمعہ جائز نہیں اور یہی مذہب ہے جمہور صحابہ اور تابعین وغیرہ کا اور امام اسحاق اور احمد کہتے ہیں کہ زوال سے پہلے بھی جمعہ پڑھنا جائز ہے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ سے بھی ایسے ہی روایت آئی ہے لیکن جمہور کے نزدیک وہ روایتیں صحیح نہیں ہیں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ ان روایتوں میں سے کوئی روایت صحیح نہیں بلکہ صحیح وہی ہے جس پر جمہور علماء ہیں اور نیز جن حدیثوں سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے دلیل پکڑی ہے اُن سے مراد یہ ہے کہ وہ جمعہ میں نہایت جلدی کرتے تھے اور اول وقت پڑھتے تھے یہ معنی نہیں کہ زوال سے پہلے پڑھتے تھے اور بعض حنبلی کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کو عید فرمایا ہے اور عید کو زوال سے پہلے پڑھنا جائز ہے تو جمعہ کو بھی زوال سے پہلے پڑھنا جائز ہوگا سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس کو عید کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سب احکام عید کے اس پر جاری ہوں اس لیے کہ عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے اگرچہ ایک دن اس سے پہلے یا پیچھے بھی روزہ رکھے بخلاف جمعہ کے کہ اس دن روزہ رکھنا بالاتفاق جائز ہے اور نیز اس سے لازم آتا ہے کہ جمعہ زوال سے پیچھے جائز ہو اس لیے کہ عید زوال سے پیچھے درست نہیں حالانکہ یہ بات بالاجماع باطل ہے۔

٨٥٢ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ أَنَّهُ سَأَلَ عَمْرَةَ عَنِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَ النَّاسُ مَهَنَةَ أَنْفُسِهِمْ وَكَانُوْا إِذَا رَاحُوْا إِلَى الْجُمُعَةِ رَاحُوْا فِي هَيْئَتِهِمْ فَقِيْلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ.

٨٥٢۔ حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے عمرہ (تابعیہ) سے جمعہ کے دن نہانے کا حکم پوچھا کہ واجب ہے یا سنت سو اس نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ لوگ اپنی جانوں کے آپ خادم تھے یعنی خود اپنے ہاتھوں سے محنت مزدوری کر کے روزی کماتے تھے ان کا غلام اور نوکر کوئی نہیں تھا کہ ان کو کما کر کھلاتا اور جب جمعہ کو آتے تو اپنے اسی حال سے گرد آلودہ اور عرق ریزاں آتے سو ان کو کہا گیا کہ اگر تم اس دن میں غسل کرتے تو بہتر ہوتا۔

**فائدہ:** اس حدیث میں لفظ راح کا واقع ہوا ہے اس کا معنی زوال کے بعد چلنے کا ہے پس معلوم ہوا کہ جمعہ بعد زوال کے پڑھنا چاہیے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

٨٥٣ ۔ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسٍ

٨٥٣۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جمعہ پڑھا کرتے تھے جب کہ آفتاب ڈھل جاتا۔

بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ.

٨٥٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُبَكِّرُ بِالْجُمُعَةِ وَنَقِيْلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ.

۸۵۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جمعہ کی نماز اول وقت پڑھا کرتے تھے اور بعد جمعہ کے قیلولہ کرتے تھے یعنی جمعہ پڑھ کر سویا کرتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب جمعہ کو زوال سے پہلے پڑھا کرتے تھے پس ان دونوں حدیثوں میں ظاہرًا تعارض ہے لیکن تبکیر کا معنی کبھی اول وقت کا آتا ہے اور کبھی ایک چیز کو دوسری چیز پر مقدم کرنے کا بھی آتا ہے اور وہی مراد ہے یہاں پر کہ وہ جمعہ کو قیلولہ پر مقدم کیا کرتے تھے بخلاف نماز ظہر کے کہ شدت گرمی میں پہلے قیلولہ کرتے تھے بعد اس کے نمازِ ظہر ادا کرتے تھے پس معلوم ہوا کہ جمعہ کو بعد زوال کے پڑھنا چاہیے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے سو پہلی حدیث دوسری حدیث کی تفسیر ہے اور بعض نے کہا کہ یہ حدیث دلیل ہے امام احمد رحمہ اللہ کی کہ زوال سے پہلے جمعہ جائز ہے اس لیے کہ قیلولہ اس سونے کو کہتے ہیں جو عین دو پہر کے وقت ہوتا ہے اور جب جمعہ قیلولہ سے پہلے پڑھا جائے تو خواہ مخواہ زوال سے پہلے واقع ہوگا، واللہ اعلم۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو ساعتیں پہلے مذکور ہو چکی وہ زوال سے پہلے ہیں پیچھے نہیں اس لیے کہ وہ قیلولے سے پہلے جمعہ کو آتے تھے۔

## بَابُ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

جب گرمی کی بہت شدت ہو تو ٹھنڈے وقت جمعہ پڑھنا چاہیے۔

٨٥٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ خَلْدَةَ هُوَ خَالِدُ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلَاةِ وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ قَالَ يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ أَخْبَرَنَا أَبُوْ خَلْدَةَ فَقَالَ بِالصَّلَاةِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْجُمُعَةَ وَقَالَ بِشْرُ بْنُ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ

۸۵۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سردی کی شدت ہوتی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو اول وقت پڑھتے تھے اور جب گرمی کی شدت ہوتی تو ٹھنڈے وقت نماز پڑھا کرتے تھے (راوی نے کہا) کہ مراد نماز سے جمعہ ہے اور یونس نے اپنی روایت میں جمعہ کا ذکر نہیں کیا اور ابوخلدہ (راوی) نے کہا کہ ایک امیر نے ہم کو جمعہ کی نماز پڑھائی یعنی حکم بن ابی عقیل ثقفی نے اور خطبے میں بہت طول کیا یہاں تک کہ نماز کا وقت نکل جانے کے قریب تھا سو اس نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کس طرح پڑھا کرتے تھے انس رضی اللہ عنہ

خَلْدَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا أَمِيْرٌ الْجُمُعَةَ ثُمَّ قَالَ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ.

نے کہا کہ جب گرمی کی شدت ہوتی تو ٹھنڈے وقت نماز پڑھا کرتے اور جب سردی کی شدت ہوتی تو اول وقت پڑھا کرتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظہر اور جمعہ کی نماز کا ایک حکم ہے اگر شدت گرمی کی ہو تو دونوں کو ٹھنڈے وقت پر پڑھا جائے لیکن یہ صرف انس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کسی حدیث سے جمعہ کا ابراد ثابت نہیں ہوتا بلکہ اکثر حدیثوں سے صریحًا ثابت ہوتا ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے اور شاید کہ انس رضی اللہ عنہ نے جمعہ کو ظہر پر قیاس کیا ہو گا لیکن یہ قیاس ان کا صریح حدیثوں کے مقابلہ میں حجت نہیں خاص کر انس رضی اللہ عنہ کی پہلی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ جمعہ کو اول وقت پڑھا کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زوال سے پہلے جمعہ جائز نہیں کہ انس رضی اللہ عنہ نے دونوں کو مساوی بنایا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ الْمَشْيِ إِلَى الْجُمُعَةِ وَقَوْلِ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾.

نماز جمعہ کی طرف چلنے کا بیان اور آیت ﴿فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ کا بیان یعنی چلو طرف ذکر اللہ کی یعنی نماز یا خطبے کے۔

**فائدہ:** یعنی اس آیت میں سعی سے مراد دوڑ کر چلنا نہیں بلکہ مطلق چلنا ہے اس لیے کہ حدیث میں آچکا ہے کہ نماز کی طرف دوڑ کر نہ جاؤ بلکہ چین سے آؤ چنانچہ فرمایا لا تاتوها تسعون واتوها تمشون پس حاصل اس کا یہ ہے کہ اس آیت میں سعی سے مراد صرف چلنا ہے اور حدیث میں سعی سے مراد دوڑنا ہے کہ وہ چلنے کے مقابلے میں واقع ہوا ہے پس حدیث اور آیت میں کچھ تعارض نہیں۔

وَمَنْ قَالَ السَّعْيُ الْعَمَلُ وَالذَّهَابُ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا﴾ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَحْرُمُ الْبَيْعُ حِيْنَئِذٍ.

اور بیان ہے اس شخص کا جو کہتا ہے کہ سعی کا معنی عمل کرنے اور چلنے کا ہے واسطے دلیل اس آیت کے کہ اُس نے عمل کیا واسطے آخرت کے حق عمل کرنے کا یعنی اللہ کے حکموں کو بجا لایا اور برے کاموں سے رک گیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جمعہ کی اذان کے وقت خرید وفروخت وغیرہ عقود حرام ہو جاتی ہیں اور سعی واجب ہو جاتی ہے اس لیے کہ اللہ نے فرمایا کہ بیچنا چھوڑ دو۔

**فائدہ:** علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے جمہور علماء کہتے ہیں کہ اذان کے وقت خرید وفروخت حرام ہو جاتی ہے مگر وقت حاجت کے کہ پانی نہ ہو یا کپڑا نہ ہو یا قوت نہ ہو اور ابتدا حرمت کی اس وقت سے ہوتی ہے جب امام کے منبر

پر بیٹھنے کے وقت مؤذن اذان کہے اس لیے کہ حضرت ﷺ کے زمانے میں فقط یہی اذان تھی اور پہلی اذان کے وقت ان کے نزدیک بیع جائز ہے مگر مکروہ ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ بیع مکروہ ہے حرام نہیں نہ اول اذان کے وقت نہ دوسری اذان کے وقت اگر اس وقت ممنوع میں بیع کرے تو بعض کے نزدیک بیع صحیح ہو جاتی ہے اور بعض کے نزدیک صحیح نہیں لیکن شبہ سے خالی نہیں۔

وَقَالَ عَطَآءٌ تَحْرُمُ الصِّنَاعَاتُ كُلُّهَا. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ مُسَافِرٌ فَعَلَيْهِ أَنْ يَّشْهَدَ.

اور عطاء نے کہا کہ اذان جمعہ کے وقت سب کام دنیاوی حرام ہو جاتے ہیں، اور ابراہیم نے زہری سے روایت کی ہے کہ جب مؤذن جمعہ کے دن اذان کہے اور کوئی شخص مسافر ہو تو اس پر لازم ہے کہ جمعہ میں حاضر ہو۔

**فائدہ**: زہری سے اس مسئلے میں مختلف روایتیں آئی ہیں ایک میں آیا ہے کہ مسافر پر جمعہ واجب نہیں اور یہی مذہب ہے اکثر اہل علم کا بلکہ بعض نے کہا کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے پس زہری کے اس قول وجوب کو استحباب پر محمول کیا جائے گا یعنی اگر مسافر جمعہ کی اذان سنے تو مستحب ہے کہ اس میں حاضر ہو واجب نہیں پس دونوں قولوں میں کچھ تعارض نہیں اور مناسبت ان اثروں کی باب سے اس طور سے ہے کہ باب میں جمعہ کی طرف چلنے کا حکم ہے اور چلنے کو بیع وغیرہ کاروبار کا ترک کرنا لازم ہے، واللہ اعلم۔

٨٥٦ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ قَالَ أَدْرَكَنِيْ أَبُوْ عَبْسٍ وَأَنَا أَذْهَبُ إِلَى الْجُمُعَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ.

٨٥٦۔ حضرت عبایہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو عبس نے مجھ کو پایا اور میں جمعہ کی طرف جاتا تھا سو اس نے کہا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی راہ میں جس کے پاؤں گرد میں بھرے اللہ نے اس پر دوزخ حرام کی۔

**فائدہ**: جب دونوں نے راہ میں چلتے باتیں کیں تو معلوم ہوا کہ آہستہ چلتے تھے اس لیے کہ دوڑنے میں گفتگو نہیں ہو سکتی ہے۔

٨٥٧ ـ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدٍ وَأَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

٨٥٧۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کی تکبیر ہو جائے تو اس کے واسطے دوڑ کر نہ آؤ اور چلو طرف جماعت کی ٹھہرے ہوئے آرام سے سو جتنی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوْهَا تَسْعَوْنَ وَأْتُوْهَا تَمْشُوْنَ عَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا.

نماز امام کے ساتھ پاؤ اتنی پڑھو اور جو چھوٹ جائے اس کو آپ پورا کرو۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ جماعت کے واسطے دوڑ کر جانا مکروہ ہے جلدی نہ کرے آرام سے چلے اور چونکہ جمعہ بھی نماز کا ایک فرد ہے اس لیے اس کا حکم بھی یہی ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

۸۵۸ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو قُتَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ.

۸۵۸۔ حضرت عبداللہ بن ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اٹھا نہ کرو جب تک مجھ کو آتے دیکھ نہ لیا کرو اور چین پکڑو۔

**فائدہ:** اس حدیث سے عموما معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے واسطے جلدی کرنا اور دوڑنا منع ہے بلکہ آرام سے آئے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

## بَابُ لَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

جب کوئی شخص جمعہ کے دن مسجد میں آئے تو دو ملے بیٹھوں میں جدائی نہ ڈالے اور ان کو نہ چیرے بلکہ جہاں جگہ خالی پائے وہیں بیٹھ جائے۔

**فائدہ:** مطلب اس باب کا یہ ہے کہ لوگوں کی گردن پر سے آگے بڑھنا منع ہے اور اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے جمہور علماء کہتے ہیں کہ کراہت تنزیہی ہے اور ابن منذر نے کہا کہ کراہت تحریمی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ سے دونوں طرح کی روایت آئی ہے تحریمی بھی اور تنزیہی بھی اور امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اسی وقت مکروہ ہے جب امام منبر پر ہو اور حنفیہ کہتے ہیں کہ خطبہ پڑھنے سے پہلے گردنیں پھلانگنا مکروہ نہیں مگر ظاہر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ

تخطی مطلق حرام ہے اور اس باب میں بہت حدیثیں آ چکی ہیں لیکن اکثر ضعیف ہیں زیادہ قوی سب میں یہ حدیث ہے جو ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ جمعہ کے دن ایک مرد آیا اور لوگوں کے مونڈھوں پر سے گزر کر آگے بڑھ گیا سو آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جا تو نے لوگوں کو ایذا دی ہے اور اسی قسم کی اور بھی کوئی حدیثیں ہیں جو اس کی تقویت کرتی ہیں پس مجموعہ ان حدیثوں کا استدلال کے لیے کافی ہے اور دو آدمیوں کے درمیان جدائی ڈالنا یہ ہے کہ ان کے درمیان بیٹھ جائے یا کسی کو اٹھا کر آپ اس کی جگہ بیٹھ جائے یا لوگوں کے اوپر سے آگے بڑھ جائے کہ اس میں اپنے پاؤں کو لوگوں کے سر سے اونچا کرنا لازم آتا ہے اور بعض وقت پاؤں کے ساتھ کسی کا کپڑا کھینچا آتا ہے اور امام اس تخطی سے مستثنیٰ ہے اس کے واسطے مکروہ نہیں جیسا کہ بیان اس کا باب الدہن للجمعۃ میں گزر چکا ہے اور اگر لوگ تخطی کی اجازت دے دیں تو پھر مکروہ نہیں جائز ہے۔

٨٥٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ وَدِيْعَةَ حَدَّثَنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ ثُمَّ ادَّهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طِيْبٍ ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَصَلّٰى مَا كُتِبَ لَهٗ ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتَ غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى.

٨٥٩۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن نہایا اور پاک صاف ہوا جتنی صفائی اس سے ہو سکے یعنی حجامت بنوائے اور سفید کپڑے پہنے پھر تیل لگائے یا خوشبو ملے پھر دوپہر ڈھلتے مسجد میں گیا سو اس نے دو ملے بیٹھوں میں جدائی نہ ڈالی پھر نماز پڑھی جتنی اس کی قسمت میں تھی یعنی تحیۃ المسجد اور سنتیں وغیرہ نفل پڑھے پھر جب امام منبر پر آیا تو وہ خاموش ہو کر خطبہ سنتا رہا تو اس شخص کی مغفرت ہوگئی اور گناہ بخشے گئے اس وقت سے پہلے جمعہ تک۔

**فائدہ:** بعض لوگوں کی عادت ہے کہ جمعہ کے دن دیر کر کے آتے ہیں اور صفیں چیرتے لوگوں کو تکلیف دیتے اول صف میں جاتے ہیں سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صفوں کو چیر کر آگے جانا منع ہے اور اس حدیث میں اگرچہ تخطی کا ذکر نہیں لیکن یہ تخطی کو بھی شامل ہے جیسا کہ ابھی گزرا۔

## بَابُ لَا يُقِيْمُ الرَّجُلُ أَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقْعُدُ فِيْ مَكَانِهٖ.

نہ اٹھائے کوئی مرد اپنے بھائی مسلمان کو جمعہ کے دن اس کی جگہ سے پھر وہاں آپ بیٹھ جائے۔

٨٦٠ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ

٨٦٠۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ منع فرماتے تھے اس سے کہ اٹھائے

جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّقِيْمَ الرَّجُلُ أَخَاهُ مِنْ مَّقْعَدِهٖ وَيَجْلِسَ فِيْهِ قُلْتُ لِنَافِعٍ الْجُمُعَةَ قَالَ الْجُمُعَةَ وَغَيْرَهَا.

کوئی مرد اپنے بھائی مسلمان کو اس کی جگہ سے اور آپ وہاں بیٹھے (ابن جریج نے کہا) کہ میں نے نافع رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا یہ حکم جمعہ کے ساتھ خاص ہے؟ اس نے کہا خاص نہیں عام ہے جمعہ وغیرہ سب نمازوں کو شامل ہے۔

**فائدہ:** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے عموم سے جمعہ کا حکم ثابت کیا اور اس قسم کی مسلم میں بھی ایک حدیث آئی ہے اس میں صریحاً جمعہ کا ذکر ہے لیکن شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر وہ حدیث نہیں ہوگی اس واسطے اس کو بیان نہیں کیا۔

## بَابُ الْأَذَانِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

جمعہ کے دن اذان دینے کا بیان کہ ایک بار ہے یا دو بار یا کس وقت کہی جائے۔

٨٦١ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّآئِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ النِّدَآءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوَّلُهٗ إِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَآءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَآءِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الزَّوْرَآءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوْقِ بِالْمَدِيْنَةِ.

٨٦١۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن معمولی اذان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس وقت ہوا کرتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا سو جب عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور لوگ بہت ہو گئے تو انہوں نے تیسری اذان کو زوراء مقام پر زیادہ کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ زوراء ایک جگہ کا نام ہے مدینے کے بازار میں۔

**فائدہ:** جمعہ کی تین اذانیں ہوتی ہیں ایک تو معمولی ہمیشہ کی اذان ہے اور ایک تکبیر ہے اور ایک یہ اذان ہے جو عثمان رضی اللہ عنہ نے جاری کی اور اس اذان کو تیسری اس واسطے کہا گیا کہ اگرچہ وہ باعتبار وجود کے مقدم ہے کہ سب سے پہلے کہی جاتی ہے لیکن باعتبار زیادتی اور ابتدا ہونے کے سب سے پیچھے ہے کہ اُن سے بعد شروع ہوئی سو اس اذان عثمانی کو اول بھی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے کہی جاتی ہے اور تیسری بھی کہتے ہیں کہ ابتدا اس کی تیسرے درجے میں ہوئی اور ایک روایت میں یہ لفظ زیادہ ہے کہ اس پر امر قرار پایا سو اس لفظ سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ تمام شہروں میں یہ اذان جاری ہوگئی اور عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر عمل کیا گیا لیکن فاکہانی نے لکھا ہے کہ مکے میں اس اذان عثمانی کو پہلے حجاج نے شروع کیا اور بصرہ میں زیاد نے شروع کیا اور شیخ ابن حجر نے فرمایا کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ مغرب ادنیٰ میں

اب بھی یہ اذان مروج نہیں فقط ایک ہی اذان ہے جو حضرت ﷺ کے زمانے میں کہی جاتی تھی اور ابن ابی شیبہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ جمعہ کے دن پہلی اذان دینی بدعت ہے سو احتمال ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس اذان عثانی پر انکار کیا ہو یا اس واسطے کہ یہ اذان حضرت ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی اور جو حضرت ﷺ کے زمانے میں نہ ہوا ہو وہ بدعت ہے اس لیے اس کو بدعت کہا ہو لیکن بعض بدعت حسنہ ہوتی ہے اور بعض اس کے برخلاف ہوتی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس اذان کو اس واسطے جاری کیا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جمعہ کا وقت ہو گیا جیسے کہ اور نمازوں میں بھی اسی غرض سے اذان کہی جاتی ہے اور جمعہ کی خصوصیت کو بھی باقی رکھا کہ اصلی اذان کو امام کے خطبہ پڑھنے کے وقت مقرر کیا اور بعض شہروں میں جو سنتوں کے واسطے ایک اذان علیحدہ کہتے ہیں سو یہ بدعت ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔

**فائدہ:** ایک روایت میں عبدالرزاق وغیرہ کے آیا ہے کہ یہ تیسری اذان پہلے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جاری کی سو مراد اس سے یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی اطلاع کے واسطے فقط کوئی دعا مقرر کر رکھی تھی اس کے الفاظ اذان کے موافق نہیں تھے پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں اس دعا کے بدلے اذان مقرر کر دی پس ان دونوں روایتوں میں تعارض نہیں اور اس حدیث سے اذان دینے کا وقت بھی معلوم ہوگا کہ ایک پہلے کہی جائے اور دوسری خطبے کے وقت کہی جائے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

## بَابُ الْمُؤَذِّنِ الْوَاحِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ. جمعہ کے دن فقط ایک آدمی اذان کہے دو تین آدمی نہ کہیں۔

**فائدہ:** ابن حبیب نے ذکر کیا کہ جب حضرت ﷺ منبر پر بیٹھتے تو تین مؤذن اس وقت باری باری سے اذان کہتے تھے اور جب تیسرا مؤذن کہہ چکتا تو اس وقت آپ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے سو چونکہ یہ دعویٰ بے دلیل ہے اور کسی طریق سے یہ حدیث ثابت نہیں ہوتی اس واسطے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس قول کے رد کے واسطے یہ باب باندھا۔

٨٦٢ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِيْ سَلَمَةَ الْمَاجِشُوْنُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّآئِبِ بْنِ يَزِيْدَ أَنَّ الَّذِيْ زَادَ التَّأْذِيْنَ الثَّالِثَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنٌ غَيْرَ وَاحِدٍ وَّكَانَ التَّأْذِيْنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِيْنَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَعْنِيْ عَلَى الْمِنْبَرِ.

٨٦٢۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن تیسری اذان عثمان رضی اللہ عنہ نے جاری کی جب کہ مدینے کے لوگ بہت ہو گئے اور حضرت ﷺ کا ایک مؤذن کے سوا کوئی مؤذن نہیں تھا اور جمعہ کے دن اذان اس وقت ہوتی تھی جب کہ امام منبر پر بیٹھ جاتا یعنی جو اذان کہتا تھا وہی تکبیر کہتا تھا۔

**فائدہ:** بعض نے کہا کہ حرمین وغیرہ میں دستور ہے کہ جمعہ وغیرہ نمازوں میں ہر وقت کے مؤذن بلند آواز سے یکبارگی اذان کہتے ہیں ایک مؤذن ایک منارے پر کھڑا ہوتا ہے اور دوسرا دوسرے پر وعلی ھذا القیاس ایک وقت کئی مؤذن اذان کہتے ہیں سو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے رد کے واسطے یہ باب باندھا ہے بہر حال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن فقط ایک مؤذن اذان کہے دو تین نہ کہیں نہ اکٹھے اور نہ متفرق کہ اس میں حضرت ﷺ کی سنت کی مخالفت لازم آتی ہے پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی اور اگر کوئی کہے کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی کبھی کبھی اذان کہا کرتے تھے تو کہا جائے گا کہ وہ اپنی اپنی مسجدوں میں کہا کرتے تھے حضرت ﷺ کی مسجد میں نہیں کہتے تھے بلکہ حضرت ﷺ کے دائمی مؤذن فقط بلال رضی اللہ عنہ تھے اور نیز ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ صرف صبح کی اذان دیا کرتے تھے نہ جمعہ کی اور یہ مسئلہ خاص جمعہ کا ہے پس فرق ظاہر ہے۔

## بَابُ يُجِيْبُ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنبَرِ إِذَا سَمِعَ النِّدَآءَ.

جب امام منبر پر اذان سنے تو اس کا جواب دے۔

٨٦٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِيْ سُفْيَانَ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمِنبَرِ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ قَالَ مُعَاوِيَةُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ وَأَنَا قَالَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ وَأَنَا فَلَمَّا أَنْ قَضَى التَّأْذِيْنَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى هٰذَا الْمَجْلِسِ حِيْنَ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَقُوْلُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّيْ مِنْ مَّقَالَتِيْ.

٨٦٣۔ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مؤذن نے اذان کہی اور معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھا تھا سو جب مؤذن نے کہا اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ پھر مؤذن نے کہا أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ سو معاویہ نے بھی کہا أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پھر مؤذن نے کہا أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سو معاویہ نے بھی ویسا کہا سو جب مؤذن اذان دے چکا تو معاویہ نے کہا کہ اے لوگو! میں نے حضرت ﷺ سے سنا ہے کہ جب اس جگہ منبر پر بیٹھتے اور مؤذن اذان کہتا تو اس کا جواب دیتے جیسا کہ تم نے مجھ کو سنا ہے جو میں نے اذان کے جواب میں کہا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مؤذن اذان کہے اور امام منبر پر بیٹھا ہو تو امام بھی اس کی اذان کا جواب دے پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر امام منبر پر لوگوں

کو دین کی تعلیم کرے تو جائز ہے اور یہ کہ اذان کے بعد خطبہ شروع کرنے سے پہلے کلام کرنی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اذان کے اول میں ترجیع نہیں اور یہ کہ خطبے سے پہلے منبر پر بیٹھنا مستحب ہے کما سیاتی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر سننے والا اذان کے جواب میں فقط اتنا ہی کہے کہ میں بھی ویسا کہتا ہوں تو جواب اس کا ادا ہو جاتا ہے۔

## بَابُ الْجُلُوْسِ عَلَى الْمِنبَرِ عِنْدَ التَّأْذِيْنِ.

اذان کے وقت منبر پر بیٹھنے کا بیان۔

**فائدہ:** امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جب امام منبر پر چڑھے تو مستحب ہے کہ خطبے سے پہلے تھوڑا سا منبر پر بیٹھ جائے یہاں تک کہ جب مؤذن اذان سے فارغ ہو تو اس وقت امام اٹھ کر خطبہ پڑھے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خطبے سے پہلے منبر پر بیٹھنا مستحب نہیں اور دلیل جمہور کی یہ حدیث ہے اور کئی حدیثیں اور بھی ہیں انتہی۔

٨٦٤ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ السَّآئِبَ بْنَ يَزِيْدَ أَخْبَرَهُ أَنَّ التَّأْذِيْنَ الثَّانِيَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَمَرَ بِهِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ التَّأْذِيْنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِيْنَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ.

٨٦٤۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مسجد کے لوگ بہت ہو گئے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن دوسری اذان جاری کی اور جمعہ کی اذان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس وقت ہوتی تھی جب کہ امام منبر پر بیٹھتا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے وقت خطبے سے پہلے منبر پر بیٹھنا سنت ہے پس یہ حدیث حجت ہے اس پر جو اس کو سنت نہیں کہتا۔

## بَابُ التَّأْذِيْنِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ.

خطبے کے وقت اذان دینے کا بیان یعنی سنت ہے۔

٨٦٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ السَّآئِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ إِنَّ الْأَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ أَوَّلُهُ حِيْنَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنبَرِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا كَانَ فِيْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ

٨٦٥۔ ترجمہ اس حدیث کا چوتھے باب میں عنقریب گزر چکا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خطبے کے وقت اذان دینی سنت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہی معمول تھا۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَثُرُوْا أَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْأَذَانِ الثَّالِثِ فَأُذِّنَ بِهٖ عَلَى الزَّوْرَآءِ فَثَبَتَ الْأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ.

بَابُ الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ.

منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھنا جائز ہے اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ پڑھا۔

**فائدہ:** یہ ایک حدیث لمبی کا ٹکڑا ہے پوری حدیث باب الفتن میں آگے آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ پس اس سے ثابت ہوا کہ منبر پر خطبہ پڑھنا جائز ہے۔

٨٦٦ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيُّ الْقُرَشِيُّ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ حَازِمِ بْنُ دِيْنَارٍ أَنَّ رِجَالًا أَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ وَقَدِ امْتَرَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِمَّ عُوْدُهٗ فَسَأَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَعْرِفُ مِمَّا هُوَ وَلَقَدْ رَأَيْتُهٗ أَوَّلَ يَوْمٍ وُضِعَ وَأَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى فُلَانَةَ امْرَأَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ مُرِيْ غُلَامَكِ النَّجَّارَ أَنْ يَّعْمَلَ لِيْ أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ فَأَمَرَتْهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرْفَآءِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَآءَ بِهَا فَأَرْسَلَتْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ هَا هُنَا ثُمَّ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَيْهَا وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ

٨٦٦۔ حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چند آدمی سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس جھگڑتے آئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر کس لکڑی سے بنا ہے سو انہوں نے اس سے اس کا حال پوچھا سو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! البتہ میں جانتا ہوں جس لکڑی سے منبر بنا تھا اور میں نے اس کو دیکھا جب کہ پہلے دن مسجد میں رکھا گیا اور جب پہلے دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھے سو اس کا حال یوں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آدمی کو فلاں انصاریہ عورت کے پاس بھیجا (سہل اس کا نام بیان کرتا تھا) اور فرمایا کہ اپنے بڑھئی غلام سے کہہ دے کہ میرے واسطے لکڑیوں کا منبر بنا دے کہ جب میں لوگوں سے کلام کروں یعنی وعظ کروں تو اس پر بیٹھ جایا کروں سو اس عورت نے اپنے غلام سے کہہ دیا سو اس نے غابہ جنگل کے جھاؤ سے منبر تیار کیا اور اپنی مالکہ کے پاس لے آیا اور اس نے اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا سو آپ نے اس کے رکھنے کا حکم دیا سو اس جگہ مسجد میں رکھا گیا پھر میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اس پر نماز پڑھی اور تکبیر کہی اور آپ اس کے اوپر کھڑے تھے پھر آپ نے اس پر رکوع کیا پھر نیچے اتر کر اپنی ایڑیوں پر پیچھے

رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ فِيْ أَصْلِ الْمِنْبَرِ ثُمَّ عَادَ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَأْتَمُّوْا وَلِتَعَلَّمُوْا صَلَاتِيْ.

ہٹے یعنی قبلے سے منہ نہ پھیرا سو منبر کی جڑ میں سجدہ کیا پھر منبر پر چڑھے سو جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے لوگو! میں نے یہ کام صرف اس واسطے کیا ہے کہ تم میری پیروی کرو اور میری نماز کا طریقہ سیکھو۔

**فائدہ:** ایک انصاری عورت کا رومی غلام بڑھی کا کام کیا کرتا تھا حضرت ﷺ نے اس سے منبر کی فرمائش کی تب اس نے غابہ کے جھاؤ کی لکڑی سے منبر بنایا اور غابہ ایک جنگل کا نام ہے مدینے سے مشرق کی طرف واقع ہے اور منبر سے پہلے حضرت ﷺ ایک ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے حضرت ﷺ کو اس سے تکلیف ہوتی تھی کہ دیر تک کھڑے رہنے سے تھک جاتے تھے ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا حضرت! آپ منبر بنوایئے جیسا کہ شام کے ملک میں ہوتا ہے تب آپ نے منبر بنوایا اور بعض نے کہا کہ جب لوگ بہت ہو گئے تب آپ نے منبر بنوایا اور علماء کہتے ہیں کہ طول کل منبر کا دو ہاتھ تھا اور چوڑائی اس کی ایک ہاتھ تھی اور اس کے تین درجے یعنی تین پائے تھے ہر ایک پائے کی چوڑائی ایک بالشت تھی اور ۷ ہجری یا آٹھ ہجری میں منبر تیار ہوا اور مدت تک وہی منبر تین پایہ رہا یہاں تک کہ جب معاویہ کا زمانہ آیا تو اس نے چھ درجے اس کے تلے اور زیادہ کر دیے پھر بہت مدت تک وہی منبر رہا یہاں تک کہ ۶۵۴ ہجری میں مسجد نبوی جل گئی اس میں وہ منبر بھی جل گیا پھر بعد اس کے جدید منبر تیار ہوا پس اس سے معلوم ہوا کہ منبر پر خطبہ پڑھنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قلیل عمل سے نماز باطل نہیں ہوتی اور اسی طرح اگر نماز میں عمل کثیر متفرق واقع ہو تو اس سے بھی نماز نہیں ٹوٹتی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کو مقتدیوں سے بلند کھڑے ہونا جائز ہے جیسا کہ باب الصلوة فی التطوع میں پہلے گزر چکا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ منبر بنانا مستحب ہے اس لیے کہ اس میں لوگ امام کو اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں اور اچھی طرح اس کی آواز سن سکتے ہیں اور یہی مذہب ہے جمہور علماء کا۔

٨٦٧ ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَنَسٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ أَصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

٨٦٧ ـ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کھجور کا ایک ستون تھا حضرت ﷺ اس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے سو جب آپ کے واسطے منبر رکھا گیا اور آپ منبر پر بیٹھے تو ہم نے حاملہ اونٹنی کی طرح اس ستون کی آواز سنی یعنی حضرت ﷺ کی جدائی سے وہ ستون رویا یہاں تک کہ حضرت ﷺ منبر سے نیچے اتر آئے اور اپنے ہاتھ کو اس پر رکھا تب اس کا رونا بند ہوا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ قَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيٰى أَخْبَرَنِيْ حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ.

**فائدہ:** سبحان اللہ جس رسول کی جدائی اور فراق سے درخت روئیں اگر انسان کو اس کی محبت پیدا نہ ہو تو اس کو اپنی قسمت پر رونا چاہیے اور اس سے معلوم ہوا کہ منبر پر خطبہ پڑھنا جائز ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

٨٦٨ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ أَبِيْ إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ جَآءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ.

٨٦٨۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ منبر پر خطبہ پڑھتے تھے سو فرمایا کہ جو شخص جمعہ کی نماز کے واسطے آئے تو چاہیے کہ نہائے۔

**فائدہ:** اس سے بھی معلوم ہوا کہ منبر پر خطبہ پڑھنا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خطیب منبر پر لوگوں کو احکام تعلیم کرے تو جائز ہے۔

## بَابُ الْخُطْبَةِ قَآئِمًا.

کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنے کا بیان یعنی امام کو چاہیے کہ خطبے کو کھڑا ہو کر پڑھے بیٹھ کر نہ پڑھے۔

**فائدہ:** امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ ابن عبدالبر نے حکایت کی ہے کہ علماء کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ جس شخص کو کھڑے ہونے کی طاقت ہو اگر وہ بیٹھ کر خطبہ پڑھے تو درست نہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا واجب نہیں اگر بیٹھ کر پڑھے تو جب بھی درست ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ واجب ہے لیکن بغیر اس کے جمعہ صحیح ہو جاتا ہے۔

وَقَالَ أَنَسٌ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَآئِمًا.

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس حالت میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے۔

٨٦٩ ۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَآئِمًا ثُمَّ

٨٦٩۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا کرتے تھے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے تھے جیسا کہ تم لوگ اب کرتے ہو۔

يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُوْمُ كَمَا تَفْعَلُوْنَ الْاٰنَ.

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہی مذہب ہے جمہور علماء کا بلکہ ابن عبدالبر نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے کما مو اور جمہور کی دلیل اس کے سوا اور بھی کئی حدیثیں ہیں جو صحیح مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں ایک دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں آیا اور عبدالرحمٰن بن ابی الحکم بیٹھ کر خطبہ پڑھ رہا تھا سو کعب رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا اور یہ آیت پڑھی ﴿وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا﴾ یعنی لوگ تجھ کو کھڑے چھوڑ گئے اور کہا کہ میں نے آج تک کسی امام کو نہیں دیکھا کہ اس نے بیٹھ کر خطبہ پڑھا ہو اور ایک دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو ابن ابی شیبہ نے طاؤس سے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور سب سے پہلے بیٹھ کر خطبہ پڑھنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے نکالا سو جمہور کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے اس پر ہمیشگی کی ہے پس واجب ہوگا اور نیز دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا مشروع ہوا ہے سو اگر بیٹھ کر خطبہ پڑھنا جائز ہوتا تو دونوں کے درمیان بیٹھنے کی کوئی حاجت نہ تھی اور ایک دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا کرتے تھے سو جو کہے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ پڑھتے تھے تو وہ جھوٹا ہے اور جو لوگ بیٹھ کر خطبہ پڑھنا جائز رکھتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے ابو سعید رضی اللہ عنہ کی جو ابھی آتی ہے کہ حضرت ﷺ منبر پر بیٹھ گئے اور اصحاب بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے اور ایک دلیل ان کی منبر تیار ہونے کی حدیث ہے جو ابھی گزر چکی ہے کہ اس میں آپ نے فرمایا کہ میرے واسطے منبر بنا کہ میں اس پر بیٹھ کر لوگوں سے کلام کیا کروں سو جواب پہلی حدیث کا یہ ہے کہ وہ جمعہ کا خطبہ نہیں تھا بلکہ اور کوئی خطبہ تھا اور دوسری حدیث کا یہ جواب ہے کہ مراد اس سے وہ بیٹھنا ہے جو خطبے کی ابتدا اور درمیان میں بیٹھتے تھے اور ایک دلیل ان کی یہ ہے کہ اگر کھڑے ہو کر پڑھنا شرط ہوتا تو جس نے بیٹھ کر خطبہ پڑھا تھا اس کے ساتھ نماز درست نہ ہوتی حالانکہ لوگوں نے اس کے ساتھ نماز پڑھی بلکہ جس نے انکار کیا اس نے بھی اس کے ساتھ نماز پڑھی سو جواب اس کا یہ ہے کہ جس نے اس کے ساتھ نماز پڑھی سو اس نے فتنے کے خوف سے پڑھی جیسا کہ عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس نے سفر میں نماز پوری پڑھی یعنی دوگانہ نہ پڑھی سو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا اور باوجود اس کے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے شر کے خوف سے اس کے ساتھ نماز پڑھی اور عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ سے جو بیٹھ کر خطبہ پڑھنا مروی ہے تو وہ ضرورت کے واسطے تھا جیسا کہ روایتوں کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے۔

بَابُ اِسْتِقْبَالِ النَّاسِ الْاِمَامَ اِذَا خَطَبَ. جب امام خطبہ پڑھے تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھیں۔

**فائدہ:** خطبے کے وقت امام کی طرف منہ کر کے بیٹھنا جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہے اور ابن منذر نے کہا کہ اس کے مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور شرح مہذب میں نقل کیا ہے کہ خطبے میں دائیں بائیں دیکھنا بالاتفاق مکروہ ہے مگر بعض حنفی کہتے ہیں کہ صحیح نہیں اور حکمت اس کی یہ ہے کہ اس میں امام کی کلام سننے کے واسطے تیاری ہوتی ہے اور اس طور سے اس کی کلام سننے میں ادب پایا جاتا ہے سو جب امام کی طرف منہ کرے اور اپنے بدن اور حضور دل سے اس کی طرف متوجہ ہو تو اس کی کلام کو خوب یاد رکھے گا اور اسی طرح جب امام خطبہ پڑھے تو سنت ہے کہ وہ بھی مقتدیوں کی طرف منہ کرے اور مقتدیوں کی طرف منہ کرنے سے اگرچہ قبلے کی طرف پیٹھ دینی لازم آتی ہے لیکن یہ اس کو معاف ہے تاکہ مخاطبین کی طرف پیٹھ دینی لازم نہ آئے جو عرف میں قبیح ہے اور یہ باب کی حدیث سے التزاما سمجھا جاتا ہے۔

وَاسْتَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمُ الْإِمَامَ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور انس رضی اللہ عنہ امام کی طرف متوجہ ہوئے

**فائدہ:** نیز ان دونوں اثروں کو بیہقی اور ابن منذر نے نقل کیا ہے۔

٨٧٠ ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُوْنَةَ حَدَّثَنَا عَطَآءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ.

٨٧٠۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھے۔

**فائدہ:** ظاہر یہی ہے کہ آپ کا منبر پر بیٹھنا خطبے کے لیے تھا سو جو آدمی آپ کے گرد بیٹھے تھے ضروری ہے کہ ان کا منہ آپ کی طرف ہوگا تاکہ خطبہ اور وعظ سنیں اور یہ خطبہ جمعہ کا نہیں تھا تاکہ اس سے بیٹھنا لازم آئے بلکہ وعظ ونصیحت کے لیے تھا اور جب کہ غیر جمعہ میں امام کی طرف منہ کرنا مستحب ہوا تو جمعہ میں بطریقِ اولیٰ مستحب ہوگا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ مَنْ قَالَ فِي الْخُطْبَةِ بَعْدَ الثَّنَآءِ أَمَّا بَعْدُ رَوَاهُ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

خطبے میں ثنا کے بعد اما بعد کہنے والے کا بیان یعنی خطبے میں اول اللہ کی تعریف کہے اور جب اللہ کی تعریف کہہ چکے تو اس کے بعد اما بعد کہے تاکہ حمد اور صلوۃ اور وعظ کے درمیان فرق ہو جائے روایت کیا ہے اس مسئلے کو ابن

عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

وَقَالَ مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَتْنِيْ فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَآءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ قُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَآءِ فَقُلْتُ اٰيَةٌ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ قَالَتْ فَأَطَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِدًّا حَتّٰى تَجَلَّانِيَ الْغَشْيُ وَإِلٰى جَنْبِيْ قِرْبَةٌ فِيْهَا مَآءٌ فَفَتَحْتُهَا فَجَعَلْتُ أَصُبُّ مِنْهَا عَلٰى رَأْسِيْ فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ وَحَمِدَ اللّٰهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ قَالَتْ وَلَغَطَ نِسْوَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَانْكَفَأْتُ إِلَيْهِنَّ لِأُسَكِّتَهُنَّ فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ قَالَتْ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيْتُهٗ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهٗ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَإِنَّهٗ قَدْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ أَوْ قَرِيْبًا مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ يُؤْتٰى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهٗ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوْ قَالَ الْمُوْقِنُ شَكَّ هِشَامٌ فَيَقُوْلُ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ هُوَ

اسماء ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے روایت ہے کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے میں نے کہا کیا حال ہے لوگوں کا؟ یعنی ایسے بیقرار کیوں ہو رہے ہیں سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا یعنی سورج کو گہن لگا ہے سو میں نے کہا کیا گہن لگنا کسی بڑے حادثے کی نشانی ہے سو اُس نے سر سے اشارہ کیا یعنی ہاں اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت دیر تک کھڑے رہے یعنی نماز میں یہاں تک کہ مجھ کو بیہوشی ہوگئی یعنی گرمی کے سبب سے اور میرے پہلو میں پانی کی ایک مشک تھی سو میں نے اس کا منہ کھولا اور اس سے اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر پھرے اس حالت میں کہ سورج روشن ہو گیا تھا یعنی گہن دور ہو گیا تھا سو آپ نے لوگوں کو خطبہ سنایا اور اللہ تعریف کی جو اس کے لائق تھی پھر فرمایا اما بعد! یعنی بعد حمد وصلوۃ کے (پھر آپ نے یہ کلمہ کہہ کر وعظ شروع کیا) اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انصار کی عورتوں نے شور کیا سو میں ان کی طرف پلٹ گئی کہ ان کو چپ کراؤں سو میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بعد کیا فرمایا اُس نے کہا کہ آپ نے یہ فرمایا کہ کوئی چیز نہیں جس کو میں نے دیکھا ہوا نہیں تھا مگر میں نے اس کو اپنی اس جگہ میں دیکھا یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ بھی دیکھا اور فرمایا کہ البتہ شان یہ ہے کہ مجھ کو وحی ہوئی کہ بیشک تم مبتلا کیے جاؤ گے قبروں میں مثل فتنے مسیح دجال کے یعنی جیسا کہ دجال

مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ نَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى فَاٰمَنَّا بِهٖ وَأَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا وَصَدَّقْنَا فَيُقَالُ لَهٗ نَمْ صَالِحًا قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ إِنْ كُنْتَ لَتُؤْمِنُ بِهٖ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوْ قَالَ الْمُرْتَابُ شَكَّ هِشَامٌ فَيُقَالُ لَهٗ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِىْ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُ قَالَ هِشَامٌ فَلَقَدْ قَالَتْ لِيْ فَاطِمَةُ فَأَوْعَيْتُهٗ غَيْرَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ مَا يُغَلِّظُ عَلَيْهِ.

کے سامنے کوئی آدمی ثابت قدم نہیں رہ سکے گا الا من شاء اللہ ویسا ہی قبر کے سوال سے بھی کوئی آدمی ثابت نہیں رہے گا مگر جس کو اللہ رکھے ہر آدمی لایا جائے گا یعنی اس کے پاس فرشتے آئیں گے تو اس سے پوچھا جائے گا کہ تو اس مرد یعنی حضرت ﷺ کو کیا جانتا ہے سو جو مومن ہوگا وہ کہے گا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں وہ محمد ﷺ ہیں لائے ہمارے پاس دلیلیں روشن اور ہدایت سو ہم نے مان لیا ان کی پیغمبری کو اور قبول کیا اُن کے حکم کو اور تابع ہوئے ان کے سو اس کو کہا جائے گا کہ تو سو جا نیکو کار ہو کہ ہم جانتے تھے کہ تو ان کے ساتھ ایمان رکھتا ہے اور جو منافق ہوگا یعنی حضرت ﷺ کی رسالت میں شک کرتا ہوگا تو اس سے پوچھا جائے گا تو اس مرد یعنی حضرت ﷺ کو کیسا جانتا ہے سو وہ کہے گا کہ میں کچھ نہیں جانتا میں نے جو کچھ لوگوں کو کہتے سنا وہی کہہ دیا یعنی دین کی تحقیق نہ کی سنی سنائی بات پر یقین کر لیا اور باپ دادوں کے رواج پر اڑا رہا۔

**فائدہ:** یہ جو آپ نے فرمایا کہ میں نے بہشت اور دوزخ کو دیکھا تو احتمال ہے کہ آپ نے انہیں آنکھوں سے دیکھا ہو یا اللہ تعالیٰ نے درمیان میں سے پردہ اٹھا دیا ہو یا ان کا نمونہ دکھا دیا ہو ہر طرح سے ہوسکتا ہے اور یہ جو فرمایا کہ مجھ کو وحی ہوئی تو یہ اس کے منافی نہیں اس لیے کہ ممکن ہے کہ آپ نے بہشت اور دوزخ کو آنکھ سے دیکھا ہو اور قبروں کا فتنہ وحی کے ذریعہ سے معلوم کیا ہو اور اس حدیث کا مفصل بیان باب الکسوف میں آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور یہاں اس حدیث سے صرف اتنی غرض ہے کہ خطبے میں حمد وصلوۃ کے بعد اما بعد کہنا مستحب ہے پس مناسبت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور علماء کو اس باب میں اختلاف ہے کہ پہلے یہ کلمہ کس نے جاری کیا بعض کہتے ہیں کہ پہلے یہ کلمہ داؤد علیہ السلام نے جاری کیا اور بعض کہتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے کہا اور بعض کسی اور آدمی کا نام لیتے ہیں، واللہ اعلم۔

٨٧١ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ

٨٧١۔ حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کے پاس کچھ مال آیا یا کوئی چیز آئی سو آپ نے

سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِمَالٍ أَوْ بِشَيْءٍ فَقَسَمَهُ فَأَعْطَى رِجَالًا وَّتَرَكَ رِجَالًا فَبَلَغَهُ أَنَّ الَّذِيْنَ تَرَكَ عَتَبُوْا فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ أَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَوَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأُعْطِيَ الرَّجُلَ وَأَدَعُ الرَّجُلَ وَالَّذِيْ أَدَعُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِيْ أُعْطِيْ وَلٰكِنْ أُعْطِيْ أَقْوَامًا لِّمَا أَرٰى فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِّنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ وَأَكِلُ أَقْوَامًا إِلٰى مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِّنَ الْغِنٰى وَالْخَيْرِ فِيْهِمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ فَوَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنَّ لِيْ بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ.

اس کو بانٹا سو بعض کو دیا اور بعض کو نہ دیا سو حضرت ﷺ کو خبر پہنچی کہ جن لوگوں کو مال نہیں دیا وہ رنجیدہ اور غصے میں ہیں سو آپ نے خطبہ پڑھا اور اللہ کی تعریف کی اور اس پر ثنا کہی پھر فرمایا کہ حمد اور صلوۃ کے بعد بات تو یہ ہے کہ قسم ہے اللہ کی میں دیتا ہوں ایک مرد کو اور چھوڑتا ہوں دوسرے مرد کو سو جس کو میں چھوڑتا ہوں وہ میرے نزدیک زیادہ پیارا ہے اس سے جس کو میں دیتا ہوں لیکن چند قوموں کو دیتا ہوں اس واسطے کہ میں ان کے دلوں میں بے صبری اور حرص دیکھتا ہوں اور بعض قوموں کو اس پر چھوڑتا ہوں کہ اللہ نے ان کے دلوں میں بے پرواہی اور خیر ڈالی ہے اور انہیں میں عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ بھی ہیں یعنی میرے دینے کو محبت اور نہ دینے کو رنج کا سبب نہ سمجھو بلکہ بالعکس معاملہ ہے کہ بے صبرے، لالچی لوگوں کو دیتا ہوں اور قناعت والوں کو قناعت پر چھوڑتا ہوں۔ عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی میں دوست نہیں رکھتا کہ مجھ کو بدلے اس بات حضرت ﷺ کے سرخ اونٹ ملیں یعنی یہ جو آپ نے فرمایا کہ عمرو بھی قناعت والے لوگوں میں سے ہے سو اگر اس کلمے کے سوا آپ مجھ کو سرخ اونٹ دیتے اور یہ کلمہ نہ فرماتے تو میں ایسا خوش نہ ہوتا جیسا کہ آپ کے اس قول سے خوش ہوا ہوں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ خطبے میں حمد وصلوۃ کے بعد امابعد کہنا سنت ہے، واللہ اعلم۔

٨٧٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً مِّنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى رِجَالٌ بِصَلَاتِهِ فَأَصْبَحَ النَّاسُ

٨٧٢۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ایک رات کے درمیان گھر سے تشریف لائے سو آپ نے مسجد میں تراویح کی نماز پڑھی اور چند اصحاب نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی سو صبح کو لوگ آپس میں گفتگو کرنے لگے یعنی لوگوں میں اس بات کا چرچا ہوا کہ حضرت ﷺ نے اس رات میں تراویح کی نماز پڑھی ہے۔ سو دوسری رات کو پہلی سے

فَتَحَدَّثُوْا فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّوْا مَعَهُ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتّٰى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ لٰكِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللهِ تَابَعَهُ يُوْنُسُ.

زیادہ لوگ مسجد میں جمع ہوئے سو سب نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی سو صبح کو لوگ اس بات کا چرچا کرنے لگے اور بہت لوگوں کو خبر ہوگئی سو تیسری رات کو بہت لوگ مسجد میں جمع ہو گئے سو حضرت ﷺ گھر سے تشریف لائے اور لوگوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی سو جب چوتھی رات آئی تو مسجد نمازیوں سے تنگ ہوگئی یعنی لوگ اس کثرت سے جمع ہوئے کہ مسجد میں نہ سما سکے اور حضرت ﷺ باہر نہ آئے یہاں تک کہ تمام رات گزر گئی سو آپ فجر کی نماز کے واسطے باہر تشریف لائے سو جب آپ نماز ادا کر چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور خطبہ پڑھا پھر فرمایا اما بعد یعنی حمد وصلوۃ کے بعد بات تو یہ ہے کہ تمہارا حال مجھ سے پوشیدہ نہیں رہا یعنی تمہارا مسجد میں جمع ہونا اور نماز کا انتظار کرنا سب مجھ کو معلوم ہے لیکن میں نے خوف کیا کہ تراویح کی نماز تم پر فرض ہو جائے سو تم اس سے عاجز ہو جاؤ یعنی آج کی رات میں نے تم کو اس واسطے نماز نہیں پڑھائی کہ ڈرتا ہوں کہ تراویح کی نماز تم پر فرض نہ ہو جائے پھر اگر نہ ہو سکے تو گنہگار ہو گے سو اپنے گھروں میں نماز پڑھو اس واسطے کہ بہتر نماز مرد کی اپنے گھر ہی میں ہے مگر فرض جیسا کہ دوسری روایت میں آ چکا ہے۔

٨٧٣ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ عَنْ أَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَشِيَّةً بَعْدَ الصَّلَاةِ فَتَشَهَّدَ وَأَثْنٰى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ تَابَعَهُ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَأَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ

٨٧٣۔ حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات حضرت ﷺ عشاء کی نماز کے بعد کھڑے ہوئے سو آپ نے خطبہ پڑھا اور اللہ کی تعریف کی جو اس کے لائق تھی پھر فرمایا اما بعد!۔

أَبِیْ حُمَیْدٍ السَّاعِدِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَّا بَعْدُ تَابَعَهُ الْعَدَنِیُّ عَنْ سُفْیَانَ فِیْ أَمَّا بَعْدُ.

٨٧٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْیَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنٍ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهٗ حِیْنَ تَشَهَّدَ یَقُوْلُ أَمَّا بَعْدُ تَابَعَهُ الزُّبَیْدِیُّ عَنِ الزُّهْرِیِّ.

٨٧٤۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے سو میں نے آپ سے سنا کہ جب آپ نے خطبہ پڑھا تو حمد وصلوۃ کے بعد اما بعد کہا۔

٨٧٥ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِیْلُ بْنُ أَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِیْلِ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَعِدَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ وَكَانَ اٰخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَهٗ مُتَعَطِّفًا مِّلْحَفَةً عَلٰى مَنْكِبَیْهِ قَدْ عَصَبَ رَأْسَهٗ بِعِصَابَةٍ دَسِمَةٍ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ أَیُّهَا النَّاسُ إِلَیَّ فَثَابُوْا إِلَیْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ هٰذَا الْحَیَّ مِنَ الْأَنْصَارِ یَقِلُّوْنَ وَیَكْثُرُ النَّاسُ فَمَنْ وَّلِیَ شَیْئًا مِّنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَطَاعَ أَنْ یَّضُرَّ فِیْهِ أَحَدًا أَوْ یَنْفَعَ فِیْهِ أَحَدًا فَلْیَقْبَلْ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَیَتَجَاوَزْ عَنْ مُّسِیْئِهِمْ.

٨٧٥۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور یہ آپ کا اخیر کا بیٹھنا تھا جو آپ منبر پر بیٹھے (یعنی اس کے بعد پھر آپ منبر پر نہیں بیٹھے کہ آپ نے انتقال فرمایا) سو اس حالت میں آپ چادر سے اپنے مونڈھوں کو لپیٹے ہوئے تھے اور سیاہ پگڑی سے اپنے سر کو باندھے ہوئے تھے سو آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر اللہ کی تعریف کی اور اس پر ثنا کہی پھر فرمایا کہ اے لوگو! میرے پاس آؤ سو لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے پھر فرمایا حمد وصلوۃ کے بعد بات تو یہ ہے کہ البتہ انصار کا قبیلہ روز بروز گھٹتا جائے گا اور ان کے سوا اور لوگ بڑھتے جائیں گے سو جو شخص کہ حاکم ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے کسی چیز کا پھر اس کو اپنی حکومت میں اتنی طاقت ہو کہ کسی کا ضرر کر سکے یا کسی کو فائدہ پہنچا سکے تو چاہیے کہ انصار کی نیکیوں کو قبول کرے اور ان کے بدکاروں سے در گزر کرے۔

**فائدہ:** یہ غیب کی خبر ہے شاید وحی سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تھا کہ بنی امیہ وغیرہ کی سلطنت میں انصاریوں پر ظلم ہو گا اس واسطے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی سفارش میں یہ حدیث فرمائی یعنی امت محمدی کے حاکم کو لازم ہے کہ ان کے

نیکوں کی تعظیم اور توقیر کرے اور ان کے بدکاروں سے چشم پوشی کرے یعنی اگر کوئی حرکت تعزیر کے لائق کریں تو حاکم اس کو ٹال جائے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر چہ انصار حد مارنے کا گناہ کریں تو ان پر حد نہ مارے اس واسطے کہ حدود معین میں کسی کی سفارش نہیں اور اس میں حاکم کو کچھ اختیار نہیں چنانچہ حضرت ﷺ نے خود فرمایا کہ اگر فاطمہ محمد ﷺ کی بیٹی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دوں ان سب حدیثوں سے ثابت ہوا کہ خطبہ میں اما بعد کہنا سنت ہے پس مطابقت ان حدیثوں کی باب سے ظاہر ہے اور ان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اما بعد کا لفظ فقط خطبوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ رسالوں اور کتابوں وغیرہ کی ابتدا میں بھی کہنا جائز ہے جیسا کہ اکثر مصنفوں کا دستور ہے اور اگر صرف وبعد کہے یا اما بعد الحمد کہے تو یہ بھی جائز ہے، واللہ اعلم۔

**بَابُ الْقَعْدَةِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.** جمعہ کے دن دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا بیان۔

**فائدہ:** امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا واجب ہے اور یہی مشہور ہے امام احمد رحمہ اللہ سے اور امام مالک رحمہ اللہ کا ایک روایت میں بھی یہی قول ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ جلسہ خطبے کے واسطے شرط ہے بغیر اس کے خطبہ صحیح نہیں ہوتا ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور جمہور کے نزدیک یہ جلسہ واجب نہیں سنت ہے وہ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی ذکر پڑھنا نہیں آیا پس واجب نہیں ہوگا اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے اس پر ہمیشگی کی ہے پس واجب ہوگا کہ مواظبت وجوب پر دلالت کرتی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کی اس دلیل کا قوی جواب جمہور کی طرف کوئی نظر نہیں آیا ہے اور ابوداؤد میں روایت ہے کہ حضرت ﷺ جب منبر پر چڑھتے تو بیٹھ جاتے تھے پس جب مؤذن اذان سے فارغ ہوتا تو کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے پھر بیٹھ جاتے اور کلام نہ کرتے پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ اس جلسے میں کلام نہ کرنی چاہیے اور کوئی ذکر یا دعا وغیرہ پڑھنا بھی اس جلسے میں ثابت نہیں ہوا نہ پوشیدہ اور نہ پکار کر اور اس کی نفی بھی ثابت نہیں ہوئی، واللہ اعلم۔

**٨٧٦ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَقْعُدُ بَيْنَهُمَا.**

٨٧٦۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ دو خطبے پڑھا کرتے تھے ان کے درمیان بیٹھ جاتے۔

**فائدہ:** اس جلسے کی مقدار میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کی مقدار جلسے استراحت کے برابر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جتنے میں سورہ قل ہو اللہ احد پڑھی جائے اسی قدر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہر ہڈی اپنی جگہ میں پلٹ آئے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ دو خطبوں کے درمیان فرق ہو جائے یا خطیب آرام پکڑے اور ان دو خطبوں کی

مقدار میں بھی علماء کو اختلاف ہے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خطبے میں وعظ کرنا اور قرآن پڑھنا شرط ہے وہ کہتے ہیں کہ ہر ہر خطبے میں حمد وصلوٰۃ اور وعظ تینوں شرط ہیں اور قرآن کی ایک آیت پڑھنی واجب ہے خواہ پہلے میں پڑھے خواہ پچھلے میں اور دوسرے میں مومنوں کے واسطے دعا کرنی واجب ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ جس پر خطبے کا نام بولا جائے اس قدر پڑھنا کافی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ادنیٰ چیز جو ذکر اللہ یعنی تسبیح اور تحمید کو شامل ہو اس سے خطبہ صحیح ہو جاتا ہے یعنی اگر فقط سبحان اللہ والحمد للہ کہے تو خطبے کے بدلے پس یہی کافی ہے اس لیے کہ آیت جمعہ میں مطلق ذکر آیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر لیکن امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے اس لیے کہ اس کو کوئی خطبہ نہیں کہتا اور اس سے خطبے کا مقصود یعنی وعظ وغیرہ حاصل نہیں ہوتا اور نیز یہ قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت کے مخالف ہے کہ آپ نے ایسا خطبہ کبھی نہیں پڑھایا۔

## بَابُ الْاِسْتِمَاعِ إِلَى الْخُطْبَةِ. جمعہ کے خطبے کے سننے کا بیان یعنی واجب ہے یا نہیں۔

**فائدہ:** امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ خطبے میں کلام کرنی حرام ہے یا مکروہ ہے سو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں طرح کی روایت آئی ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور عام علماء کہتے ہیں کہ خطبے میں کلام کرنی حرام ہے اور اس کو سننا اور اس کے واسطے چپ رہنا واجب ہے اور امام نخعی اور امام شعبی وغیرہ سے روایت ہے کہ فقط اسی وقت چپ رہنا واجب ہے جب کہ خطیب کوئی قرآن کی آیت پڑھے ورنہ نہیں اور اس میں یہی اختلاف ہے کہ جب کوئی دور ہونے کے سبب سے خطبے کی آواز نہ سن سکے تو اس پر بھی سکوت واجب ہے یا نہیں سو جمہور علماء کہتے ہیں کہ اس حالت میں بھی اس پر چپ رہنا واجب ہے اور امام نخعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اس پر چپ رہنا واجب نہیں۔

٨٧٧ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَغَرِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُوْنَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِيْ يُهْدِيْ بَدَنَةً ثُمَّ كَالَّذِيْ يُهْدِيْ بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ.

٨٧٧۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو مسجد کے دروازے پر فرشتے کھڑے ہوتے ہیں لکھتے جاتے ہیں کہ فلانا شخص آیا اس کے بعد فلانا آیا سو جو اول وقت آئے تو وہ اس کی مثل ہے جس نے اونٹ قربانی کی اور جو اس کے پیچھے آئے وہ اس کی مثل ہے جس نے گائے قربانی کی پھر مثل اس کی جس نے دنبہ قربانی کی پھر جس نے انڈا قربانی کی پھر جب امام خطبے کے واسطے منبر پر بیٹھتا ہے تو لپیٹ ڈالتے ہیں ان کاغذوں کو جس میں لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں اور مسجد میں آتے ہیں

اللہ کے ذکر سننے کو۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطبے کے واسطے چپ رہنا اور اس کو سننا واجب ہے اس لیے کہ جب فرشتے لکھنا چھوڑ کر خطبے کو سنتے ہیں تو معلوم ہوا کہ خطبہ سننے کا بڑا اہتمام ہے کہ فرشتے اس کے سننے میں مشغول ہوتے ہیں پس آدمیوں کو بطریق اولیٰ سننا چاہیے کہ وہ مکلّف ہیں اور اس حدیث میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ابتدا منع کلام کا اس وقت سے ہے جب کہ امام خطبہ شروع کرے اس سے پہلے نہیں اور اس قسم کی ایک حدیث صحیح مسلم میں بھی آئی ہے لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ جب امام خطبے کے واسطے نکلے تو اسی وقت سے کلام کرنی حرام ہو جاتی ہے کما سیاتی انشاء اللہ تعالیٰ۔

**بَابُ إِذَا رَأَى الْإِمَامُ رَجُلًا جَآءَ وَهُوَ يَخْطُبُ أَمَرَهُ أَنْ يُّصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ.**

جب امام خطبہ پڑھتا ہو اور خارج سے کسی آدمی کو آتے دیکھے تو اس کو دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم کرے۔

۸۷۸ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ أَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ.

۸۷۸۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن ایک مرد مسجد میں آیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے سو آپ نے فرمایا کہ کیا تو رکعتیں پڑھ چکا ہے؟ یعنی تحیۃ المسجد اس نے کہا کہ نہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اٹھ اور دو رکعتیں پڑھ لے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب امام خطبہ پڑھتا ہو اور کسی آدمی کو باہر سے آتے دیکھے تو اس کو دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم کرے بشرطیکہ پہلے اس سے دریافت کر لے کہ تحیۃ المسجد پڑھ چکا ہے یا نہیں لیکن یہ حکم امام کے ساتھ خاص ہے اور اس کے دیکھنے پر موقوف ہے اگر نہ دیکھے تو پھر اس پر یہ حکم کرنا کچھ ضروری نہیں اور جو شخص باہر سے آئے اس کے واسطے کوئی قید نہیں بلکہ مستحب ہے کہ ہر حال میں تحیۃ المسجد پڑھے۔

**بَابُ مَنْ جَآءَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ.**

اگر کوئی شخص باہر سے آئے اور امام خطبہ پڑھتا ہو تو دو رکعت ہلکی نماز پڑھے۔

۸۷۹ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ أَصَلَّيْتَ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

۸۷۹۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطبے کے وقت بھی تحیۃ المسجد پڑھنا درست ہے امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ سب حدیثیں صریح دلیلیں ہیں واسطے مذہب امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام اسحاق رحمہ اللہ اور فقہاء محدثین کے وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص جمعہ کے دن جامع مسجد میں آئے اور امام خطبہ پڑھتا ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھے اور ان کے پڑھنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے اور مستحب ہے کہ ان کو ہلکا پڑھے دراز نہ کرے تا کہ بعد ان کے خطبہ سنے اور حسن بصری وغیرہ متقدمین سے بھی یہی قول بیان کیا گیا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ اور لیث اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ثوری اور جمہور صحابہ اور تابعین کہتے ہیں کہ خطبے کے وقت تحیۃ المسجد نہ پڑھے اور یہی روایت ہے عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ وغیرہ سے اور نیز لکھا ہے کہ تحیۃ المسجد ہر وقت پڑھنی جائز ہے اور اُن سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت تحیۃ المسجد کو ترک نہیں کیا بلکہ جو آدمی جمعہ کے دن آیا اس کو بھی نفل پڑھنے کا حکم فرمایا باوجودیکہ سوائے تحیۃ المسجد کے خطبے میں اور نماز پڑھنی منع ہے سو اگر تحیۃ المسجد کے کسی وقت ترک کرنے کا حکم ہوتا تو اس وقت ترک کی جاتی اس لیے کہ وہ بیٹھ گیا تھا اور وہ بیٹھنے سے پہلے مشروع ہیں اور نیز وہ جاہل تھا اور نیز آپ نے خطبے کو چھوڑ کر اس سے کلام کی اور نفل پڑھنے کا حکم دیا سو اگر ان کی سخت تاکید نہ ہوتی تو ایسے وقت میں متروک ہوتی انتہیٰ۔ اور جمہور علماء اس حدیث کی کئی تاویلیں کرتے ہیں پہلی تاویل ان کی یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ احتمال ہے کہ یہ حدیث اس شخص کے ساتھ خاص ہے جس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھنے کا حکم فرمایا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ شخص محتاج تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ کھڑا ہو تا کہ سب لوگ اس کو دیکھیں اور اس کو صدقہ دیں اس واسطے آپ نے اس کو فرمایا کہ کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھ سو جواب اس کا یہ ہے کہ اصل فعل میں عدم خصوصیت ہے پس جب تک کوئی دلیل صحیح اس کی مخصص نہ ہو تب تک اپنے اصل پر رہے گی اور یہ علت بیان کرنی کہ آپ نے اس کو صدقے کے واسطے کھڑا ہونا فرمایا تھا سو یہ علت تحیۃ المسجد کے جائز ہونے کو مانع نہیں اس لیے کہ جو لوگ نفلوں کو اس وقت منع کرتے ہیں وہ صدقے کے واسطے نفل پڑھنے کو جائز نہیں رکھتے اور نیز اگر یہ جائز ہوتا تو سب مکروہ وقتوں میں بھی جائز ہوتا حالانکہ کوئی اس کا قائل نہیں اور نیز نسائی وغیرہ کی روایت میں آیا ہے کہ دوسرے جمعہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس کو نفل پڑھنے کا حکم فرمایا حالانکہ پہلے جمعہ میں اس کو دو کپڑے حاصل ہو چکے تھے سو ایک کو اس نے دوسرے جمعہ میں خیرات کر دیا اور نیز احمد اور ابن حبان وغیرہ کی حدیث میں آچکا ہے کہ آپ نے اس کو تین جمعے یہی فرمایا پس معلوم ہوا کہ صدقے کا ارادہ اس کی علت نہیں تھا بلکہ علت کی ایک جزو تھا اور بعض کہتے ہیں کہ جب کوئی باہر سے آکر بیٹھ جائے نفل پڑھنے سے پہلے تو نفل فوت ہو جاتے ہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اسی شخص کے حق میں ہے جو عالم ہو اور یہ مسئلہ جانتا ہو اور جو جاہل ہو یا بھول سے آکر بیٹھ جائے تو اس کو جائز ہے کہ اٹھ کر نفل پڑھ لے سو پہلے جمعہ میں تو اس کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا اور باقی دو جمعوں میں بھول گیا تھا

اور ایک تاویل جمہور کی یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث آیت کی معارض ہے ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو چپ رہو اور سنو اور نیز اس حدیث کے معارض ہے کہ جب کوئی خطبے کے وقت اپنے ساتھی کو کہے کہ چپ رہ تو اس نے لغو کام کیا اور نیز معارض ہے اس حدیث کے کہ جب کوئی مسجد میں آئے اور امام خطبہ پڑھتا ہو تو نہ نماز پڑھے اور نہ کلام کرے سو جواب ان سب کا یہ ہے کہ تعارض کے ساتھ صرف اسی وقت عمل کیا جاتا ہے جب کہ تطبیق ممکن نہ ہو اور یہاں تطبیق ممکن ہے سو آیت کے ساتھ تو تطبیق اس طور سے ہی ہو سکتی ہے کہ کل خطبے کو قرآن نہیں کہا جاتا ہے اور جو اس میں قرآن ہے تو اس کا عموم اس حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے مخصوص ہے اور ان حدیثوں کا عموم بھی اس حدیث سے مخصوص ہے اور تخصیص عموم کے ساتھ خبر واحد کے بالاتفاق جائز ہے کما قدمناہ فی الجزء الثالث اور نیز جو شخص کہ خطبے کے وقت باہر سے آکر نماز پڑھے اس پر چپ رہنا صادق آتا ہے جیسا کہ افتتاح الصلوۃ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ اس نے عرض کیا کہ آپ اس سکتہ میں کیا پڑھا کرتے ہیں جو تکبیر تحریمہ اور قرآن کے درمیان ہے اس لیے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دل میں پڑھنا چپ رہنے کے مخالف نہیں بلکہ اس کو بھی سکوت کہا جاتا ہے اور نیز جس حدیث میں آیا ہے کہ خطبے کے وقت نہ نماز ہے نہ کلام ہے وہ حدیث ضعیف ہے اس کا ایک راوی ایوب بن نہیک ہے اور وہ منکر الحدیث ہے جیسا کہ ابو زرعہ اور ابو حاتم نے کہا ہے اور ترمذی نے کہا کہ اس باب میں سلیک کی حدیث سب سے زیادہ تر قوی ہے اور بعض اس حدیث سلیک کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ جو آپ نے فرمایا کہ جب کوئی جمعہ کے دن آئے اور امام خطبہ پڑھتا ہو تو دو رکعتیں پڑھ لے تو مراد امام کے خطبہ پڑھنے سے یہ ہے کہ امام خطبہ پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہو نہ یہ کہ حقیقتاً خطبہ پڑھتا ہو اور اس کے سوا اور بھی کئی تاویلیں کرتے ہیں سو ان سب تاویلوں کو یہ حدیث جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے جو بخاری اور مسلم میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی مسجد میں آئے تو نہ بیٹھے جب تک کہ دو رکعتیں نہ پڑھ لے سو یہ حدیث باعتبار عموم کے صریح ہے ان تاویلوں کے ہونے میں اور جمہور کی ایسی کوئی تاویل نہیں جس کے باطل ہونے پر یہ حدیث دلالت نہ کرے اور نیز جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے سو آپ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی آئے اور امام خطبہ پڑھتا ہو یا خطبے کے واسطے نکلا ہو تو چاہیے کہ دو رکعتیں پڑھے اور مسلم کی ایک روایت میں جابر رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ یہ آپ نے سلیک کے قصے میں فرمایا اور وہ یہ ہے کہ دو رکعتیں ہلکی پڑھ پھر فرمایا کہ جب کوئی جمعہ کے دن آئے اور امام خطبہ پڑھتا ہو تو چاہیے کہ دو رکعتیں پڑھے اور ان میں تخفیف کرے (متفق علیہ)۔ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث اس مسئلے میں نص ہے اس میں تاویل کی گنجائش نہیں اور ابو محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث اس باب میں نص ہے تاویل کا کوئی احتمال نہیں رکھتی ہے اول اس وجہ سے کہ آپ نے یہ کلمہ خطبے کی حالت میں فرمایا پس اگر مراد اس سے ارادہ پڑھنے کا لیا جائے تو یہ سیاق حدیث کے

بالکل مخالف ہو جائے گا اور بے محل ہو گا دوم اس وجہ سے کہ جابر رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث متفق علیہ میں خطبہ پڑھنے کے مقابلے میں امام کا خطبے کے لیے نکلنا واقع ہوا ہے اور خطبے کے لیے نکلنا یہ عین ارادہ خطبے کا ہے سو اگر یخطب کا معنی ارادے کا کیا جائے تو دونوں سے ایک لفظ حدیث بالکل مہمل ہو جائے گا سوم اس وجہ سے کہ آپ نے سلیک کو نفل پڑھنے کا حکم عین خطبے میں فرمایا تھا اور اسی وقت بعد اس کے آپ نے یہ حدیث فرمائی کہ جب کوئی آئے اور امام خطبہ پڑھتا ہو تو چاہیے کہ دو رکعت پڑھے پس اگر یخطب سے مراد ارادہ خطبے کا لیا جائے تو یہ حدیث اس موقع میں بیان کرنی محض لغو ہو جائے گی اسی واسطے امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث نص ہے اس مسئلے میں ۔ چہارم اس وجہ سے کہ ان سب تاویلوں سے ہر ہر تاویل کا علیحدہ علیحدہ جواب بھی فتح الباری میں موجود ہے شائق اس کا مطالعہ کرے اور بعض کہتے ہیں کہ حدیث سلیک کی منسوخ ہے کہ یہ حکم اسی وقت تھا جب نماز میں کلام کرنا جائز تھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ سلیک کا اسلام بہت متاخر ہے اور نماز میں کلام کا حرام ہونا اس سے بہت پہلے ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ ۔ سو جو دلیل مقدم ہو وہ متاخر کی ناسخ ہرگز نہیں ہو سکتی ہے اور نیز محض احتمال سے نسخ ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ نسخ کے واسطے کئی شرطیں ہیں جو اوپر گزر چکی ہیں سو جب تک شرطیں پائی نہ جائیں تب تک نسخ کا دعویٰ کرنا جائز نہیں ۔ اور نیز حنفیہ وغیرہ اس باب میں ایک یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو اوپر گزر چکی ہے کہ جب امام خطبے کے واسطے نکلے تو نہ نماز جائز ہے اور نہ کلام سو اس حدیث میں بھی احتمال نسخ کا موجود ہے اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ حکم تحیۃ المسجد کے حکم سے پہلے ہو بعد اس کے حدیث تحیۃ المسجد سے یہ حکم منسوخ ہو گیا ہو فما ھو جوابکم فھو جوابنا اور بعض حنفی یہ حدیث بطرو دلیل لاتے ہیں کہ خطبے کے وقت نماز نہ پڑھو سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس کا عموم بھی سلیک کی حدیث سے مخصوص ہے کما مر اور بعض کہتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ پر نہانے کا انکار کیا اور اس کو تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم نہ دیا سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث میں اس کی نفی نہیں احتمال ہے کہ اس گفتگو سے پہلے یا پیچھے عثمان رضی اللہ عنہ نے تحیۃ المسجد پڑھ لی ہو واللہ اعلم بالصواب۔ اور اس حدیث سے اور بھی کئی فائدے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ مکروہ وقتوں میں بھی تحیۃ المسجد پڑھنی جائز ہے اس لیے کہ خطبہ سننا فرض ہے اور جب وہ خطبے کے وقت بھی ساقط نہ ہوئے تو مکروہ وقتوں میں بطریق اولیٰ جائز ہوں گے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد بیٹھنے سے فوت نہیں ہوتی لیکن بعض نے اس کے ساتھ ناسی اور جاہل کی قید لگائی ہے اور یہ کہ امام کو خطبے میں امر بالمعروف کرنا اور بری بات سے روکنا جائز ہے اور اس سے خطبے کو نقصان نہیں بلکہ بعض نے کہا کہ یہ سب کچھ خطبے میں داخل ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خطبے میں سلام کا جواب اور چھینکنے کا جواب دینا بھی جائز ہے اس لیے کہ وہ بہت ہلکے کام ہیں اور تھوڑے وقت میں ادا ہو جاتے ہیں اور خانے کعبے کی مسجد کا بھی یہی حکم ہے لیکن جو باہر سے جائے وہ پہلے طواف کرے پھر نفل پڑھے، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الْخُطْبَةِ.

خطبے میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنی جائز ہے۔

٨٨٠ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ ح وَعَنْ يُوْنُسَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَ الْكُرَاعُ وَهَلَكَ الشَّآءُ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَسْقِيَنَا فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا.

٨٨٠۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ پڑھتے تھے کہ اچانک ایک مرد کھڑا ہوا سو اس نے عرض کیا کہ یا حضرت! گھوڑے ہلاک ہو گئے اور بکریاں مر گئیں یعنی پانی نہ ہونے کے سبب سے سو آپ دعا کیجیے اللہ پانی برسا دے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ دراز کیے اور دعا کی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطبے میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنی جائز ہے اس لیے کہ ہاتھوں کا دراز کرنا اٹھانے کو مستلزم ہے۔

بَابُ الْاِسْتِسْقَآءِ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

جمعہ کے خطبے میں مینہ کی دعا مانگنی جائز ہے۔

٨٨١ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَا نَرٰى فِي السَّمَآءِ قَزَعَةً فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا وَضَعَهَا حَتّٰى ثَارَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِّنْبَرِهٖ حَتّٰى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَبَعْدَ

٨٨١۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت لوگوں میں قحط پڑا سو جس حالت میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ پڑھتے تھے کہ اچانک ایک دیہاتی کھڑا ہوا سو اس نے عرض کی کہ یا حضرت! جانور مر گئے اور لڑکے بھوک سے مرتے ہیں سو آپ دعا کیجیے اللہ مینہ برسائے تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور ہم آسمان پر کہیں بدلی کا نشان نہ دیکھتے تھے یعنی آسمان بالکل صاف پڑا تھا سو قسم ہے اس کی جس کے قابو میں میری جان ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں کو نیچے نہیں لائے تھے کہ یکا یک پہاڑوں کی طرح بادل اٹھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے نہ اترے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آپ کی داڑھی سے پانی ٹپکتا تھا سو اس دن بھی ہم پر مینہ برسا اور اس سے پچھلے دن بھی اور اس سے پچھلے دن بھی اور اس سے پچھلے دن بھی یہاں تک کہ آئندہ جمعہ تک لگا تار پانی برستا رہا آفتاب نظر نہ پڑا

الْغَدِ وَالَّذِیْ یَلِیْهِ حَتَّی الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰی وَقَامَ ذٰلِكَ الْأَعْرَابِیُّ أَوْ قَالَ غَیْرُهٗ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَآءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ یَدَیْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا فَمَا یُشِیْرُ بِیَدِهٖ إِلٰی نَاحِیَةٍ مِّنَ السَّحَابِ، إِلَّا انْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِیْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِیْ قَنَاةُ شَهْرًا وَلَمْ یَجِیْءُ أَحَدٌ مِّنْ نَّاحِیَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ.

حضرت ﷺ دوسرے جمعہ کا خطبہ پڑھتے تھے کہ وہی دیہاتی پھر کھڑا ہوا یا کوئی اور تھا سو اس نے عرض کی کہ یا حضرت گھر پانی کی کثرت سے گر گئے اور جانور مر گئے سو اللہ سے دعا کیجئے کہ مینہ کو روکے تو حضرت ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور یوں دعا کی کہ الٰہی! ہمارے آس پاس برسے ہم پر اب نہ برسے سو آپ ہاتھ سے کسی طرف اشارہ نہیں کرتے تھے مگر اس طرف سے بادل دور ہو جاتا تھا (سو مدینے کے اوپر سے بادل ٹل گیا) اور مدینہ ڈھال کی طرح خالی ہو گیا اور نالہ ایک مہینے تک بہتا رہا سو کوئی آدمی کسی طرف سے نہیں آتا تھا مگر کہ بہت مینہ کی خبر دیتا تھا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے خطبے میں مینہ کے لیے دعا مانگنی جائز ہے کہ حضرت ﷺ نے خطبے میں دعا مانگی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خطبے میں کلام کرنی جائز ہے، کما سیأتی.

بَابُ الْإِنْصَاتِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ یَخْطُبُ وَإِذَا قَالَ لِصَاحِبِهٖ أَنْصِتْ فَقَدْ لَغَا.

جب امام جمعہ کا خطبہ پڑھے تو اس وقت مقتدی چپ رہیں کلام نہ کریں اور اگر کوئی اپنے پاس والے کو کہے کہ تو چپ رہ تو اس نے بیہودہ کلام کی یعنی خطبے کے وقت ایک دوسرے کو اتنا لفظ بھی نہ کہے تو چپ رہے چہ جائیکہ کلام کرے۔

**فائدہ:** غرض اس باب سے یہ ہے کہ چپ ہونے کا حکم صرف اس وقت ہے جبکہ امام خطبہ پڑھتا ہو خطبہ شروع ہونے سے پہلے چپ رہنے کا حکم نہیں پس اس سے رد ہو گیا قول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا جو کہتے ہیں کہ جب امام خطبے کے ارادے سے باہر آئے تو اسی وقت سے کلام کرنی منع ہو جاتی ہے اور وجہ اس رد کی اس حدیث میں ابھی آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ لیکن بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اس وقت حرمت کلام کے قائل نہیں مکروہ کہتے ہیں، واللہ اعلم۔

وَقَالَ سَلْمَانُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ.

اور سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ سے روایت کی ہے کہ جب امام خطبہ پڑھے تو اس وقت مقتدی چپ رہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چپ رہنا فقط اسی وقت واجب ہے جب کہ امام خطبہ پڑھے اس سے پہلے یا

پیچھے یہ حکم نہیں جیسا کہ اس شرط سے معلوم ہوتا ہے۔

٨٨٢ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ.

٨٨٢۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے کہا کہ چپ رہ اور امام خطبہ پڑھتا ہو تو بیشک تو نے نکمی اور لغو بات کی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطبے کے وقت چپ رہنا واجب ہے اور کلام کرنی حرام ہے اور جب دوسرے بولنے والے سے کہے کہ چپ رہ تو اس کا بولنا بھی ثابت ہوا پس زبان سے منع نہ کرے بلکہ اشارے سے منع کرے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ چپ رہنا فقط اسی وقت واجب ہے جب کہ امام خطبہ پڑھتا ہو اس سے پہلے یا پیچھے کلام کرنی منع نہیں اس لیے کہ اس حدیث میں جملہ **والامام یخطب** کا حال واقع ہوا ہے پس یہ قید دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ امام کے نکلنے اور خطبہ شروع کرنے کے درمیان کلام کرنی منع ہے اور اسی طرح خطبے سے فارغ ہونے اور تکبیر تحریمہ کے درمیان بھی کلام کرنی جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ چپ رہے **کما مر** اور بعض نے کہا کہ خطبے کے وقت اللہ کا ذکر کرنا جائز ہے لیکن یہ بات ٹھیک نہیں بلکہ کلام اور قرأت اور ذکر وغیرہ سب اس وقت منع ہیں سوائے تحیۃ المسجد کے کہ وہ اس سے مخصوص ہیں **کما تقدم** اور اسی طرح کھانا پینا اور لکھنا اور امر معروف کرنا وغیرہ بھی منع ہے اور اسی طرح درود پڑھنے کو بھی بعض حنفی منع کرتے ہیں اور علماء نے کہا کہ جمعہ کے خطبے میں لغو بات کرنی گو حرام ہے لیکن اس حالت میں فرض وقت اس کے ذمے سے بالا جماع ساقط ہو جاتا ہے مگر جمعہ کی فضیلت سے محروم رہتا ہے پس نکمی بات کرنے کا یہ معنی ہوا کہ جمعہ کی فضیلت تجھ کو حاصل نہیں ہے یا تیرا جمعہ ادا نہیں ہوا بلکہ ظہر کی نماز ادا ہوئی اور بعض نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ خطبے میں سب قسم کی کلام کرنی منع ہے اور یہی ہے مذہب جمہور کا خواہ خطبے کو سن سکے یا نہ سن سکے جیسا کہ اوپر گزرا اور ابن عبدالبر نے خطبے میں سکوت کے وجوب پر اجماع نقل کیا ہے گو بعض تابعین وغیرہ سے اس کا برخلاف بھی ثابت ہو چکا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ سے اس مسئلے میں دو قول ہیں ایک میں حرام ہے اور دوسرا مکروہ ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر خطبہ سنے تو کلام کرنی حرام ہے اور اگر نہ سن سکے تو حرام نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ جس پر جمعہ کی صحت موقوف ہے ان کو کلام کرنی حرام ہے باقی کو نہیں اور اصل یہ ہے کہ جس نے سکوت کے وجوب کی نفی کی ہے اس کی مراد یہ ہے کہ یہ سکوت صحت جمعہ کے واسطے شرط نہیں بخلاف غیر کے اور بعض نے اتفاق نقل کیا ہے اس پر کہ جو کلام نماز میں جائز ہے وہ خطبے میں بھی جائز ہے جیسا کہ اندھے کو

کنویں سے ڈرانا اور بعض نے کہا کہ جب خطیب خطبے میں بادشاہ کے واسطے دعا کرنے لگے تو اس وقت چپ رہنا واجب نہیں اور یہ دعا بعض کے نزدیک مباح ہے جب کہ ضرر کا خوف ہو اور جب ضرر کا خوف نہ ہو تو مباح نہیں واللہ اعلم۔ اور دو خطبوں کے درمیان کے جلسے میں کلام کرنی شافعیہ اور حنبلیہ اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ حرام ہے اور امام محمد حنفی کہتے ہیں کہ مکروہ ہے۔

## بَابُ السَّاعَةِ الَّتِي فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ.

جمعہ کی مقبول گھڑی کا بیان یعنی جمعہ کے دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس میں مسلمان جو دعا کرے قبول ہو جاتی ہے جب تک گناہ کا سوال نہ کرے۔

٨٨٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِيْهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ يَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَأَشَارَ بِيَدِهٖ يُقَلِّلُهَا.

٨٨٣۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا سو فرمایا کہ اس دن میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ اس کو کوئی بندہ مسلمان نہیں پاتا اور وہ نماز پڑھتا ہو اللہ سے کوئی چیز مانگے مگر کہ اللہ وہ چیز اس کو دیتا ہے یعنی اس میں مسلمان کوئی دعا کرے قبول ہوتی ہے اور وہ چیز اللہ سے مانگے اللہ اس کو وہ چیز عنایت کرتا ہے خواہ قصداً اس میں دعا کرے یا یوں ہی اتفاق سے اس میں دعا واقع ہو جائے لیکن شرط یہ ہے کہ گناہ کے واسطے دعا نہ کرے کہ وہ قبول نہیں اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اس حال میں کہ اس کی کمی بیان کرتے تھے یعنی نہایت تھوڑی دیر رہتی ہے۔

**فائدہ:** صحابہ اور تابعین وغیرہ علماء کو اس گھڑی مقبول میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ ساعت اب بھی باقی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اب باقی نہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہو چکی اور بر تقدیر اول بعض کہتے ہیں کہ ہر جمعہ میں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہر سال کے ایک جمعہ میں ہے اور بر تقدیر اول بعض کہتے ہیں کہ جمعہ میں اس کا وقت معین ہے اور بعض کہتے ہیں کہ معین نہیں اور بر تقدیر اول بعض کہتے ہیں کہ وہ وقت معین کی ابتداء سے انتہاء تک باقی رہتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے کسی لحظے غیر معین میں ہوتی ہے اور بر تقدیر ثانی اس کی ابتداء کہاں سے ہوتی ہے اور انتہاء کہاں سے ہوتی ہے اور پھر بعض کہتے ہیں کہ ہمیشہ اس کا ایک وقت معین ہے اور بعض کہتے ہیں کہ معین نہیں بلکہ وقت بدلتا رہتا ہے کسی جمعہ میں کسی وقت آتی ہے اور کسی جمعہ میں کسی وقت آتی ہے اور بر تقدیر ثانی تمام دن میں بدلتی رہتی ہے یا کچھ دن میں بدلتی رہتی ہے سو جاننا چاہیے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اب وہ گھڑی باقی نہیں رہی سو یہ قول ان کا

سلف کے نزدیک مردود ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کا قائل جھوٹا ہے اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ وہ گھڑی اب بھی موجود ہے اور ہر جمعہ میں آتی ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ تمام سال کے ایک جمعہ میں آتی ہے ان کا قول بھی مردود ہے چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس قول کو بھی رد کیا ہے اور پھر بعض کہتے ہیں کہ جمعہ میں اس کا وقت معین نہیں جیسا کہ شب قدر کا کوئی وقت معین نہیں اور حکمت اس میں لوگوں کو رغبت دلانا اور مستعد کرنا ہے اس پر کہ وہ جمعہ کے دن عبادت میں نہایت کوشش کریں اور صبح سے شام تک عبادت اور دعا میں مشغول رہیں بخلاف اس کے کہ اگر اس کا کوئی وقت معین ہوتا تو فقط اسی وقت عبادت کرتے اور وقت ترک کرتے سو انسان کو چاہیے کہ جمعہ کے دن صبح سے شام تک دعا میں مشغول رہے تا کہ وہ گھڑی مقبول بھی اس میں آجائے اور بعض نے کہا کہ ایک جمعہ میں مثلاً صبح سے چاشت تک دعا کرے اور پھر دوسرے جمعہ میں چاشت سے لے کر دوپہر تک دعا کرے اور پھر تیسرے جمعہ میں دوپہر سے لے کر ظہر تک دعا کرے وعلی ہذا القیاس آخر دن تک ایسے ہی دعا کیا کرے کہ اس میں وہ گھڑی بھی آجائے گی اور بعض کہتے ہیں کہ ہر جمعہ میں اس کا وقت بدلتا رہتا ہے کبھی دن کے اول میں آتی ہے اور کبھی درمیان میں اور کبھی اخیر دن میں اور اکثر کہتے ہیں کہ اس کا وقت معین ہے بدلتا نہیں لیکن اس تعیین میں بھی علماء کو اختلاف ہے اول قول یہ ہے کہ وہ گھڑی صبح کی اذان کا وقت ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ صبح صادق سے سورج نکلنے تک ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس کا وقت عصر سے لے کر سورج ڈوبنے تک ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ وہ امام کے منبر سے اترنے اور تکبیر تحریمہ کے درمیان کا وقت ہے پانچواں قول یہ کہ اس کا وقت سورج نکلنے کے بعد پہلی ساعت ہے۔ چھٹا قول یہ کہ اس کا وقت طلوع آفتاب کے قریب ہے۔ ساتواں قول یہ کہ وہ گھڑی دن کی تیسری ساعت میں ہے۔ آٹھواں قول یہ ہے کہ اس کا وقت زوال سے آدھے ہاتھ سایہ ہونے تک ہے۔ نواں قول یہ ہے کہ ایک ہاتھ پورا سایہ ہونے تک ہے۔ دسواں قول یہ کہ زوال کے بعد ایک بالشت سے ایک ہاتھ سایہ ہونے تک ہے۔ گیارواں قول یہ کہ وہ عین زوال کا وقت ہے۔ بارھواں قول یہ کہ وہ جمعہ کی اذان کا وقت ہے۔ تیرھواں قول یہ کہ وہ وقت زوال سے آدمی کے نماز میں آنے تک ہے۔ چودھواں قول یہ کہ وہ وقت زوال سے لے کر امام کے آنے تک ہے۔ پندرھواں قول یہ ہے کہ وہ وقت زوال سے لے کر سورج ڈوبنے تک ہے۔ سولھواں قول یہ ہے کہ وہ وقت امام کے آنے سے لے کر نماز کی تکبیر تک ہے۔ سترھواں قول یہ کہ وہ گھڑی امام کے باہر آنے کا وقت ہے۔ اٹھارواں قول یہ کہ وہ گھڑی امام کے آنے سے لے کر نماز کے تمام ہونے تک ہے۔ انیسواں قول یہ ہے کہ وہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز کے تمام ہونے تک ہے۔ بیسواں قول یہ کہ وہ گھڑی بیع کے حرام ہونے کے وقت سے لے کر اس کے حلال ہونے تک ہے۔ اکیسواں قول یہ کہ وہ گھڑی اذان کا وقت ہے اور تکبیر کا وقت ہے اور امام کے منبر پر چڑھنے کا وقت ہے۔ بائیسواں قول یہ کہ وہ گھڑی امام کے خطبہ شروع کرنے سے لے کر اس کے تمام کرنے تک ہے۔ تیئسواں قول یہ کہ وہ

گھڑی وہ ہے جب کہ امام منبر پر بیٹھے اور خطبہ شروع کرے۔ چوبیسواں قول یہ کہ وہ گھڑی وہ ہے جب کہ امام دو خطبوں کے درمیان بیٹھے۔ پچیسواں قول یہ کہ وہ گھڑی وہ ہے جب امام منبر سے نیچے آئے۔ چھبیسواں قول یہ کہ وہ گھڑی نماز کے تکبیر کہنے سے لے کر امام کے مصلے پر کھڑے ہونے تک ہے۔ ستائیسواں قول یہ کہ وہ گھڑی اقامت سے لے کر نماز کے تمام ہونے تک ہے۔ اٹھائیسواں قول یہ کہ اس کا وقت وہ ہے جس میں حضرت ﷺ نے جمعہ کی نماز پڑھی۔ انتیسواں قول یہ کہ وہ گھڑی نماز عصر سے لے کر سورج ڈوبنے تک ہے۔ تیسواں قول یہ کہ وہ گھڑی عصر کے درمیان ہے۔ اکتیسواں قول یہ کہ وہ گھڑی عصر کی نماز سے لے کر آخر وقت مختار تک ہے یعنی سورج زرد ہونے سے پہلے تک۔ بتیسواں قول یہ کہ وہ گھڑی مطلق عصر کے بعد ہے۔ تینتیسواں قول یہ کہ وہ گھڑی عصر کے بعد کی آخری گھڑی ہے۔ چونتیسواں قول یہ کہ اس کا وقت آدھا آفتاب ڈوبنے سے لے کر پورا ڈوبنے تک ہے۔ یہ سب اقوال شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں نقل کیے ہیں اور اس کے دلائل بھی ذکر کیے ہیں اور سب کی صحت اور ضعف کا حال بھی مفصل بیان کیا ہے اور یہ اقوال آپس میں ہر جہت سے ایک دوسرے کے معارض نہیں بلکہ اکثر کی آپس میں تطبیق ہوسکتی ہے اور اکثر اقوال میں جو اس کا وقت معین ہو چکا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ گھڑی اس تمام وقت کو گھیر لیتی ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس وقت کے درمیان ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے اس کو بہت قلیل بتلایا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ساعت نہایت خفیف اور ہلکی ہے اور خاص وقت کے ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں بدلتی رہتی ہے پس ہوگا ابتدا مظنہ اس کے کا مثلا ابتدا خطبے کا اور انتہا اس کا انتہا نماز کا اور بہت لوگوں نے جو اس کو معین کیا ہے تو شاید وجہ اس کی یہ ہے کہ اوقات مذکورہ سے جس وقت میں ان کی دعا قبول ہونے کا اتفاق ہوا اسی کو انہوں نے معین کر دیا پس اس تقریر سے سب میں تطبیق ہو جائے گی، اِلّا نادراً جِدًّا اور بعد اس کے جاننا چاہیے کہ ان سب قولوں میں نہایت صحیح اور بہت قوی دو قول ہیں ایک یہ کہ وہ ساعت اس وقت سے ہے کہ امام منبر پر بیٹھے یہاں تک کہ نماز تمام ہو چکے اس قول کی سند ابو موسیٰ کی حدیث ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کی مقبول ساعت امام کے بیٹھنے سے نماز کے ادا ہونے تک ہے دوسرا قول یہ ہے کہ وہ گھڑی جمعہ کے اخیر ساعت ہے جب سورج ڈوبنے لگے چنانچہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی حدیث منقول ہے اور دن کی بارہ گھڑیاں ہوتی ہیں محب طبری نے کہا کہ سب میں زیادہ صحیح حدیث ابو موسیٰ کی ہے اور سب سے زیادہ مشہور عبداللہ بن سلام کا قول ہے اور ان کے سوا باقی جو قول ہیں سو ان میں سے بعض تو ان کے موافق ہیں اور جو موافق نہیں تو ان کی اسناد ضعیف ہیں اور یا موقوف ہیں اور کہنے والے نے اپنے اجتہاد سے کہا ہے دلیل سے نہیں کہا اور ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو وہ ساعت معلوم ہوئی تھی لیکن میں اس کو بھول گیا ہوں سو یہ حدیث ان دونوں قولوں کی معارض نہیں اس لیے کہ احتمال ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھولنے کی بھولنے کے پہلے

حضرت ﷺ سے یہ حدیث سنی ہو اب اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان دونوں قولوں میں سے زیادہ ترجیح کون سا قول ہے سو بعض نے تو حدیث ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو ترجیح دی چنانچہ بیہقی نے امام مسلم سے نقل کیا ہے کہ اُس نے کہا کہ حدیث ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی اس باب میں بڑی کھری اور بہت صحیح ہے اور یہی قول ہے بیہقی اور ابن عربی اور ایک جماعت اہل علم کا قرطبی نے کہا کہ یہ حدیث اس مسئلے میں نص ہے پس اس کے سوا اور کسی قول کی طرف التفات کرنا لائق نہیں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہی قول صحیح بلکہ صواب ہے اور بعض علماء نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے قول کو ترجیح دی ہے چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ اکثر حدیثوں سے یہی قول ثابت ہوتا ہے اور ابن عبدالبر نے کہا کہ اس باب میں یہ قول زیادہ ثابت ہے اور یہی قول ہے اسحاق اور طرطوشی اور ملکانی کا اور یہی بیان کیا گیا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث موقوف ہے لیکن امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رفع زیادتی ثقہ کی ہے اور زیادتی ثقہ کی بالاتفاق مقبول ہے اور بعض نے کہا کہ وہ مقبول گھڑی ان دو وقتوں میں منحصر ہے یعنی کسی خاص وقت میں معین نہیں بلکہ مبہم ہے اور یہ دو قول ایک دوسرے کے معارض نہیں اس لیے کہ احتمال ہے کہ حضرت ﷺ نے ایک وقت ایک کو بتلایا ہو اور دوسرا وقت دوسرے کو بیان کیا ہو اور ابن عبدالبر نے کہا کہ دونوں وقت دعا میں کوشش کرنی چاہیے اور یہ قول ثالث اولیٰ ہے کہ اس میں دونوں کی تطبیق ہو جاتی ہے اور فائدہ اس گھڑی اور شب قدر کے نہ معین کرنے کا یہ ہے کہ آدمی کو زیادہ رغبت اور زیادہ حرص پیدا ہوتا کہ نماز اور دعا میں زیادہ کوشش کرے اور تمام وقت عبادت میں مشغول رہے اور اگر وہ گھڑی معین ہو جاتی تو لوگ اس وقت پر بھروسہ کر بیٹھتے اور باقی وقتوں میں دعا کرنا چھوڑ دیتے پس اس فائدے کے بعد بھی اگر کوئی اس کی تعیین طلب کرے تو اس پر بڑا ہی تعجب ہے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ جمعہ کے دن کو بڑی فضیلت ہے کہ اس میں ایک گھڑی مقبول ہے اور یہ کہ مستحب ہے کہ اس میں بہت دعا کرے، واللہ اعلم۔

**بَابُ إِذَا نَفَرَ النَّاسُ عَنِ الْإِمَامِ فِيْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَصَلَاةُ الْإِمَامِ وَمَنْ بَقِيَ جَائِزَةٌ.**

**اگر جمعہ کی نماز میں لوگ امام کے پیچھے سے نماز چھوڑ کر چلے جائیں تو اس صورت میں امام اور باقی مقتدیوں کی نماز صحیح ہو جاتی ہے اور بعض لوگوں کا امام کے پیچھے سے چلے جانا باقی لوگوں کی نماز کو نقصان نہیں پہنچاتا۔**

**فائدہ:** ظاہر اس باب سے غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہی معلوم ہوتی ہے کہ جتنے آدمیوں کے ساتھ جمعہ قائم کرنا صحیح ہوتا ہے ان کا امام کے ساتھ نماز میں اول سے آخر تک رہنا شرط نہیں صرف تکبیر تحریمہ میں ان کا موجود ہونا شرط ہے بعد اس کے اگر بعض مقتدی امام کے پیچھے سے نماز توڑ کر چلے جائیں تو باقی لوگوں کی نماز میں کچھ خلل نہیں آتا اور جتنے لوگوں کے ساتھ جمعہ صحیح ہوتا ہے ان کی تعداد کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس واسطے بیان نہیں کیا کہ وہ حدیث اس کی

شرط پر نہیں تھی سو جاننا چاہیے کہ علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ جمعہ کے قائم کرنے میں کتنے آدمیوں کا ہونا شرط ہے سو پہلا قول یہ ہے کہ فقط ایک آدمی سے جمعہ کی نماز صحیح ہو جاتی ہے نقل کیا ہے اس کو ابن حزم نے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دو آدمی سے صحیح ہوتا ہے اور یہی قول ہے امام نخعی اور اہل ظاہر وغیرہ کا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ امام کے سوا دو مقتدی ہوں اور یہ قول ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کا ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ امام کے سوا تین آدمی اور ہوں اور یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ سات آدمی ہوں اور یہ قول عکرمہ کا ہے۔ چھٹا قول یہ ہے کہ نو آدمی ہوں اور یہ قول ربیعہ کا ہے۔ ساتواں قول یہ ہے کہ بارہ آدمی ہوں اور یہ بھی ربیعہ کا ایک قول ہے۔ آٹھواں قول یہ ہے کہ سوائے امام کے آٹھ آدمی اور ہوں اور یہ قول اسحاق کا ہے۔ نواں قول یہ ہے کہ بیس آدمی ہوں اور یہ ایک قول امام مالک کا ہے۔ دسواں قول یہ ہے کہ تیس آدمی ہوں۔ گیارھواں قول یہ ہے کہ امام کے ساتھ چالیس آدمی ہوں اور یہ قول امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے۔ بارھواں قول یہ ہے کہ سوائے امام کے دس آدمی ہوں اور یہ بھی ایک قول امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے۔ تیرھواں قول یہ ہے کہ پچاس آدمی ہوں اور یہ ایک قول امام احمد رحمہ اللہ کا ہے اور یہی بیان کیا گیا ہے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے۔ چودھواں قول یہ ہے کہ اسی آدمی ہوں اس کو رازی نے حکایت کیا ہے۔ پندرھواں قول یہ ہے کہ بہت لوگ ہوں بغیر قید کے عدد معین کے۔ اور یہ قول اخیر کو ترجیح معلوم ہوتی ہے باعتبار دلیل کے انتہی۔ (فتح) اور امام شوکانی نے لکھا ہے کہ قرآن و حدیث میں ان اقوال کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی ہے بلکہ میں نے کتاب وسنت میں ایک حرف بھی نہیں پایا جو ان پر دلالت کرے، واللہ اعلم۔

٨٨٤ ـ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا زَآئِدَةُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلَتْ عِيْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَفَتُوْا إِلَيْهَا حَتّٰى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا إِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا﴾.

٨٨٤ـ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک قافلہ غلہ لادے ہوئے آیا سو لوگ نماز چھوڑ کر اس کی طرف چلے گئے (یعنی اس لیے کہ اس وقت نہایت قحط پڑا ہوا تھا) یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے بارہ آدمی کے اور کوئی نہ رہا سو اس وقت یہ آیت اتری کہ جب لوگ دیکھیں سودا بکتا یا کچھ تماشا تو چلے جاتے ہیں اس کی طرف اور تجھ کو چھوڑ جائیں کھڑا ہوا۔ الآیۃ۔

**فائدہ:** ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اس وقت نماز کے اندر تھے اور نماز توڑ کر چلے گئے تھے لیکن ایک روایت میں صحیح مسلم کے آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے سو بخاری کی اس حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں جو نماز

پڑھنے کا ذکر آیا ہے تو مراد اس سے یہ ہے کہ نماز کے منتظر تھے اور نماز کے منتظر کو حکم نماز کا ہوتا ہے پس اس سے دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی اور یا خطبے کو نماز کہنا تسمیة الشی بما قاربه کی قبیل سے ہے اور ایک روایت میں ابوعوانہ اور طبری کے آیا ہے کہ جب لوگ کوئی نکاح کرتے تو لڑکیاں باجہ بجایا کرتی تھیں سو لوگ ان کی آواز سن کر اس کی طرف دوڑ جاتے تھے اور حضرت ﷺ کو چھوڑ جاتے تو اس وقت یہ آیت اتری سو ممکن ہے کہ دو وقت میں یہ آیت اتری ہو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے جیسا کہ اوپر گزرا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خطبہ جمعہ کے واسطے شرط ہے اور یہ کہ خطبہ شروع ہونے کے بعد چلے جانا مکروہ ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر جمعہ کی نماز میں امام کے پیچھے سے بعض مقتدی چلے جائیں تو باقی لوگوں کی نماز جائز ہو جاتی ہے اور اس میں رد ہے شافعیہ اور حنبلیہ پر وہ کہتے ہیں کہ نماز جمعہ میں چالیس آدمی کا اول سے آخر تک باقی رہنا شرط ہے اگر بعض لوگ خطبے کے درمیان یا نماز کے درمیان چلے جائیں اور پھر نہ آئیں یا بہت دیر کے بعد آئیں تو باقی لوگوں کی نماز صحیح نہیں ہوتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اگر پہلی رکعت کے تمام ہونے کے بعد چلے جائیں تو جائز ہے ورنہ نہیں لیکن یہ سب کچھ اس بنا پر ہے کہ اس حدیث میں نُصلی سے نماز پڑھنی مراد رکھی جائے اور اس کو ابتداء اسلام پر محمول کیا جائے جب کہ نماز کو توڑ کر جانا درست تھا اب یہ حکم آیت ﴿لا تبطلوا اعمالکم﴾ سے منسوخ ہے اور اگر نصلی سے مراد خطبہ رکھا جائے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے تو پھر اس حدیث کی باب سے کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی مگر کہ حالت نماز کو حالت خطبے پر قیاس کیا جائے اور اس باب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر امام کے ساتھ فقط ایک آدمی باقی رہ جائے تو اس وقت امام کا جمعہ درست نہیں ہوتا ہے اور یہی مذہب ہے جمہور کا اور بعض کہتے ہیں کہ اگر ایک بھی باقی رہے تو جب بھی جمعہ صحیح ہو جاتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں کا رہنا شرط ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تین کا رہنا شرط ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر سب مقتدی رکوع سجود سے پہلے چلے جائیں تو امام خطبہ جمعہ نہیں ظہر پڑھے اور ابو یوسف رحمہ اللہ اور محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر تکبیر تحریمہ کے بعد چلے جائیں تو جمعہ پڑھے اور رکوع اور سجود کے بعد تینوں کے نزدیک جمعہ پڑھے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کی صحت کے واسطے چالیس آدمی کا ہونا شرط نہیں جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں اور بعض حدیثوں میں جو چالیس آدمی کے ساتھ جمعہ پڑھنے کا ذکر آیا ہے جیسا کہ اسعد رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے تو اس سے شرطیت ثابت نہیں ہو سکتی ہے اس لیے کہ اُن سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو چالیس آدمی کے ساتھ جمعہ پڑھنے کا اتفاق ہوا اس سے اقل عدد کی نفی نہیں نکلتی ہے اور بعض شافعیہ حدیث صلوا کما رأیتمونی اصلی سے چالیس آدمی کے شرط ہونے پر استدلال کرتے ہیں لیکن یہ حدیث تمام احکام واجبہ اور مندوبہ میں وارد ہوئی ہے سو بعض احکام کے وجوب پر اس کا دلالت کرنا اور بعض پر نہ کرنا قطعی نہیں ہوگا، واللہ اعلم۔

بَابُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَقَبْلَهَا.

جمعہ کی نماز سے پہلے اور پیچھے سنتیں پڑھنے کا بیان۔

٨٨٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهٖ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لَا يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ.

٨٨٥۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر سے پیچھے اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اپنے گھر میں اور دو رکعتیں عشاء سے پیچھے اور جمعہ کی نماز کے بعد کچھ نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ گھر کو پلٹ جاتے سو گھر میں دو رکعتیں پڑھتے۔

**فائدہ:** یہاں دو مسئلوں میں اختلاف ہے اول اختلاف اس مسئلے میں یہ ہے کہ ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعت سنت پڑھے یا دو رکعت پڑھے سو امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک ظہر سے پہلے دو رکعت سنت ہے ان کی دلیل یہی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ ظہر سے پہلے چار رکعت سنت پڑھے اور دلیل ان کی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جو صحیح مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بارہ رکعت نفل پڑھے چار ظہر سے پہلے اور دو اس سے پیچھے اور دو مغرب کے پیچھے اور دو عشاء سے پیچھے اور دو فجر سے پہلے تو اس کے واسطے اللہ بہشت میں گھر بنائے گا لیکن یہ تفصیل صرف حدیث ترمذی کی روایت میں آئی ہے اور ایک دلیل ان کی علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو ترمذی میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں اور اس سے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس پر عمل ہے اکثر صحابہ اور تابعین وغیرہ کا اور یہی قول ہے سفیان ثوری اور ابن مبارک اور اسحاق کا اور مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے پھر نکل کر لوگوں کو نماز پڑھاتے اور اس سے قول اخیر کو ترجیح معلوم ہوتی ہے کہ یہ حدیثیں اکثر قولی ہیں اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی فعلی ہے اور قولی کو ترجیح ہوتی ہے فعلی پر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں دو رکعتوں سے مراد تحیۃ المسجد ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں گھر میں پڑھ آیا کرتے تھے اور جب مسجد میں آتے تو دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے اور نیز ان قولی حدیثوں میں وعدہ بہشت کا ہے اور فعلی میں نہیں اور یا کبھی دو پڑھ لے اور کبھی چار پڑھ لے دونوں طرح جائز ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ دو جائز ہیں اور چار افضل ہیں اور دوسرا اختلاف اس مسئلے میں یہ ہے کہ جمعہ سے پہلے اور پیچھے کتنی سنتیں پڑھنی چاہییں ایک جماعت محدثین کی تو بالکل اس سے انکار کرتی ہے کہتے ہیں کہ جمعہ سے پہلے کوئی سنت نہیں نہ دو نہ چار اور امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک جمعہ سے پہلے دو رکعت سنت ہے جیسا کہ اس باب سے معلوم ہوتا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں اگرچہ جمعہ کا ذکر نہیں لیکن

بخاری نے جمعہ کو ظہر کی نماز پر قیاس کیا ہے کہ جیسے ظہر سے پہلے دو رکعت سنت ہے ایسے ہی جمعہ سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنی چاہیے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت ہے اور یہی مروی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور یہی قول ہے سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک کا اور یہ لوگ اس باب میں کئی حدیثیں پیش کرتے ہیں لیکن وہ سب ضعیف ہیں جیسا کہ فتح الباری میں مذکور ہے لیکن بوجہ تعدد طرق کے قابل احتجاج ہوسکتی ہیں اور اگر جمعہ کو ظہر پر قیاس کیا جائے تو حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی جو ظہر سے پہلے چار رکعت سنت ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ بھی اس کی مؤید ہوسکتی ہے اور بعض حدیثوں کے عموم سے جمعہ کے پہلے دو رکعت سنت بھی معلوم ہوتی ہیں سو کہا جائے گا کہ دونوں طرح جائز ہے خواہ جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت پڑھے اور خواہ دو رکعت پڑھے اس لیے کہ اس میں سب حدیثوں کی تطبیق ہو جاتی ہے اور جمعہ سے بعد کی سنتوں میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ جمعہ سے پیچھے دو رکعت سنت پڑھے اور یہی مروی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور ترمذی نے کہا کہ اس پر عمل ہے بعض اہل علم کا اور ساتھ اسی کے قائل ہیں امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور بعض کہتے ہیں کہ جمعہ کے بعد چار رکعتیں سنت پڑھے اور یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم وغیرہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی جمعہ کے بعد نماز پڑھنی چاہے تو چار رکعتیں پڑھے ترمذی نے کہا کہ بعض اہل علم کا عمل اس پر ہے اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جمعہ کے بعد چھ رکعتیں ہیں اور افضل چار ہیں اور دلیل ان کی ابن عمر رضی اللہ عنہما اور علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے رواہ ابوداؤد وغیرہ اور تطبیق ان میں اس طور سے ہوسکتی ہے کہ ہر طور سے جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ اگر مسجد میں ہو تو دو رکعتیں پڑھے اور اگر گھر میں ہو تو چار رکعتیں پڑھے جیسے کہ صاحب قاموس نے لکھا ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾.

اس آیت کا بیان کہ پھر جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل جاؤ زمین میں اور تلاش کرو اللہ کا فضل۔

**فائدہ:** مراد امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ اس آیت میں جو جمعہ کے بعد روزی تلاش کرنے کا حکم ہوا ہے تو یہ حکم واسطے استحباب کے ہے وجوب کے واسطے نہیں اور اس پر اجماع ہو چکا ہے یعنی اگر بعد نماز جمعہ کے کسی کو حاجت ہو تو کوئی کسب کرے کہ مستحب ہے اور حاجت نہ ہو تو نہیں اور بعض نے کہا کہ جو شخص نماز جمعہ کے بعد تجارت کرے اللہ اس کے کسب میں برکت دیتا ہے اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے دنیاوی کام نہیں بلکہ عیادت مریض کی اور جنازہ وغیرہ میں حاضر ہونا مراد ہے۔

٨٨٦ ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ

٨٨٦۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہماری رہ میں

حَدَّثَنَا أَبُوْ غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَتْ فِيْنَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلٰى أَرْبِعَآءَ فِيْ مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ جُمُعَةٍ تَنْزِعُ أُصُوْلَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهٗ فِيْ قِدْرٍ ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِّنْ شَعِيْرٍ تَطْحَنُهَا فَتَكُوْنُ أُصُوْلُ السِّلْقِ عَرْقَهٗ وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتُقَرِّبُ ذٰلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا فَنَلْعَقُهٗ وَكُنَّا نَتَمَنّٰى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذٰلِكَ.

ایک عورت رہتی تھی کہ اپنی کھیتی میں نالے پر گاجر اور چقندر بویا کرتی تھی سو جب جمعہ کا دن ہوتا تو چقندر کی جڑوں کو زمین سے اکھاڑتی اور ان کو ہانڈی میں ڈالتی پھر ایک مٹھی جو کا آٹا اس پر ڈالتی سو گاجر کی جڑیں پک کر گوشت کی طرح ہو جاتیں سو ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر پلٹ آتے اور آ کر اس عورت کو سلام کہتے سو وہ اس کھانے کو ہمارے آگے رکھتی سو ہم اس کو انگلیوں سے چاٹتے اور کھاتے اور ہم جمعہ کے دن اس کے کھانے کی بہت تمنا رکھتے تھے اور اس کو نہایت غنیمت سمجھتے تھے یعنی اس واسطے کہ ان دنوں اصحاب پر رزق کی بہت تنگی تھی اور سخت فقر و فاقہ گزرتا تھا پس آرزو کرتے تھے کہ کب جمعہ ہوگا اور کب اس کا کھانا ملے گا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیگانی عورت پر سلام کہنا جائز ہے اور مستحب ہے کہ جو کچھ حاضر ہو مہمان کے آگے لا کر رکھے اگرچہ کوئی ادنیٰ چیز ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اصحاب پر نہایت فقر و فاقہ گزرتا تھا کہ گاجروں کو بمنزلہ گوشت کے سمجھتے تھے اور باوجود اس کے عبادت کی طرف بہت جلدی کرتے تھے۔

٨٨٧ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ سَهْلٍ بِهٰذَا وَقَالَ مَا كُنَّا نَقِيْلُ وَلَا نَتَغَدّٰى إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ.

٨٨٧۔ حضرت سہل نے وہی حدیث بیان کی جو ابھی گزر چکی ہے اس میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ ہم نہیں سوتے تھے اور صبح کا کھانا نہیں کھاتے تھے مگر بعد جمعہ کے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز کے بعد روزی تلاش کرنا واجب نہیں اس لیے کہ وہ اصحاب بعد جمعہ کے کھانے اور سونے کے واسطے جاتے تھے اگر واجب ہوتا تو بعد اس کے قیلولہ نہ کرتے۔ واللہ اعلم

## بَابُ الْقَآئِلَةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ.

## جمعہ کی نماز کے بعد قیلولہ کرنے کا بیان۔

٨٨٨ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ الْكُوْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ كُنَّا نُبَكِّرُ إِلَى الْجُمُعَةِ ثُمَّ نَقِيْلُ.

٨٨٨۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جمعہ کی نماز اول وقت پڑھا کرتے تھے پھر بعد اس کے قیلولہ کرتے تھے۔

**فائدہ:** یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

٨٨٩ ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ تَكُوْنُ الْقَائِلَةُ.

٨٨٩۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھا کرتے تھے پھر بعد اس کے قیلولہ ہوتا۔

**فائدہ:** یہ حدیث بھی گزر چکی ہے پس ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا چاہیے اور جمعہ کو نہایت اول وقت میں ادا کرنا چاہیے، واللہ اعلم۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اَبْوَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ خوف کی نماز کا بیان یعنی اس کا پڑھنا جائز ہے

**فائدہ:** خوف کی نماز اس کو کہتے ہیں جو دشمن کے خوف اور مقابلے کے وقت پڑھی جاتی ہے یعنی اگر مسلمانوں اور کافروں کی لڑائی ہو رہی ہو اور نماز کا وقت آ جائے یا یہ خوف ہو کہ اگر ہم نماز میں کھڑے ہوں گے تو کافر پیچھے سے ہم پر آ پڑیں گے تو ایسی حالت میں خوف کی نماز پڑھنی جائز ہے اور اس کا جواز قرآن اور حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ یہ آیت اس کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِنَّ الْكَافِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا وَإِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوْا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَّلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّنْ مَّطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى أَنْ تَضَعُوْا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾.

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تم سفر کرو ملک میں تو تم پر گناہ نہیں کہ کچھ کم کرو نماز میں اگر تم کو ڈر ہو کہ ستائیں گے تم کو کافر البتہ کافر تمہارے دشمن ہیں صریح اور جب تو ان میں ہو پھر ان کو نماز میں کھڑا کرے تو چاہیے کہ ایک جماعت ان کی کھڑی ہو تیرے ساتھ اور ساتھ لیں اپنے ہتھیار پھر جب یہ سجدہ کر چکیں تو پیچھے ہو جائیں اور آئے دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ نماز پڑھیں تیرے ساتھ اور پاس لیں اپنا بچاؤ اور ہتھیار کافر چاہتے ہیں کسی طرح تم بے خبر ہو اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے تو تم پر جھک پڑھیں ایک حملہ کر کے اور گناہ نہیں تم پر اگر تم کو تکلیف ہو مینہ سے یا تم بیمار ہو کہ اتار رکھو اپنے ہتھیار اور ساتھ لو اپنا بچاؤ اللہ نے رکھی ہے منکروں کے واسطے ذلت کی مار

**فائدہ:** اس آیت میں نماز خوف کا بیان ہے کہ اگر مقابلے کا وقت ہو تو فوج دو حصے ہو جائے ہر جماعت آدھی نماز میں امام کی شریک ہو اور آدھی خود پڑھے جب تک دوسری جماعت دشمن کے مقابل رہے اور اس وقت نماز میں آمد و رفت معاف ہے اور ہتھیار اور زرہ وغیرہ اپنے ساتھ رکھیں اور اگر اس قدر بھی فرصت نہ ہو تو جماعت موقوف کریں تنہا پڑھیں پیادہ اور سوار اگر یہ بھی فرصت نہ ملے تو قضا کریں اور یہ نماز خوف کا ایک طریقہ ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ امام دو بار نماز پڑھے ایک بار ایک جماعت کو پڑھائے دوسری بار دوسری جماعت کو پڑھائے اور ان کے سوا اور کئی صورتیں بھی ہیں اور آیت سب کا احتمال رکھتی ہے پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ دشمن کے مقابلے کے وقت خوف کی نماز پڑھنی جائز ہے اور ابو یوسف اور حسن بن زیادہ اور ابراہیم بن علیہ وغیرہ نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے کہ حضرت ﷺ کے بعد خوف کی نماز پڑھنی جائز نہیں اس لیے کہ اللہ نے پیغمبر کو فرمایا کہ جب تو ان میں ہو تو نماز ان کو پڑھا لیکن یہ قول ان کا مردود ہے ساتھ اجماع صحابہ کے کہ بعد حضرت ﷺ کے نماز خوف کی پڑھتے رہے اور اس میں اختلاف ہے کہ حضر میں بھی خوف کی نماز جائز ہے یا نہیں سو ابن ماجشون اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضر میں خوف کی نماز جائز نہیں اور جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے اور اس آیت کے شانِ نزول میں اختلاف ہے اکثر علماء کے نزدیک مشہور یہ بات ہے کہ یہ آیت مسافر کی نماز کے حق میں نازل ہوئی ہے اور قید خوف کی اتفاقی ہے اس لیے کہ اور حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ سفر میں امن کے وقت بھی قصر جائز ہے اور یہی قول ہے شافعیہ وغیرہ کا لیکن شاہ ولی اللہ صاحب دھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت خوف کی نماز میں نازل ہوئی ہے اور سفر کی قید اتفاقی ہے اور مراد قصر کرنے سے باعتبار کیفیت اور وصف کے ہے یعنی خوف کے وقت قیام اور قعود اور رکوع اور سجود میں قصر کرے اور ان کو ترک کرے اشارہ سے نماز پڑھے لیکن ظاہر پہلی صورت ہے۔

٨٩٠ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ صَلَاةَ الْخَوْفِ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ لَنَا فَقَامَتْ طَآئِفَةٌ مَّعَهُ وَأَقْبَلَتْ طَآئِفَةٌ عَلَى

٨٩٠۔ حضرت شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ کیا حضرت ﷺ نے خوف کی نماز پڑھی ہے یا نہیں سو اس نے کہا کہ مجھ کو سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم حضرت ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف جہاد کو نکلے سو ہم نے دشمن سے مقابلہ کیا اور لڑائی کے واسطے صف باندھی سو حضرت ﷺ ہم کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے (اور فوج دو حصے ہو گئی) سو ایک جماعت حضرت ﷺ کے ساتھ کھڑی ہوئی اور دوسری جماعت دشمن کے مقابل ہوئی سو آپ نے اپنے مقتدیوں کے ساتھ رکوع

الْعَدُوِّ وَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ مَّعَهٗ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَكَانَ الطَّآئِفَةِ الَّتِيْ لَمْ تُصَلِّ فَجَآءُوْا فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ رَكْعَةً وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهٖ رَكْعَةً وَّسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

کیا اور دو سجدے کیے یعنی ایک رکعت تمام کی پھر یہ جماعت ایک رکعت پڑھ کر دوسری جماعت کی جگہ چلی گئی جس نے نماز نہیں پڑھی تھی یعنی دشمن کے مقابل ہو گئی اور دوسری جماعت آئی (اور حضرت ﷺ کے ساتھ کھڑی ہوئی) سو حضرت ﷺ نے ان کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کیے پھر آپ نے سلام پھیری اور ہر ایک جماعت نے اپنی ایک ایک رکعت علیحدہ پڑھی۔

**فائدہ:** یہ جنگ ذات الرقاع کا ذکر ہے جو بنی غطفان سے واقع ہوا تھا کما سیاتی ان شاء اللّٰہ تعالیٰ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں جماعتوں نے اپنی ایک ایک رکعت ایک حالت میں پڑھی لیکن راجح یہ قول ہے کہ انہوں نے باقی ایک ایک رکعت علی سبیل التعاقب پڑھی یعنی آگے پیچھے تاکہ حراست مطلوبہ فوت نہ ہو جائے اور اسی کی تائید کرتی ہے وہ حدیث جو ابوداؤد نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ﷺ نے سلام پھیری تو دوسری جماعت (جس نے اخیر رکعت آپ کے ساتھ پڑھی تھی) اٹھ کھڑی ہوئی اور اسی نماز کی جگہ میں باقی ایک رکعت ادا کی اور سلام پھیر کر دشمن کے مقابلے میں چلے گئے اس وقت پہلی جماعت نے اپنی ایک رکعت باقی علیحدہ پڑھ کر سلام پھیری سو دوسری جماعت کی نماز میں تو کچھ فرق واقع نہ ہوا بلکہ دونوں رکعتیں ایک ساتھ پڑھی گئیں اور پہلی جماعت کی نماز میں فرق واقع ہوا کہ انہوں نے ایک رکعت پہلے پڑھی اور دوسری رکعت بہت دیر کے بعد دوسری جگہ پڑھی اور یہی قول ہے اشہب اور اوزاعی کا اور یہ موافق ہے واسطے حدیث سہل رضی اللہ عنہ کے اور یہی مذہب ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب امام سلام پھیرے تو دوسری جماعت اپنی باقی ایک رکعت اس وقت نہ پڑھے بلکہ اٹھ کر دشمن کے مقابل چلی جائے اور پہلی جماعت آ کر اپنی نماز تمام کرے پھر وہ دشمن کے مقابل ہو جائے اور دوسری جماعت آئے اور باقی ایک رکعت پڑھ کے سلام پھیرے اور حنفیہ اس صورت کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف نسبت کرتے ہیں لیکن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے کسی طریق میں یہ صورت پائی نہیں جاتی اور جاننا چاہیے کہ نماز خوف کی کئی طرق سے وارد ہوئی ہے اور بہت مختلف طور سے پڑھی گئی ہے کبھی کسی طرح کبھی کسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نماز خوف چھ یا سات طرح سے ثابت ہوئی ہے سو جس طریقے اور جس طور سے کوئی پڑھے جائز ہے لیکن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو ترجیح ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے اور اسحاق اور طبری اور ابن منذر وغیرہ نے اس کے آٹھ طریقے بیان کیے ہیں لیکن انہوں نے کسی وجہ کو ترجیح نہیں دی اور ابن حبان نے اس کے نو طریقے بیان کیے ہیں اور ابن حزم نے کہا کہ نماز خوف کے چودہ

طریقے ثابت ہیں اور بعض نے کہا کہ سولہ طریقے سے ثابت ہوئی ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے اور بعض نے کہا کہ سترہ طریقے سے آئی ہے لیکن اکثر طریقے آپس میں متداخل ہو سکتے ہیں جن کا خلاصہ وہی چھ یا سات صورتیں باقی نکلتی ہیں جو پہلے گزریں اور جنہوں نے سولہ یا سترہ وغیرہ طریق سے کہا ہے تو اختلاف راویوں کے سبب سے کہا ہے جب راوی نے کسی حدیث میں کچھ ذرا اختلاف کیا تو انہوں نے اس کو ایک وجہ قرار دے دیا اور بعض نے کہا کہ حضرت ﷺ نے خوف کی نماز مختلف اوقات میں مختلف طور سے پڑھی ہے سو جس جگہ جو مناسب ہو اور جس طور سے نماز میں زیادہ احتیاط پائی جائے اور دشمن سے اچھی طرح بچاؤ ہو سکے اس کو اختیار کرنا چاہیے اور جائز ہر طور سے ہے **کما قدمناہ** اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فوج کا برابر نصف ونصف ہونا شرط نہیں بلکہ جتنے آدمیوں سے دل جمعی ہو اتنے کافی ہیں اور اگر فقط تین ہی آدمی ہوں تو ان کو بھی جائز ہے کہ ایک دشمن کے مقابل کھڑا ہو اور دوسرا امام کے ساتھ نماز پڑھے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت سے نماز پڑھنے کی بڑی تاکید ہے بلکہ اس کے وجوب کی تائید ہے کہ اس میں کئی ناجائز امروں کو اختیار کرنا پڑتا ہے جن کی تنہائی میں حاجت نہیں پڑتی واللہ اعلم۔ اور اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مقابلے کے وقت خوف کی نماز پڑھنی جائز ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

## بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ رِجَالًا وَّرُكْبَانًا رَاجِلٌ قَائِمٌ.

پیادے اور سواری کی حالت میں خوف کی نماز پڑھنے کا بیان۔

**فائدہ:** یعنی اگر دشمن کے مقابلے میں گھوڑے سے نیچے اتر کر اور جماعت سے نماز پڑھنے کی فرصت نہ ملے تو ہر شخص تنہا اپنی اپنی نماز پڑھے اور رکوع اور سجود اشارے سے کرے خواہ منہ قبلے کی طرف ہو اور خواہ نہ ہو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ راجل کا معنی کھڑا ہونے والا ہے یعنی رجالا جو آیت میں واقع ہوا ہے جمع راجل کی ہے یہاں معنی اس کا پیادہ ہے۔

٨٩١ ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْقُرَشِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوًا مِّنْ قَوْلِ مُجَاهِدٍ إِذَا اخْتَلَطُوْا قِيَامًا وَزَادَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ كَانُوْا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَلْيُصَلُّوْا قِيَامًا وَّرُكْبَانًا.

٨٩١۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موافق قول مجاہد کی روایت ہے کہ جب مسلمانوں اور کافروں کا مقابلہ ہو تو ہر آدمی تنہا نماز پڑھے پیادہ اور سوار جس طرف منہ ہو یعنی اشارے سے نماز پڑھیں رکوع کے واسطے تھوڑا اشارہ کریں اور سجدے کے واسطے زیادہ اشارہ کریں اور طبری نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے کہ جب مسلمان اور کافر آپس میں مل جائیں تو نہیں نماز مگر ذکر اشارے سر کے سے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ﷺ سے اتنا زیادہ روایت کیا ہے

کہ اگر کافر اس سے بہت ہوں یعنی نماز میں کھڑے ہونے کی
طاقت نہ ہو تو چاہیے کہ نماز پڑھیں پیادے اور سوار اور
اشارے سے خواہ قبلے کی طرف منہ ہو یا نہ ہو۔

**فائدہ:** مطلب اس باب سے یہ ہے کہ جب خوف سخت ہو اور دشمن بہت ہوں اور اس سبب سے فوج کے دو حصے کرنے ہیں دل جمعی نہ ہو تو ایسی حالت میں بھی نماز ساقط نہیں ہوتی اور قضا کرنی جائز نہیں بلکہ جس طرح ہو سکے ادا کرے اگر قیام کی فرصت نہ ملے تو اس کے بدلے رکوع کرے اور اگر رکوع اور سجود کی فرصت بھی نہیں تو اشارے سے نماز پڑھے اور اشارہ سر سے کرے رکوع کے واسطے سر کو تھوڑا جھکا دے اور سجدے کے واسطے زیادہ جھکا دے ایسی تنگی کی حالت میں یہ سب کام درست ہیں اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا اور مالکیہ کہتے ہیں کہ جب تک قضا ہونے کا خوف نہ ہو تب تک ایسا نہ کرے مگر آواز کرنا درست نہیں کہ اس کی کوئی حاجت نہیں اور ظاہرًا اس سے یہی مطلب معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث اپنے قول کی تائید کے واسطے بیان کی اس لیے کہ پہلے مسئلہ کے سوا اس حدیث سے کوئی دوسرا مسئلہ معلوم نہیں ہوتا ہے پس مطلب سب کا ایک ہے واللہ اعلم۔ اور اسی طرح اگر جانور درندے شیر یا سانپ وغیرہ کا خوف ہو یا غرق ہو جانے کا یا جل جانے کا خوف ہو یا مال پر خوف ہو تو ان سب صورتوں میں بھی یہی حکم ہے یعنی ان میں بھی خوف کی نماز پڑھنی جائز ہے۔

## بَابُ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ. خوف کی نماز میں ایک دوسرے کی نگہبانی اور حفاظت کرے۔

**فائدہ:** اس کی ایک صورت تو وہ ہے جو اوپر گزر چکی ہے اور ایک صورت اس کی یہ ہے کہ ساری فوج یکبارگی امام کے ساتھ نیت کر کے کھڑی ہو جائے سو پہلی رکعت میں دوسری جماعت امام کے ساتھ رکوع سجود کرے اور ایک جماعت ان کی نگہبانی کے واسطے کھڑی رہے اور دوسری رکعت میں ایک جماعت امام کے ساتھ رکوع سجود کرے اور پہلی جماعت ان کی نگہبانی کے واسطے کھڑی رہے لیکن یہ صورت اسی وقت کے ساتھ خاص ہے جب کہ دشمن قبلے کے سامنے ہو اور اگر قبلے کی طرف نہ ہو تو پھر مختلف ہونا جہت حفاظت دشمن کا اور جہت نماز کا ضروری ہے یعنی اس وقت جب کوئی دشمن کی نگہبانی کے واسطے کھڑا ہوگا تو خواہ مخواہ منہ کو قبلے سے اور طرف پھیرنا پڑے گا اور حدیث باب کی اس صورت کے موافق ہے جب دشمن قبلے کی طرف ہو اور اگر کوئی کہے کہ یہ صورت قرآن کے مخالف ہے تو کہا جائے گا کہ احتمال ہے کہ قرآن میں اس صورت کا بیان ہو جس میں دشمن قبلے کی طرف نہ ہو۔

٨٩٢ - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ

٨٩٢۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے واسطے کھڑے ہوئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے

الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَكَبَّرَ وَكَبَّرُوْا مَعَهُ وَرَكَعَ وَرَكَعَ نَاسٌ مِّنْهُمْ مَّعَهُ ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدُوْا مَعَهُ ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِيَةِ فَقَامَ الَّذِيْنَ سَجَدُوْا وَحَرَسُوْا إِخْوَانَهُمْ وَأَتَتِ الطَّآئِفَةُ الْأُخْرٰى فَرَكَعُوْا وَسَجَدُوْا مَعَهُ وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِيْ صَلَاةٍ وَّلٰكِنْ يَّحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا.

ہوئے یعنی خوف کی نماز میں سو آپ نے تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہی یعنی تکبیر تحریمہ اور دو صفیں باندھ کے آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے سو آپ نے رکوع کیا سو ان میں سے ایک جماعت نے آپ کے ساتھ رکوع کیا اور (دوسری جماعت ان کی حفاظت کے واسطے دشمن کے مقابل کھڑے رہی) پھر آپ نے سجدہ کیا اور اس جماعت نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا پھر آپ دوسری رکعت پڑھنے کے واسطے کھڑے ہوئے سو جس جماعت نے (پہلی رکعت میں) حضرت ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا تھا وہ دشمن کے مقابلے میں کھڑے ہوئے اور اپنے بھائیوں کی نگہبانی کرنے لگے اور دوسری جماعت آئی (جس نے پہلی رکعت میں آپ کے ساتھ سجدہ نہیں کیا تھا) سو انہوں نے آپ کے ساتھ رکوع کیا اور سجدہ کیا اور لوگ سب نماز میں تھے لیکن بعض بعض کی نگہبانی کرتے تھے۔

**فائدہ:** ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں جماعتوں نے فقط ایک ایک رکعت پڑھی اور ایک روایت میں نسائی کے یہ لفظ آیا ہے ولم یقضوا یعنی انہوں نے دوسری رکعت کو پورا نہ کیا سو یہ لفظ صریح ہے اس میں کہ انہوں نے فقط ایک ہی رکعت پڑھی تھی دوسری رکعت نہیں پڑھی تھی اور صحیح مسلم اور ابوداؤد وغیرہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ نے نماز کو پیغمبر کی زبان پر فرض کیا حضر میں چار رکعتیں اور سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت سو اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ خوف کی نماز فقط ایک ہی رکعت ہے پس اگر کوئی شخص خوف کی حالت میں فقط ایک ہی رکعت پر اکتفا کرے تو جائز ہے اور یہی مذہب ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ وغیرہ بہت صحابہ اور تابعین کا اور یہی قول ہے حسن اور ضحاک اور اسحاق اور ثوری کا (اور ان میں سے بعض اس کو شدت خوف کے ساتھ قید کرتے ہیں) اور جمہور علماء کے نزدیک خوف کی حالت میں فقط ایک رکعت پڑھنی کافی نہیں دو رکعتیں پڑھے وہ کہتے ہیں کہ خوف کی نماز کی تعداد میں قصر نہیں اس کی شکل اور ہیئت میں قصر ہے یعنی نماز خوف کی دو ہی رکعتیں پڑھے اس سے کم نہ کرے لیکن اس کے رکوع سجود میں قصر کرے کہ ان کے بدلے اشارے سے کام لے اور جمہور علماء حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ امام کے ساتھ فقط ایک رکعت ہے اس میں دوسری رکعت کی نفی نہیں اور نیز ولم یقضوا کا یہ معنی کرتے ہیں کہ انہوں نے امن کے بعد اس نماز کو قضا نہ کیا انتہیٰ۔

لیکن ان سب حدیثوں میں تطبیق دینی بہتر معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ خوف کی نماز دو طرح سے جائز ہے کبھی دو رکعت پڑھ لے اور کبھی فقط ایک ہی رکعت پر اکتفا کرے یہ صورت اس وقت کے ساتھ خاص ہے جب دشمن قبلے میں ہو اور باقی صورتیں اور وقتوں پر یا جب دو رکعتوں کی فرصت نہ ملے تو ایک رکعت پڑھے جیسا کہ آئندہ آئے گا اور مغرب کی نماز میں بالاجماع قصر نہیں بلکہ پوری پڑھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ الْحُصُوْنِ وَلِقَآءِ الْعَدُوِّ.

جب دشمن سے مقابلہ ہو اور قلعہ فتح ہو جانے کی امید ہو تو اس وقت کیا کرے خوف کی نماز پڑھے یا فتح ہونے تک نماز کو تاخیر کر کے پوری پڑھے۔

**فائدہ:** بعض علماء کہتے ہیں کہ جب ظفر یابی کی امید ہو اور قلعہ فتح ہو جانے کا گمان ہو تو اس حالت میں اگر خوف کی نماز پڑھنے کی فرصت نہ ملے تو نماز کو تاخیر کرے بعد فتح کے نماز کو قضا کر کے پڑھنا جائز ہے۔

وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ إِنْ كَانَ تَهَيَّأَ الْفَتْحُ وَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلَاةِ صَلَّوْا إِيْمَآءً كُلُّ امْرِئٍ لِنَفْسِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الْإِيْمَآءِ أَخَّرُوا الصَّلَاةَ حَتّٰى يَنْكَشِفَ الْقِتَالُ أَوْ يَأْمَنُوْا فَيُصَلُّوْا رَكْعَتَيْنِ فَإِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا صَلَّوْا رَكْعَةً وَّسَجْدَتَيْنِ فَإِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا فَلَا يُجْزِئُهُمُ التَّكْبِيْرُ وَيُؤَخِّرُوْنَهَا حَتّٰى يَأْمَنُوْا وَبِهٖ قَالَ مَكْحُوْلٌ.

اور امام اوزاعی نے کہا کہ اگر فتح تیار ہو اور نماز کی فرصت نہ پائیں یعنی اس کے ارکان اور فعل بجا نہ لا سکیں تو اشارے سے نماز پڑھیں ہر آدمی تنہا تنہا اور اگر اشارے سے پڑھنے کی بھی فرصت نہ پائیں تو نماز کو تاخیر کریں یہاں تک کہ لڑائی تمام ہو جائے یا بے خوف ہو جائیں اس سے کہ اب دشمن نہیں لڑیں گے تو اس وقت دو رکعت نماز پڑھیں اور اگر دو رکعت کی قدرت نہ پائیں نہ فعل سے اور نہ اشارے سے تو فقط ایک رکعت پڑھ لیں اور دو سجدے کریں اور اگر ایک رکعت کی بھی قدرت نہ پائیں تو پھر ان کو تکبیر کہنی یعنی سبحان اللہ اللہ اکبر کہنا کافی نہیں بلکہ تاخیر کریں یہاں تک کہ بے خوف ہو جائیں اور یہی قول ہے مکحول کا۔

**فائدہ:** اس کلام میں تقدیم و تاخیر واقع ہوئی ہے اصل میں یہ کلام اس طور سے ہے کہ اگر دو رکعتوں کی فرصت نہ ملے نہ فعل سے اور نہ اشارہ سے تو فقط ایک رکعت ہی کافی ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اوپر گزر چکا ہے اور اگر ایک رکعت کی بھی فرصت نہ ملے تو نماز کو تاخیر کر دے یہاں تک کہ لڑائی بند ہو جائے یا لڑائی قائم ہو مگر مدد پہنچنے کے سبب سے امن حاصل ہو تو اس وقت دو رکعت نماز پڑھے جیسا کہ دوسری روایت میں صریح آ چکا ہے اور یہ جو کہا کہ فقط تکبیر

کبھی نماز کے بدلے کافی نہیں تو اس میں اتفاق نہیں بلکہ امام اوزاعی وغیرہ کہتے ہیں کہ خوف کی نماز کے بدلے فقط سبحان اللہ اللہ اکبر کہہ لے تو یہ بھی کافی ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ جب دولشکروں کا مقابلہ ہو اور نماز کا وقت آ جائے تو فقط سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھنا نماز کے بدلے کافی ہو جاتا ہے اور یہی ان کی نماز ہے ان پر دوہرانا اس کا لازم نہیں اور مجاہد نے کہا کہ دوڑنے کے وقت اگر ایک تکبیر پڑھ لے تو بھی کافی ہو جاتی ہے اور اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ دوڑنے کے وقت ایک رکعت اشارے سے پڑھے اس کی فرصت نہ ہو تو ایک سجدہ کرے اس کی بھی فرصت نہ ہو تو اللہ اکبر کہے پس یہی نماز ہے اور یہ جو اوزاعی نے کہا کہ اگر اشارے کی طاقت نہ ہو تو اس پر بعض نے اعتراض کیا ہے کہ عقل کے ہوتے اشارے سے عاجز ہونا ممکن نہیں پھر یہ صورت کیسے صحیح ہو سکے گی سو جواب اس کا یہ ہے کہ شاید وہ اشارے کے وقت بھی استقبال قبلہ کو شرط جانتے تھے اور جب قبلے کی طرف منہ نہ ہو سکا تو گویا کہ اشارے سے بھی عاجز ہو گیا اور بعض نے کہا کہ وضو اور تیمم سے عاجز ہونا گویا اشارے سے عاجز ہونا ہے، واللہ اعلم۔ اور اس قول سے معلوم ہوا کہ اگر قلعہ فتح ہونے کے وقت نماز کی فرصت نہ ملے اس خیال سے کہ اگر مسلمان نماز میں مشغول ہو گئے تو دشمن کو مہلت مل جائے گی اور قلعہ فتح نہیں ہو گا تو اس حالت میں نماز کو فتح ہونے تک مؤخر کرنا جائز ہے بعد کو قضا کر کے پڑھے پس پہلی وجہ مطابقت اس قول کی باب سے اور اس کی باقی سب صورتوں میں نماز کو قضا کرنا درست نہیں یہ حکم فقط اسی صورت کے ساتھ خاص ہے بلکہ اکثر علماء اس صورت میں بھی قضا کو جائز نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ جس طرح سے ہو سکے اسی وقت ادا کرے خواہ فعل سے ہو خواہ اشارے سے۔

وَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ حَضَرْتُ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ حِصْنِ تُسْتَرَ عِنْدَ إِضَاءَةِ الْفَجْرِ وَاشْتَدَّ اشْتِعَالُ الْقِتَالِ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلَاةِ فَلَمْ نُصَلِّ إِلَّا بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ فَصَلَّيْنَاهَا وَنَحْنُ مَعَ أَبِي مُوْسٰى فَفُتِحَ لَنَا وَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَمَا يَسُرُّنِيْ بِتِلْكَ الصَّلَاةِ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں قلعہ تستر کے فتح ہونے کی صبح کو حاضر ہوا یعنی صبح کے وقت وہ قلعہ فتح ہوا تھا اور میں بھی اس جنگ میں موجود تھا سو لڑائی سخت گرم ہوئی اور لوگوں نے نماز کی فرصت نہ پائی نہ فعل سے اور نہ اشارے سے سو نماز قضا ہو گئی سو ہم نے وہ نماز سورج بلند ہونے کے بعد ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھی سو وہ قلعہ ہمارے واسطے فتح ہو گیا۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں خوش کرتی مجھ کو بدلے اس نماز کے تمام دنیا اور جو چیز کہ دنیا میں ہے یعنی اس وقت کا جنگ میں مشغول ہونا اور بعد فتح کے نماز کو پڑھنا مجھ کو تمام دنیا سے بہتر

ہے کہ دونوں کام ہو گئے قلعہ بھی فتح ہو گیا اور نماز بھی ادا ہو گئی یا نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا تمام دنیا سے بہتر تھا تو یہ افسوس ہے نماز کے قضا ہونے پر، واللہ اعلم۔

**فائدہ:** تستر ایک شہر کا نام ہے اہواز کے ملک میں یہ شہر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فتح ہوا تھا اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ اگر قلعہ فتح ہونے کی امید کے وقت نماز کی فرصت نہ ملے تو نماز کو تاخیر کرے اور بعد فتح کے قضا کر کے پڑھے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی باب سے۔

۸۹۳ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ الْبُخَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُبَارَكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَآءَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَلَّيْتُ الْعَصْرَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغِيبَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا بَعْدُ قَالَ فَنَزَلَ إِلٰى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ بَعْدَهَا.

۸۹۳۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خندق کے دن عمر رضی اللہ عنہ آئے اور کفار قریش کو گالی دینے لگے اور عرض کی کہ یا حضرت! میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ سورج ڈوبنے لگا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اللہ کی میں نے بھی ابھی تک عصر نہیں پڑھی سو آپ بطحان (ایک میدان کا نام ہے) کی طرف تشریف لے گئے اور وضو کیا اور عصر پڑھی بعد سورج ڈوبنے کے پھر بعد اس کے مغرب کی نماز پڑھی۔

**فائدہ:** یہ حدیث آخر مواقیت میں گزر چکی ہے اس میں اختلاف ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن نماز کو کس وجہ سے تاخیر کیا سو بعض کہتے ہیں کہ بھول سے دیر ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ آپ نے عمدًا جان بوجھ کر دیر کی اور برشق ثانی بعض کہتے ہیں کہ لڑائی میں مشغول ہونے کی وجہ سے دیر کی اور یہی مذہب ہے امام بخاری رحمہ اللہ کا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ نے طہارت میسر نہ ہونے کے سبب سے تاخیر کی تھی اور یہی مذہب ہے مالکیوں اور حنبلیوں کا اس لیے کہ ان کے نزدیک لڑائی کے شغل سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ آیت خوف کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے اور یہ مذہب شافعیوں کا ہے کہ نماز خوف کو منسوخ کہتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ نماز خوف کی منسوخ نہیں۔

## بَابُ صَلَاةِ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوْبِ رَاكِبًا

طالب اور مطلوب کے سوار اور پیادہ نماز پڑھنے کا بیان

وَّإِيْمَآءً.

یعنی جو شخص کہ دشمن کے پکڑنے کو اس کے پیچھے دوڑا جاتا ہو یا دشمن اس کے پیچھے سے دوڑا آتا ہو تو وہ نماز پڑھے سوار یا پیادہ اور اشارے سے۔

**فائدہ:** ابن منذر نے کہا کہ اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ مطلوب اپنی سواری پر اشارے سے نماز پڑھے اور طالب نیچے اتر کر نماز پڑھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر طالب کو اپنی ساتھیوں سے پیچھے رہ جانے کا خوف ہو یا دشمن کے پیچھے پلٹ آنے کا خوف ہو تو اس حالت میں اس کو بھی سواری پر اشارے سے نماز پڑھنی جائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ طالب اور مطلوب میں فرق ہے اور وجہ فرق کی یہ ہے کہ مطلوب کے حق میں بہت خوف ہے کہ دشمن اس کے پیچھے سے دوڑا آتا ہے بخلاف طالب کے کہ فقط دشمن کے قابو نہ آنے کا خوف ہوتا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ طالب کو اشارے سے نماز پڑھنی منع ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب دشمن کے قابو نہ آنے کا خوف ہو تو طالب اپنی سواری پر نماز پڑھے خواہ کسی طرف متوجہ ہو یعنی رکوع اور سجود سے نہ اشارے سے۔

وَقَالَ الْوَلِيْدُ ذَكَرْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ صَلَاةَ شُرَحْبِيْلَ بْنِ السِّمْطِ وَأَصْحَابِهٖ عَلٰى ظَهْرِ الدَّابَّةِ فَقَالَ كَذٰلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا إِذَا تُخُوِّفَ الْفَوْتُ وَاحْتَجَّ الْوَلِيْدُ بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ.

اور ولید نے کہا کہ میں نے اوزاعی سے شرحبیل اور اس کے ساتھیوں کے سواری پر نماز پڑھنے کا ذکر کیا سو اس نے کہا کہ یہی حکم ہے نزدیک ہمارے جب کہ خوف کرے فوت ہونے نماز کا یعنی کسی ایسے امر میں مشغول ہو کہ نماز کی فرصت نہ ملے جیسے کہ لڑائی وغیرہ ہے یا خوف کرے دشمن کے بھاگ جانے کا یا پیچھے سے آنے کا اور ولید نے دلیل پکڑی ہے ساتھ اس حدیث کے کہ آپ نے فرمایا کہ نہ کوئی نماز پڑھے عصر کی مگر بنی قریظہ میں۔

**فائدہ:** شرحبیل ایک تابعی کا نام ہے کہ کچھ مسلمان ساتھ لے کر حمص شہر میں جنگ کرنے کو گیا تھا راہ میں نماز کا وقت آیا سو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اپنی اپنی سواریوں پر نماز پڑھو نیچے اترنے کی کچھ ضرورت نہیں تب لوگوں نے اپنی سواریوں پر نماز پڑھی سو یہ حال ولید نے اوزاعی سے کہا۔

٨٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَآءَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْأَحْزَابِ لَا

٨٩٤۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ خندق سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ نہ کوئی نماز پڑھے عصر کی مگر بنی قریظہ میں سو بعض اصحاب کو راہ میں عصر کی نماز پڑھ لی اور بعض نے کہا کہ ہم تو بنی قریظہ ہی میں جا کر نماز پڑھیں

يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَأَدْرَكَ بَعْضَهُمُ الْعَصْرُ فِي الطَّرِيْقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّيْ حَتّٰى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّيْ لَمْ يُرَدْ مِنَّا ذٰلِكَ فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِّنْهُمْ.

گے راہ میں نہیں پڑھیں گے اگر چہ نماز کا وقت جاتا رہے اور بعض نے کہا کہ آپ کی یہ غرض نہ تھی کہ کوئی راہ میں نماز نہ پڑھے سو یہ حال یعنی بعض کے نماز پڑھنے کا اور بعض کا نماز نہ پڑھنے کا حضرت ﷺ کے روبرو ذکر ہوا سو آپ ﷺ نے کسی کو ملامت نہ کیا اور کسی پر ناخوش نہ ہوئے۔

**فائدہ**: بنی قریظہ یہودی لوگ تھے مدینے کے قریب دو تین کوس پر ان کی بستی اور گھر تھے حضرت ﷺ میں اور ان میں صلح تھی پانچویں سال ہجری میں انہوں نے قول اقرار توڑ ڈالا اور خندق کی لڑائی میں کافروں کے ساتھ شریک ہوئے سو جب حضرت ﷺ خندق کی لڑائی سے فارغ ہوئے اور کافر سرد ہوا چلنے کے سبب سے بھاگ گئے تو آپ نے اصحاب کو فرمایا کہ بنی قریظہ پر دھاوا بول دو اور عصر کی نماز وہیں جا کر پڑھو یعنی بہت جلد جاؤ سو اصحاب حضرت ﷺ کے حکم سے اس طرف روانہ ہوئے راہ میں عصر کا وقت قضا ہونے لگا سو بعض نے راہ میں نماز پڑھ لی اور کہا کہ حضرت ﷺ کو یہ غرض نہ تھی کہ اگر چہ نماز کا وقت جاتا رہے کوئی راہ میں سوائے بنی قریظہ کے نماز نہ پڑھے بلکہ غرض آپ کی جلدی جانا تھا اور بعض نے راہ میں نماز نہ پڑھی اور کہا کہ ہم تو بنی قریظہ میں جا کر پڑھیں گے اگر چہ نماز کا وقت جاتا رہے حضرت ﷺ نے ہم سے وہیں نماز پڑھنے کو فرمایا ہے سو ان کی نماز قضا ہوگئی اور پورا قصہ اس کا کتاب المغازی میں آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور غرض اس حدیث سے یہاں یہ ہے کہ جن لوگوں نے نماز کو قضا کیا اور بنی قریظہ میں جا کر پڑھا ان کی نماز جائز ہوگئی کہ ان کو آپ نے ملامت نہ کی باوجود یکہ انہوں نے وقت کو فوت کر دیا تھا اور جب شغل کے واسطے نماز کو وقت سے نکال کر پڑھنا جائز ہوا تو ایسی حالت میں وقت کے اندر اشارے سے نماز پڑھنی بطریق اولیٰ جائز ہوگی پس طالب کا اشارے سے نماز پڑھنا جائز ہوگا پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی اور اوزاعی کے مذہب کی تقویت ہوگئی۔

## بَابُ التَّكْبِيْرِ وَالْغَلَسِ بِالصُّبْحِ وَالصَّلَاةِ عِنْدَ الْإِغَارَةِ وَالْحَرْبِ.

صبح کی نماز اول وقت اندھیرے میں پڑھنے کا بیان اور دشمن پر اچانک اور بے خبر جا پڑنے کے وقت اور لڑائی کے وقت نماز پڑھنے کا بیان۔

**فائدہ**: اغارۃ کہتے ہیں اچانک جا پڑنے کو اور بے خبر لوٹ لینے کو تاختن و تاراج کردن عدو یکا یک وہجوم آوردن بوقت غفلت۔

٨٩٥ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ

٨٩٥۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے

زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ وَثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصُّبْحَ بِغَلَسٍ ثُمَّ رَكِبَ فَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ ﴿إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ فَخَرَجُوْا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ وَيَقُوْلُوْنَ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ قَالَ وَالْخَمِيْسُ الْجَيْشُ فَظَهَرَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذَّرَارِيَّ فَصَارَتْ صَفِيَّةُ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ وَصَارَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ صَدَاقَهَا عِتْقَهَا فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ لِثَابِتٍ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ أَنْتَ سَأَلْتَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ مَا أَمْهَرَهَا قَالَ أَمْهَرَهَا نَفْسَهَا فَتَبَسَّمَ.

صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی یعنی جنگ خیبر کے دن پھر سوار ہوئے اور فرمایا اللہ بڑا ہے خراب ہوا خیبر اس واسطے کہ بیشک جب ہم اتریں کسی قوم کے صحن پر تو بری ہو جاتی ہے صبح ڈرائے گئے لوگوں کی سو وہ لوگ کوچوں میں چلتے باہر نکلے اور کہتے تھے کہ یہ محمد ﷺ اور اس کا لشکر آ پہنچا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ خمیس لشکر کو کہتے ہیں سو حضرت ﷺ ان پر غالب ہوئے اور قلعہ خیبر فتح ہو گیا سو آپ نے لڑنے والے مردوں کو قتل کیا اور عورتوں اور چھوٹے بال بچوں کو قید کر لیا سو صفیہ عورت جو بنی قریظہ کی سردار تھی دحیہ کلبی کے حصہ میں آئی کہ حضرت ﷺ نے اس کو عطا کی اور پھر بعد اس کے صفیہ آپ کے ہاتھ آئی سو آپ نے اس سے نکاح کیا اور اس کے آزاد کرنے کو مہر ٹھہرایا عبدالعزیز (راوی) نے ثابت سے کہا کہ اے ابو محمد تو نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا ہے کہ آپ نے اسکا مہر کیا ٹھہرایا تھا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے اس کی جان کو اس کا مہر ٹھہرایا یعنی اس کا آزاد کرنا سو عبدالعزیز اس سے ہنسنے لگے۔

**فائدہ:** جب خیبر فتح ہوا اور عورتیں پکڑی آئیں تو حضرت ﷺ نے دحیہ کو فرمایا کہ تو جا کر قیدیوں میں سے ایک لونڈی پکڑ لے سو اس نے جا کر صفیہ کو پکڑ لیا اور صفیہ تمام بنی قریظہ کی سردار تھی اور نسب اور جمال میں سب سے افضل تھی سو لوگوں نے حضرت ﷺ سے یہ حال ذکر کیا اور عرض کی کہ وہ لونڈی بغیر آپ کے اور کسی کو لائق نہیں تب حضرت ﷺ نے دحیہ کلبی کو اس کے عوض میں اور لونڈی دی اور اس کو اس سے واپس لے لیا پھر آپ نے اس سے نکاح کیا اور اس کی آزادی اس کا مہر ٹھہرایا اور باقی بیان اس کا کتاب النکاح میں آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ خراب ہوا خیبر سو آپ نے یہ ان کے حق میں بد دعا کی کہ اللہ ان کو خراب کرے اور یا آپ نے وحی کے ذریعے آئندہ کی خبر دی کہ خیبر خراب ہو جائے گا یعنی فتح ہو جائے گا یا آپ نے وعدہ الٰہی پر اعتماد کر کے فرمایا کہ اللہ نے پیغمبروں سے نصرت کا وعدہ کیا ہے اس آیت کے قرینہ سے جو آپ نے پڑھی یا آپ نے اس آیت کو بطور نیک فال کے پڑھا پس اس سے معلوم ہوا کہ اگر نماز کا وقت قریب ہو تو نماز کو لڑائی شروع ہونے سے پہلے پڑھ لینا افضل ہے بلکہ معین ہے تاکہ نماز خوف کی یا تاخیر نماز کی حاجت نہ پڑے اور یہی وجہ ہے مناسبت اس باب کی نماز خوف سے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# كِتَابُ الْعِيْدَيْنِ

دونوں عیدوں کے احکام کا بیان

**فائدہ:** عید کا معنی لغت میں پھر آنے کا ہے اور چونکہ یہ دن ہر سال میں پھر آتا ہے اس لیے اس کو عید کہا گیا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ دن سبب خوشی کا ہے اس کے ساتھ خوشی ہر سال پھر آتی ہے اس واسطے اس کو عید کہا گیا۔

## بَابُ فِي الْعِيْدَيْنِ وَالتَّجَمُّلِ فِيْهِ.

عید کے دن زینت کرنی اور عمدہ کپڑے پہننے کا بیان یعنی جائز ہے۔

٨٩٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ أَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِنْ إِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوْقِ فَأَخَذَهَا فَأَتٰى بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ابْتَعْ هٰذِهٖ تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيْدِ وَالْوُفُوْدِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا هٰذِهٖ لِبَاسُ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ فَلَبِثَ عُمَرُ مَا شَآءَ اللّٰهُ أَنْ يَّلْبَثَ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُبَّةِ دِيْبَاجٍ فَأَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ فَأَتٰى بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّكَ قُلْتَ إِنَّمَا هٰذِهٖ لِبَاسُ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ وَأَرْسَلْتَ إِلَيَّ بِهٰذِهِ الْجُبَّةِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبِيْعُهَا أَوْ تُصِيْبُ بِهَا حَاجَتَكَ.

٨٩٦۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جبہ ریشمی بازار میں بکتے دیکھا سو اس کو پکڑ کر حضرت ﷺ کے پاس لائے اور عرض کی کہ یا حضرت! آپ اس کو خرید لیں اور عید اور ایلچی آنے کے دن اس سے زینت کیا کریں سو آپ نے فرمایا کہ یہ تو لباس اس شخص کا ہے جو آخرت میں بے نصیب ہو سو عمر رضی اللہ عنہ مدت تک ٹھہرے رہے جتنی کہ اللہ نے چاہا یعنی اس واقعہ کو بہت مدت گزر گئی پھر حضرت ﷺ نے ایک ریشمی جبہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا سو عمر رضی اللہ عنہ اس کو پکڑ کر حضرت ﷺ کے پاس لائے سو عرض کی کہ یا حضرت! آپ نے فرمایا تھا کہ یہ لباس اس شخص کا ہے جو آخرت میں بے نصیب ہو اور پھر آپ نے یہ جبہ میرے پاس بھیجا ہے سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تیرے پاس اس واسطے نہیں بھیجا کہ تو اس کو پہنے میں تو نے صرف اس واسطے بھیجا ہے کہ تو اس کو بیچ کر اس کی قیمت سے فائدہ اٹھائے اور اس سے حاجت روائی کرے۔

**فائدہ:** یہ حدیث کتاب الجمعہ میں پہلے گزر چکی ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ عید کے واسطے زینت کرنی اور عمدہ کپڑے پہننے جائز ہیں اس لیے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے زینت کے واسطے ریشمی جوڑا خریدنے کا سوال کیا تو آپ نے اصل زینت سے اس پر انکار نہ کیا صرف اس جوڑے سے منع کیا کہ وہ ریشمی تھا اور ریشمی کپڑا پہننا مرد کو حرام ہے یہ آپ نے نہ فرمایا کہ عید کے دن زینت کرنی منع ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ عید کے دن نہایت عمدہ کپڑے پہنا کرتے تھے اور باقی بیان اس کا کتاب اللباس میں آئندہ آئے گا۔

## بَابُ الْحِرَابِ وَالدَّرَقِ يَوْمَ الْعِيْدِ.

عید کے دن ڈھال اور برچھیوں سے کھیلنے کا بیان یعنی جائز ہے اس لیے کہ عید میں زیادہ خوشی کرنی مباح ہے۔

٨٩٧ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَسَدِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَآءِ بُعَاثَ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ وَدَخَلَ أَبُوْ بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِيْ وَقَالَ مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ دَعْهُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا وَكَانَ يَوْمَ عِيْدٍ يَلْعَبُ السُّوْدَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ فَإِمَّا سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِمَّا قَالَ تَشْتَهِيْنَ تَنْظُرِيْنَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَأَقَامَنِيْ وَرَآءَهُ خَدِّيْ عَلٰى خَدِّهِ وَهُوَ يَقُوْلُ دُوْنَكُمْ يَا بَنِيْ أَرْفِدَةَ حَتّٰى إِذَا مَلِلْتُ قَالَ حَسْبُكِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاذْهَبِيْ.

٨٩٧۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس دو چھوٹی لڑکیاں بعاث کی لڑائی کے بہادروں کے گیت گاتی تھیں سو آپ (کپڑا اوڑھ کر) لیٹ گئے اور اپنا منہ اس طرف سے پھیرا سو (پیچھے سے) ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور مجھ کو جھڑکا اور کہا کہ تو پیغمبر کے پاس شیطان کا باجہ کیوں لائی ہے؟ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ان کو چھوڑ دے سو جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس طرف سے غافل ہوئے اور کسی اور خیال میں لگ گئے تو میں نے ان کو اشارہ کیا کہ نکل جاؤ سو وہ دونوں (نظر بچا کر) نکل گئیں اور وہ عید کا دن تھا اور حبشی ڈھال اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے سو یا تو میں نے خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور یا آپ نے فرمایا کہ کیا تجھ کو دیکھنے کی خواہش ہے؟ میں نے کہا ہاں سو آپ نے مجھ کو اپنے پیچھے کھڑا کیا اس حال میں کہ میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ فرماتے تھے کہ لو اپنی ڈھال اور برچھیوں کو اے ارفدہ کی اولاد! یہاں تک کہ جب میں تھک گئی تو فرمایا کہ تو نے بس کی میں نے کہا ہاں فرمایا کہ جا۔

**فائدہ:** انصار کے مدت سے دو گروہ چلے آتے تھے ایک کا نام اوس تھا اور دوسرے کا نام خزرج تھا ان دو گروہوں میں ایک سو بیس برس سے عداوت اور دشمنی چلی آتی تھی اس عرصے میں ان کے درمیان کئی بار بڑے بڑے معرکے اور لڑائیاں واقع ہوئیں کبھی کسی کو فتح ہوتی اور کبھی کسی کو سب سے اخیر لڑائی ان کی درمیان بعاث (ایک قلعہ کا نام ہے) کے پاس واقع ہوئی تین سال ہجرت سے پہلے اور یہ بڑی بھاری لڑائی ہوئی تھی کہ دونوں طرف کے سردار اس میں مقتول ہوئے اور اس میں اوس کو فتح ہوئی اور دونوں طرف کے شاعروں نے اپنے اپنے بہادروں کی تعریف میں اشعار کہے وہی اشعار یہ لڑکیاں گا رہی تھیں سو جب حضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینے میں آئے تو وہ عداوت قدیم ان کی اسلام کی برکت سے دور ہوگئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کے دن ایسے راگ کا کچھ مضائقہ نہیں کہ یہ دن خوشی کا دن ہے پس اگر چھوٹی لڑکیاں مدح اور بہادری وغیرہ کے اشعار خوش آواز سے پڑھیں تو جائز ہے کہ حضرت ﷺ نے اس کی رخصت دی لیکن اس میں بھی شرط یہ ہے کہ جوان عورت گانے والی نہ ہو اور مضمون راگ کا خلاف شرع نہ ہو اور اسی طرح بعض عالموں نے شادی نکاح اور ختنے وغیرہ خوشی کی مجلسوں میں بھی بے مزامیر راگ یا دف کے ساتھ درست رکھا ہے بشرطیکہ دینی کام میں کچھ حرج نہ ہو اور گانے والا خوبصورت لڑکا اور اجنبی جوان عورت نہ ہو اور راگ کا مطلب خلاف شرع نہ ہو لیکن اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عید کے سوا اور دنوں میں گانا اور راگ کرنا خواہ دف کے ساتھ ہو خواہ بے دف کے ہو منع ہے اس لیے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ کے سامنے اس کو شیطان کا باجہ کہا تو آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ نہ فرمایا کہ ایسا مت کہو یہ شیطان کا باجہ نہیں اور حرام بھی نہیں بلکہ یہ فرمایا کہ ان لڑکیوں کو منع نہ کر کہ یہ دن عید کا ہے یعنی عموم منع کے حکم سے اس دن میں اس قدر کھیل اور خوشی مخصوص اور مستثنیٰ ہے پس اس حدیث سے مطلق سرور اور راگ کے جائز ہونے پر دلیل پکڑنی جائز نہیں کہ سوائے عید کے اور دنوں میں بھی راگ کرنا جائز ہو مگر اس مسئلے میں صحابہ اور تابعین کے زمانے سے اختلاف چلا آیا ہے اور علماء سلف کے نزدیک تو مشہور یہی مسئلہ ہے کہ راگ کرنا اور سننا حرام ہے یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ آیت ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ سے مراد راگ ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس پر قسم کھاتے تھے کہ اس آیت سے بھی راگ مراد ہے اور اسی طرح کہتے ہیں کہ آیت ﴿وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ﴾ میں بھی مراد آواز شیطان سے راگ ہے اور اسی طرح آیت ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾ اور آیت ﴿وَأَنْتُمْ سَامِدُوْنَ﴾ میں بھی مراد راگ ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد نے تفسیر کی ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ راگ سے منع کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو راگ میں مر جائے اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ راگ دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جیسا کہ پانی ساگ کو پیدا کرتا ہے اور اسی طرح انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر راگ اور کھیل دل میں نفاق پیدا کرتے ہیں اور اس طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

بھی روایت ہے اور فضل بن عیاض نے کہا کہ راگ زنا کا منتر ہے اور اسی قسم کی اور بھی بہت حدیثیں اس باب میں آئی ہیں جو راگ کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور اگرچہ وہ احادیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں لیکن تعدد طرق اور کثرت اسنادوں کی وجہ سے حسن درجہ کو پہنچ جاتی ہیں اور حدیث حسن بالاتفاق لائق حجت کے ہوتی ہے اور حدیث لڑکیوں کی تو بالاتفاق صحیح ہے ظاہر وہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کہ سوائے عید کے اور دنوں میں راگ کرنا حرام ہے اسی واسطے فقہاء اہل فتویٰ اور پیشوایان دین نے اس کی حرمت میں نہایت مبالغہ اور تشدید کی ہے اور چاروں اماموں کا مذہب یہ ہے کہ راگ سننا مکروہ ہے اور مطلق حرام ہونے کی روایت بھی بہت اماموں سے آئی ہے چنانچہ عامر اور سفیان ثوری اور حماد اور نخعی اور فاکہی وغیرہ حرمت کے قائل ہیں اور اہل کوفہ اور عراق اور مدینہ سے بھی یہی منقول ہے اور امام بغوی نے معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ راگ سننا تمام دینوں میں حرام ہے اور امام قرطبی نے کہا کہ راگ کے حرام ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں یعنی بالاتفاق حرام ہے اس لیے کہ وہ کھیل اور تماشے میں داخل ہے اور کھیل بالاتفاق منع ہے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ بعض صوفیوں نے اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ راگ کا گانا اور سننا جائز ہے خواہ کسی باجے کے ساتھ ہو یا بغیر باجے کے ہو لیکن ان کے رد کے واسطے کافی ہے وہ حدیث جو آئندہ باب میں آئے گی اس لیے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود تصریح کر دی ہے کہ وہ لڑکیاں راگ گانے والی نہیں تھیں یعنی وہ راگ اور سرور کی طرز طریق سے ناواقف تھیں نہیں پہچانتی تھیں کہ راگ کیا ہوتا ہے اور کس کو کہتے ہیں جیسا کہ گانے والی عورتیں اس کے طرزِ طریق سے واقف ہوتی ہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ جو راگ لوگوں میں مشہور و معروف ہے اور فتنہ انگیزی کا باعث ہوتا ہے اس کو عائشہ رضی اللہ عنہا ہرگز جائز نہیں رکھتیں تھیں اور اس قسم کے راگ میں اگر عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف ہو یا شراب وغیرہ حرام چیزوں کی توصیف ہو تو ایسا راگ سننا بالاتفاق حرام ہے اور جو کچھ کہ صوفی لوگوں نے اس باب میں خرافات اور بدعات نکالی ہیں وہ بالاتفاق حرام ہیں لیکن ہوائے شیطانی اور نفوس شہواتی ان پر غالب آ گئی یہاں تک کہ بہت صوفی دیوانوں اور لڑکوں کی طرح ناچتے ہیں بلکہ بعض اس کو قربت الٰہی حاصل کرنے سبب جانتے ہیں اور اعمال صالح میں داخل کرتے ہیں لیکن تحقیق یہ ہے کہ یہ نشانی زندیقوں اور چھپے مرتدوں کی ہے اور اسی طرح باجے بجانے میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کے حرام ہونے پر اجماع ہو چکا ہے اور بعض اس کے برعکس دعویٰ کرتے ہیں وہ لوگ دف کے بجانے سے تمام باجوں کا جواز نکالتے ہیں لیکن دف کے جائز ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور قسم کے سب باجے بھی جائز ہوں **كما سياتى فى وليمة العرس و كتاب الاشربة انشاء الله تعالىٰ' انتهىٰ ملخصا۔**

پس اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ کہ فی زماننا اس ملک ہند میں خصوصاً ملتان وغیرہ اطراف سندھ کے ملحدین اور وجودی صوفیوں میں مروج اور معمول ہے کہ ریا اور سمع اور شہرت اور حب دنیا کے واسطے راگ اور سرور کی مجلسیں کرتے ہیں

اور بعض ان میں ناچنے کے واسطے آتے ہیں کہ لوگوں میں ان کی شہرت ہو اور لوگ ان کی تواضع کریں اور بعض صرف کھانے اور نقدی حاصل کرنے کی غرض سے آتے ہیں اور آ کر کمال بے حیائی کرتے ہیں کہ دیوانوں کی طرح ناچتے ہیں اور ہا ہو کرتے ہیں سو ایسا راگ کرنا بالاتفاق حرام ہے اور کسی زمانے میں کسی بزرگ سے یہ طریقہ مروی نہیں یہ عقل کے اندھے خیال کرتے ہیں کہ جیسا ہمارا حال ہے سلف کا بھی یہی حال تھا کہ قوالوں کی طرح ان کے اقوال کو نقل کرتے اور قہقہہ لگاتے ہیں اور ناواقف لوگوں کو سلف کے اعتقاد سے پھیرتے ہیں معاذ اللہ کیا گزارہ اور کیا معاش ہے کاش کہ اپنے آپ کو فقیر نہ کہلاتے اور فقیری کا لباس نہ پہنتے شرعا ان پر تعذیر واجب ہے اور ان کی تعظیم حرام اور اسی طرح اس مجلس کا حال ہے جو بزرگوں کا عرس کرتے ہیں حاصل کلام اس مقام میں یہ ہے کہ جو لوگ اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے مطلق راگ کے جائز ہونے پر دلیل پکڑتے ہیں تو یہ استدلال ان کا غلط اور مردود ہے متعدد وجوہ سے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود اس حدیث میں تصریح کر دی ہے کہ وہ لڑکیاں راگ کی طرز طریق کو نہیں جانتی تھیں اور ان کو راگ کی عادت نہیں تھی اور وہ یہ راگ نہیں تھا جو لوگوں میں مشہور اور مروج ہے اور خرافات کو شامل ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کو شیطان کا باجہ کہا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ نہ فرمایا کہ ایسا مت کہو یہ شیطان کا باجہ نہیں اور حرام نہیں بلکہ یہ فرمایا کہ ان لڑکیوں کو منع مت کرو پس یہ آپ کی تقریر ہے کہ آپ نے بھی اس کو شیطان کا باجہ کہنا برقرار رکھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ راگ کا حرام ہونا اس وقت اصحاب میں مشہور و معروف تھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آتے ہیں بلاتوقف یہ کلمہ زبان سے فرمایا کہ یہ شیطان کا باجہ ہے ورنہ کسی کام کو یکایک حرام یا حلال کہہ دینا اصحاب کی شان سے نہایت بعید ہے پس یہ حدیث ظاہرًا اس پر دلالت کرتی ہے کہ راگ حرام ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر اس حدیث سے مطلق جواز پر استدلال کیا جائے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ فرمانا کہ ہر قوم کے واسطے ایک عید کا دن ہوتا ہے اور ہماری عید کا دن یہ ہے بالکل لغو ہو جائے گا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ وہ لڑکیاں نابالغ تھیں اور نیز وہ فقط بہادری کے اشعار پڑھتی تھیں عشقیہ وغیرہ فتنہ انگیز کلام کا اس میں ایک حرف بھی نہیں تھا امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں کہا ہے کہ وہ لڑکیاں صرف لڑائی کے شعر پڑھتی تھیں اور بہادری اور غلبے کا فخر کرتی تھیں اور ایسا پڑھنا لڑکیوں کو شہوت کا باعث نہیں ہوتا اور شعروں کا پڑھنا راگ مختلف فیہ میں داخل نہیں کہ یہ فقط شعروں کو بلند آواز سے پڑھنا ہوتا ہے اسی واسطے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ان کو راگ کی عادت نہیں تھی جیسا کہ راگ گانے والی عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ ایسا راگ عشق آمیز گاتی ہیں کہ اس سے نفس کو شہوت اور حرص اور زنا کی رغبت پیدا ہوتی ہے اور نیز وہ لڑکیاں اس راگ کے ساتھ مشہور بھی تھیں اور نہ ان کا یہ پیشہ تھا اور نہ ان کا کسب تھا اور عرب کے لوگ شعر پڑھنے کو بھی راگ کہتے ہیں حالانکہ وہ راگ مختلف فیہ میں داخل نہیں بلکہ مباح ہے اور ایسا صحابہ رضی اللہ عنہم سے بہت واقع ہوا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اصحاب نے کہا ہے

پس ثابت ہوا کہ اس حدیث سے راگ کے جواز پر استدلال قطعا باطل ہے لیکن اگر کوئی شخص عید کے دن اس خصوصیت کے ساتھ راگ سنے جس طور سے اس حدیث میں آیا ہے تو مباح ہے ورنہ مطلق حرام ہے چنانچہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ **فیقتصر علی ماورد فیه النص وقتا و کیفیة** اور پھر یہ مباح بھی تقویٰ اور دیانت کے برخلاف ہے کہ حضرت ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا اور اس کی طرف کان نہ لگایا پس معلوم ہوا کہ اس قدر راگ سننا بھی تقویٰ کے مخالف ہے اور بعض اصحاب اور تابعین وغیرہ سے جو راگ کی اباحت منقول ہے تو اول تو اس کی سند مجہول ہے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہے اور برتقدیر ثبوت اس حدیث صحیح متفق علیہ کے مقابلے میں اس کی کچھ حقیقت نہیں اس لیے کہ اصول میں مقرر ہو چکا ہے کہ قول صحابی کا حدیث کے مقابلے میں بالاتفاق حجت نہیں جیسا کہ ابن ہمام وغیرہ نے لکھا ہے اور نیز اس راگ سے مراد وہ راگ ہے جس میں عشق آمیز اور فتنہ انگیز کلام نہ ہو اور اس کا مضمون شرع کے مخالف نہ ہو اور دلیل اس حمل کی وہ آیتیں اور حدیثیں ہیں جو اوپر گزر چکی ہیں پس جو شخص کہ مطلق راگ کو جائز جانے اور ناچنے کودنے کو مباح کہے تو وہ آدمی بیشک زندیق اور مرتد ہے جیسا کہ فتح الباری کی کلام سے ثابت ہو چکا ہے مگر عید اور شادی میں گانا اس ممانعت سے مخصوص ہے جیسا کہ اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے مگر اس میں بھی وہی شرط ہے کہ اس میں فحش نہ ہو اور اس کا مضمون عشق آمیز اور فتنہ انگیز نہ ہو اور شرع کے مخالف بھی نہ ہو اور گانے والا خوبصورت لڑکا یا عورت نہ ہو اور ابن حزم ظاہری نے اس مسئلے میں بڑی زیادتی کی ہے کہ راگ اور باجوں کو مطلق جائز رکھا ہے **وسیاتی بیانه والرد علیه انشاء الله تعالٰی**۔ اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوئے میں ایک یہ کہ عید کے دن اپنے بال بچوں پر رزق وغیرہ کی فراخی کرنی جائز ہے جس سے کہ ان کو خوشی حاصل ہو اور یہ کہ عید کے دن خوشی ظاہر کرنی دین کی نشانی ہے اور یہ کہ جب بیٹی اپنے خاوند کے پاس ہو تو باپ کو اس کے پاس جانا جائز ہے بشرطیکہ اس کی عادت ہو اور ہمیشہ آتا جاتا ہو اور یہ کہ خاوند کے ہوتے باپ کا اپنی بیٹی کو ادب دینا جائز ہے اس لیے کہ ادب دینا باپ کا کام ہے اور یہ کہ اپنی بیوی کے ساتھ نرمی کرنی چاہیے اور یہ کہ نیکوں کی مجلسوں میں کھیل وغیرہ سے پرہیز کرنی چاہیے اگرچہ اس میں گناہ نہ ہو اور یہ کہ اگر شاگرد استاد کے پاس کوئی چیز مکروہ دیکھے تو اس پر انکار کرنا جائز ہے اور یہ ادب کے مخالف نہیں اور یہ کہ شاگرد کو استاد کے سامنے فتویٰ دینا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ برچھی وغیرہ ہتھیاروں کے ساتھ کثرت کرنی اور تجربہ کرنا جائز ہے کہ یہ جہاد کا وسیلہ ہے اور اسی طرح پڑی اور گدکی بکثرت کرنی جائز ہے اور آپ نے بھی اس کو اسی واسطے دیکھا کہ اس سے جہاد پر قوت حاصل ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو بیگانے مردوں کے کام کی طرف دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ فتنے میں نہ پڑنے کا یقین کامل ہو لیکن اس کی خوبصورتی کی طرف دیکھنا اور اس سے لذت اٹھانا حرام ہے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ اے ارفدہ کی اولاد! تو یہ اس واسطے فرمایا کہ ارفدہ حبش کے جد کا نام ہے جس کی حبشی اولاد ہیں۔

بَابُ سُنَّةِ الْعِيْدَيْنِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ.

عید کے دن مسلمانوں کو کیا کیا کام کرنا سنت ہے یا عید کی نماز پڑھنی مسلمانوں کے واسطے سنت ہے۔

۸۹۸ ۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ زُبَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا.

۸۹۸۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ خطبہ پڑھ رہے تھے سو فرمایا کہ اول وہ چیز جس کو ہم اس دن میں شروع کریں یہ ہے کہ نماز پڑھیں یعنی بقرہ عید کے دن سنت یہ ہے کہ سب کاموں سے پہلے ہم نماز پڑھیں پھر گھر کی طرف پلٹ آئیں اور قربانی کریں سو جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت کو پہنچا یعنی اس نے سنت ادا کی۔

**فائدہ:** عید کی نماز کے جائز ہونے پر اجماع ہو چکا ہے لیکن اس کے حکم میں علماء کو اختلاف ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا کہ فرض کفایہ ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ واجب ہے اور دلیل ان کی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہمیشگی کی ہے اور کبھی اس کو ترک نہیں کیا پس مواظبت آپ کی وجوب پر دلالت کرے گی اور جو لوگ اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں ان کی دلیل اس جنگلی آدمی کی حدیث ہے جس نے آپ سے پوچھا تھا کہ نماز پنجگانہ کے سوا اور بھی کوئی نماز مجھ پر فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں مگر نفل چاہے تو پڑھ اور ایک دلیل ان کی یہ حدیث ہے کہ پانچ نمازیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے رات دن میں فرض کیا ہے سو حنفیہ ان کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جیسے ان حدیثوں میں عید کی فرضیت کا ذکر نہیں ویسے ہی ان میں جمعہ کی فرضیت کا بھی ذکر نہیں پس جس طرح جمعہ کی فرضیت ثابت ہے ویسے ہی عید کی فرضیت بھی ثابت ہے اور نیز کہتے ہیں کہ غرض آپ کی اس سے نماز پنجگانہ کے بیان کرنے کی تھی جو ہر دن رات میں مقرر ہے اور عید اور جمعہ اس سے مخصوص ہے کہ وہ ہر دن کا وظیفہ نہیں بلکہ ہر سال اور ہفتے کا وظیفہ ہے لیکن ان جوابوں سے یہ لازم آئے گا کہ عید کی نماز بھی اور نمازوں کی طرح فرض ہے حالانکہ حنفیہ اس کو واجب کہتے ہیں فرض نہیں کہتے اور فرض اور واجب میں ان کے نزدیک فرق ہے اور اس حدیث سے نفس نماز عید کا سنت ہونا معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس ترتیب کا سنت ہونا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے عید پڑھے پیچھے قربانی کرے لیکن شاید جس چیز میں ترتیب سنت ہے وہ امر خود بھی سنت ہوگا یا نماز کو مقدم کرنا اس کی تائید پر دلالت کرتا ہے پس سنیت ثابت ہوگی، واللہ اعلم۔

۸۹۹ ۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ أَبُوْ

۸۹۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مجھ پر داخل ہوئے اور میرے پاس انصار کی دو چھوٹی لڑکیاں لڑائی کی بہادری کے اشعار گاتی تھیں جو انصار نے بعاث کے

بَكْرٍ وَعِنْدِیْ جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِی الْأَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثَ قَالَتْ وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ أَمَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ فِیْ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذٰلِكَ فِیْ يَوْمِ عِيْدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّهٰذَا عِيْدُنَا.

لڑائی کے دن کہے تھے اور وہ لڑکیاں راگ کرنے والی نہیں تھیں یعنی یہ ان کا پیشہ نہیں تھا سو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تم پیغمبر کے گھر میں شیطان کا باجہ بجاتی ہو اور یہ گانا ان کا عید کے دن میں تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکر ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے یعنی اس دن اس قدر خوشی کرنی جو فتنے فساد سے خالی ہو جائز ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث کا بیان مفصل طور سے ابھی گزر چکا ہے اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر نہیں لیکن احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ عبادت کو کھیل پر مقدم کرنا اہل اسلام کی سنت ہے یا مراد سنت سے لغوی معنی ہو یعنی طریقہ نماز عید کا اور ان حدیثوں میں اگرچہ فقط بقرہ عید کا ذکر ہے لیکن یہ سنیت میں دونوں برابر ہیں پس ایک کے ذکر سے دوسری کا حکم بھی ثابت ہو جائے گا، واللہ اعلم۔ اور اہل اسلام کی قید اس واسطے لگائی ہے کہ کفار کی عیدوں کا طریق جدا ہے اور ان کی عادت بھی جدا ہے۔

## بَابُ الْأَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوْجِ.

عید فطر کے دن عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے کچھ کھانا مستحب ہے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابن قدامہ نے کہا کہ عید فطر کے دن کھانے میں جلدی کرنی مستحب ہے اور میں اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں جانتا یعنی اس پر سب علماء کا اتفاق ہے لیکن ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور نخعی سے روایت کی ہے کہ اگر گھر میں نہ کھایا ہو تو مستحب ہے کہ راہ میں کھائے اور اگر راہ میں بھی نہ کھایا ہو تو عید گاہ میں کھائے اور بالکل نہ کھانا مکروہ ہے اور کہتے ہیں کہ عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے کھانے میں حکمت یہ ہے کہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ نماز پڑھنے تک روزہ رکھنا فرض ہے اور نماز سے پہلے کھانا منع ہے جیسا کہ اول اسلام میں حکم تھا اسی واسطے آپ نے نماز سے پہلے کھانے کو مستحب رکھا تا کہ یہ وہم لوگوں کے دلوں سے بالکل جاتا رہے۔

٩٠٠ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِیْ بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُوْ

٩٠٠ ـ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عید فطر کے دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو عید گاہ کی طرف نہ جاتے یہاں تک کہ چند کھجوریں کھاتے یعنی عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے ضرور کھجوریں کھا لیا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ طاق کھجوریں کھایا کرتے تھے۔

يَوْمَ الفِطْرِ حَتّٰى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ وَقَالَ مُرَجَّأُ بْنُ رَجَآءٍ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَأْكُلُهُنَّ وِتْرًا.

**فائدہ:** قسطلانی میں لکھا ہے کہ اول اسلام میں عید کی نماز پڑھنے سے پہلے کھانا حرام تھا پھر منسوخ ہو گیا اس واسطے حضرت ﷺ عید سے پہلے کھجوریں کھا لیا کرتے تھے تا کہ اس کا منسوخ ہونا ان لوگوں کو معلوم ہو جائے اور کھجوروں کے مستحب ہونے میں حکمت یہ ہے کہ میٹھی چیز سے آنکھوں کو قوت حاصل ہوتی ہے اور جو ضعف کہ روزے کے سبب سے پیدا ہوتا ہے وہ اس سے دور ہو جاتا ہے اور نیز شیرینی ایمان کے موافق ہے اور اس سے دل نرم ہو جاتا ہے اور اسی واسطے بعض تابعین نے مستحب رکھا ہے کہ روزہ میٹھی چیز سے کھولا جائے خواہ کھجور ہو خواہ شہد ہو خواہ کچھ اور شربت وغیرہ ہو اور اگر کسی کو میٹھا میسر نہ ہو سکے تو پانی کے ساتھ ہی روزہ کھول ڈالے تا کہ اتباع سنت کی مشابہت حاصل ہو جائے اور کھجوروں کو طاق اس واسطے کھاتے تھے کہ اللہ طاق ہے اور اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

## بَابُ الْأَكْلِ يَوْمَ النَّحْرِ.

## بقرہ عید کے دن کھانے کا بیان۔

٩٠١ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ يُشْتَهٰى فِيْهِ اللَّحْمُ وَذَكَرَ مِنْ جِيْرَانِهِ فَكَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَّقَهُ قَالَ وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَدْرِيْ أَبَلَغَتِ الرُّخْصَةُ مَنْ سِوَاهُ أَمْ لَا.

٩٠١ـ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کر چکا ہو تو چاہیے کہ پھر قربانی کرے سو ایک مرد کھڑا ہوا اور عرض کی کہ اس دن میں گوشت کی زیادہ خواہش ہوتی ہے اور اس نے اپنے ہمسائیوں کے فقر و فاقہ کا ذکر کیا یعنی میرے ہمسائے محتاج تھے اس واسطے میں نے نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کی تا کہ ان کو کھلاؤں تو گویا کہ حضرت ﷺ نے اس کو اس بات میں سچا جانا اور اس نے کہا کہ میرے پاس سات مہینے کی ایک بکری ہے جو مجھ کو دو بکریوں کے گوشت سے زیادہ پیاری ہے یعنی اس واسطے کہ وہ بہت موٹی تازی ہے اور اس کی قیمت بہت ہے سو حضرت ﷺ نے اس کو رخصت دی (انس رضی اللہ عنہ نے کہا) سو میں نہیں جانتا کہ اس کے سوا اور کو بھی اس کی رخصت پہنچی ہے یا نہیں یعنی اور کسی اور کو بھی اس کے ساتھ قربانی کرنی جائز

ہے یا نہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کرنی واجب ہے ورنہ آپ اس کو دوہرا کر کرنے کا حکم نہ فرماتے اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور انس رضی اللہ عنہ نے یہ جو کہا کہ میں نہیں جانتا کہ اور بھی اس کے ساتھ قربانی جائز ہے یا نہیں تو اسے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کو یہ دونوں حدیثیں نہیں پہنچیں پہلی حدیث یہ ہے کہ **لا تذبحوا الا مسنة** یعنی نہ حلال کرو قربانی میں مگر ایک سال کی بکری اور دوسری حدیث یہ ہے کہ **ولن تجزی عن احد بعدك** یعنی تیرے بعد اور کسی کو چھ مہینے کی بکری قربانی میں کافی نہیں اس واسطے اُس نے اپنا عدم علم بیان کیا ورنہ ان دونوں حدیثوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ چھ مہینے کی بکری اور کسی کو جائز نہیں یہ حکم فقط اسی شخص کے ساتھ خاص تھا جس کو آپ نے فرمایا۔

**٩٠٢ ۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَضْحٰى بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ مَنْ صَلّٰى صَلَاتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا نُسُكَ لَهُ فَقَالَ أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ خَالُ الْبَرَآءِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَإِنِّيْ نَسَكْتُ شَاتِيْ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَّشُرْبٍ وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَكُوْنَ شَاتِيْ أَوَّلَ شَاةٍ تُذْبَحُ فِيْ بَيْتِيْ فَذَبَحْتُ شَاتِيْ وَتَغَدَّيْتُ قَبْلَ أَنْ اٰتِيَ الصَّلَاةَ قَالَ شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَإِنَّ عِنْدَنَا عَنَاقًا لَنَا جَذَعَةً هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْنِ أَفَتَجْزِيْ عَنِّيْ قَالَ نَعَمْ وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.**

٩٠٢۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بقرہ عید کے دن نماز کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ سنایا اور فرمایا کہ جو ہماری طرح نماز پڑھے اور ہماری طرح قربانی کرے تو اس کی عبادت یا قربانی ادا ہوئی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو وہ پہلے نماز سے واقع ہوئی یعنی اس کو قربانی کا ثواب نہیں اور اس کی قربانی صحیح نہیں۔ سو ابو بردہ بن دینار نے عرض کی کہ یا حضرت! میں نے اپنی بکری کو نماز سے پہلے ذبح کر ڈالا ہے اور میں نے جانا کہ یہ دن کھانے پینے کا ہے یعنی میں نے خیال کیا کہ قربانی فقط کھانے کے واسطے ذبح کرتے ہیں اس سے کوئی عبادت مقصود نہیں اور میں نے اچھا سمجھا اس بات کو کہ ہو بکری میری پہلی بکری جو ذبح کی جائے میرے گھر میں یعنی میں نے چاہا کہ سب سے پہلے میری بکری ذبح ہوتا کہ لوگ اس کو محبت سے کھائیں سو میں نے اپنی بکری کو حلال کیا اور نماز کی طرف جانے سے پہلے کھانا کھایا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری بکری گوشت کی بکری ہے یعنی تجھ کو اس سے فقط گوشت کھانا ملا ثواب حاصل نہیں ہوا اس نے عرض کیا کہ یا حضرت! ہمارے پاس ایک سال سے کم کی ایک جوان بکری

ہے جو مجھ کو دو بکریوں سے بہت پیاری ہے کیا وہ قربانی میں میری طرف سے کافی ہوسکتی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور نہیں کفایت کرے گی پیچھے تیرے کسی سے۔

**فائدہ:** بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ بقرہ عید کے دن مستحب ہے کہ پہلے نماز پڑھے پیچھے کھانا کھائے سو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے اشارہ کیا ہے اس طرف کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے کہ براء رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سے پہلے کھانا جائز ہے بلکہ مستحب ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو فقط یہ فرمایا کہ تیری قربانی جائز نہیں اور یہ نہ فرمایا کہ نماز سے پہلے کھانا مکروہ یا منع ہے بلکہ اس کے کھانے کو برقرار رکھا اس سے معلوم ہوا کہ دونوں عیدوں کا ایک حکم ہے اور ترمذی وغیرہ میں ہے کہ عید الفطر کے دن نماز سے پہلے کھائے اور عید الاضحیٰ کے دن نماز سے پیچھے کھائے ایسے ہی ایک اور حدیث میں بھی آیا ہے لیکن ان کی اسناد میں کلام ہے اور بہت فقہاء نے ان پر عمل کیا ہے اور بعض نے کہا کہ اگر نماز سے پہلے ذبح کر چکا ہو تو مستحب ہے کہ پہلے کھائے اور اگر پہلے ذبح نہ کیا ہو تو مختار ہے۔

## بَابُ الْخُرُوْجِ إِلَى الْمُصَلّٰى بِغَيْرِ مِنْبَرٍ.

بغیر منبر کے عید گاہ کی طرف جانا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عید گاہ کی طرف منبر کو اٹھا کر نہیں لے جاتے تھے بلکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغیر منبر کے عید پڑھایا کرتے تھے۔

**فائدہ:** کہتے ہیں عید گاہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد سے ہزار ہاتھ کے فاصلے پر تھی۔

٩٠٣ ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ سَرْحٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى إِلَى الْمُصَلّٰى فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰى صُفُوْفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوْصِيْهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ فَإِنْ كَانَ يُرِيْدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ أَوْ يَأْمُرَ

٩٠٣۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عیدوں میں عید گاہ کی طرف جایا کرتے تھے سو پہلے نماز پڑھتے پھر پھرتے اور لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے سو آپ ان کو وعظ اور نصیحت کرتے اور احکام دین سکھلاتے سو اگر آپ لشکر جدا کر کے کسی طرف بھیجنا چاہتے تو اس کو جدا کرتے اور تیاری کا حکم فرماتے یعنی فلاں فلاں جماعت فلانی جگہ جہاد کو جائے یا کسی اور چیز کا ارادہ ہوتا تو اس کا حکم فرماتے ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ ہمیشہ خلفاء اربعہ وغیرہ کے زمانے میں اسی طریقہ پر رہے یعنی خطبہ عید سے پیچھے پڑھتے تھے اور منبر پر نہیں پڑھتے

بِشَیْءٍ أَمَرَ بِهٖ ثُمَّ يَنْصَرِفُ قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ أَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ فِيْ أَضْحٰى أَوْ فِطْرٍ فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمُصَلّٰى إِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيْرُ بْنُ الصَّلْتِ فَإِذَا مَرْوَانُ يُرِيْدُ أَنْ يَّرْتَقِيَهٗ قَبْلَ أَنْ يُّصَلِّيَ فَجَبَذْتُ بِثَوْبِهٖ فَجَبَذَنِيْ فَارْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقُلْتُ لَهٗ غَيَّرْتُمْ وَاللّٰهِ فَقَالَ أَبَا سَعِيْدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ فَقُلْتُ مَا أَعْلَمُ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّمَّا لَا أَعْلَمُ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَجْلِسُوْنَ لَنَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ.

تھے یہاں تک کہ میں مروان کے ساتھ بقرہ عید یا عید الفطر میں عید گاہ کی طرف نکلا سو جب ہم عید گاہ میں آئے تو اچانک میں نے وہاں ایک منبر کچی اینٹوں سے بنا دیکھا جس کو کثیر بن صلت نے مروان کے واسطے بنایا تھا اور مروان اس وقت مدینے کا حاکم تھا سو یکایک مروان یہ چاہتا تھا کہ منبر پر چڑھے یعنی نماز پڑھنے سے پہلے سو میں نے اس کے کپڑے کو کھینچا یعنی پہلے نماز پڑھ اور اس نے مجھ کو کھینچا اور مجھ پر غالب آیا اور منبر پر چڑھا اور خطبہ پڑھا نماز سے پہلے سو میں نے کہا اللہ کی قسم! تم نے پیغمبر کے طریقے کو بدل ڈالا ہے سو مروان نے کہا کہ اے ابو سعید! بیشک وہ وقت گزر گیا جس کو تو جانتا ہے یعنی اب مصلحت یہی ہے کہ نماز سے پہلے خطبہ پڑھا جائے سو میں نے کہا اللہ کی قسم! جو میں جانتا ہوں بہتر ہے اس چیز سے جس کو میں نہیں جانتا مروان نے کہا کہ لوگ نماز کے بعد ہمارا خطبہ سننے کو نہیں بیٹھتے سو اس واسطے میں نے اس کو نماز سے پہلے ٹھہرا دیا ہے کہ لوگ اس کو خواہ مخواہ سنیں یعنی خطبہ سننا سنت ہے اور تاخیر اولیٰ ہے پس سنت پر محافظت کرنی اولیٰ ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید گاہ میں منبر لے جانا یا بنانا خلاف سنت ہے کہ حضرت ﷺ کے وقت عید گاہ میں منبر نہیں تھا بلکہ آپ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا کرتے تھے جیسا کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ لوگ عید کی نماز بغیر منبر کے پڑھتے رہے اور نیز ابن خزیمہ کی ایک روایت میں یہ لفظ صریح آ چکا ہے کہ خطب علی رجلیہ یعنی آپ نے پاؤں پر خطبہ پڑھا پس اس سے معلوم ہوا کہ مروان وغیرہ بنی امیہ کے زمانے میں جو اماموں کے واسطے عید گاہ کی طرف منبر اٹھا کر لے جاتے تھے یہ حکم حضرت ﷺ کے زمانے میں نہیں تھا پس عید کا خطبہ منبر پر پڑھنا سنت کے مخالف ہے سنت یہی ہے کہ امام اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کے خطبہ پڑھے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کو میدان میں پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے اس پر ہمیشگی کی باوجودیکہ حضرت ﷺ کی مسجد افضل ہے اور یہی مذہب ہے حنفیہ کا اور اس پر عمل ہے سب لوگوں کا اور شافعیہ کہتے ہیں کہ مکے اور بیت المقدس کی مسجد میں نماز پڑھنی میدان سے افضل ہے بلکہ اگر مسجدیں فراخ ہوں تو سب مسجدوں

میں عید پڑھنی میدان سے افضل ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے اپنی مسجد میں اس واسطے عید کی نماز نہیں پڑھی کہ وہ تنگ تھی آدمی اس میں سما نہیں سکتے تھے بخلاف مسجد مکے اور بیت المقدس کے کہ وہ بہت فراخ ہیں اسی وجہ سے مکے میں قدیم زمانے سے عید مسجد میں پڑھتے ہیں اور مدینے میں بھی اب یہی عادت جاری ہے کہ عید کی نماز مسجد میں پڑھتے ہیں پس ان کے نزدیک اگر مسجد تنگ ہو تو میدان افضل ہے اور اگر مسجد فراخ ہو تو مسجد افضل ہے لیکن سب مسجدوں کو ان دونوں پر قیاس کر لینا ٹھیک نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ جمعہ کی طرح ایک شہر میں عید کئی جگہ درست ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ایک شہر میں تین جگہ جائز رکھتے ہیں اور ایک حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سب سے اول مروان نے عید گاہ میں منبر بنوایا اور ایک روایت میں ہے کہ پہلے عثمان رضی اللہ عنہ نے عید گاہ میں منبر پر خطبہ پڑھا لیکن یہ روایت صحیح نہیں پس صحیحین کی اس حدیث کو ترجیح ہے اور احتمال ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک بار منبر پر خطبہ پڑھا ہو پھر چھوڑ دیا ہو پھر اس کے بعد مروان نے اس کا اعادہ کیا ہو اور ہمیشہ کی عادت ٹھہرا لی ہو اسی واسطے یہ فعل مروان کی طرف منسوب کیا گیا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کی نماز پہلے پڑھی جائے اور خطبہ پیچھے پڑھا جائے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک سنت ہے لیکن اگر نماز سے پہلے خطبہ پڑھ لے تو حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک نماز صحیح ہو جاتی ہے مگر کراہت ہے اس لیے کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے باوجود انکار کے مروان کے ساتھ نماز پڑھی سو اگر نماز صحیح نہ ہوتی تو ابو سعید رضی اللہ عنہ اس کے ساتھ نماز نہ پڑھتے لیکن سنت کی مخالفت ہے اس میں ثواب حاصل نہیں ہوتا بخلاف خطبے جمعہ کے کہ اس کو پہلے پڑھنا شرط ہے واسطے صحت جمعہ کے اور وہ فرض ہے اور عید کا خطبہ مستحب ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے اگر کسی حاکم سے برا کام ہو تو اس کو بھی روکے اور اگر ممکن ہو تو ہاتھ سے روکے ہاتھ کے ممکن ہوتے زبان سے منع کرنا کافی نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خطبے کے واسطے منبر بنانا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم کو اپنے قول کے سچے ہونے پر قسم کھانی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم کو خلاف اول کے ساتھ عمل کرنا جائز ہے جب کہ حاکم اس کے مخالف ہو۔

## بَابُ الْمَشْيِ وَالرُّكُوْبِ إِلَى الْعِيْدِ وَالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَّلَا إِقَامَةٍ.

عید گاہ کی طرف پیادہ اور سوار ہو کر جانے اور عید کی نماز میں اذان اور تکبیر نہ کہنے کا بیان یعنی جیسے کہ نماز پنجگانہ کے واسطے اذان اور اقامت کہی جاتی ہے ویسے عید کی نماز میں اذان اور تکبیر نہیں کہنی چاہیے۔

**فائدہ:** امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عید کی نماز میں نہ اذان کہنی جائز ہے اور نہ تکبیر اور اب اس پر سب علماء کا اجماع ہو چکا ہے اور یہی مشہور ہے حضرت ﷺ اور خلفاء راشدین کے فعل سے اور اجماع کے پہلے اور پیچھے بعض لوگوں سے اس کا خلاف منقول ہے انتہیٰ۔

٩٠٤ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ فِي الْأَضْحٰى وَالْفِطْرِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلَاةِ.

٩٠٤۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عیدوں کے دن پہلے نماز پڑھاتے پھر بعد نماز کے خطبہ پڑھتے۔

فائدہ: بعض نسخوں میں بخاری کے اس باب میں اتنا لفظ زیادہ ہے وَالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ یعنی نماز پہلے خطبے سے پڑھے پس یہ حدیث اس مسئلہ کے مطابق ہے۔

٩٠٥ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَآءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

٩٠٥۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف نکلے سو آپ نے نماز کو خطبے سے پہلے پڑھا۔

٩٠٦ ـ قَالَ وَأَخْبَرَنِيْ عَطَآءٌ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِيْ أَوَّلِ مَا بُوْيِعَ لَهُ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ بِالصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ إِنَّمَا الْخُطْبَةُ بَعْدَ الصَّلَاةِ.

٩٠٦۔ حضرت عطاء نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا ابتدا اس وقت میں جب کہ ابن زبیر کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی اور حاکم بنے بعد مرنے معاویہ کے کہ عید الفطر کے دن اذان نہیں کہی جاتی تھی یعنی نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ خلفاء کے زمانے میں اور خطبہ بعد نماز کے ہے یعنی عید کے دن اذان دینی بدعت ہے۔

٩٠٧ ـ وَ أَخْبَرَنِيْ عَطَآءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْأَضْحٰى.

٩٠٧۔ اور عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ دونوں عیدوں میں کوئی اذان نہیں کہا کرتا تھا۔

٩٠٨ ـ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدُ فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ

٩٠٨۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن کھڑے ہوئے سو آپ نے پہلے نماز پڑھی پھر بعد نماز کے لوگوں کو خطبہ سنایا سو جب آپ خطبے سے فارغ ہوئے تو اترے یعنی اونچی جگہ سے یا مردوں کی صفوں سے آگے

فَأَتَى النِّسَآءَ فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى يَدِ بِلَالٍ وَّبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ يُلْقِيْ فِيْهِ النِّسَآءُ صَدَقَةً قُلْتُ لِعَطَآءٍ أَتَرٰى حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ الْاٰنَ أَنْ يَّأْتِيَ النِّسَآءَ فَيُذَكِّرَهُنَّ حِيْنَ يَفْرُغُ قَالَ إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ أَنْ لَّا يَفْعَلُوْا.

بڑھے سو عورتوں کے پاس آئے سو ان کو نصیحت کی اور بہشت دوزخ کا حال یاد دلایا اور آپ بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر تکیہ لگائے تھے اور بلال رضی اللہ عنہ اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے کہ عورتیں اس میں خیرات ڈالتی تھیں یعنی انگوٹھیاں اور بالیاں اُتار اُتار کر اس میں پھینکتی تھیں (ابن جریج کہتا ہے) کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ کیا تو اب بھی امام پر لازم دیکھتا ہے کہ خطبے سے فارغ ہو کر عورتوں کے پاس آئے اور ان کو وعظ سنائے۔ عطاء نے کہا کہ یہ امام پر لازم ہے کہ عورتوں کو وعظ سنائے اور ترک کرنے میں اس کا کوئی عذر نہیں۔

**فائدہ:** عید گاہ کی طرف سوار ہو کر جانا ظاہراً ان حدیثوں سے معلوم نہیں ہوتا لیکن ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سنت ہے کہ عید گاہ کی طرف پیادہ جائے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس پر عمل ہے اکثر اہل علم کا کہتے ہیں کہ مستحب ہے کہ آدمی عید گاہ کی طرف پیادہ جائے سوار نہ ہو اور ابن ماجہ میں سعد قرظ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کی طرف پیادہ جاتے تھے اور ایسے ہی نافع رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت آئی ہے اور سند ان تینوں کی ضعیف ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سوار نہیں ہوئے نہ عید میں اور نہ جنازے میں سو شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس باب سے یہ غرض ہو گی کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں یعنی دونوں طرح جانا جائز ہے خواہ سوار ہو کر جائے یا پیادہ جائے لیکن ان حدیثوں کی دلیل سے افضل یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیادہ جائے اور سوار ہو کر جانا بھی جائز ہے اس لیے کہ اگرچہ حدیثیں ضعیف ہیں لیکن تعدد طرق کی وجہ سے درجہ حسن کو پہنچ سکتی ہیں اور شاید ترمذی نے بھی اسی وجہ سے اس کو حسن کہا ہو گا اور شافعیہ کہتے ہیں کہ عذر کے واسطے سوار ہونا جائز ہے اور پھر آنے کو مطلق جائز ہے بشرطیکہ کسی کو ایذا نہ دے واللہ اعلم۔ اور اسی طرح عید میں اذان کا جائز ہونا بھی اس باب کی حدیثوں سے ثابت نہیں ہوتا صرف ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جابر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت قدیمہ کے موافق اشارہ کیا ہے اس طرف کہ ان حدیثوں کے بعض طریقوں میں اذان اور اقامت نہ کہنے کا ذکر آ چکا ہے جیسے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نسائی میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز بغیر اذان اور اقامت کے پڑھی اور صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز خطبے سے پہلے پڑھی بغیر اذان اور اقامت کے اور ایک روایت میں عبدالرزاق کے جابر رضی اللہ عنہ سے یہ لفظ آیا ہے کہ عید کے دن نہ اذان درست ہے اور نہ اقامت اور نہ اس کو کوئی چیز اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں کہا ہے کہ میں نے بہت علماء سے سنا ہے کہتے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانے سے لے کر آج تک عیدوں میں نہ اذان تھی اور نہ اقامت اور اس سنت میں کسی کو اختلاف نہیں پس مطابقت ان حدیثوں کی باب سے ظاہر ہوگئی اور اس حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کے دن آدمیوں کو اطلاع کرنے کے واسطے اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ کہنا بھی منع ہے اور یہ مذہب جمہور کا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ عید کے دن اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ کہنا جائز ہے کہ زہری سے مرسل حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ کہنے کا مؤذن کو حکم کرتے تھے یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن کسوف کی نماز پر قیاس کرنا اس کو مضبوط کرتا ہے کہ اس میں اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ کہنا ثابت ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ عید کے دن اذان دینی اول کس نے نکالی بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بدعت سب سے پہلے معاویہ نے نکالی اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اول یہ بدعت زیاد نے نکالی اور بعض کہتے ہیں کہ مروان نے نکالی سوان قولوں میں مخالفت نہیں اس لیے کہ یہ سب قول اس پر محمول ہیں کہ پہلے اس کو معاویہ نے شروع کیا ہے اور چونکہ مروان اور زیاد اس کے نائب تھے اس واسطے انہوں نے بھی اس بدعت میں اس کی متابعت کی۔

بَابُ الْخُطْبَةِ بَعْدَ الْعِيْدِ.

عید کی نماز کے بعد خطبہ پڑھنے کا بیان یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سنت یہی ہے کہ نماز کے بعد خطبہ پڑھتے اور جو کہ مروان وغیرہ نے نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا نکالا ہے وہ بدعت ہے۔

**فائدہ:** امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سب ائمہ فتویٰ اور علماء شہروں کا اس پر اتفاق ہے کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔

٩٠٩ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُّ الْعِيْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَكُلُّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

٩٠٩۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ عید میں حاضر ہوا سو وہ سب خطبے سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔

٩١٠ ۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

٩١٠۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما عید کی نماز خطبے سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

٩١١ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا ثُمَّ أَتَى النِّسَآءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلْنَ يُلْقِيْنَ تُلْقِي الْمَرْأَةُ خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا.

٩١١۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن دو رکعتیں پڑھیں نہ ان سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ اُن سے پیچھے پڑھی پھر عورتوں کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے سو آپ نے ان کو خیرات کرنے کا حکم فرمایا سو وہ بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں صدقہ ڈالنے لگیں کوئی عورت اپنی بالی ڈالتی تھی اور کوئی اپنا گلو بند پھینکتی تھی اور کوئی دونوں۔

٩١٢ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُّصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ نَحَرَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَبَحْتُ وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّسِنَّةٍ فَقَالَ اجْعَلْهُ مَكَانَهُ وَلَنْ تُوْفِيَ أَوْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

٩١٢۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اول چیز جس کو ہم اپنے اس دن میں شروع کریں یہ ہے کہ نماز پڑھیں پھر پلٹ آئیں اور قربانی کریں سو جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت کو پہنچا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی سو وہ گوشت ہے کہ اُس نے اپنے بال بچوں کے واسطے پہلے کیا وہ عبادت سے کسی چیز میں داخل نہیں یعنی اس میں قربانی کا ثواب نہیں سو انصار کے ایک مرد نے (جس کا نام ابو بردہ تھا) کہا کہ یا حضرت! میں نماز سے پہلے حلال کر چکا ہوں اور میرے پاس سال سے کم کی ایک بکری ہے جو ایک برس کی بکری سے بہتر ہے فرمایا کہ اس کے بدلے اس کو قربانی کر لے اور تیرے پیچھے اور کسی کو کافی نہیں۔

**فائدہ:** ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث تو صریح ہے اس میں کہ خطبہ عید کی نماز سے پیچھے پڑھنا چاہیے پس مطابقت ان کی باب سے ظاہر ہے اور دوسری حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس طور سے باب کے مطابق ہے کہ آپ نے عورتوں کو وعظ کیا اور یہ بھی خطبے میں داخل ہے اور براء رضی اللہ عنہ کی حدیث باب سے اس طور پر مطابق ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ آپ نے عید کی نماز پڑھی پھر خطبہ پڑھا اور یہ فرمایا کہ عید کے دن سب سے پہلے نماز پڑھنی چاہیے الخ

اور ثم کا لفظ اس بات کو مستلزم نہیں کہ نماز اور قربانی کے درمیان کوئی چیز واقع نہ ہو۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ حَمْلِ السِّلَاحِ فِي الْعِيْدِ وَالْحَرَمِ.

عید کے دن اور حرم مکہ میں ہتھیار اٹھانے مکروہ یا حرام ہیں۔

**فائدہ:** اس باب سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے دن ہتھیار اٹھانے مکروہ یا حرام ہیں اور باب الحرب والدرق سے جو پہلے گزر چکا ہے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے دن ہتھیار اٹھانے جائز یا مستحب ہیں سو تطبیق ان میں اس طور سے ہے کہ اگر تجربہ اور کثرت کے واسطے اٹھائے اور کسی کو ایذا نہ پہنچائے یا دشمن کا خوف ہو تو ہتھیار اٹھانے جائز ہیں جیسا کہ پہلے باب سے معلوم ہوتا ہے اور اگر فخر اور شر کے واسطے اٹھائے یا لوگوں کو اس سے ایذا پہنچے اور بے احتیاطی سے لے جائے یا مخلوق کا بہت ہجوم ہو یا راہ تنگ ہو تو ایسی حالت میں ہتھیار ساتھ لے جانے مکروہ یا حرام ہیں جیسا کہ اس باب سے معلوم ہوتا ہے پس یہ دونوں باب دو حالتوں پر محمول ہیں۔

وَقَالَ الْحَسَنُ نُهُوْا أَنْ يَّحْمِلُوا السِّلَاحَ يَوْمَ عِيْدٍ إِلَّا أَنْ يَّخَافُوْا عَدُوًّا.

اور حسن بصری نے کہا کہ عید کے دن لوگوں کو ہتھیار اٹھانے سے منع ہوا ہے مگر دشمن کا خوف ہو تو جائز ہیں یعنی ضرورت کے وقت کچھ گناہ نہیں۔

٩١٣ ۔ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى أَبُو السُّكَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُوْقَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ حِيْنَ أَصَابَهُ سِنَانُ الرُّمْحِ فِيْ أَخْمَصِ قَدَمِهٖ فَلَزِقَتْ قَدَمُهُ بِالرِّكَابِ فَنَزَلْتُ فَنَزَعْتُهَا وَذٰلِكَ بِمِنًى فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ فَجَعَلَ يَعُوْدُهُ فَقَالَ الْحَجَّاجُ لَوْ نَعْلَمُ مَنْ أَصَابَكَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَنْتَ أَصَبْتَنِيْ قَالَ وَكَيْفَ قَالَ حَمَلْتَ السِّلَاحَ فِيْ يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيْهِ وَأَدْخَلْتَ السِّلَاحَ الْحَرَمَ وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يُدْخَلُ الْحَرَمَ.

٩١٣ ۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں پر نیزے کی نوک لگی تو میں اس وقت اس کے ساتھ تھا سو اس کا پاؤں رکاب کے ساتھ جڑ گیا اور اس سے باہر نہ نکل سکا یعنی خون جم جانے یا ضعیف ہو جانے کے سبب سے سو میں اپنی سواری سے نیچے اترا اور اس کو رکاب سے باہر کھینچا اور یہ واقعہ منیٰ (جو حرم مکہ میں داخل ہے) میں تھا (عید کے دن جب کہ حجاج ظالم ملک حجاز پر قابض ہوا) سو حجاج کو یہ خبر پہنچی کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نیزہ لگا ہے سو ان کی بیمار پرسی کو آیا اور کہا کہ اگر میں جانتا اس شخص کو جس نے تجھ کو نیزہ مارا تو اس کو سخت سزا دیتا سو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ خود تو نے مجھے کو نیزہ مارا ہے حجاج نے کہا میں نے کس طرح نیزہ مارا ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تو نے ہتھیار اٹھائے اور لوگوں کو اجازت دی اس دن میں جس میں ہتھیار نہیں اٹھائے جاتے

اور نیز تو نے حرم مکہ میں ہتھیار داخل کیے ہیں حالانکہ اس کے اندر کوئی ہتھیار نہیں لایا کرتا تھا بہ سبب ہونے اس کے کی جگہ امن کے یعنی تو نے سنت کی مخالفت کی اس واسطے فساد واقع ہوا اور اگر تو اس دن میں ہتھیار اٹھانے کی کسی کو رخصت نہ دیتا تو کوئی ہتھیار نہ اٹھاتا اور نہ حرم مکہ کے اندر لاتا۔

**فائدہ:** جب حجاج ظالم بعد قتل کرنے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حجاز کے ملک پر حاکم ہوا تو عبدالملک (حاکم وقت) نے اس کو لکھ بھیجا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کسی کام میں مخالفت نہیں کرنی سو یہ بات حجاج کو ناگوار گزری پس اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو نیزہ چبھوئے سو اس بد بخت نے حجاج کے حکم سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں میں نیزہ چبھا دیا کہتے ہیں کہ وہ نیزہ زہر آلود تھا سو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس زخم سے کئی دن بیمار رہے آخر اسی بیماری سے ۷۴ھ ہجری میں انتقال کیا اور شاید کہ متن کی حدیث میں بھی یہی تعریض ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر عید کے دن ہتھیار اٹھانے میں کسی کو ایذا پہنچے اور احتیاط نہ ہو سکے تو جائز نہیں اور مراد ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بھی یہی معلوم ہوتی ہے اور حرم میں ہتھیار اٹھانے کی ممانعت اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے جو صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مکہ میں ہتھیار اٹھانا منع فرمایا اور حدیث باب سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں ہتھیار اٹھانے جائز نہیں پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

٩١٤ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ دَخَلَ الْحَجَّاجُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَأَنَا عِنْدَهُ فَقَالَ كَيْفَ هُوَ فَقَالَ صَالِحٌ فَقَالَ مَنْ أَصَابَكَ قَالَ أَصَابَنِيْ مَنْ أَمَرَ بِحَمْلِ السِّلَاحِ فِيْ يَوْمٍ لَّا يَحِلُّ فِيْهِ حَمْلُهُ يَعْنِي الْحَجَّاجَ.

۹۱۴۔ حضرت سعید بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حجاج ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیمار پرسی کو آیا اور میں اس وقت اس کے پاس تھا سو حجاج نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ کیا حال ہے انہوں نے کہا اچھا حال ہے سو حجاج نے کہا کہ تجھ کو کس نے نیزہ چبھایا اُس نے کہا کہ جس نے ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا ایسے دن میں جس میں ان کا اٹھانا جائز نہیں یعنی خود تو نے مجھ کو نیزہ چبھایا ہے۔

**فائدہ:** کہتے ہیں حجاج تین بار عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیمار پرسی کو گیا پہلی بار پوچھا کہ کس نے نیزہ چبھایا سو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اشارے سے جواب دیا دوسری بار پھر اس نے پوچھا کہ کس نے چبھایا؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تو نے نیزہ چبھایا تیسری بار پھر اُس نے پوچھا تب ابن عمر رضی اللہ عنہما چپ ہو رہے اور اس نابکار سے بالکل کلام نہ کی تب غصے سے اٹھ کر چلا آیا اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ التَّبْكِيْرِ إِلَى الْعِيْدِ. عید کی نماز کے واسطے جلدی جانے کا بیان۔

**فائدہ:** عید کے وقت میں علماء کو اختلاف ہے شافعیہ کہتے ہیں کہ سورج نکلنے سے لے کر دوپہر تک اس کا وقت ہے اور حنفیہ اور مالکیہ اور حنبلیہ اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ جب آفتاب بقدر ایک نیزے کے بلند ہو جائے تو اس وقت سے لے کر دوپہر تک اس کا وقت ہے لیکن افضل سب کے نزدیک یہی ہے کہ ایک نیزہ سورج بلند ہونے کے وقت پڑھے ابن بطال نے کہا کہ سورج نکلنے سے پہلے اور عین نکلنے کے وقت عید پڑھنی بالاتفاق منع ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عید کا وقت زوال تک باقی نہیں رہتا ہے اور عید گاہ کی طرف جانے میں بھی علماء کو اختلاف ہے بعض شافعیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ مقتدی نماز فجر کے بعد جائے یعنی سورج نکلنے سے پہلے اور امام تکبیر کے وقت جائے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ سورج نکلنے کے بعد عید گاہ کی طرف جائے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو اور یہی مذہب ہے نافع اور عروہ اور عطاء اور شعبی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کا اور امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ بقرہ عید میں امام بعد طلوع آفتاب کے جائے اور عید الفطر میں تھوڑی دیر کر کے جائے۔

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ إِنْ كُنَّا فَرَغْنَا فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَذٰلِكَ حِيْنَ التَّسْبِيْحِ.

اور عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اس وقت میں یعنی چاشت کے وقت عید کی نماز سے فارغ ہو جایا کرتے تھے۔

**فائدہ:** جب چاشت کے وقت عید کی نماز سے فارغ ہوئے تو معلوم ہوا کہ سورج نکلنے کے بعد عید گاہ کی طرف جلدی چلے جاتے تھے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

٩١٥ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهٖ فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُّصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَّلَهٗ لِأَهْلِهٖ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ فَقَامَ خَالِيْ أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَا ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّسِنَّةٍ قَالَ اجْعَلْهَا مَكَانَهَا أَوْ قَالَ اذْبَحْهَا وَلَنْ تَجْزِيَ جَذَعَةٌ

٩١٥۔ ترجمہ اس حدیث براء رضی اللہ عنہ کا سابق باب میں گزر چکا ہے۔

عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

**فائدہ**: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے دن نماز کی تیاری اور عید گاہ کی طرف جانے کے سوا اور کوئی کام کرنا لائق نہیں اور یہ مستلزم ہے اس بات کو کہ عید کی نماز سے پہلے کوئی کام کرنا لائق نہیں پس یہ مقتضی ہے اس بات کو کہ عید گاہ کی طرف اول وقت جائے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔ واللہ اعلم

بَابُ فَضْلِ الْعَمَلِ فِيْ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ. تشریق کے دنوں میں عمل کرنے کی فضیلت کا بیان۔

**فائدہ**: تشریق کے چار دن ہیں ایک بقرہ عید کا دن اور تین دن اس سے پیچھے یعنی گیارہویں بارہویں اور تیرہویں اور بعض نے کہا کہ تین دن ہیں اور تشریق کا معنی لغت میں گوشت خشک کرنے کا ہے اور چونکہ عرب لوگ ان دنوں میں قربانی کا گوشت خشک کرتے تھے اس واسطے ان دنوں کا نام ایام تشریق رکھا گیا اور بعض نے کہا کہ تشریق کا معنی سورج بلند ہونے کا ہے اور چونکہ بقرہ عید کی نماز سورج بلند ہونے کے وقت پڑھی جاتی ہے اور باقی تین دن بھی نماز میں اس کے تابع ہیں اس لیے ان کو ایام تشریق کہا گیا اور ایام تشریق کو ایام منیٰ بھی کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ گاؤں والوں پر تشریق کی تکبیریں نہیں ہیں لیکن اس مسئلے میں کوئی اس کے موافق نہیں بلکہ صاحبین بھی اس کے مخالف ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ﴾ أَيَّامُ الْعَشْرِ وَالْأَيَّامُ الْمَعْدُوْدَاتُ أَيَّامُ التَّشْرِيْقِ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ مراد اس آیت میں ایام معلومات سے پہلے دس دن مہینہ ذو الحجہ کے ہیں پس معنی اس آیت کا یہ ہوا کہ یاد کرو اللہ کو معلوم دنوں میں یعنی ذوالحجہ کے پہلے دھاکے میں (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا) اور مراد ایام معدودات سے جو سورہ بقرہ میں واقع ہوا ہے تشریق کے دن ہیں اور وہ آیت یہ ہے ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ﴾ پس معنی اس کا یہ ہوا کہ یاد کرو اللہ کو کئی دن گنتی کے یعنی تشریق کے دنوں میں۔

**فائدہ**: اگر کوئی کہے کہ پہلی آیت قرآن کے مخالف ہے اس لیے کہ قرآن میں ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ﴾ کے بدلے ﴿وَيَذْكُرُوا اللّٰهَ﴾ واقع ہوا ہے تو کہا جائے گا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی غرض تلاوت کی نہیں بلکہ ان کی غرض فقط ان دونوں لفظوں کی تفسیر کرنی ہے اور غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس اثر سے یہ ہے کہ تشریق کے دن ذوالحجہ کے دس دنوں کے برابر ہیں جیسا کہ اثر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے معلوم ہوتا ہے پس ان میں عمل کرنے کا ثواب ایام عشر کے

برابر ہے پس ایام تشریق میں عمل کرنے کی فضیلت ثابت ہوگئی۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُوْ هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوْقِ فِيْ أَيَّامِ الْعَشْرِ يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيْرِهِمَا وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ.

اور تھے ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نکلتے طرف بازار کی ذوالحجہ کے پہلے دھاکے میں اس حال میں کہ تکبیر کہتے اور لوگ بھی ان کے ساتھ تکبیر کہتے اور محمد بن علی نے نفل نماز کے بعد تکبیر کہی یعنی ایام تشریق میں۔

**فائدہ:** ان دونوں اثروں سے ایام عشر اور ایام تشریق میں عمل کرنا ثابت ہوا پس ان کو باب کے ساتھ اتنی مناسبت ہی کافی ہے۔

٩١٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِيْنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَا الْعَمَلُ فِيْ أَيَّامٍ أَفْضَلَ مِنْهَا فِيْ هٰذِهِ قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ.

٩١٦ ـ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمل کرنا کوئی دنوں میں افضل نہیں ہے ان دنوں سے یعنی ذوالحجہ کے دس دنوں سے اصحاب نے کہا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی اس سے افضل نہیں فرمایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی اس سے افضل نہیں مگر اس مرد کا جہاد افضل ہے جو کہ نکلا اپنا جان اور مال نثار کرتا پھر نہ پلٹا کچھ لے کر یعنی شہید ہوگیا۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ عشرہ ذوالحجہ کے برابر کوئی دنوں کی عبادت افضل نہیں اور چونکہ ایام تشریق بھی ان کے ہمسایہ ہیں اور ان کے ساتھ متصل پیچھے آتے ہیں اس لیے ہمسائیگی کے سبب سے ان کو بھی یہ فضیلت دی گئی اور نیز ذوالحجہ کے دس دنوں کو اس واسطے فضیلت حاصل ہوئی ہے کہ اس میں حج کے عمل واقع ہوتے ہیں اور باقی عمل حج کے جیسا کہ طواف اور رمی وغیرہ ہے تشریق کے دنوں میں واقع ہوتے ہیں تو اب اصل فضیلت میں دونوں شریک ہوئے کہ اعمال حج کے دنوں میں واقع ہوتے ہیں اسی وجہ سے تکبیر بھی دونوں شریک ہیں اور جب حج کے دس دنوں میں عمل کرنے کی فضیلت اس حدیث سے ثابت ہوگئی تو ایام تشریق میں عمل کرنے کی فضیلت خود ثابت ہوگئی پس مناسبت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی اور نیز آثار مذکورہ کی مناسبت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے بھی ظاہر ہوگئی اور نیز عید کا دن دونوں میں شریک ہے اس لیے کہ عید ایام عشر کا بھی اخیر دن ہے اور ایام تشریق کا پہلا دن ہے تو اب جو فضیلت کہ ایام عشر کے واسطے ثابت ہوگی وہ ایام تشریق کے واسطے خود ثابت ہو جائے گی کیونکہ عید دونوں کی جزء ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد کی بڑی فضیلت ہے اور اس کے درجے متفاوت ہیں اعلیٰ درجہ اس کا وہ ہے جس میں آدمی شہید ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ذوالحجہ کے دس دن تمام سال کے دنوں سے افضل ہیں سو اگر

کوئی نذر مانے کہ میں سب دنوں سے افضل دن میں روزہ رکھوں گا تو عرفہ کا دن مقرر ہوگا اور وجہ عشرہ ذوالحجہ کے افضل ہونے کی یہ ہے افضل عبادتیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے ان میں سب جمع ہو جاتی ہیں اور وہ نماز ہے اور روزہ اور صدقہ اور حج اور یہ سب عبادتیں اور کسی دن میں جمع نہیں ہوتی ہیں۔

بَابُ التَّكْبِيرِ أَيَّامَ مِنًى وَإِذَا غَدَا إِلَى عَرَفَةَ.

منیٰ کے دنوں میں تکبیر کہنی اور جب ذوالحجہ کے نو تاریخ کو منیٰ سے عرفات جائیں تو راہ میں تکبیر کہنے کا بیان۔

**فائدہ:** مراد منیٰ کے دنوں سے وہی تشریق کے دن ہیں کما مر۔

وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ فِي قُبَّتِهِ بِمِنًى فَيَسْمَعُهُ أَهْلُ الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُوْنَ وَيُكَبِّرُ أَهْلُ الْأَسْوَاقِ حَتّٰى تَرْتَجَّ مِنًى تَكْبِيرًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ بِمِنًى تِلْكَ الْأَيَّامَ وَخَلْفَ الصَّلَوَاتِ وَعَلٰى فِرَاشِهِ وَفِيْ فُسْطَاطِهِ وَمَجْلِسِهِ وَمَمْشَاهُ تِلْكَ الْأَيَّامَ جَمِيْعًا وَكَانَتْ مَيْمُوْنَةُ تُكَبِّرُ يَوْمَ النَّحْرِ وَكُنَّ النِّسَآءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَيَالِيَ التَّشْرِيْقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے خیمے میں (جو منیٰ میں گاڑا تھا) پکار کر تکبیر کہتے تھے سو مسجد والے اس کو سنتے سو وہ بھی اس کے ساتھ تکبیر کہتے اور بازار والے بھی تکبیر کہتے یہاں تک کہ منیٰ تکبیروں کی آواز سے گونج جاتی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما تشریق کے دنوں میں منیٰ کے درمیان تکبیر کہا کرتے تھے اور نیز ہر نماز کے پیچھے تکبیر کہتے اور اپنے بچھونے پر بھی تکبیر کہتے اور اپنے خیمے میں بھی تکبیر کہتے اور بیٹھتے اور چلتے بھی تکبیر کہتے اور ان سب دنوں میں تکبیر کہتے، اور میمونہ رضی اللہ عنہا بھی بقرہ عید کے دن تکبیر کہتی تھیں اور عورتیں بھی تشریق کے دنوں میں ابان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے مردوں کے ساتھ مسجد میں تکبیریں کہتی تھیں۔

**فائدہ:** ان اثروں سے معلوم ہوتا ہے کہ تشریق کے دنوں میں ہر وقت ہر حال میں میں تکبیر کہی جائے نماز پنجگانہ کے پیچھے بھی اور باقی سب وقتوں میں بھی اور اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے کئی وجہ سے پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ تکبیر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے اور یہی ایک روایت ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اور باقی اماموں کے نزدیک مستحب ہے وجہ دوم یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ابتدا اس کی عرفہ کے دن صبح کی نماز کے پیچھے سے ہے اور انتہا اس کی عید کے دن کی عصر تک ہے کہ مجموعہ ان کا آٹھ نمازیں ہوتی ہیں اور یہی مروی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد اور امام ابو یوسف وغیرہ کے نزدیک عرفہ کی صبح سے لے کر تشریق کے پچھلے دن کی عصر تک ہے کہ مجموعہ ان کا تیئیس نمازیں ہوتی ہیں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ محققین کے نزدیک یہی

قول صحیح ہے اور دار قطنی میں ہے کہ حضرت ﷺ نے عرفہ کی صبح سے لے کر تشریق اخیر دن کی عصر تک تکبیر کہی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تکبیر عرفہ کی صبح سے لے کر آخر دنوں منیٰ کے عصر تک ہے اور یہی مروی ہے عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک عید کی ظہر سے لے کر تشریق کے اخیر دن کی صبح تک ہے اور اس کے سوا اور بھی یہاں کئی قول ہیں جو بخوف طول ذکر نہیں کیے گئے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جماعت شرط ہے تنہا نماز پڑھنے والے پر تکبیریں واجب نہیں اور باقی اماموں اور صاحبین کے نزدیک جماعت شرط نہیں۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ تکبیریں فقط مردوں کے ساتھ خاص ہیں عورتوں کے واسطے نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ادائے نماز میں ہیں قضا میں نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ فرضوں میں ہیں نفلوں میں نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مقیم پر ہیں مسافر پر نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ شہر والوں پر ہیں گاؤں والوں پر نہیں مگر امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک مختار قول یہی ہے کہ تکبیروں کا حکم ان سب لوگوں کو شامل ہے سب لوگ تکبیر کہیں۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک بار یہ ذکر کہے **اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد** اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہی ذکر ہے لیکن تکبیر تین بار کہے اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک فقط **اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر** کہے اور اگر تہلیل اور تحمید زیادہ کرے تو وہ بہتر ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب موافق حنفیہ کے ہے لیکن شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ سب سے صحیح تکبیر یہ ہے جو کہ عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہا کہ تشریق کے دنوں میں یہ کہا کرو **اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر کبیرا** اور یہی قول امام شافعی کا ہے لیکن وہ اتنا زیادہ کرتے ہیں **وللّٰہ الحمد** اور بعض کہتے ہیں کہ تین بار تکبیر کہے اور اس پر **لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ الخ** زیادہ کرے اور بعض کہتے ہیں کہ دو بار تکبیر کہے بعد اس کے یہ کہے **لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد** اور یہی مروی ہے عمر رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور یہی قول ہے امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق کا انتہیٰ۔

**٩١٧ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَنَحْنُ غَادِيَانِ مِنْ مِّنًى إِلَى عَرَفَاتٍ عَنِ التَّلْبِيَةِ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ يُلَبِّي الْمُلَبِّيْ لَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ.**

٩١٧۔ حضرت محمد بن ابو بکر ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے تلبیہ کا مسئلہ پوچھا (اور ہم دونوں منیٰ سے عرفات کو جاتے تھے) کہ تم حضرت ﷺ کے ساتھ کیا کرتے تھے انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لبیک کہنے والا لبیک کہتا اس پر کوئی انکار نہ کرتا تھا اور تکبیر کہنے والا تکبیر کہتا اس پر کوئی انکار نہیں کرتا تھا یعنی کبھی تلبیہ کہتے اور کبھی تکبیر کہتے تھے پس دونوں طرح جائز ہے جو جس کے جی میں آئے کہے درست ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب منیٰ سے عرفات کو جائے تو راہ میں تکبیر کہنی جائز ہے پس یہی وجہ ہے

مناسبت اس حدیث کی باب کے دوسرے مسئلے سے مگر رمی جمرہ عقبہ کے پہلے تلبیہ مطلق ترک کر دینا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درست نہیں۔

٩١٨ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَاصِمٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيْدِ حَتّٰى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا حَتّٰى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ بِدُعَآئِهِمْ يَرْجُوْنَ بَرَكَةَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهٗ.

٩١٨ ـ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم کو حکم ہوتا تھا عید کے دن باہر نکلنے کا یہاں تک کہ باہر نکالیں ہم کنواریوں اور حیض والیوں کو بھی پس مردوں کے پیچھے ٹھہری رہیں اور ان کے موافق تکبیر کہیں اور ان کے ساتھ دعا میں شریک ہوں امید رکھیں اس دن کی برکت اور پاکی کی یعنی جو پاکی کہ گناہ سے حاصل ہوتی ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کے دن تکبیر کہنی سنت ہے کہ حیض والیوں کو بھی اس کے کہنے کی تاکید ہے پس تشریق کے دنوں میں تکبیر کہنی ثابت ہوگئی کہ عید بھی ان میں داخل ہے پس مناسبت اس حدیث کی باب سے پہلے مسئلے سے ثابت ہوگئی اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تکبیر اور دعا حیض والی کو منع نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کے واسطے عورتوں کو نکلنا مستحب ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک مطلق منع ہے، کما مر۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْحَرْبَةِ يَوْمَ الْعِيْدِ.

عید کے دن برچھی کی طرف نماز پڑھنے کا بیان یعنی برچھی کو بمنزلہ سترے کے اپنے سامنے کھڑی کر کے اس کی طرف نماز پڑھنی جائز ہے۔

٩١٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ تُرْكَزُ الْحَرْبَةُ قُدَّامَهٗ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ ثُمَّ يُصَلِّيْ.

٩١٩ ـ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عید الفطر اور قربانی کے دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے برچھی گاڑی جاتی تھی یعنی بجائے سترے کے پھر آپ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔

بَابُ حَمْلِ الْعَنَزَةِ أَوِ الْحَرْبَةِ بَيْنَ يَدَيِ الْإِمَامِ يَوْمَ الْعِيْدِ.

عید کے دن امام کے آگے برچھی یا نیزہ اٹھا کر چلنے کا بیان یعنی جائز ہے۔

**فائدہ:** اس باب اور پہلے باب میں یہ فرق ہے کہ پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ سترے میں یہ شرط نہیں کہ نمازی کے تمام بدن کو چھپالے اور اس باب سے یہ مراد ہے کہ امام کے آگے کوئی ہتھیار اٹھا کر چلنا جائز ہے۔

٩٢٠ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَمْرِو الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْدُوْ إِلَى الْمُصَلّٰى وَالْعَنَزَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ تُحْمَلُ وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلّٰى بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّيْ إِلَيْهَا.

٩٢٠۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو عید گاہ کی طرف جاتے تھے اور نیزہ آپ کے آگے اٹھایا جاتا اور عید گاہ میں آپ کے سامنے گاڑا جاتا سو آپ اس کی طرف نماز پڑھتے۔

**فائدہ:** یہ اکثر اوقات کا ذکر ہے ورنہ آپ نے منیٰ میں بغیر سترہ کے بھی نماز پڑھائی پس ترک سترہ جائز ہے معلوم ہوا کہ سترہ سنت ہے واجب نہیں۔

## بَابُ خُرُوْجِ النِّسَآءِ وَالْحُيَّضِ إِلَى الْمُصَلّٰى.

## عید کے دن عورتوں اور حیض والیوں کو عید گاہ کی طرف نکلنا جائز ہے۔

٩٢١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أَمَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنْ نُخْرِجَ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْدِ وَعَنْ أَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ بِنَحْوِهٖ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ حَفْصَةَ قَالَ أَوْ قَالَتِ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْدِ وَيَعْتَزِلْنَ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى.

٩٢١۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ باہر نکالیں ہم کنواریوں پردہ نشینوں کو یا کہا کہ کنواریوں اور پردہ نشینوں کو اور حیض والیاں عید گاہ سے کنارے رہیں۔

## بَابُ خُرُوْجِ الصِّبْيَانِ إِلَى الْمُصَلّٰى.

## عید کے دن نابالغ لڑکوں کو عید گاہ کی طرف جانا جائز ہے اگرچہ نماز نہ پڑھیں۔

٩٢٢ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

٩٢٢۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں عید الفطر یا قربانی کے دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید گاہ کی طرف نکلا سو آپ نے نماز پڑھی اور خطبہ پڑھا پھر عورتوں کے پاس آئے اور ان کو وعظ سنایا اور بہشت و دوزخ کا حال یاد دلایا اور ان کو

وَسَلَّمَ يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحٰى فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَآءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ.

خیرات دینے کا حکم فرمایا۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکوں کو عید گاہ کی طرف جانا درست ہے اس لیے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید گاہ میں گئے حالانکہ وہ اس وقت نابالغ تھے جیسا کہ اس حدیث کے دوسرے طریق میں اس کی تصریح آ چکی ہے، کما مر پس مناسبت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی اور بعض نے کہا کہ نابالغ لڑکوں کو اس وقت عید گاہ میں جانا درست ہے جب کہ اپنے نفس کو کھیل تماشے سے روک سکتے ہوں اور نماز کو سمجھتے ہوں اور نماز کے مفسدات کو یاد رکھتے ہوں اور بعض نے کہا کہ غرض لڑکوں کے باہر آنے سے یہ ہے کہ اسلام کی شوکت زیادہ ہو اور عید کی نماز میں جو اسلام کی ایک نشانی ہے مسلمانوں کی کثرت ہو پس یہ حکم سب کو شامل ہے خواہ نماز پڑھے خواہ نہ پڑھے اور یہی معلوم ہوتا ہے مذہب امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کا لیکن اس صورت میں مناسب ہے کہ لڑکوں کے ساتھ کوئی آدمی محافظ ہو جو ان کو کھیل تماشے اور شور سے روکے اور جو لڑکے کہ بالکل تمیز نہیں رکھتے وہ اگرچہ نماز اور دعاء وغیرہ میں شامل ہو کر تبرک حاصل نہیں کر سکتے ہیں لیکن کثرت اہل اسلام کی اس میں ضرور متصور ہے اور یہ بھی کچھ ضروری نہیں کہ جو نماز اور دعاء وغیرہ میں شریک ہو اُسی کو ثواب ملے دوسرے کو نہ ملے اس لیے کہ نیکی کی مجلس میں فقط حاضر ہونے سے بھی ثواب ملتا ہے گو عبادت میں اُس کے ساتھ شریک نہ ہو جیسا کہ ان فرشتوں کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو نیکی کی مجلسیں تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

بَابُ اسْتِقْبَالِ الْإِمَامِ النَّاسَ فِي خُطْبَةِ الْعِيْدِ فَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقَابِلَ النَّاسِ.

عید کے خطبے میں امام کو لوگوں کی طرف متوجہ ہونا سنت ہے اور ان کو پیٹھ دینی قبیح ہے اور ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے روبرو کھڑے ہوئے۔

**فائدہ:** یہ حدیث باب آئندہ میں ابھی آتی ہے اور باب الخروج الی المصلی میں پہلے بھی گزر چکی ہے اور مطابقت اس کی باب سے ظاہر ہے۔

٩٢٣ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أَضْحٰى إِلَى الْبَقِيْعِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ وَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِيْ

٩٢٣۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقرہ عید کے دن بقیع کی طرف نکلے سو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے اس دن کی پہلی عبادت یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں پھر نماز سے پلٹ آئیں اور قربانی کریں سو جس نے ایسا کیا اس نے ہماری

يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نَبْدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ وَافَقَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ ذٰلِكَ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ عَجَّلَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ ذَبَحْتُ وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ قَالَ اذْبَحْهَا وَلَا تَفِيْ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

سنت کی موافقت کی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو وہ صرف ایک چیز ہے جس کو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے جلدی تیار کیا اور باقی ترجمہ اس حدیث براء رضی اللہ عنہ کا پہلے گزر چکا ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کے خطبہ میں امام کو لوگوں کی طرف منہ کرنا سنت ہے اور غرض اس باب سے دفع کرنا ہے وہم اس شخص کا جو استقبال امام کو جمعہ کے خطبے کے ساتھ خاص ہونے کا وہم کرتا ہے یعنی امام کو لوگوں کی طرف متوجہ ہونا ہر حال میں سنت ہے کسی وقت یا کسی خطبے کے ساتھ خاص نہیں۔

## بَابُ الْعَلَمِ الَّذِيْ بِالْمُصَلّٰى.

عیدگاہ میں نشان کھڑا کرنا تا کہ لوگ اس کو پہچان لیں کہ یہ عیدگاہ ہے۔

٩٢٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَابِسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قِيْلَ لَهُ أَشَهِدْتَّ الْعِيْدَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَلَوْلَا مَكَانِيْ مِنَ الصِّغَرِ مَا شَهِدْتُّهُ حَتّٰى أَتَى الْعَلَمَ الَّذِيْ عِنْدَ دَارِ كَثِيْرِ بْنِ الصَّلْتِ فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَآءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَأَيْتُهُنَّ يَهْوِيْنَ بِأَيْدِيْهِنَّ يَقْذِفْنَهُ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ إِلٰى بَيْتِهِ.

٩٢٤۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی نے اُس سے پوچھا کہ کیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز میں حاضر ہوا ہے اُس نے کہا ہاں اور اگر میرا قرب اور قدر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ ہوتا تو میں کم عمری کے سبب سے حاضر نہ ہوتا (سو اس کا قصہ یوں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کو چلے) یہاں تک کہ اس نشان کے پاس آئے جو کثیر بن صلت کے گھر کے نزدیک تھا سو آپ نے نماز پڑھی پھر خطبہ پڑھا پھر عورتوں کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے سو ان کو وعظ اور نصیحت کی اور خیرات کرنے کا حکم دیا سو میں نے عورتوں کو دیکھا کہ اپنے ہاتھ کانوں کی طرف جھکا کر بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں صدقہ ڈالتی تھیں پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بلال رضی اللہ عنہ گھر کو چلے آئے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیدگاہ میں پہچان کے لیے نشان کھڑا کرنا جائز ہے کہ اصحاب نے اس کے

واسطے ایک نشان کھڑا کیا ہوا تھا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر میرا قرب اور قدر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ ہوتا...... الخ سوا گران کے اس قول کا یہی معنی کیا جائے جو اس ترجمے میں کیا گیا ہے تو اس حدیث سے نابالغ لڑکے کا عید گاہ کی طرف جانا ثابت نہیں ہو سکے گا حالانکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ اسی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت کیا ہے جیسا کہ تیسرے باب میں گزر چکا ہے پس مناسب یہی ہے کہ اس قول کا یہ معنی کیا جائے کہ اگر میری جگہ لڑکپن سے نہ ہوتی تو میں حاضر ہوتا یعنی اگر میں کم عمر نہ ہوتا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عورتوں میں نہ جاتا کہ بالغ جوان کو عورتوں میں جانا منع ہے۔

## بَابُ مَوْعِظَةِ الْإِمَامِ النِّسَآءَ يَوْمَ الْعِيْدِ.

عید کے دن امام کا عورتوں کو وعظ سنانا مستحب ہے۔

٩٢٥ ـ حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَآءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَطَبَ فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ فَأَتَى النِّسَآءَ فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى يَدِ بِلَالٍ وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ يُلْقِيْ فِيْهِ النِّسَآءُ الصَّدَقَةَ قُلْتُ لِعَطَآءٍ زَكَاةَ يَوْمِ الْفِطْرِ قَالَ لَا وَلٰكِنْ صَدَقَةً يَتَصَدَّقْنَ حِيْنَئِذٍ تُلْقِيْ فَتَخَهَا وَيُلْقِيْنَ قُلْتُ لِعَطَآءٍ أَتَرٰى حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ ذٰلِكَ وَيُذَكِّرُهُنَّ قَالَ إِنَّهُ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ لَا يَفْعَلُوْنَهُ.

٩٢٥۔ ترجمہ اس حدیث جابر رضی اللہ عنہ کا باب المشی والرکوب میں پہلے گزر چکا ہے اس میں اتنا مطلوب ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو وعظ کیا اور خیرات کرنے کا حکم دیا سو وہ صدقہ ڈالنے لگیں ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ یہ صدقہ فطر تھا یا نہیں؟ اس نے کہا نہیں لیکن یہ اور صدقہ تھا کہ وہ اس وقت خیرات کرتی تھیں عورتیں اپنی انگوٹھیاں ڈالتی تھیں اور ہر قسم کا زیور پھینکتی تھیں پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

٩٢٦ ـ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ شَهِدْتُ الْفِطْرَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ يُصَلُّوْنَهَا

٩٢٦۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید میں حاضر ہوا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اس میں حاضر ہوا وہ نماز کو خطبے سے پہلے پڑھتے تھے پھر نماز کے پیچھے خطبہ پڑھتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہو کر چلے گئے گویا کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں

قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدُ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِيْنَ يُجَلِّسُ بِيَدِهٖ ثُمَّ أَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ حَتّٰى جَآءَ النِّسَآءَ مَعَهٗ بِلَالٌ فَقَالَ ﴿يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَآءَ كَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ......غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ الْاٰيَةَ ثُمَّ قَالَ حِيْنَ فَرَغَ مِنْهَا آنْتُنَّ عَلٰى ذٰلِكِ قَالَتِ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ مِّنْهُنَّ لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا نَعَمْ لَا يَدْرِيْ حَسَنٌ مَّنْ هِيَ قَالَ فَتَصَدَّقْنَ فَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهٗ ثُمَّ قَالَ هَلُمَّ لَكُنَّ فِدَآءٌ أَبِيْ وَأُمِّيْ فَيُلْقِيْنَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيْمَ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ الْفَتَخُ الْخَوَاتِيْمُ الْعِظَامُ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

جب کہ آپ نے ہاتھ سے لوگوں کو بٹھایا پھر صفوں کو چیرتے آگے بڑھے یہاں تک کہ عورتوں کے پاس آئے آپ ﷺ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے سو آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَآءَ كَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ...... غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ یعنی اے نبی! جب آئیں تیرے پاس مسلمان عورتیں اقرار کرنے کو اس پر کہ شریک نہ ٹھہرائیں اللہ کا کسی کو اور چوری نہ کریں اور بدکاری نہ کریں اور اپنی اولاد نہ ماریں اور بہتان نہ لائیں باندھ کر اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں اور تیری بے حکمی نہ کریں کسی بھلے کام میں تو ان سے اقرار کر اور معافی مانگ ان کے واسطے اللہ سے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے سو جب آپ اس آیت کے پڑھنے سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا تم اس اقرار پر قائم ہو سو ان میں سے ایک عورت نے کہا (اس کے سوا اور کوئی نہ بولی) کہ ہم اس عہد پر قائم ہیں یعنی اور سب حیاء سے چپ رہیں فقط ایک نے کلام کی حسن (راوی) نہیں جانتا کہ وہ کون عورت تھی سو فرمایا کہ اگر تم اس اقرار پر قائم ہو تو خیرات کرو سو بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا بچھایا اور کہا کہ لاؤ یعنی اے عورتو! خیرات کو جمع کرو میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں سو وہ بڑی اور چھوٹی انگوٹھیوں کو بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالتی تھیں عبدالرزاق (راوی) نے کہا کہ فتخ بڑی انگوٹھیوں کو کہتے ہیں جو جاہلیت کے زمانے میں تھیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب ہے کہ عید کے دن امام عورتوں کو وعظ سنائے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور یہ جو راوی نے کہا کہ آپ نے ہاتھ سے لوگوں کو بٹھایا تو اس کا معنی یہ ہے کہ جب آپ خطبے سے فارغ ہو کر عورتوں کی طرف چلے تو لوگ اٹھنے لگے اس غرض سے کہ اپنے گھروں کو جائیں یا حضرت ﷺ کے ساتھ عورتوں کے پاس جائیں سو آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو جب تک کہ میں فارغ ہو کر آؤں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو عید گاہ کی طرف نکلنا جائز ہے اور ان کو صدقے کی رغبت دینی

مستحب ہے اور یہ کہنا جائز ہے کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں اور یہ کہ خاوند کے مال سے بلا اجازت خیرات کرنی جائز ہے اور یہ کہ صدقہ عذاب کو دفع کر دیتا ہے اور یہ کہ محتاجوں کے واسطے مالداروں سے صدقہ طلب کرنا جائز ہے۔

## بَابُ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ فِي الْعِيْدِ.

## اگر عید کے دن کسی عورت کے پاس پہننے کی چادر نہ ہو تو ساتھ والی عورت اس کو اپنی چادر پہنا دے۔

٩٢٧ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ جَوَارِيَنَا أَنْ يَّخْرُجْنَ يَوْمَ الْعِيْدِ فَجَآءَ تِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِيْ خَلَفٍ فَأَتَيْتُهَا فَحَدَّثَتْ أَنَّ زَوْجَ أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً فَكَانَتْ أُخْتُهَا مَعَهُ فِيْ سِتِّ غَزَوَاتٍ فَقَالَتْ فَكُنَّا نَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى وَنُدَاوِي الْكَلْمٰى فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَعَلٰى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَّهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَّا تَخْرُجَ فَقَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا فَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ حَفْصَةُ فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ أَتَيْتُهَا فَسَأَلْتُهَا أَسَمِعْتِ فِيْ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ نَعَمْ بِأَبِيْ وَقَلَّمَا ذَكَرَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَتْ بِأَبِيْ قَالَ لِيَخْرُجَ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ أَوْ قَالَ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ شَكَّ أَيُّوْبُ وَالْحُيَّضُ وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ

٩٢٧۔ حضرت حفصہ بنت سیرین سے روایت ہے کہ ہم اپنی جوان لڑکیوں کو عید کے دن باہر نکلنے سے منع کیا کرتے تھے سو ایک عورت گئی اور بنی خلف کے محل (بصرہ میں ایک جگہ کا نام ہے) میں اتری سو میں اس کے پاس گئی سو اُس نے کہا کہ میرے بہنوئی نے حضرت ﷺ کے ہمراہ کافروں سے بارہ جنگیں لڑی ہیں اور چھ لڑائیوں میں میری بہن بھی اس کے ہمراہ تھی سو اس کی بہن نے کہا کہ ہم بیماروں کی خبر گیری اور زخمیوں کو دوائی دیا کرتی تھیں سو اُس نے عرض کیا کہ یا حضرت! اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا اس کو عیدگاہ کی طرف نہ نکلنے میں گناہ ہے؟ فرمایا چاہیے کہ اس کے ساتھ والی اس کو اپنی چادر پہنا دے یعنی اگر اس کے پاس کوئی چادر فاضلہ موجود ہو تو وہ اس کو بطورِ عاریۃً کے دے دے ورنہ جو چادر پہنی ہو اسی سے ایک کنارہ اس پر ڈال دے اور دونوں مل کر عیدگاہ میں جائیں سو نیکی کی مجلس اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں ۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جب ام عطیہ رضی اللہ عنہا آئی تو میں اس کے پاس گئی اور اس سے پوچھا کہ کیا تو نے حضرت ﷺ سے ایسا ایسا سنا ہے؟ یعنی عورتوں کا عیدگاہ میں نکلنا اس نے کہا ہاں میں نے حضرت ﷺ سے سنا ہے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اور ام عطیہ رضی اللہ عنہا جب حضرت ﷺ کو یاد کرتی تو یہ کلمہ کہتی آپ نے فرمایا چاہیے کہ

الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ فَقُلْتُ لَهَا الْحُيَّضُ قَالَتْ نَعَمْ أَلَيْسَ الْحَآئِضُ تَشْهَدُ عَرَفَاتٍ وَتَشْهَدُ كَذَا وَتَشْهَدُ كَذَا.

باہر آئیں جوان لڑکیاں اور پردہ نشین اور حیض والیاں لیکن حیض والیاں عید گاہ سے کنارے رہیں اور نیکی کی مجلس اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا حیض والیاں بھی باہر آئیں اُس نے کہا کہ ہاں کیا وہ عرفات اور ایسی ایسی جگہ یعنی مزدلفہ اور رمی جمار وغیرہ میں حاضر نہیں ہوتی ہیں یعنی جیسا کہ عرفات وغیرہ حج کی جگہوں میں ان کو جانا جائز ہے ویسا ہی ان کو عید گاہ میں بھی آنا جائز ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عورت کے پاس عید میں جانے کے واسطے چادر نہ ہو تو اس کے ساتھ والی اس کو اپنی چادر پہنا دے اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے مبالغہ ہے یعنی ہر حال میں عورتیں عید گاہ کی طرف نکلیں اگرچہ دو دو ایک چادر میں ہوں۔

## بَابُ اِعْتِزَالِ الْحُيَّضِ الْمُصَلّٰى.

حیض والی عورتیں عید گاہ سے کنارے رہیں۔

**فائدہ:** یہ مسئلہ پہلی حدیث کے ضمن میں آ چکا ہے لیکن زیادہ اہتمام کے واسطے اس کا علیحدہ باب باندھا۔

٩٢٨ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ أُمِرْنَا أَنْ نَخْرُجَ فَنُخْرِجَ الْحُيَّضَ وَالْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ أَوِ الْعَوَاتِقَ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلْنَ مُصَلَّاهُمْ.

٩٢٨ ـ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم کو حکم ہوا عید کے دن باہر نکلنے کا سو ہم باہر نکالتی تھیں حیض والیوں کو اور جوان لڑکیوں کو اور پردہ نشینوں کو سو حیض والیاں تو نیکی کی مجلس اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوئیں لیکن عید گاہ سے کنارے رہیں۔

**فائدہ:** مناسبت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور یہ نہی تنزیہی ہے اس لیے کہ عید گاہ مسجد نہیں اور بعض نے کہا کہ اس میں ٹھہرنا حرام ہے لیکن پہلی بات ٹھیک ہے سو عورتیں عید گاہ میں نمازیوں سے کنارے رہیں اور مسجد کے دروازے پر کھڑی رہیں کہ مسجد میں ان کو آنا حرام ہے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ عورت کو اجنبی آدمی کو دواء دینی جائز ہے بشرطیکہ اس کے معالجے میں مباشر کی حاجت نہ پڑے اور اگر اس کی حاجت ہو تو فتنے سے امن ہو اور یہ کہ جوان اور پردہ نشین لڑکیوں کو واجب ہے کہ پردے میں رہیں باہر نہ نکلیں مگر

جس چیز میں ان کو اجازت ملی ہے اس میں جائز ہے اور یہ کہ حضرت ﷺ کے زمانے میں دستور تھا کہ کنواری اور جوان لڑکیاں پردے میں رہتی تھیں باہر نہ نکلتی تھیں پس اب اس زمانے میں ان کو پردے میں رہنا بطریق اولیٰ واجب ہے کہ اب زمانہ خراب ہو گیا اور یہ کہ عید کی نماز واجب ہے مگر یہ بات ٹھیک نہیں اس لیے کہ غیر مکلفوں کو بھی اس میں نکلنے کا حکم ہوا ہے پس معلوم ہوا کہ غرض اس سے بہت کثرت کے ساتھ جمع ہو کر شعائر اسلام ظاہر کرنا ہے اور تاکہ سب کو برکت شامل ہو اور یہ کہ عورت کو عید کے واسطے چادر تیار رکھنی جائز ہے اور یہ کہ دوسری سے عاریۃً کپڑا لے کر پہننا جائز ہے اور یہ کہ عیدوں میں سب عورتوں کا نکلنا مستحب ہے خواہ جوان ہوں خواہ نہ ہوں اور خواہ خوبصورت ہوں یا نہ ہوں اور اس میں سلف علماء کو اختلاف ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ نکلنے کو واجب کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مستحب ہے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ خوبصورتوں کو اس سے مستثنیٰ کرتے ہیں اور طحاوی نے اس حکم کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا ہے یعنی جوان لڑکیوں اور پردہ نشینوں اور حیض والیوں کو عید میں نکلنے کا حکم اول اسلام میں تھا جب کہ مسلمان کم تھے سو آپ نے عورتوں کو نکلنے کا حکم فرمایا تاکہ مسلمانوں کی بہت کثرت معلوم ہو اور دشمن دیکھ کر ڈر جائیں اور اب اس کی حاجت نہیں پس یہ حکم منسوخ ہوا۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ نسخ احتمال سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے واسطے کئی شرطیں ہیں جن کا بیان تیسرے پارے میں گزر چکا ہے پس جب تک مدعی نسخ ان شرطوں کو ثابت نہ کرے تب تک دعویٰ نسخ مردود ہے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث دلالت کرتی ہے اس پر کہ حضرت ﷺ نے عورتوں کو وعظ سنایا اور وہ بھی اس وقت وہاں حاضر تھا اور کم عمر تھا اور یہ قصہ بعد فتح کے ہوا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ حکم منسوخ نہیں بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے **فلیطلب المخالف منه مخرجا** اور نیز حضرت ﷺ نے حکم کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ مسلمانوں کی دعا اور جماعت میں حاضر ہو کر تبرک حاصل کریں اور ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ﷺ کے بعد بھی یہی فتویٰ دیا اور اس کی مخالفت کسی صحابی سے ثابت نہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو روایت ہے کہ اگر حضرت ﷺ عورتوں کا حال اب دیکھتے تو ان کو منع کر دیتے سو یہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے معارض نہیں باوجودیکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول منع میں صریح نہیں **کما مر** اور یہ جو طحاوی نے کہا کہ تاکہ مسلمانوں کی کثرت دیکھ کر دشمن ڈر جائے تو یہ بھی محض وہم فاسد ہے کیونکہ لڑائی میں عورتوں سے مدد چاہنی اور ان سے لشکر کی بہتات طلب کرنی دلالت کرتی ہے اس پر کہ مسلمان ضعیف تھے حالانکہ ایسا نہیں تھا پس بہتر یہ ہے کہ اس نکلنے کو خاص کیا جائے ساتھ اس عورت کے جس پر یا جس کے سبب سے فتنے کا خوف نہ ہو اور اس کے حاضر ہونے میں کوئی فساد پیدا نہ ہو اور راہوں اور مجلسوں میں مردوں سے نہ ملے اور مفصل بحث اس مسئلے کی اوپر گزر چکی ہے۔

**بَابُ النَّحْرِ وَالذَّبْحِ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمُصَلّٰى.**

بقرہ عید کے دن عید گاہ میں نحر اور قربانی کرنے کا بیان یعنی سنت ہے کہ نماز کے بعد قربانی کو عید گاہ میں حلال کرے

گھر میں آ کر نہ کرے کہ بدعت یا خلاف سنت ہے۔

**فائدہ:** نحر کہتے ہیں گلے میں برچھی مارنے کو اور اس طور سے اونٹ کو ذبح کرتے ہیں اور صورت اس کی یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کرتے ہیں اور اس کے گلے میں نیچے کی طرف نیزہ مارتے ہیں پس اس سے خون بہتا ہے اور اونٹ زمین پر گر پڑتا ہے اور گائے اور بکری کو چھری سے ذبح کرتے ہیں اور اونٹ کو ذبح کرنا بھی جائز ہے لیکن نحر افضل ہے اسی طرح بکری اور گائے کو بھی نحر کرنا سنت ہے لیکن افضل ذبح ہے اور اگر دونوں قربانیوں کو عید میں جمع کرے یعنی اونٹ کو نحر کرے اور گائے بکری کو ذبح کرے تو جب بھی جائز ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ امام کی قربانی سے پہلے کوئی ذبح نہ کرے لیکن اس پر اجماع ہے کہ اگر قربانی اپنے وقت میں ذبح ہو تو جائز ہے خواہ امام قربانی کرے یا نہ کرے اس لیے کہ مدار قربانی کے وقت پر ہے امام کے فعل پر نہیں۔

٩٢٩ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ كَثِيْرُ بْنُ فَرْقَدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْحَرُ أَوْ يَذْبَحُ بِالْمُصَلّٰى.

٩٢٩۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کو عید گاہ میں ذبح کیا کرتے تھے یعنی اونٹ کو نحر کرتے یا گائے بکری کو ذبح کرتے۔

بَابُ كَلَامِ الْإِمَامِ وَالنَّاسِ فِيْ خُطْبَةِ الْعِيْدِ وَإِذَا سُئِلَ الْإِمَامُ عَنْ شَيْءٍ وَهُوَ يَخْطُبُ.

عید کے خطبے میں امام کو بھی اور دوسرے لوگوں کو بھی کلام کرنی جائز ہے اور جب کوئی امام سے خطبے میں کچھ پوچھے تو امام کو اس کا جواب دینا جائز ہے۔

**فائدہ:** اس باب میں دو حکم ہیں پہلا حکم عام ہے اور دوسرا خاص اور شاید زیادہ اہتمام کے واسطے اس کو خاص کیا ہو گا۔

٩٣٠ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ مَنْ صَلّٰى صَلَاتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ فَقَامَ أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

٩٣٠۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بقرہ عید کے دن نماز کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا سو فرمایا کہ جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے اور ہماری طرح قربانی کرے سو وہ قربانی کو پہنچا اور اس کی قربانی ادا ہوئی اور جو نماز سے پہلے قربانی کرے تو وہ گوشت کی بکری ہے یعنی اس میں فقط گوشت کھانا حاصل ہوا ثواب نہیں سو ابو بردہ کھڑا ہوا اور عرض کی کہ یا حضرت! قسم ہے اللہ کی میں تو نماز کی طرف نکلنے سے پہلے قربانی کر چکا ہوں اور میں نے جانا کہ یہ کھانے پینے کا دن

وَاللّٰهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَّشُرْبٍ فَتَعَجَّلْتُ وَأَكَلْتُ وَأَطْعَمْتُ أَهْلِيْ وَجِيْرَانِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ قَالَ فَإِنَّ عِنْدِيْ عَنَاقَ جَذَعَةٍ هِيَ خَيْرٌ مِّنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَهَلْ تَجْزِيْ عَنِّيْ قَالَ نَعَمْ وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

ہے سو میں نے قربانی کو جلدی ذبح کر ڈالا اور اس کا گوشت کھایا اور اپنے گھر والوں اور ہمسایوں کو کھلایا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ فقط گوشت کی بکری ہے اس میں قربانی کا ثواب نہیں سو اس نے عرض کی کہ میرے پاس سال سے کم کی ایک جوان بکری ہے البتہ وہ گوشت کی دو بکریوں سے افضل ہے سو کیا وہ قربانی میں میری طرف سے کافی ہوسکتی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں لیکن تیرے سوا کسی کو کافی نہیں۔

٩٣١ ـ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ فَأَمَرَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَنْ يُّعِيْدَ ذَبْحَهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جِيْرَانٌ لِّيْ إِمَّا قَالَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَإِمَّا قَالَ بِهِمْ فَقْرٌ وَإِنِّيْ ذَبَحْتُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَعِنْدِيْ عَنَاقٌ لِّيْ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَرَخَّصَ لَهُ فِيْهَا.

٩٣١۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے بقرہ عید کے دن نماز پڑھی پھر خطبہ پڑھا پھر حکم فرمایا کہ جو عید کی نماز سے پہلے قربانی کر چکا ہو تو چاہیے کہ پھر قربانی کرے سو انصار کا ایک مرد کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی کہ یا حضرت! میرے ہمسائے محتاج تھے یا کہا بھوکے تھے اور میں نے نماز سے پہلے قربانی ذبح کی اور میرے پاس سال سے کم کی ایک بکری ہے جو مجھ کو دو بکریوں سے پیاری ہے یعنی بوجہ موٹی تازی ہونے اور قیمت زیادہ ہونے کے سو حضرت ﷺ نے اس کو اس کی اجازت دی۔

٩٣٢ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ ذَبَحَ فَقَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُّصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ أُخْرٰى مَكَانَهَا وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللّٰهِ.

٩٣٢۔ حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے بقرہ عید کے دن نماز پڑھی پھر آپ نے خطبہ پڑھا پھر قربانی ذبح کی اور فرمایا کہ جس نے نماز سے پہلے قربانی ذبح کی ہو تو چاہیے کہ وہ اس کے بدلے دوسری قربانی ذبح کرے اور جس نے قربانی ذبح نہ کی ہو تو چاہیے کہ اللہ کے نام سے ذبح کرے۔

**فائدہ:** ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عید کے خطبہ میں امام کو بھی اور دوسرے لوگوں کو بھی کلام کرنی جائز ہے کہ حضرت ﷺ نے خطبہ میں ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے کلام کی اور ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے بھی خطبے ہی میں آپ ﷺ سے پوچھا لیکن

عطاء اور نخعی وغیرہ سے اس کی ممانعت مروی ہے۔

بَابُ مَنْ خَالَفَ الطَّرِيْقَ إِذَا رَجَعَ يَوْمَ الْعِيْدِ.

جب عید کے دن عید کی نماز پڑھ کر گھر کو پلٹے تو دوسری راہ سے آئے یعنی جس راہ سے عید گاہ کو جائے اس راہ سے نہ آئے بلکہ کسی دوسری راہ سے آئے۔

**فائدہ:** جمہور علماء کے نزدیک یہ امر مستحب ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک راہ سے جائے اور دوسری راہ سے آئے اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم نے اماموں کو اس پر پایا کہ ایک راہ سے جاتے تھے اور دوسری راہ سے آتے تھے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی اس کو مستحب کہتے ہیں لیکن اس کے ترک میں ان کے نزدیک کچھ گناہ نہیں اور ترمذی نے کہا کہ بعض اہل علم امام کے حق میں اس کو مستحب کہتے ہیں اور یہی قول ہے امام شافعی رحمہ اللہ کا لیکن کتاب الام میں امام اور مقتدی دونوں کے حق میں مستحب لکھا ہے اور ساتھ عموم کے قائل ہیں اکثر اہل علم اور بعض کہتے ہیں کہ جس علت کی وجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا تھا اگر وہ علت باقی ہے تو یہ حکم بھی باقی ہے ورنہ نہیں لیکن کوئی علت یہاں معین نہیں بلکہ جو علتیں کہ لوگوں نے بیان کی ہیں وہ سب احتمالات ہیں علت کو ان میں حصر کرنے کی کوئی دلیل نہیں باوجودیکہ بعض احتمال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسرے لوگوں میں بھی پائے جاتے ہیں پس بہتر یہ ہے کہ اس حکم کو علت پر موقوف نہ رکھا جائے اور اتباع سنت کا حکم کیا جائے اور اکثر علماء کہتے ہیں کہ حکم باقی ہے اگرچہ علت اس کی باقی نہ رہے جیسا کہ رمل وغیرہ میں علت باقی نہیں اور حکم باقی ہے۔

٩٣٣ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ تُمَيْلَةَ يَحْيَى بْنُ وَاضِحٍ عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ تَابَعَهُ يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ فُلَيْحٍ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ عَنْ فُلَيْحٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَحَدِيْثُ جَابِرٍ أَصَحُّ.

٩٣٣۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز پڑھنے کو جاتے تو راہ میں مخالفت کرتے تھے یعنی ایک راہ سے جاتے تھے اور دوسری راہ سے آتے تھے۔

**فائدہ:** علماء نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کی بہت علتیں بیان کی ہیں بعض کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم راہ میں اس واسطے مخالفت کرتے تھے کہ دونوں راہ آپ کی عبادت کی شہادت دیں یا جو جن اور آدمی دونوں راہ میں رہتے ہیں وہ

آپ کی گواہی دیں یا دونوں راہ کو برابر فضیلت اور تبرک حاصل ہو یا اس راہ سے مشک کی خوشبو آئے اس لیے کہ یہ بات لوگوں میں مشہور تھی کہ آپ جس راہ سے جاتے ہیں اس راہ سے مشک کی خوشبو آتی ہے یا دونوں رہ میں نشانی اسلام کی ہے یا اللہ کا ذکر ظاہر ہو یا اس واسطے کہ یہود اور نصاریٰ جلیں اور یا کثرت مسلمانوں کی دیکھ کر ڈر جائیں اور یا اس واسطے کہ دونوں راہ کے لوگوں کو خوشی اور تبرک حاصل ہو اور آپ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوں اور مسئلہ پوچھنے اور علم سیکھنے اور اقتداء کرنے اور صدقہ دینے اور سلام کہنے وغیرہ حاجتوں میں آپ سے فائدہ مند ہوں اور یا اس واسطے کہ دونوں راہ میں فرشتے کھڑے رہتے تھے سو آپ نے چاہا کہ وہ آپ کی شہادت دیں اور بعض نے کہا کہ حضرت ﷺ نے ان سب علتوں کے واسطے یہ کام کیا یعنی آپ کے فعل مبارک کو کسی علت معین میں حصر کرنا مناسب نہیں بلکہ آپ کا فعل ان سب بہتر چیزوں کو شامل ہے، واللہ اعلم۔

بَابُ إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ. جب کوئی آدمی عید کی نماز امام کے ساتھ نہ پائے تو دو رکعتیں پڑھ لے۔

**فائدہ:** اس باب میں دو مسئلوں کا بیان ہے ایک یہ کہ عید کی نماز کو قضا کر کے پڑھنی درست ہے خواہ اختیار سے قضا ہو یا اضطرار سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عید کی قضا بھی اصل کی طرح دو ہی رکعتیں ہے کم وبیش نہیں اور اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے سو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت میں اور مزنی وغیرہ علماء کہتے ہیں کہ عید کی نماز کی قضا نہیں اور امام ثوری اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر تنہا قضا کرے تو دو رکعت کے بدلے چار پڑھے اور یہی ہے مذہب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دو ہی رکعتیں پڑھے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عید کی قضا نہیں اس لیے کہ جمعہ کی طرح بغیر وجود شرائط کے عید بھی درست نہیں ہے پس جیسے کہ تنہا جمعہ جائز نہیں ہے ویسے ہی تنہا عید بھی درست نہیں اور فتح الباری میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ خواہ قضا کرے یا نہ کرے خواہ چار پڑھے خواہ دو۔

وَكَذٰلِكَ النِّسَآءُ وَمَنْ كَانَ فِي الْبُيُوْتِ وَالْقُرٰى لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا عِيْدُنَا يَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ. اور اسی طرح عورتیں بھی عید کی نماز پڑھیں اور جو گھروں اور گاؤں میں رہتا ہے وہ بھی عید کی نماز پڑھے واسطے اس حدیث کے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہماری عید ہے اے مسلمانو!

**فائدہ:** یعنی حضرت ﷺ نے اس دن کو سب مسلمانوں کی عید ٹھہرایا ہے کسی کو خاص نہیں کیا پس عموم اس حدیث کا کل افراد مسلمانوں کو شامل ہوگا خواہ مرد ہو یا عورت خواہ شہر میں رہتا ہو یا دیہات میں بستا ہو یا گھروں میں رہتا ہو اور خواہ کوئی امام کے ساتھ نماز پائے یا نہ پائے پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی۔

وَأَمَرَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ مَوْلَاهُ ابْنَ أَبِيْ عُتْبَةَ بِالزَّاوِيَةِ فَجَمَعَ أَهْلَهُ وَبَنِيْهِ وَصَلّٰى كَصَلَاةِ أَهْلِ الْمِصْرِ وَتَكْبِيْرِهِمْ.

اور انس رضی اللہ عنہ نے زاویہ میں اپنے غلام ابن ابی عتبہ کو حکم دیا لوگوں کے جمع کرنے کا سو اس نے اس کے گھر کے لوگوں اور چھوٹے بچوں کو جمع کیا اور شہر والوں کی طرح عید کی نماز پڑھی اور ان کی طرح تکبیر کہی۔

**فائدہ:** زاویہ ایک جگہ کا نام ہے چھ میل بصرے سے انس رضی اللہ عنہ کا گھر وہیں تھا وہ اکثر اوقات جمعہ اور عید کی نماز اسی جگہ پڑھا کرتے تھے بیہقی نے روایت کی ہے کہ جب انس رضی اللہ عنہ سے عید کی نماز امام کے ساتھ فوت ہو جاتی تو اپنے گھر والوں کو جمع کر کے عید کی نماز جماعت سے پڑھتے پس اس سے معلوم ہوا کہ دیہات اور گھروں میں عید پڑھنی جائز ہے اور ایسے ہی عورتوں کو بھی جائز ہے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ أَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُوْنَ فِي الْعِيْدِ يُصَلُّوْنَ رَكْعَتَيْنِ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ.

اور عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ شہر کے گرد رہنے والے عید کے دن جمع ہوں اور دو رکعتیں نماز پڑھیں جیسے کہ امام پڑھتا ہے۔

**فائدہ:** اس قول سے بھی معلوم ہوا کہ دیہات میں رہنے والے عید کی نماز پڑھیں پس مطابقت اس قول کی اخیر ترجمے سے ثابت ہے اور اس قول عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کو ترغیب پر محمول کرنا کہ دیہات والے شہر میں آ کر امام کے ساتھ عید پڑھیں بالکل غلط ہے اس لیے کہ مخالف کے نزدیک تو گنہگاروں کے حق میں عید نماز کی ادا صحیح نہیں پھر شہر میں آ کر ان کو عید پڑھنا کیسے صحیح ہوگا؟۔

وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا فَاتَهُ الْعِيْدُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

اور عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر عید کی نماز فوت ہو جائے تو دو رکعت تنہا پڑھے۔

**فائدہ:** اس اثر سے معلوم ہوا کہ اگر عید کی نماز قضا ہو جائے تو اس کے بدلے میں دو ہی رکعت پڑھے بس ان اثروں سے باب کے کل مسئلے ثابت ہو گئے۔

٩٣٤ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِيْ أَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ فَانْتَهَرَهُمَا أَبُوْ بَكْرٍ

۹۳۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھ پر داخل ہوئے اور میرے پاس دو چھوٹی لڑکیاں دف بجا کر گاتی تھیں منیٰ کے دنوں میں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے لیٹے تھے سو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان لڑکیوں کو ڈانٹا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ کھول کر فرمایا کہ ان کو چھوڑ دے کہ یہ عید کے دن ہیں اور وہ دن منیٰ کے تھے یعنی تشریق کے دن تھے

فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيْدٍ وَّتِلْكَ الْأَيَّامُ أَيَّامُ مِنًى وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمْ أَمْنًا بَنِيْ أَرْفِدَةَ يَعْنِيْ مِنَ الْأَمْنِ.

کہ ان میں حاجی کنکر مارنے کے واسطے منیٰ میں ٹھہرتے ہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے حضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ مجھ کو چادر سے چھپائے تھے اور میں حبشیوں کی طرف دیکھتی تھی اور وہ مسجد میں برچھیوں سے کھیلتے تھے سو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو جھڑکا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان کو چھوڑ دے ازروئے امن کے اے ارفدہ کی اولاد! نہ ڈرو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا امنًا امن سے مشتق ہے یعنی ان کو چھوڑ دے اس واسطے کے ہم نے ان کو امن میں دیا ہے اس حال میں کہ یہ ارفدہ کی اولاد ہیں یا امنا بنی ارفدہ علیحدہ کلام ہے یعنی کھیلو امن سے اور نہ ڈرو اے ارفدہ کی اولاد! یا یہ کہ امنا امن سے مشتق ہے جو خوف کی ضد ہے امان سے مشتق نہیں جو کفار کو دی جاتی ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث کے بعض طریقوں میں یہ لفظ آیا ہے هٰذَا عِيْدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ اور اہل اسلام کا لفظ سب مسلمانوں کو شامل ہے خواہ اکیلے اکیلے ہوں خواہ جماعت سے ہوں جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے پس دوسرا مسئلہ باب کا اس حدیث سے ثابت ہو گیا اور چونکہ حضرت ﷺ نے منیٰ کے دنوں کو عید کے دن کہا اور عید کے دن کے واسطے یہ نماز شروع ہوئی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ عید کی نماز ان سب دنوں میں ادا ہو جاتی ہے پس اگر پہلے دن قضا ہو جائے تو دوسرے یا تیسرے دن بھی پڑھ لینی صحیح ہے اور اس کو قضا کہنا بہ نسبت پہلے دن کے ہے ورنہ دراصل قضا نہیں بلکہ ادا ہے اپنے وقت میں واقع ہوتی ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہو گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عید کی نماز اور جمعہ گاؤں میں صحیح نہیں سو یہ قول علی رضی اللہ عنہ کا اس حدیث کے عموم کے مخالف ہے فلا یحتج به عند وجود السنة الصحيحة۔

## بَابُ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْعِيْدِ وَبَعْدَهَا.

عید کی نماز کے پہلے اور پیچھے نفل پڑھنے کا بیان یعنی مکروہ ہیں۔

**فائدہ:** شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس مسئلے میں علماء سلف کو اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اوزاعی اور کوفیوں کے نزدیک عید سے پہلے نفل پڑھنے مکروہ ہیں پیچھے نہیں اور بصرے کے علماء کہتے ہیں کہ عید سے پہلے جائز ہیں پیچھے نہیں اور یہی مذہب ہے حسن بصری اور ایک جماعت کا اور مدینے کے علماء کہتے ہیں کہ عید سے پہلے

کوئی نماز پڑھے اور نہ اس سے پیچھے پڑھے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں امام احمد رحمہ اللہ اور امام زہری رحمہ اللہ اور ابن جریج اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عید گاہ میں نفل پڑھنے منع ہیں اور مسجد میں ان کے دو قول ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ امام کو نہ پہلے نفل پڑھنے جائز ہیں اور نہ پیچھے اور مقتدی کو جائز ہیں اور بعض نے امام کے عدم جواز کو عید گاہ کے ساتھ قید کیا ہے یعنی گھر میں امام کو بھی جائز ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ امام عید گاہ میں نفل نہ پڑھے سو جوان کو جائز کہتا ہے وہ اس وجہ سے کہتا ہے کہ وہ مطلق نماز کا وقت ہے اور جو منع کرتا ہے تو اس وجہ سے کہ حضرت ﷺ نے ان کو نہیں پڑھا سو جس نے حضرت ﷺ کی پیروی کی اس نے راہ پائی پس حاصل یہ ہے کہ عید کی نماز سے پہلے اور پیچھے سنتیں ثابت نہیں اور مطلق نفل کی ممانعت کسی دلیل سے ثابت نہیں بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو یعنی عین دو پہر اور طلوع یا غروب کا وقت نہ ہو۔

وَقَالَ أَبُو الْمُعَلّٰى سَمِعْتُ سَعِيْدًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَرِهَ الصَّلَاةَ قَبْلَ الْعِيْدِ.

اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اُس نے عید سے پہلے نماز پڑھنے کو مکروہ جانا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے پہلا مسئلہ باب کا ثابت ہوا۔

٩٣٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَمَعَهٗ بِلَالٌ.

٨٣٥۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف نکلے سو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں ان سے پہلے اور پیچھے کوئی نماز نہ پڑھی اور آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کی نماز سے پہلے اور پیچھے نفل پڑھنے منع ہیں اس سے پہلے اور پیچھے کوئی نماز نہ پڑھے اور یہی مذہب ہے ایک جماعت صحابہ اور تابعین کا ترمذی نے کہا کہ یہی قول صحیح ہے۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اَبْوَابُ الْوِتْرِ — نماز وتر کے ابواب

### بَابُ مَا جَآءَ فِي الْوِتْرِ. — وتر کی نماز کا بیان۔

**فائدہ:** وتر میں کئی وجہ سے اختلاف ہے اول اس کے حکم میں اختلاف ہے سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر واجب ہیں اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے جو سنن میں مروی ہے کہ اللہ نے تمہارے واسطے ایک نماز زیادہ کی ہے یعنی نماز پنجگانہ پر پس پڑھو اس کو درمیان عشاء اور طلوع صبح صادق کے اور نیز ان کے قضا کرنے کا حکم آیا ہے جیسا کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وتر سے سو جائے یا بھول جائے تو چاہیے کہ پڑھے جب کہ اس کو یاد آئے حاکم نے کہا اسناد اس کی شرط شیخین پر ہے اور نیز ابوداؤد میں روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وتر حق ہیں جو وتر نہ پڑھے وہ ہم سے نہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے انکار سے آدمی کافر نہیں ہوتا اس لیے کہ خبر واحد سے ثابت ہیں لیکن فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ حدیث وجوب میں صریح نہیں اور اسی قسم کی ایک حدیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے اور اس کی سند ضعیف ہے اسی طرح الوتر حق کی حدیث بھی ضعیف ہے کہ ان کی سند میں ابو المنیب ضعیف راوی ہے اور برتقدیر ثبوت مدعی پر اس کا ثابت کرنا لازم ہے کہ حق کا معنی واجب کا ہے اور واجب اس کو کہتے ہیں جو خبر واحد سے ثابت ہو اور وتر کو قضا کر کے پڑھنے میں کوئی حدیث ثابت نہیں کما سیاتی اور نیز قضا وجوب کو مستلزم نہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پہلی سنتیں عصر کے بعد قضا کر کے پڑھیں حالانکہ وہ بالاجماع واجب نہیں اور شافعیہ اور مالکیہ اور حنبلیہ کہتے ہیں کہ وتر سنت ہیں واجب نہیں ان کی دلیل یہ آیت ہے ﴿وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ پس اگر وتر واجب ہوتے تو درمیانی نماز ثابت نہ ہوتی اور نیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف عامل کر کے بھیجا تو فرمایا کہ اللہ نے دن رات میں تم پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور نیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگلی آدمی کو فرمایا کہ سوائے نماز پنجگانہ کے اور کوئی فرض نہیں اور حنفیہ ان دلیلوں کا یہ جواب دیتے ہیں کہ وتر عشاء کے تابع ہیں اور نیز اعرابی کی حدیث میں حج کا ذکر نہیں اور نیز وتروں کا جواب آیت سے پیچھے ثابت ہوا ہے لیکن ان جوابوں سے وتروں کا فرض ہونا لازم آئے گا حالانکہ حنفیہ اس کے قائل نہیں۔

اور دوسرا عدد میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر تین رکعت ہیں نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ یعنی جب رات کے وقت چار یا چھ یا آٹھ یا دس رکعت نفل پڑھنے کے بعد اس کے وتر پڑھنے لگے تو تین رکعت جوڑ کر

پڑھے اس سے کم وبیش نہ کرے اور یہی مروی ہے بعض صحابہ اور تابعین سے اور یہی قول ہے فقہاء سبعہ کا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا اور جمہور علماء کے نزدیک وتر فقط ایک رکعت ہے کہ پہلے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرے پھر ایک رکعت علیحدہ پڑھے اور یہی مذہب ہے اکثر صحابہ اور تابعین کا عراقی نے کہا کہ جو لوگ فقط ایک ہی رکعت وتر پڑھتے تھے یہ ہیں خلفاء اربعہ اور سعد بن ابی وقاص اور معاذ بن جبل اور ابی بن کعب اور ابوموسیٰ اشعری اور ابودرداء اور حذیفہ اور عبداللہ بن مسعود اور ابن عمر اور ابن عباس اور معاویہ اور تمیم داری اور ابوایوب انصاری اور ابوہریرہ اور فضالہ بن عبید اور عبداللہ بن زبیر اور معاذ بن حارث اور سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اور عبداللہ بن عیاش اور حسن بصری اور ابن سیرین اور عطاء اور عقبہ اور زید اور نافع اور جابر بن زید اور زہری اور ربیعہ وغیرہ اور امام اوزاعی اور اسحاق اور ابوثور اور داؤد بن حزم رحمۃ اللہ علیہم انتہیٰ کذا فی نیل الاوطار. اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ فقط ایک رکعت وتر پڑھنا صحیح ہے اور یہی ہے مذہب ہمارا اور جمہور کا انتہیٰ۔ اور نیز جمہور علماء کے نزدیک وتر کا کوئی عدد معین نہیں بلکہ خواہ ایک رکعت پڑھے خواہ تین پڑھے خواہ پانچ یا سات یا نو یا گیارہ یا تیرہ پڑھے اور خواہ ان سب اعداد کو ایک سلام سے پڑھے یا کئی سلاموں کے ساتھ پڑھے ہر طور سے جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرے کذا قالہ النووی جمعا بین الاحادیث اور اگر کبھی فقط تین ہی وتر پڑھے تو اس طور سے پڑھے کہ پہلی دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرے پھر اٹھ کر ایک رکعت علیحدہ پڑھے اور اگر تینوں کو جوڑ کر پڑھے تو ان کے درمیان التحیات نہ پڑھے اخیر رکعت میں فقط ایک التحیات بیٹھ کر سلام پھیرے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ تین رکعت وتر معین ہیں نہ اس سے کم کرے اور نہ زیادہ پڑھے اور کہتے ہیں کہ تین وتروں کو دو التحیات سے پڑھے پہلی دو رکعت کے بعد التحیات پڑھ کر کھڑا ہو پھر اخیر التحیات پڑھ کر سلام پھیرے لیکن یہ قول حنفیہ کا صحیح حدیثوں کے صریح مخالف ہے اور جمہور علماء کے دلائل اس مسئلے میں بہت ہیں پہلی دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء اور فجر کے درمیان گیارہ رکعتیں نفل پڑھا کرتے تھے ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے تھے پھر ایک رکعت کے ساتھ وتر کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ کان یصلی عشر رکعات ویوتر بسجدۃ یعنی دس رکعتیں نفل پڑھتے اور ایک رکعت وتر پڑھتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ تیرہ رکعت نفل پڑھتے ان میں سے پانچ رکعتوں کے ساتھ وتر کرتے نہ بیٹھتے مگر ان کے اخیر میں اور ایک روایت میں ہے کہ پہلے آٹھ رکعتیں پڑھتے پھر وتر پڑھتے پھر دو رکعتیں پڑھتے پس یہ حدیث صریح ہے اس باب میں کہ وتر ایک رکعت بھی جائز ہے اور پانچ بھی جائز ہیں اس لیے کہ پہلی روایت میں لفظ کل رکعتیں صریحا موجود ہے کہ آپ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے تھے پس اخیر رکعت سے پہلے دو رکعتیں بھی اس میں داخل ہیں سو یہ نص ہے اس میں کہ وتر فقط ایک رکعت بھی جائز ہے ورنہ کل رکعتیں کہنا بالکل صحیح نہ ہوگا اور نیز اگر دو رکعت کے

ساتھ ملا کر پڑھنا فرض کیا جائے تو پھر اسی طرح چار یا چھ رکعتوں کے ساتھ ملانا بھی ممکن ہے اور یہ حنفیہ کے مخالف ہے اور طحاوی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ آپ نے ایک رکعت پہلے دو رکعتوں کے ساتھ ملا کر پڑھی اس لیے کہ بتیرا (یعنی ایک رکعت پوری نہ پڑھے) نماز کی ممانعت آ چکی ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ احتمال ہے کہ مراد بتیرہ سے وہ اکیلی رکعت ہے جس کے پہلے کوئی نماز نہ ہو اور وہ عام ہے خواہ وصل کے ساتھ ہو اور خواہ فصل کے ساتھ پس جس کے پہلے فصلی نماز ہو گی وہ بتیرا نہ ہو گی اور بعض کہتے ہیں کہ فصل پہلی دو رکعتوں کو وتر ہونے سے نکال دیتا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ وہ نیت سے اس میں داخل ہے اور نیز اس صورت میں چاہیے کہ گیارہ رکعتوں کو بھی ملا کر پڑھے تا کہ فصل ان کو وتر ہونے سے نہ نکال دے اور اسی طرح دوسری روایت میں بھی تین رکعت وتر مراد رکھنے ممکن نہیں اس لیے کہ اگر تین وتر مراد ہوتے تو یوں کہا جاتا **ویوتر بثلاث** یعنی تین وتر پڑھتے تھے جیسا کہ دوسری حدیث میں کہا ہے اور نیز چونکہ دس رکعتوں کو ایک لفظ میں جمع کر دیا تو گیارہ رکعتوں کو بھی ایک لفظ سے بیان کرنا ممکن تھا یعنی **احد عشر رکعات** کہا جاتا ہے اس لیے کہ جو احتمال اس میں پیدا ہوتا ہے وہ پہلے لفظ میں بھی موجود ہے اور نیز یہ لفظ اس سے مختصر ہے اور بلاغت کے موافق ہے اور نیز اگر اخیر رکعت پہلی دو کے ساتھ ملا کر پڑھنا فرض کیا جائے تو پھر اسی طرح چار یا چھ وغیرہ رکعتوں کے ساتھ ملا کر پڑھنے کا احتمال بھی باقی ہے حالانکہ وہ حنفیہ کے بالکل مخالف ہے اور اسی طرح تیسری روایت میں بھی پانچ رکعت کے وتر ہونے میں ایسی صریح ہے کہ تاویل کی اس میں مطلق گنجائش نہیں پس معلوم ہوا کہ تین وتر سے زیادہ اور کم وتر پڑھنے بھی جائز نہیں اور دوسری دلیل جمہور کی یہ حدیث ہے جو بخاری اور مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ **ثُمَّ صلی رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم اوتر** اس حدیث میں بھی تین وتر ایک سلام سے مراد لینے ممکن نہیں اس لیے کہ اگر تین وتر مراد ہوتے تو **ثم رکعتین ثم اوتر** کے بدلے **ثم اوتر بثلاث** کہا جاتا پس اس صورت میں یہ کلام بالکل لغو ہو جائے گی چہ جائیکہ بلاغت کے موافق ہو اور نیز اس میں ہر دو رکعت کے بعد ثم کا لفظ واقع ہوا ہے پس اگر اس میں ایک ثم سے اتصال مراد لیا جائے تو پھر سب میں اتصال ہی مراد رکھا جائے گا پس اب معنی اس حدیث کا یہ ہو جائے گا کہ تیرہ رکعت کو ایک سلام سے پڑھا حالانکہ یہ معنی اس حدیث کا بالاجماع نہیں اور نیز ثم تراخی اور مہلت پر دلالت کرتا ہے پس اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ آپ نے ایک رکعت وتر علیحدہ پڑھے پس ثابت ہوا کہ فقط ایک رکعت وتر پڑھنا بھی جائز ہے۔ اور تیسری دلیل جمہور کی یہ حدیث ہے جو بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہے سو جب کوئی فجر ہو جانے کا خوف کرے تو **صلی رکعة واحدة** یعنی فقط ایک رکعت وتر پڑھے کہ وہ طاق کر دے گی اس نماز کو جو پہلے پڑھ چکا ہے سو اس حدیث میں بھی تین رکعت وتر مراد لینے صحیح نہیں اس لیے کہ اگر تین وتر مراد ہوتے تو **اوتر بثلاث** کہا جاتا اور اس صورت میں **صلی رکعة واحدة** کہنا بالکل لغو ہے اور

نیز اس حدیث میں یہ آیا ہے کہ یہ رکعت پہلی سب نماز کو وتر کر دے گی سو اگر تین رکعت ہی وتر کے ہوتے تو پھر سب نماز کو وتر کر دینے کا کیا معنی ہوا اور اگر سب نماز کو وتر کہنا صحیح ہے تو پھر فقط تین رکعت وتر کی تعیین کا کیا معنی ہوا پس ثابت ہوا کہ ایک رکعت وتر پڑھنا بھی جائز ہے اور چوتھی دلیل جمہور کی یہ حدیث ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری میں روایت ہے کہ وہ دو رکعتوں اور ایک رکعت کے درمیان سلام پھیرتے تھے یہاں تک کہ اپنے کسی کام کا حکم کرتے اور اس سے زیادہ تر صریح یہ حدیث ہے جو طحاوی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اُس نے دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیری پھر اپنے غلام سے کہا کہ کوچ کر پھر کھڑے ہوئے اور فقط ایک رکعت پڑھی یعنی تین رکعت کو دو سلام سے پڑھا پھر خبر دی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے اور اسناد اس کی قوی ہے پس ثابت ہوا کہ ایک رکعت وتر پڑھنا جائز ہے فتح الباری میں لکھا ہے کہ طحاوی نے اس حدیث میں سلام سے وہ سلام مراد لیا ہے جو التحیات میں **السلام علیك ايها النبی** کہا جاتا ہے اور اس تاویل کا بعید از عقل ہونا ظاہر ہے۔ پانچویں دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو کہ حاکم اور محمد بن نصر وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین وتر نہ پڑھو مغرب کی نماز سے مشابہت نہ کرو اور اسناد اس کی شیخین کی شرط پر ہے اور صحیح کہا ہے اس کو حاکم اور عراقی وغیرہ نے اور چھٹی دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو ابن حبان اور حاکم وغیرہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ وتر سات ہیں یا پانچ ہیں اور میں تین بتیرا کو مکروہ رکھتی ہوں اور کہا عراقی نے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور ساتویں دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وتر سات ہیں یا پانچ ہیں اور میں تین بتیرا درست نہیں رکھتا۔ اور آٹھویں دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو میمونہ رضی اللہ عنہا سے نسائی میں روایت ہے کہ وتر سات ہیں یا پانچ ہیں تین نہیں۔ اور نویں دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو کہ نسائی نے سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کسی نے اس سے تین وتر پڑھنے کا سوال کیا سو اس نے تین وتر کو مکروہ جانا اور کہا کہ نفلوں کو فرضوں کے مشابہ نہ کرو۔ اور دسویں دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو کہ ابوداؤد اور نسائی میں ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وتر حق ہیں سو جو کوئی چاہے پانچ پڑھے اور جو کوئی چاہے تین پڑھے اور جو چاہے ایک پڑھے اور صحیح کہا ہے اس کو ابن حبان اور حاکم نے پس اس حدیث میں بھی تاویل کی مطلق گنجائش نہیں کہ تین عدد آپس میں ایک دوسرے کے مقابل واقع ہوئے ہیں اور اگر کوئی کہے کہ اس میں تین وتر کا بھی ثبوت موجود ہے تو اس کا جواب آئندہ آئے گا، **فانتظره**۔ اور گیارہویں دلیل ان کی یہ حدیث ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے فقط ایک رکعت وتر پڑھے اس کے سوا اور کچھ نہ پڑھا **اخرجه محمد بن نصر وغيره باسناد صحيح**۔ اور بارہویں دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو کہ کتاب المغازی میں آئندہ آئے گی کہ سعد رضی اللہ عنہ نے فقط ایک رکعت وتر پڑھی۔ اور تیرہویں دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو کہ مناقب میں آئندہ آئے گی کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے فقط ایک رکعت وتر پڑھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو صواب کہا۔ اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس میں رد ہے ابن تین پر کہ

فقہا نے معاویہ کے فعل پر عمل نہیں کیا۔ اور چودھویں دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نو رکعت وتر پڑھتے تھے یعنی پہلے آٹھ رکعتیں پڑھتے او رالتحیات بیٹھتے مگر آٹھویں پر التحیات پڑھ کر اٹھ کھڑے ہوتے اور سلام نہ پھیرتے پھر نویں رکعت پڑھ کر التحیات بیٹھتے اور سلام پھیرتے اور جب آپ کا بدن بھاری ہوگیا تو سات وتر ایک سلام سے پڑھتے۔ اور پندرھویں دلیل یہ ہے جو کہ قاسم سے بخاری میں روایت ہے کہ جب سے ہم نے ہوش سنبھالی تب سے ہم نے لوگوں کو تین وتر پڑھتے پایا اور تحقیق وتر ہر طور سے جائز ہیں یعنی خواہ ایک رکعت پڑھے اور خواہ تین رکعت پڑھے خواہ زیادہ پڑھے کسی میں گناہ نہیں اور اسی قسم کی اور بھی بہت حدیثیں ہیں جو سنن وغیرہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں پس ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ تین وتر کی تعیین قطعا باطل ہے مختلف حالات میں مختلف طور سے پڑھا کرے اور حنفیہ جو تین وتر کو دو التحیات اور ایک سلام سے معین رکھتے ہیں تو وہ اس باب میں کئی دلائل پیش کرتے ہیں بڑی بھاری قوی دلیل ان کی یہ ہے کہ تین وتر موصول کے جائز ہونے پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے اور اس کے سوا اور عددوں میں اختلاف ہے پس اس کے ساتھ عمل کرنا بہتر ہے سو جواب اس کا کئی وجہ سے پہلی وجہ یہ ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ سے تین وتر کا ناجائز ہونا ثابت ہو چکا ہے، کما مر اور بہت احادیث صحیحہ سے بھی ان کی ممانعت آ چکی ہے پس دعویٰ اجماع باطل ہوا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ معلوم نہیں کہ یہ اجماع کن لوگوں کا ہے اور کس زمانے میں ہوا اس بات کا پتہ دینا لازم ہے اور شروط اجماع کے بیان کرنے ضروری ہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اجماع کے واسطے خبر احاد کی طرح سلسلہ سند کا ہونا ضروری ہے چنانچہ توضیح میں لکھا ہے **اما الناقل فما ذکرنا فی السنة** پس اب مدعی کو لازم ہے کہ اس اجماع کا سلسلہ سند بیان کرے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ جو اجماع کہ بطریق احاد منقول ہو وہ اکثر اہل اصول کے نزدیک حجت نہیں چنانچہ منہاج اسنوی میں لکھا ہے **وذهب الاکثر الی انه لیس بحجة** انتہیٰ۔ پانچویں وجہ یہ کہ اس اجماع سے تین وتروں کا دو التحیات اور ایک سلام سے پڑھنا ثابت نہیں ہوتا احتمال ہے کہ اجماع ان تین وتروں پر ہوا ہو جن میں فقط ایک ہی التحیات ہے اور نیز اس میں یہ بھی مذکور نہیں کہ وہ تین وتر دو سلام سے ہیں یا ایک سلام سے پس یہ بھی احتمال ہے کہ مجمع علیہ وتر دو سلام سے ہوں نہ ایک سلام سے جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ یہ اختلاف فقط تعیین اور تخصیص میں ہے جواز میں نہیں پس اس اجماع سے تین وتر کی تعیین ثابت نہیں ہوسکتی ہے۔ ساتویں وجہ یہ ہے کہ یہ اجماع فقط جواز پر ہے وجوب پر نہیں پس غایت درجہ اس سے تین وتر کا جواز ثابت ہوگا اور یہ جواز اور عددوں کے جواز کو منع نہیں کرسکتا بلکہ غیر کے استحباب کو بھی منع نہیں کرسکتا۔ آٹھویں وجہ یہ ہے کہ اگر بفرض محال سب کو تسلیم کیا جائے تو فقط اس سے جواز ثابت ہوگا سو کہا جائے گا کہ کبھی کبھی بعض اوقات میں تین وتر بھی جائز ہیں غیر کی نفی اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی ہے اور بعض دشمن عقل ونقل کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو

اوپر گزر چکی ہے کہ تین رکعت وتر نہ پڑھو...... الخ سو یہ حدیث اجماع کے مخالف ہے پس مردود ہوگی سو یہ قول ان بعض کا مردود ہے ان کے منہ پر اس واسطے کہ یہ خیالی اجماع باطل ہے اور مردود ہے پہلی سات وجہ سے جیسا کہ ابھی گزرا پس اس حدیث کو رد کرنا بناء فاسد علی الفاسد ہے اور نیز یہ محرم ہے اور اجماع سے فقط جواز ثابت ہوتا ہے اور وقت تعارض کے محرم کو ترجیح ہوتی ہے مبیح پر پس اس حدیث کو ترجیح ہوگی اور نیز تطبیق بھی ممکن ہے کہ مراد اس حدیث سے وہ وتر ہوں جس میں دو التحیات اور ایک سلام ہے اور مجمع علیہ وتر سے وہ وتر مراد ہوں جس میں فقط ایک ہی التحیات اور ایک ہی سلام ہے اور بعض متعصب کہتے ہیں کہ پانچ یا سات یا نو وغیرہ وتر پڑھنے پہلے اسلام میں تھے پھر بعد اس کے یہ حکم منسوخ ہوگیا اور تین وتر پر امر قرار پایا سو جواب اس کا یہ ہے کہ نسخ بغیر شرائط کے ثابت نہیں ہوسکتا ہے جیسا کہ بیان اس کا تیسرے پارے میں ہو چکا ہے پس مدعی نسخ کو لازم ہے کہ شرائط نسخ کے بیان کرے ورنہ بغیر اس کے دعویٰ نسخ زبان پر لانا ہرگز جائز نہیں اور نیز یہاں اصل ناسخ کا بھی کوئی پتہ نہیں محض کوئی فرضی ناسخ ہے جس کا وجود عالم امکان میں مفقود ہے پس مدعی پر اس کا بیان کرنا لازم ہے اور نیز مسلم میں روایت ہے کہ سعد بن ہشام نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وتر کا مسئلہ پوچھا سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تمام روئے زمین کے لوگوں سے عائشہ رضی اللہ عنہا وتر کا حال بہت جانتی ہیں تو اس کے پاس جا سو سعد بن ہشام عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور اس سے وتر کا مسئلہ پوچھا سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اول عمر میں گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور اخیر عمر میں جب آپ کا بدن بھاری ہوگیا تو نو رکعتیں پڑھا کرتے تھے پس یہ حدیث صریح ہے اس باب میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اخیر عمر میں نو رکعتیں وتر پڑھتے تھے پھر تین وتر پر امر کب قرار پایا اور نیز اگر تین وتر پر امر قرار پا جاتا تو پھر عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو ضرور بیان کرتیں اور نیز جمہور صحابہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فقط ایک رکعت وتر پڑھتے رہے جیسا کہ مفصل طور سے اوپر مذکور ہو چکا ہے بلکہ تین وتر کا پڑھنا دو تین اصحاب کے سوا اور کسی سے ثابت نہیں اور اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق اور اوزاعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جمہور علماء اور مجتہدین کے نزدیک بھی ایک رکعت وتر پڑھنا جائز ہے پس اگر تین وتر پر امر قرار پا جاتا تو پھر جمہور صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین ایک رکعت کو جائز نہ رکھتے اور نیز اس امر مقرر پر مجتہدین کو اطلاع ہونی ضروری تھی کہ ناسخ اور منسوخ کو جاننا مجتہد ہونے کی شرط ہے پھر کیا اندھیرا ہے کہ جمہور صحابہ اور ائمہ مجتہدین کو اس کے منسوخ ہونے کی اطلاع نہ ہوئی اور پھر وہ مجتہد کیسے بن گئے اور نیز جائز ہے کہ اس کے برعکس دعویٰ کیا جائے اس لیے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے برخلاف ثابت ہو چکا ہے جیسا کہ ابھی گزرا پس یہ دعویٰ نسخ منعکس ہے مدعی پر **فما هو جوابكم فهو جوابنا** اور نیز جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک رکعت وتر پڑھے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو صواب جانا پس اگر تین وتر پر امر قرار پایا ہوتا تو پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کو صواب نہ کہتے اور بعض حنفی یہ دلیل پیش کرتے ہیں جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ فقط ایک رکعت پڑھنی کافی نہیں سو جواب اس کا

کئی وجہ سے ہے پہلی وجہ یہ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے انہ لیس ثابت عنہ پس استدلال اس سے صحیح نہیں۔ دوسری وجہ اگر فرضاً ثابت بھی ہو تو اس کو فرضوں پر محمول کیا جائے گا اس واسطے کہ کہتے ہیں کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حالت خوف میں چار فرضوں کے بدلے فقط ایک رکعت کافی ہے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے رد کے واسطے یہ کلام کہی یعنی ایک رکعت کبھی کافی نہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر پڑھے اور چونکہ یہ قول صحیح ہے اور پہلا ضعیف ہے اس لیے اس کو ترجیح دی جائے گی۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ جمہور صحابہ اور تابعین وغیرہ سے ایک رکعت وتر کا جائز ہونا اوپر ثابت ہو چکا ہے پھر اتنے صحابہ کے مقابلے میں ایک ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ اور نیز جب کہ احادیث صحیحہ سے ایک وتر کا پڑھنا ثابت ہو چکا ہے کما مر تو پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول کس گنتی میں شمار ہے اور بعض حنفی تین وتر ہونے پر فقہاء سبعہ کا قول جو نقل کرتے ہیں سو وہ بھی اس قدر احادیث اور اقوال صحابہ وغیرہ کے مقابلے میں قابل حجت نہیں۔ اور نیز اس کی اسناد میں عمرو بن عبید ہے اور شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج میں لکھا ہے کہ یہ راوی متروک ہے اس کے قول کا کچھ اعتبار نہیں اور جو کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ بعض اصحاب سے وتر کو مثل نماز مغرب کی ٹھہرانا منقول ہے تو وہ بھی ثابت نہیں پس مدعی کو لازم ہے کہ اس کی سند نقل کر کے توثیق بیان کرے اور اس کی صحت کو ثابت کرے اور نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک رکعت وتر کا پڑھنا بھی ثابت ہو چکا ہے کہ امر پس ایک قول سے استدلال کرنا اور دوسرے کو ترک کرنا جائز نہیں اور اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے جو تین وتر کا پڑھنا منقول ہے تو وہ بھی ثابت نہیں اور نیز جس صحابی سے تین وتر پڑھنا منقول ہے اسی سے ایک رکعت کا پڑھنا بھی ثابت ہو چکا ہے فقط انس رضی اللہ عنہ کا قول اختلاف سے سالم ہے سو احتمال ہے کہ نہی کی حدیث اس کو نہ پہنچی ہو اور بعض حنفی اس کے سوا اور بھی کئی حدیثیں پیش کرتے ہیں جو تین وتر پر دلالت کرتی ہیں سو جواب ان سب کا یہ ہے جو کہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد بن نصر نے کہا کہ میں نے ایسی کوئی حدیث صحیح نہیں پائی جو صریح ہو اس میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعت وتر دو التحیات سے پڑھے ہوں بلکہ اس کے برخلاف آپ سے ثابت ہو چکا ہے جیسا کہ حاکم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت پڑھتے تھے نہیں بیٹھتے تھے مگر ان کے اخیر میں یعنی فقط ایک التحیات سے تین وتر پڑھتے تھے اور اسی طرح ایوب اور طاؤس سے بھی روایت آئی ہے کہ وہ تین وتر ایک التحیات سے پڑھتے تھے پس ان حدیثوں سے تین وتر ہونے پر استدلال کرنا باطل ہے اور جن حدیثوں میں وتروں کو مغرب سے مشابہت کرنے کی ممانعت آئی ہے تو ان سے مراد دو التحیات کے ساتھ پڑھنا ہے پس ان میں کوئی تعارض نہیں اب رہا قول ابو العالیہ کا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہم کو مغرب کی نماز کی طرح تین وتر سکھلایا کرتے تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ

اول تو یہ قول ثابت نہیں پس ثبوت اس کا مدعی کے ذمے ہے۔ دوم یہ کہ وتروں کو مغرب کی نماز کے مشابہ کرنا بہت حدیثوں سے منع ہو چکا ہے اور نیز جمہور صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین سے ایک رکعت وتر کا جائز ہونا ثابت ہو چکا ہے کما مر بیانه مفصلاً پس ابو العالیہ کا تین وتر کو سب صحابہ کی طرف نسبت کرنا قطعاً غلط اور مردود ہے پس ضروری ہے کہ مراد اس سے بعض اصحاب ہوں اور نیز جن اصحاب سے تین تین وتر کا پڑھنا یا سکھانا منقول ہے انہیں سے ایک رکعت وتر کا پڑھنا یا جائز رکھنا بھی ثابت ہو چکا ہے سوائے انس رضی اللہ عنہ کے اور کسی کا قول نہیں جس سے اس کا برخلاف ثابت نہ ہوا ہو پس ثابت ہوا کہ یہ قول ابو العالیہ کا صحیح نہیں اور قاسم کے قول کا بھی یہی جواب ہے باوجودیکہ اُس نے ہر طور سے وتر پڑھنے کو جائز رکھا ہے اور سب کو واسع اور فراخ بتلایا ہے پس حاصل اس مسئلے کا یہ ہے کہ وتر کا کوئی خاص عدد معین نہیں خواہ ایک پڑھے خواہ تین پڑھے خواہ پانچ یا سات یا نو یا گیارہ وغیرہ پڑھے اور خواہ سب کو ایک سلام سے پڑھے یا کئی سلام سے پڑھے ہر طور سے جائز ہے، واللہ اعلم۔

٩٣٦ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى.

٩٣٦۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کا مسئلہ پوچھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہے سو جب کوئی فجر ہونے سے ڈرے تو ایک رکعت وتر پڑھے کہ وہ طاق کر دے گی اُس نماز کو جو پڑھ چکا ہے۔

**فائدہ:** ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ دو دو رکعتوں کا کیا معنی ہے اُس نے کہا کہ دو رکعتوں پر سلام پھیرے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کے نفلوں میں ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرنی معین ہے لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ افضل ہے واجب نہیں پس یہ حدیث ان کے نزدیک افضلیت پر محمول ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے برخلاف بھی ثابت ہو چکا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وصل اور فصل دونوں برابر ہوں اور فصل کرنے کا آپ نے اس واسطے ارشاد فرمایا کہ دو رکعتوں پر سلام پھیرنے میں نمازی کو بہت تخفیف ہے اور اگر کوئی ضروری امر پیش آجائے تو آدمی جلدی فارغ ہو سکتا ہے بخلاف چار اور زیادہ کے کہ اس میں اتنی تخفیف نہیں لیکن دو دو رکعتوں میں سلام سے فصل کرنا افضل ہے کہ اس کی حدیثیں بہت صحیح ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر کا وقت صبح صادق ہو جانے کے بعد باقی نہیں رہتا ہے اور اس سے زیادہ صریح وہ حدیث ہے جو ابوداؤد اور نسائی وغیرہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب فجر ہو جائے تو رات کی نماز اور وتروں کا وقت گیا اور صحیح ابن خزیمہ میں

ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس کو فجر نے پایا اس کے وتر درست نہیں لیکن یہ محمول ہے اس پر جو جان کر قضا کرے اور یا یہ معنی ہے کہ اس کے وتر ادا نہیں ہوتے اس لیے کہ ابوداؤد میں اسی سے یہ بھی روایت آ چکی ہے کہ جو شخص وتر کو بھول جائے تو چاہیے کہ اس کو پڑھے جب یاد کرے اور ابن منذر نے ایک جماعت سلف سے حکایت کی ہے کہ وتروں کا اختیاری وقت صبح صادق تک باقی رہتا ہے اور ضرورت کا وقت صبح کی نماز تک باقی رہتا ہے اور اسی مذہب کو حکایت کیا ہے قرطبی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اول وقت وتروں کا عشاء کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے اور اخیر وقت اس کا صبح صادق تک ہے اور ابن قدامہ نے کہا کہ وتر کو صبح تک عمدًا تاخیر کرنا لائق نہیں اور اس مسئلے میں بھی علماء سلف کو اختلاف ہے کہ وتروں کی قضا ہے یا نہیں سو اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ وتروں کی قضا نہیں اور محمد بن نصر نے کہا کہ میں نے کسی حدیث میں یہ مسئلہ نہیں پایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وتروں کو قضا کیا ہو یا قضا کا حکم دیا ہو جس نے یہ گمان کیا کہ فجر کی نماز کے قضا ہو جانے کے دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وتروں کو قضا کر کے پڑھا تھا تو اس نے خطا کی اور عطاء اور اوزاعی وغیرہ کہتے ہیں کہ بعد سورج نکلنے کے وتروں کو قضا کرے اور یہی ایک قول ہے شافعیہ کا اور دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی بیماری اور درد وغیرہ کے سبب سے رات کو سو جاتے اور وتر نہ پڑھتے تو دن کو بارہ رکعتیں پڑھ لیتے اور نیز دلیل ان کی وہ حدیث ہے جو ابوسعید رضی اللہ عنہ سے ابھی گزر چکی ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وتروں کے بعد کوئی نماز درست نہیں اور اس جگہ سلف کو دو مسئلوں میں اختلاف ہے پہلا اختلاف اس میں ہے کہ وتروں کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھنے جائز ہیں یا نہیں سو بعض اہل علم کہتے ہیں کہ جائز ہیں اس لیے کہ مسلم میں ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے اور جس حدیث میں یہ حکم آیا ہے کہ رات کی نماز میں پچھلی نماز کو وتر کرو تو وہ حدیث ان کے نزدیک محمول ہے اس کے حق میں جو پچھلی رات کو وتر پڑھے اور اکثر علماء کہتے ہیں کہ وتروں کے بعد نفل پڑھنے درست نہیں ان کے نزدیک حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو مذکور ہو چکی ہے محمول ہے اس پر کہ وہ دو رکعت نفل نہیں تھے بلکہ فجر کی سنتیں تھیں اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل بیان جواز کے واسطے کیا ہے یعنی اگر کوئی کبھی کبھی پڑھ لے تو جائز ہے بلکہ اور نماز بھی جتنی چاہے پڑھے وتر مانع نہیں اور یہی مذہب ہے اوزاعی اور احمد کا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی صحت سے انکار کیا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نہ پڑھتا ہوں اور نہ کسی کو منع کرتا ہوں اور بعض نے کہا کہ یہ دو رکعت وتر کی سنت ہے جیسا کہ مغرب کی ہے لیکن اس صورت میں یہ حدیث استحباب پر محمول ہوگی نہ وجوب پر اور دوسرا اختلاف اس میں ہے کہ اگر کوئی شخص وتر پڑھ چکے پھر بعد اس کے اور نفل پڑھنے کا ارادہ کرے تو کیا پہلا وتر پڑھا ہوا اس کو کافی ہو جاتا ہے یا کہ ایک رکعت اور پڑھ کر پہلے وتر کو جفت کر لے پھر بعد اس کے نفل پڑھ لے پھر وتر پڑھے

سو اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ پہلے وتر کو نہ توڑے اور جس قدر نفل چاہے پڑھے پہلا وتر اس کو کافی ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ دو وتر ایک رات میں نہیں اور بعضوں نے کہا کہ پہلے وتر کو توڑ ڈالے یعنی ایک رکعت اور پڑھ کر اس کو جفت کر لے پھر بعد اس کے جس قدر نفل چاہے پڑھے اس واسطے کہ محمد بن نصر نے روایت کیا ہے کہ کسی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مسئلہ پوچھا سو اُس نے کہا کہ میں تو دو دو رکعتیں نفل پڑھتا ہوں سو جب فارغ ہونا چاہتا ہوں تو ایک رکعت پڑھتا ہوں پھر کسی نے کہا کہ بھلا بتلاؤ تو اگر میں سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں پھر رات کو نفل پڑھنے کو کھڑا ہوں اور پہلے وتر کو جفت کرلوں تو اس کا کیا حکم ہے سو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کا کوئی ڈر نہیں اور اصل یہ ہے کہ دونوں طور سے جائز ہے۔

وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوِتْرِ حَتّٰى يَأْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ وتر کی ایک رکعت اور دو رکعتوں کے درمیان سلام کہا کرتے تھے یہاں تک کہ اپنا کوئی کام غلام کو بتلاتے۔

**فائدہ:** تیسیر القاری میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موقوف پہلی حدیث مرفوع کی مبین ہو سکتی ہے یعنی مراد اس سے یہ ہے کہ ایک رکعت وتر کو علیحدہ پڑھتے تھے دو کے ساتھ ملا کر نہیں پڑھتے تھے پس ابن الہمام کا احتمال باطل ہوا۔

۹۳۷ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ وِسَادَةٍ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُوْلِهَا فَنَامَ حَتّٰى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَرِيْبًا مِنْهُ فَاسْتَيْقَظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَرَأَ عَشْرَ اٰيَاتٍ مِنْ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَصَنَعْتُ مِثْلَهُ فَقُمْتُ إِلٰى جَنْبِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَأْسِيْ وَأَخَذَ بِأُذُنِيْ يَفْتِلُهَا ثُمَّ صَلّٰى

۹۳۷۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رات کاٹی اور وہ میری خالہ تھی سو میں گدیلے (گدے) کی چوڑائی میں لیٹ گیا اور حضرت ﷺ اور آپ کی بی بی اس کے لمبائی میں لیٹ گئے اور سو گئے یہاں تک کہ آدھی رات یا اس کے قریب گزر گئی سو آپ جاگے اور نیند کو اپنے منہ سے ملتے تھے یعنی ہاتھ سے اپنے منہ اور آنکھوں کو ملتے تھے تا کہ نیند کا غلبہ دور ہو جائے پھر آپ نے سورہ آل عمران کی اخیر دس آیتیں پڑھیں یعنی آمن الرسول سے آخر تک پھر ایک مشک لٹکی ہوئی کی طرف کھڑے ہوئے سو اس سے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا یعنی تمام سنتوں اور مستحبات کو ادا کیا پھر نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے (سو میں بھی کھڑا ہوا) اور آپ کی طرح وضو کیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہوا سو آپ نے اپنے ہاتھ کو میرے سر پر رکھا اور میرے کان کو پکڑ کر مروڑا

رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَآءَ هُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر ایک رکعت وتر پڑھا پھر لیٹ گئے یہاں تک کہ مؤذن آپ کے پاس آیا یعنی نماز فجر کی اطلاع دینے کو پس آپ کھڑے ہوئے پس دو رکعتیں پڑھیں پھر آپ گھر سے تشریف لائے اور صبح کی نماز پڑھی۔

**فائدہ:** یہ حدیث پہلے بھی کئی بار گزر چکی ہے اور اس حدیث میں تیرہ رکعت کا ذکر ہے اور دوسری روایتوں میں گیارہ رکعتوں کا ذکر ہے سو جس نے تیرہ رکعت کا ذکر کیا ہے اس نے فجر کی دوسنتوں کو بھی اس میں داخل کیا ہے یا مراد اس سے عشاء کی دوسنتیں ہیں پس ان روایتوں میں کچھ اختلاف نہیں اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ بنی ہاشم کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے اس لیے کہ اس حدیث کے ایک طریق میں اتنا لفظ زیادہ آیا ہے کہ حضرت ﷺ نے عباس رضی اللہ عنہما کو صدقہ سے اونٹ دیے تھے اور ایک یہ کہ وعدے پر تقاضا کرنا جائز ہے اور ایک یہ کہ چھوٹے بچے اور اپنے قریبی مہمان کے ساتھ الفت کرنی چاہیے اور محبت اور حسن اخلاق سے پیش آنا چاہیے کہ حضرت ﷺ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بہت الفت اور محبت سے پیش آئے اور ایک یہ کہ کم عمر لڑکے کو محرمہ عورت کے پاس رات رہنا جائز ہے گو اس کا خاوند بھی اس کے پاس موجود ہو اور یہ کہ حیض والی کے ساتھ مل کر سونا جائز ہے اور ایک یہ کہ لڑکے نابالغ کی نماز صحیح ہے اور یہ کہ انست دلانے اور جگانے کے واسطے کان مروڑنا جائز ہے کہ حضرت ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کان مروڑا تا کہ اس کو اندھیرے میں ڈر نہ آئے اور سو نہ جائے اور ایک یہ کہ عشاء اور مغرب کے درمیان نفل پڑھنے جائز ہیں اور ایک یہ کہ رات کی نماز کی بڑی فضیلت ہے خاص کر دوسرے نصف میں تو بہت ہی ثواب ہے اور یہ کہ ہر وضو اور ہر نماز کے پہلے مسواک کرنی مستحب ہے اور جب نیند سے اٹھے تو آل عمران کی اخیر کی آیتیں پڑھے اور یہ کہ اگر پیالے وغیرہ کسی چھوٹے برتن میں پانی ہو تو اس سے چلو کے ساتھ پانی لینا جائز ہے اس لیے کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے مشک سے پیالے میں پانی ڈالا پھر اس سے چلو کے ساتھ وضو کیا اور مستحب ہے کہ وضو میں پانی کم خرچ کرے اور ایک یہ کہ مسجد کے واسطے کوئی مؤذن دائمی مقرر کرنا جائز ہے اور یہ کہ اگر مؤذن اذان کے بعد امام کو نماز کی اطلاع دے تو جائز ہے اور ایک یہ کہ نفلوں کی جماعت کرنی جائز ہے اور جو شخص تکبیر تحریمہ کے وقت امامت کی نیت نہ کرے تو اس کے پیچھے اقتداء کرنی جائز ہے اور یہ کہ بے وضو قرآن پڑھنا جائز ہے اور اس پر سب مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے اور یہ کہ اگر مقتدی فقط ایک ہی ہو تو امام کے دائیں طرف کھڑا ہو اور اگر بائیں طرف کھڑا ہو گیا ہو تو پھر دائیں طرف پھر جائے اور اگر خود دائیں طرف نہ پھرے تو امام اس کو دائیں

طرف پھیر لے اور یہ کہ تھوڑے کام سے نماز باطل نہیں ہوتی اور یہ کہ محرم کے ہوتے اپنی بیوی کے ساتھ مل کر سونا جائز ہے حیا کے مخالف نہیں اگرچہ وہ محرم خوب تمیز رکھتا ہو اور یہ کہ سورہ آل عمران پڑھنی جائز ہے اور بعض اس کو مکروہ کہتے ہیں اور سب مسئلے اس حدیث کے کل طریقوں میں موجود ہیں اور اس حدیث سے وتروں کا پڑھنا ثابت ہوا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے ۔ واللہ اعلم

٩٣٨ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا أَرَدْتَّ أَنْ تَنْصَرِفَ فَارْكَعْ رَكْعَةً تُوْتِرُ لَكَ مَا صَلَّيْتَ قَالَ الْقَاسِمُ وَرَأَيْنَا أُنَاسًا مُنْذُ أَدْرَكْنَا يُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ وَّإِنَّ كُلًّا لَوَاسِعٌ أَرْجُوْ أَنْ لَّا يَكُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْهُ بَأْسٌ.

٩٣٨ ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں سو جب تو نماز سے فارغ ہونا چاہے تو ایک رکعت پڑھ کہ وہ طاق کر دے گی تیری اس نماز کو جو تو پہلے پڑھ چکا ہے ۔ قاسم نے کہا کہ جب سے ہم نے ہوش سنبھالی یعنی بالغ ہوئے تب سے ہم نے لوگوں کو تین وتر پڑھتے دیکھا اور وتر ہر طور سے جائز ہیں یعنی خواہ ایک وتر پڑھے خواہ تین پڑھے خواہ زیادہ پڑھے ہر طرح سے درست ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ کسی چیز میں اس سے گناہ نہیں ہوگا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت وتر پڑھنا ہر شخص کو جائز ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے اس کو فارغ ہونے کے ارادے پر موقوف رکھا ہے سو جو شخص نماز سے فارغ ہونا چاہے اس کو ایک رکعت وتر پڑھنی جائز ہوگی پس عموم اس حدیث سے رد ہو گیا قول اس شخص کا جو کہتا ہے کہ ایک رکعت وتر پڑھنا فقط اسی شخص کو جائز ہے جو صبح صادق ہو جانے کا خوف کرتا ہو اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ظاہر ہے فصل میں اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو ابھی آتی ہے فصل اور وصل دونوں کی محتمل ہے سو ان دونوں میں تعارض نہیں اس لیے کہ قاسم نے بیان کر دیا کہ دونوں امر جائز ہیں۔

٩٣٩ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً كَانَتْ تِلْكَ صَلَاتَهُ تَعْنِيْ بِاللَّيْلِ فَيَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ

٩٣٩ ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ گیارہ رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے یہ آپ کی رات کی نماز تھی سو آپ اس سے ایک سجدہ میں اتنی دیر کرتے تھے جتنے میں کوئی پچاس آیتیں پڑھ سکے سر اٹھانے سے پہلے یعنی سجدہ میں بہت طول کرتے تھے اور دو رکعتیں فجر کی نماز سے پہلے پڑھتے پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن نماز

أَحَدُكُمْ خَمْسِينَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلصَّلَاةِ.

فجر کی اطلاع دینے کو آپ کے پاس آتا۔

بَابُ سَاعَاتِ الْوِتْرِ.

نماز وتر کے وقتوں کا بیان۔

**فائدہ:** حاصل اس باب کا یہ ہے کہ تمام رات وتر کا وقت ہے نماز عشاء اور صبح صادق کے درمیان جس وقت وتر پڑھے جائز ہیں اور سب علماء کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ وتر کے وقت کی ابتداء عشاء کی نماز سے بعد ہے جب کہ سفیدی غائب ہو جائے لیکن بعض نے مطلق یہ کہہ دیا ہے کہ نماز عشاء اور وتر کا ایک وقت ہے اور عشاء کی ابتداء جمہور کے نزدیک اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب کہ دن کی سرخی غائب ہو جائے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس وقت سے ہوتی ہے جب کہ سفیدی غائب ہو جائے اور انتہاء وقت وتر کا جمہور کے نزدیک طلوع صبح صادق تک ہے اور بعضوں نے کہا کہ اخیر وقت اس کا نماز فجر تک باقی رہتا ہے۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَوْصَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوِتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت فرمائی یعنی پہلی رات میں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر کو عشاء کے ساتھ پڑھنا چاہیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت کی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی آئندہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پچھلی رات میں وتر پڑھتے تھے سو ان دونوں میں تعارض نہیں اس لیے کہ پہلی حدیث اس شخص کے واسطے ہے جو پچھلی رات نہ اٹھ سکے پس اس کو احتیاط کے واسطے یہی حکم ہے تا کہ وتر فوت نہ ہو جائیں اور دوسری حدیث اس کے حق میں ہے جو کہ پچھلی رات اٹھنے کی امید رکھتا ہو جیسا کہ صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو پچھلی رات اٹھنے کی امید رکھتا ہو سو چاہیے کہ پچھلی رات میں اٹھ کر وتر پڑھے کہ وہ افضل ہے اور اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو پچھلی رات نہ اٹھنے کا خوف کرے سو چاہیے کہ وہ پہلی رات میں وتر پڑھے پس معلوم ہوا کہ پہلی رات میں بھی وتر پڑھنے جائز ہیں اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی باب سے۔

٩٤٠ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ أَرَأَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ

٩٤٠۔ حضرت انس بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ بھلا بتلاؤ تو کہ میں صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتوں میں قرأت لمبی پڑھوں یا نہیں اس نے کہا کہ

صَلَاةِ الْغَدَاةِ أُطِيْلُ فِيهِمَا الْقِرَآءَةَ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ وَّيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَكَأَنَّ الْأَذَانَ بِأُذُنَيْهِ قَالَ حَمَّادٌ أَيْ سُرْعَةً.

حضرت ﷺ رات میں دو دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے پھر ایک رکعت وتر پڑھتے اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں سنت پڑھتے گویا کہ تکبیر کی آواز آپ کے کان میں ہے یعنی ان میں ایسی جلدی کرتے تھے جیسا کہ کوئی شخص تکبیر کی آواز سن کر نماز کی طرف جلدی آتا ہے اس خوف سے کہ اول وقت فوت نہ ہو جائے۔

**فائدہ:** پس معلوم ہوا کہ فجر کی سنتوں میں قراءت لمبی نہیں پڑھنی چاہیے بلکہ ان کو بہت ہلکا پڑھنا چاہیے پس اس سے انس کے سوال کا جواب ادا ہو گیا اور اس حدیث میں مطلق قراءت کا ذکر ہے اول یا اخیر وغیرہ کسی خاص حصے رات کی اس میں کوئی قید نہیں پس معلوم ہوا کہ تمام رات وتروں کا وقت ہے جس وقت چاہے پڑھے پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فصل افضل ہے آپ نے اس کا حکم فرمایا اور وصل فقط آپ کے فعل سے ثابت ہے قول سے نہیں۔

٩٤١ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُلَّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْتَهٰى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ.

٩٤١۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے تمام رات میں وتر پڑھے ہیں اور آپ کے وتر سحری کے وقت تک تمام ہوئے یعنی عشاء کی نماز کے بعد تمام رات آپ کے وتروں کا وقت تھا کبھی پہلی رات میں وتر پڑھ لیتے تھے اور کبھی درمیان رات کو پڑھتے تھے اور کبھی پچھلی رات میں پڑھتے تھے لیکن اخیر عمر میں آپ وتروں کو ہمیشہ پچھلی رات یعنی سحری کے وقت پڑھتے رہے یا آپ کے وتروں کی انتہا سحری تک تھی اس سے پیچھے کبھی نہ پڑھتے تھے گو سحری سے پیچھے بھی صبح صادق ہونے تک وتر پڑھنے جائز ہیں۔

**فائدہ:** پس اس سے معلوم ہوا کہ تمام رات وتر کا وقت ہے اور اس کے ہر حصے اور ہر جز میں وتر پڑھنے جائز ہیں جس وقت چاہے پڑھے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہو گئی۔

## بَابُ إِيْقَاظِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَهُ بِالْوِتْرِ.

حضرت ﷺ کا اپنے گھر والوں کو وتر کے واسطے جگانا۔

٩٤٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ

٩٤٢۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ

حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُّوْتِرَ أَيْقَظَنِيْ فَأَوْتَرْتُ.

(رات کو تہجد کی) نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آپ کے بچھونے کی چوڑائی میں یعنی آپ کے سامنے لیٹی رہتی سو جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھ کو جگاتے سو میں بھی اٹھ کر وتر پڑھتی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتروں کو اخیر رات میں پڑھنا مستحب ہے خواہ تہجد کرے یا نہ کرے لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ پچھلی رات اٹھنے کی امید رکھتا ہو اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے گھر والوں کو وتر کے واسطے جگانا مستحب ہے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور بعض حنفی اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں اس پر کہ وتر واجب ہیں اس لیے کہ حضرت ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہجد کے واسطے نہ جگایا اور وتر کے واسطے جگایا سو جواب اس کا یہ ہے کہ جگانے سے اس کا واجب ہونا لازم نہیں آتا اس سے فقط اتنا ثابت ہوتا ہے کہ رات کے اور نفلوں سے ان کی زیادہ تاکید ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نفلوں کے واسطے سوئے کو جگانا مستحب ہے پس فرضوں کے واسطے سوئے کو جگانا بطریق اولیٰ مستحب ہوگا اور یہ کچھ ضروری نہیں کہ خاص اسی وقت جگانا جائز ہے جب کہ نماز قضا ہونے لگے بلکہ اول وقت اور جماعت پانے کے واسطے بھی سوئے کو جگانا جائز ہے۔

## بَابُ لِيَجْعَلْ اٰخِرَ صَلَاتِهٖ وِتْرًا.

چاہیے کہ آدمی اپنی رات کی نماز میں پچھلی نماز کو وتر کرے

٩٤٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا.

۹۴۳۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنی رات کی نماز میں پچھلی نماز کو وتر کرو یعنی تہجد کے بعد وتر پڑھنے چاہییں۔

**فائدہ:** بعض حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے لیکن یہ واسطے بیان جواز کے ہے کما مر اور سنت یہی ہے کہ تہجد کے بعد وتر پڑھے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تہجد ان نفلوں کو کہتے ہیں جو وتروں سے پہلے جفت جفت پڑھے جاتے ہیں اور وتر اور تہجد ایک چیز کا نام ہے تہجد ان کو اس واسطے کہا جاتا ہے کہ نیند سے اٹھ کر پڑھے جاتے ہیں اور وتر اس واسطے کہا جاتا ہے کہ طاق ہیں اور بعض حنفی اس حدیث سے بھی وتر کے واجب ہونے پر دلیل پکڑتے ہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ رات کی نماز واجب نہیں سو اس کا اخیر بھی واجب نہیں اور نیز اصل عدم وجوب ہے پس بے دلیل وجوب ثابت نہ ہو سکے گا۔

## بَابُ الْوِتْرِ عَلَى الدَّابَّةِ.

سفر میں سواری پر وتر پڑھنے جائز ہیں۔

٩٤٤ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ أَسِيْرُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ فَقَالَ سَعِيْدٌ فَلَمَّا خَشِيْتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ ثُمَّ لَحِقْتُهُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَيْنَ كُنْتَ فَقُلْتُ خَشِيْتُ الصُّبْحَ فَنَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَلَيْسَ لَكَ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِسْوَةٌ حَسَنَةٌ فَقُلْتُ بَلٰى وَاللّٰهِ قَالَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ عَلَى الْبَعِيْرِ.

٩٤٤۔ حضرت سعید بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کی راہ میں جاتا تھا سو جب میں صبح ہونے سے ڈرا تو سواری سے نیچے اتر کر وتر پڑھے پھر میں اس کو پیچھے سے جا ملا سو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تو کہاں تھا؟ سو میں نے کہا کہ میں فجر ہونے سے ڈرا سو میں نے نیچے اتر کر وتر پڑھے سو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کیا تجھ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں پیروی بہتر نہیں؟ میں نے کہا ہاں اللہ کی قسم! ان کی پیروی بہتر ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر وتر پڑھا کرتے تھے۔

**فائدہ**: دوسری حدیث میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے آئندہ آئے گا کہ وہ سفر میں رات کو سواری پر وتر پڑھا کرتے تھے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں سواری پر وتر پڑھنے جائز ہیں امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ یہی ہے مذہب ہمارا اور مذہب امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور جمہور کا کہتے ہیں کہ سفر میں سواری پر وتر پڑھنے جائز ہیں اور یہ کہ وتر سنت ہیں واجب نہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وتر واجب ہیں اور سواری پر وتر پڑھنے جائز نہیں اور دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو طحاوی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ نفل سواری پر پڑھتے تھے اور وتر زمین پر پڑھتے تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع صحیح نہیں ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے اور موقوف حدیث اکثر اہل اصول کے نزدیک حجت نہیں اور نیز یہ حدیث پہلی حدیث کے معارض نہیں ہوسکتی اس لیے کہ زمین پر پڑھنے بالاتفاق افضل ہیں پس اگر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی موقع پر زمین پر پڑھے ہوں تو افضیلت کے واسطے پڑھے ہوں گے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سواری پر وتر پڑھنے جائز نہ ہوں یہ جب ہوسکتا ہے جب کہ ان کا فعل وجوب پر دلالت کرے حالانکہ اہل اصول کے نزدیک مجرد فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی وجوب پر دلالت نہیں کرتا چہ جائیکہ صحابی کا فعل وجوب پر دلالت کرے پس جواز ثابت ہوا اور نیز یہ بخاری کی حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے پس اس کو ترجیح ہو گی اور نیز عبدالرزاق نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ وہ سفر میں اپنی سواری پر وتر پڑھتے تھے اور اکثر اوقات سواری سے نیچے اتر کر زمین پر پڑھتے تھے پس اس سے تعارض دفع ہوگیا اور سواری پر وتر پڑھنے کا جواز ثابت ہوگیا

اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ پانی اور کیچڑ کے سبب سے سواری پر وتر پڑھتے تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ بخاری کی حدیث کے الفاظ اس تاویل کو صریح باطل کرتے ہیں اس لیے کہ سعید بن یسار رضی اللہ عنہ نے زمین پر وتر پڑھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو کہا کہ تجھ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کافی نہیں جو اتر کر وتر پڑھتا ہے اور اسی طرح عبدالرزاق کی روایت بھی اس کے بطلان میں صریح ہے اور اگر پانی کیچڑ تھا تو پھر فرض کہاں پڑھے تھے وہ بھی لامحالہ سواری پر پڑھے ہوں گے پس اس کا کیا جواب ہے اور نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کیچڑ عذر ہے پس کہا جائے گا کہ اسی طرح سفر بھی عذر ہے بلکہ اس کا عذر ہونا تو متفق علیہ ہے پس جب پانی کیچڑ کے عذر سے سواری پر وتر جائز ہیں تو سفر کے عذر سے بطریق اولیٰ جائز ہوں گے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ دعویٰ نسخ باطل ہے ساتھ ان وجوہات کے جن کا بیان تیسرے پارے میں ہو چکا ہے علاوہ ازیں جائز ہے کہ اس کے برعکس دعویٰ کیا جائے یعنی سواری پر وتر پڑھنے اول اسلام میں منع تھے پھر جب آپ نے سواری پر وتر پڑھے تو وہ حکم منسوخ ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ معین کا ذکر ہے عام حکم نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس حدیث کے راوی ہیں سو انہوں نے سعید کو سواری پر وتر پڑھنے کا حکم دیا اور خود بھی اکثر اوقات پڑھتے رہے پس یہ صریح ہے اس کے عموم میں پس واقعہ عین کا باطل ہوا وباللہ التوفیق اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ طحاوی نے کہا کہ کوفے والے سواری پر وتر پڑھنے کو منع کرتے ہیں مگر یہ سنت ثابتہ کے خلاف ہے اور اس حدیث میں فقط اونٹ پر وتر پڑھنے کا ذکر ہے لیکن اونٹ وغیرہ سب سواریاں اس حکم میں شریک ہیں کہ فرض کسی پر جائز نہیں پس معلوم ہوا کہ سب کا حکم یہی ہے پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی باب سے۔

## بَابُ الْوِتْرِ فِي السَّفَرِ. سفر میں وتر پڑھنے سنت ہیں۔

**فائدہ:** ضحاک سے منقول ہے کہ سفر میں وتر پڑھنے مسنون نہیں سو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے اشارہ کیا ہے اس طرف کہ یہ قول مردود ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مسلم وغیرہ میں روایت ہے کہ اگر میں سفر میں نفل پڑھتا تو فرضوں کو پورا کرتا سو اس سے مراد فرضوں کی معمولی سنتیں ہیں وتر وغیرہ مراد نہیں جیسا کہ اس حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے اور نیز احتمال ہے کہ مراد اس کی یہ ہو کہ دن اور رات کے نفلوں کے درمیان فرق ہے اس لیے کہ دوسری حدیث سے اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ وہ سفر میں سواری پر نفل پڑھتے تھے۔

٩٤٥ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَآءَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ

٩٤٥۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں اپنی سواری پر وتر پڑھا کرتے تھے جس طرف کہ وہ آپ کو لے کر متوجہ ہوتی رکوع وسجود اشارے سے کرتے اور تہجد کی نماز پڑھتے مگر فرضوں کو سواری پر نہ پڑھتے اور وتر کو بھی

تَوَجَّهَتْ بِهٖ يُوْمِئُ اِيْمَآءً صَلَاةَ اللَّيْلِ اِلَّا الْفَرَآئِضَ وَيُوْتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ. اپنی سواری پر پڑھتے۔

**فائدہ:** بعض نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ وتر فرض نہیں اور خاص کر حضرت ﷺ پر فرض نہیں تھے اس لیے کہ آپ نے ان کو سواری پر پڑھا پس اگر فرض واجب ہوتے تو سواری پر جائز نہ ہوتے اور بعضوں نے کہا کہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ فرض سواری پر جائز نہیں لیکن یہ استدلال قوی نہیں ہے کہ مجرد ترک منع کی دلیل نہیں ہوسکتی لیکن یہ ممکن ہے کہ کہا جائے کہ مسافر پر اکثر اوقات فرض کا وقت آتا ہے سو اس کو کبھی سواری پر نہ پڑھنا دلالت کرتا ہے اس پر کہ وہ سواری پر جائز نہیں اور حنفیہ جو وتروں کو واجب کہتے ہیں تو وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث فقط فرض کی نفی پر دلالت کرتی ہے اور فرض کی نفی سے نفی واجب کی لازم نہیں آتی ہے لیکن یہ جواب اسی وقت تمام ہوسکتا ہے جب کہ اس بات کو ثابت کیا جائے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرض اور واجب کے درمیان فرق جانتے تھے اور یہ بات ثابت نہیں پس جواب بھی تمام نہیں واللہ اعلم۔ اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ تمہارے نزدیک حضرت ﷺ پر وتر واجب ہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ وتر آپ پر واجب تھے لیکن آپ کا وتر کو سواری پر پڑھنا ثابت ہو چکا ہے سو اگر واجب ہوتے تو سواری پر جائز نہ ہوتے جیسا کہ مثلاً ظہر کی نماز ہے اور فرض اور واجب میں فرق کرنا یہ محض حنفیوں کی اصطلاح ہے جمہور اس کو تسلیم نہیں کرتے اور برتقدیر تسلیم جھگڑے کو اس سے کچھ فائدہ نہیں اور اگر کوئی کہے کہ سواری پر وتر پڑھنا آپ کا خاصہ تھا اور وتر آپ پر واجب تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ محض دعویٰ ہے اس پر کوئی دلیل نہیں کہ وتر آپ پر واجب تھے تاکہ اس کے واسطے تکلف کیا جائے۔

## بَابُ الْقُنُوْتِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ وَبَعْدَهٗ. نماز میں رکوع سے پہلے اور پیچھے دعائے قنوت پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے۔

**فائدہ:** قنوت کا معنی کھڑے ہونے کا ہے اور چونکہ اس دعا کو کھڑا ہو کر پڑھتے ہیں اس لیے اس کو دعائے قنوت کہا گیا اور مؤطا میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نماز میں دعائے قنوت پڑھنی بدعت ہے سو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ دعائے قنوت پڑھنی جائز ہے تو گویا اس میں اشارہ ہے اس طرف کے یہ قول ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مردود ہے اس لیے کہ قنوت کا پڑھنا حضرت ﷺ کے فعل سے ثابت ہے سو اس کا درجہ مباح سے بلند ہے اور اس مقام میں بیان وتر کا ہے اور باب کی حدیثوں میں وتر کا ذکر نہیں لیکن چوتھے طریق میں آئندہ آئے گا کہ صبح اور شام کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے اور شام کی نماز دن کے وتر ہیں سو جب دن کے وتروں میں قنوت کا پڑھنا ثابت ہوا تو رات کے وتروں میں بھی ثابت ہوا کہ وتر ہونے میں دونوں نمازیں آپس میں شریک ہیں علاوہ ازیں دوسری حدیث میں دعائے قنوت پڑھنے کا صریح حکم آچکا ہے جیسا کہ سنن میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ﷺ نے مجھ کو کئی کلمے سکھلائے جن کو میں وتر میں پڑھا کروں:

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ .

٩٤٦ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَقَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَهُ أَوَقَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ قَالَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَسِيْرًا.

۹۴۶۔ حضرت محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ کسی نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضرت ﷺ نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھی ہے؟ اس نے کہا ہاں پڑھی ہے پھر پوچھا گیا کہ کیا آپ نے دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی ہے یا پیچھے؟ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رکوع سے پیچھے تھوڑے دن یعنی ایک مہینہ۔

٩٤٧ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوْتُ قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ أَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ قَالَ فَإِنَّ فُلَانًا أَخْبَرَنِيْ عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ كَذَبَ إِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا أُرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّآءُ زُهَآءَ سَبْعِيْنَ رَجُلًا إِلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ دُوْنَ أُولٰٓئِكَ وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَّدْعُوْ عَلَيْهِمْ.

۹۴۷۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے دعائے قنوت کا مسئلہ پوچھا سو اُس نے کہا کہ نماز میں قنوت پڑھی جاتی تھی میں نے کہا کہ رکوع سے پہلے یا بعد؟ اس نے کہا رکوع سے پہلے عاصم نے کہا کہ فلانے شخص نے مجھ کو تجھ سے خبر دی کہ تو نے قنوت کو رکوع سے پیچھے پڑھنی کہا ہے انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس نے جھوٹ کہا کہ حضرت ﷺ نے تو صرف ایک مہینہ رکوع سے پیچھے قنوت پڑھی ہے میں گمان کرتا ہوں کہ آپ نے مقدار ستر آدمی کے قاریوں کا گروہ ایک قوم مشرکین کی طرف بھیجا تھا سوائے ان لوگوں کے جن پر آپ بد دعا کرتے تھے اور ان کے اور حضرت ﷺ کے درمیان قول و قرار تھا سو انہوں نے توڑ ڈالا سو حضرت ﷺ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی ان پر بد دعا کرتے تھے۔

٩٤٨ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زَآئِدَةُ عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْ مِجْلَزٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۹۴۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ایک مہینہ دعائے قنوت پڑھی رعل اور ذکوان دونوں قبیلوں پر بد دعا کرتے تھے۔

وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ.

٩٤٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْقُنُوْتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ.

۹۴۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مغرب اور فجر کی نماز میں قنوت پڑھی جاتی تھی۔

**فائدہ:** یہ جو انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط ایک مہینہ رکوع سے پیچھے قنوت پڑھی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رکوع سے بعد متواتر آپ نے فقط ایک مہینہ قنوت پڑھی اس کا یہ معنی نہیں کہ پھر اس کے بعد آپ نے کبھی قنوت نہیں پڑھی اور یہ جو انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس نے جھوٹ کہا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر اس نے رکوع سے پیچھے ہمیشہ کا پڑھنا مجھ سے نقل کیا ہے تو اس نے خطا کی اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر اوقات رکوع سے پہلے بھی قنوت پڑھی ہے اور دوسری حدیث میں اس کا بیان صریح آ چکا ہے جیسا کہ ابن ماجہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کسی نے انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کا مسئلہ پوچھا سو اس نے کہا کہ رکوع سے پہلے بھی جائز ہے اور پیچھے بھی جائز ہے اور ابن منذر نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صبح کی نماز میں بعض اصحاب نے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی ہے اور بعض نے پیچھے پڑھی ہے او رمحمد بن نصر نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قنوت کو ہمیشہ رکوع سے پہلے پڑھنا اول عثمان رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا تھا تا کہ لوگ اول رکعت کو پالیا کریں اور کتاب المغازی میں آئندہ آئے گا کہ کسی نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ قنوت رکوع سے پہلے ہے یا پیچھے؟ اس نے کہا کہ جب قرأت سے فارغ ہو تو اس وقت پڑھے اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا روایت کیا ہے اس کو عبدالرزاق نے اور صحیح کہا ہے اس کو حاکم نے اور اس حدیث میں اگرچہ ضعف ہے لیکن متابعت اور شہادت کے واسطے کافی ہے پس انس رضی اللہ عنہ کی ان سب روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی مصیبت اور حادثے کے وقت قنوت پڑھے تو رکوع سے پیچھے پڑھے اور اگر بدون حاجت کے ہو تو رکوع سے پہلے پڑھے اور اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھنی مستحب ہے اور جب کوئی حادثہ اور مصیبت پیش آئے تو تمام نمازوں میں قنوت پڑھا کرے اور دلیل ان کی یہ حدیثیں ہیں جو ابھی گزر چکی ہیں اس لیے کہ وہ عموماً اور خصوصاً صبح کی نماز میں قنوت پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں اور ایک دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو ابوداؤد اور ترمذی میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور مغرب کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی پڑھتے رہے اور عراقی نے کہا کہ جو لوگ صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھنے کو جائز رکھتے ہیں یہ

ہیں ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی اور ابوموسیٰ اشعری اور ابن عباس اور براء رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے حسن بصری اور حمید طویل اور ربیع بن خثیم اور سعید بن مسیب اور طاؤس اور اوزاعی اور ابن مہدی وغیرہ اور حنفیہ وغیرہ بعض کہتے ہیں کہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھنی جائز نہیں بلکہ وہ وتروں کے ساتھ خاص ہے اور دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں ایک مہینے کے سوا کبھی قنوت نہیں پڑھی سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ تخریج ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس کی اسناد ضعیف ہے پس استدلال کرنا اس سے صحیح نہ ہوگا چہ جائیکہ صحیح حدیثوں کے معارض ہو اور نیز بیہقی نے کہا کہ ایک مہینہ پڑھ کر چھوڑ دینے کا یہ معنی ہے کہ آپ نے قنوت میں اس قوم پر بد دعا کرنا چھوڑ دیا نہ یہ کہ مطلق قنوت کو چھوڑ دیا اس لیے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ جن لوگوں نے بئر معونہ کے دن اصحاب کو قتل کیا آپ نے قنوت میں اُن پر بھی بد دعا کی اور ایسا ہی لکھا ہے امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں کہ آپ نے فقط ان پر بد دعا کرنی چھوڑ دی تھی قنوت نہیں چھوڑی اور یہ تاویل کرنی ضروری ہے اس لیے کہ دوسری حدیث میں صریح آچکا ہے کہ آپ صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھتے تھے یہاں تک کہ انتقال فرمایا پس اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی اور اگر آپ مطلق قنوت ترک کر دیتے تو پھر اس قدر اصحاب آپ کے بعد اس پر عمل نہ کرتے اور نیز ایک مہینہ پڑھ کر ترک کر دینا اس کے عدم جواز کو مستلزم نہیں بلکہ جواز ایک دو بار سے بھی ثابت ہو جاتا ہے اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ مغرب کی نماز میں قنوت پڑھنا بالاجماع منسوخ ہے پس اسی طرح صبح میں بھی منسوخ ہونا چاہیے اور بعض مطلق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قنوت منسوخ ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ نسخ بغیر شرائط کے ثابت نہیں ہو سکتا ہے **کما مر** اور شرائط نسخ کا ثابت ہونا اس جگہ مشکل ہے پس دعویٰ نسخ باطل ہے اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا بالکل غلط اور مردود ہے مغرب میں قنوت منسوخ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ صبح میں بھی منسوخ ہے اور نہ اس پر کوئی دلیل ہے اور نیز یہی تقریر ہے بعینہ وتر کی قنوت میں بھی ہو سکتی ہے پس اس سے لازم آئے گا کہ وتر میں قنوت پڑھنی بھی منسوخ ہو **فما ہو جوابکم فہو جوابنا** اور نیز اس سے لازم آتا ہے کہ مصیبت کے وقت بھی قنوت پڑھنی جائز نہ ہو کہ منسوخ ہونے کے بعد جواز کیا اور اگر حادثے کے وقت جائز ہے تو پھر منسوخ کیا چیز ہوئی اگر بغیر حاجت کے بھی قنوت پڑھنی منسوخ ہوئی ہے تو پھر اس سے لازم آئے گا کہ پہلے بغیر حاجت کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قنوت پڑھا کرتے تھے حالانکہ یہ واقعہ کے مخالف ہے پس معلوم ہوا کہ نہ حادثے کی قنوت منسوخ ہے اور نہ بے حادثے کی منسوخ ہے اور جو شخص دونوں میں کسی نسخ کا دعویٰ کرے اس کو سخت مصیبت در پیش آئے گی کہ بغیر قنوت کے اس کا ٹلنا مشکل ہوگا اور نیز اگر منسوخ ہوتی تو پھر اتنے صحابہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیوں پڑھتے ان کو اس کا علم نہ ہوا وعلیٰ ہذا القیاس۔ اس تقریر سے صدہا احکام محکمہ کا منسوخ ہونا لازم آتا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ محض خیال فاسد ہے اور نیز پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھتے رہے یہاں کہ آپ نے انتقال فرمایا پس اب اس خیال فاسد کی

گنجائش کہاں ہے اور نیز اس دعویٰ کا معارضہ بھی ہوسکتا ہے اور وہ اس طور سے ہے کہ سب کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ آپ نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھی اور ترک میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ترک کر دیا اور بعض کہتے ہیں کہ ترک نہیں کیا سو جس پر اجماع ہے اس کو لیا جائے گا یہاں تک کہ اختلاف ثابت ہو جائے اور بعض کہتے ہیں کہ خلفائے اربعہ سے روایت ہے کہ وہ قنوت نہیں پڑھتے تھے سو جواب اس کا یہ ہے کہ ان سے قنوت کا پڑھنا بھی ثابت ہو چکا ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور عراقی نے کہا کہ تعارض کے وقت اثبات مقدم ہوتا ہے نفی پر اور یا کبھی کیا ہوگا اور کبھی نہیں کیا ہوگا سو یہ بھی جواز کے منافی نہیں اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قنوت کو بدعت کہا ہے سو جواب اس کا اوپر گزر چکا ہے کہ یہ قول صحیح حدیثوں کے بالکل مخالف ہے پس مردود ہوگا اور نیز حادثے وغیرہ کے وقت کو بھی شامل ہے پس لازم آئے گا کہ مصیبت کے وقت بھی قنوت جائز نہ ہو حالانکہ حادثے کے وقت حنفیہ بھی جائز کہتے ہیں اور نیز اس سے لازم آئے گا کہ وتر کی قنوت بھی بدعت ہو فما ہو جوابکم فھو جوابنا اور نیز مجرد انکار یا ترک صحابی کا نسخ کی دلیل نہیں ہوسکتا جب تک کہ نسخ کی تصریح نہ کرے اور اسی طرح جن لوگوں سے ترک مروی ہے وہ بھی نسخ کی دلیل نہیں ہوسکتی اس لیے کہ احتمال ہے کہ انہوں نے اس کو جائز جان کر چھوڑ دیا ہو محض ترک منع کی دلیل نہیں ہوسکتی اور نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ قنوت کو رکوع سے پہلے پڑھنا چاہیے یا پیچھے سو امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رکوع سے پیچھے پڑھنے چاہیے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رکوع سے پہلے پڑھے اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ سے دونوں طرح کی روایت آئی ہے مگر اصل یہ ہے کہ دونوں طرح سے جائز ہے خواہ رکوع سے پہلے پڑھے خواہ پیچھے پڑھے اختیار ہے اور یہ اختلاف مباح ہے یا مصیبت کی قنوت کو رکوع سے پیچھے پڑھے اور روزمرہ کی قنوت کو رکوع سے پہلے پڑھے جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اوپر گزر چکا ہے اور نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ قنوت کو پکار کر پڑھنا چاہیے یا آہستہ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مستحب ہے کہ پکار کر پڑھے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ آہستہ پڑھے اور بعض حنفیہ کہتے ہیں کہ دعائے قنوت میں ہاتھ اٹھانے مستحب ہیں اور نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ قنوت میں کون سی دعا پڑھے سو امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ...... الخ پڑھے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ...... الخ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کے واسطے کوئی دعا معین نہیں بلکہ ہر دعا کافی ہے جس طرح کی ہو باقی رہا وتر میں قنوت پڑھنا سو اس میں سب اماموں کا اتفاق ہے کہ وتر میں قنوت پڑھنی چاہیے فقط اتنا فرق ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ ہر روز پڑھے اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ فقط ماہ رمضان کے پچھلے نصف میں پڑھے اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ سے اس کا خلاف بھی مروی ہے لیکن اصل محقق مسئلہ یہ ہے کہ صبح اور وتر کی نماز میں تو ہمیشہ قنوت پڑھنی مستحب ہے اور اگر کوئی مصیبت، قحط یا وبا یا دشمن وغیرہ کی پیش آئے تو سب نمازوں میں پڑھنی مستحب ہے، واللہ اعلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اَبْوَابُ الْاِسْتِسْقَآءِ — قحط کے وقت اللہ سے مینہ مانگنے کا بیان

**فائدہ:** استسقاء کا معنی لغت میں پانی مانگنے کا ہے اور شرح میں استسقاء کہتے ہیں قحط کے وقت اللہ سے مینہ مانگنے کو خاص طور پر یعنی سب لوگوں کا جمع ہو کر میدان میں جانا اور نماز پڑھ کر اللہ سے مینہ مانگنا اور صورت اس کی یہ ہے کہ جب لوگوں میں قحط پڑے اور مینہ نہ برسے تو مستحب ہے کہ سب لوگ بے زیب و زینت کے بڑی عاجزی اور ڈر کے ساتھ میدان کی طرف نکلیں سو امام پہلے تھوڑی دیر دعا کرے پھر لوگوں کو دو رکعتیں نماز پڑھائے بغیر اذان اور اقامت کے اور عید کی نماز کی طرح پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہے اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہے اور ہاتھ اٹھائے او قرأت پکار کر پڑھے اور بعد سلام کے امام خطبہ پڑھے او روعظ کرے پھر وہ اور سب لوگ قبلے کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جائیں اور الٹے ہاتھ اٹھا کر مینہ کے واسطے دعا کریں اور اسی دعا کے درمیان امام اور سب لوگ اپنی چادروں کو پلٹیں یعنی نیچے کے کنارے کو اوپر کی طرف پھیر لیں اور یا دائیں طرف کو بائیں طرف کر لیں پھر دیر تک دعا کرتے رہیں امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ مینہ برسے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ استسقاء کے سنت ہونے پر سب علماء کا اتفاق ہے مگر سنیت نماز میں اختلاف ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور سنت کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کو سنت نہیں جانتے ہیں اور بیان اس کا آئندہ آئے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

### بَابُ الْاِسْتِسْقَآءِ وَخُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاِسْتِسْقَآءِ.

مینہ کے واسطے اللہ سے دعا کرنے کا بیان اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مینہ مانگنے کے لیے میدان میں جانا۔

٩٥٠ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ وَحَوَّلَ رِدَآءَهٗ.

٩٥٠۔ حضرت عباد کے چچا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مینہ مانگنے کو میدان کی طرف نکلے سو اپنی چادر کو پلٹا۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ مینہ مانگنے کے واسطے میدان کی طرف نکلنا جائز بلکہ مستحب ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استسقاء کا وقت بیان نہیں کیا لیکن ابوداؤد اور ابن حبان نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے واسطے باہر نکلے جب کہ آفتاب آپ پر ظاہر ہوا اور یہ بات معلوم ہے کہ جب آفتاب خوب ظاہر ہو تو وہ عید کا

وقت ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ عید کی نماز اور استسقاء کا ایک وقت ہے اور یہی مذہب ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ استسقاء کا کوئی وقت معین نہیں بلکہ دن رات میں جس وقت کرے جائز ہے لیکن مستحب ان کے نزدیک بھی یہی ہے کہ استسقاء عید کے وقت کرے اور اسی طرح یہ بھی مستحب ہے کہ بڑی عاجزی اور خوف کے ساتھ نکلے زیب وزینت سے نہ نکلے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مینہ کے واسطے کمال خشوع اور خضوع کے ساتھ نکلے بے زیب وزینت کے اور ابن قدامہ نے اجماع نقل کیا ہے اس پر کہ استسقاء کی نماز مکروہ وقت میں نہ پڑھی جائے۔

بَابُ دُعَآءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ.

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار قریش پر بد دعا کرنا کہ الٰہی! ان کے برسوں کو قحط کے برس کر دے یوسف علیہ السلام کے سے قحط کے برس۔

**فائدہ:** اس باب میں استسقاء کا ذکر نہیں بلکہ یہ ذکر ہے کہ آپ نے مسلمانوں کے واسطے دعا کی اور کفار کے حق میں بد دعا کی پس اس مسئلے کو استسقاء میں اس واسطے ذکر کیا کہ جیسے مسلمانوں کے واسطے مینہ کی دعا مانگنی جائز ہے ویسے ہی کافروں کے حق میں قحط کی دعا مانگنی بھی جائز ہے اور یا اس واسطے ذکر کیا کہ جب نماز میں کافروں کے واسطے بد دعا کرنی جائز ہے تو اس میں مسلمانوں کے واسطے دعا کرنی بھی جائز ہوگی اور مسلمانوں کے نفع کے لیے بھی دعا کرنی استسقاء ہے پس استسقاء کی نماز اس سے ثابت ہوگئی بخلاف اس کے جو اس سے انکار کرتا ہے۔

٩٥١ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الْأٰخِرَةِ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِيْ رَبِيْعَةَ اللّٰهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَأَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ قَالَ ابْنُ

٩٥١۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب پچھلے رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ دعا مانگتے الٰہی! نجات دے عیاش بن ابی ربیعہ کو الٰہی! نجات دے سلمہ بن ہشام کو الٰہی! نجات دے ولید بن ولید کو الٰہی! نجات دے بے زور مسلمانوں کو الٰہی! اپنا سخت عذاب ڈال مضر کی قوم پر الٰہی! (ان پر) سات برس کا قحط ڈال جیسے یوسف علیہ السلام کے وقت میں قحط پڑا تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ غفار کے قبیلے کو بخش دے اور اسلم کو سلامت رکھے ابو الزناد نے کہا کہ یہ سب دعا صبح کی نماز میں تھی۔

أَبِی الزِّنَادِ عَنْ أَبِیْهِ هٰذَا كُلُّهٗ فِی الصُّبْحِ.

**فائدہ:** حضرت ﷺ نے ان دوقبیلوں کو اس واسطے خاص کیا کہ قبیلہ غفار اول اسلام لائے تھے اور قبیلہ اسلم نے حضرت ﷺ سے صلح کر لی تھی کہ نہ ہم آپ سے لڑتے ہیں اور نہ آپ ہم سے لڑیں اس واسطے حضرت ﷺ نے ان دونوں گروہوں کو قحط کی بد دعا سے مستثنٰی کر لیا اس سے معلوم ہوا کہ قحط کی بد دعا خاص انہیں کافروں کے حق میں کرنی لائق ہے جو مسلمانوں سے لڑیں اور جو کافر مسلمانوں سے صلح رکھیں ان کے حق میں قحط کی بد دعا کرنا مناسب نہیں پس مناسبت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی۔

٩٥٢ - حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِی الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ إِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَاٰی مِنَ النَّاسِ إِدْبَارًا قَالَ اللّٰهُمَّ سَبْعٌ كَسَبْعِ یُوْسُفَ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَیْءٍ حَتّٰی أَكَلُوا الْجُلُوْدَ وَالْمَیْتَةَ وَالْجِیَفَ وَیَنْظُرَ أَحَدُهُمْ إِلَى السَّمَآءِ فَیَرَى الدُّخَانَ مِنَ الْجُوْعِ فَأَتَاهُ أَبُوْ سُفْیَانَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا فَادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَأْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ﴾ إِلٰی قَوْلِهٖ ﴿إِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰی إِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ﴾ فَالْبَطْشَةُ یَوْمَ بَدْرٍ وَقَدْ مَضَتِ الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَاٰیَةُ الرُّوْمِ.

٩٥٢۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے جب دیکھا کہ کفار قریش نے اسلام سے پیٹھ پھیری یعنی اسلام قبول نہ کیا تو ان پر یہ دعا مانگی کہ الٰہی! ان پر سات برس کا قحط ڈال جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت میں قحط پڑا تھا سو حضرت ﷺ کی بد دعا کی تاثیر سے ان پر ایسا قحط پڑا کہ اُس نے ہر چیز کو جڑ سے اکھاڑ دیا یعنی گھاس وغیرہ کوئی سبزہ زمین پر نہ رہا یہاں تک کہ انہوں نے چمڑوں اور مردوں اور مردار کو کھایا اور ان میں سے کوئی آسمان کی طرف دیکھتا تو بھوک کی وجہ سے اس کو دھواں نظر آتا سو ابو سفیان حضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ اے محمد! تو حکم کرتا ہے اللہ کی بندگی کرنے کا اور برادر پروری کا اور بیشک تیری قوم (قحط سے) ہلاک ہوئی سو آپ ان کے واسطے اللہ سے دعا کیجئے کہ قحط دور کرے (سو حضرت ﷺ نے کمال رحمت سے دعا کی تو مینہ برسا اور قحط دور ہو گیا) پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی سو تو راہ دیکھ جس دن کہ لائے گا آسمان دھواں صریح جو گھیرے لوگوں کو یہ ہے دکھ کی مار اے رب کھول دے ہم سے یہ آفت ہم یقین لاتے ہیں کہاں ملے ان کو سمجھنا اور آچکا ہے ان کے پاس رسول کھول کر سنانے والا پھر اس سے پیٹھ پھیری اور کہنے لگے سکھایا ہوا ہے دیوانہ ہم کھولتے ہیں

عذاب تھوڑے دنوں تم پھر وہی کرتے ہو جس دن پکڑیں گے ہم بڑی پکڑ ہم بدلہ دینے والے ہیں...... الخ، سو بڑی پکڑ تو جنگ بدر کے دن واقع ہوئی کہ اس میں کفار کے سب رئیس قتل ہوئے سو گزر رچکا ہے عذاب دھوئیں کا اور بڑی پکڑ کا اور لزام کا اور آیت روم کا۔

**فائدہ:** دھوئیں کے عذاب سے مراد وہ ہے جو قحط کے دنوں میں بھوک کے سبب سے آسمان پر نظر آتا ہے اور بڑی پکڑ سے مراد جنگ بدر کا دن ہے اور لزام سے مراد وہ عذاب ہے جو بدر کے دن کفار قریش کے قیدیوں میں پکڑے آئے یا سب مردوں کو جمع کر کے بدر کے کنوئیں میں ڈالا گیا اور آیت روم سے پہلی آیت سورہ روم کی مراد ہے یعنی الم غلبت الروم الآیۃ یعنی روم مغلوب ہو گئے قریب کی زمین میں پس حاصل اس کا یہ ہے کہ یہ وعدے عذاب کے جو کافروں کے حق میں نازل ہوئے ہیں سب واقع ہو چکے ہیں اب کوئی باقی نہیں لیکن یہ رائے صرف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے اور جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ سب وعدے عذاب کے آئندہ واقع ہوں گے بعض تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور بعض قیامت میں، واللہ اعلم۔

## بَابُ سُؤَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ الْإِسْتِسْقَاءَ إِذَا قَحِطُوا.

قحط کے وقت لوگوں کا امام سے مینہ مانگنے کی درخواست کرنا یعنی اگر قحط کے وقت لوگ امام سے اس بات کی درخواست کریں کہ وہ آگے ہو کر اللہ سے مینہ کے واسطے دعا مانگے تو جائز ہے۔

٩٥٣ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ قُتَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ أَبِيْ طَالِبٍ وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ عَنْ أَبِيْهِ رُبَّمَا ذَكَرْتُ قَوْلَ الشَّاعِرِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلٰى وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ فَمَا يَنْزِلُ حَتّٰى

٩٥٣۔ حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ وہ ابوطالب (والد حضرت علی رضی اللہ عنہ) کا شعر پڑھتا تھا اور وہ شعر یہ ہے وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفید چہرہ ہیں کہ آپ کے چہرہ مبارک کے وسیلے سے مینہ مانگا جاتا ہے پناہ واسطے یتیموں کے اور بچاؤ ہیں واسطے بیوہ عورتوں کے کہ کوئی ان کو نہ ستائے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے اکثر اوقات قول شاعر ابوطالب کا یہ شعر یاد کیا اور میں آپ کے چہرے مبارک کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ

يَجِيْشَ كُلُّ مِيْزَابٍ وَّأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ وَهُوَ قَوْلُ أَبِیْ طَالِبٍ.

آپ مینہ کے لیے دعا مانگتے ہیں سو آپ منبر سے نیچے نہ اترے یہاں تک کہ ہر نالا پانی سے جوش مارتا اور ابیض یستقی...... الخ یہ قول ابو طالب کا ہے۔

**فائدہ:** اگر کوئی کہے کہ حضرت ﷺ نے ابو طالب کی زندگی میں کبھی استسقاء نہیں کیا تھا بلکہ یہ معاملہ آپ سے ہجرت کے بعد واقع ہوا تو پھر ابو طالب نے یہ شعر کیوں کہا کہ آپ کے چہرے مبارک کے وسیلے سے مینہ مانگا جاتا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ شاید ابو طالب نے آپ کے اخلاق حمیدہ سے کمال کی نشانیاں دیکھی ہوں گی جن سے اس کو یقین ہو گیا ہو گا کہ آپ کے چہرے مبارک میں یہ تاثیر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ابتداء زمانے میں ایک بار قریش پر قحط پڑا تھا اس وقت حضرت ﷺ بہت کم عمر تھے سو ابو طالب نے حضرت ﷺ کو ساتھ لے کر قریش کے واسطے مینہ کی دعا مانگی تو مینہ برسا تو اس نے سمجھا کہ یہ سب آپ کی تاثیر سے ہوا ہے تب اُس نے یہ شعر کہا اور اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو طالب حضرت ﷺ کی نبوت کو پہچانتا تھا اور اس قسم کی اور بھی کئی حدیثیں آ چکی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت ﷺ کی نبوت کو پہچانتا تھا پس شیعہ ان سے دلیل پکڑتے ہیں کہ ابو طالب مسلمان ہو کر مرا اور حشویہ کہتے ہیں کہ کفر میں مرا لیکن یہ خیال اور استدلال سب باطل اور مردود ہے جیسا کہ شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے اصابہ میں بیان کیا۔

٩٥٤ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ.

٩٥٤۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگوں میں قحط پڑتا اور مینہ بند ہو جاتا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ عباس رضی اللہ عنہ (حضرت ﷺ کے چچا) کے وسیلے سے مینہ مانگتے تھے سو اس طور سے دعا کرتے تھے کہ الٰہی! ہم وسیلہ پکڑتے تھے طرف تیری ساتھ نبی اپنے کے سو تو ہم پر مینہ برساتا تھا اور اب ہم وسیلہ پکڑتے ہیں طرف تیری ساتھ چچا نبی اپنے کے سو ہم کو پانی دے اور ہم پر مینہ کو برسا انس رضی اللہ عنہ نے کہا سو اللہ ان پر مینہ کو برساتا تھا۔

**فائدہ:** پہلی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے معلوم ہوا کہ لوگ حضرت ﷺ کے وسیلے سے مینہ کی دعا مانگا کرتے تھے اور جب آپ کے وسیلے سے مینہ کی دعا مانگنی جائز ہوئی تو آپ کو مینہ مانگنے کے واسطے آگے کرنا بطریق اولیٰ لائق ہو گا پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث باب سے اس طور پر مطابق ہے کہ اس کے بعض طریقوں میں یہ لفظ آ گیا ہے کہ جب حضرت ﷺ کے زمانے میں قحط پڑتا تو لوگ آپ کے وسیلے سے مینہ کے

واسطے دعا مانگتے تو گویا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت قدیمہ کے موافق اشارہ کر دیا ہے کہ یہ مسئلہ اس کے بعض طریقوں میں ثابت ہے اور عبدالرزاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ مینہ کی دعا مانگنے کے واسطے عید گاہ میں گئے سو عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اٹھ اور مینہ کے واسطے دعا مانگ سو عباس رضی اللہ عنہ اٹھ کر ان کے ساتھ دعا مانگنے لگے پس اس قصہ سے معلوم ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ سے مینہ مانگنے کی درخواست کی پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کسی کو مینہ مانگنے کے واسطے حکم کرے تو وہ بھی قائم مقام امام کے سمجھا جاتا ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیکو کار اور پرہیز گار لوگوں کو شفیع اور وسیلہ بنانا جائز ہے اور اسی طرح اہل بیت نبوت سے استسقاء اور استشفاع چاہنا جائز ہے۔

## بَابُ تَحْوِيْلِ الرِّدَآءِ فِي الْإِسْتِسْقَآءِ.

استسقاء کی نماز میں چادر پلٹ کر اوڑھنے کا بیان۔

**فائدہ:** چادر پلٹنے کی صورت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے چادر کے نیچے کے بائیں کھونٹ پکڑے اور بائیں ہاتھ سے اس کے نیچے کی دائیں کھونٹ پکڑے پھر نیچے کی طرف کو پلٹ کر اوپر کی طرف لائے اور اوپر کی طرف کو پھیر کر نیچے کی طرف لے جائے اور یا چادر کی دائیں طرف کو بائیں مونڈھے پر پھیرے اور اس کی بائیں طرف کو دائیں مونڈھے پر کرے۔

٩٥٥ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقٰى فَقَلَبَ رِدَآءَهُ.

٩٥٥۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مینہ کے واسطے دعا کی سو اپنی چادر کو پلٹ کر اوڑھا۔

٩٥٦ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيْمٍ يُحَدِّثُ أَبَاهُ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلّٰى فَاسْتَسْقٰى فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَبَ رِدَآءَهُ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُوْلُ هُوَ صَاحِبُ الْأَذَانِ وَلٰكِنَّهُ وَهْمٌ فِيْهِ لِأَنَّ هٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ

٩٥٦۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کی طرف نکلے سو آپ نے مینہ کے لیے دعا مانگی اور قبلے کی طرف منہ کیا اور اپنی چادر کو پلٹا اور دو رکعتیں نماز پڑھی۔

الْمَازِنِیُّ مَازِنُ الْأَنْصَارِ.

**فائدہ:** ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ استسقاء میں چادر کو پلٹنا مستحب ہے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس میں دلیل ہے واسطے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کے کہ استسقاء میں چادر کو اوڑھنا مستحب ہے یعنی امام کو بھی اور مقتدیوں کو بھی جیسا کہ دوسرے طریق میں یہ لفظ زیادہ آیا ہے کہ لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ چادریں پلٹائیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ چادر پھیرنی مستحب نہیں اور لیث اور ابو یوسف کہتے ہیں کہ فقط امام چادر پلٹے مقتدی نہ پلٹیں اور بعضوں نے کہا کہ عورتیں بھی چادر کو نہ پلٹیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ استسقاء میں نماز پڑھنا ثابت ہے اور وہ دو رکعتیں ہیں پس اس میں رد ہے اس پر جو نماز سے منکر ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ استسقاء میں خطبہ نماز سے پہلے پڑھنا چاہیے لیکن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی حدیث میں تصریح آچکی ہے کہ آپ نے نماز خطبے سے پہلے پڑھی پس مستحب یہی ہے کہ نماز خطبہ سے پہلے پڑھی جائے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اخیر قول بھی یہی ہے اور لیث وغیرہ بعض کہتے ہیں کہ پہلے خطبہ پڑھے پھر نماز پڑھے لیکن یہ اختلاف سب افضلیت میں ہے جواز میں اختلاف نہیں سو اگر نماز سے پہلے خطبہ پڑھے تو جب بھی درست ہے لیکن افضل یہی ہے کہ نماز خطبے سے پہلے پڑھے پیچھے خطبہ پڑھے جیسا کہ عیدین میں ہے اور اس میں یہ بھی اختلاف ہے کہ نماز استسقاء میں عید کی طرح زائد تکبیریں کہے یا نہیں سو جمہور علماء کہتے ہیں کہ زیادہ تکبیریں نہ کہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن زبیر اور ابن مسیب اور مکحول وغیرہ کہتے ہیں کہ اس میں عید کے برابر تکبیریں کہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ آپ نے عید کی نماز کی طرح دو رکعتیں پڑھیں اور جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ یہ نماز عدد اور جہری قرأت اور خطبے سے پہلے پڑھنے میں عید کی نماز کی طرح ہے لیکن اس تاویل کی کچھ حاجت نہیں اس لیے کہ اس باب میں ایسی کوئی حدیث صحیح نہیں آئی جو تکبیروں کی ممانعت میں صریح ہو اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جو استسقاء میں چادر پلٹنے کو مستحب نہیں جانتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ چادر کا پلٹ کر اوڑھنا اتفاقاً واقع ہوا ہے شرعاً جائز کرنے اور تشریع سنت کے واسطے آپ نے یہ فعل نہیں کیا یا اس میں کوئی بھید ہوگا جو ہم کو معلوم نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ اتفاقاً وہاں صادق آتا ہے جیسا کہ چادر مونڈھوں سے نیچے گرنے لگے یا ابتدا سے اوڑھے اور جو چادر کہ آدمی نے آگے سے اوڑھی ہو اس کو قصداً پلٹ کر اوڑھنے پر اتفاق صادق نہیں آسکتا اور نیز اگر یہ معاملہ اتفاقاً ہوتا تو پھر راوی اس کو ہرگز بیان نہ کرتا معلوم ہوا کہ راوی نے اس کو تشریع جانا اسی واسطے ذکر کیا ورنہ اس کا ذکر کرنا محض لغو تھا اور نیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب افعال تشریع پر محمول ہیں جب تک کہ منع کی کوئی دلیل ثابت نہ ہو اور نیز دوسری روایت میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح موجود ہے کہ سب لوگوں نے آپ کے ساتھ چادریں پلٹیں پھر وہاں اتفاقاً کیسے صادق آئے گا پس ثابت ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے اس فعل کو تشریع پر محمول کیا اور اس سے

اس فعل کا مشروع اور جائز ہونا سمجھا اور کسی صحابی نے اس کا خلاف یا انکار نہ کیا پس معلوم ہوا کہ اس کے مشروع ہونے پر تمام صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے اب اس کو مشروع نہ کہنا اجماع صحابہ کے مخالف ہے پس یہ قول قطعا باطل اور مردود ہے اور نیز ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ پہلے حضرت ﷺ نے ارادہ کیا کہ چادر کے نیچے کی طرف کو پلٹ کر اوپر لائیں سو وہ چادر آپ کو بھاری معلوم ہوئی پھر دائیں طرف کو پلٹ کر بائیں طرف کیا سو یہ حدیث بھی صریح ہے اس باب میں کہ یہ امر اتفاقی نہیں تھا بلکہ آپ نے قصدا کیا اور اسی طرح اس کو کسی مخفی بھید پر محمول کرنا بھی باطل ہے اس لیے کہ تمام صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ یہ فعل کیا سو اگر اس میں کوئی راز ہوتا تو اصحاب اس کو نہ کرتے یا حضرت ﷺ ان کو اس سے منع کرتے پس صحابہ کے فعل میں اس بھید کی کوئی گنجائش نہیں اور آپ کی یہ تقریر اس کے جواز میں صریح ہے اور نیز اس پر کوئی دلیل نہیں محض خیال اور مجرد احتمال ہے جس سے استدلال جائز نہیں اور نیز دار قطنی اور حاکم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ نے یہ فعل نیک فالی کے واسطے کیا کہ قحط کا حال بدل جائے اور مینہ برسے اور راوی اس کے ثقہ ہیں اور دار قطنی نے اس کے مرسل ہونے کو ترجیح دی ہے پس یہ حدیث محض تخمین اور ظن سے ہر حال مقدم ہے اور بعض نے کہا کہ آپ نے اس واسطے چادر پلٹی تھی کہ ہاتھ اٹھانے کے وقت مونڈھوں پر ٹھہری رہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ پھر سب اصحاب نے آپ کے ساتھ چادریں کیوں پلٹیں پس اس میں اس تاویل کی کوئی گنجائش نہیں اور نیز ایک طرف سے دوسری طرف پھیرنا اس کے ٹھہرے رہنے پر دلالت نہیں کر سکتا ہے پس اس تخمین سے حدیث کا اتباع اولیٰ ہے اور نیز یہ دونوں تاویلیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ تحویل رداء جائز نہیں حالانکہ حجاز کے حنفیہ بھی قائل ہیں۔

**بَابُ اِنْتِقَامِ الرَّبِّ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ مِنْ خَلْقِهٖ بِالْقَحْطِ إِذَا انْتُهِكَ مَحَارِمُهٗ.** اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق سے قحط کے ساتھ بدلہ لینا جب کہ اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کی حرمت نہ رہے۔

**فائدہ:** یہ باب حدیث سے خالی ہے کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ عادت تھی کہ پہلے باب لکھتا تھا پھر حدیثوں میں نظر کرتا سو جو حدیث اس کے مطابق پاتا اس کے تحت میں داخل کرتا اور اس باب کے مطابق وہ حدیث ہے جو استسقاء کے دوسرے باب میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے گزر چکی ہے کہ حضرت ﷺ کی بددعا سے کفار قریش پر ایسا قحط پڑا کہ انہوں نے ہڈیوں اور مردار کو کھایا سو شاید بخاری نے اس حدیث کو اس کے تحت داخل کرنے میں اس واسطے تاخیر کی ہوگی کہ کسی دوسری سند سے اس کو تلاش کر کے لکھیں گے لیکن پھر کوئی مانع پیش آ گیا ہوگا جس کی وجہ سے لکھنے کا موقع نہ ملا، واللہ اعلم۔

**بَابُ الْإِسْتِسْقَآءِ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ.** جامع مسجد میں مینہ طلب کرنے کا بیان۔

**فائدہ:** امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ استسقاء تین قسم پر ہے ایک یہ کہ صرف مینہ کے واسطے دعا کرے نماز نہ پڑھے

دوسرا یہ کہ جمعہ کے خطبے میں یا فرضوں کے بعد استسقاء کرے اور پہلی قسم سے افضل ہے تیسری یہ کہ پہلے روزہ رکھے اور صدقہ دے اور توبہ کرے پھر دو رکعتیں نماز پڑھ کر دو خطبے پڑھے پھر مینہ کے واسطے دعا مانگے اور یہ طریقہ سب سے افضل ہے سو تیسرے باب میں تیسری قسم کا ذکر تھا اور اس باب میں دوسری قسم کا ذکر ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ استسقاء کے واسطے میدان میں نکلنا شرط نہیں۔

٩٥٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِیْ نَمِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وِجَاهَ الْمِنْبَرِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يُغِيْثُنَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اسْقِنَا اللّٰهُمَّ اسْقِنَا اللّٰهُمَّ اسْقِنَا قَالَ أَنَسُ وَلَا وَاللّٰهِ مَا نَرٰى فِي السَّمَآءِ مِنْ سَحَابٍ وَّلَا قَزَعَةٍ وَّلَا شَيْئًا وَّمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِّنْ بَيْتٍ وَّلَا دَارٍ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَّرَآءِهٖ سَحَابَةٌ مِّثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَآءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ قَالَ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سِتًّا ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَّخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهٗ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ

٩٥٧۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد جمعہ کے دن منبر کے سامنے کے دروازے سے مسجد میں آیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے خطبہ پڑھتے تھے سو وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا سو اُس نے عرض کی کہ یا حضرت! جانور مر گئے کہ مینہ نہ برسنے کی وجہ سے ان کو کھانے کی کوئی چیز نہیں ملتی اور راستے بند ہو گئے کہ سواری کے اونٹ بھوک سے مر گئے یا راہ چلنے سے عاجز ہو گئے کہ راہ میں گھاس پانی نہیں ملتا یا آدمیوں کے پاس راہ کا خرچ نہیں رہا اور سواریوں میں قوت نہیں سو آپ دعا کیجئے اللہ مینہ برسا دے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی تین بار الٰہی! ہماری فریاد رسی کر ہم پر مینہ کو برسا الٰہی! ہم پر مینہ برسا الٰہی! ہم کو پانی دے انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم آسمان پر اکٹھا یا متفرق کچھ بادل نہ دیکھتے تھے بلکہ ہوا وغیرہ کوئی اور نشانی بھی بادل کی نہ تھی جو مینہ پر دلالت کرے اور ہمارے اور سلع (پہاڑ) کے درمیان نہ کوئی گھر تھا اور نہ کوئی محل تھا جو درمیان میں آڑ ہو یعنی آسمان بالکل صاف پڑا تھا سو یکا یک ایک پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال کی طرح چھوٹی گول بدلی اٹھی اور جب آسمان کے درمیان پہنچی تو سب آسمان پر پھیل گئی پھر برسنے لگی۔

انس رضی اللہ عنہ نے کہا سو اللہ کی قسم! سات دن سورج نظر نہ پڑا یعنی ایک ہفتہ لگا تار پانی برستا رہا اور جھڑی لگی رہی سو آئندہ جمعہ میں ایک مرد اسی دروازے سے پھر آیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكُهَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالْجِبَالِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِيْ فِي الشَّمْسِ قَالَ شَرِيْكٌ فَسَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَهُوَ الرَّجُلُ الْاَوَّلُ قَالَ لَا أَدْرِيْ.

کھڑے خطبہ پڑھتے تھے سو وہ مرد آپ کے سامنے کھڑا ہوا اور عرض کی کہ یا حضرت! جانور پانی کی کثرت سے مر گئے اور راہیں بند ہو گئیں آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ مینہ کو روکے سو حضرت ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور یوں دعا کی کہ الٰہی! ہمارے آس پاس پانی برسے ہم پر اب نہ برسے الٰہی! ٹیلوں پر اور پہاڑیوں پر اور نالوں میں اور جنگل کے درختوں میں مینہ برسے سو بادل برسنے سے رک گیا اور سورج نکل آیا سو ہم سورج کی روشنی میں چلتے باہر نکلے شریک نے کہا کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ وہی پہلا مرد تھا یا کوئی اور تھا اس نے کہا میں نہیں جانتا۔

**فائدہ:** دوسری حدیث میں آیا ہے کہ مدینے کے اوپر سے بادل ٹل گیا مدینہ ڈھال کی طرح خالی ہو گیا آس پاس برسا کیا یہ آپ کا معجزہ تھا؟ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میدان کی طرف نکلنا استسقاء میں شرط نہیں بلکہ اگر جامع مسجد میں استسقاء کرے تو تب بھی جائز ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ جمعہ کے خطبے میں کلام کرنی جائز ہے اور وہ کلام اور مینہ سے قطع نہیں ہوتا اور یہ کہ خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے اور یہ کہ جماعت کی طرف سے ایک آدمی کا مختار ہو کر کلام کرنا جائز ہے اور یہ اہل خیر اور پرہیز گاروں سے دعا کروانی جائز ہے اور یہ کہ ایک دعا کو تین بار مانگنا چاہیے اور یہ کہ مینہ مانگنے کی دعا جمعہ کے خطبے میں داخل کرنی جائز ہے اور یہ کہ منبر پر استسقاء کرنا جائز ہے اور جمعہ کی نماز استسقاء کی نماز کے بدلے کافی ہو جاتی ہے اور اس حدیث کے سیاق سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے جمعہ کے ساتھ استسقاء کی نیت کر لی تھی اور اس قسم میں تحویل رداء اور استقبال قبلہ کو ترک کرنا جائز ہے اور یہ کہ اس میں نبوت کی نشانی ہے کہ آپ کی دعا سے فوراً مینہ برسنا شروع ہوا اور آپ کی دعا سے بند ہوا اور یہ کہ دفع ضرر کے واسطے دعا مانگنی توکل کے منافی نہیں اگرچہ تفویض الی اللہ افضل ہے اور یہ کہ خطیب کو لوگوں کے حالات سے تعجب کر کے منبر پر ہنسنا جائز ہے اور حاجت کے واسطے مسجد میں پکار کر بولنا جائز ہے اور یہ کہ ہر دعا میں ہاتھ اٹھانے جائز ہیں اور یہ کہ حاجت کے واسطے صحت کی دعا مانگنی جائز ہے۔

## بَابُ الْاِسْتِسْقَآءِ فِيْ خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةِ.

جمعہ کے خطبے میں مینہ کے واسطے دعا مانگنی جائز ہے اور اس میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔

٩٥٨ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ جُمُعَةٍ مِّنْ بَابٍ كَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَآءِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَآئِمٌ يَّخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَآئِمًا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يُغِيْثُنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا قَالَ أَنَسٌ وَّلَا وَاللّٰهِ مَا نَرٰى فِي السَّمَآءِ مِنْ سَحَابٍ وَّلَا قَزَعَةٍ وَّمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِّنْ بَيْتٍ وَّلَا دَارٍ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَّرَآئِهٖ سَحَابَةٌ مِّثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَآءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ فَلَا وَاللّٰهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سِبْتًا ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَآئِمٌ يَّخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهٗ قَآئِمًا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكْهَا عَنَّا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اللّٰهُمَّ عَلَى الْأٰكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَأَقْلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِيْ فِي الشَّمْسِ قَالَ

٩٥٨۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد جمعہ کے دن مسجد میں آیا اس دروازے سے جو دار القضا کی طرف تھا...... الخ باقی ترجمہ اس کا وہی ہے جو ابھی گزرا یہاں فقط اس لفظ سے غرض ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے خطبہ میں مینہ کے واسطے دعا مانگی اور جمعہ کے خطبے کو استقبال قبلہ کا ترک کرنا لازم ہے پس وجہ مناسبت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

شَرِيْكٌ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَهُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ فَقَالَ مَا أَدْرِیْ.

بَابُ الْإِسْتِسْقَآءِ عَلَى الْمِنْبَرِ.

منبر پر مینہ کے واسطے دعا مانگنی جائز ہے۔

٩٥٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ جَآءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَحَطَ الْمَطَرُ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّسْقِيَنَا فَدَعَا فَمُطِرْنَا فَمَا كِدْنَا أَنْ نَّصِلَ إِلٰى مَنَازِلِنَا فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ قَالَ فَقَامَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ أَوْ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّصْرِفَهُ عَنَّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ السَّحَابَ يَتَقَطَّعُ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا يُمْطَرُوْنَ وَلَا يُمْطَرُ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ.

٩٥٩۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ پڑھتے تھے کہ اچانک ایک مرد آیا سو اُس نے عرض کیا کہ یا حضرت! مینہ بند ہوگیا سو آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم کو پانی دے سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی سو اللہ نے ہم پر مینہ کو برسایا پس نہیں نزدیک تھا کہ ہم پانی کی کثرت سے اپنے گھروں میں پہنچیں یعنی پانی کا اس قدر زور تھا کہ ہم مشکل سے اپنے گھروں میں پہنچے سو آئندہ جمعہ تک ہمیشہ لگا تار پانی برستا رہا سو پھر وہی مرد یا کوئی اور کھڑا ہوا سو عرض کی کہ یا حضرت! اللہ سے دعا کیجئے کہ مینہ کو روکے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی کہ الٰہی! ہمارے آس پاس برسے ہم پر اب نہ برسے سو البتہ میں نے بادل کو دیکھا کہ دائیں بائیں ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا یعنی مدینہ سے ٹل گیا آس پاس کے لوگوں پر برستا اور مدینہ والوں پر نہ برستا۔

**فائدہ:** یہ آپ کا معجزہ تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منبر پر مینہ کے واسطے دعا مانگنی جائز ہے۔

بَابُ مَنِ اكْتَفٰى بِصَلَاةِ الْجُمُعَةِ فِي الْإِسْتِسْقَآءِ.

جمعہ کی نماز استسقاء کی نماز کے بدلے کافی ہو جاتی ہے۔

٩٦٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَدَعَا فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ تَهَدَّمَتِ

٩٦٠۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا سو عرض کی کہ یا حضرت! پانی کی قلت سے جانور مر گئے اور راہیں بند ہوگئیں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مینہ کے واسطے دعا کی سو اللہ نے ہم پر مینہ برسایا اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک پھر کوئی مرد آیا سو عرض کی کہ یا حضرت! گھر پانی کی کثرت سے گر گئے اور راہیں بند ہوگئیں اور جانور

الْبُیُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكْهَا فَقَامَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ.

مر گئے سو حضرت ﷺ نے یہ دعا کی کہ الٰہی! ٹیلوں پر اور پہاڑیوں پر اور نالوں میں اور درخت اگنے کی جگہوں میں مینہ برسے پس بادل مدینے سے ٹل گیا اور جدا ہو گیا جیسا کہ کپڑا بدن سے جدا ہو جاتا ہے یا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا جیسا کہ کپڑا قطع کے وقت ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

**فائدہ**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی نماز استسقاء کی نماز کے بدلے کافی ہو جاتی ہے کہ حضرت ﷺ نے استسقاء میں فقط جمعہ کی نماز پر کفایت کی۔

## بَابُ الدُّعَآءِ إِذَا تَقَطَّعَتِ السُّبُلُ مِنْ كَثْرَةِ الْمَطَرِ.

جب پانی کی کثرت سے راہیں بند ہو جائیں اور راہوں میں پانی کے نالے بہہ چلیں تو اس وقت مینہ بند ہونے کے واسطے دعا مانگنی جائز ہے۔

٩٦١ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ نَمِرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُطِرُوْا مِنْ جُمُعَةٍ إِلٰى جُمُعَةٍ فَجَآءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ عَلٰى رُؤُوْسِ الْجِبَالِ وَالْاٰكَامِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ.

٩٦١۔ اور مطلب اس حدیث انس رضی اللہ عنہ کا وہی ہے جو اوپر گزرا اور غرض یہاں صرف اس لفظ سے ہے کہ حضرت ﷺ نے دعا کی پس مدینے سے بادل ٹل گیا اور مینہ بند ہو گیا اور مطلب اس باب کا یہ ہے کہ جیسے قحط کے وقت مینہ کے واسطے دعا مانگنی جائز ہے ویسے ہی مینہ کی کثرت اور طغیانی کے وقت بھی دعا مانگنی جائز ہے تا کہ لوگوں کو ضرر نہ پہنچے۔

## بَابُ مَا قِيْلَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے جمعہ کے دن استسقاء

وَسَلَّمَ لَمْ يُحَوِّلْ رِدَآءَهٗ فِي الْإِسْتِسْقَآءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

میں چادر کو نہیں پلٹا۔

٩٦٢ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَافَى بْنُ عِمْرَانَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا شَكَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَاكَ الْمَالِ وَجَهْدَ الْعِيَالِ فَدَعَا اللّٰهَ يَسْتَسْقِي وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهٗ حَوَّلَ رِدَآءَهٗ وَلَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

٩٦٢۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے جانور مرنے اور بال بچوں کی بھوک اور تکلیف کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی یعنی قحط پڑ گیا ہے اور مینہ نہیں برسا سو آپ نے مینہ کے واسطے اللہ سے دعا کی اور انس رضی اللہ عنہ نے نہ یہ ذکر کیا کہ آپ نے چادر کو پلٹا اور نہ یہ کہ آپ نے قبلے کی طرف منہ کیا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بعض دلیل پکڑتے ہیں کہ استسقاء میں چادر پلٹ کر اوڑھنی سنت نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ احتمال ہے کہ انس رضی اللہ عنہ سے نیچے دوم درجے کے راوی کا یہ قول ہو نہ انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد کا اور نیز راوی کے نہ ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعہ میں بھی نہ ہو اور نیز اگر فرضا آپ نے اس موقع میں چادر کو نہ بھی پلٹا ہو تو اس سے تحویل رداء کی نفی نہیں ہو سکتی اس لیے کہ پہلے گزر چکا ہے کہ استسقاء کئی طور سے آیا ہے پس ایک کے ذکر سے دوسرے کی نفی لازم نہیں آتی اور نہ جس حدیث میں تحویل رداء کا ذکر ہے وہ بھی عدم تحویل رداء کی نفی پر دلالت کرے گی اور یہ جھگڑے کو مضر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ نے چھ یا سات بار استسقاء کیا ہے سوایک بار کے سوا آپ نے کبھی چادر کو نہیں پلٹا سو جواب اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا کہ استسقاء کئی قسم پر ہے ایک قسم دوسری سے علیحدہ ہے ایک میں تحویل کا ذکر ہے دوسری میں نہیں اور ایک میں استقبال قبلے کا ذکر ہے اور دوسری میں نہیں اور ایک میں نماز کا ذکر ہے اور دوسری میں نہیں سو چادر کا دوسرے وقتوں میں نہ پلٹنا اس کی نفی پر دلالت نہیں کرتا اور نیز عدم ذکر عدم وقوع کو مستلزم نہیں اور نیز یہ زیادتی علم کی ہے پس لابد مقدم ہو گی اور نیز عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ابوداؤد میں روایت آ چکی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء میں چادر کو پلٹ کر اوڑھا پس معلوم ہوا کہ آپ نے کئی بار چادر کو پلٹا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے استسقاء کیا اور چادر کو نہ پلٹا سو جواب اس کا بعد تسلیم صحت کے ہے کہ اس سے دوسرے طریقوں کی نفی نہیں نکلتی ہے ورنہ کسی اور طریقے سے استسقاء جائز نہ ہو گا حالانکہ جواز میں کسی کو بھی کلام نہیں اور نیز خالی نہیں اس سے کہ عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل یا تو تحویل کے عدم استحباب پر دلالت کرے گا اور یا عدم جواز پر کرے گا سو شق اول ہم کو مضر نہیں کہ ہم استحباب کو اور حدیثوں سے ثابت کر لیں گے اور شق ثانی سے اور سب طریقے ناجائز ٹھہریں گے اور یہ جھگڑے کو مضر ہے اس لیے کہ استسقاء میں نماز وغیرہ کے جواز کا وہ بھی قائل ہے اور نیز اس کے بعض

طریقوں میں خطبے کا بھی ذکر آ گیا ہے جیسا کہ زبیر نے انساب میں بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عباس رضی اللہ عنہ کو والد کی طرح جانتے تھے...... الخ پس جھگڑے کو لازم آئے گا کہ خطبے کا قائل ہو اور اسی طرح فال کے واسطے چادر کو پلٹنا اس کے ترک کو مستلزم نہیں بلکہ اس کے ہمیشہ کرنے کو مستلزم ہے اور نیز کسی حکم میں کسی علت کا پایا جانا اس کے سنت ہونے کے منافی نہیں۔

بَابُ إِذَا اسْتَشْفَعُوْا إِلَى الْإِمَامِ لِيَسْتَسْقِيَ لَهُمْ لَمْ يَرُدَّهُمْ.

جب لوگ امام کو استسقاء کے واسطے شفیع بنانا چاہیں کہ وہ اللہ سے ان کے لیے مینہ مانگے تو وہ ان کے سوال کو رد نہ کرے۔

٩٦٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ نَمِرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ فَدَعَا اللّٰهَ فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ فَجَآءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ عَلٰى ظُهُوْرِ الْجِبَالِ وَالْأٰكَامِ وَبُطُوْنِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ.

٩٦٣۔ ترجمہ اور مطلب اس حدیث انس رضی اللہ عنہ کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

**فائدہ:** پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگ امام کو استسقاء میں سفارشی بنا دیں اور اس سے مینہ مانگنے کی درخواست کریں تو وہ ان کی درخواست کو رد نہ کرے بلکہ ان کے واسطے اللہ سے مینہ کی دعا کرے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مینہ مانگنے والے آدمی کے سوال کو رد نہ کیا بلکہ ان کے واسطے مینہ کی دعا کی پس مطابقت اس حدیث کی ترجمہ سے ظاہر ہے اور اگر کوئی کہے کہ یہ باب پہلے بھی گزر چکا ہے کہ جب قحط پڑ جائے تو لوگ امام سے مینہ مانگنے کی درخواست کریں

چنانچہ وہ باب یہ ہے سوال الناس الامام اذا قحطوا پس ان دونوں بابوں میں فرق کیا ہے تو کہا جائے گا کہ پہلے باب میں یہ ذکر ہے کہ قحط کے وقت لوگوں کو چاہیے کہ امام سے درخواست کریں اور اس باب میں یہ ذکر ہے کہ امام ان کے سوال کو رد نہ کرے پس پہلے میں اس چیز کا ذکر ہے جو لوگوں پر لازم ہے اور دوسرے میں اس چیز کا ذکر ہے جو امام پر لازم ہے پس فرق ظاہر ہے۔

بَابُ إِذَا اسْتَشْفَعَ الْمُشْرِكُوْنَ بِالْمُسْلِمِيْنَ عِنْدَ الْقَحْطِ.

جب قحط میں مشرک مسلمانوں کو مینہ مانگنے کے واسطے شفیع بنا دیں تو مسلمان ان کی سفارش کو قبول کریں اور ان کے واسطے مینہ مانگیں۔

٩٦٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ وَالْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ أَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ إِنَّ قُرَيْشًا أَبْطَئُوْا عَنِ الْإِسْلَامِ فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتّٰى هَلَكُوْا فِيْهَا وَأَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ فَجَآءَهُ أَبُوْ سُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَأْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ هَلَكُوْا فَادْعُ اللّٰهَ فَقَرَأَ ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ ثُمَّ عَادُوْا إِلٰى كُفْرِهِمْ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى﴾ يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَزَادَ أَسْبَاطٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسُقُوا الْغَيْثَ فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ سَبْعًا وَّشَكَا النَّاسُ كَثْرَةَ الْمَطَرِ قَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَانْحَدَرَتِ السَّحَابَةُ عَنْ رَأْسِهٖ فَسُقُوا النَّاسُ حَوْلَهُمْ.

٩٦٤۔ حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا سو اُس نے کہا کہ کفار قریش نے اسلام میں دیر کی یعنی اسلام کو قبول نہ کیا سو حضرت ﷺ نے ان پر بددعا کی سو ان کو قحط نے پکڑا یہاں تک کہ وہ اس میں ہلاک ہوئے اور ہڈیوں اور مردار کو کھا گئے سو ابوسفیان آپ کے پاس آیا اور کہا کہ اے محمد! تو برادر پروری کا حکم کرتا ہے اور البتہ تیری قوم قحط سے ہلاک ہوئی سو اللہ سے دعا مانگ سو آپ نے یہ آیت پڑھی کہ تو راہ دیکھ جس دن کہ لائے گا آسمان دھواں صریح جو گھیر لے لوگوں کو آخر تک پھر وہ کفر کی طرف پلٹ گئے پس یہ مورد ہے اس آیت کا جس دن پکڑیں گے ہم بڑے گھروں کو دن کے یعنی جب انہوں نے عہد توڑا اور کفر کی طرف پلٹ گئے تو یہ آیت اس کے رد میں نازل ہوئی کہ ہم بدر میں بدلہ لیں گے اور اسباط نے اپنی روایت میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ حضرت ﷺ نے ان کے واسطے مینہ کی دعا کی پس پانی دیے گئے سو سات دن لگا تار ان پر پانی برسا لوگوں نے پانی کی کثرت سے شکایت کی تو حضرت ﷺ نے یوں دعا کی کہ الٰہی! ہمارے آس پاس مینہ برسے ہم پر اب نہ برسے پس آپ کے سر سے بادل ٹل گیا اور آس پاس کے لوگ پانی دیے گئے یعنی آس پاس لوگوں پر برسایا گیا تھا مدینہ خالی ہوگیا۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ جب کفار قریش نے سجدے میں اونٹ کی اوجھڑی حضرت ﷺ کی پیٹھ پر رکھ دی تب آپ نے ان کے حق میں قحط کی بد دعا کی پھر ان کے واسطے مینہ کی دعا کی لیکن حضرت ﷺ کے سوا اور کسی کے واسطے کافروں کے حق میں مینہ کی دعا کرنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ وہ حضرت ﷺ کا خاصہ تھا کہ آپ کو اس کی مصلحت پر اطلاع ہوگئی تھی پس آپ کے سوا اور کسی امام کو کافروں کے واسطے دعا کرنی جائز نہیں لیکن اگر یہ امید ہو کہ کافر لوگ کفر کو چھوڑ دیں گے یا اس سے عام مسلمانوں کو نفع پہنچے گا تو ایسی حالت میں کافروں کے واسطے مینہ کی دعا کرنی جائز ہے واللہ اعلم۔ اور حضرت ﷺ کی دعا سے سات دن لگا تار پانی برسنا دو بار واقع ہوا ہے ایک بار تو یہ معاملہ مکے میں ہوا ہے کہ پہلے آپ نے کفار قریش پر قحط کی بد دعا کی اور پھر جب تنگ ہو گئے اور ابو سفیان نے آپ سے مینہ کی درخواست کی تو ان کے واسطے مینہ کی دعا مانگی اور اس حدیث میں اسی مکے کے معاملہ کا ذکر ہے اور دوسری بار یہ معاملہ مدینے میں واقعہ ہوا ہے کہ آپ نے جمعہ کے خطبے میں مینہ کی دعا مانگی جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہو چکا ہے پس یہ واقع متعدد ہے اور شاید احتمال ہے کہ اس وقت مکے میں ابو طالب بھی موجود ہو گا اسی واسطے اُس نے حضرت ﷺ کی مدح میں شعر کہا کما مر ذکرہ۔

## بَابُ الدُّعَآءِ إِذَا كَثُرَ الْمَطَرُ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا.

جب مینہ کثرت سے برسے تو اس وقت یہ دعا مانگنی جائز ہے کہ الٰہی ہمارے آس پاس پانی برسے ہم پر اب نہ برسے۔

**فائدہ:** غرض اس باب سے یہ ہے کہ اگر مینہ کی کثرت سے دعا مانگے تو اس قسم کے لفظوں سے دعا مانگے اس لیے کہ مینہ اللہ کی رحمت ہے سو اس کے مطلق بند ہونے کے واسطے دعا مانگنی مناسب نہیں بلکہ ایسے طور سے دعا کرے کہ نفع باقی رہے اور ضرر دفع ہو جائے جیسا کہ حضرت ﷺ کی اس دعا کا مضمون ہے کہ ہمارے آس پاس برسے ہم پر نہ برسے۔

٩٦٥ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ جُمُعَةٍ فَقَامَ النَّاسُ فَصَاحُوْا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ قَحَطَ الْمَطَرُ وَاحْمَرَّتِ الشَّجَرُ وَهَلَكَتِ الْبَهَآئِمُ فَادْعُ اللهَ يَسْقِيْنَا فَقَالَ اللّٰهُمَّ اسْقِنَا مَرَّتَيْنِ وَايْمُ اللهِ مَا نَرٰى فِي السَّمَآءِ قَزَعَةً مِّنْ سَحَابٍ

٩٦٥۔ ترجمہ اور مطلب اس حدیث کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ مدینہ کھل گیا یعنی اس کے اوپر سے بادل ٹل گیا سو اس کے آس پاس برسنے لگا اور مدینے میں ایک قطرہ بھی نہیں برستا تھا سو میں نے مدینے کی طرف دیکھا اور بیشک وہ مثل تاج کی نظر آتا تھا یعنی اور سب طرفوں میں بادل باقی تھا فقط مدینے پر بادل نہیں رہا تھا سو جتنی جگہ کہ مدینے کے اوپر بادل میں خالی ہو گئی تھی وہ جگہ ایسی گول تھی جیسا کہ بادشاہی تاج ہوتا ہے۔

فَنَشَأَتْ سَحَابَةٌ وَّأَمْطَرَتْ وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَصَلّٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ لَمْ تَزَلْ تُمْطِرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِىْ تَلِيْهَا فَلَمَّا قَامَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ صَاحُوْا إِلَيْهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يَحْبِسْهَا عَنَّا فَتَبَسَّمَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَكَشَطَتِ الْمَدِيْنَةُ فَجَعَلَتْ تَمْطُرُ حَوْلَهَا وَلَا تَمْطُرُ بِالْمَدِيْنَةِ قَطْرَةٌ فَنَظَرْتُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ وَإِنَّهَا لَفِىْ مِثْلِ الْإِكْلِيْلِ.

بَابُ الدُّعَآءِ فِى الْإِسْتِسْقَآءِ قَآئِمًا.

استسقاء میں کھڑے ہو کر دعا کرنے کا بیان یعنی خواہ خطبے میں ہو خواہ غیر خطبے میں ہو۔

**فائدہ:** حکمت اس میں یہ ہے کہ لوگ امام کو دیکھ کر اس کی پیروی کریں۔

٩٦٦ - وَقَالَ لَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ زُهَيْرٍ عَنْ أَبِىْ إِسْحَاقَ خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْأَنْصَارِىُّ وَخَرَجَ مَعَهُ الْبَرَآءُ بْنُ عَازِبٍ وَزَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَاسْتَسْقٰى فَقَامَ بِهِمْ عَلٰى رِجْلَيْهِ عَلٰى غَيْرِ مِنْبَرٍ فَاسْتَغْفَرَ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ بِالْقِرَآءَةِ وَلَمْ يُؤَذِّنْ وَلَمْ يُقِمْ قَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ وَرَأٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْأَنْصَارِىُّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

٩٦٦۔ حضرت ابو اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن یزید مینہ کے واسطے میدان کی طرف نکلا اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی اس کے ساتھ نکلے سو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مینہ کے واسطے دعا کی سو وہ ان کے واسطے اپنے دونوں پاؤں پر بغیر منبر کے کھڑا ہوا یعنی زمین پر سو اللہ سے مغفرت چاہی اور مینہ کے واسطے دعا مانگی پھر دو رکعتیں نماز ادا کی اور اس میں قرأت پکار کر پڑھی اور اس کے ساتھ نہ اذان کہی اور نہ تکبیر کہی ابو اسحاق نے کہا کہ عبداللہ بن یزید نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استسقاء میں کھڑے ہو کر دعا کرنی چاہیے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ استسقاء کی نماز میں اذان اور تکبیر کہنی مشروع نہیں اور اس پر اجماع ہو چکا ہے، قاله ابن بطال.

٩٦٧ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبَّادُ بْنُ تَمِيمٍ أَنَّ عَمَّهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِي لَهُمْ فَقَامَ فَدَعَا اللّٰهَ قَائِمًا ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَ الْقِبْلَةِ وَحَوَّلَ رِدَآءَهُ فَأُسْقُوْا.

٩٦٧۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے واسطے لوگوں کے ساتھ میدان کی طرف نکلے سو کھڑے ہو کر اللہ سے مینہ کے لیے دعا کی پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی چادر کو پلٹ کر اوڑھا سو پانی دیے گئے یعنی مینہ برسا۔

**فائدہ:** مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

## بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَآءَةِ فِي الْإِسْتِسْقَآءِ.

استسقاء کی نماز میں پکار کر قراءت پڑھنے کا بیان۔

٩٦٨ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ فَتَوَجَّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُوْ وَحَوَّلَ رِدَآءَهُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ فِيْهِمَا بِالْقِرَآءَةِ.

٩٦٨۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے واسطے میدان میں نکلے سو قبلے کی طرف منہ کر کے دعا کرنے لگے اور اپنی چادر کو پلٹ کر اوڑھا پھر بلند قراءت سے دو رکعتیں نماز پڑھی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استسقاء کی نماز میں قرأت پکار کر پڑھنی سنت ہے پس مسئلہ باب کا ثابت ہو گیا۔

## بَابُ كَيْفَ حَوَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهُ إِلَى النَّاسِ.

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیٹھ کو لوگوں کی طرف کس طرح سے پھیرا۔

٩٦٩ ۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَسْقِيْ قَالَ فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُوْ ثُمَّ حَوَّلَ رِدَآءَهُ ثُمَّ صَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيْهِمَا بِالْقِرَآءَةِ.

٩٦٩۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جس دن کہ آپ مینہ مانگنے کے واسطے باہر نکلے سو آپ نے لوگوں کی طرف پیٹھ پھیری اور قبلے کی طرف منہ کیا اس حالت میں کہ دعا کرتے تھے پھر اپنی چادر کو پلٹا پھر ہم کو دو رکعتیں نماز پڑھائی ان میں قرأت پکار کر پڑھی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ آپ نے دائیں طرف سے قبلے کی طرف منہ پھیرا یا بائیں طرف سے پس ظاہر اس سے تخییر ثابت ہوتی ہے کہ جس طرف سے چاہے پھیرے لیکن دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دائیں طرف سے منہ پھیرا ہوگا کہ آپ ہر کام میں دائیں طرف سے شروع کرنے کو پسند کرتے تھے۔

**بَابُ صَلَاةِ الْاِسْتِسْقَاءِ رَكْعَتَيْنِ.** استقاء کی نماز دو رکعتیں ہے۔

**فائدہ:** امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ تمام علماء سلف اور خلف صحابہ اور تابعین وغیرہ کا یہی مذہب ہے کہ استقاء میں نماز سنت ہے اور اس میں کوئی مخالف نہیں ہوا مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور دلیل اس کی وہ حدیثیں ہیں جن میں نماز کا ذکر نہیں اور جمہور علماء کی دلیل وہ حدیثیں ہیں جو صحیحین وغیرہ میں موجود ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استقاء کے واسطے دو رکعتیں نماز پڑھی اور جن حدیثوں میں نماز کا ذکر نہیں سو ان میں سے بعض تو راوی کے نسیان پر محمول ہیں اور بعض وہ ہیں کہ آپ نے جمعہ کے خطبہ میں استقاء کیا اور اس کے پیچھے نماز آتی ہے سو آپ نے نماز استقاء کے بدلے جمعہ کی نماز پر اکتفا کیا اور وہی نماز اس کے بدلے کافی ہوگئی اور اگر استقاء میں مطلق نماز نہ پڑھے تو یہ بیان ہوگا کہ بغیر نماز کے بھی استقاء جائز ہے اور جواز میں کسی کو بھی اختلاف نہیں اور جو حدیثیں کہ نماز کی مثبت ہیں وہ ان پر مقدم ہوں گی اس لیے کہ وہ علم کی زیادتی ہے اور ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں کہ وہ تین قسم پر ہے کما مر اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ سب شہروں کے علماء اس پر متفق ہیں کہ استقاء میں نماز مشروع ہے مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مشروع نہیں پس جمہور صحابہ اور تابعین وغیرہ کے عمل کے سبب سے سنیت کو ترجیح ہوگی اور نیز بعض حدیثوں میں جو نماز مذکور نہیں تو یہ عدم ذکر عدم وقوع کو مستلزم نہیں پس معلوم ہوا کہ استقاء میں نماز سنت ہے اور نیز حنفیہ کے نزدیک امام کا قول مفتی بہ نہیں بلکہ اُن کے نزدیک فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مطلق استغفار کرنا فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ﴿استغفروا ربکم﴾ الآیۃ پس نماز اس میں داخل نہیں ہوگی سو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر اس آیت سے استدلال کیا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ نماز مطلق جائز نہ ہو اس لیے کہ اس میں فقط استغفار کا ذکر ہے پس نماز سے زیادۃ علی النص بخبر الواحد لازم آئے گی اور وہ بموجب اصول حنفیہ کے جائز نہیں حالانکہ نماز کے جواز کے حنفیہ بھی قائل ہیں اور نیز ہم کہتے ہیں کہ نماز بھی استقاء میں داخل ہے بلکہ اس کا عین ہے پس نماز کی نفی اس سے نہیں نکلتی ہے اور نیز اگر نماز اور استغفار کے درمیان فرق تسلیم کیا جائے تو کہا جائے گا کہ خبر واحد کے ساتھ عموم کتاب کی تخصیص کرنی ائمہ اربعہ وغیرہ اہل اصول کے نزدیک جائز ہے پس اس آیت کو ساتھ حدیث نماز کے مخصوص کیا جائے گا اور نیز اگر استقاء میں فقط استغفار ہی پر کفایت کی جائے تو تب بھی جائز ہے اس لیے کہ استقاء کئی طرح سے ثابت ہو چکا ہے پس تطبیق مقدم ہے اہمال پر اور نیز سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں استغفار سے استقاء مراد نہیں اس لیے کہ مال اور اولاد اور باغوں وغیرہ کی

چیزوں کو اس کے ساتھ معلق کیا ہے اور مقصود استسقاء میں فقط مینہ ہوتا ہے لا غیر پس معلوم ہوا کہ مراد استغفار سے اس آیت میں ایمان ہے پس استدلال کرنا اس سے صحیح نہیں۔

اور بعض کہتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں استسقاء کیا اور فقط دعا مانگی اور نماز نہ پڑھی سو جواب اس کا یہ ہے جو پہلے گزر چکا ہے کہ استسقاء کئی طور سے آیا ہے پس احتمال ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے واسطے بیان جواز کے فقط دعا پر کفایت کی ہو اس لیے کہ فقط دعا پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے کما مر اور مستحب یا جائز امر کے ترک کرنے پر انکار کرنا کچھ ضروری نہیں ہے اور نیز تمام صحابہ اور تابعین وغیرہ کا یہ مذہب ہے کہ نماز سنت ہے کما مر من کلام النووی پس عمر رضی اللہ عنہ کی نماز نہ پڑھنے سے کچھ حرج نہیں اور نیز عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعض طریقوں میں خطبہ پڑھنا بھی ثابت ہو چکا ہے کما مر پس اس سے لازم آئے گا کہ خطبہ بھی مشروع ہو حالانکہ حنفیہ اس کے قائل نہیں اور نیز اس سے لازم آئے گا کہ استقبال قبلہ بھی مسنون نہ ہو کہ اس حدیث عبداللہ کے سوا اور کسی حدیث میں اس کا ذکر نہیں اور نیز حنفیہ کا فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے پس عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کرنا صحیح نہیں اور نیز لوگوں نے عمر پر انکار کیا کہ یہ استسقاء نہیں ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ استسقاء کی نماز میں جماعت ثابت نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس باب کی حدیثوں میں تصریح موجود ہے فصلی لنا رکعتین یعنی آپ نے ہم کو دو رکعتیں نماز پڑھائی پس یہ خیال فاسد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ خاصہ محض احتمال سے ثابت نہیں ہو سکتا ہے اور نیز اس سے لازم آئے گا کہ نماز بالکل جائز نہ ہو حالانکہ نماز حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے بلکہ اسی پر فتویٰ ہے پس اس کا خاصہ ہونا خود انہی کے فتویٰ سے باطل ہو گیا اور نیز اگر خاصہ ہوتا تو تمام صحابہ اور تابعین وغیرہ اس کے جائز ہونے کے قائل نہ ہوتے حالانکہ جواز کے سب قائل ہیں اور کسی نے اس کا خاصہ ہونا نہ سمجھا حالانکہ وہ اہل زبان تھے اور آپ کی کلام کو خوب سمجھتے تھے پس معلوم ہوا کہ اس کو خاصہ کہنا محض خیال فاسد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ استسقاء کے باب میں حدیثیں مختلف آئی ہیں پس یہ دلیل ہے ان کے مضطرب ہونے کی سو جواب اس کا یہ ہے کہ اضطراب مستلزم ہے اس بات کو کہ استسقاء کسی طور سے جائز نہ ہو اور یہ بات بالا جماع باطل ہے پس دعویٰ اضطراب بالا جماع باطل ہے اور نیز اس کا مضطرب ہونا مستلزم ہے اس بات کو کہ استسقاء میں نماز جائز نہ ہو حالانکہ نماز بالا جماع جائز ہے اور نیز حنفیہ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے پس دعویٰ اضطراب خود حنفیہ کے قول سے باطل ہوا اور نیز استسقاء کی حدیثوں کا مختلف طور سے آنا ان کے مضطرب ہونے کے مستلزم نہیں بلکہ ہر طور سے جائز ہے اور ہر طریقہ بجائے خود مستقل ہے پس جس طور سے چاہے کرے لیکن سنت یہی ہے کہ استسقاء میں نماز پڑھے اور چونکہ حنفیہ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے تو یہ بھی اس کے سنت ہونے کی دلیل ہے ورنہ حنفیہ امام کے قول کو چھوڑ کر اس پر فتویٰ نہ دیتے۔

٩٧٠ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا

٩٧٠۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقٰى فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَّبَ رِدَآءَهٗ.

نے استسقاء کیا سو دو رکعتیں نماز پڑھی اور اپنی چادر کو پلٹ کر اوڑھا۔

**فائدہ:** بعض کہتے ہیں کہ اس حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی حدیث میں نماز کا ذکر نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ بات غلط ہے بلکہ اور کئی حدیثوں میں بھی نماز کا ذکر آ گیا ہے جیسے کہ حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء کے واسطے دو رکعتیں نماز پڑھی پہلی رکعت میں سات تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہیں اور طبرانی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء میں دو رکعتیں نماز پڑھی اور ان میں فقط ایک ایک تکبیر کہی اور نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنن اربعہ میں روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے واسطے عید گاہ کی طرف نکلے سو آپ نے عید کی طرح دو رکعتیں نماز پڑھی اور ظاہر ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعات متعدد ہیں تا کہ سب حدیثوں میں تطبیق ہو جائے پس ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء میں کئی بار نماز پڑھی ہے پس سنت ہونا اس کا ثابت ہو گیا۔

## بَابُ الْاِسْتِسْقَآءِ فِي الْمُصَلّٰى.

عید گاہ میں استسقاء کرنے کا بیان یعنی مستحب ہے کہ عید گاہ میں جا کر استسقاء کرے۔

**فائدہ:** استسقاء کے اول ایک باب میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا میدان کی طرف نکلنا مذکور ہو چکا ہے اور اس باب میں خاص عید گاہ کا ذکر ہے پس پہلا باب مطلق ہے اور یہ مقید ہے لیکن خانے کعبے کی مسجد اور بیت المقدس اس سے مستثنیٰ ہے کہ اس میں بہ نسبت عید گاہ کے زیادہ ثواب ہے۔

٩٧١ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلّٰى يَسْتَسْقِيْ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَبَ رِدَآءَهٗ قَالَ سُفْيَانُ فَأَخْبَرَنِي الْمَسْعُوْدِيُّ عَنْ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَ جَعَلَ الْيَمِيْنَ عَلَى الشِّمَالِ.

٩٧١۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے واسطے عید گاہ کی طرف نکلے اور قبلے کی طرف منہ کیا سو دو رکعتیں نماز پڑھی اور چادر کو پلٹا اس کے دائیں طرف کو بائیں مونڈھے پر کیا اور بالعکس۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استسقاء کے واسطے عیدگاہ کی طرف نکلنا مستحب ہے۔

**بَابُ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ فِي الْاِسْتِسْقَآءِ.**

استسقاء میں قبلے کی طرف منہ کرنا مستحب ہے۔

٩٧٢ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ عَبَّادَ بْنَ تَمِيْمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدِ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلّٰى يُصَلِّيْ وَأَنَّهُ لَمَّا دَعَا أَوْ أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَآءَهُ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ هٰذَا مَازِنِيٌّ وَالْأَوَّلُ كُوْفِيٌّ هُوَ ابْنُ يَزِيْدَ.

٩٧٢۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مینہ کی دعا کرنے کے واسطے عیدگاہ کی طرف نکلے اور جب دعا کرنے لگے تو قبلے کی طرف منہ کیا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استسقاء میں قبلے کی طرف منہ کرنا مستحب ہے۔

**بَابُ رَفْعِ النَّاسِ أَيْدِيَهُمْ مَعَ الْإِمَامِ فِي الْاِسْتِسْقَآءِ.**

استسقاء میں جب امام دعا کے واسطے ہاتھ اٹھائے تو مستحب ہے کہ لوگ بھی اس کے ساتھ ہاتھ اٹھائیں اور اس کے ساتھ دعا میں شریک ہوں۔

وَقَالَ أَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ أَتٰى رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ مِّنْ أَهْلِ الْبَدْوِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْمَاشِيَةُ هَلَكَ الْعِيَالُ هَلَكَ النَّاسُ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ يَدْعُوْ وَرَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ مَّعَهُ يَدْعُوْنَ قَالَ فَمَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن ایک دیہاتی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا سو اس نے عرض کی کہ یا حضرت! پانی کی قلت کی وجہ سے جانور مر گئے اور بال بچے اور سب لوگ بھوک سے ہلاک ہو گئے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے واسطے ہاتھ اٹھائے اور لوگوں نے بھی دعا کے واسطے آپ کے ساتھ ہاتھ اٹھائے انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم مسجد سے باہر نہ نکلے تھے یہاں تک کہ اللہ نے ہم پر مینہ برسایا سو ہمیشہ ہم پر مینہ برستا رہا یہاں تک کہ دوسرا جمعہ آ گیا سو کوئی آدمی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا حضرت!

خَرَجْنَا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰى مُطِرْنَا فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ حَتّٰى كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْأُخْرٰى فَأَتَى الرَّجُلُ إِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَشِقَ الْمُسَافِرُ وَمُنِعَ الطَّرِيْقُ وَقَالَ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ وَشَرِيْكٍ سَمِعَا أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ.

مسافر چلنے سے تھک گئے اور عاجز ہو گئے اور راہ بند ہو گیا یعنی پانی کی کثرت سے کوئی چل نہیں سکتا اور ایک روایت میں اتنا لفظ اور زیادہ ہے کہ حضرت ﷺ نے دعا کے واسطے ہاتھ اٹھائے اور ان کو بہت بلند کیا یہاں تک کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استسقاء میں لوگوں کو امام کے ساتھ ہاتھ اٹھانے مستحب ہیں اور غرض اس باب سے رد کرنا ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ استسقاء میں فقط امام کی دعا کافی ہے۔

### بَابُ رَفْعِ الْإِمَامِ يَدَهُ فِي الْإِسْتِسْقَآءِ. مینہ مانگنے کی دعا میں امام کو اپنے ہاتھ کو اٹھانا۔

**فائدہ:** غرض اس باب سے یہ ہے کہ مینہ کی دعا میں امام کو ہاتھ اٹھانے جائز ہیں اور پہلے باب سے یہ مقصود تھا کہ مقتدی امام کا اتباع کریں اور یا غرض پہلے باب سے استسقاء میں ہاتھ اٹھانے کا جواز ثابت کرنا ہے اور غرض اس باب سے ہاتھ اٹھانے کی کیفیت بیان کرنی ہے کہ کہاں تک اٹھائے پس دونوں بابوں میں فرق ظاہر ہے۔

٩٧٣ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ دُعَآءِهٖ إِلَّا فِي الْإِسْتِسْقَآءِ وَإِنَّهُ يَرْفَعُ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ.

٩٧٣۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ اپنے ہاتھ کسی دعا میں نہیں اٹھاتے تھے مگر مینہ کی دعا میں سو بیشک آپ اس میں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی جاتی تھی۔

**فائدہ:** ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ استسقاء کے سوا اور کسی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے حالانکہ یہ واقعہ کے مخالف ہے اس لیے کہ دوسری بہت حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مینہ کی دعا کے سوا اور دعاؤں میں بھی آپ ہاتھ اٹھاتے تھے اور اس قسم کی حدیثیں بے شمار ہیں پس ان میں تعارض ہے سو بعض کہتے ہیں کہ ان بہت حدیثوں کے ساتھ عمل کرنا اولیٰ ہے اور یہ حدیث انس رضی اللہ عنہ کی محمول ہے اس پر کہ اُس نے آپ کو اور جگہوں میں ہاتھ

اٹھاتے نہیں دیکھا اور اس کے نہ دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے نے بھی آپ کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے نہ دیکھا ہو پس مثبت کو نافی پر مقدم کیا جائے گا خاص کر ایسی حالت میں کہ مثبت جماعت ہے اور نافی ایک ہے اور بعض کہتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ کی نفی خاص صفت پر محمول ہے یعنی استسقاء میں ہاتھوں کو بہت بلند اٹھاتے تھے اور اس کے سوا دوسری دعاؤں میں تھوڑا بلند کرتے تھے اس کا یہ مطلب نہیں کہ استسقاء کے سوا اور دعاؤں میں مطلق ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ علماء کہتے ہیں کہ جو دعا کہ کسی بلا کے دفع کرنے کے واسطے کی جائے اس میں سنت یہ ہے کہ الٹے ہاتھ سے دعا کرے یعنی ہاتھوں کی پیٹھ کو آسمان کی طرف کرے اور جو دعا کہ کسی چیز کے حاصل کرنے اور دعا مانگنے کے واسطے کی جائے اس میں سنت یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ سے دعا کرے یعنی ہاتھوں کی پیٹھ کو زمین کی طرف کرے جیسا کہ معمول اور مروج ہے پس احتمال ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کے انکار کا یہ معنی ہو کہ میں نے آپ کو استسقاء کے سوا اور کسی دعا میں الٹے ہاتھ سے دعا کرتے نہیں دیکھا پس اس تاویل سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی۔

**بَابُ مَا يُقَالُ إِذَا مَطَرَتْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَصَيِّبِ الْمَطَرُ.**

جب مینہ برسنے لگے تو اس وقت کیا دعا پڑھی جائے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت ﴿أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ﴾ کی تفسیر میں کہا کہ مراد صیب سے مینہ ہے۔

**فائدہ:** غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس تفسیر کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ حدیث آئندہ میں جو صیب کا لفظ آیا ہے تو مراد اس سے مینہ ہے اور یہی قول جمہور علماء کا اور کشاف میں کہا کہ صیب کا معنی مینہ برسنے والا ہے۔

**وَقَالَ غَيْرُهُ صَابَ وَأَصَابَ يَصُوْبُ.**

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سوا اور کسی نے کہا کہ صَابَ يَصُوْبُ اور أَصَابَ يُصِيْبُ مجرد اور مزید دونوں کا ایک معنی ہے یعنی اتارنا اور صیب اجوف واوی سے مشتق ہے یعنی صوب سے جس کا معنی بلندی سے نیچے آنے کا ہے اور اس کے فعل اس طور سے مستعمل ہیں صَابَ يَصُوْبُ وَأَصَابَ يُصِيْبُ.

**فائدہ:** خلاصہ یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کلام میں فقط صیب کے معنی کا بیان ہے اور غیر کی کلام میں اس کے اشتقاق کا بیان ہے کہ اس کا اصل کیا ہے اور کس لفظ سے مشتق ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کی مناسبت باب کے ساتھ اس طور سے ہے کہ چونکہ صیب لفظ حدیث میں واقع ہوا ہے اس واسطے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے معنی پہلے بیان کر دیے اور نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت ہے کہ جب کوئی لفظ قرآن کا حدیث کے لفظ کے مطابق ہو تو اس لفظ قرآن کا معنی بھی اس جگہ میں بیان کر دیتا ہے۔

٩٧٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ قَالَ اللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا تَابَعَهُ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ وَعُقَيْلٌ عَنْ نَافِعٍ.

۹۷۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مینہ دیکھتے تو یوں دعا کرتے الٰہی! نفع دینے والا مینہ برسا یعنی ضرر دینے والا نہ ہو۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب مینہ برسنے لگے تو یہ دعا پڑھے کہ الٰہی! مینہ نافع ہو مضر نہ ہو پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

## بَابُ مَنْ تَمَطَّرَ فِي الْمَطَرِ حَتّٰى يَتَحَادَرَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ.

جو شخص مینہ میں کھڑا ہو کر قصداً اپنے بدن پر مینہ برسانا چاہے یہاں تک کہ اس کی داڑھی پر ٹپکنے لگے اس نیت سے کہ وہ اللہ کے پاس سے تازہ وارد ہوا ہے اور ابھی دنیا خسیس کے ساتھ آلودہ نہیں ہوا تو یہ مکروہ نہیں بلکہ مستحب اور موجب ثواب ہے۔

**فائدہ:** صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے کو اپنے بدن سے کھولا یہاں تک کہ آپ کے بدن پر مینہ برسا میں نے عرض کیا کہ آپ نے یہ کام کس واسطے کیا ہے فرمایا کہ وہ اللہ کے نزدیک سے تازہ وارد ہوا ہے اور زمین کے ساتھ ابھی آلودہ نہیں ہوا۔

٩٧٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَامَ أَعْرَابِيٌّ

۹۷۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت لوگوں میں قحط پڑا سو جس حالت میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر خطبہ پڑھتے تھے کہ (اچانک) ایک دیہاتی کھڑا ہوا سو اس نے عرض کی کہ یا حضرت! پانی کی قلت سے جانور مر گئے اور بال بچے بھوک سے مرتے ہیں سو آپ اللہ سے ہمارے واسطے دعا کیجئے کہ ہم کو پانی دے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے واسطے ہاتھ اٹھائے اور آسمان پر کہیں بدلی کا نشان نہ تھا سو پہاڑوں کی طرح بادل

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا أَنْ يَّسْقِيَنَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَمَا فِي السَّمَآءِ قَزَعَةٌ قَالَ فَثَارَ سَحَابٌ أَمْثَالُ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِّنْبَرِهٖ حَتّٰى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ قَالَ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ وَفِي الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِيْ يَلِيْهِ إِلَى الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى فَقَامَ ذٰلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ رَجُلٌ غَيْرُهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَآءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا قَالَ فَمَا جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ بِيَدِهٖ إِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ السَّمَآءِ إِلَّا تَفَرَّجَتْ حَتّٰى صَارَتِ الْمَدِيْنَةُ فِيْ مِثْلِ الْجَوْبَةِ حَتّٰى سَالَ الْوَادِيْ وَادِيْ قَنَاةَ شَهْرًا قَالَ فَلَمْ يَجِیْءْ أَحَدٌ مِّنْ نَاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ.

اٹھا پھر حضرت ﷺ منبر سے نیچے نہ اترے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی داڑھی سے ٹپکتا ہے سو ہم مینہ برسائے گئے اُس دن بھی اور اس سے پچھلے دن بھی اور اس سے پچھلے دن بھی اور جو اس کے ساتھ متصل ہے آئندہ جمعہ تک یعنی برابر سات دن تک جھڑی لگی رہی سو پھر وہی گنوار یا کوئی اور مرد کھڑا ہوا سو عرض کی کہ یا حضرت! پانی کی کثرت سے گھر گر گئے اور جانور ڈوب گئے سو آپ اللہ سے ہمارے واسطے دعا کیجئے سو حضرت ﷺ نے دعا کے واسطے ہاتھ اٹھائے اور یوں دعا کی کہ الٰہی! ہمارے آس پاس برسے ہم پر نہ برسے سو حضرت ﷺ اپنے ہاتھ سے آسمان کی کسی طرف اشارہ نہیں کرتے تھے مگر کہ بادل اس طرف سے کھل جاتا تھا سو مدینے کے اوپر سے بادل ٹل گیا اور مدینہ ڈھال کی طرح خالی ہو گیا یہاں تک کہ قناۃ کا نالا ایک مہینہ تک بہتا رہا سو کوئی آدمی کسی طرف سے نہیں آتا تھا مگر کہ بہت مینہ کی خبر دیتا تھا یعنی ہر طرف سے مینہ کی خبر آتی تھی۔

**فائدہ:** غرض امام بخاری کی اس حدیث سے یہ ہے کہ مینہ کا حضرت ﷺ کی داڑھی سے ٹپکنا اتفاقی امر نہیں تھا بلکہ قصداً آپ مینہ میں کھڑے رہے تا کہ مینہ آپ کے بدن پر پڑے اس لیے کہ اگر یہ امر قصداً نہ ہوتا تو آپ مینہ کی ابتداء میں منبر سے نیچے اتر آتے لیکن آپ دیر تک خطبہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ مینہ کی کثرت ہوگئی اور آپ کی داڑھی سے پانی ٹپکنے لگا اور مسلم کی حدیث جو مذکور ہوئی ہے وہ صریح ہے اس میں کہ آپ قصداً مینہ میں کھڑے رہے پس معلوم ہوا کہ مینہ میں کھڑے ہونا اور اپنے بدن پر مینہ برسانا مستحب ہے۔

**بَابُ إِذَا هَبَّتِ الرِّيْحُ.** جب سخت آندھی چلے تو کیا کرنا چاہیے اور کیا دعا پڑھنی چاہیے؟۔

**فائدہ:** استسقاء میں مطلوب مینہ ہوتا ہے اور اکثر اوقات آندھی بھی اس کے ساتھ ہوتی ہے پس اسی مناسبت کے

واسطے اس باب کو استسقاء کے بابوں میں داخل کیا۔

٩٧٦ ۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَتِ الرِّيْحُ الشَّدِيْدَةُ إِذَا هَبَّتْ عُرِفَ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

٩٧٦۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سخت آندھی چلتی تو اس کا اثر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک میں پہچانا جاتا یعنی خوف سے آپ کے چہرے مبارک کا رنگ بدل جاتا اور بے قرار ہو جاتے کہ مبادا اس کے ساتھ بندوں پر کوئی عذاب نازل نہ ہو جائے جیسا کہ عاد کی قوم پر نازل ہوا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب سخت آندھی چلے تو اس وقت خوف کرنا چاہیے اور صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سخت آندھی چلتی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا کرتے ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ یعنی الٰہی! میں تجھ سے اس کی بھلائی اور اس کے اندر کی بھلائی اور جس واسطے یہ آندھی بھیجی گئی ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس کی برائی اور اس کے اندر کی برائی اور جس واسطے یہ بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں پس معلوم ہوا کہ جب سخت آندھی چلے تو اس وقت آدمی خوف کرے اور یہ دعا پڑھے اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے موافق اس حدیث کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ ترجمے کو مطلق چھوڑ دیا ہے، واللہ اعلم۔

## بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا.

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا بیان کہ مجھ کو فتح نصیب ہوئی مشرق کی ہوا سے اور ہلاک ہوئی عاد کی قوم مغرب کی ہوا سے۔

**فائدہ:** صبا اس ہوا کا نام ہے جو پورب سے پچھم کو چلتی ہے اور اس کو قبول (سامنے سے آنے والی) بھی کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ کے دروازے سے ٹکر کھاتی ہے اور دبور (پیچھے سے آنے والی) اس ہوا کا نام ہے جو پچھم سے پورب کو چلتی ہے اور جنوب اس ہوا کا نام ہے جو دکھن (جنوب کی طرف) سے اتر (شمال کی طرف) کر چلتی ہے اور شمال اس ہوا کا نام ہے جو اتر سے دکھن کو چلتی ہے اور صبا کی ہوا بادل کو جمع کرتی ہے اور اکثر اوقات اس وقت مینہ برستا ہے پس یہ ہے وجہ مناسبت اس باب کی استسقاء سے۔

٩٧٧ ۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ.

٩٧٧۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو فتح نصیب ہوئی پورب کی ہوا سے اور ہلاک ہوئی عاد کی قوم پچھم کی ہوا سے۔

**فائدہ:** جب پانچویں سال ہجری کے جنگ احد میں کفار قریش کو شکست ہوئی تو بعد اس کے کفار قریش عرب کی بہت قوموں کو جمع کر کے مدینے پر چڑھا لائے اور مدینے کو آ کر چاروں طرف سے گھیر لیا اس لڑائی کو جنگ خندق اور جنگ احزاب کہتے ہیں اس میں کافروں کا لشکر دس ہزار تھا اور حضرت ﷺ کا لشکر تین ہزار تھا سو چند روز تک کافر مدینے کو گھیرے رہے تب اللہ نے پورب کی سرد ہوا چلائی کہ اس نے کافروں کے منہ پر مٹی ڈالی اور ان کے خیمے اکھاڑ دیے اور آگ کو بجھا دیا سو کافر یہ حال دیکھ کر سب بھاگ گئے اور مدینے کو چھوڑ گئے پس یہی معنی ہے حضرت ﷺ کے اس قول کا کہ مجھ کو پورب کی ہوا سے فتح نصیب ہوئی اور عاد کی قوم نے جب اللہ کا حکم نہ مانا تو اللہ نے ان پر پچھم کی آندھی بھیجی اس نے سب کو یکبار فنا کر دیا اور ان کے درختوں کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ دیا اور ان کے گھروں کو ڈھا دیا اور پتھروں سے ان کی گردنوں کو توڑ ڈالا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب ان پر آندھی چلی تو سب کافر گھروں کے اندر گھس گئے اور دروازوں کو بند کر لیا سو اس ہوا نے دروازوں کو توڑ ڈالا اور مٹی سے گھروں کو بھر دیا اور کافر مٹی میں دب گئے اور آٹھ روز تک مٹی کے نیچے حال پکار کرتے رہے آخر کو مر گئے نعوذ باللہ من ذلك اسی واسطے کہتے ہیں کہ پچھم کی ہوا پورب کی ہوا سے سخت ہے کہ اس سے عاد کی قوم بالکل ہلاک ہو گئی اور پورب کی ہوا سے خندق کے دن ایک کافر بھی ہلاک نہ ہوا بلکہ صحیح سالم اپنے گھروں کو پلٹ گئے کہتے ہیں کہ یہ اس واسطے ہے کہ حضرت ﷺ اپنی قوم پر بہت مہربان تھے اور ان کے اسلام کے امیدوار تھے پس اس بیان سے حضرت ﷺ کی اس حدیث مذکور کا مطلب ظاہر ہو گیا۔

## بَابُ مَا قِيْلَ فِي الزَّلَازِلِ وَالْاٰيَاتِ.

زلزلوں اور قیامت کی بعض نشانیوں کا بیان یعنی قیامت سے پہلے زمین میں کئی بار زلزلہ پیدا ہوگا اور کئی نشانیاں پیدا ہوں گی۔

٩٧٨ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ حَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ.

٩٧٨۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ علم اٹھایا جائے گا اور زلزلے بہت پیدا ہوں گے اور زمانہ قریب ہو جائے گا اور فتنے فساد ظاہر ہوں گے اور لڑائیاں بہت ہوں گی یہاں تک کہ تم میں مال بہت ہو جائے گا تو اُبل پڑے گا یعنی مال بہت ہو جائے گا اور لوگ کم ہوں گے یا قیامت کے خوف سے لوگوں کو مال کی طرف رغبت نہیں ہوگی کہ اس کو کوئی نہیں لے گا یا زمین اپنے خزانوں کو باہر نکال ڈالے گی۔

**فائدہ:** یہ جو آپ نے فرمایا کہ زمانہ قریب ہو جائے گا تو اس کا معنی کئی طور سے ہو سکتا ہے ایک یہ کہ برکت دور ہو جائے گی اور لوگوں کا کاروبار خیر سے بالکل خالی ہو گا یا دن رات جلدی گزر جائے گا یا قیامت قریب ہو جائے گی یا اس زمانہ کے لوگ شر سے قریب ہو جائیں گے یا یہ زمانہ عام اس زمانے خاص یعنی دن قیامت سے قریب ہو جائے گا یا دن رات چھوٹے ہو جائیں گے اور وجہ مناسبت اس باب کی استسقاء سے اس طور پر ہے کہ اس باب میں زلزلوں کا بیان ہے اور زلزلہ اکثر اوقات مینہ کے ساتھ ہوتا ہے پس یہی ادنیٰ مناسبت کافی ہے اور جیسے کہ آندھی چلنے کے وقت دعا پڑھنی آئی ہے ویسے زلزلے کے وقت کوئی دعا منقول نہیں اور زلزلے کے وقت نماز پڑھنے میں علماء کو اختلاف ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق اور ایک جماعت علماء کی کہتے ہیں کہ زلزلے کے وقت نماز پڑھی جائے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر اس باب میں کوئی حدیث ثابت ہو جائے تو پڑھے ورنہ نہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور علی رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن حبان وغیرہ نے روایت کی ہے کہ زلزلے کی نماز چھ رکعتیں ہیں اور چار سجدے ہیں۔

٩٧٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَفِيْ يَمَنِنَا قَالَ قَالُوْا وَفِيْ نَجْدِنَا قَالَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا وَفِيْ يَمَنِنَا قَالَ قَالُوْا وَفِيْ نَجْدِنَا قَالَ قَالَ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

٩٧٩۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی! برکت دے ہم کو ہمارے شام میں الٰہی! برکت دے ہم کو ہمارے یمن میں لوگوں نے کہا اور ہمارے نجد میں یعنی عرض کی کہ آپ نجد کے واسطے بھی برکت کی دعا کریں آپ نے فرمایا الٰہی! برکت دے ہم کو ہمارے شام میں الٰہی! برکت دے ہم کو ہمارے یمن میں لوگوں نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں فرمایا کہ وہیں تو زلزلے اور فساد واقع ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ یعنی سورج نکلتا ہے۔

**فائدہ:** شام کا ملک مکے اور مدینے کی شمال کی طرف ہے اور یمن دکھن کی طرف ہے اور نجد کا ملک پورب کی طرف ہے سو آپ نے شام کو اپنی طرف اس واسطے نسبت کیا کہ وہ پیغمبروں کی زمین ہے اور یمن کو اپنی طرف اس واسطے نسبت کیا کہ مکہ تہامہ کی زمین ہے اور تہامہ یمن سے متعلق ہے یا مکہ آپ کی پیدائش کی جگہ ہے اور وہ یمن سے متعلق ہے اور مدینہ آپ کے دفن ہونے کی جگہ ہے اور وہ شام سے متعلق ہے خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تھا کہ نجد کے ملک میں زلزلے اور فساد پیدا ہوں گے اس وجہ سے آپ نے اس کے واسطے دعا نہ کی اور مراد سینگ سے شیطان کی فوج ہے کہ فتنے وفساد کا سبب ہوتے ہیں یا دجال مراد ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ قَالَ ابْنُ

اس آیت کی تفسیر کا بیان اور اپنا حصہ بھی لیتے ہو کہ تم جھٹلاتے ہو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مراد رزق سے اس

عَبَّاسٍ شُكْرَكُمْ.

آیت میں شکر ہے یعنی جو شکر کہ تم کو اللہ کے مینہ برسانے پر کرنا چاہیے تھا وہ یہی ہے کہ تم مینہ برسانے والے کی تکذیب کرتے ہو اور مینہ کو ستاروں کی طرف نسبت کرتے ہو یعنی شکر کے بدلے اس کی تکذیب کرتے ہو اور اس کو جھٹلاتے ہو۔

٩٨٠ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى إِثْرِ سَمَآءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.

٩٨٠۔ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی مینہ سے پیچھے جو اس رات کو برسا تھا سو جب نماز پڑھ چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا کہا؟ لوگوں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ صبح کو میرے بندوں میں سے بعض ایمان لائے اور بعض کافر ہوئے سو جس نے کہا کہ ہم اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے مینہ برسائے گئے پس وہ شخص میرے ساتھ ایمان رکھتا ہے اور ستاروں سے انکار کرتا ہے اور جس نے کہا کہ ہم فلانے فلانے ستارے کی تاثیر سے مینہ برسائے گئے ہیں سو وہ میرے ساتھ کفر کرتا ہے اور ستاروں کے ساتھ ایمان رکھتا ہے۔

**فائدہ:** کہتے ہیں کہ علم نجوم ادریس علیہ السلام کے زمانے میں حق تھا بعد اس کے منسوخ ہوگیا اب اس کے ساتھ عمل کرنا باطل ہے اور باعتبار عادت الٰہی کے اگرچہ ستارے مینہ کا سبب ہو سکتے ہیں جیسا کہ آگ کا جلانا اور پانی سے پیاس کا دفع ہونا وغیرہ وغیرہ لیکن اس پر عمل کرنا اور ان کے اعتبار سے خاص ساعتوں کو اختیار کرنا اور ان کی سعادت نحوست کا اعتبار کرنا اسلام کے مخالف ہے اور توحید کے منافی ہے اگر ان کی تاثیر کا اعتقاد ہو تو کفر ہے ورنہ حرام ہے اور اس حدیث کا باقی بیان ابواب الصلوۃ کے باب **یستقبل الامام الناس اذا سلم** میں مفصل مذکور ہو چکا ہے وہاں مطالعہ کرنا چاہیے۔ اور صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مینہ برسا تب آپ نے یہ حدیث فرمائی اور اس وقت یہ آیت اتری ﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ پس وجہ مناسبت

اس حدیث اور اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی باب سے ظاہر ہو گئی۔

بَابُ لَّا يَدْرِيْ مَتٰى يَجِيْءُ الْمَطَرُ إِلَّا اللّٰهُ وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ لَّا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ.

کوئی نہیں جانتا کہ مینہ کب آئے گا سوائے اللہ کے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ہیں کہ ان کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔

٩٨١ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَّا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَّا يَكُوْنُ فِيْ غَدٍ وَّلَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَّا يَكُوْنُ فِي الْأَرْحَامِ وَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ وَمَا يَدْرِيْ أَحَدٌ مَّتٰى يَجِيْءُ الْمَطَرُ.

٩٨١ـ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیب کی چابیاں پانچ ہیں ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا نہیں جانتا کہ کل کیا ہو گا اور کوئی جی نہیں جانتا کہ عورتوں کے پیٹوں میں کیا ہے لڑکی یا لڑکا اور کوئی جی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ مینہ کب آئے گا۔

**فائدہ:** یعنی غیب کی بات بالیقین سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا غیب کا دروازہ سارے عالم پر بند ہے اس کی کنجی کسی کے پاس نہیں کہ جب چاہے کھولے اور بے تردد دریافت کرے پیغمبروں کو وحی سے اور اولیاء کو الہام سے حاصل ہوتا ہے لیکن یہ غیب دانی نہیں اللہ کے بتلانے سے معلوم ہوتا ہے علاوہ اس کے وحی اور الہام کو ہر وقت قابو میں نہیں کہ جب چاہیں دریافت کر لیں اسی طرح نجوم اور رمل اور جفر میں بھی یقین حاصل نہیں ہوتا صرف حساب اور اٹکل ہے ہزار بار مخالف ہوتا ہے اور کبھی موافق بھی پڑ جاتا ہے اسی طرح حاملہ عورت کے پیٹ میں معلوم نہیں ہو سکتا کہ لڑکا ہے یا لڑکی گورا ہے یا کالا اس کے سب اعضاء درست ہیں یا ناقص ۔ خلاصہ یہ کہ علم غیب اللہ کے ساتھ مخصوص ہے بالیقین کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا اور یہی ہے عقیدہ تمام اہل اسلام کا جس کے اس اعتقاد میں خلل ہے بالیقین اس کے ایمان میں خلل ہے اور اگر کوئی سوال کرے کہ غیب کی چیزیں بے شمار ہیں پس پانچ چیزوں کو کس واسطے خاص کیا تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ پانچ چیزیں سب کا اصل ہیں اور سب پوشیدہ چیزیں ان کے اندر داخل ہیں اس واسطے خاص انہی پانچ کو بیان کیا کہ تمام مغیبات کی جڑ اور اصل ہیں اور یا اس واسطے کہ لوگ انہی پانچ چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور یا اس واسطے کہ سوال انہی پانچ سے تھا سو انہی کی نفی کے واسطے آیت اتری اور نیز ایک عدد کے ذکر کرنے سے زیادہ کی نفی لازم نہیں آتی ، واللہ اعلم ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اَبْوَابُ الْكُسُوْفِ — سورج اور چاند کے گہن لگنے کا بیان

**فائدہ:** گہن لگنے سے مقصود یہ ہے کہ غافلوں کو تنبیہ ہو جائے کہ اللہ کے عذاب سے بے خوف نہ ہوں اور نیز اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ جب اللہ تعالیٰ سورج اور چاند کو باوجود ایسی روشنی کے سیاہ کر دیتا ہے تو ایسے ہی جو لوگ گناہ کرتے ہیں ان کے دلوں کو بھی سیاہ کر سکتا ہے اور نیز اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ سورج اور چاند بسر خود مستقل نہیں بلکہ فرمانِ الٰہی کے تابع ہیں اور عیب دار ہیں اور جو چیز کے عیب دار ہو وہ لائق عبادت کو نہیں۔

### بَابُ الصَّلَاةِ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ. — سورج گہن کی نماز کا بیان۔

**فائدہ:** گہن کے وقت نماز پڑھنی بالاتفاق ثابت ہے لیکن اس کے حکم میں اختلاف ہے جمہور علماء کے نزدیک گہن کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے روایت ہے کہ وہ واجب ہے اور نیز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کے نزدیک اس میں جماعت کرنی سنت ہے اور بعض عراق والے کہتے ہیں کہ تنہا پڑھے۔

٩٨٢ ۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُرُّ رِدَآءَهُ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْنَا فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ حَتَّى انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا وَادْعُوْا حَتّٰى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ.

٩٨٢۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ سورج میں گہن پڑا سو آپ چادر کو کھینچتے کھڑے ہوئے یعنی بہت جلدی سے باہر آئے یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوئے اور ہم بھی مسجد میں آئے سو آپ نے ہم کو دو رکعتیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ سورج روشن ہو گیا پھر فرمایا کہ سورج اور چاند دو نشانیاں ہیں اللہ کی نشانیوں سے کسی کے مرنے سے ان میں گہن نہیں پڑتا جب تم گہن کو دیکھا کرو تو نماز پڑھا کرو اور اللہ سے دعا کیا کرو یہاں تک کہ دور ہو جائے وہ چیز جو واقع ہوئی ہے ساتھ تمہارے جلال الٰہی سے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گہن میں نماز ثابت ہے وسیاق بیانہ اور مستحب ہے کہ جامع مسجد میں پڑھی جائے

اور مستحب ہے کہ جماعت سے پڑھی جائے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عورت اور مسافر وغیرہ کو بھی یہ نماز جائز ہے اور تنہا تنہا بھی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کپڑا کھینچنا اسی کو منع ہے جو فخر اور ریا سے کھینچے۔

٩٨٣ - حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا.

٩٨٣۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک سورج اور چاند کو کسی کے مرنے سے گہن نہیں لگتا لیکن وہ دونشانیاں ہیں اللہ کی نشانیوں سے پھر جب تم گہن کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور نماز پڑھا کرو۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گہن کی نماز کا کوئی وقت معین نہیں اس لیے کہ آپ نے نماز کو گہن کے دیکھنے کے ساتھ معلق کیا ہے اور گہن ہر وقت ممکن ہے پس مکروہ وقتوں میں بھی یہ نماز جائز ہو گی اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ مکروہ وقت اس سے مستثنیٰ ہیں اور یہی ہے مشہور قول امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا اور مالکیہ کہتے ہیں کہ وقت اس کا سورج نکلنے کے بعد سے زوال تک ہے لیکن پہلے قول کو ترجیح ہے اس لیے کہ مقصود یہ ہے کہ نماز روشن ہونے سے پہلے واقع ہو اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ بعد روشن ہو جانے سورج کے نماز کی قضا نہیں سو اگر نماز کے واسطے کوئی وقت معین کیا جائے تو جائز ہے کہ اس سے پہلے سورج روشن ہو جائے پس مقصود اصلی فوت ہو جائے گا پس ثابت ہوا کہ اس نماز کا کوئی وقت معین نہیں بلکہ مکروہ وقتوں میں بھی جائز ہے، واللہ اعلم۔

٩٨٤ - حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا.

٩٨٤۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک سورج اور چاند کسی کے مرنے سے سیاہ نہیں ہوتے لیکن وہ دونشانیاں ہیں اللہ کی نشانیوں سے سو جب تم گہن کو دیکھا کرو تو نماز پڑھا کرو۔

٩٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ

٩٨٥۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيْمُ فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَإِذَا رَأَيْتُمْ فَصَلُّوْا وَادْعُوا اللّٰهَ.

حضرت ﷺ کے وقت میں سورج کو گہن لگا جس دن ابراہیم حضرت ﷺ کے بیٹے کا انتقال ہوا سو لوگوں نے کہا کہ گہن ابراہیم کی موت سے پڑا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ سورج اور چاند میں کسی کے مرنے جینے سے گہن نہیں پڑتا سو جب تم گہن کو دیکھا کرو تو نماز پڑھا کرو اور دعا کیا کرو۔

**فائدہ:** جاہلیت کے لوگ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جب سورج یا چاند کو گہن لگے تو کوئی سردار مرتا ہے یا کوئی اور حادثہ زمین میں پیدا ہوتا ہے اسی خیال سے بعض لوگوں نے یہ بات کہی کہ ابراہیم کی موت سے گہن ہوا سو حضرت ﷺ نے بیان فرمایا کہ یہ اعتقاد لوگوں کا غلط اور باطل ہے کسی کے مرنے جینے پر گہن موقوف نہیں بلکہ یہ اللہ کی قدرت ہے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ بعض لوگ سورج اور چاند کی بڑی تعظیم کرتے تھے سو بیان فرمایا کہ ان کو اپنی ذات پر کچھ اختیار نہیں بلکہ اور مخلوق کی طرح ان میں بھی تغیر اور نقص واقع ہو جاتا ہے پس ان کی تعظیم کرنی جائز نہیں اور ان حدیثوں میں مطلق نماز کا ذکر ہے کسی خاص طور کا ذکر نہیں کہ گہن کی نماز اس طور سے پڑھے تو اس میں اشارہ ہے کہ روز مرہ کی معمولی طور پر نماز پڑھنی بھی کافی ہو جاتی ہے اگرچہ افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں دو رکوع ہوں جیسا کہ آئندہ آئے گا اور یہی قول ہے اکثر علماء کا اور بعض کہتے ہیں کہ ایک ایک رکوع سے نماز کافی نہیں، واللہ اعلم۔

## بَابُ الصَّدَقَةِ فِي الْكُسُوْفِ.

گہن میں خیرات کرنے کا بیان۔

٩٨٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ وَهُوَ دُوْنَ

٩٨٦۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ﷺ کے زمانے میں سورج کو گہن لگا سو آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس کا بیان یہ ہے کہ آپ کھڑے ہوئے سو قیام کو لمبا کیا یعنی دیر تک کھڑے رہے پھر رکوع کیا اور رکوع کو بہت لمبا کیا پھر سیدھے کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہے اور یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا پھر رکوع کیا اور دیر تک رکوع میں رہے اور یہ رکوع پہلے رکوع سے کم تھا پھر

الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْأُوْلٰى ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوْا وَصَلُّوْا وَتَصَدَّقُوْا ثُمَّ قَالَ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ أَنْ يَّزْنِيَ عَبْدُهٗ أَوْ تَزْنِيَ أَمَتُهٗ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا.

سجدہ کیا اور دیر تک سجدے میں رہے پھر دوسری رکعت میں بھی ویسا ہی کیا جیسا کہ پہلی رکعت میں کیا تھا یعنی دو بار قیام کیا اور دو بار قرأت پڑھی اور دو بار رکوع کیا پھر نماز سے فارغ ہوئے اور سورج روشن ہو گیا تھا پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ سنایا سو اللہ کی تعریف کی اور اس پر ثنا کہی پھر فرمایا کہ سورج اور چاند دو نشانیاں ہیں اللہ کی نشانیوں سے کسی کے مرنے جینے سے ان میں گہن نہیں پڑتا سو جب تم گہن کو دیکھا کرو تو اللہ سے دعا کیا کرو اور تکبیر کہا کرو اور نماز پڑھا کرو اور خیرات دیا کرو پھر فرمایا کہ اے محمد ﷺ کی امت قسم اللہ کی کوئی ایسا آدمی نہیں جو اللہ سے زیادہ غیرت کرنے والا ہو یہ کہ زنا کرے بندہ اس کا یا باندی اس کی اے محمد ﷺ کی امت قسم اللہ کی کہ اگر تم جانو جو میں جانتا ہوں یعنی قبر کے رنگ برنگ عذاب اور دوزخ کی آفتیں تو البتہ رویا کرو بہت اور ہنسو تھوڑا۔

**فائدہ**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گہن کی نماز دو رکعت ہے اور ہر رکعت میں دو قیام ہیں اور دو قرأتیں ہیں اور دو رکوع ہیں اور سورتیں لمبی پڑھے اور ایسا ہی روایت کیا ہے بخاری اور مسلم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور ایسا ہی مروی ہے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے کما مر اور ایسا ہی روایت کیا ہے مسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے اور احمد نے علی رضی اللہ عنہ سے اور نسائی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور بزار نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی نے ام سفیان رضی اللہ عنہا سے پس ان روایتوں میں زیادتی ہے جس کو ثقات حفاظ نے روایت کیا ہے پس اس کے ساتھ عمل کرنا بہتر ہے اس کے مہمل چھوڑنے سے اور یہی مذہب ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابوثور اور لیث اور جمہور علماء حجاز وغیرہ کا اور دلیل ان کی یہ حدیثیں ہیں جن کا نشان ابھی دیا گیا ابن عبدالبر نے کہا کہ اس باب میں یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ ہر رکعت میں تین رکوع ہیں اور بعض میں آیا ہے کہ ہر رکعت میں چار یا پانچ رکوع ہیں لیکن ان روایتوں کی اسناد علت سے خالی نہیں جیسا کہ بیہقی اور ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے اور صاحب ہدیٰ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ دو سے زیادہ رکوع کی روایتوں میں بعض راویوں سے غلطی ہو گئی ہے اور بعض حدیثوں کو بعض کی طرف رد کرنا ممکن ہے اس لیے یہ سب معاملہ آپ سے اسی ایک دن میں واقع ہوا ہے جس دن ابراہیم کا انتقال ہوا اور جب واقعہ ایک ہوا تو راجح حدیثوں کے ساتھ عمل کرنا

اولی ہے مرجوح سے اور بعضوں نے ان روایتوں میں اس طور سے تطبیق دی ہے کہ جتنی وجھوں سے گہن کی نماز حدیثوں میں آئی ہے سب طور سے پڑھنی جائز ہے یعنی خواہ ہر رکعت میں دو رکوع کرے یا تین رکوع کرے یا چار یا پانچ رکوع کرے ہر طور سے جائز ہے اور یہی قول ہے اسحاق بن راہویہ اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن خزیمہ وغیرہ ایک جماعت علماء کا یہ لوگ کہتے ہیں کہ گہن کئی بار واقع ہوا ہے اور مختلف اوقات میں گہن کی نماز بھی مختلف طور سے واقع ہوئی ہے پس جس طور سے کوئی پڑھے جائز ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی بات قوی ہے اور ہر وجہ کے ساتھ بعض صحابہ قائل ہیں لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ گہن کی نماز بھی اور نمازوں کی طرح ہے یعنی ہر رکعت میں فقط ایک رکوع کرے ایک سے زیادہ رکوع نہ کرے اور اس باب میں وہ کئی دلائل پیش کرتے ہیں پہلی دلیل ان کی وہ حدیثیں ہیں جو صحیح مسلم وغیرہ میں مطلق آئی ہیں ایک یا دو رکوع کا اس میں ذکر نہیں سو جواب اس کا کئی وجہ سے ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ جن روایتوں میں دوسرے رکوع کی نفی ہے وہ روایتیں صحیح نہیں مدعی ان کی حجت ثابت کرے اور جو روایتیں مطلق ہیں وہ محمول ہیں مقید پر اس لیے کہ جب مطلق اور مقید ایک حادثے میں وارد ہوں تو اس وقت مطلق کو مقید پر حمل کرنا واجب ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تعدد رکوع کی حدیثیں بہت طریقوں سے ثابت ہیں اور بہت صحابہ اس کے راوی ہیں پس بوجہ کثرت طرق کے ان کو ترجیح ہو گی۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ تعدد رکوع کی حدیثیں صحیحین کی ہیں اور صحیحین کی حدیثوں کو بالاتفاق ترجیح ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیثیں تعدد رکوع کی مشتمل ہیں اوپر زیادتی کے اور وہ مزید علیہ کے منافی نہیں پس متعین ہو گا پکڑنا ساتھ اس کے **كذا قاله العلامة الشوكاني في نيل الاوطار**۔ اور دوسری دلیل حنفیہ کی یہ ہے کہ تعدد رکوع کی حدیثیں مضطرب ہیں اس لیے کہ بعض میں دو رکوع کا ذکر ہے اور بعض میں تین رکوع وغیرہ کا ذکر ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ محض خیال فاسد ہے اس لیے کہ یہ متعدد واقعہ کا ذکر ہے اور گہن کئی بار واقع ہوا ہے جیسا کہ اوپر گزرا پس ہر طور سے جائز ہو گا اور اگر بفرض محال واقع کا متحد ہونا تسلیم بھی کیا جائے تو دو رکوع کی حدیثیں نہایت اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں پس ان کے ساتھ عمل کیا جائے گا اور تین یا زیادہ رکوع کی روایتیں اس درجے کی صحیح نہیں ہیں پس وہ مرجوح ہوں گی علاوہ ازیں ابن عبدالبر نے کہا کہ تین یا زیادہ رکوع کی روایتیں معلول اور ضعیف ہیں اور یہ کوئی قاعدہ نہیں کہ ضعیف روایتوں کا ضعف صحیح روایتوں میں اثر کر جائے پس باوجود اس کے ان کو مضطرب کہنا کمال بے انصافی ہے اور پرلے درجے کی جرأت ہے اور نیز قسطلانی نے لکھا ہے کہ اضطراب فی المتن کی مثال نہایت کم ہے اور نیز کہا کہ تطبیق کے وقت اضطراب دور ہو جاتا ہے اور نیز جمہور کے نزدیک بھی یہ اضطراب باطل ہے پس دعویٰ اضطراب کرنا باطل ہوا اور نیز ہر رکعت میں ایک ایک رکوع کرنا بھی جائز ہے پس باوجود تطبیق کے کیا ضروری ہے کہ اتنی حدیثوں صحیحہ کو رد کریں اور بعض کہتے ہیں کہ بعض روایتوں میں پانچ سے زیادہ رکوع بھی آئے ہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روایتیں سب کی سب ضعیف ہیں پس ان کے ساتھ

استدلال اور عمل کرنا صحیح نہیں اور برتقدیر صحت کہا جائے گا کہ گہن کی نماز چھ یا سات رکوع سے بھی جائز ہے کبھی اس طرح سے بھی پڑھ لے اس لیے کہ گہن کئی بار واقع ہوا ہے کما مر۔ بعض کہتے ہیں کہ لوگوں کو گمان ہوا ہو گا کہ حضرت ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا ہے پس انہوں نے بھی سر اٹھایا سو حضرت ﷺ کو رکوع میں پایا پھر ایسے ہی دوسری بار اور تیسری بار کیا سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ محض خیال فاسد ہے اور تمام صحابہ کے حق میں سوء ظنی ہے اس لیے کہ ہمیشہ آپ رکوع کو اس قدر طول کیا کرتے تھے کہ صحابہ کو بھول جانے کا خیال گزرتا تھا پھر باوجود اس کے کسی صحابی سے منقول نہیں کہ کبھی ایسا کیا ہو یا کبھی محض گمان سے کسی نے سر اٹھایا ہو پس اتنی بار گمان سے سر اٹھانا صحابہ کی شان سے نہایت بعید ہے اور نیز علامہ عینی حنفی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ یہ احتمال بھی مفید نہیں اس لیے کہ اگر دو رکوع میں اس احتمال کو تسلیم کیا جائے تو تین اور چار رکوع میں یہ احتمال بالکل نہیں ہو سکتا اور نیز صحابہ کی شان سے یہ بات بھی بہت بعید ہے کہ بغیر دیکھے حضرت ﷺ کی طرف کسی امر کو منسوب کریں ایسا ہو تو پھر کل حدیثوں میں یہ احتمال ہو سکتا ہے پس کل حدیثوں کا دفتر بے اعتبار ہو جائے گا اور نیز مسجد میں آپ نے نماز پڑھی تھی اور اس میں اس قدر مخلوق بیشمار نہیں تھی کہ آپ کی آواز نہ سنی جاتی پس معلوم ہوا کہ یہ احتمال باطل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما پچھلی صفوں میں تھے انہوں نے گمان سے روایت کی ہو گی سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ بھی محض خیال فاسد ہے اس احتمال سے تمام حدیثیں بے اعتبار ہو جاتی ہیں ہر جگہ اس احتمال کو دخل ہے اور نیز یہ حدیث فقط ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی نہیں بلکہ اور بہت صحابہ سے بھی ایسی ہی روایت آ چکی ہے کما اشرنا الیه سابقا پس اس قدر جم غفیر صحابہ کی روایت میں یہ احتمال کیونکر جاری ہو سکے گا اور نیز عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت ﷺ نے تکبیر کہی پھر لمبی قرأت پڑھی پھر تکبیر کہی پھر رکوع کیا پھر **سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لك الحمد** کہا سو اگر عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ﷺ کی قرأت نہیں سنی تھی تو پھر تکبیر کہنا اور قرأت پڑھنا اور **سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لك الحمد** کہنا اس کو کہاں سے معلوم ہوا پس باوجود اس تصریح کے جہان میں کون ایسا عقلمند ہے کہ یہ بات منہ سے نکال سکے کہ انہوں نے گمان سے روایت کی ہو گی اور نیز مسند امام شافعی رحمہ اللہ اور ابو یعلی اور بیہقی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ گہن کی نماز میں میں حضرت ﷺ کے پہلو میں تھا پس اس سے سب احتمال باطل ہو گئے اور عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ یہ احتمال بھی مفید نہیں اس لیے کہ شافعی رحمہ اللہ کی دلیل فقط یہی عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نہیں کہ یہ احتمال مفید ہو بلکہ اس کی دلیل اور بھی کئی حدیثیں ہیں جیسے کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کی ہے اور نیز جب عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بقول حنفیہ کے لوگوں کو سر اٹھائے دیکھا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی تمام صفوں نے سر اٹھایا تھا کیونکہ دو چار آدمیوں کے سر اٹھانے سے یہ خیال بالکل نہیں آ سکتا ہے اور جب پہلی صفوں کا یہ حال تھا تو اسی طرح پچھلی تمام صفوں نے بھی ان کو دیکھ کر اپنا سر اٹھایا ہو گا تو معلوم ہوا کہ

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے سر کو اٹھایا تھا اور اسی طرح چار یا پانچ بار سب نے کیا سو جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو ایسا معاملہ اتنی بار اتنے صحابہ سے وقوع میں آنا عادۃً محال ہے دوسری بات یہ ہے کہ جب تمام صحابہ نے یہ معاملہ کیا اور اتنی دفع رکوع سے سر اٹھایا اور سب کو اس کا علم تھا سو پھر صحابہ سے اس باب میں روایتیں مختلف کیوں آئیں؟ سب کی روایت متفق ہونی چاہیے تھی اور پھر عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت دو رکوع کی اور دوسری تین رکوع کی مختلف کیوں آئی؟ اور نیز عینی حنفی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس میں نظر ہے اس لیے کہ بعض کہتے ہیں کہ گہن کئی بار واقع ہوا ہے اور آپ نے گہن کی نماز کئی بار پڑھی ہے سو جس نے جو کچھ دیکھا اسی کو یاد رکھا اور اسی کو روایت کیا اور بعض کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا عمل اس کی حدیث کے برخلاف ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اُس نے بصرہ میں گہن کی نماز پڑھائی اور ہر رکعت میں دو رکوع کیے اور لوگوں کو بھی یہی تعلیم دی کہ ہر رکعت میں دو رکوع ہیں **کمانقلہ فی الفتح** پس ابن عباس رضی اللہ عنہما کا عمل اس کی روایت کے برخلاف کہنا محض خیال فاسد ہے اور نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی صحیح روایت میں اس کا خلاف ثابت نہیں ہوا مدعی کو لازم ہے کہ ثابت کرے اور نیز راوی کا اپنے مروی کے برخلاف عمل کرنا موجب حرج نہیں جیسا کہ بیان اس کا تیسرے پارے میں گزر چکا ہے اور بعض ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک رکوع کی حدیث نقل کرتے ہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ دو رکوع کی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیحین میں موجود ہے پس صحیحین کی حدیث کے مقابلے میں اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں سو معلوم ہوا کہ ان حدیثوں میں کچھ تعارض نہیں اس لیے کہ بعض حدیثیں ایک رکوع کی ضعیف ہیں پس مرجوح ہوں گی اور بعض حدیثیں مطلق ہیں پس مقید پر محمول ہوں گی اور یا تعدد واقعہ پر محمول ہوں گی پس متاخر فعل کی تاریخ معلوم نہ ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ ان میں تعارض واقع ہو اور درجہ عمل سے ساقط ہو جائیں اور طحاوی نے اشارہ کیا ہے اس طرف کہ حنفیوں کا قول اس باب میں قیاس پر مبنی ہے یعنی گہن کی نماز کو انہوں نے اور نفلوں پر قیاس کر لیا ہے سو جمہور علماء اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ نص کے ہوتے ہوئے قیاس باطل ہے اور نیز گہن کی نماز عید وغیرہ کے ساتھ زیادہ مشابہ ہے جس میں جماعت ہوتی ہے سو عید کی نماز تو مطلق نفلوں سے اس واسطے ممتاز ہے کہ اُس میں تکبیریں زیادہ ہیں اور جنازے میں رکوع وسجود نہیں اور خوف کی نماز میں بہت فعل نماز کے مخالف واقع ہوتے ہیں پس اسی طرح گہن کی نماز بھی زیادہ رکوع کے ساتھ مخصوص ہو گئی سو اس کے پکڑنے میں نص اور قیاس دونوں کے ساتھ عمل ہو جاتا ہے برخلاف اس کے جو اس پر عمل نہ کرے۔

بَابُ النِّدَآءِ بِالصَّلَاةِ جَامِعَةً فِي الْكُسُوْفِ.

گہن کی نماز میں الصلوۃ جامعۃ پکار کر کہنے کا بیان یعنی لوگوں کو جمع کرنے کے واسطے یا فقط پکار کر کہنا جائز ہے اور معنی اس کا یہ ہے کہ آؤ طرف نماز جمع کرنے والی کے

۔ حَدَّثَنِیْ إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامِ بْنِ أَبِيْ سَلَّامٍ الْحَبَشِيُّ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْدِيَ أَنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ.

۹۸۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب سورج کو گہن لگا تو لوگوں میں پکارا گیا الصلوۃ جامعۃ ۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گہن کی نماز میں یہ لفظ پکار کر کہنا جائز بلکہ مستحب ہے اور یہی مذہب ہے امام احمد رحمہ اللہ اور اس کے موافقوں کا لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ گہن کی نماز میں نہ اذان کہی جائے اور نہ اقامت کہی جائے۔

بَابُ خُطْبَةِ الْإِمَامِ فِي الْكُسُوْفِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَأَسْمَاءُ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

گہن میں امام کے خطبہ پڑھنے کا بیان اور عائشہ رضی اللہ عنہا اور اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ گہن میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا۔

**فائدہ:** گہن کے وقت خطبہ پڑھنے میں علماء کو اختلاف ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور اسحاق اور ابن جریر اور فقہائے اہل حدیث کہتے ہیں کہ گہن کی نماز کے بعد خطبہ پڑھنا مستحب ہے اور دلیل ان کی وہ حدیثیں ہیں جو صحیحین وغیرہ میں موجود ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گہن کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک گہن میں خطبہ مستحب نہیں لیکن امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں خطبے کی حدیث نقل کی ہے اور اس پر سکوت کیا اور حنفیہ وغیرہ جو خطبے کے قائل نہیں تو وہ کہتے ہیں کہ خطبہ منقول نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ بہت حدیثوں صحیحہ متفق علیہا میں خطبے کا ذکر آ چکا ہے اور وہ صاحب کثرت کی ہیں پھر خطبہ منقول نہ ہونے کا کیا معنی اور بعض کہتے ہیں کہ اس خطبے سے مقصود آپ کا خاص خطبہ نہیں بلکہ مقصود آپ کا اس سے رد کرنا تھا اس شخص پر جو یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ گہن کسی کے مرنے سے ہوتا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ خطبے اور اس کے شرائط حمد اور ثناء اور وعظ وغیرہ کا ذکر صحیح حدیثوں میں صریح آ چکا ہے فقط اعلام پر اقتصار نہیں کیا اور اصل اتباع میں مشروعیت ہے اور خاصہ سوائے کسی دلیل کے ثابت نہیں ہوسکتا ہے پس خطبہ پڑھنا جائز ہے اور ابن دقیق العید نے کہا کہ خطبے کے مقاصد کسی چیز معین میں منحصر نہیں اصل

مقصود اس سے حمد وثنا اور وعظ ہے سو اس کا ذکر گہن کے خطبے میں صریح موجود ہے چنانچہ آپ نے پہلے حمد وثنا کہی پھر اپنی عبودیت اور رسالت کا اقرار کیا پھر بہشت اور دوزخ اور قبر وغیرہ کا حال بیان کیا اور یہ سب مقاصد خطبے کے ہیں پس اس میں حضرت ﷺ کی پیروی کرنی بہتر ہے اور نیز بعض حدیثوں میں فقط خطبے کا ذکر ہے کسی کے مرنے جینے کا اس میں ذکر نہیں پھر اس میں یہ تاویل کیونکر چل سکے گی؟ اور نیز جب تعدد واقعہ کا ثابت ہوا تو پھر اس میں تعلیم وغیرہ کی تاویل کیسے چل سکے گی لیکن بعض کہتے ہیں کہ گہن میں جمعہ اور عیدین کے خطبے کی طرح دو خطبے نہ پڑھے اور درمیان نہ بیٹھے بلکہ فقط ایک ہی خطبہ پڑھے اور عینی حنفی نے شرح ہدایہ میں خطبے کو بڑے زور شور سے ثابت کیا ہے اور اس کے منکر پر سخت رد کیا ہے چنانچہ پہلے حنفیوں کی سب تاویلوں کو رد کر کے بعد اس کے فرمایا کہ میں کہتا ہوں اللہ پاک ہے اس کو خطبہ کس طرح نہ کہا جائے گا حالانکہ خطبے کے مقاصد کسی خاص چیز میں منحصر نہیں خاص کر ثابت ہو چکا ہے کہ آپ منبر پر چڑھے اور شروع کیا ساتھ اس چیز کے جو خطبے کا اصل مقصود ہے سو اللہ کی تعریف کی اور اس پر ثنا کہی اور وعظ اور نصیحت کی اور منبر پر چڑھنے کو نسائی اور ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے گہن میں دعا اور صدقے اور نماز کا حکم فرمایا خطبے کا نہیں فرمایا۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ کسی امر کا جائز اور مشروع ہونا فقط آپ کے فرمانے پر موقوف نہیں بلکہ آپ کے فعل سے بھی مشروع ہونا ثابت ہو جاتا ہے ورنہ فعلی حدیثیں سب باطل ہو جائیں گی اور چونکہ یہاں آپ کے فعل سے خطبہ ثابت ہو چکا ہے اس لیے وہ بھی جائز ہوگا اور بعد روشن ہونے سورج کے خطبے کا پڑھنا اس کی عدم مشروعیت کو مستلزم نہیں چنانچہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلیل ہے اس پر کہ روشن ہونا خطبے کو ساقط نہیں کرتا ہے بخلاف اس کے کہ اگر نماز کے شروع ہونے سے پہلے روشن ہو جائے تو نماز اور خطبہ دونوں ساقط ہو جاتے ہیں اور اگر نماز کے درمیان روشن ہو جائے تو اس کو پورا کرے درمیان میں قطع نہ کرے پس اس بیان سے ثابت ہوا کہ گہن میں خطبہ پڑھنا مستحب ہے، واللہ اعلم

٩٨٨ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح و حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَصَفَّ النَّاسُ وَرَآءَهٗ فَكَبَّرَ

٩٨٨۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کے وقت سورج میں گہن پڑا سو آپ مسجد کی طرف نکلے اور لوگوں نے آپ کے پیچھے صف باندھی سو آپ نے تکبیر کہی اور بہت لمبی قرأت پڑھی پھر تکبیر کہی اور بہت لمبا رکوع کیا پھر کہا سمع اللہ لمن حمدہ پس سیدھے کھڑے رہے اور سجدہ نہ کیا اور پھر بہت لمبی قراءت پڑھی اور وہ پہلی قراءت سے کم تھی پھر تکبیر کہی اور بہت لمبا رکوع کیا اور وہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر کہا سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لك الحمد پھر سجدہ کیا پھر

فَاقْتَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَآئَةً طَوِيْلَةً ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقَامَ وَلَمْ يَسْجُدْ وَقَرَأَ قِرَآئَةً طَوِيْلَةً هِيَ أَدْنٰى مِنَ الْقِرَآءَ ةِ الْأُوْلٰى ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ أَدْنٰى مِنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَالَ فِي الرَّكْعَةِ الْأٰخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ فَاسْتَكْمَلَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَّانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَّنْصَرِفَ ثُمَّ قَامَ فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ هُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَافْزَعُوْا إِلَى الصَّلَاةِ وَكَانَ يُحَدِّثُ كَثِيْرُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ إِنَّ أَخَاكَ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِالْمَدِيْنَةِ لَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ قَالَ أَجَلْ لِأَنَّهٗ أَخْطَأَ السُّنَّةَ.

دوسری رکعت میں بھی ویسا ہی کیا سو چار سجدوں میں چار رکوع کو پورا کیا اور سورج روشن ہو گیا فارغ ہونے سے پہلے پھر کھڑے ہوئے سو اللہ کی تعریف کی جو اس کے لائق تھی پھر فرمایا کہ سورج اور چاند دو نشانیاں ہیں اللہ کی نشانیوں سے کسی کے مرنے جینے سے ان میں گہن نہیں پڑتا سو جب تم گہن کو دیکھا کرو تو نماز کی طرف متوجہ ہوا کرو اور اس سے اللہ کی پناہ پکڑا کرو اور کثیر نے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح حدیث بیان کرتے تھے (ابن شہاب کہتا ہے) سو میں نے عروہ سے کہا کہ جب مدینے میں سورج کو گہن لگا تو تیرے بھائی نے صبح کی نماز کی طرح دو رکعت پر کچھ زیادہ نہیں کیا تھا (یعنی نہ قرأت لمبی پڑھی اور نہ ہر رکعت میں دو رکوع کیے) اس نے کہا ہاں وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے چوک گیا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گہن کی نماز میں سنت یہ ہے کہ دو رکوع کرے اور یہ صرف عروہ کا قول نہیں بلکہ اس نے اپنی دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی ہے پس یہ قول اس کا مرفوع ہے سو عبداللہ کے قول پر اس کو ترجیح ہو گی کہ وہ موقوف ہے اسی واسطے اُس نے اس کو مخطی ٹھہرایا ورنہ ایک ایک رکوع کے ساتھ اصل سنت ادا ہو جاتی ہے گو کمال حاصل نہیں ہوتا اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حدیث اس کو نہ پہنچی ہو اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گہن کی نماز میں جماعت شرط نہیں اس لیے کہ اس میں نماز کی طرف جلدی کرنے کا حکم آیا ہے اور جماعت کے انتظار سے

بعض اوقات اصل نماز بھی فوت ہو جاتی ہے اور جو شخص اس حدیث سے مطلق نماز پر دلیل پکڑے اُس نے خطا کی۔

بَابُ هَلْ يَقُوْلُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ أَوْ خَسَفَتْ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ﴾.

کیا یہ کہنا جائز ہے کہ سورج کو کسوف ہوا یا خسوف ہوا اور اللہ نے فرمایا کہ قیامت میں چاند سیاہ ہو جائے گا پس اس سے معلوم ہوا کہ خسوف سورج کے ساتھ خاص نہیں۔

**فائدہ:** عروہ سے روایت ہے کہ یہ نہ کہو کہ سورج کو کسوف ہوا بلکہ یہ کہو کہ خسوف ہوا اور فقہاء کے استعمال میں سورج گہن میں کسوف کہا جاتا ہے اور چاند گہن میں خسوف کہا جاتا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں کا ایک معنی ہے یعنی گہن پڑنا اور سورج گہن میں بھی دونوں کا بولنا جائز ہے اور چاند گہن میں بھی دونوں کا بولنا جائز ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے۔

٩٨٩ ۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَكَبَّرَ فَقَرَأَ قِرَآئَةً طَوِيْلَةً ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَقَامَ كَمَا هُوَ ثُمَّ قَرَأَ قِرَآئَةً طَوِيْلَةً وَهِيَ أَدْنٰى مِنَ الْقِرَآءَةِ الْأُوْلٰى ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهِيَ أَدْنٰى مِنَ الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى ثُمَّ سَجَدَ سُجُوْدًا طَوِيْلًا ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأٰخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ سَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ إِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَافْزَعُوْا إِلَى الصَّلَاةِ.

٩٨٩۔ ترجمہ اور مطلب اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ دوسری رکعت میں بھی پہلی رکعت کی طرح کیا پھر سلام پھیرا پھر خطبہ پڑھا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسوف اور خسوف کا اطلاق دونوں پر جائز ہے اس لیے کہ اس میں کسوف کو بھی دونوں کی طرف نسبت کیا گیا ہے اور خسوف کو بھی دنوں کی طرف نسبت کیا گیا ہے۔

**بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ عِبَادَهُ بِالْكُسُوْفِ وَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.**

حضرت ﷺ کی اس حدیث کا بیان کہ اللہ گہن سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے روایت کیا ہے اس کو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ سے۔

۹۹۰ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ وَ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الْوَارِثِ وَشُعْبَةُ وَخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يُوْنُسَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا عِبَادَهُ وَتَابَعَهُ أَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ وَتَابَعَهُ مُوْسٰى عَنْ مُبَارَكٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ.

۹۹۰۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ بیشک سورج اور چاند دو نشانیاں ہیں اللہ کی نشانیوں سے کسی کے مرنے سے ان میں گہن نہیں پڑتا لیکن اللہ اس سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے یعنی تا کہ ان کو قیامت یاد آئے کہ اس میں بھی سورج سیاہ ہوگا پس گناہ سے توبہ کریں اور اللہ کی عبادت کریں اور باقی بیان اس کا اوپر گزرا۔

**فائدہ:** اگر کوئی فلسفی کہے کہ گہن کا ہونا ایک امر عادی ہے کہ معین وقت میں واقع ہوتا ہے تو جواب اس کا یہ ہے حضرت ﷺ کے زمانے میں بارہویں تاریخ چاند کی سورج میں گہن پڑا تھا اور فلسفیوں کے حساب کے موافق اس تاریخ میں گہن نہیں پڑتا ہے اور نیز اللہ تعالیٰ کے کئی ایسے فعل بھی ہیں کہ عادت کے مخالف ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے کرسکتا ہے اور جس وقت چاہے گہن ہوسکتا ہے پس معین وقت پر اس کو موقوف رکھنا اللہ کی عامہ قدرت کے مخالف ہے اور نیز یہ تخویف کے مخالف نہیں پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ اللہ کی قدرت عامہ پر اعتقاد رکھیں اور فلسفیوں کے خیالات فاسدہ سے بچتے رہیں۔

؎ گفتۂ یونانیاں پیغام نفس ست وہوا حجت ایمانیاں فرمودۂ پیغمبر است

اور فتح الباری میں فرمایا کہ اس حدیث میں رد ہے ہیئت والوں پر کہ کہتے ہیں کہ یہ امر عادی ہے اپنے وقت سے مقدم مؤخر نہیں ہوتا ہے اور وجہ رد کی یہ ہے کہ گر ایسا ہوتا جیسا کہ وہ کہتے ہیں تو پھر اس میں ڈرانے کے کوئی معنی نہ تھے بلکہ ہونا بمنزلہ جزر اور مد کے جو دریا میں واقع ہوتا ہے اور حدیث ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی جو آئندہ آتی ہے اس میں صاف موجود ہے کہ آپ گھبرا کر کھڑے ہوئے خوف کرتے تھے کہ شاید قیامت قائم ہوگئی اور اگر گہن حساب سے پڑتا تو پھر گھبرانے کے کوئی معنی نہ تھے اور اگر حساب پر موقوف ہوتا تو پھر خیرات اور عتق اور نماز اور ذکر کے حکم کرنے کا کوئی معنی نہ تھے پس ظاہر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تخویف کا فائدہ دیتا ہے اور اس سے امید ہوتی ہے کہ گہن دفع ہو جائے اور نیز اہل ہیئت کہتے ہیں کہ دراصل سورج کو گہن نہیں لگتا بلکہ فقط چاند سورج اور اہل زمین کے درمیان حائل ہو جاتا ہے وقت جمع ہونے ان دونوں کے عقد تین میں اور کہتے ہیں کہ سورج چاند سے کئی حصے بڑا ہے سو جب بڑا ہو تو پھر چھوٹا بڑے کے آگے حاجب کیسے ہوسکتا ہے جب کہ اس کے مقابل ہو یا بہت تھوڑے سے کیسے سیاہ ہوسکتا ہے خاص کر ایسی حالت میں کہ وہ اس کی جنس سے ہے اور کس طرح روک سکتی ہے زمین سورج کے نور کو حالانکہ وہ اس کے ایک زاویے اور کونے میں ہے اس لیے کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ سورج زمین سے ننانویں حصے بڑا ہے اور کہتے ہیں کہ دنیا کی شکل گول ہے اور ظاہر شرع اس کے مخالف ہے اور قواعد شریعت سے ثابت یہ ہے کہ گہن قدیم ارادے کا اثر ہے اور فاعل مختار کا فعل ہے سو جس وقت چاہتا ہے ان دونوں میں نور پیدا کرتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے ان کو سیاہ کر دیتا ہے کسی سبب یا ربط پر یہ امر موقوف نہیں پھر فرمایا کہ اگر ہیئت والوں کا یہ قول نفس الامر میں حق بھی ہو تو یہ تخویف کے منافی نہیں اس لیے کہ مسلمانوں کا اعتقاد بڑا پکا اور مضبوط ہے جب کوئی عجیب امر حادث ہو تو ان کو خواہ مخواہ خوف پیدا ہوتا ہے گو وہ کسی سبب عادی سے پیدا ہو۔

## بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فِي الْكُسُوْفِ.

گہن میں قبر کے عذاب سے پناہ مانگنے کا بیان۔

٩٩١ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ يَهُوْدِيَّةً جَآءَ تْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُعَذَّبُ

٩٩١۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت بھیک مانگتی اس کے پاس آئی سو اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اللہ تجھ کو قبر کے عذاب سے پناہ دے سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا عذاب کیے جائیں گے لوگ اپنی قبروں میں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو سوار ہوئے یعنی اپنے بیٹے ابراہیم کے دفن کے واسطے قبرستان میں گئے سو

النَّاسُ فِي قُبُورِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَآئِذًا بِاللهِ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ فَرَجَعَ ضُحًى فَمَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ ظَهْرَانَي الْحُجَرِ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ وَقَامَ النَّاسُ وَرَآءَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ وَانْصَرَفَ فَقَالَ مَا شَآءَ اللهُ أَنْ يَقُوْلَ ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

آفتاب میں گہن پڑا سو آپ دفن کر کے چاشت کے وقت گھر کو پلٹے اور اپنی بیویوں کے حجروں کے درمیان گزرے پھر نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے سو آپ بہت دیر تک کھڑے رہے پھر رکوع کیا بہت لمبا رکوع کرنا پھر قیام کیا بہت لمبا قیام کرنا اور وہ پہلے قیام سے کم تھا پھر رکوع کیا لمبا رکوع کرنا اور وہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر رکوع سے سر اٹھایا اور سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے اور بہت لمبا قیام کیا اور وہ پہلے قیام سے کم تھا پھر رکوع کیا لمبا رکوع کرنا اور وہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا اور قیام کیا لمبا قیام کرنا اور وہ پہلے قیام سے کم تھا پھر رکوع کیا لمبا رکوع کرنا اور وہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر رکوع سے سر اٹھایا اور سجدہ کیا اور نماز سے فارغ ہوئے سو آپ نے فرمایا جو کچھ اللہ نے چاہا پھر لوگوں کو حکم دیا پناہ مانگنے کا قبر کے عذاب سے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گہن میں قبر کے عذاب سے پناہ مانگنی چاہیے اور وجہ مناسبت کی اس کے ساتھ یہ ہے کہ گہن کا اندھیرا قبر کے اندھیرے کے مشابہ ہے پس لائق ہے کہ اس وقت قبر سے پناہ مانگی جائے۔

## بَابُ طُوْلِ السُّجُوْدِ فِي الْكُسُوْفِ. گہن کی نماز میں لمبا سجدہ کرنے کا بیان۔

**فائدہ:** اس میں اشارہ ہے طرف رد کرنے اس شخص کے جو اس سے منکر ہے۔

٩٩٢ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّهُ قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى

٩٩٢۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سورج میں گہن پڑا تو لوگوں میں پکارا گیا کہ الصلوة جامعة سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت

عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْدِیَ أَنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ فَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ سَجْدَةٍ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ سَجْدَةٍ ثُمَّ جَلَسَ ثُمَّ جُلِّيَ عَنِ الشَّمْسِ قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مَا سَجَدْتُ سُجُوْدًا قَطُّ كَانَ أَطْوَلَ مِنْهَا.

میں دو رکوع کیے پھر کھڑے ہوئے اور ایک رکعت میں دو رکوع کیے پھر بیٹھ گئے یعنی التحیات میں پھر سورج روشن ہو گیا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے ایسا سجدہ کبھی نہیں کیا جو اس سے لمبا ہو۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گہن کی نماز میں جیسا کہ قیام اور رکوع لمبا کیا جاتا ہے ویسا ہی سجدہ بھی لمبا کرنا چاہیے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ کا سجدہ رکوع کی مانند تھا اور یہی مذہب ہے امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق اور شافعی رحمہ اللہ وغیرہ اہل حدیث کا اور مالکیہ کہتے ہیں کہ اس میں سجدے کو لمبا نہ کرنا چاہیے اس لیے کہ طول اسی رکن میں ہوتا ہے جس میں تکرار ہو اور سجدے میں تکرار نہیں پس اس کو طول کرنا بھی جائز نہ ہوگا یہ قیاس ہے نص کے مقابلے میں پس مردود ہوگا۔

بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوْفِ جَمَاعَةً وَّصَلّٰى ابْنُ عَبَّاسٍ لَهُمْ فِيْ صُفَّةِ زَمْزَمَ وَجَمَعَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَصَلّٰى ابْنُ عُمَرَ.

گہن کی نماز جماعت سے پڑھنے کا بیان اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو نماز پڑھائی زمزم کے والان میں اور علی بن عبداللہ نے گہن کی نماز کے واسطے لوگوں کو جمع کیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے امامت کی۔

**فائدہ:** جمہور علماء کہتے ہیں کہ گہن کی نماز جماعت سے پڑھی جائے اگر دائمی امام موجود نہ ہو تو کسی کو امام بنالے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر دائمی امام موجود نہ ہو تو تنہا نماز پڑھیں جماعت نہ کریں۔ نیز ان اثروں سے معلوم ہوا کہ گہن کی نماز میں جماعت کرنی مشروع ہے۔

٩٩٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا

٩٩٣۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج کو گہن لگا سو آپ نے نماز پڑھی سو قیام کیا بہت لمبا قیام کرنا مقدار پڑھنے سورہ بقرہ کے یعنی جتنی دیر میں سورہ بقرہ پڑھی جائے اتنی دیر کھڑے رہے باقی ترجمہ اس کا کئی بار اوپر گزر چکا ہے مگر اس کے آخر میں اتنا زیادہ ہے کہ لوگوں نے عرض کی کہ یا حضرت! ہم نے آپ کو

نَحْوًا مِّنْ قِرَآءَ ةِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ ثُمَّ رَأَيْنَاكَ كَعْكَعْتَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ عُنْقُوْدًا وَلَوْ أَصَبْتُهٗ لَأَكَلْتُمْ مِّنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا وَأُرِيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَآءَ قَالُوْا بِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ قِيْلَ يَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلٰى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ كُلَّهٗ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ.

اپنی جگہ میں کوئی چیز لیتے دیکھا پھر آپ کو دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے سو فرمایا کہ میں نے بہشت کو دیکھا اور اس سے انگور کے گچھے پکڑنے کا ارادہ کیا اور اگر میں اس کو پکڑ لیتا تو البتہ تم اس سے ہمیشہ کھاتے جب تک کہ دنیا باقی رہتی اور مجھ کو دوزخ دکھلائی گئی سو میں نے آج جیسی بری جگہ کبھی نہیں دیکھی اور میں نے اس کے اکثر لوگ عورتیں دیکھیں اصحاب نے عرض کی کہ کس سبب سے عورتیں دوزخ میں بہت ہوں گی؟ آپ نے فرمایا اُن کے کفر کے سبب سے کہا گیا کہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ فرمایا خاوندوں کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان سے کفر کرتی ہیں اگر تو کسی عورت کے ساتھ تمام عمر احسان کرتا رہے پھر وہ تجھ سے کوئی چیز تھوڑی دیکھے تو کہتی ہے کہ میں نے کبھی تجھ سے بہتری نہیں دیکھی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گہن کی نماز میں جماعت مشروع ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بہشت اور دوزخ اب موجود ہیں اور پیدا ہو چکے ہیں اور یہ کہ عمل قلیل سے نماز باطل نہیں ہوتی اور یہ کہ اہل توحید کو گناہ پر عذاب ہوگا اور یہ جو

فرمایا کہ میں نے بہشت کو دیکھا تو ظاہر اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ درمیان سے پردہ اٹھا کر اصلی بہشت اور دوزخ آپ کے سامنے لائے گئے اور آپ نے ان کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور یہ بات ممکن ہے محال نہیں خاص کر پیغمبر کے حق میں تو بطریق اولیٰ ممکن ہے اور یا مراد اس سے اس کی مثال ہے یا کچھ اور جیسا کہ اوائل صلوۃ میں گزرا اور آپ نے بہشت کا میوہ اس واسطے نہ پکڑا کہ وہ جنت کا کھانا ہے اور وہ فانی نہیں اور دنیا فانی ہے پس فانی جگہ میں نہ فانی ہونے والے کو کھانا جائز نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اگر اس کو لوگ دیکھ لیتے تو ایمان بالغیب نہ رہتا پس خوف تھا کہ تو بہ موقوف ہو جاتی اور بعض کہتے ہیں کہ بہشت عملوں کا بدلہ ہے اور وہ آخرت میں واقع ہوگا نہ دنیا میں، واللہ اعلم۔

## بَابُ صَلَاةِ النِّسَآءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْكُسُوْفِ.

گہن میں عورتوں کو مردوں کے ساتھ نماز پڑھنی جائز ہے۔

**فائدہ:** ثوری اور بعض کوفے والوں سے منقول ہے کہ گہن میں عورتوں کو مردوں کے ساتھ نماز پڑھنی منع ہے سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب سے اشارہ کیا کہ یہ قول مردود ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ گہن کی نماز میں سب عورتیں باہر آئیں مگر جو خوبصورت ہوں وہ باہر نہ آئیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی روایت آئی ہے۔

٩٩٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنِ امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَآءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهَا قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّوْنَ وَإِذَا هِيَ قَآئِمَةٌ تُصَلِّيْ فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا إِلَى السَّمَآءِ وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللهِ فَقُلْتُ آيَةٌ فَأَشَارَتْ أَيْ نَعَمْ قَالَتْ فَقُمْتُ حَتّٰى تَجَلَّانِيَ الْغَشْيُ فَجَعَلْتُ أَصُبُّ فَوْقَ رَأْسِيَ الْمَآءَ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا

٩٩٤۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی جب کہ سورج میں گہن پڑا سو اچانک لوگ کھڑے نماز پڑھتے تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہا بھی کھڑی نماز پڑھتی تھی سو میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کیا حال ہے لوگوں کا سو اُس نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا اللہ پاک ہے (یہ کلمہ حیرت کے وقت کہتے ہیں) میں نے کہا کہ کیا یہ گہن عذاب کی نشانی ہے؟ سو اُس نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں یہ عذاب کی نشانی ہے اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں بھی (اس کے ساتھ) نماز کو کھڑی ہوئی یہاں تک کہ میں بے ہوش ہوگئی یعنی گرمی کی شدت سے سو میں نے اپنے سر پر پانی ڈالنا شروع کیا سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ کی تعریف کی اور اس پر ثنا کہی پھر فرمایا کہ کوئی چیز نہیں جس کو میں نے دیکھا ہوا نہیں تھا مگر کہ میں نے اس کو دیکھ لیا ہے اپنی اس جگہ میں یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ کو بھی دیکھا اور

حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ أَوْ قَرِيْبًا مِّنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ لَا أَدْرِيْ أَيَّتَهُمَا قَالَتْ أَسْمَآءُ يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوِ الْمُوْقِنُ لَا أَدْرِيْ أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَآءُ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ نَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى فَأَجَبْنَا وَاٰمَنَّا وَاتَّبَعْنَا فَيُقَالُ لَهُ نَمْ صَالِحًا فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُوْقِنًا وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِيْ أَيَّتَهُمَا قَالَتْ أَسْمَآءُ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِيْ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهٗ.

بیشک مجھ کو وحی ہوئی کہ تم قبروں میں مبتلا کیے جاؤ گے مثل فتنے دجال کے اور تم میں سے ہر ایک آدمی لایا جائے گا یعنی اس کے پاس فرشتے آئیں گے سو اس سے پوچھیں گے کہ تو اس مرد یعنی پیغمبر ﷺ کو کیسا جانتا ہے اور ان کے ساتھ کیسا اعتقاد رکھتا ہے؟ سو جو ایماندار ہوگا وہ کہے گا کہ وہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں لائے ہمارے پاس دلیلیں روشن اور ہدایت سو ہم نے ان کی پیغمبری کو قبول کیا اور اس کے ساتھ ایمان لائے اور اس کی پیروی کی سو اس کو کہا جائے گا کہ سو جا چین اور آرام سے کہ اس میں کبھی بے آرامی نہیں یا سو جا اس حال میں کہ تو نیکو کار ہے ہم جانتے تھے کہ تو اس کے ساتھ یقین رکھتا ہے اور جو منافق بے دین ہوگا وہ کہے گا میں کچھ نہیں جانتا میں نے لوگوں کو ایک چیز کہتے سنا تھا سو میں نے بھی اس کو کہا یعنی دین کو سنا لیکن اس کے ساتھ دل سے یقین نہ کیا اور اس کی تصدیق نہ کی یا دین کی تحقیق نہ کی سنی سنائی بات کا یقین کر لیا۔

**فائدہ:** یہ حدیث کتاب العلم اور کتاب الطہارۃ میں پہلے گزر چکی ہے اور اس حدیث کے بعض طریقوں میں آیا ہے کہ دوسری عورتیں اسماء رضی اللہ عنہا سے دور تھیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پچھلی صف میں حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں جیسا کہ نماز پنجگانہ میں ان کی عادت تھی پس معلوم ہوا کہ گہن میں عورتوں کو مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ میں کئی عورتوں کے ساتھ آئی اور حضرت ﷺ مصلے پر کھڑے ہوئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں نے مردوں کے ساتھ نماز پڑھی ورنہ مسجد میں آنے کے کوئی معنی نہ تھے۔

## بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْعَتَاقَةَ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ.

سورج گہن میں غلام آزاد کرنے کا بیان۔

٩٩٥ ـ حَدَّثَنَا رَبِيْعُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَآءَ قَالَتْ لَقَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَةِ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ.

٩٩٥۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے سورج گہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا۔

**فائدہ**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گہن میں غلام آزاد کرنا مستحب ہے اور وجہ مناسبت کی ان کے درمیان یہ ہے کہ مقصود گہن میں لوگوں کو عذاب سے ڈرانا ہے اور سب سے سخت عذاب آگ کا ہے پس مناسب ہوا کہ اس میں افضل صدقہ آگ سے بچانے والا دیا جائے اور وہ غلام آزاد کرنا ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی غلام مسلمان کو آزاد کرے تو اللہ اس کے ہر عضو کے بدلے اس کے ہر عضو کو آگ سے آزاد کر دیتا ہے پس وجہ مناسبت کی ظاہر ہو گئی۔

**بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوْفِ فِي الْمَسْجِدِ.**

گہن کی نماز مسجد میں پڑھنے کا بیان یعنی سنت ہے کہ گہن کی نماز مسجد میں پڑھی جائے۔

٩٩٦ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ يَهُوْدِيَّةً جَآءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِيْ قُبُوْرِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَآئِذًا بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَّرْكَبًا فَكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَرَجَعَ ضُحًى فَمَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ ظَهْرَانَي الْحُجَرِ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَقَامَ النَّاسُ وَرَآءَهٗ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ سُجُوْدًا طَوِيْلًا ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ

٩٩٦۔ ترجمہ اس حدیث کا باب التعوذ من عذاب القبر فی الكسوف میں پہلے گزر چکا ہے۔

الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ وَهُوَ دُوْنَ السُّجُوْدِ الْأَوَّلِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَآءَ اللّٰهُ أَنْ يَّقُوْلَ ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَّتَعَوَّذُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

**فائدہ:** گہن کی نماز مسجد میں پڑھنے کا اس حدیث میں ذکر نہیں لیکن صحیح مسلم میں عمرہ سے روایت ہے کہ میں کئی عورتوں کے ساتھ مسجد میں آئی اور حضرت ﷺ ابراہیم کو دفن کر کے پلٹ آئے اور آ کر اپنے مصلے پر کھڑے ہوئے...... الخ پس معلوم ہوا کہ سنت ہے کہ گہن کی نماز مسجد میں پڑھی جائے اگر سنت نہ ہوتی تو آپ اس کو میدان میں پڑھتے خاص کر یہ کہ آپ گہن کے وقت میدان میں تھے اس لیے کہ ابراہیم کو دفن کرنے گئے تھے لیکن آپ نے میدان میں نماز نہ پڑھی بلکہ وہاں سے پلٹ کر مسجد میں آ کر پڑھی۔

بَابُ لَا تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ رَوَاهُ أَبُوْ بَكْرَةَ وَالْمُغِيْرَةُ وَأَبُوْ مُوْسٰى وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

کسی کے مرنے جینے سے سورج میں گہن نہیں پڑتا روایت کیا ہے اس حدیث کو ان پانچ صحابہ نے یعنی ابوبکرہ اور مغیرہ اور ابوموسیٰ اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے اور سب حدیثیں پہلے بابوں میں گزر چکی ہیں۔

**فائدہ:** مطلب اس باب کا پہلے گزر چکا ہے لیکن زیادہ اہتمام کے واسطے اس کا باب علیحدہ باندھا۔

٩٩٧ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَيْسٌ عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا.

٩٩٧۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ کسی کے مرنے جینے سے سورج اور چاند کو گہن نہیں پڑتا لیکن وہ دو نشانیاں ہیں اللہ کی نشانیوں سے سو جب تم گہن کو دیکھا کرو تو نماز پڑھا کرو۔

٩٩٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ

٩٩٨۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ

حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَهِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فَأَطَالَ الْقِرَآءَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ فَأَطَالَ الْقِرَآءَةَ وَهِيَ دُوْنَ قِرَآءَتِهِ الْأُوْلٰى ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ دُوْنَ رُكُوْعِهِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ يُرِيْهِمَا عِبَادَهٗ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا إِلَى الصَّلَاةِ.

کے زمانے میں سورج کو گہن لگا سو حضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی سو آپ نے قرأت کو لمبا کیا پھر رکوع کیا اور رکوع کو بہت لمبا کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا اور قرأت کو لمبا کیا اور وہ پہلی قرأت سے کم تھی پھر رکوع کیا اور رکوع کو لمبا کیا اور وہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا اور دو سجدے کیے پھر کھڑے ہوئے اور دوسری رکعت میں بھی ویسا ہی کیا پھر (سلام پھیر کر) کھڑے ہوئے سو فرمایا...... الخ باقی ترجمہ اس کا وہی ہے جو سابق حدیث میں گزرا۔

## بَابُ الذِّكْرِ فِي الْكُسُوْفِ رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

گہن میں ذکر کرنے کا بیان یعنی مستحب ہے روایت کیا ہے اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ جب گہن کو دیکھو تو ذکر کیا کرو۔

٩٩٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزِعًا يَخْشٰى أَنْ تَكُوْنَ السَّاعَةُ فَأَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَّرُكُوْعٍ وَّسُجُوْدٍ رَأَيْتُهٗ قَطُّ يَفْعَلُهٗ وَقَالَ هٰذِهِ

٩٩٩۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورج کو گہن لگا سو حضرت ﷺ گھبرا کر کھڑے ہوئے خوف کرتے تھے کہ یہ نشانی قیامت کی ہے سو آپ مسجد میں آئے اور اتنے لمبے قیام اور رکوع اور سجود سے نماز پڑھی کہ میں نے آپ کو ایسا کرتے کبھی نہیں دیکھا اور فرمایا کہ یہ نشانیاں ہیں کہ اللہ ان کو بھیجتا ہے کسی کے مرنے جینے سے یہ واقع نہیں ہوتے ہیں لیکن اللہ ان کے ساتھ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے سو جب تم کوئی نشانی

الْاٰيَاتُ الَّتِيْ يُرْسِلُ اللّٰهُ لَا تَكُوْنُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنْ يُّخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهٗ فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا إِلٰى ذِكْرِهٖ وَدُعَآءِهٖ وَاسْتِغْفَارِهٖ.

دیکھو تو ذکر اور دعا اور استغفار کی طرف متوجہ ہوا کرو اور اس کے ساتھ التجا کرو۔

**فائدہ:** علماء کہتے ہیں کہ قیامت سے پہلے دجال آئے گا اور عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور مغرب کی طرف سے سورج چڑھے گا اور ان کے سوا اور بھی بہت نشانیاں ہیں جو قیامت سے پہلے پیدا ہوں گی اور جب تک یہ نشانیاں واقع نہ ہوں گی تب تک قیامت واقع نہیں ہو گی اور ان نشانیوں سے ابھی تک ایک نشانی بھی ظاہر نہیں ہوئی پس حضرت ﷺ نے ایسا خوف کیوں کیا کہ ابھی قیامت ہو گی سو جواب اس کا یہ ہے کہ شاید آپ کا خوف اس وجہ سے ہو گا کہ گہن بعض علامات قیامت کا مقدمہ ہے مثل طلوع آفتاب کے مغرب سے اور یہ کچھ محال نہیں کہ گہن اور طلوع آفتاب کے درمیان کوئی اور نشانیاں واقع ہوں جو ایک دوسرے کے پیچھے پیدا ہوتی جائیں اور یا مراد اس سے تشبیہ ہے یعنی حضرت ﷺ اس وقت میں ایسے گھبرا گئے جیسے کہ لوگ قیامت کو دیکھ کر گھبرا جائیں گے، واللہ اعلم۔

بَابُ الدُّعَآءِ فِي الْخُسُوْفِ قَالَهٗ أَبُوْ مُوْسٰى وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

گہن میں دعا کرنی مستحب ہے روایت کیا ہے اس حدیث کو حضرت ﷺ سے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے جیسا کہ اوپر گزرا۔

١٠٠٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُوْلُ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيْمُ فَقَالَ النَّاسُ انْكَسَفَتْ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَادْعُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا حَتّٰى يَنْجَلِيَ.

١٠٠٠۔ ترجمہ اس حدیث مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا باب الصلوة فی کسوف الشمس میں پہلے گزر چکا ہے اور مناسبت حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ فِيْ خُطْبَةِ الْكُسُوْفِ أَمَّا بَعْدُ وَقَالَ أَبُوْ أُسَامَةَ.

گہن کے خطبے میں امام کو اما بعد کہنا جائز ہے روایت کیا ہے اس حدیث کو ابو اسامہ نے جیسا کہ کتاب الجمعہ کے

باب من قال فی الخطبة بعد الثناء اما بعد میں گزر چکا ہے۔

حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَآءَ قَالَتْ فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ.

اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گہن کی نماز سے پھرے اور سورج روشن ہو گیا تھا سو آپ نے خطبہ پڑھا اور اللہ کی تعریف کی جو اس کے لائق تھی پھر فرمایا اما بعد یعنی حمد اور صلوۃ کے بعد۔

**فائدہ**: اس سے معلوم ہوا کہ گہن کے خطبے میں اما بعد کہنا جائز ہے۔

## بَابُ الصَّلَاةِ فِي كُسُوْفِ الْقَمَرِ.

چاند گہن میں نماز پڑھنے کا بیان یعنی سورج گہن کی طرح اس میں بھی نماز پڑھنی سنت ہے۔

١٠٠١ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

١٠٠١۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج کو گہن لگا سو آپ نے دو رکعتیں نماز پڑھی۔

١٠٠٢ - حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَآءَهٗ حَتّٰى انْتَهٰى إِلَى الْمَسْجِدِ وَثَابَ النَّاسُ إِلَيْهِ فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ فَانْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَإِنَّهُمَا لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّإِذَا كَانَ ذَاكَ فَصَلُّوْا وَادْعُوْا حَتّٰى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ وَذَاكَ أَنَّ ابْنًا لِّلنَّبِيِّ

١٠٠٢۔ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سورج میں گہن پڑا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چادر کھینچتے باہر نکلے اور مسجد میں پہنچے اور لوگ بھی آپ کے پاس جمع ہوئے سو آپ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی اور سورج روشن ہو گیا تھا سو فرمایا کہ سورج اور چاند دو نشانیاں ہیں اللہ کی نشانیوں سے اور وہ کسی کے مرنے سے سیاہ نہیں ہوتے ہیں سو جب ان کو گہن لگے تو نماز پڑھا کرو اور دعا کیا کرو یہاں تک کہ دور ہو جائے وہ چیز جو واقع ہوئی ہے ساتھ تمہارے خوف الٰہی سے اور یہ حدیث آپ نے اس واسطے فرمائی کہ آپ کا ایک بیٹا (جس کا نام ابراہیم تھا) مر گیا اور اسی دن گہن ہوا سو

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ يُقَالُ لَهٗ إِبْرَاهِيْمُ فَقَالَ النَّاسُ فِيْ ذَاكَ.

لوگوں نے کہا کہ ابراہیم کے مرنے سے گہن ہوا ہے۔

**فائدہ:** یہ دونوں حدیثیں ایک ہیں ایک پوری ہے اور دوسری مختصر ہے اس میں آپ نے گہن کو سورج اور چاند دونوں کی طرف نسبت کیا ہے اور دونوں وقت نماز پڑھنا فرمایا پس معلوم ہوا کہ چاند گہن میں بھی نماز پڑھنی سنت ہے پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا اور اس میں رد ہے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ پر جو جماعت سے انکار کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ چاند گہن میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا منقول نہیں لیکن ابن حبان نے سیرت میں لکھا ہے کہ پانچویں سال ہجری میں چاند میں گہن پڑا سو آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

## بَابُ صَبِّ الْمَرْأَةِ عَلٰى رَأْسِهَا الْمَآءَ إِذَا طَالَ الْإِمَامُ الْقِيَامَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى.

جب امام پہلی رکعت میں قیام کو لمبا کرے تو اس وقت گرمی کی شدت سے عورت کو اپنے سر پر پانی ڈالنا جائز ہے۔

**فائدہ:** اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی حدیث بیان نہیں کی شاید اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث پر کفایت کی ہو گی جو کئی بار اوپر گزر چکی ہے اور بعض نسخوں میں یہ باب نہیں ہے۔

## بَابُ الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى فِي الْكُسُوْفِ أَطْوَلُ.

گہن کی نماز میں پہلی رکعت کو بہت لمبا کرنا چاہیے۔

١٠٠٣ ـ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ سَجْدَتَيْنِ الْأَوَّلُ وَالْأَوَّلُ أَطْوَلُ.

١٠٠٣۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن میں لوگوں کو نماز پڑھائی دو رکعتوں میں چار رکوع کیے پہلی رکعت دوسری سے لمبی تھی۔

**فائدہ:** ابن بطال نے کہا کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ پہلی رکعت مع قیام اور رکوع کے دوسری رکعت سے لمبی ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ دونوں رکعتوں کا پہلا قیام اور رکوع ان کے دوسرے قیام اور رکوع سے لمبا ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ پہلی رکعت کا دوسرا قیام اور دوسری رکعت کا پہلا قیام دونوں آپس میں برابر ہیں یا پہلا دوسرے سے لمبا ہے لیکن ترجیح اسی کو ہے کہ پہلا قیام دوسرے سے لمبا ہے۔

## بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَآءَةِ فِي الْكُسُوْفِ.

گہن کی نماز میں قراءت پکار کر پڑھنے کا بیان۔

١٠٠٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ

١٠٠٤۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ نَمِرٍ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا جَهَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلَاةِ الْخُسُوْفِ بِقِرَآءَ تِهٖ فَإِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَآءَ تِهٖ كَبَّرَ فَرَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُعَاوِدُ الْقِرَآءَةَ فِيْ صَلَاةِ الْكُسُوْفِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ وَغَيْرُهٗ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ مُنَادِيًا اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ وَأَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ نَمِرٍ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ مِثْلَهٗ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَقُلْتُ مَا صَنَعَ أَخُوْكَ ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ مَا صَلّٰى إِلَّا رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ إِذْ صَلّٰى بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ أَجَلْ إِنَّهٗ أَخْطَأَ السُّنَّةَ تَابَعَهٗ سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي الْجَهْرِ.

نے گہن کی نماز میں قراءت پکار کر پڑھی سو جب اپنی قراءت سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی اور رکوع کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو کہا سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد پھر قراءت کو دوہرا کر پڑھا یعنی پہلے رکوع کے بعد دو رکعتوں میں چار رکوع کیے اور چار سجدے کیے اور نیز عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج کو گہن لگا سو آپ نے کسی کو بھیجا کہ لوگوں میں الصلوۃ جامعۃ کی پکار کرے سو آپ آگے بڑھے اور دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کیے زہری کہتا ہے کہ میں نے عروہ سے کہا کہ تیرے بھائی عبداللہ بن زبیر نے کیا کیا نہ نماز پڑھی مگر دو رکعتیں صبح کی نماز کی طرح جب کہ مدینے میں اس نے نماز پڑھی اس نے کہا ہاں وہ سنت سے چوک گیا متابعت کی ہے ابن نمر کی سلیمان بن کثیر اور سفیان بن حسین نے زہری سے قرأت کے پکار کر پڑھنے میں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گہن کی نماز میں قرأت کو پکار کر پڑھنا چاہیے اور یہی مذہب ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اور یہی قول ہے ابن منذر اور ابن خزیمہ وغیرہ محدثین کا اور یہی مذہب ہے ابن عربی مالکی کا اور یہی روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ سورج گہن میں قرأت کو پوشیدہ پڑھے اور چاند گہن میں قرأت کو پکار کر پڑھے اور اس باب میں مختلف روایتیں آئی ہیں بعض سے جہر ثابت ہوتا ہے اور بعض سے اخفا ثابت ہوتا ہے لیکن مثبت کے ساتھ

زیادتی علم کی ہے پس اس کے ساتھ عمل کرنا اولیٰ ہے اور اگر تعدد واقعہ کا ثابت ہوتو ہوگا یہ واسطے بیان جواز کے یعنی جہر بھی جائز ہے اور اخفا بھی جائز ہے اور جس حدیث میں آیا ہے کہ آپ کی آواز نہیں سنی جاتی تھی وہ نفی جہر پر دلالت نہیں کرتی اور ابن عربی نے کہا کہ گہن کی نماز میں قرأت کو پکار کر پڑھنا میرے نزدیک اولیٰ ہے اس لیے کہ یہ نماز جامع ہے اور اس کے واسطے لوگوں کو پکارا جاتا ہے اور اس میں خطبہ پڑھا جاتا ہے پس مشابہ ہوگی ساتھ عید اور استسقاء کے واللہ اعلم۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ دونوں رکعتوں کے پہلے قیام میں سورہ فاتحہ پڑھنی واجب ہے اور دوسرے قیام میں اختلاف ہے سو مذہب ہمارا اور مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے جمہور اصحاب کا یہ ہے کہ اس میں بھی فاتحہ پڑھنی فرض ہے بدون اس کے قیام صحیح نہیں اور محمد بن سلمہ مالکی نے کہا کہ دوسرے قیام میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔

❀ ...... ❀ ...... ❀
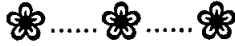
بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اَبْوَابُ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ
قرآن کے سجدوں کا بیان

### بَابُ مَا جَآءَ فِیْ سُجُوْدِ الْقُرْاٰنِ وَسُنَّتِهَا.
اُن حدیثوں کا بیان جو تلاوت قرآن کے سجدوں میں وارد ہوئی ہیں اور ان سجدوں کے سنت ہونے کا بیان۔

**فائدہ:** امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ تلاوت کے سجدوں کی تعداد اور گنتی میں علماء کو اختلاف ہے سو مذہب امام شافعی رحمہ اللہ اور ایک گروہ کا یہ ہے کہ تلاوت کے سجدے چودہ ہیں ان میں سے دو سجدے سورہ حج میں ہیں اور تین سجدے مفصل میں ہیں اور سورہ ص کا سجدہ ان میں داخل نہیں بلکہ وہ سجدہ شکر کا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ تلاوت کے گیارہ سجدے ہیں مفصل کے تین سجدے اُن کے نزدیک ثابت نہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وہ چودہ سجدے ہیں جیسا کہ مذہب شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے لیکن وہ سورہ حج کے ایک سجدے کو ساقط کرتے ہیں اور اس کے بدلے ص کا سجدہ ان میں داخل کرتے ہیں اور احمد اور ابن شریح وغیرہ کہتے ہیں کہ وہ پندرہ سجدے ہیں وہ سب سجدوں کو ثابت کرتے ہیں اور تلاوت کے سجدوں کی جگہیں قرآن میں مشہور ہیں اور سب کو معلوم ہیں اور نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ تلاوت کے سجدے سنت ہیں یا واجب ہیں سو جمہور علماء کے نزدیک یہ سب سجدے سنت ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ سجدے تلاوت کے واجب ہیں فرض نہیں کہ ان کے نزدیک فرض اور واجب میں فرق ہے وسیاتی بیانہ ان شاء اللہ تعالیٰ لیکن ان کے ثبوت میں کسی کو اختلاف نہیں اور سجدہ تلاوت کا سنت ہے پڑھنے والے کے حق میں بھی اور سننے والے کے حق میں بھی اور اگر وہ دونوں نماز سے باہر ہوں تو سننے والے کو سجدہ میں پڑھنے والے کی پیروی کرنی ضروری نہیں بلکہ خواہ اپنے سر کو اس سے پہلے اٹھا دے اور خواہ اس سے پیچھے دیر تک سجدے میں رہے ہر طور سے جائز ہے اور اگر قاری سجدہ نہ کرے تو سننے والے کو سجدہ کرنا جب بھی جائز ہے خواہ قاری وضو سے ہو یا بے وضو ہو یا لڑکا ہو یا عورت وغیرہ ہو انتہی ملخصا اور بعض نے کہا کہ جس جس جگہ سجدہ کا حکم آیا ہے یا اس کی ترغیب آئی ہے یا اس کے فاعل کی تعریف آئی ہے سب جگہ سجدہ کرنا مشروع ہے اور اس وجہ سے سجدوں کا شمار بہت ہو جاتا ہے اور علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس جگہ سجدے کا حکم واقع ہوا ہے وہ واجب ہے۔

١٠٠٥ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ

١٠٠٥۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے میں سورۃ النجم پڑھی سو آپ نے اس

قَالَ سَمِعْتُ الْأَسْوَدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجْمَ بِمَكَّةَ فَسَجَدَ فِيْهَا وَسَجَدَ مَنْ مَّعَهُ غَيْرَ شَيْخٍ أَخَذَ كَفًّا مِّنْ حَصًى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلٰى جَبْهَتِهِ وَقَالَ يَكْفِيْنِيْ هٰذَا فَرَأَيْتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ قُتِلَ كَافِرًا.

میں سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا سوائے ایک شخص کے کہ اُس نے مٹی یا کنکر کی ایک مٹھی پکڑی اور اس کو اپنے ماتھے کی طرف اٹھایا اور کہا کہ مجھ کو یہی کافی ہے یعنی آپ کے ساتھ تکبر سے زمین پر سجدہ نہ کیا بلکہ مٹی کو زمین سے اٹھا کر ماتھے کے ساتھ لگا لیا سو بعد اس کے میں نے اس کو دیکھا کہ کفر میں مقتول ہوا۔

**فائدہ:** اس شخص کے نام میں اختلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ امیہ بن خلف تھا جو جنگ بدر کے دن کافر مرا اور یہ جو کہا کہ سب لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا تو مطلب اس کا یہ ہے کہ جب سورہ نجم اتری تو جو لوگ مسلمان اور کافر اور جن وہاں حاضر تھے سب نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا یہاں تک کہ مشہور ہو گیا کہ مکہ والے مسلمان ہو گئے ہیں اور طبرانی میں مخرمہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ نے مکے میں اسلام کو لوگوں میں ظاہر کیا تو لوگ مسلمان ہو گئے اس وقت ابو جہل وغیرہ طائف میں تھے سو جب وہ طائف سے پلٹ کر آئے تو پھر لوگوں کو اسلام سے پھیر ڈالا سو کافروں کا آپ کے ساتھ یہ سجدہ کرنا اس وقت میں واقع ہوا ہوگا جن دنوں میں وہ مسلمان ہو گئے تھے ابو جہل وغیرہ کے آنے سے پہلے اور بعضوں نے کہا کہ آپ کے غلبے جلالیت اور قہر کے سبب سے کافر بے قرار ہو گئے تھے اور بے اختیار ہو کر سجدہ کیا تھا، واللہ اعلم۔

## بَابُ سَجْدَةِ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةُ. سورہ تنزیل میں سجدہ کرنے کا بیان۔

**فائدہ:** ابن بطال نے کہا کہ سورۂ تنزیل کے سجدے پر سب کا اتفاق ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ نماز کے اندر بھی یہ سجدہ کیا جائے یا نہ کیا جائے اور مفصل بیان اس کا کتاب الجمعہ میں گزر چکا ہے کہ اکثر اہل علم اس سجدے کو نماز میں جائز نہیں کہتے ہیں اور امام ابن سیرین اور نخعی وغیرہ بعض کہتے ہیں کہ جائز بلکہ مستحب ہے۔

١٠٠٦ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ ﴿آلٓمّٓ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةِ﴾ وَ ﴿هَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ﴾.

١٠٠٦۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن حضرت ﷺ فجر کی نماز میں سورۂ الم تنزیل اور ھل اتی علی الانسان پڑھا کرتے تھے۔

## بَابُ سَجْدَةِ صٓ. سورہ ص کے سجدے کا بیان۔

۱۰۰۷ ۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو النُّعْمَانِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ ﴿صٓ﴾ لَيْسَ مِنْ عَزَآئِمِ السُّجُوْدِ وَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيْهَا.

۱۰۰۷۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سورہ ص کا سجدہ واجبات سے نہیں اور میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس میں سجدہ کرتے تھے۔

**فائدہ**: ابن منذر وغیرہ نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سورہ حم اور نجم اور اقرأ اور تنزیل کے سجدے واجب ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایسی ہی روایت آئی ہے سوائے حم کے اور بعضوں نے کہا کہ سورہ اعراف اور سبحان الذی اور حم اور الم کے سجدے واجب ہیں لیکن جمہور علماء کے نزدیک کوئی سجدہ تلاوت کا واجب نہیں کما مر پس وہ اس حدیث کا یہ معنی کرتے ہیں کہ مراد عزیمت سے زیادہ تاکید ہے وجوب نہیں اس لیے کہ بعض مستحبات کی بعض سے زیادہ تاکید ہے یا مراد یہ ہے کہ یہ سجدہ ثابت ہے امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ سجدہ شکر کا ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ سجدہ بھی واجب ہے لیکن مجرد فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوسکتا ہے چہ جائیکہ ایک بار کا فعل ہو اور نیز دوسرے دن آپ نے یہ سورہ منبر پر پڑھی اور فرمایا کہ میں نے صرف تمہاری خاطر سجدہ کیا ہے کہ تم کو سجدے کے لیے مستعد دیکھا پس یہ حدیث سب تاویلوں کو باطل کرتی ہے۔

بَابُ سَجْدَةِ النَّجْمِ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سورۂ نجم میں سجدہ کرنے کا بیان روایت کیا ہے اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

۱۰۰۸ ۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ سُوْرَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ مِّنَ الْقَوْمِ إِلَّا سَجَدَ فَأَخَذَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ كَفًّا مِّنْ حَصًى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلٰى وَجْهِهِ وَقَالَ يَكْفِيْنِيْ هٰذَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا.

۱۰۰۸۔ ترجمہ اس حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا پہلے باب میں گزر چکا ہے۔

بَابُ سُجُوْدِ الْمُسْلِمِيْنَ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكُ نَجَسٌ لَيْسَ لَهٗ وُضُوْءٌ.

مسلمانوں کا مشرکوں کے ساتھ سجدہ کرنا اور مشرک ناپاک ہے اور اس کا وضو درست نہیں۔

**فائدہ:** مراد اس سے سجدہ کرنے کی تاکید ہے یعنی جب مشرک باوجود نااہل ہونے کے سجدے پر برقرار رکھا گیا تو اہل کو بطریق اولیٰ لائق ہے کہ سجدہ کرے اور احتمال ہے کہ مراد اس سے یہ ہو کہ خوف فوت کے وقت بے وضو سجدہ کرنا جائز ہے اور تائید کرتا ہے اس کی قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کہ مسلمانوں اور مشرکوں وغیرہ سب نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا اس لیے کہ مشرکوں کا وضو درست نہیں پس اس سے لازم آیا کہ بے وضو سجدہ کرنا درست ہے، واللہ اعلم۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَسْجُدُ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بے وضو سجدہ کیا کرتے تھے۔

**فائدہ:** یہ بات عادۃً بعید معلوم ہوتی ہے کہ جو مسلمان اس وقت آپ کے پاس حاضر تھے سب وضو سے تھے بلکہ بعض اُن میں سے ضرور بے وضو ہوں گے اور جب سب لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا اور آپ نے کسی پر انکار نہ کیا تو معلوم ہوا کہ بے وضو سجدہ کرنا جائز ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور بعض نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ سجدہ تلاوت کا بے طہارت جائز نہیں سو مراد اس سے جنابت ہے نہ وضو پس ان میں کچھ تعارض نہیں لیکن سوائے شعبی کے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اس مسئلے میں کوئی موافق نہیں بلکہ سب جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ بے وضو سجدہ درست نہیں۔

١٠٠٩ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ وَرَوَاهُ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوْبَ.

١٠٠٩۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم میں سجدہ کیا اور مسلمانوں اور مشرکوں اور جنوں اور آدمیوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا یعنی جو اس مجلس میں موجود تھے۔

**فائدہ:** اور یا مراد اس سے یہ ہے کہ اس واقعہ کا علم سب جنوں اور آدمیوں کو پہنچ گیا اور بعض زندیق کہتے ہیں کہ کافروں نے آپ کے ساتھ اس واسطے سجدہ کیا کہ شیطان نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بتوں کی تعریف کروائی تھی لیکن یہ قصہ محدثین اور محققین کے نزدیک باطل اور موضوع ہے **کما سیاتی بیانہ ان شاء اللہ تعالٰی فی سورۃ الحج** اور شیطان کا دخل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونا کیسے ممکن ہے حالانکہ اللہ نے فرمایا کہ میرے بندوں پر تجھ کو کچھ قدرت

نہیں ﴿إِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ﴾ پس جب عام مسلمانوں کا یہ حال ہے تو پھر تمام مخلوق کے سردار پر وہ کیسے قدرت پا سکتا ہے؟۔

بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَسْجُدْ.

جو شخص سجدے کی آیت پڑھے اور اُس میں سجدہ نہ کرے

١٠١٠ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَزَعَمَ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا.

١٠١٠۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُس نے سورہ نجم کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا سو آپ نے اس میں سجدہ نہ کیا۔

**فائدہ:** مالکیہ کہتے ہیں کہ مفصل میں سجدہ تلاوت کا نہیں اور ابو ثور نے کہا کہ سورہ نجم میں خاص کر سجدہ نہیں سو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے اشارہ کیا ہے اس طرف کہ یہ قول مردود ہے اس لیے کہ آپ کا اس وقت سجدہ نہ کرنا مطلق ترک پر دلالت نہیں کرتا اس لیے کہ احتمال ہے کہ آپ نے بیان جواز کے واسطے اس کو ترک کر دیا ہو یعنی کبھی چھوڑ دینا بھی جائز ہے علاوہ ازیں دارقطنی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم میں سجدہ کیا سو ہم نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا اور راوی اس حدیث کے سب ثقہ ہیں پس ضروری ہے کہ ان میں تطبیق دی جائے اور وجہ تطبیق کی وہی ہے جو اوپر گزری اور حنفیہ اس حدیث میں تاویل کرتے ہیں کہ شاید زید نے سجدے کی آیت درمیان سے چھوڑ دی ہوگی اس واسطے سجدہ نہ کیا سو جواب اس کا یہ ہے کہ جب قاری سجدے کی آیت نہ پڑھے تو پھر بالاتفاق سجدہ واجب نہیں ہوتا اس صورت میں راوی کی یہ خبر محض لغو ہے اس کی صحت کی کوئی وجہ نہیں اور نیز اگر واجب ہوتا تو آپ زید کو اس کا حکم فرماتے گو مہلت کے ساتھ ہی سہی اور جب آپ نے اس کو حکم نہ فرمایا مع وقت بیان کے تو معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت کا واجب نہیں۔

١٠١١ ـ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِيْ إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَالنَّجْمِ﴾ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا.

١٠١١۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

بَابُ سَجْدَةِ ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾.

سورۂ اذا السماء انشقت میں سجدہ کرنے کا بیان۔

١٠١٢ ۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَا أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَرَأَ ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ فَسَجَدَ بِهَا فَقُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَلَمْ أَرَكَ تَسْجُدُ قَالَ لَوْ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ لَمْ أَسْجُدْ.

١٠١٢۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اُس نے سورۂ اذا السماء انشقت پڑھی اور اس میں سجدہ کیا سو میں نے کہا کہ اے ابو ہریرہ! کیا میں تجھ کو سجدہ کرتے نہیں دیکھتا ہوں یعنی اس میں سجدہ نہیں کرنا چاہیے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے نہ دیکھتا تو سجدہ نہ کرتا۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب کا عمل اس کے برخلاف تھا اس واسطے اُس نے انکار کیا لیکن اس میں نظر ہے اور برتقدیر تسلیم مطلق سجدہ کی نفی اس سے نہیں نکلتی احتمال ہے کہ مراد اس سے یہ ہو کہ یہ سجدہ نماز میں نہیں اور نیز جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی تو ابو سلمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اس کے ساتھ تنازع نہ کیا اور نہ عمل مستمر کے ساتھ اس پر حجت پکڑی پس معلوم ہوا کہ یہ دعویٰ باطل ہے اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے اس کا فعل ثابت ہو چکا ہے تو پھر ایسا کون سا عمل مستمر ہے جس کا اعتبار کیا جائے حالانکہ علماء مدینہ سے اس کا برخلاف ثابت ہو چکا ہے جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ صحابہ اور تابعین سے منقول ہے۔

## بَابُ مَنْ سَجَدَ لِسُجُوْدِ الْقَارِئِ.

جب سجدے کی آیت پڑھنے والا سجدہ کرے تو سننے والا بھی اس کے ساتھ سجدہ کرے۔

**فائدہ:** ابن بطال نے کہا کہ اس پر سب علماء کا اجماع ہے کہ جب سجدے کی آیت پڑھنے والا سجدہ کرے تو سننے والے پر بھی سجدہ کرنا لازم ہو جاتا ہے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ سامع اس کو قصداً سنے کما سیاتی اور اس باب میں اشارہ ہے کہ جب پڑھنے والا سجدہ نہ کرے تو سننے والا بھی سجدہ نہ کرے اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سننے والے پر ہر حال میں سجدہ کرنا واجب ہے خواہ قاری سجدہ کرے یا نہ کرے اور خواہ اس کو قصداً کان لگا کر سنے یا اتفاقاً اس کے کان میں آواز پڑ جائے اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی اتفاقاً آیت سجدے کی آواز سنے تو اس پر سجدہ کرنا واجب نہیں لیکن افضل یہ ہے کہ سجدہ کرے۔

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لِتَمِيْمِ بْنِ حَذْلَمٍ وَهُوَ غُلَامٌ فَقَرَأَ عَلَيْهِ سَجْدَةً فَقَالَ اسْجُدْ فَإِنَّكَ إِمَامُنَا فِيْهَا.

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تمیم سے کہا اور وہ کم عمر تھا سو اُس نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر سجدے کی آیت پڑھی سو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ سجدہ کر اس واسطے کہ بیشک تو ہمارا امام ہے سجدے میں۔

**فائدہ:** ظاہر اس قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر تو سجدہ نہ کرے تو ہم بھی سجدہ نہ کریں گے پس معلوم ہوا کہ اگر قاری سجدہ نہ کرے تو سننے والا بھی نہ کرے پس یہی ہے وجہ مناسبت اس حدیث کی باب سے اور ابن ابی شیبہ نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ ایک لڑکے نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سجدے کی آیت پڑھی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ نہ کیا سو اس لڑکے نے کہا کہ یا حضرت! کیا اس آیت میں سجدہ کرنا نہیں آیا؟ آپ نے فرمایا ہاں آیا ہے لیکن اگر تو سجدہ کرتا تو ہم بھی سجدہ کرتے سو یہ حدیث صریح ہے اس باب میں تاویل کی اس میں مطلق گنجائش نہیں پس ثابت ہوا کہ اگر امام سجدہ نہ کرے تو سننے والے پر بھی سجدہ کرنا لازم نہیں لیکن افضل یہ ہے کہ سجدہ کرے گو امام سجدہ نہ کرے۔

١٠١٣ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّوْرَةَ فِيْهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ حَتّٰى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَوْضِعَ جَبْهَتِهٖ.

١٠١٣۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر وہ سورت پڑھتے تھے جس میں کہ سجدہ ہوتا سو آپ سجدہ کرتے یہاں تک کہ ہم میں سے کوئی اپنے ماتھے کی جگہ نہ پاتا یعنی آدمیوں کے ہجوم سے سجدے کی جگہ نہ ملتی۔

**فائدہ:** اگر آدمیوں کے ہجوم سے سجدے کی جگہ نہ پائے تو اگلے آدمی کی پیٹھ پر سجدہ کر لے ایسی تنگی کے وقت میں یہ امر جائز ہے۔

## بَابُ اِزْدِحَامِ النَّاسِ إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ السَّجْدَةَ.

جب امام سجدے کی آیت پڑھ لے تو اس وقت آدمیوں کو سجدے کے واسطے ہجوم کرنا جائز ہے۔

١٠١٤ ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهٗ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهٗ فَنَزْدَحِمُ حَتّٰى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا لِجَبْهَتِهٖ مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ.

١٠١٤۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے آیت سجدے کی اور ہم آپ کے پاس ہوتے سو آپ سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے سو ہم ہجوم کرتے یہاں تک کہ کوئی اپنے ماتھے کی جگہ نہ پاتا کہ اس میں سجدہ کرے۔

## بَابُ مَنْ رَّأٰى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُوْجِبِ السُّجُوْدَ وَقِيْلَ لِعِمْرَانَ بْنِ

اس شخص کا بیان جو اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ نے سجدہ تلاوت کا واجب نہیں کیا یعنی اکثر علماء کہتے ہیں کہ سجدہ

حُصَيْنٍ الرَّجُلُ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ قَعَدَ لَهَا كَأَنَّهُ لَا يُوْجِبُهُ عَلَيْهِ وَقَالَ سَلْمَانُ مَا لِهٰذَا غَدَوْنَا.

تلاوت کا واجب نہیں سنت ہے۔

اور عمران کو کہا گیا کہ اگر کوئی مرد سجدے کی آیت سنے اور اس کے سننے کے واسطے نہ بیٹھا ہو یعنی اس کے سننے کا قصد نہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس نے کہا کہ بھلا بتلا تو اگر اس کے سننے کی نیت سے بیٹھے تو اس کا حکم کیا ہے؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا گویا کہ عمران قصدًا سننے والے پر سجدے کو واجب نہیں کرتا یعنی جب کہ قصدًا سننے والے پر تلاوت کا سجدہ واجب نہیں ہوتا تو اتفاقًا سننے پر بطریق اولیٰ واجب نہیں ہوگا۔

اور سلمان نے کہا کہ ہم اس واسطے باہر نہیں کہ سجدہ کریں

**فائدہ:** عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک مجلس پر گزرے سو اُن لوگوں نے سجدے کی آیت پڑھی پس سب نے سجدہ کیا مگر سلمان نے سجدہ نہ کیا کسی نے اس کو کہا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تب اس نے یہ کہا یعنی ہماری نیت سننے کی نہیں تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی بے قصد سجدے کی آیت سنے تو اس پر سجدہ واجب نہیں۔

وَقَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلٰى مَنِ اسْتَمَعَهَا.

اور عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سجدہ تلاوت کا فقط اسی پر واجب ہے جو اس کو قصدًا سنے۔

**فائدہ:** عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ ایک واعظ پر گزرے سو اس نے سجدے کی آیت پڑھی اس نیت سے کہ عثمان رضی اللہ عنہ بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں سو اس وقت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کہا اور یہ بات کہہ کر چلے گئے اور سجدہ نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی اتفاق سے سجدے کی آیت سنے اور سننے کا قصد نہ ہو تو اس پر سجدہ تلاوت کا واجب نہیں ہوتا۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا يَسْجُدُ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ طَاهِرًا فَإِذَا سَجَدْتَ وَأَنْتَ فِيْ حَضَرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَإِنْ كُنْتَ رَاكِبًا فَلَا عَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهُكَ.

اور زہری نے کہا کہ نہ سجدہ کر مگر یہ کہ تو پاک ہو اور جب تو سجدہ کرنے لگے اور تو گھر میں ہو تو قبلے کی طرف منہ کر اور اگر تو سفر میں ہو تو تجھ پر کچھ گناہ نہیں سجدہ کر جسطرف کہ تیرا منہ ہو۔

**فائدہ:** اس سے بھی معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت کا واجب نہیں اس لیے کہ اگر واجب ہوتا تو سواری پر جائز ہوتا کیونکہ

امن کے وقت واجب کا سواری پر ادا کرنا جائز نہیں۔

وَكَانَ السَّآئِبُ بْنُ يَزِيْدَ لَا يَسْجُدُ لِسُجُوْدِ الْقَاصِّ.

اور سائب بن یزید نہ سجدہ کرتے تھے واسطے سجدے قصہ خواں کے یعنی اگر کوئی واعظ سجدے کی آیت پڑھتا تو اس کے واسطے سجدہ تلاوت کا نہ کرتے۔

**فائدہ:** اس سے بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی بے قصد سجدے کی آیت سنے تو اس پر سجدہ تلاوت کا کرنا واجب نہیں' نیز ان آثار سے معلوم ہوا کہ سننے والے پر سجدہ تلاوت کا واجب نہیں اور جو لوگ اس کو واجب کہتے ہیں وہ پڑھنے والے اور سننے والے میں فرق نہیں کرتے بلکہ دونوں پر واجب کہتے ہیں جیسا کہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ واجب ہے خواہ سننے کا قصد کرے یا نہ کرے پس مناسبت ان آثار کی باب سے ظاہر ہے اور حنفیہ کے پاس ان اثروں کا کوئی جواب معقول نہیں۔

١٠١٥ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّيْمِيِّ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهُدَيْرِ التَّيْمِيِّ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ وَكَانَ رَبِيْعَةُ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ عَمَّا حَضَرَ رَبِيْعَةُ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَرَأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ بِسُوْرَةِ النَّحْلِ حَتّٰى إِذَا جَآءَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ حَتّٰى إِذَا كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْقَابِلَةُ قَرَأَ بِهَا حَتّٰى إِذَا جَآءَ السَّجْدَةَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا نَمُرُّ بِالسُّجُوْدِ فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ أَصَابَ وَمَنْ لَّمْ يَسْجُدْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْجُدْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَزَادَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَفْرِضِ

١٠١٥۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوا سو عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن منبر پر سورہ نحل پڑھی یہاں تک کہ جب سجدے کی آیت آئی تو منبر سے نیچے اتر کر سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا یہاں تک کہ جب دوسرا جمعہ آیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے پھر وہی سورت پڑھی یہاں تک کہ جب سجدے کی آیت آئی تو فرمایا کہ اے لوگو! ہم سجدے کی آیت پر گزرتے ہیں سو جو سجدہ کرے وہ سنت کو پہنچا اور جو سجدہ نہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں اور عمر رضی اللہ عنہ نے خود سجدہ نہ کیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ نے سجدے کو فرض نہیں کیا مگر یہ کہ ہم چاہیں تو سجدہ کریں۔

السُّجُوْدَ إِلَّا أَنْ نَشَآءَ.

**فائدہ:** یہ حدیث ظاہر ہے اس میں کہ سجدہ تلاوت کا واجب نہیں چنانچہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ سجدہ تلاوت کے واجب نہ ہونے پر یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بڑی قوی دلیل ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت کے سجدہ تلاوت کا ترک کرنا جائز ہے اور سجدہ تلاوت کے واجب نہ ہونے کی ایک یہ دلیل ہے جو امام طحاوی حنفی نے بیان کی کہ جو آیتیں سجدے تلاوت میں وارد ہوئی ہیں ان میں سے بعض تو صیغہ خبر کے ساتھ واقع ہوئی ہیں اور بعض صیغہ امر کے ساتھ واقع ہوئی ہیں سو جو آیتیں کہ امر کے ساتھ واقع ہوئی ہیں ان میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ان میں سجدہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں سو اگر سجدہ تلاوت کا واجب ہوتا تو صیغہ امر میں بطریق اولیٰ اتفاق ہوتا پس ان تمام حدیثوں اور اثروں سے معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں سنت ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام اسحاق اور اوزاعی اور جمہور علماء کا اور دلیل ان کی یہ حدیثیں ہیں جو اس باب میں مذکور ہوئیں اور نیز کہتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس قول کو صحابہ کے سامنے کہا اور باوجود کثرت کے کسی نے اس پر انکار نہ کیا پس یہ اجماع سکوتی ہے اس پر کہ سجدہ تلاوت کا واجب نہیں اور نیز دلیل اس کی وہ حدیث ہے جو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے اوپر مذکور ہوئی اور اگر واجب ہوتا تو سوار کو ایماء اور رکوع سے ادا کرنا اور رکوع میں اس کا تداخل کرنا جائز نہ ہوتا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سجدہ تلاوت کا واجب ہے اور وہ اس پر کئی دلیلیں پیش کرتے ہیں پہلی دلیل ان کی وہ آیتیں ہیں جن میں صیغہ امر کا واقع ہوا ہے جیسا کہ آیت فاسجدوا للّٰہ ہے کہتے ہیں کہ مطلق امر واسطے وجوب کے ہوتا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ امر استحباب اور سنیت پر محمول ہے اور یا مراد اس سے سجدہ نماز کا ہے اور یا یہ امر فرض نماز میں وجوب پر دلالت کرے گا اور سجدہ تلاوت میں سنیت پر دلالت کرے گا اور یہ مبنی ہے اوپر قاعدے امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کے کہ وہ مشترک لفظ کو دونوں معنوں پر محمول کرنے کو جائز رکھتے ہیں اور اس امر کو استحباب پر محمول کرنے کی دلیل وہ حدیثیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں اور آیتوں سے سجدہ تلاوت مراد رکھنے پر اتفاق نہیں بلکہ جمہور علماء اس کے مخالف ہیں کما مر اور اگر اتفاق ہوتا تو پھر جمہور علماء اس کو سنت نہ کہتے بلکہ واجب کہتے اور باوجود مخالف ہونے جمہور کے اتفاق کے کیا معنی ہوئے؟ بلکہ اگر اس کے برعکس دعویٰ کیا جائے اور کہا جائے کہ یہ امر بالاتفاق استحباب پر محمول ہے یا مراد اس سے سجدہ نماز کا ہے تو ممکن ہے فما ھو جوابکم فھو جوابنا اور نیز اگر اس امر کو وجوب پر محمول کیا جائے تو پھر اس سے سجدہ تلاوت کی فرضیت ثابت ہو گی نہ وجوب اس لیے کہ وجوب سے مراد وہاں فرض ہے اور حنفیہ کے مخالف ہے کہ وہ فرضیت کے قائل نہیں بلکہ وجوب کے قائل ہیں اور نیز علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سوائے چار سجدوں کے اور سجدے واجب نہیں جانتے پس اگر یہ امر عام ہوتا تو سب سجدوں کو شامل ہوتا اور دوسری دلیل ان کی وہ آیتیں ہیں جو ترک سجدے کے وعید پر دلالت کرتی ہیں اور بعض وہ

آیتیں ہیں جو کافروں کے سجدہ نہ کرنے کی مذمت پر دلالت کرتی ہیں اور بعض وہ آیتیں ہیں جو فرشتوں کے فعل سے خبر دیتی ہیں پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ تلاوت کا واجب ہے اس لیے کہ کفار کے ساتھ تشبیہ سے پرہیز کرنی اور فرشتوں کا اقتداء کرنا واجب ہے سو جواب اس کا بھی وہی ہے جو پہلی دلیل میں گزرا اور نیز جب حضرت ﷺ کے ہر فعل میں پیروی واجب نہیں بلکہ بعض فعل مستحب اور مباح بھی ہیں تو پھر اور پیغمبروں اور فرشتوں کی پیروی کہاں سے واجب ہوگی اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی دلالت ظنی ہے اس لیے فرضیت پر دلالت نہیں کر سکیں گے بلکہ وجوب پر دلالت کریں گے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ محض خیال فاسد ہے اس لیے کہ اولا تو فرض اور واجب میں فرق مخالف کے نزدیک مسلم نہیں دوم امر اور وعید شدید کی آیتوں میں یہ احتمال ظنیت کا بالکل نہیں ہوسکتا کہ امر یا تو فرضیت کے واسطے ہوگا یا استحباب کے واسطے ہوگا ان کے درمیان کوئی اور درجہ نہیں مدعی پر لازم ہے کہ اصول سے کوئی وجوب کا درجہ ان میں ثابت کرے اور نیز جب ان کی دلیل ظنی ٹھہری تو جو حدیثیں کہ عموم وجوب پر دلالت کرتی ہیں وہ ان کے معارض ہو جائیں گی اور دلیل ظنی خبر واحد سے بالاتفاق کم ہے بلکہ قیاس سے بھی اس کا درجہ کم ہے پس اس صورت میں یہ حدیثیں عدم وجوب کی بالاتفاق ان پر مقدم ہوں گی کہ درجہ شہرت کو پہنچ گئی ہیں اور اس پر صحابہ کا اجماع سکوتی ہو چکا ہے اور تیسری دلیل ان کی یہ حدیث ہے کہ حضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن سجدے کی آیت پڑھی سو تمام لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا سوار اور پیادہ سو جواب اس کا یہ ہے کہ مجرد فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوسکتا ہے اور یہ کچھ ضروری نہیں کہ فقط وجوب ہی میں ہجوم ہو بلکہ سنت اور استحباب میں بھی یہ ہجوم ہوسکتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ دو معنوں کو ایک لفظ مشترک میں جمع کرنا جائز نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ فرض اور واجب میں فرق کرنا بھی جائز نہیں فما هو جوابكم فهو جوابنا اور نیز جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اعلیٰ مجتہد اس کو جائز رکھتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اس میں اتفاق نہیں پس اس سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام نہیں آ سکتا ہے ہر مجتہد کی اپنی اپنی اصطلاح علیحدہ ہے پس یہ عین متنازعہ فیہ مسئلہ ہے اس کو جھگڑا پیش کرنا محض فضول ہے اور بعض حنفی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ فرض اور واجب میں فرق ہے اور نفی فرض سے نفی واجب کی لازم نہیں آتی ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ محض حنفیوں کی اصطلاح ہے اور صحابہ اس میں کچھ فرق نہیں کرتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ کا قول کہ جو سجدہ نہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں صریح ہے اس تاویل کے باطل ہونے میں اور بعض کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو کہا کہ اگر ہم چاہیں تو سجدہ کریں سو اس کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو واجب ہو جائے گا سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس تاویل کا باطل ہونا اظهر من الشمس ہے اس لیے کہ مستحب یا مباح امر کے التزام سے اس کا وجوب لازم نہیں آتا اور نیز عمر رضی اللہ عنہ کا قول مذکور صریح ہے اس تاویل کے باطل ہونے میں اس لیے کہ فعل کے ترک سے گناہ کا نہ ہونا اس کے عدم وجوب پر دلالت کرتا ہے اور یہ جو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ نے ہم پر سجدہ فرض نہیں کیا تو بعض حنفی اس کا یہ معنی

کرتے ہیں کہ جب سجدے کی آیت پڑھے تو اسی وقت سجدہ کرنا واجب نہیں بلکہ اس سے پیچھے مہلت کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور یہی ہے معنی عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا جو سجدہ نہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ تاویل ظاہر اس حدیث کے بالکل مخالف ہے اور نیز اس میں صریح موجود ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہ کیا اور اگر عمر رضی اللہ عنہ بعد کو سجدہ کر لیتے تو راوی یوں نہ کہتا اور نیز کسی صحابی سے ثابت نہیں کہ اس نے اس سجدہ کو اس کی مہلت کے ساتھ ادا کیا ہو اور اگر صحابہ اسی وقت یا مہلت کے ساتھ اس سجدے کو کرتے تو راوی اس کو نقل کرتا جیسا کہ پہلے جمعہ کے سجدے کو نقل کیا کیونکہ جب راوی نے آٹھ دن گزشتہ کے واقعہ کو یاد رکھا اور بیان کر دیا تو پھر دو چار گھڑی کے واقعہ کو ترک کرنا کیسے ممکن تھا خاص کر ایسی حالت میں کہ راوی کی غرض اس حدیث کے روایت کرنے سے فقط سجدہ بیان کرنا ہے **کما هو ظاهر من السیاق** پس معلوم ہوا کہ کسی صحابی نے اس دن سجدہ نہیں کیا پس محض احتمال ظاہر معنی حدیث کے مقابلے میں قطعا باطل ہے اور نیز جب سجدہ تلاوت کی تاخیر جائز ہے تو پھر حنفیہ اس کو مکروہ وقت کیوں جائز رکھتے ہیں کامل وقت تک اس کو تاخیر کیوں نہیں کرتے اور نیز اگر ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کا یہ معنی کیا جائے تو اس سے سجدہ تلاوت کی فرضیت لازم آئے گی **ولم یقل به احد** اور نیز حنفیہ بھی اس کے قائل نہیں **فما هو جوابکم فهو جوابنا** اور اس حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خطبے میں قرآن پڑھنا جائز ہے اور اگر کسی سجدے کی آیت پر گزرے تو منبر سے نیچے اتر کر سجدہ کرنا جائز ہے اور اس سے خطبہ قطع نہیں ہوتا اور امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر خطیب سجدے کی آیت پر گزرے تو سجدہ نہ کرے بلکہ خطبہ پڑھتا جائے مگر یہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ کی صریح ہے اس کے رد میں کہ اس نے منبر سے نیچے اتر کر سجدہ کیا اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا۔

**بَابُ مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ فِي الصَّلَاةِ فَسَجَدَ بِهَا.**

اگر کوئی شخص سجدے کی آیت کو نماز میں پڑھے اور نماز کے اندر سجدے کو کر لے تو جائز ہے۔

**فائدہ:** امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اگر سجدے کی آیت نماز میں پڑھے تو نماز کے اندر سجدہ نہ کرے سو امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ یہ قول مردود ہے۔

١٠١٦ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرٌ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ ﴿إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ فَسَجَدَ فَقُلْتُ مَا هٰذِهٖ قَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَزَالُ

١٠١٦۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی سو اس نے سورۂ اذا السمآء انشقت پڑھی اور سجدہ کیا سو میں نے کہا کہ یہ سجدہ کیسا ہے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے یہ سجدہ کیا ہے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سجدہ کیا تھا سو ہمیشہ میں اس کو نماز میں کیا کروں گا یہاں تک کہ آپ سے

أَسْجُدُ فِيهَا حَتّٰى أَلْقَاهُ. ملاقات کروں یعنی عالم ارواح میں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت کا نماز کے اندر کرنا جائز ہے۔

## بَابُ مَنْ لَّمْ يَجِدْ مَوْضِعًا لِلسُّجُوْدِ مَعَ الْإِمَامِ مِنَ الزِّحَامِ.

جو شخص آدمیوں کے ہجوم سے امام کے ساتھ سجدے کی جگہ نہ پائے وہ کیا کرے؟۔

فائدہ: اگر فرض نماز میں آدمیوں کی کثرت ہو اور سجدہ کرنے کی جگہ نہ ملے تو اگلے آدمیوں کی پیٹھ پر سجدہ کرے اور یہی قول ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اور ساتھ اسی کے قائل ہیں کوفے والے اور احمد اور اسحاق اور عطاء اور زہری کہتے ہیں کہ دیر کرے یہاں تک کہ جب لوگ سر اٹھا لیں تو اس وقت سجدہ کرے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں جمہور علماء اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے اور جب فرضوں میں یہ بات جائز ہوئی تو سجدہ تلاوت میں بطریق اولیٰ جائز ہوگی اور ظاہر غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس سے یہی معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح سے ہو سکے سجدہ کرے گو اگلے آدمی کی پیٹھ پر کرنا پڑے۔

١٠١٧ ـ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السُّوْرَةَ الَّتِيْ فِيْهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ حَتّٰى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَكَانًا لِمَوْضِعِ جَبْهَتِهِ.

١٠١٧۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سورت کو پڑھتے تھے جس میں کہ سجدہ ہوتا سو آپ سجدہ کرتے اور ہم سب بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے یہاں تلک کہ ہم میں سے بعض ماتھا رکھنے کی جگہ نہ پاتے کہ اس میں سجدہ کریں یعنی سب سجدہ کرتے تھے کوئی باقی نہیں رہتا تھا اور یہ معاملہ کئی بار واقع ہوا ہے۔

❀......❀......❀
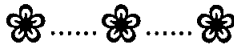
بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اَبْوَابُ تَقْصِيْرِ الصَّلَاةِ
## نماز کے قصر کرنے کا بیان

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّقْصِيْرِ وَكَمْ يُقِيْمُ حَتّٰى يَقْصُرَ.

سفر میں دوگانہ پڑھنے کا بیان اور کتنے دن ٹھہرے یہاں تک کہ قصر کرے۔

**فائدہ:** اس باب میں دو مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی سفر کو جائے تو اس میں چار رکعت فرض کو دو کر کے پڑھنا جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی سفر کو جائے اور کسی غیر شہر میں چند روز ٹھہرنا چاہے تو اس میں دوگانہ پڑھنے کی حد کتنے دن تک ہے دس یا پندرہ یا اس سے کم وبیش سو جاننا چاہیے کہ سب علماء کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ مسافر کو سفر کی حالت میں قصر کرنا یعنی دوگانہ پڑھنا جائز ہے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کہتے ہیں ہر سفر مباح میں قصر جائز ہے خواہ عبادت کے واسطے ہو خواہ تجارت کے واسطے ہو اس لیے کہ مسافر کو سفر میں تکلیف ہوتی ہے پس تخفیف کے لیے اس کے حق میں قصر جائز رکھا گیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر خوف کا سفر ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ فقط حج یا عمرے یا جہاد کے سفر میں قصر جائز ہے اور میں نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ فقط عبادت کے سفر میں جائز ہے اور میں نہیں اور نیز شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ اگر گناہ کا سفر ہو جیسے چوری وغیرہ کے واسطے سفر کرے تو اس میں قصر جائز نہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ گناہ کے سفر میں بھی نماز کو قصر کرنا اور دوگانہ پڑھنا جائز ہے اور دوسرے مسئلے میں بھی علماء کو اختلاف ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ جب مسافر کسی شہر یا گاؤں میں چار دن کامل یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے اس کو دوگانہ پڑھنا جائز نہیں ہے اور چار دن سے کم میں قصر کرنا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے اس وقت اس کو قصر کرنا جائز نہیں اور اگر اس سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے تو اس کو قصر کرنا جائز ہے اور دلیل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث انس رضی اللہ عنہ کی ہے جو ابھی آتی ہے اور نیز قصر کے چار دن ہونا عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور حنفیہ جو پندرہ دن کے قائل ہیں تو وہ اس کو طہر کی اقل مدت پر قیاس کرتے ہیں لیکن نص کے مقابلے میں قیاس بالاجماع فاسد ہے بلکہ ضعیف حدیث بھی قیاس پر مقدم ہے اور اسحاق بن راہویہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر انیس دن کی نیت کرے تو قصر کرے ورنہ پوری نماز پڑھے اور اگر مسافر کی نیت ٹھہرنے کی نہ ہو بلکہ یہ

نیت ہو کہ آج جاؤں گا یا کل چلا جاؤں گا تو اکثر علماء کہتے ہیں کہ دوگانہ پڑھے اگرچہ کئی مہینوں یا برسوں تک ٹھہرا رہے جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ آذر بائیجان میں چھ مہینے متردد ٹھہرے رہے اور قصر کرتے رہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر اس تردد میں اٹھارہ دن ٹھہرا رہے تو بعد اس کے قصر کرنا جائز نہیں پوری نماز پڑھے جیسا کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ میں اٹھارہ دن ٹھہرے اور قصر کرتے تھے اور بعض انیس دن کہتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔ اور ابن منذر وغیرہ نے اجماع نقل کیا ہے اس پر کہ صبح اور شام کی نماز میں قصر جائز نہیں۔

١٠١٨ ۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَاصِمٍ وَّحُصَيْنٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَقْصُرُ فَنَحْنُ إِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصَرْنَا وَإِنْ زِدْنَا أَتْمَمْنَا.

١٠١٨۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں انیس دن ٹھہرے رہے دوگانہ پڑھتے تھے سو جب ہم مسافر ہوتے اور کسی جگہ انیس دن ٹھہرتے تو دوگانہ پڑھتے اور اگر اس سے زیادہ دن ٹھہرتے تو پوری نماز پڑھتے۔

**فائدہ:** اس حدیث کے بعض طریقوں میں سترہ دن کا ذکر آیا ہے اور بعض میں پندرہ دن کا ذکر آیا ہے اور بعض میں اٹھارہ دن کا ذکر آیا ہے سو بیہقی نے ان میں اس طور سے تطبیق دی ہے کہ جس نے انیس دن کہا ہے اس نے داخل ہونے اور نکلنے کا دن بھی شمار کر لیا ہے اور جس نے اٹھارہ دن کہا ہے اس نے دنوں سے ایک شمار کیا ہے اور جس نے سترہ دن کہا ہے اس نے دونوں کو شمار نہیں کیا اور جس نے پندرہ دن کا ذکر کیا تو شاید اس نے یہ خیال کیا کہ اصل روایت سترہ دن کی ہے اور داخل ہونے اور نکلنے کا دن اس نے اس میں شمار نہیں کیا پس باقی پندرہ دن رہے پس اس سے معلوم ہوا کہ انیس دن کی روایت کو سب سے زیادہ ترجیح ہے اور اکثر روایات صحیحہ اس کے موافق آئی ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قوم ہوازن کے معاملہ میں متردد تھے کہ اگر وہ تابع ہو جائیں تو مدینے کی طرف پلٹ جائیں ورنہ ان سے لڑیں پس معلوم ہوا کہ جو شخص متردد ہو کہ جب اپنے کام سے فارغ ہوگا وہاں سے کوچ کرے گا تو اس کو دوگانہ جائز ہے اس لیے کہ اصل مقیم میں اتمام ہے سو جب ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ سفر میں نہیں ٹھہرے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو نہایت سفر کے قرار دیا، واللہ اعلم۔

١٠١٩ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ

١٠١٩۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینے سے مکہ کو نکلے سو آپ دو دو رکعتیں پڑھتے تھے یعنی چار رکعت فرض کے بدلے دوگانہ پڑھتے تھے یہاں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلٰى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ قُلْتُ أَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا قَالَ أَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا.

تک کہ ہم مدینے کی طرف پلٹ آئے میں نے کہا کہ کیا تم مکہ میں کچھ دن ٹھہرے تھے؟ انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اس میں دس دن ٹھہرے تھے۔

**فائدہ:** یہ حدیث انس رضی اللہ عنہ کی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مذکور کی معارض نہیں اس واسطے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث فتح مکہ کے دن کی ہے اور انس رضی اللہ عنہ کی حدیث حجۃ الوداع کے دن کی ہے اور یہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم دس دن مکہ میں ٹھہرے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ خاص مکہ میں دس دن ٹھہرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مکہ اور ان کے گردو جوار میں دس دن ٹھہرے اور بیان اس کا اس طور پر ہے کہ حجۃ الوداع میں آپ چوتھی ذی الحجہ کو مکہ میں داخل ہوئے اور پانچویں اور چھٹی اور ساتویں کو مکہ میں ٹھہرے اور آٹھویں کے دن منیٰ کو گئے اور نویں کے دن عرفات میں گئے اور دسویں کے دن پلٹ کر پھر منیٰ میں آئے سو گیارہویں اور بارہویں وہاں ٹھہرے پھر تیرہویں کے دن مکہ میں آئے اور چودھویں کے دن مدینہ کی طرف نکلے سو کل مدت مکہ میں ٹھہرنے کی چار دن ہوئی اور جب داخل ہونے کا دن اس سے نکال دیا جائے تو باقی تین دن رہے پس معلوم ہوا کہ اگر مسافر چار دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے تو دوگانہ پڑھے اس لیے کہ آپ کی نیت اقامت کی تھی کہ حاجی کو حج ادا کرنے تک ٹھہرنا ضروری ہے بجز اس کے کوئی چارہ نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تین دن اقامت شرعیہ نہیں اور یہ کہ داخل ہونے اور نکلنے کا دن اس میں محسوب نہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں راوی نے مسامحت (چشم پوشی) کی ہے کہ منیٰ اور عرفات کے دنوں کو بھی مکہ کے دنوں میں داخل کیا حالانکہ وہ اس سے خارج ہیں پس معلوم ہوا کہ آپ مکہ میں کامل چار دن نہیں ٹھہرے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث انس رضی اللہ عنہ کا کوئی معنی نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ کہا جائے کہ آپ جتنے دن مکہ اور منیٰ اور عرفات وغیرہ میں ٹھہرے تھے انس رضی اللہ عنہ نے سب کو شمار کر لیا۔

## بَابُ الصَّلَاةِ بِمِنًى.

منیٰ میں نماز پڑھنے کا بیان۔

**فائدہ:** منیٰ ایک پہاڑی کا نام ہے تین کوس مکہ سے آٹھویں ذی الحجہ کو حاجی لوگ وہاں جا کر ٹھہرتے ہیں اور عرفات سے پلٹ کر پھر دسویں اور گیارہویں اور بارہویں کو وہیں آ کر ٹھہرتے ہیں سو جو شخص باہر سے حج کے واسطے سفر کر کے مکہ میں آئے اس کو ان دنوں میں مکہ اور منیٰ اور عرفات وغیرہ میں نماز کا قصر کرنا جائز ہے اور جو لوگ کہ مکہ میں رہتے ہیں ان کی نماز میں اختلاف ہے مالکیہ کہتے ہیں کہ مکہ میں ہمیشہ رہنے والے منیٰ وغیرہ جگہوں میں دوگانہ پڑھیں اور اسی طرح منیٰ میں ہمیشہ رہنے والے بھی عرفات اور مکہ وغیرہ میں دوگانہ پڑھیں اور قاعدہ ان کا یہ ہے کہ مکہ اور منیٰ وغیرہ والے اپنے گھر میں یعنی مکہ اور منیٰ وغیرہ میں قصر نہ کریں اور اس کے سوا دوسری جگہوں عرفات اور مزدلفہ وغیرہ

میں قصر کریں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جمہور علماء کہتے ہیں کہ مکہ اور منیٰ والے قصر نہ کریں پوری نماز پڑھیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو ان جگہوں میں قصر کو سنت کہتے ہیں تو اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ عبادات حج کے سبب سے ہے نہ سفر کے سبب سے اس لیے کہ مکہ اور منیٰ میں سفر کی مسافت نہیں لیکن امام طحاوی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ اگر نسک کے سبب سے قصر ہوتا تو پھر منیٰ والوں کو حج کے دنوں میں اپنے گھر میں بھی قصر کرنا جائز ہوتا حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں اور جمہور کہتے ہیں کہ قصر سفر کے سبب سے جائز ہوا ہے اور مکہ اور منیٰ وغیرہ جگہوں کے درمیان حد سفر کی پائی نہیں جاتی پس مکہ اور منیٰ والوں کو قصر کرنا جائز نہیں ہوگا۔

١٠٢٠ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَأَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا مِّنْ إِمَارَتِهٖ ثُمَّ أَتَمَّهَا.

١٠٢٠۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعتیں نماز پڑھی یعنی دوگانہ پڑھا اور عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کے ابتداء خلافت میں بھی دوگانہ ہی پڑھا پھر بعد ازاں عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو پورا پڑھا۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں خلیفے منیٰ میں دوگانہ پڑھتے رہے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی حکومت کی ابتداء میں منیٰ کے درمیان دو ہی رکعتیں پڑھیں پس معلوم ہوا کہ مسافر کو منیٰ میں دوگانہ پڑھنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی باب سے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو بعد ازاں منیٰ میں پوری نماز پڑھی تو اس سبب یہ ہے کہ وہ قصر کو اسی شخص کے ساتھ خاص کرتے تھے جو عین سفر کے درمیان راہ میں جا رہا ہو جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جو فتح الباری میں مذکور ہے اور اگر سفر کے درمیان کسی جگہ میں چند روز ٹھہر جائے تو وہ پوری نماز پڑھے گو نیت ٹھہرنے کی نہ ہو تو اس کا حکم مقیم کا ہے اور طحاوی نے روایت کی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعتیں اس واسطے پڑھیں کہ اس سال جنگلی لوگ حج کو بہت آئے تھے پس غرض عثمان رضی اللہ عنہ کی اس سے یہ تھی کہ ان جنگلیوں کو معلوم ہو جائے کہ نماز چار رکعت ہے اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں پوری نماز پڑھی پھر خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ دوگانہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے لیکن اس سال میں جنگلی لوگ بہت آئے تھے سو میں ڈرا اس سے کہ یہ لوگ سب وقتوں میں دوگانہ پڑھنے کو سنت ٹھہرائیں اور ایک جنگلی نے اس کو منیٰ میں کہا کہ اے امیر المومنین! میں نے تجھ کو پہلے سال منیٰ میں دو رکعتیں پڑھتے دیکھا تھا تب سے میں ہمیشہ دوگانہ پڑھتا ہوں اور یہ طریق آپس میں ایک دوسرے کو تقویت کرتے ہیں اور اس سے کوئی مانع نہیں کہ اصل سبب ان کے پوری نماز پڑھنے کا یہی ہو اور یہ وجہ پہلی وجہ کے معارض نہیں بلکہ اس کی تقویت کرتی ہے اس لیے کہ حالت اقامت کی

سفر کے درمیان زیادہ قریب ہے طرف مطلق اقامت کے بخلاف راہ چلنے والے کے اور بعض کہتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ دونوں امروں کو جائز رکھتے تھے اتمام کو بھی اور قصر کو بھی کما سیاتی انشاء اللہ تعالی اور مسلم میں روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب امام کے ساتھ نماز پڑھتے تو پوری پڑھتے اور جب تنہا پڑھتے تو دوگانہ پڑھتے تھے اور شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی وجہ کو اختیار کیا ہے اور مترجم کی یہ دوسری وجہ مختار ہے اور پہلی وجہ کا حال بھی یہی نکلتا ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

١٠٢١ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنَ مَا كَانَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ.

١٠٢١۔ حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو منیٰ میں دو رکعتیں نماز پڑھائی اس حال میں کہ آپ سب وقتوں سے زیادہ تر امن میں تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ مسافر منیٰ میں دوگانہ پڑھے اتمام نہ کرے پس مناسبت حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور امن کا ذکر اس واسطے کیا کہ ظاہر آیت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ قصر فقط خوف کی حالت میں جائز ہے اور وقت میں جائز نہیں سو اس وہم کے دفع کرنے کے واسطے راوی نے یہ لفظ زیادہ کیا یعنی سفر کے درمیان قصر ہر حال میں جائز ہے خواہ خوف ہو یا نہ ہو اور بعض کہتے ہیں کہ آیت ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ﴾ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر فقط خوف کی حالت میں ہے امن میں قصر جائز نہیں مگر یہ قول مردود ہے اس لیے کہ صحیح مسلم میں صریح موجود ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مسئلہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا صدقہ ہے کہ اس نے تم پر عنایت کیا پس یہ ظاہر ہے اس میں کہ صحابہ نے اس سے سفر میں مطلق قصر کرنا سمجھا خوف کے ساتھ خاص نہ کیا اور یہی مذہب ہے جمہور کا اور بعض اس آیت کو نماز خوف کے ساتھ خاص کرتے ہیں کما مر لیکن یہ جمہور علماء اور اس حدیث کے مخالف ہے۔

١٠٢٢ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ صَلَّى بِنَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَقِيْلَ ذٰلِكَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِيْ بَكْرٍ

١٠٢٢ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے ہم کو منیٰ میں چار رکعتیں نماز پڑھائی سو اس فعل عثمانی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا گیا سو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا یعنی افسوس کیا اور کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعتیں نماز پڑھی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اس میں دو رکعتیں پڑھیں اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی منیٰ میں دو ہی رکعتیں پڑھیں پس کاش کہ میرا حصہ ان چار رکعتوں سے دو ہی رکعتیں مقبول

الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ فَلَيْتَ حَظِّيْ مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ.

ہوتیں یعنی کاش کہ عثمان رضی اللہ عنہ بھی ان چار رکعتوں کے بدلے دو ہی رکعتیں پڑھتے جیسا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں خلیفوں نے پڑھی ہے۔

**فائدہ:** جب کوئی مصیبت در پیش آ جائے تو اس وقت انا للہ...... الخ پڑھتے ہیں اور چونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو ترک کرنا بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک مصیبت معلوم ہوئی اس واسطے اس نے یہ آیت پڑھی پس اس میں اعتراض ہے عثمان رضی اللہ عنہ پر کہ اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کا خلاف کیا حنفی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منیٰ میں چار رکعت پڑھنا صحابہ کے درمیان مشہور نہیں تھا سو اس کا جواب یہ ہے کہ فقط ایک ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے انکار سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور کسی صحابی کو بھی معلوم نہ ہو اور نیز صدہا صحابہ عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں موجود تھے سو کسی نے اس پر انکار نہ کیا اور انکار کی روایت بالکل ضعیف ہے کما سیاتی پس گویا یہ اجماع سکوتی ہے پس حنفی اس کا کچھ جواب نہیں دے سکتے اور نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے باوجود اس انکار کے عثمان رضی اللہ عنہ کی موافقت کی اور اس ساتھ چار رکعتیں نماز پڑھی اور کہا کہ شر کے خوف سے میں نے پڑھی ہیں پس اگر پوری نماز پڑھنی جائز نہ ہوتی تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ ناجائز امر کو کبھی اختیار نہ کرتے اور شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منیٰ میں پوری نماز پڑھنی بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز تھی ورنہ چار رکعت وغیرہ سے حصہ لینے کی تمنا کرنے کے کوئی معنی نہ تھے بلکہ سب نماز باطل ہو جاتی اور بعض کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک دوگانہ پڑھنا فرض تھا اس بنا پر یہ تاویل ابن حجر رحمہ اللہ کی صحیح نہ ہوگی بلکہ پوری نماز پڑھنی باطل ہوگی سو جواب اس کا یہ کہ قصر کو فرض کہنا حنفیہ کے بھی مخالف ہے کہ وہ اس کو واجب کہتے ہیں اور نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ پوری نماز پڑھی پس اس صورت میں گو امام وقت کی مخالفت نہ پائی گئی لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی نماز باطل ہوئی اور امام کی مخالفت کے خوف سے اس نے اپنی نماز کو باطل کیا پس اب حنفیہ کو لازم ہے کہ اس کی نماز کی صحت ثابت کریں، ودنہ حرط القتاد.

## بَابُ كَمْ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّتِهِ.

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے وقت کتنے دن مکہ میں ٹھہرے؟۔

**فائدہ:** مقصود اس باب سے یہ ہے کہ محقق قصر میں نیت اقامت کی ہے اور یہ وہ مدت ہے جو خاص مکے میں ٹھہرے منیٰ کی طرف نکلنے سے پہلے اور وہ تین دن ہیں اس لیے کہ آپ چوتھی ذی الحجہ کو مکہ میں داخل ہوئے اور آٹھویں کو منیٰ کی طرف نکلے سو آپ نے اس میں اکیس نمازیں پڑھیں چوتھی کی ظہر سے آٹھویں کی ظہر تک اور اس میں آپ کی نیت اقامت کی تھی لیکن پورے چار دن آپ نہیں ٹھہرے اس لیے کہ داخل ہونے اور نکلنے کا دن اس میں گنا نہیں گیا۔

١٠٢٣ ۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّآءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِصُبْحِ رَابِعَةٍ يُلَبُّوْنَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً إِلَّا مَنْ مَّعَهُ الْهَدْيُ تَابَعَهُ عَطَآءٌ عَنْ جَابِرٍ.

١٠٢٣۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب چوتھی ذی الحجہ کو مکہ میں آئے اس حال میں کہ وہ حج کے ساتھ لبیک کہتے تھے یعنی صرف حج کا احرام باندھے ہوئے تھے سو آپ نے ان کو حکم فرمایا کہ اس کو عمرہ کر ڈالیں یعنی حج کی نیت چھوڑ کر عمرے کی نیت کر لیں اور عمرہ کر کے احرام کھول دیں پھر آٹھویں ذی الحجہ کے دن نیا احرام باندھ کر حج ادا کریں مگر جو شخص ہدی ساتھ لایا ہے وہ حج کے احرام کو نہ توڑے بلکہ اپنے احرام پر قائم رہے اور تمام احکام حج کے ادا کر کے حلال ہو جائے۔

**فائدہ:** امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور جمہور علماء سلف وخلف کے نزدیک حج کے احرام کو عمرہ کر کے کھول ڈالنا جائز نہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ معاملہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تھا ان کے بعد یہ کام کسی کو جائز نہیں اور امام احمد رحمہ اللہ اور ایک جماعت اہل ظاہر کے نزدیک اب بھی ایسا کرنا جائز ہے اور ابن عبدالبر نے کہا کہ میں کسی صحابی کو نہیں جانتا کہ اس نے اس کام کو جائز رکھا ہو سوائے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اور بیان اس مسئلے کا کتاب الحج میں آئندہ آئے گا انشاء اللّٰہ تعالٰی اور بعض کہتے ہیں کہ مقصود اس باب سے یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کتنے دن مکہ اور اس کے گرد وجوار میں ٹھہرے سو اس حدیث سے اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ آپ مکہ اور اس کے گرد وجوار میں کل دس دن ٹھہرے چوتھی ذی الحجہ کو مکہ میں داخل ہوئے اور چودھویں تاریخ کو مکہ سے مدینہ کو پلٹ گئے اور اس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں اگرچہ اس کی انتہا کا ذکر نہیں لیکن وقائع سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مکہ میں کل دس دن ٹھہرے، کما ہو واللہ اعلم۔

## بَابُ فِيْ كَمْ يَقْصُرُ الصَّلَاةَ. — کتنے دن کے سفر میں قصر کرنا جائز ہے؟۔

**فائدہ:** مقصود اس باب سے یہ ہے کہ مدت اور حد سفر کی کہاں تک اور کتنے دن تک ہے کہ جب کوئی مسافر اس کی طرف پہنچنے کی نیت کرے تو اس کو قصر کرنا جائز ہے اور اس سے کم میں جائز نہیں اور اس میں بیس قول پر اختلاف ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک مختار مذہب یہ ہے کہ ادنٰی مدت سفر کی ایک رات دن ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور اوزاعی اور فقہا اصحاب حدیث وغیرہ کہتے ہیں کہ دو منزلوں سے کم سفر میں قصر کرنا جائز نہیں اور وہ اڑتالیس میل کی ہوتی ہیں اور ایک میل چھ ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے اور ایک ہاتھ چوبیس انگلی کا ہوتا ہے چوڑائی کی طرف سے اور ایک انگلی چھ جو کی ہوتی ہے چوڑائی کی طرف سے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور کوفے

والے کہتے ہیں کہ تین منزلوں سے کم سفر میں قصر کرنا جائز نہیں اور یہی منقول ہے عثمان رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اور بعض کہتے ہیں تین دن حد ہے اور ان کے نزدیک تمام دن بلکہ اگر صبح سے دو پہر تک چل کر مقصود کی جگہ پہنچ جائے اور آرام کرے پھر دوسرے دن اور تیسرے دن اسی طرح کرے اور اہل ظاہر کہتے ہیں کہ ہر سفر میں دوگانہ پڑھنا جائز ہے خواہ تھوڑا ہو یا بہت یہاں تک کہ تین کوس کے سفر میں بھی قصر کرنا جائز رکھتے ہیں اور شیخ عبدالحق دہلوی نے شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ محدثین کے نزدیک سفر کی حد میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی بلکہ ہر سفر کو سفر کہا جاتا ہے خواہ تھوڑا ہو یا بہت ہو اور حدیثوں سے مطلق سفر ثابت ہوتا ہے اور یہی بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔ انتہی ملخصا۔

وَسَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَّلَيْلَةً سَفَرًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ يَقْصُرَانِ وَيُفْطِرَانِ فِيْ أَرْبَعَةِ بُرُدٍ وَهِيَ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا.

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن رات کی مسافت کا نام سفر نام رکھا جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے آئندہ ثابت ہوتا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ عنہما چار برید کے سفر میں قصر کرتے تھے اور روزہ کھولتے تھے اور چار برید سولہ فرسخوں کے ہوتے ہیں۔

**فائدہ:** ایک برید چار فرسخ کی ہوتی ہے اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے اور میل کی حد اوپر بیان ہو چکی ہے اور بعضوں نے کہا کہ میل اس کو کہتے ہیں جہاں تک آدمی کی نظر پہنچے اور بعض نے کہا کہ میل کی حد وہاں تک ہے کہ برابر زمین پر کسی شخص کو دیکھے اور معلوم نہ کر سکے کہ وہ عورت ہے یا مرد آنے والا یا جانے اور بعض نے کہا کہ میل بارہ ہزار قدم کا ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ چار ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ تین ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ پانچ سو ہاتھ کا ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ اونٹ کے ہزار قدم کا ہوتا ہے لیکن ان سب میں صحیح قول وہی ہے جو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ میل چھ ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے واللہ اعلم۔ پس قصر کے سفر کی حد برید کے حساب سے چار برید ہے اور فرسخوں کے حساب سے سولہ فرسخ ہے اور میلوں کے حساب سے اڑتالیس میل ہے اور قدم کے حساب سے پانچ لاکھ اور چھہتر ہزار قدم ہے اور ہاتھ کے حساب سے دو لاکھ اور اٹھاسی ہزار ہاتھ ہے اور انگلیوں کے حساب سے انہتر لاکھ بارہ ہزار ہے اور جو کے حساب سے چار کروڑ اور دس لاکھ اور بہتر ہزار ہے اور بعد اس کے جاننا چاہیے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سفر کی حد میں نہایت مختلف راویتیں آئی ہیں سو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تو بعض روایتوں میں اڑتالیس میل کا ذکر آیا ہے اور بعض میں چھیانوے میل کا ذکر آیا ہے اور بعض میں بہتر کا اور بعض میں تیس کا اور بعض میں ایک میل کا اور بعض میں ایک گھڑی کا ذکر آیا ہے اور ان میں تطبیق کی کوئی صورت معلوم نہیں ہوئی مگر یہ کہ اختلاف اوقات پر محمول کیا جائے اور مطلق سفر

میں قصر جائز رکھا جائے کما قاله اهل الظاهر والله اعلم اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی بعض روایتوں میں ایک دن کا ذکر آیا ہے اور بعض میں ایک دن رات کا ذکر آیا ہے اور چونکہ چار برید کو ایک دن رات میں طے کرنا ممکن ہے اس واسطے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایتوں میں تطبیق ہو سکتی ہے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ نووی نے حکایت کی کہ اہل ظاہر کے نزدیک حد سفر کی تین میل ہے اور گویا کہ دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو کہ صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین میل یا تین فرسخ کے مقدار سفر کرتے تو نماز کو قصر کرتے اور دوگانہ پڑھتے اور بعض علماء اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ مراد اس سے ابتدا سفر کا ہے نہ انتہا اس کا یعنی جب اپنے گھر سے سفر کو نکلتے تو تین میل یا نو میل پر قصر کرتے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس تاویل میں بعید ہونا ظاہر ہے اس کے علاوہ بیہقی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے راوی یحییٰ نے انس رضی اللہ عنہ سے نماز کا قصر کرنا پوچھا تب انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی پس معلوم ہوا کہ سوال اس کا ابتدا قصر سے نہیں تھا بلکہ سفر میں قصر کرنے سے تھا لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ نو میل کی حد ٹھہرائی جائے اور نیز مسافر کو قصر کرنا تو اسی وقت سے جائز ہو جاتا ہے جب کہ اپنے شہر سے باہر نکلے اس صورت میں نو میل بیان کرنے کے کوئی معنی نہ ہوں گے اور نیز یہ بھی کچھ ضروری نہیں کہ نو میل چلنے سے کم میں نماز کا وقت نہیں ہوتا تھا چار یا پانچ وغیرہ میل تک بھی نماز کا وقت آ جانا ممکن ہے پھر انس رضی اللہ عنہ نے نو میل کو خاص کیوں کیا؟ اور ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمن سے روایت کی ہے کہ اس نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ایک برید میں قصر کرنا جائز ہے یا نہیں اس نے کہا جائز ہے۔

١٠٢٤ ۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ حَدَّثَكُمْ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ.

١٠٢٤۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ سفر کرے کوئی عورت تین دن کی منزل مگر ساتھ کسی محرم کے۔

**فائدہ:** بعض روایتوں میں تین راتوں کا ذکر آیا ہے سو مراد اس سے بھی تین دن ہیں پس ان میں کچھ تعارض نہیں اور حنفیہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ تین دن سے کم میں تو جائز نہیں سو جواب ان کا یہ ہے کہ اس سے بڑا شبہ لازم آتا ہے خاص کر حنفیہ کے اصول میں مقرر ہو چکا ہے کہ معتبر رائے صحابی کی ہے رعایت نہیں سو اگر یہ حدیث ان کے نزدیک اقل سفر کا بیان ہوتی تو وہ اس کی مخالفت نہ کرتے حالانکہ ایک دن کامل کے سفر میں انہوں نے دوگانہ پڑھا۔

١٠٢٥ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

١٠٢٥۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ سفر کرے کوئی عورت تین دن کی منزل مگر کہ اس

رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثًا إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ تَابَعَهُ أَحْمَدُ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کے ساتھ اس کا کوئی محرم ہو۔

١٠٢٦ ـ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ تَابَعَهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَسُهَيْلٌ وَمَالِكٌ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

١٠٢٦۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال نہیں اس عورت کو جو مانتی ہو اللہ کو اور قیامت کو یہ کہ سفر کرے ایک دن رات کی منزل اور اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم نہ ہو۔

**فائدہ:** عورت کا محرم وہ شخص ہے جس کے ساتھ اس عورت کا نکاح کبھی درست نہ ہو جیسے کہ باپ، بھائی، چچا، بھتیجا، بھانجا، بیٹا، نواسہ، پوتا اس سے معلوم ہا کہ بغیر اپنے خاوند یا محرم کے سفر کرنا حرام ہے درست نہیں اس واسطے کہ اس میں بڑے بڑے فساد ہیں اور اس پر سب کا اجماع ہے مگر حج اور عمرے کے سفر میں اجماع نہیں اور دار الحرب سے سفر کرنا بھی بالا جماع جائز ہے اور بعضوں نے محرم کو حج کی شرط ٹھہرایا ہے کما سیاتی انشاء اللّٰہ تعالیٰ اور ظاہر میں یہ حدیثیں ایک دوسری کی معارض ہیں لیکن قسطلانی نے لکھا ہے کہ مفہوم کا یہاں کچھ اعتبار نہیں اور اختلاف حدیثوں کا باعتبار اختلاف جواب سائلوں کے ہے یعنی ایک نے تین دن کا مسئلہ پوچھا اور دوسرے نے دو دن کا اور تیسرے نے ایک دن کا سو آپ نے سب کو یہی فرمایا کہ جائز نہیں پس تعارض دفع ہو گیا پس معلوم ہوا کہ سفر کی کوئی حد معین نہیں بلکہ تین دن کی مسافت کو بھی سفر کہا جاتا ہے اور دو دن کی منزل کو بھی سفر کہا جاتا ہے اور ایک دن کے چلنے کو بھی سفر کہا جاتا ہے پس عورتوں کو بغیر محرم کے مطلق سفر کرنا حرام ہے خواہ تین دن کا ہو خواہ ایک دن کا ہو خواہ تھوڑا ہو خواہ بہت ہو جس پر سفر کا اطلاق آئے وہ عورت کے حق میں حرام ہو گا اور جب معلوم ہوا کہ سفر کی کوئی حد معین نہیں اور ایک دن اور دو دن اور تین دن پر سفر کا اطلاق آیا ہے تو نماز کو ایک دن کے سفر میں بھی قصر کرنا جائز ہو گا بلکہ جس پر سفر کا نام بولا جائے سب میں قصر کرنا جائز ہو گا خواہ تھوڑا ہو خواہ بہت ہو خواہ تین منزل ہو خواہ دو منزل

ہو خواہ ایک منزل ہو اور خواہ نو میل ہو خواہ اس سے بھی کم ہو پس وجہ مطابقت ان حدیثوں کی باب سے ظاہر ہو گئی، وباللہ التوفیق۔

**بَابُ يَقْصُرُ إِذَا خَرَجَ مِنْ مَوْضِعِهِ.** جب کوئی سفر کی نیت کر کے اپنے گھر سے باہر نکلے تو اس کو اسی جگہ سے قصر کرنا جائز ہے۔

**فائدہ:** ابن منذر نے کہا کہ سب کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ جب کوئی سفر کی نیت کر کے اپنے گاؤں کے تمام گھروں سے باہر نکل آئے تو اس کو اسی وقت سے قصر کرنا اور دوگانہ پڑھنا جائز ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر سفر کی نیت کی ہو اور اپنے گھر سے باہر نکلا ہو تو اس کو اپنے گھر میں بھی قصر کرنا جائز ہے اور یہ قول بعض کوفیوں کا ہے اور مجاہد سے روایت ہے کہ جس دن سفر کرے اس رات تک قصر نہ کرے اور امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ تین میل سے کم میں قصر نہ کرے لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ اقوال اجماع سلف اور خلف کے مخالف ہیں اور ابن منذر نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سفر میں مدینے سے نکلنے سے پہلے قصر کیا ہو پس مجمع علیہ حکم پر عمل کرنا اولیٰ ہے مختلف فیہ سے۔

وَخَرَجَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَصَرَ وَهُوَ يَرَى الْبُيُوْتَ فَلَمَّا رَجَعَ قِيْلَ لَهُ هٰذِهِ الْكُوْفَةُ قَالَ لَا حَتّٰى نَدْخُلَهَا.

اور علی رضی اللہ عنہ سفر کی نیت سے گھر سے باہر نکلے اور دوگانہ پڑھا اور وہ کوفے شہر کے گھروں کو دیکھتے تھے سو جب وہ سفر سے پلٹ آئے تو کسی نے ان کو کہا کہ یہ کوفہ سامنے نظر آتا ہے تو کیا اب بھی قصر کرو گے یا پوری نماز پڑھو گے؟ اس نے کہا کہ ہم پوری نماز نہیں پڑھیں گے جب تک کہ اس میں داخل نہ ہو جائیں یعنی جب تک مسافر اپنے شہر یا گاؤں میں داخل نہ ہو تب تک اس کو مسافر کا حکم ہے اور احکام سفر کے اس پر جاری ہوں گے۔

١٠٢٧ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَإِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ الظُّهْرَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ.

١٠٢٧۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں ظہر کی نماز چار رکعتیں پڑھیں اور ذی الحلیفہ (ایک جگہ کا نام ہے مدینہ سے چھ میل پر) میں عصر کی دو رکعتیں پڑھیں۔

**فائدہ:** یہ اس وقت کا ذکر ہے جب کہ آپ حج کی نیت پر مدینہ سے مکہ کو روانہ ہوئے ظہر کی نماز پڑھ کو آپ مدینہ سے چلے جب ذی الحلیفہ میں پہنچے تو عصر کا وقت ہو گیا تو وہاں آپ نے عصر کو قصر کر کے پڑھا اور آپ ہمیشہ قصر کرتے رہے یہاں تک کہ مدینہ میں پلٹ آئے اور یہ معاملہ اتفاقاً واقع ہوا کہ اس سے پہلے نماز کا وقت نہیں آیا تھا نہ یہ کہ آپ اس سے پہلے شہر کے متصل دوگانہ پڑھنے کو جائز نہیں رکھتے تھے۔

١٠٢٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتِ الصَّلَاةُ أَوَّلُ مَا فُرِضَتْ رَكْعَتَيْنِ فَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ وَأُتِمَّتْ صَلَاةُ الْحَضَرِ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ مَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ قَالَ تَأَوَّلَتْ مَا تَأَوَّلَ عُثْمَانُ.

١٠٢٨۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ ابتدا اسلام میں جب پہلے نماز فرض ہوئی تو دو رکعتیں فرض ہوئی یعنی ظہر اور عصر اور عشاء کی نماز کے دو دو فرض تھے سو بعد اس کے سفر کی نماز اسی سابق حال پر قائم رکھی گئی اور حضر کی نماز پوری کی گئی یعنی گھر میں چار اور سفر میں دوگانہ قرار پایا۔ زہری نے کہا کہ میں نے عروہ سے پوچھا کہ کیا حال ہے عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہ پوری نماز پڑھتی ہے؟ یعنی اس کا کیا سبب ہے اس نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تاویل کی ہے ساتھ اس چیز کے جو عثمان رضی اللہ عنہ نے تاویل کی ہے یعنی وہ قصر اور اتمام دونوں کو جائز رکھتی تھیں جیسے کہ عثمان رضی اللہ عنہ دونوں کو جائز رکھتے تھے۔

**فائدہ:** عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث میں قصر کو سفر کے ساتھ معلق کیا ہے پس جس جگہ سفر پایا جائے گا اس جگہ قصر بھی پائی جائے گی اور چونکہ اپنے گاؤں کے گھروں سے باہر نکلنے کے وقت سفر پایا جاتا ہے تو اس وقت قصر بھی جائز ہو گی پس یہی وجہ ہے مناسبت اس حدیث کی باب سے اور بعد اس کے جاننا چاہیے کہ قصر کے وجوب اور عدم وجوب میں علماء کو اختلاف ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر علماء کہتے ہیں کہ سفر میں قصر اور اتمام دونوں امر جائز ہیں لیکن قصر افضل ہے اور یہی قول ہے جمہور صحابہ اور تابعین کا اور اس پر ان کے دلائل ہیں پہلی دلیل ان کی یہ ہے کہ جو صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے سو بعض قصر کرتے اور بعض پوری نماز پڑھتے اور بعض روزہ رکھتے اور بعض نہیں رکھتے تھے اور کوئی کسی پر عیب نہیں کرتا تھا اور دوسری دلیل ان کی یہ حدیث عثمان رضی اللہ عنہ کی ہے جو ابھی گزری ہے اور نیز عائشہ رضی اللہ عنہا کا فعل بھی اس پر دلالت کرتا ہے اور نیز دلیل ان کی جمہور صحابہ اور تابعین کا قول ہے جیسا کہ فتح الباری میں مذکور ہے اور نیز دلیل ان کی یہ آیت ﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾ اور نیز دلیل ان کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور نیز دلیل ان کی یہ ہے کہ جب مسافر مقیم کی نماز میں آ کر شامل ہو جائے تو اس کو چار رکعتیں پڑھنی بالاجماع جائز ہیں سو اگر قصر

کرنا فرض ہوتا تو مسافر کو مقیم کا اقتدا کرنا جائز نہ ہوتا اور طحاوی نے کہا کہ فرض کی دو اور چار رکعتوں میں نمازی کو اختیار نہیں ہے پس قصر اور اتمام دونوں میں اختیار دینا جائز ہوگا سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ قیاس ہے نص کے مقابلے میں اور نص کے مقابلے میں قیاس کرنا بالاجماع فاسد ہے اور نیز جب مسافر کو مقیم کا اقتدا کرنے اور پوری نماز پڑھنے کا اختیار ہے تو پھر اس خیال فاسد کی کوئی گنجائش کہاں ہے اور نیز منیٰ میں ٹھہرنا واجب ہے اور اس کے کل اور بعض میں اختیار ہے خواہ اس میں دو دن ٹھہرے خواہ تین دن ٹھہرے ہر طرح جائز ہے پس معلوم ہوا کہ یہ قول طحاوی کا باطل ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اکثر علماء کہتے ہیں کہ سفر میں قصر کرنا واجب ہے پوری نماز پڑھنی جائز نہیں اور وہ اس باب میں کئی دلائل پیش کرتے ہیں اول دلیل ان کی یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے جو ابھی مذکور ہوئی کہ ابتدا میں نماز دو رکعتیں فرض ہوئی تھی ...... الخ سو جواب اس کا یہ ہے جو پہلے گزر چکا ہے کہ معراج کی رات میں پہلے دو دو رکعتیں نماز فرض ہوئی سوائے مغرب کے پھر ہجرت کے بعد حضر کی نماز میں دو رکعتیں اور زیادہ کی گئیں سوائے فجر اور مغرب کے پھر جب چار رکعتوں پر امر قرار پا چکا ہے تو آیت ﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾ کے نازل ہونے کے وقت سفر کی نماز میں تخفیف ہوگئی اور تائید کرتا ہے اس کی جو ابن اثیر نے ذکر کیا ہے کہ نماز میں قصر کرنا سنہ ۴ ہجری میں واقع ہوا ہے پس معلوم ہوا کہ مراد عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے کہ سفر کی نماز برقرار رکھی گئی یہ ہے کہ باعتبار ما آل الیہ الامر من التخفیف (جس طرح تخفیف کا معاملہ لوٹتا ہے) کے برقرار رکھی گئی نہ یہ کہ جب سے فرض ہوئی تب سے دو ہی رکعتیں رہی پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قصر واجب ہے اور نیز یہ حدیث اس آیت کے مخالف ہے ﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾ اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر کرنا جائز ہے اور نیز یہ آیت دلالت کرتی ہے اس پر کہ اصل چار رکعتیں تھیں پھر دو باقی رہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل میں دو ہی تھیں اور اسی حال پر ہمیشہ رہیں پس یہ معارض ہے اور نیز امام نووی رحمہ اللہ اور شیخ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جو قصر کا ارادہ کرے اس کا فرض دو ہی رکعتیں ہیں اور بڑی پکی دلیل اس تاویل پر یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود بھی سفر میں پوری پڑھتی تھیں اسی واسطے زہری نے اس کو عروہ سے روایت کیا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث اپنے ظاہر معنی پر باقی نہیں اور نیز جب راوی کی رائے روایت کے معارض ہو تو اس وقت حنفیہ کے نزدیک اعتبار اس کی رائے کا ہے روایت کا نہیں اور دوسری دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ اللہ نے تمہارے نبی کی زبان پر نماز فرض کی حضر میں چار رکعتیں اور سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت سو جواب اس کا یہ ہے کہ جس نے یہ حدیث فرمائی اسی نے سفر میں پوری نماز بھی پڑھی ہے پس دونوں میں تطبیق دینی واجب ہے اور تطبیق کی صورت وہی ہے جو اوپر گزری اور نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوف کی نماز فقط ایک ہی رکعت واجب ہے اور اس سے کم وبیش کرنا جائز نہیں حالانکہ یہ بالاجماع باطل ہے فما هو جوابكم فهو جوابنا اور صدقے کی

حدیث کا جواب یہ ہے کہ اتمام کی حدیثوں کی دلیل سے افضلیت مراد ہے تا کہ سب حدیثوں میں تطبیق ہو جائے اور نیز اس سے جواز یا استحباب ثابت ہوتا ہے وجوب ثابت نہیں ہوتا کہ صدقے کا قبول ہونا واجب نہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو سفر میں پوری نماز پڑھنی ثابت ہو چکی ہے تو بعض حنفی اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ سب مسلمانوں کے سردار تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہا سب کی ماں تھیں تو گویا وہ دونوں اپنے گھر میں تھے پس ان کو اتمام کرنا جائز تھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے ساتھ زیادہ تر لائق تھے اور اسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی پھر باوجود اس کے انہوں نے قصر نہ کیا اور بعض کہتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ میں نکاح کیا تھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں کے ساتھ سفر کرتے اور قصر کرتے تھے سو اگر بیوی کا ہونا اتمام کو مستلزم ہے تو پھر آپ نے قصر کیوں کی اور بیہقی کی حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ پر انکار کیا سو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نکاح کر لیا ہے لیکن یہ حدیث ضعیف اور منقطع ہے **کما فی الفتح** اور بعض کہتے ہیں اس سال جنگلی لوگ بہت آئے ہوئے تھے اس واسطے عثمان رضی اللہ عنہ نے چار رکعتیں پڑھیں تا کہ وہ یہ گمان نہ کریں کہ ہمیشہ حضر اور سفر میں فقط دو ہی رکعتیں فرض ہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ علت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بطریق اولیٰ موجود تھی بلکہ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تو بہ نسبت پہلے کے نماز کی بہت شہرت ہو گئی ہوئی تھی پھر باوجود اس کے آپ نے نماز کو قصر نہ کیا اور نیز عرفات وغیرہ میں عثمان رضی اللہ عنہ نے دوگانہ نہ پڑھا حالانکہ وہ دن سب دنوں سے زیادہ مجمع کا تھا اور وہاں کل حاجی موجود تھے بخلاف منیٰ کے کہ اس میں کل موجود نہیں رہتے ہیں پس اس بنا پر لازم تھا کہ عرفات میں بھی پوری نماز پڑھتے اور بعض کہتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے حج کے بعد مکے میں رہنے کی نیت کر لی تھی سو جواب اس کا یہ ہے کہ مہاجر کو مکہ میں تین دن سے زیادہ رہنا حرام ہے اور بعض کہتے ہیں کہ منیٰ میں عثمان رضی اللہ عنہ کی زمین تھی سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اتمام کو مستلزم نہیں اور نیز عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں یہ لفظ موجود ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تاویل کی ساتھ اس چیز کے جو عثمان رضی اللہ عنہ نے تاویل کی سو یہ کلام عروہ کی صریح ہے اس میں کہ تاویلیں سب مردود ہیں اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی تاویل ایک تھی اور جب دونوں کی تاویل ایک ٹھہری تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے فعل میں بھی یہ سب احتمالات جاری ہوں گے حالانکہ ان کے حق میں ان احتمالوں کا جاری ہونا بالکل ممکن نہیں پس معلوم ہوا کہ یہ تاویلیں سب باطل ہیں اور نیز یہ تاویلیں اکثر بے دلیل ہیں بلکہ محض خیال ہیں پس صحیح یہی قول ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا قصر اور اتمام دونوں کو جائز رکھتے تھے اور ترجیح دی ہے اس کو ایک جماعت نے اور مختلف روایتیں جو اتمام عثمان رضی اللہ عنہ کے باب میں وارد ہوئی ہیں وہ سب اس پر محمول ہو سکتی ہیں اور سب کا حاصل اخیر میں یہی آ نکلتا ہے اس لیے کہ اگر ان کے نزدیک سفر میں اتمام جائز نہ ہوتا تو وہ جنگلیوں کے دکھلانے کے واسطے کبھی پوری نماز نہ پڑھتے ہم گمان نہیں کر سکتے کہ انہوں نے لوگوں کی رعایت کے واسطے اپنی نماز باطل کر ڈالی ہو اسی طرح مکہ میں پوری نماز

پڑھنی اور عرفات وغیرہ میں دوگانہ پڑھنے کا حاصل بھی وہی ہے جس کو ہم نے پہلے ذکر کیا ورنہ عرفات کا دن بھی اقامت کا ہوتا ہے کہ حاجی صبح سے شام تک اس میدان میں ٹھہرے رہتے ہیں حالت سیر کی اس کو کہنا معقول بات معلوم نہیں ہوتی، فافھم و اللہ اعلم۔

بَابُ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ ثَلاثًا فِي السَّفَرِ. سفر میں مغرب کی نماز کی تین رکعتیں پڑھے یعنی پوری نماز پڑھے اس میں قصر نہ کرے۔

**فائدہ:** ابن منذر نے کہا کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ مغرب اور صبح کی نماز میں قصر کرنا جائز نہیں بلکہ واجب ہے کہ ان دونوں نمازوں کو پورا پڑھے صبح کی دو رکعتیں اور مغرب کی تین رکعتیں پڑھے اور امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ اس باب کی حدیثیں اگرچہ مطلق ہیں سب نمازوں کو شامل ہیں لیکن شام کی نماز اُن سے مخصوص ہے قصر کا حکم اس کو شامل نہیں۔

١٠٢٩ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَآءِ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَالِمٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ قَالَ سَالِمٌ وَأَخَّرَ ابْنُ عُمَرَ الْمَغْرِبَ وَكَانَ اسْتُصْرِخَ عَلَى امْرَأَتِهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِيْ عُبَيْدٍ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلَاةَ فَقَالَ سِرْ فَقُلْتُ الصَّلَاةَ فَقَالَ سِرْ حَتَّى سَارَ مِيْلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ

١٠٢٩۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں چلنے کی بہت جلدی ہوتی تو شام کی نماز کو تاخیر کرتے یہاں تک کہ مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھتے۔ سالم نے کہا کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جانے کی جلدی ہوتی تو وہ بھی دونوں کو جمع کر لیتے تھے اور نیز سالم نے کہا کہ تھے ابن عمر رضی اللہ عنہما جمع کرتے مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں اور سالم نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے شام کی نماز میں دیر کی یعنی مدینہ کو بہت جلدی کے ساتھ چلے جاتے تھے اور وہ اپنی عورت صفیہ پر بلند آواز سے فریاد کیا گیا تھا یعنی اس کو اپنی بیوی کی سخت بیماری کی خبر پہنچی تھی سو میں نے اس کو کہا کہ نماز پڑھ لو اس نے کہا کہ چل آگے پڑھیں گے سو پھر میں نے کہا کہ نماز پڑھ لو اس نے کہا کہ چل آگے پڑھیں گے یہاں تک کہ دو یا تین میل تک چلے پھر سواری سے نیچے اترے اور نماز پڑھی پھر فرمایا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے جب کہ چلنا آپ کو جلدی میں ڈالتا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُقِيْمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيْهَا ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتّٰى يُقِيْمَ الْعِشَآءَ فَيُصَلِّيْهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يُسَبِّحُ بَعْدَ الْعِشَآءِ حَتّٰى يَقُوْمَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ.

حضرت ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ کو چلنے کی بہت جلدی ہوتی تو شام کی تکبیر کہتے اور اس کو تین رکعتیں پڑھتے پھر سلام پھیرتے پھر تھوڑی دیر کرتے یہاں تک کہ عشاء کی تکبیر کہتے سو اس کی دو رکعتیں پڑھتے پھر سلام پھیرتے اور عشاء کے بعد نفل نہ پڑھتے یہاں تک کہ رات کے درمیان کھڑے ہوتے اور تہجد اور وتر پڑھتے۔

**فائدہ:** اس حدیث کے ایک طریق میں جو کتاب الجہاد میں آئے گا یہ لفظ آیا ہے کہ اس کو اپنی عورت کی سخت بیماری کی خبر پہنچی سو وہ بہت جلدی چلے یہاں تک کہ جب شام کی سرخی ڈوب گئی تو اترے اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا سو اس حدیث میں دو نمازوں کو جمع کرنا صریح موجود ہے اور وقت انتہا سیر کا بھی اس سے معلوم ہو گیا اور اس حدیث کے مختلف طریقوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ متعدد ہے ایک واقعہ وہ ہے جس میں ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ سے مدینہ کو چلے تھے اور ایک واقعہ وہ ہے جس میں ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی زمین کو گئے تھے پس ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مغرب اور عشاء کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے اور بیان اس مسئلے جمع بین الصلوتین کا مفصل طور سے عنقریب آئے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

## بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الدَّابَّةِ وَحَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ.

نفلوں کو سواری پر پڑھنا جائز ہے جس طرف کو سواری متوجہ ہو یعنی جس طرف کو سواری کا منہ ہو اسی طرف نمازی منہ کر کے نفل پڑھتا جائے خواہ سواری کا منہ قبلے کی طرف ہو یا نہ ہو۔

**فائدہ:** امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ مسافر کو سواری پر نفل پڑھنے جائز ہیں خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو اور اس پر سب مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے لیکن امام احمد رحمہ اللہ اور ابو ثور کہتے ہیں کہ مستحب ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت قبلے کی طرف منہ کرے پھر جس طرف سواری کا منہ ہو اسی طرف منہ کر کے نفل پڑھتا جائے **وقد ورد فی ذلك حدیث اخرجه ابن الجارود ونقله فی الفتح**۔ پس ابن بطال نے کہا کہ آیت ﴿أَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ نفلوں کے ساتھ خاص ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ گناہ کا سفر نہ ہو یعنی اگر کوئی مثلاً ڈاکہ مارنے یا کسی کو ناحق قتل کرنے کے واسطے سفر کرے اور اپنے والد اور مالک سے نافرمان ہو کر سفر کرے یا اسی طرح اور کوئی گناہ کا سفر ہو تو ایسے آدمی کو سواری پر نفل پڑھنے جائز نہیں خواہ سفر چھوٹا ہو یا بڑا ہر حال میں سواری پر نفل پڑھنے جائز ہیں اور یہی ہے مذہب امام

شافعی رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا اور دلیل ان کی مطلق حدیثیں ہیں اور طبری نے جمہور کے واسطے عقلی دلیل بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی ایک میل یا کم شہر سے باہر ہو تو اس کو تیمم جائز ہے اور جب اتنی مسافت میں تیمم جائز ہوا تو اس میں نفل بھی سواری پر جائز ہوں گے اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جس سفر میں قصر جائز ہے سواری پر نفل بھی اسی میں جائز ہیں اور ابو سعید اصطخری نے کہا کہ سواری پر نفل پڑھنے شہر میں جائز ہیں اور یہ قول بیان کیا گیا ہے انس اور ابو یوسف سے اور نیز ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نفلوں میں اپنی راہ سے دوسری طرف منہ پھیرے یعنی سوائے قبلے کے تو جائز نہیں مگر عذر سے اور اگر سواری کا منہ غیر قبلے کی طرف ہو اور قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو جائز ہے۔

١٠٣٠ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ.

١٠٣٠۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف کہ وہ متوجہ ہوتی۔

١٠٣١ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهٗ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي التَّطَوُّعَ وَهُوَ رَاكِبٌ فِيْ غَيْرِ الْقِبْلَةِ.

١٠٣١۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نفل پڑھتے سواری کی حالت میں غیر قبلے کی طرف۔

١٠٣٢ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَيُوْتِرُ عَلَيْهَا وَيُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهٗ.

١٠٣٢۔ حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نفلوں کو اپنی سواری پر پڑھا کرتے تھے اور وتر کو بھی اس پر پڑھتے تھے اور خبر دیتے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

**فائدہ:** ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نفلوں کو سواری پر پڑھنا جائز ہے خواہ سواری کا منہ قبلے کی طرف ہو خواہ نہ ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وتر کو بھی سواری پر پڑھنا جائز ہے وقد مر بیانہ اور ایک روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے آیا ہے کہ وہ وتر کو سواری سے نیچے اتر کر پڑھتے تھے سو یہ محمول ہے اس پر کہ دونوں طرح سے ان کے نزدیک جائز تھا یا جلدی کے وقت سواری پر پڑھتے اور آرام کے وقت نیچے اتر کر پڑھتے۔

بَابُ الْاِیْمَآءِ عَلَی الدَّابَّةِ. سواری پر اشارے سے نفل پڑھنے جائز ہیں۔

**فائدہ:** یعنی اگر رکوع سجود کی قدرت نہ پائے تو اشارے سے رکوع سجود کرے اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جو شخص سواری پر نماز پڑھے وہ رکوع سجود نہ کرے بلکہ اشارے سے نماز پڑھے۔

١٠٣٣ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ أَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ يُوْمِئُ وَذَكَرَ عَبْدُ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهٗ.

۱۰۳۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ سفر میں نفلوں کو سواری پر اشارے سے پڑھتے جس طرف کہ وہ متوجہ ہوتی اور عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

**فائدہ:** ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ اشارے سے نماز پڑھتے مگر فرضوں کو نیچے اتر کر پڑھتے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں نفلوں کو سواری پر پڑھنا جائز ہے لیکن سجدے کے اشارے میں رکوع سے زیادہ جھکے جیسا کہ ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

بَابُ يَنْزِلُ لِلْمَكْتُوْبَةِ. سفر میں فرضوں کو سواری سے نیچے اتر کر پڑھے۔

**فائدہ:** ابن بطال اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس پر سب کا اجماع ہو چکا ہے کہ بغیر عذر شرعی کے فرضوں کو سواری پر پڑھنا جائز نہیں اور غیر قبلے کی طرف بھی ان کو پڑھنا بالا جماع جائز نہیں مگر سخت خوف میں جائز ہے پس اگر قبلے کی طرف منہ کرنا اور رکوع سجود کرنا ممکن ہو تو خوف میں بھی یہ شرط ہے کہ سواری کو کھڑا کر کے اس پر فرض پڑھے اور قبلے کی طرف منہ کر کے رکوع سجود کرے اور اگر سواری چلتی ہو تو اس پر فرض کو پڑھنا جائز نہیں اور یہی قول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اور بعض کہتے ہیں کہ خوف کی حالت میں چلتی سواری پر فرض پڑھنے جائز ہیں جیسے کہ کشتی میں فرض بالا جماع جائز ہیں۔

١٠٣٤ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَی بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ أَنَّ عَامِرَ بْنَ رَبِيْعَةَ أَخْبَرَهٗ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَی الرَّاحِلَةِ يُسَبِّحُ يُوْمِئُ بِرَأْسِهٖ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ

۱۰۳۴۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سواری پر نفل پڑھتے تھے سر سے اشارہ کرتے تھے جس طرف کہ آپ متوجہ ہوتے اور آپ فرضوں کی نماز میں ایسا نہ کرتے تھے یعنی بلکہ فرضوں کو نیچے اتر کر پڑھتے۔

اور سالم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوْبَةِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ سَالِمٌ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُصَلِّيْ عَلٰى دَابَّتِهٖ مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُسَافِرٌ مَا يُبَالِيْ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهٗ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ اَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ وَيُوْتِرُ عَلَيْهَا غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يُصَلِّيْ عَلَيْهَا الْمَكْتُوْبَةَ.

رات کے وقت اپنی سواری پر نفل پڑھتے تھے نہ پرواہ کرتے جس طرف ان کا منہ ہوتا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نفل پڑھتے تھے جس طرف آپ کا منہ ہوتا یعنی خواہ قبلے کی طرف منہ ہوتا خواہ کسی اور طرف ہوتا اور وتر کو بھی سواری پر پڑھتے لیکن فرضوں کو اس پر نہ پڑھتے۔

١٠٣٥ ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُصَلِّيَ الْمَكْتُوْبَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

١٠٣٥۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نفل پڑھتے اپنی سواری پر پورب کی طرف یعنی سواری کا منہ پورب کی طرف ہوتا تھا پس آپ بھی اسی طرف منہ کر کے نفل پڑھتے تھے اور جب آپ فرض پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے نیچے اترتے اور قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔

**فائدہ:** ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ سفر میں فرضوں کو سواری پر پڑھنا جائز نہیں مگر شدت خوف کے وقت جائز ہے کما مر اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وتر فرض نہیں تھے اس لیے کہ آپ نے ان کو سواری پر پڑھا وقد تقدم البحث فیه اور بعض کہتے ہیں کہ جب سوار کو سفر میں نفل پڑھنے جائز ہیں تو پیادے کو بھی جائز ہوں گے مگر امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کو نفل جائز نہیں باوجود اس کے کہ اس نے کشتی پر سوار ہونے والے کے حق میں نفلوں کو جائز رکھا ہے۔

فقط الحمدللہ کہ ترجمہ پارہ چہارم صحیح البخاری کا تمام ہوا پس جو لوگ اس کو پڑھیں پڑھائیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں وہ مترجم کے حق میں خاتمہ بالایمان کی دعا فرمائیں۔

**و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی رسولہ سید المرسلین و علی آلہ و اصحابه اجمعین.**

❀……❀……❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# فہرست مضامین

## كتاب الجمعه

## ابواب صلوۃ الخوف

## کتاب العیدین

## ابواب الوتر

## ابواب الاستسقاء

## ابواب الکسوف

## ابواب تقصیر الصلوۃ

# فیض الباری

علامہ محمد ابو الحسن سیالکوٹی

اردو ترجمہ

# فتح الباری

ابن حجر العسقلانی

## شرح صحیح بخاری

جلد ۵

تصدیر
حافظ محمد اسماعیل الخطیب

تقدیم
حافظ محمد اسماعیل اسد حافظ آبادی

بحسن اہتمام
عبد اللطیف ربانی مدیر


مکتبہ اصحاب الحدیث
حافظ پلازہ مچھلی منڈی
نیو اردو بازار لاہور
042-37321823
0301-4227379

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَهٰذِهٖ تَرْجَمَةُ لِلْجُزْءِ الْخَامِسِ مِنْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ وَفَّقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى لِخَتْمِهٖ وَانْتِهَآئِهٖ كَمَا وَفَّقَنَا لِشُرُوْعِهٖ وَابْتِدَآئِهٖ.

بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ عَلَى الْحِمَارِ. گدھے پر نفل پڑھنے کا بیان یعنی اگر مسافر گدھے پر سوار ہوتو اس کو سواری کی حالت میں اس پر نفل پڑھنے جائز ہیں گدھے سے نیچے اتر کر زمین پر پڑھنے واجب نہیں۔

**فائدہ:** اس باب کا مطلب پہلے باب میں ادا ہو چکا ہے اس لیے کہ اس میں مطلق سواری پر نفل پڑھنے کا بیان ہے اور مطلق سواری گدھے کو بھی شامل ہے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے گدھے پر نماز پڑھنے کو علیحدہ باب میں اس واسطے بیان کیا کہ معلوم ہو جائے کہ پسینہ گدھے کا پاک ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گدھے پر نماز پڑھنا ثابت ہو چکا ہے اور سواری کی حالت میں اس کے پسینے سے بچنا نہایت دشوار ہے کہ سوار کا بدن اس کے بدن کے ملا رہتا ہے خاص کر جب بہت دیر تک آدمی اس پر سوار رہے اور گدھے کو پسینہ آ جائے تو اس وقت اس کے پسینے سے بچنا تو اور زیادہ مشکل ہے اور جب باوجود ناپرہیز ہو سکنے کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے تو معلوم ہوا کہ پسینہ گدھے کا پاک ہے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک روایت میں اور ایک روایت میں اُن سے یہ آیا ہے کہ اگر گدھے کا لعاب اور پسینہ درہم سے زیادہ بدن یا کپڑے کو لگ جائے تو ناپاک ہو جاتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ مقصود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ سوار ہونے کے واسطے پاک فضلوں والی سواری کا ہونا شرط نہیں بلکہ جس سواری کا پائخانہ اور پیشاب اور لعاب وغیرہ ناپاک ہو اس پر سوار ہونا بھی جائز ہے جیسا کہ گدھا وغیرہ ہے، واللہ اعلم۔

١٠٣٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ قَالَ اسْتَقْبَلْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حِيْنَ قَدِمَ مِنَ الشَّامِ فَلَقِيْنَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ فَرَأَيْتُهٗ يُصَلِّيْ عَلٰى حِمَارٍ وَوَجْهُهٗ مِنْ ذَا الْجَانِبِ يَعْنِيْ عَنْ يَسَارِ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ رَأَيْتُكَ تُصَلِّيْ

١٠٣٦۔ حضرت انس بن سیرین سے روایت ہے کہ جب انس بن مالک رضی اللہ عنہ شام سے پلٹ کر بصرے کو آئے تو ہم ان کے استقبال کو گئے یعنی تعظیم کے واسطے ان کو آگے بڑھ کر جا ملے سو ہم ان کو عین تمر (ایک جگہ کا نام ہے عراق کے راہ پر متصل شام کے) پر جا ملے سو میں نے ان کو گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا اور منہ ان کا قبلے سے بائیں طرف تھا سو میں نے اس کو کہا کہ میں

لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فَقَالَ لَوْلَا أَنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهٗ لَمْ أَفْعَلْهُ رَوَاهُ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

تجھ کو قبلے کے سوا اور طرف منہ کیے ہوئے نماز پڑھتے دیکھتا ہوں سو اس نے کہا کہ اگر میں حضرت ﷺ کو اس طرح نماز پڑھتے نہ دیکھتا تو اس کو نہ پڑھتا اور نیز روایت کی ہے یہ حدیث ابراہیم نے حجاج سے اس نے انس بن سیرین سے اس نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس نے حضرت ﷺ سے یعنی یہ حدیث دوسرے طریق مرفوع سے بھی ثابت ہے۔

**فائدہ:** حجاج نابکار عبدالملک بن مروان کی طرف سے ملک عرب پر حاکم تھا اور بڑا سخت ظالم تھا مخلوق کو نہایت تکلیف دیتا تھا سو انس رضی اللہ عنہ اس کی شکایت لے کر شام میں عبدالملک کے پاس گئے اور جب شام سے پلٹ کر بصرے میں آئے تو ابن سیرین وغیرہ ان کی پیشوائی کو گئے اور ان کو تعظیم کے ساتھ لائے تب انہوں نے یہ حدیث فرمائی پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گدھے پر نفل پڑھنے جائز ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ نے گدھے پر نماز پڑھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سواری پر نماز میں قبلے کی طرف منہ کرنا شرط نہیں بلکہ جس طرف سواری کا منہ ہو اسی طرف نماز پڑھنا کافی ہے خواہ قبلے کی طرف منہ ہو یا نہ ہو اور اگر کوئی کہے کہ حضرت ﷺ کا گدھے پر نفل پڑھنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا اس لیے کہ احتمال ہے کہ آپ نے کسی اور سواری پر نماز پڑھی ہو پس مناسبت اس حدیث کی ترجمہ سے ثابت نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ سراج نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس نے حضرت ﷺ کو گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا اور آپ خیبر کی طرف جا رہے تھے اور اسناد اس کی حسن ہے اور نیز اسی نے عمرو بن یحییٰ کے طریق سے روایت کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ﷺ کو گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا اور آپ خیبر کی طرف جاتے تھے پس انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں نماز کی کیفیت کا بیان نہیں کہ وہ گدھے پر رکوع وسجود کس طور سے کرتے تھے لیکن موطا میں ہے کہ یحییٰ نے انس رضی اللہ عنہ کو گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا اور وہ قبلے کے سوا اور طرف جا رہے تھے رکوع وسجود اشارے سے کرتے تھے اپنے ماتھے کو کسی چیز پر نہیں رکھتے تھے پس معلوم ہوا کہ جب کوئی سواری پر نماز پڑھے تو رکوع وسجود اشارے سے کرے اپنے ماتھے کو اس پر نہ رکھے لیکن سجدے کا اشارہ رکوع سے زیادہ نیچا کرنا چاہیے مگر فرض نماز سواری پر درست نہیں نیچے اتر کر پڑھے اور یہی مذہب ہے سب اماموں کا اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ اگر کوئی آدمی ایسی چیز پر نماز پڑھے جس کے اندر پلیدی ہو لیکن اپنے آپ کو اس سے بچا رکھے تو اس کی نماز صحیح ہے اس لیے کہ سواری کا چارپایہ پلیدی سے کبھی خالی نہیں ہوتا ہے گو قبل اور دبر کے منہ پر ہو اور ایک یہ کہ مسافر کو آگے بڑھ کر ملنا جائز ہے اور یہ کہ اگر استاد کسی کام کو کرے تو شاگرد کو اس سے اس کی دلیل طلب کرنی جائز ہے اور یہ کہ سوال میں نرمی کرنی چاہیے اور یہ کہ اشارہ پر عمل کرنا جائز ہے۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَطَوَّعْ فِي السَّفَرِ دُبُرَ الصَّلَوَاتِ وَقَبْلَهَا.

سفر میں فرضوں سے پہلے اور بعد نفل نہ پڑھنے والے کا بیان یعنی سفر میں فقط فرضوں کا پڑھنا کافی ہے سنتوں اورنفلوں وغیرہ کے پڑھنے کی کچھ حاجت نہیں۔

**فائدہ:** امام ترمذی نے اپنی جامع میں لکھا ہے کہ حضرت ﷺ کے بعد اہل علم کو اس باب میں اختلاف ہے پس ایک جماعت صحابہ کی کہتے ہیں کہ سفر میں سنتوں اور نفلوں کو پڑھنا جائز ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق اور ایک جماعت اہل علم کہتے ہیں کہ سفر میں فرضوں سے پہلے اور بعد نفل پڑھنے جائز نہیں پھر کہا کہ جس نے سفر میں نفلوں کو نہ پڑھا اس نے رخصت قبول کی اور جس نے ان کو پڑھا تو اس کو اس میں بہت ثواب ہے اور یہ قول اکثر اہل علم کا ہے کہ سفر میں نفل پڑھنے کو جائز رکھتے ہیں اور افضلیت میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ نفلوں کو نہ پڑھنا افضل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حالت نزول میں پڑھنا افضل ہے اور حالت سیر میں نہ پڑھنا افضل ہے۔

١٠٣٧ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ حَدَّثَهُ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ صَحِبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَرَهُ يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ وَقَالَ اللّٰهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾.

١٠٣٧۔ حضرت حفص بن عاصم سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سفر میں نفل پڑھنے کا حکم پوچھا سو اس نے کہا کہ میں مدت تک حضرت ﷺ کی صحبت میں رہا ہوں سو میں نے آپ کو سفر میں نفل پڑھتے کبھی نہیں دیکھا اور اللہ نے فرمایا کہ یقیناً تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے، یعنی فعل اور ترک میں اس کی اقتداء کرو۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں فرضوں سے پہلے اور پیچھے سنتیں پڑھے اس لیے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی نفی مطلق ہے سب نفلوں کو شامل ہے پس فرضوں سے پہلے اور بعد سنتوں کو بھی شامل ہوئی پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی۔

١٠٣٨ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عِيْسَى بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ لَا يَزِيْدُ فِي السَّفَرِ عَلَى رَكْعَتَيْنِ وَأَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَّعُثْمَانَ كَذٰلِكَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

١٠٣٨۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے بہت زمانہ حضرت ﷺ سے صحبت اختیار کی سو آپ سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے اور میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح صحبت اختیار کی ہے یعنی یہ تینوں خلیفے بھی سفر میں دو رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ سفر میں فرضوں سے پہلے اور بعد سنتیں راتبہ نہ پڑھے کہ حضرت ﷺ سفر میں دو رکعت پر زیادہ نہیں کرتے تھے اور تائید کرتی ہے اس کی وہ حدیث جو صحیح مسلم میں حفص سے روایت ہے کہ میں مکہ کی راہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا سو اس نے ہم کو ظہر کی نماز پڑھائی دو رکعتیں پھر ہم اس کے ساتھ اس کی جگہ میں آئے اور وہاں بیٹھ گئے سو اس نے ایک طرف نظر کی اور کئی لوگوں کو کھڑے دیکھا سو پوچھا کہ یہ لوگ کیا کرتے ہیں میں نے کہا نفل پڑھتے ہیں اس نے کہا کہ اگر میں نفل پڑھتا تو فرضوں کو پورا کرتا پھر تمام حدیث مذکور بیان فرمائی یعنی فرض کو پورا پڑھنا نفلوں سے اولیٰ ہے سو اگر فرضوں کے اتمام اور نماز راتبہ کے درمیان اختیار ہوتا تو فرضوں کو پورا کرنا اولیٰ تھا لیکن چونکہ غرض اصلی قصر سے تخفیف ہے پس راتبہ سنتوں کو پڑھنا افضل نہیں اور ترمذی میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کے ساتھ سفر میں ظہر کی نماز دو رکعتیں پڑھی اور پیچھے اس کے دو رکعتیں پڑھیں سو یہ حدیث پہلی حدیث کے معارض ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ترمذی کی بعض اوقات پر محمول ہے یعنی کبھی آپ نے سفر میں ان کو پڑھ لیا ہوگا تاکہ معلوم ہو جائے کہ سفر میں سنتوں کا پڑھ لینا بھی جائز ہے پس اس سے دونوں حدیثوں میں تطبیق ہوگئی اور یہ جو کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے تو اس میں سخت شبہ آتا ہے اس لیے کہ وہ اپنی خلافت کے اخیر میں پوری نماز پڑھا کرتے تھے جیسا کہ بیان اس کا مفصل طور سے اوپر گزر چکا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ مراد اس سے اکثریت ہے یعنی وہ اکثر اوقات میں قصر کرتے تھے اور کبھی کبھی بعض اوقات میں اتمام بھی کر لیا کرتے تھے یا مراد اس سے یہ ہے کہ وہ نفل مطلق نہیں پڑھا کرتے تھے نہ ابتداء خلافت میں نہ اخیر میں فقط فرض پڑھتے تھے سفر میں جب کہیں اترتے تو پوری نماز پڑھتے اور جب حالت سیر میں ہوتے تو قصر کرتے اسی واسطے دوسری روایت میں سفر کی قید لگائی ہے پس دونوں روایتوں میں تطبیق ہوگئی اور تعارض دفع ہوگیا، وباللہ التوفیق۔

بَابُ مَنْ تَطَوَّعَ فِي السَّفَرِ فِيْ غَيْرِ دُبُرِ الصَّلَوَاتِ وَقَبْلِهَا.

سفر میں فرض نمازوں سے پہلے اور بعد کے سوا اور وقتوں میں نفل پڑھنے کا بیان یعنی نماز کے آگے اور پیچھے نفل نہ پڑھے اور نماز کے سوا دوسرے وقتوں میں نفل پڑھنے جائز ہیں۔

**فائدہ:** بعض نسخوں میں اس باب کے لفظ قبلها کا موجود نہیں ہے سو اسی بنا پر فتح الباری میں لکھا ہے کہ جن حدیثوں میں سفر میں نفل پڑھنے کی نفی آئی ہے تو ان حدیثوں سے خاص وہی نفل مراد ہیں جو نماز سے پیچھے پڑھے جاتے ہیں سو جو نفل کہ نماز فرضوں سے پہلے ہیں ان کو وہ نفی شامل نہیں ہوگی اور اسی طرح جن نفلوں کو نماز کے ساتھ تعلق نہیں ان کو بھی وہ نفی شامل نہیں ہوگی پس تہجد اور وتر اور چاشت وغیرہ مطلق نفل سفر میں پڑھنے بھی جائز ہوں گے پس اس تقدیر

پر مناسبت معلق حدیث کی جو آئندہ آتی ہے باب سے ظاہر ہے اور بر تقدیر ثبوت لفظ قبلھا کے کہا جائے گا کہ یہ حدیث بیان ہے اس بات کا کہ یہ دو رکعتیں پہلی اور پچھلی سنتوں سے مخصوص ہیں کہ آپ نے ان کو سفر میں بھی نہیں چھوڑا واللہ اعلم۔ اور اگر کوئی کہے کہ سفر میں فرضوں سے پہلے نفل پڑھنے کیوں جائز ہیں اور پیچھے نفل پڑھنے کیوں جائز نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے کہ پہلے نفل اقامت اور امام کے انتظار کے ساتھ فرضوں سے جدا ہو جاتے ہیں پس وہاں یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ یہ فرضوں کے اندر داخل ہیں بخلاف پچھلے نفلوں کے کہ وہ اکثر اوقات نماز کے ساتھ متصل ہوتے ہیں پس وہاں یہ گمان ہوسکتا ہے کہ شاید یہ بھی فرض میں داخل ہیں پھر فرمایا کہ سفر میں نفل پڑھنے کے باب میں علماء کو پانچ قول پر اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سفر میں نفل پڑھنے مطلق منع ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مطلق جائز ہیں اور بعض نوافل راتبہ اور مطلقہ کے درمیان فرق کرتے ہیں یعنی فرضوں کے پہلے اور پیچھے سنتیں پڑھ لے اور تہجد اور وتر وغیرہ نوافل مطلقہ کو نہ پڑھے اور یہی مذہب ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے ان سے روایت کی ہے اور بعض رات اور دن کے نفلوں میں فرق کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ فرضوں سے پہلے نفل پڑھ لے اور بعد نہ پڑھے، انتہیٰ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نفلوں میں قصر جائز ہے اور بعض حالت نزول اور سیر میں فرق کرتے ہیں یعنی حالت نزول میں پڑھ لے اور حالت سیر میں نہ پڑھے، واللہ اعلم۔

وَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

اور حضرت ﷺ نے سفر میں فجر کی دو رکعتیں سنت پڑھیں۔

**فائدہ:** یہ حدیث ایک بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے جو صحیح مسلم وغیرہ میں موجود ہے کہ آپ سفر میں فجر کی نماز سے پہلے سو گئے اور نماز قضا ہوگئی جب جاگے تو وضو کیا اور سنتیں پڑھیں پھر فجر کی نماز پڑھی فتح الباری میں لکھا ہے کہ صاحب ہدی نے کہا کہ سفر میں فجر کی سنتوں کے سوا اور نمازوں کی سنتوں کا پڑھنا حضرت ﷺ سے ثابت نہیں نہ پہلی سنتوں کا اور نہ بعد والی سنتوں کا لیکن ابو داؤد اور ترمذی میں براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کے ساتھ اٹھارہ سفر کیے سو میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا کہ سورج ڈھلتے ظہر سے پہلے دو رکعتیں ترک کی ہوں اور شاید یہ حدیث صاحب ہدی کے نزدیک ثابت نہ ہوئی ہوگی اسی واسطے اس نے مطلق نفی کر دی کہ آپ نے سفر میں فجر کی سنتوں کے سوا کوئی سنت نہیں پڑھی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ دو رکعتیں سنت ظہر کی نہیں بلکہ زوال کی سنتیں ہیں، واللہ اعلم۔

۱۰۳۹۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى قَالَ مَا أَخْبَرَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى

۱۰۳۹۔ حضرت ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ ہم کو کسی نے خبر نہیں دی کہ اس نے حضرت ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہو مگر ام ہانی (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن) نے اس نے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الضُّحٰى غَيْرُ أُمِّ هَانِئٍ ذَكَرَتْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِيْ بَيْتِهَا فَصَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ فَمَا رَأَيْتُهُ صَلّٰى صَلَاةً أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ.

ذکر کیا کہ حضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن میرے گھر میں غسل کیا پھر آپ نے آٹھ رکعتیں چاشت کی نماز پڑھی سو میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا کہ اس سے زیادہ ہلکی نماز پڑھی ہو او رقرأت اور دعاؤں میں تخفیف کی سوائے اس کے کہ رکوع اور سجدہ کو تمام اور پورا کیا۔

**فائدہ:** غرض اس حدیث سے اس جگہ یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن چاشت کی نماز پڑھی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ اس وقت مسافر تھے اور فرض نماز کو قصر کرتے تھے پس اس سے ثابت ہوا کہ سفر میں راتبہ سنتوں کے سوا اور نفل پڑھنے جائز ہیں پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہو گئی اور اگر کوئی کہے کہ چاشت کی نماز اور کئی حدیثوں سے ثابت ہو چکی ہے کما سیاتی پس ابن ابی لیلیٰ کی اس نفی کا کیا معنی ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس نے فقط اپنے علم کی نفی کی ہے اور عدم علم سے عدم فی الواقع لازم نہیں آتا۔

وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى السُّبْحَةَ بِاللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلٰى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ.

اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے حضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے سفر میں رات کے وقت اپنی سواری پر نفل یعنی تہجد پڑھی جس طرف کہ سواری آپ کے ساتھ متوجہ ہوتی (اسی طرف آپ منہ کر کے نماز پڑھتے جاتے تھے)۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ سفر میں فرضوں کے پہلے اور بعد سنتوں کے سوا اور نفل پڑھنے جائز ہیں پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

١٠٤٠ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَبِّحُ عَلٰى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ يُوْمِئُ بِرَأْسِهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

١٠٤٠۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ سفر میں اپنی سواری پر نفل پڑھا کرتے تھے جس طرف آپ کا منہ ہوتا (اسی طرف) سر سے اشارہ کرتے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی سواری پر نفل پڑھا کرتے تھے یعنی تہجد اور بعض نوافل مطلقہ جیسے کہ حضرت ﷺ کی عادت تھی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں نوافل مطلقہ پڑھنے جائز ہیں پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور جاننا چاہیے کہ اس باب کی حدیثیں کئی قسم کے نفلوں کو شامل ہیں قسم اول وہ نفل ہیں جو فرضوں سے پہلے ہیں اور قسم

دوم وہ نفل ہیں جن کا کوئی وقت مقرر ہے جیسے کہ چاشت کے نفل ہیں اور قسم سوم وہ نفل ہیں جو رات میں پڑھے جاتے ہیں اور قسم چہار مطلق نفل ہیں جن کا کوئی وقت معین نہیں ہے پس سفر میں یہ چاروں قسموں کے نفل پڑھنے جائز ہیں اور اگر کوئی کہے کہ یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی معارض ہے اس حدیث کی جو پہلے باب میں اسی سے گزر چکی ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں نفل پڑھتے کبھی نہیں دیکھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ مراد نفی سے راتبہ سنتیں ہیں یعنی وہ نفل ہیں جو فرضوں سے پہلے اور پیچھے پڑھے جاتے ہیں اور اس باب کی حدیث سے مطلق نفل مراد ہیں جیسے کہ تہجد اور وتر وغیرہ ہیں پس ان دونوں حدیثوں میں کچھ تعارض نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ کبھی آپ نے بیان جواز کے واسطے نفلوں کو ترک کر دیا ہوگا پس نفی اور اثبات دو حالتوں پر محمول ہے یعنی کبھی پڑھے اور کبھی نہ پڑھے پس دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو گئی اور تعارض دفع ہو گیا اور یہ جو امام بخاری رحمہ اللہ نے مرفوع حدیث کے بعد موقوف حدیث بیان کی تو فائدہ اس کا یہ ہے کہ یہ امر منسوخ نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ لوگوں کا اس پر عمل رہا ہے اور نیز یہ دلیل ہے اس پر کہ اس کا کوئی معارض نہیں اور نہ اس سے کوئی راجح ہے، واللہ اعلم۔

**بَابُ الْجَمْعِ فِي السَّفَرِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ.** سفر میں شام اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے۔

**فائدہ:** سفر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا بہت حدیثوں سے ثابت ہے جیسا کہ بیان اس کا ابھی آئے گا لیکن علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے بعض اہل علم کہتے ہیں کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا مطلق جائز ہے یعنی خواہ حالت سیر میں ہو خواہ نہ ہو اور خواہ سیر میں جلدی چلنا مقصود ہو اور خواہ نہ ہو اور یہی مذہب ہے بہت صحابہ اور تابعین کا اور ساتھ اسی کے قائل ہیں امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق اور ثوری اور اشہب مالکی اور امام بخاری رحمہ اللہ اور بعض کہتے ہیں کہ سوائے عرفات اور مزدلفہ کے اور جگہ جمع کرنا مطلقا درست نہیں ہے اور یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور نخعی اور حسن اور صاحبین کا اور بعض کہتے ہیں کہ جب سفر میں بہت جلدی چلنے کی ضرورت ہو تو جمع کرنا جائز ہے ورنہ نہیں اور یہ مشہور قول امام مالک رحمہ اللہ کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جب حالت سیر میں ہو تو اس وقت جمع کرنا درست ہے اور جب کسی جگہ میں قیام کرے تو اس وقت جمع کرنا درست نہیں یہ قول ابن حبیب کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جس کو عذر ہو اس کو جمع کرنا جائز ہے دوسرے کو درست نہیں یہ اوزاعی کا قول ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جمع تاخیر درست ہے جمع تقدیم درست نہیں ہے یعنی مثلاً اگر ظہر اور عصر کی نماز کو عصر کے وقت میں جمع کرے تو جائز ہے اور اگر دونوں کو ظہر کے وقت میں جمع کرے تو جائز نہیں یہ روایت امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ سے ہے اور ابن حزم کا بھی یہی قول ہے لیکن سب قولوں میں صحیح اور قوی پہلا ہے باقی سب اقوال مرجوح اور ضعیف ہیں۔

١٠٤١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا

١٠٤١۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب چلنا

سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ سَيْرٍ وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ وَعَنْ حُسَيْنٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ فِي السَّفَرِ وَتَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ وَحَرْبٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ حَفْصٍ عَنْ أَنَسٍ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ﷺ کو جلدی میں لاتا یعنی جانے کی بہت جلدی ہوتی تو اس وقت مغرب اور عشاء کو جمع کیا کرتے تھے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ سفر میں یا حالت سیر میں ہوتے تو ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا کرتے تھے اور مغرب اور عشاء کو جمع کیا کرتے تھے۔

اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ سفر میں مغرب اور عشاء کو جمع کر پڑھا کرتے تھے۔

**فائدہ:** ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ سفر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا مطلق جائز ہے یعنی خواہ سفر میں جلدی چلنے کی ضرورت ہو خواہ نہ ہو اور خواہ مسافر حالت سیر میں ہو اور خواہ حالت نزول میں اور اس باب میں سنن وغیرہ حدیث کی کتابوں میں بہت حدیثیں آ چکی ہیں بخوف طول سب کو اس جگہ نقل نہیں کیا گیا فقط دو تین حدیثوں کو بطور نمونہ کے نقل کیا جاتا ہے سو پہلی حدیث یہ ہے جو کہ بخاری اور مسلم وغیرہ حدیث کی کتابوں میں آیا ہے کہ حضرت ﷺ نے عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز جمع کی اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز جمع کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے جیسا کہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ عرفات اور مزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع کرنا اس واسطے جائز ہوا کہ حاجیوں کو اس کی سخت حاجت ہوتی ہے اس لیے کہ اس وقت وہ حج کی عبادتوں میں مشغول ہوتے ہیں اور یہ علت سب سفروں میں موجود ہے کہ مسافر اپنے سفر کے کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں پس

اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں بھی دونمازوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز ہے اور جب سفر میں جمع کرنا اس حدیث سے ثابت ہوا تو جمع تقدیم بھی اس سے ثابت ہوگئی کہ آپ نے عرفات میں ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں جمع کیا اور قسطلانی نے لکھا ہے کہ اگر بالفرض اس باب میں سوائے اس حدیث کے اور کوئی حدیث بھی نہ ہوتی تو یہی حدیث کافی دلیل تھی اس پر کہ سفر میں جمع تقدیم جائز ہے۔ زہری نے کہا کہ میں نے سالم سے پوچھا کہ سفر میں ظہر اور عصر کو جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس نے کہا کہ عرفات میں لوگوں کی نماز کو نہیں دیکھتا یعنی دونمازوں کو سفر میں جمع کرنا جائز ہے اور دوسری حدیث وہ ہے جو اسی کتاب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر اور عصر کی نماز جمع کی اور مغرب اور عشاء کی نماز جمع کی تو بغیر سفر اور مینہ کے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں جمع کرنا جائز ہے اس لیے کہ جب حرج کے واسطے دونمازوں کو جمع کرنا گھر میں جائز ہوا تو سفر میں جمع کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا کہ سفر بالاتفاق عذر ہے اس وجہ سے اس میں قصر اور افطار جائز ہے اور نیز یہ حدیث بھی عام ہے جمع تقدیم اور تاخیر دونوں کو شامل ہے پس جمع تقدیم بھی جائز ہوگی۔ تیسری حدیث یہ ہے جو مؤطا میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ تبوک میں نماز میں تاخیر کی پھر باہر تشریف لائے اور ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا پھر داخل ہوئے اور نکلے اور مغرب اور عشاء کو جمع کیا اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ سفر میں دونمازوں کو جمع کرنا جائز ہے خواہ مسافر حالت سیر میں ہو اور خواہ حالت نزول میں اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سفر میں تھے اور ایک جگہ اترے ہوئے تھے **كذا قاله الشافعي في الام** اور ابن عبدالبر نے کہا کہ یہ حدیث بڑی واضح دلیل ہے اوپر ردّ اس شخص کے جو جمع کو حالت سیر کے ساتھ خاص کرتا ہے اور یہ قاطع ہے واسطے التباس اور جھگڑے کے، انتہیٰ۔ اور امام الحرمین نے کہا کہ جمع بین الصلوتین میں ایسی حدیثیں ثابت ہو چکی ہیں جو اس مسئلے میں نص ہیں تاویل کی ان میں مطلق گنجائش نہیں اور یہی مذہب ہے بہت صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین کا جیسے کہ اوپر گزرا لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے اور ان حدیثوں کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد ان سے جمع صوری ہے یعنی ظہر اخیر وقت میں پڑھی اور عصر اول وقت میں پڑھی تو یہ ظاہر میں جمع معلوم ہوتی ہے حقیقت میں جمع نہیں سو جواب اس کا کئی وجہ سے ہے پہلی وجہ یہ ہے جو امام خطابی وغیرہ نے کہا کہ سفر میں دونمازوں کو جمع کرنا رخصت اور اجازت ہے سو اگر اس کو جمع صوری پر محمول کیا جائے جیسے کہ حنفیہ کرتے ہیں تو یہ جمع رخصت نہیں رہے گی بلکہ سخت مصیبت ہو جائے گی اور وقت پر نماز پڑھنی مشکل ہو جائے گی اس لیے کہ اول اور آخر وقت تو خاص لوگ بھی مشکل سے معلوم کر سکتے ہیں پھر عوام کا تو کیا ہی ٹھکانا ہے اور صریح حدیثیں یہ ہیں کہ ایک نماز کے وقت میں دونمازیں جمع ہوئی ہیں، انتہیٰ۔ اور ابن عبدالبر اور خطابی کی کلام پر یہ اعتراض کرنا (کہ اول اور آخر وقت اٹکل سے معلوم ہو سکتا ہے خصوصاً قافلہ میں کہ جہاں ایک جماعت کثیر آدمیوں کی حاضر ہوتی ہے تو وہاں صاحب شناخت بھی ہوتے ہیں) کچھ چیز نہیں یعنی یہ اعتراض محض

غلط ہے اس لیے کہ اٹکل اور ظن سے اول وقت کی شناخت کرنا خواص لوگوں کا کام ہے اور یہ رخصت عام نمازیوں اور مسافروں کے واسطے ہے اور بعض ان میں سے بلکہ اکثر ایسے ہیں کہ ان کو اس باب میں کچھ سمجھ اور اٹکل نہیں اور نیز سارے مسافروں کے ساتھ قافلے بھی نہیں پائے جاتے بلکہ بہت بیچارے مسافر تو ایسے ہیں کہ ان کو دوسرا رفیق بھی نہیں ملتا ہے تنہا ان کو سفر کرنا پڑتا ہے پس حق بات یہی ہے کہ جمع صوری رخصت نہیں بن سکتی ہے اور وہ جمع جو شرعًا رخصت ہے سفر میں وہ جمع صوری نہیں ہوسکتی ہے انتھی **كذا قاله الشيخ سلام الله الحنفي في المحلي شرح المؤطا۔** پس معلوم ہوا کہ تاویل جمع صوری کی باطل ہے اور رخصت کی دلیل یہ حدیث ہے جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مسلم میں روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ آپ کی امت کو حرج نہ ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حدیثیں جمع کی صریح ہیں اس باب میں کہ آپ نے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کیا ان میں یہ کوئی قید نہیں کہ دونوں کو پہلی نماز کے وقت میں جمع کیا یا دوسری نماز کے وقت میں جمع کیا پس یہ حدیثیں مطلق ہیں جمع تقدیم اور تاخیر دونوں کو شامل ہیں اور جب عموم ان کا جمع تقدیم کو شامل ہوا تو جمع صوری پر اس کو محمول کرنا باطل ہوا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ حدیثیں جمع کی صریح ہیں اس میں کہ آپ نے دو نمازوں کو ایک نماز کے وقت میں جمع کیا سو اگر یہ جمع جمع صوری ہوتی تو ایک نماز کا وقت نہ کہا جاتا بلکہ دونوں وقتوں کا نام لیا جاتا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ بہت حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے دو نمازوں کو پہلی نماز کے وقت میں جمع کیا جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے اور آئندہ بھی آئے گا اور جب جمع تقدیم ثابت ہوئی تو اس سے معلوم ہوا کہ جمع صوری کی تاویل باطل ہے۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ شیخ سلام اللہ حنفی نے محلی شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت کے نصوص ظاہر پر محمول ہیں جب تک کہ کوئی قطعی مانع نہ ہو اور یہاں کوئی قطعی مانع نہیں پس جمع بین الصلوتین کو جمع حقیقی پر محمول کیا جائے گا نہ صوری پر۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ جمع تاخیر میں بعض ایسی حدیثیں بھی ہیں کہ ان میں اس تاویل کو مطلق گنجائش نہیں چنانچہ ابو داؤد میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں سورج غروب ہوا سو آپ نے سرف میں پہنچ کر دونوں نمازیں جمع کیں پھر ابو داؤد نے ہشام سے نقل کیا کہ مکہ اور سرف کے درمیان دس میل کا فاصلہ ہے اور جب آپ سورج ڈوب جانے کے بعد دس میل تک چلے اور مقام سرف میں پہنچ کر دو نمازوں کو جمع کیا تو معلوم ہوا کہ پہلی نماز کا وقت بالکل نکل گیا تھا اس لیے کہ بعد غروب کے مغرب کے وقت میں دس میل چلنا ممکن نہیں کہ ریل اس وقت موجود نہیں تھی پس معلوم ہوا کہ جمع صوری کی تاویل قطعا باطل ہے اور نیز عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیحین وغیرہ میں روایت ہے کہ اس نے مکہ کے راہ میں سرخی ڈوب جانے کے بعد مغرب اور عشاء کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب آپ کو جانے کی جلدی ہوتی تو مغرب اور عشاء کو جمع کرتے پس ان وجوہات سے ثابت ہو گیا کہ جمع صوری کی تاویل باطل ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کو مجاز پر حمل کرنا باطل ہے۔ ساتویں وجہ یہ ہے کہ صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صریح آچکا ہے کہ آپ نے جمع اس واسطے کی کہ آپ کی

امت کو حرج نہ ہو سو اگر جمع سے مراد جمع صوری ہوتی تو حرج میں نہ ڈالنے کے کوئی معنی نہ تھے اس لیے کہ نماز اول وقت اور آخر وقت میں پڑھنا بالاتفاق جائز ہے خواہ کوئی نماز کو اول وقت میں پڑھے اور خواہ کوئی آخر وقت میں اختیار ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں پھر اس صورت میں مثلا مغرب کو اخیر وقت پڑھنا اور عشاء کو اول وقت پڑھنا موجب دفع حرج نہیں ہو سکتا کہ اس قسم کی وسعت اور تخفیف تو پہلے ہی جاری تھی اور نماز کو اول اور آخر وقت میں پڑھنا ابتدا سے جائز تھا پھر راوی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کیا چیز عجب سنی جو اس کی علت پوچھی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کس چیز کو حرج ٹھہرایا اور کس چیز کو دفع حرج بیان فرمایا؟ پس معلوم ہوا کہ مراد ان کی جمع حقیقی تھی نہ جمع صوری اور اسی کو انہوں نے دافع حرج ٹھہرایا ورنہ اس سے لازم آئے گا کہ اس وقت سے پہلے نماز کو آخر وقت میں پڑھنا اور دوسری نماز کو اول وقت میں پڑھنا جائز نہ تھا حالانکہ یہ امر قطعا باطل ہے پس ثابت ہوا کہ جمع صوری کی تاویل باطل ہے اور جب یہ تاویل باطل ہوئی تو مناسب معلوم ہوا کہ حنفیہ کہ دلیلوں کو نقل کر کے ان کا بھی مختصر جواب لکھا جائے سو جاننا چاہیے کہ حنفیہ جو سفر میں دو نمازیں جمع کرنے کو جائز نہیں رکھتے ہیں تو وہ اس باب میں کئی دلیلیں پیش کرتے ہیں پہلی دلیل ان کی وہ آیتیں اور حدیثیں ہیں جو اوقات کی تعیین کرتی ہیں مثل قول اللہ تعالیٰ کے ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾ یعنی تحقیق نماز ہے مسلمانوں پر فرض وقت مقرر کی گئی سو جواب اس کا کئی وجہ سے ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیثیں جمع بین الصلوتین کی تعیین اوقات کے مخالف نہیں ہیں اس لیے کہ بعض صورتوں میں کسی نماز کا وقت کسی قدر وسیع ہو جانا اور مشترک ہونا درمیان دو نمازوں کے یہ بھی افراد توقیت میں سے ہے مثلا ظہر کا وقت مغرب تک وسیع ہو گیا اور عصر کا وقت زوال سے شروع ہو گیا اور اس وقت میں ظہر اور عصر دونوں نمازیں مشترک ہو گئیں تو اس صورت میں توقیت فوت نہیں ہوتی ہے اسی وجہ سے ظہر کی نماز قبل زوال اور بعد مغرب کے پڑھنی جائز نہیں ہے البتہ توقیت اس وقت فوت ہو جاتی جب ہم کسی وقت کی تخصیص نہ کرتے اور ہر وقت پڑھنا جائز بتلاتے و اذ لیس فلیس مثلا عشاء اور وتر کی نماز کو بعد مغرب سے طلوع صبح صادق تک وسعت ہے اور اس وقت میں عشاء اور وتر دونوں شریک ہیں اس وجہ سے موقت ہونا بھی اس پر صادق آتا ہے پس اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ جمع بین الصلوتین میں توسیع اوقات ہے نہ رفع تعیین اور توقیت اور توسیع اوقات موقت ہونے کے منافی نہیں ہے کما مر فی العشاء و الوتر۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح جمع بین الصلوتین سفر میں مخالف ہے ان آیات توقیت کے اسی طرح جمع بین الصلوتین عرفات اور مزدلفہ میں بھی مخالف ہے ان آیات توقیت کے فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ جب جمع بین الصلوتین عرفات اور مزدلفہ کی حدیثوں سے ان آیات توقیت کی تخصیص ہو گئی تو اب یہ آیات بالاتفاق ظنی ہو گئیں اس لیے کہ عام بعد تخصیص کے بالاتفاق ظنی ہو جاتا ہے کما تقرر فی الاصول اور ظنی کی تخصیص قیاس سے بھی جائز ہے پس جمع بین الصلوتین فی السفر کی حدیثوں سے ان آیات کی تخصیص بالاتفاق جائز ہو گی بلکہ بطریق اولیٰ جائز ہو گی پس سفر میں دو

نمازوں کو جمع کرنا بالاتفاق جائز ہوگا اور تخصیص ان آیات کی ان حدیثوں سے جائز ہے ساتھ اُن چار وجھوں کے جو قرأت فاتحہ خلف الامام کی بحث میں گزر چکی ہے۔ اور دوسری دلیل حنفیہ کی یہ ہے جو کہ صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا مگر اپنے وقت پر مگر دو نمازیں مغرب اور عشاء کہ آپ نے ان کو مزدلفہ میں جمع کیا سو جواب اس کا بھی کئی وجہ سے ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ جمع بین الصلوتین کی حدیثیں چودہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں پس اتنے صحابہ کے سامنے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرنا کیسے جائز ہوگا؟ اور اگر بالفرض ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ان چودہ صحابہ کی حدیثوں پر مقدم کیا جائے اور تسلیم کیا جائے کہ جس جمع کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نہیں دیکھا وہ درست نہیں تو پھر حنفیہ پر یہ پہاڑ مصیبت کا گرے گا کہ جمع بین الظہر والعصر عرفات میں بھی درست نہ ہوگی اس لیے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس نفی کا عموم جمع فی العرفہ کو بھی شامل ہے **فما هو جوابكم فهو جوابنا** اور اگر کوئی کہے کہ نہ ذکر کرنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا جمع فی العرفات کو بنا بر شہرت عرفات کے تھا تو اس کا جواب یہ کہ شہرت تو دونوں نمازوں کی برابر ہے اس لیے کہ جتنے لوگ اس حج میں شریک تھے وہ سب جیسے کہ مغرب اور عشاء کی نماز میں شریک ہوں گے اسی طرح ظہر اور عصر کی نماز میں بھی شریک ہوں گے اور وہ سب کہیں چلے نہیں گئے ہوں گے پس اس سے لازم آتا ہے کہ بنا بر اس شہرت کے جمع فی المزدلفہ کو بھی ذکر نہ کرتے پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس جمع کو کیوں ذکر کیا **فما هو جوابكم فهو جوابنا** اور نیز کہا جائے گا کہ جمع فی السفر بھی قرن صحابہ میں مشہور تھی اس لیے کہ چودہ صحابی اس کے راوی ہیں اسی واسطے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو بھی ذکر نہیں کیا پس اب حمل نفی کا جمع بلا عذر ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہے جو کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ یہ مفہوم ہے اور وہ لوگ مفہوم کے قائل نہیں اور ہم مفہوم کے قائل ہیں لیکن جب منطوق اس کو معارض ہو تو ہم منطوق کو مفہوم پر مقدم کرتے ہیں اور جمع جائز ہونے کے باب میں بہت حدیثیں ثابت ہو چکی ہیں پس ان کے منطوق کو اس مفہوم پر مقدم کیا جائے گا۔ تیسری وجہ یہ ہے جو کہ شیخ سلام اللہ حنفی نے محلی شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ مسند ابی یعلیٰ میں طریق سے ابن لیلیٰ کے وہ روایت کرتے ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت ﷺ سفر میں دو نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے پس جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سفر میں جمع کرنا ثابت ہو چکا تو اب بخاری کی حدیث سے جمع فی السفر کی نفی نکالنی جائز نہیں ہوگی بلکہ بخاری کی حدیث کو حالت نزول پر حمل کیا جائے گا باقی مفصل جواب اس کا کلام المتین میں موجود ہے شائق اس کا مطالعہ کرے۔ اور تیسری دلیل حنفیہ کی یہ ہے جو کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مؤطا میں لکھا ہے کہ ہم کو عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے اطراف میں اپنے عالموں کو لکھ بھیجا اور ان کو دو نمازیں ایک وقت میں جمع کرنے سے منع کیا اور ان کو زجر کی کہ ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے سو جواب اس کا بھی کئی وجہ سے ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا صحیحین وغیرہ کی حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے چنانچہ تفصیل اس کی معیار الحق وغیرہ میں موجود ہے

پس عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ممانعت کو جمع بلا عذر پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ شاہد ہے اس پر اتفاق جمہور صحابہ اور بعد والوں کا اوپر عدم جواز جمع بلا عذر کے تا کہ سب حدیثوں میں تطبیق ہو جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس ممانعت کو عام رکھا جائے تو عرفات اور مزدلفہ میں بھی جمع کرنا درست نہ ہوگا کہ علت نہی کی دونوں میں ایک ہے فما هو جوابكم فهو جوابنا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ جب صحیحین وغیرہ کی حدیثوں سے سفر میں جمع کرنا ثابت ہو چکا تو اب یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مرفوع حدیثوں کے مقابلہ میں لائق حجت نہیں ہوگا اور جس حدیث میں عرفات میں جمع کرنا آیا ہے وہ حدیث ضعیف اور متروک ہے کہ اس کا ایک راوی سلیمان ضعیف ہے اور دوسرا راوی خالد شیعہ ہے جیسا کہ تقریب میں موجود ہے پس یہ زیادتی مقبول نہیں ہوگی اور چوتھی دلیل حنفیہ کی یہ حدیث ہے جو کہ ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص دو نمازوں کو بغیر عذر کے جمع کرے پس وہ آیا دروازے پر کبیرہ گناہ کے سو جواب اس کا بھی کئی وجہ سے ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے کہ اس کی اسناد میں حنش یعنی حسین بن قیس واقع ہوا ہے اور وہ ضعیف اور متروک اور کذاب ہے بڑا جھوٹا ہے جیسا کہ شیخ سلام اللہ حنفی نے محلی شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ حسین بن قیس واہی ہے اور ترمذی نے کہا کہ حنش ضعیف ہے نزدیک اہل حدیث کے ضعیف کہا ہے اس کو احمد وغیرہ نے اور حافظ نے تقریب میں فرمایا کہ حنش متروک ہے اور نورالدین نے مختصر تنزیہ الشریعہ میں لکھا ہے کہ حسین بن قیس کذاب ہے اور تخریج ہدایہ میں لکھا ہے کہ حنش بن قیس محض واہی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور جب اس کا ضعیف ہونا ثابت ہوا تو استدلال کرنا اس سے صحیح نہ ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ خود ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح مسلم میں کئی طریقوں سے جمع بین الصلوتین ثابت ہو چکا ہے پھر اس کی تفسیر بھی اس سے مروی ہے اول نماز کے وقت دو نمازوں کو جمع کیا اور پہلی نماز کے وقت نکل جانے کے بعد دونوں کو جمع کیا پھر باوجود اس کے اس حدیث ضعیف سے استدلال کرنا کیونکر صحیح ہوگا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ خود اسی قول میں موجود ہے کہ جو شخص بغیر عذر کے جمع کرے اس کو یہ گناہ ہوتا ہے سو بغیر عذر کے جمع کرنے کا کوئی بھی قائل نہیں پس سفر میں جمع کرنا اس سے خارج ہوگا کہ سفر بالاتفاق عذر ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب صحیحین وغیرہ کی حدیثوں سے سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا ثابت ہو چکا ہے تو اب ان کے مقابلے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے استدلال کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہوگا کہ صحابی کا قول مرفوع حدیث کے مقابلے میں بالاتفاق حجت نہیں اور شیخ عبدالحق کا یہ احتمال کہ شاید یہ حدیث متکلم فیہ ہوگی محض باطل ہے جب تک کہ کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو اور نیز یہ احتمال مسلم کی سب حدیثوں میں جاری ہے پس اس سے سب حدیثیں بے کار ہو جائیں گی نعوذ باللہ من ذلک اور نیز اگر بالفرض متکلم فیہ ہونا اس کا تسلیم بھی کیا جائے تو کہا جائے گا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی تصحیح اور توثیق اس کو کافی ہے اس لیے کہ وہ سب محدثین کے سردار ہیں اور خود یہی شیخ لکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تصحیح اسانید اور تنقید رجال میں فوق الکل ہے پس اس صورت میں شیخین کی تصحیح سب پر

مقدم ہوگی اور یہ احتمال محض گوزشتر ہو جائے گا اور بعض حنفی یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا سونے میں تفریط نہیں بلکہ تفریط جاگنے میں ہے کہ تاخیر کی جائے نماز دوسرے وقت تک اور جمع تاخیر میں بھی ایک نماز کو دوسری نماز تک تاخیر کیا جاتا ہے پس وہ بھی اس حدیث سے منع ہوگی سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث تفریط کی عام ہے اور حدیثیں جمع کی خاص ہیں اور تخصیص عام کی ساتھ خاص کے بالاتفاق جائز ہے کما مر فی قرأۃ خلف الامام پس سفر میں دونمازوں کو جمع کرنا اس حدیث سے مستثنٰی رہے گا اور نیز یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو بلا عذر نماز کو تاخیر کرے نہ اس کے حق میں جو مسافر ہو اور نیز اگر اس حدیث کو عام رکھا جائے تو عرفات اور مزدلفہ میں دونمازوں کو جمع کرنا بھی جائز نہیں ہوگا فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ اور نیز یہ حدیث آپ نے فجر کی نماز کے وقت میں فرمائی تھی اور اس وقت کسی نماز کو جمع کرنا ممکن نہ تھا نہ ظہر اور عصر کو اور نہ مغرب اور عشاء کو پس یہ حدیث جمع بین الصلوتین کو مانع نہ ہوگی اور بعض حنفی یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے سفر میں مغرب کی نماز کو تاخیر کیا یہاں تک کہ سرخی ڈوبنے سے پہلے اترے پھر مغرب کو پڑھا پھر عشاء کو پڑھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کہ اس کے راوی ضعیف ہیں جیسا کہ تقریب اور تنزیہ الشریعہ میں لکھا ہے اور نیز یہ دوسرے واقعہ کا ذکر ہے اور جو حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پہلے گزر چکی ہے وہ دوسرے واقعہ کا ذکر ہے پس اگر کبھی سرخی ڈوبنے سے پہلے مغرب کو پڑھا ہو تو اس سے ہمارا کیا حرج ہے اور نیز پہلی حدیث صحیحین کی ہے پس اس کو ترجیح دی جائے گی اس حدیث پر اور نیز فعل ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مخالف ہے صحیح حدیثوں کے جن سے جواز جمع تقدیماً و تاخیراً ثابت ہوتا ہے پس صحیح حدیثوں کے مقابلے میں اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہوگا خاص کر ایسی حالت میں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کا برخلاف ثابت ہو چکا ہے اور نیز یہ حدیث مجہولۃ الکیفیت ہے اور وہ روایات مبینۃ الکیفیت ہیں پس ان کو ترجیح ہوگی پس اس بیان بابرہان سے ثابت ہوگیا کہ سفر میں دونمازوں کو جمع کرنا جائز ہے ظہر کو عصر کے ساتھ ملا کر پڑھ لے اور مغرب کو عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھ لے اور خواہ جمع تقدیم کرے اور خواہ جمع تاخیر کرے دونوں طرح سے جائز ہے اور شیخ عبدالحق نے بھی بعد بحث طویل کے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ جمع حقیقی بھی روایتوں سے ثابت ہے مگر جمع تقدیم کے واسطے تین شرطیں ضروری ہیں ایک یہ کہ پہلی نماز کو دوسری نماز پر مقدم کرے برعکس نہ کرے دوسری یہ کہ ان کے درمیان کوئی نفل نہ پڑھے تا کہ دونوں نمازیں ایک کی مانند ہو جائیں اور تیسری یہ کہ یہ پہلی نماز کے وقت جمع کی نیت کر لے اور جمع تاخیر کے واسطے فقط نیت شرط ہے اور کوئی شرط نہیں اور اگر پہلی نماز کے وقت جمع کی نیت نہ کرے تو گنہگار ہوگا اور نماز قضاء کرے اور فجر کی نماز کو نماز ظہر کے ساتھ جمع کرنا اور عصر کو مغرب کے ساتھ جمع کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوا اور یہ سب احکام مسافر کے ہیں اور بعض تابعین کہتے ہیں کہ مریض کو بھی دونمازوں کو جمع کرنا جائز ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں احمد اور اسحاق اور بعض کہتے ہیں کہ مینہ کے عذر سے بھی نمازوں کو جمع کر:

جائز ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد اور اسحاق اور بعض کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی حاجت کے واسطے اپنے گھر میں جمع کر لے تو اس کو بھی جائز ہے بشرطیکہ اس کو عادت نہ ٹھہرا رکھے اور بیان اس کا مفصل طور سے اوپر گزر چکا ہے۔

بَابُ هَلْ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيمُ إِذَا جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ.

جب کوئی شخص مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھے تو کیا ان کے ساتھ اذان بھی کہے یا فقط تکبیر پر اکتفا کرے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس باب کی دونوں حدیثوں میں اذان کا صریح ذکر نہیں لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ جب ان کو جانے کی جلدی ہوتی تو مغرب کو قائم کرتے سو اس سے نفس اذان مراد نہیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ مغرب کی نماز کے لیے اقامت کہتے تھے یعنی فقط تکبیر پر اکتفا کرتے تھے پس معلوم ہوا کہ تکبیر پر اکتفا کرنا کافی ہے پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے بعض طریقوں میں آیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اترے اور نماز کے واسطے تکبیر کہی اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا اور وہ سفر میں کسی نماز کے واسطے اذان نہیں کہا کرتے تھے رواہ الدارقطنی اور شاید کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت قدیم کے موافق اشارہ کر دیا ہے اس طرف کہ یہ مسئلہ باب کا اس حدیث کے بعض طریقوں میں ثابت ہے لیکن چونکہ وہ روایت اس کی شرط پر نہیں تھی اس واسطے اس کو اپنی کتاب میں بیان نہ کیا پس مطابقت ان حدیثوں کی ترجمہ باب سے ظاہر ہوگئی اور بعض نے لکھا ہے کہ حدیثوں میں باب کے مطلق نماز کا ذکر آیا ہے پس مراد اس سے پوری نماز ہوگی یعنی جو نماز کہ تمام ارکان اور شرائط اور سنتوں کے ساتھ ادا کی جائے اور ایسی نماز میں اذان اور اقامت بھی داخل ہے پس مطلب یہ ہوا کہ جمع بین الصلوتین کے وقت اذان بھی کہے اور تکبیر بھی کہے اور اگر فقط تکبیر پر اکتفا کرے تو یہ بھی جائز ہے، واللہ اعلم۔

١٠٤٢ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَآءِ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَيُقِيمُ

١٠٤٢۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں چلنے کی جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کو تاخیر کرتے یہاں تک کہ اس کو عشاء کی نماز سے ملا کر پڑھتے اور سالم نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی سفر میں ان نمازوں کو جمع کر لیا کرتے تھے جب کہ ان کو جانے کی جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کے لیے تکبیر کہتے سو اس کو پڑھتے تین رکعتیں پھر سلام پھیرتے پھر تھوڑا سا ٹھہر جاتے یہاں تک کہ عشاء کے واسطے تکبیر کہتے اور اس کی دو رکعتیں

الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيهَا ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتّٰى يُقِيْمَ الْعِشَآءَ فَيُصَلِّيهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يُسَبِّحُ بَيْنَهُمَا بِرَكْعَةٍ وَلَا بَعْدَ الْعِشَآءِ بِسَجْدَةٍ حَتّٰى يَقُوْمَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ.

پڑھتے پھر سلام پھیرتے اور دونوں نمازوں کے درمیان نفلوں کی کوئی رکعت نہ پڑھتے اور نہ بعد عشاء کے کوئی نماز پڑھتے یہاں تک کہ رات کے درمیان اٹھتے یعنی تہجد کے واسطے اور ان کو ادا کرتے۔

فائدہ: یہ حدیث معارض ہے اس حدیث کے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اوپر گزر چکی ہے کہ میں نے آپ کو سفر میں نفل پڑھتے کبھی نہیں دیکھا سو وجہ تطبیق اس کی اوپر گزر چکی ہے کہ مراد حدیث مذکور سے فقط نماز کے بعد کی سنتیں ہیں تہجد وغیرہ نوافل مطلقہ اس نفی میں داخل نہیں ہیں۔

١٠٤٣ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا حَرْبٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهٗ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ فِي السَّفَرِ يَعْنِي الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ.

۱۰۴۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ان دو نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے یعنی مغرب اور عشاء کو۔

فائدہ: مطابقت اس حدیث کی باب سے اس طور پر ہے کہ یہ حدیث مجمل ہے اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی جو مذکور ہوئی ہے اس کی مفسر ہے کہ اس میں زائد حکم کا بیان ہے اور مجمل مفسر کی تابع ہوتی ہے تو گویا یہ دونوں حدیثیں ایک حدیث ہے جس کی مطابقت اوپر مذکور ہوئی ہے۔

بَابُ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ إِلَى الْعَصْرِ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ.

سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کرے تو ظہر کی نماز کو عصر تک تاخیر کرے یعنی عصر کے وقت میں دونوں کو ملا کر پڑھے۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک جمع تاخیر اسی شخص کے حق میں خاص ہے جو سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کرے اور ظہر کے وقت داخل ہونے سے پہلے چل پڑے اور جو شخص سورج ڈھلنے کے بعد کوچ کرے وہ جمع تقدیم کرے۔

فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یعنی اس باب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

فائدہ: مراد اس حدیث سے وہی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے جو اس سے پہلے باب الجمع فی السفر میں گزر

چکی ہے کہ جب آپ سیر کی حالت میں ہوتے تو ظہر اور عصر کو جمع کیا کرتے تھے اس لیے کہ اس میں جمع کو سیر کی حالت کے ساتھ قید کیا ہے اور حالت سیر میں اکثر اوقات آپ سوار ہوتے تھے اور سواری کی حالت میں جمع کرنے کا کوئی قائل نہیں پس معلوم ہوا کہ مراد اس سے جمع تاخیر ہے اور تائید کرتی ہے اس کی وہ حدیث جو یحییٰ بن عبدالحمید نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اپنی مسند میں روایت کی ہے اس لیے کہ اس میں صریح آچکا ہے کہ آپ نے ظہر کو عصر تک تاخیر کیا اور اس کی سند میں گو مقال ہے لیکن متابعت کی صلاحیت رکھتی ہے۔

١٠٤٤ ـ حَدَّثَنَا حَسَّانُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَإِذَا زَاغَتْ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

١٠٤٤۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کوچ کرتے سورج ڈھلنے سے پہلے تو ظہر کو عصر تک تاخیر کرتے پھر دونوں کے درمیان جمع کرتے تھے اور اگر کوچ کرنے سے پہلے ڈھل جاتا تو ظہر کو پڑھ کر کوچ کرتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسافر سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کرے تو ظہر کو عصر تک تاخیر کرے پھر دونوں کو ملا کر پڑھے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

## بَابُ إِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ مَا زَاغَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

اگر مسافر سورج ڈھلنے سے پیچھے کوچ کرے تو ظہر پڑھ کر سوار ہو۔

١٠٤٥ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلٰى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَّرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

١٠٤٥۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فقط جمع تاخیر کرتے تھے جمع تقدیم

نہیں کرتے تھے لیکن اسحاق بن راہویہ نے یہ حدیث شبابہ سے اس طرح سے روایت کی ہے کہ جب آپ سفر میں ہوتے اور سورج ڈھل جاتا تو ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھتے پھر کوچ کرتے روایت کیا ہے اس کو اسماعیلی نے اور اس کی علت یہ بیان کی کہ اسحاق اس کے ساتھ شبابہ سے منفرد ہوا ہے پھر اسحاق سے بھی سوائے جعفر فریابی کے کسی نے یہ روایت نہیں کی لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ یہ علت حدیث میں قادح نہیں اس لیے کہ اسحاق اور جعفر دونوں امام اور حافظ ہیں یعنی ان کا متفرد ہونا کچھ مضر نہیں کہ وہ فی نفسہ بڑے امام اور حافظ ہیں اور حاکم کی اربعین میں بھی اسی قسم کی ایک حدیث آ چکی ہے کہ جب سورج ڈھلنے کے بعد کوچ کرتے تو ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھتے پھر کوچ کرتے اور اس میں اسحاق کا واسطہ نہیں حافظ صلاح الدین نے کہا کہ سند اس کی جید ہے پھر فرمایا کہ یہ حدیث اسحاق کی روایت کے واسطے متابعت قوی ہے لیکن اس کے ثبوت میں نظر ہے اور مشہور جمع تقدیم میں وہ حدیث ہے جو ابوداؤد اور ترمذی اور امام احمد اور ابن حبان نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جنگ تبوک میں جب آپ سورج ڈھلنے سے پیچھے کوچ کرتے عصر کو ظہر کی طرف جلدی کرتے اور دونوں کو جمع کرتے پھر کوچ کرتے اور جب سورج ڈوبنے سے پیچھے کوچ کرتے تو مغرب کو عشاء تک تاخیر کرتے اور جب سورج ڈوبنے کے بعد کوچ کرتے تو عشاء کو مغرب کے ساتھ ملا کر پڑھتے پھر کوچ کرتے لیکن محدثین کی ایک جماعت نے کہا کہ یہ حدیث معلول ہے اس لیے کہ اس کے ساتھ قتیبہ منفرد ہوا ہے کہ اس کے سوا کسی نے اس کو لیث سے روایت نہیں کیا سو جواب اس کا یہ ہے کہ متفرد ہونا راوی کا ضعف کو اسی وقت مستلزم ہے جب کہ راوی غیر ضابط اور غیر ثبت ہو اور اس روایت میں زیادہ تر حافظ اور زیادہ تر ضابط کے مخالف ہو اور جب کہ راوی متفرد فی نفسہ ثقہ اور حافظ اور ثبت ہو اور کسی اثبت اور احفظ کے مخالف نہ ہو یا ہو مگر مخالف حفظ اور ضبط اس کے مساوی ہو تو اس صورت میں اس کی روایت بالاتفاق مقبول ہے چنانچہ مقدمہ ابن صلاح میں لکھا ہے وَإِنْ لَّمْ يُخَالِفْ وَهُوَ عَدْلٌ ضَابِطٌ فَصَحِيْحٌ اور جب یہ بات ثابت ہو چکی تو اب ہم کہتے ہیں کہ قتیبہ فی نفسہ ثقہ اور ثبت ہے جیسا کہ تقریب میں لکھا ہے ثقہ ثبت اور وہ اس حدیث میں کسی اضبط اور ارجح کا مخالف بھی نہیں ہے پس متفرد ہونا اس کا اس حدیث کی صحت کو مضر نہ ہوگا اور نیز زیادتی ثقہ کی ہے اور زیادتی ثقہ کی جب کسی ارجح اور اضبط کے مخالف نہ ہو تو وہ بالاجماع مقبول ہوتی ہے اور چونکہ یہ زیادتی قتیبہ کی کسی ارجح کے مخالف نہیں اس لیے یہ بھی بالاتفاق مقبول ہوگی اور نیز قتیبہ اس حدیث میں متفرد نہیں بلکہ دوسری سند سے اسی قسم کی حدیث ابوداؤد میں موجود ہے جس میں قتیبہ کا واسطہ نہیں اور یہ مضمون ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے چنانچہ ابوداؤد کا قول عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَ حَدِيْثِ الْمُفَضَّلِ وَاللَّيْثِ اس پر صاف دلالت کرتا ہے اور بعض لوگ ابوداؤد سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ جمع تقدیم میں کوئی حدیث قائم نہیں اور حاکم سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے سو جواب ابوداؤد کے قول کا یہ ہے کہ اس نے اپنی سنن میں حدیث ابوجحیفہ کی (جو کہ بخاری اور مسلم میں بھی

موجود ہے) روایت کی ہے اور اس سے صاف جمع تقدیم ثابت ہوتی ہے جیسا کہ معیار الحق اور اختیار الحق میں تحقیق اس کی مذکور ہے اور نیز اس نے یہی حدیث قتیبہ کی اپنی سنن میں روایت کی ہے اور اس پر کسی قسم کی جرح اور قدح نہیں ہے اور سوائے تفرد قتیبہ کے جو کہ صحت کے منافی نہیں کچھ زبان پر نہیں لایا اور نیز اس نے بغیر واسطہ قتیبہ کے دوسری سند بھی بیان کی ہے اور نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس قسم کا مضمون نقل کر دیا ہے پھر باوجود اتنی شہادتوں کے کس طرح تسلیم کیا جائے کہ یہ قول ابوداؤد کا ہے **فمن ادعی خلاف ذلك فعلیه البیان بالبرهان** اور حاکم کے قول کا یہ جواب ہے کہ موضوع کہنا اس کا اس حدیث کو باعتبار اس سند کے ہے جس کی نسبت امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ بعض ضعفاء نے یہ حدیث قتیبہ پر داخل کر دی اور ضروری ہے کہ وہ سند ابوداؤد اور ترمذی کی سند کے سوا کوئی دوسری ہو اس لیے کہ ان سندوں میں ہرگز کوئی ضعیف راوی نہیں اور جب کہ معتبر کتابوں میں یہ حدیث ثقات کی سندوں سے ثابت ہو چکی ہے تو اب اس کو موضوع کہنے کی کوئی وجہ نہیں پس اس بیان سے حدیث قتیبہ کا صحیح ہونا ثابت ہوا اور اس کے ثابت ہونے سے جمع تقدیم ثابت ہوئی اور جمع تقدیم کے ثابت ہونے سے یہ مسئلہ ختم ہوا اور زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی معیار الحق میں مذکور ہے شائق اس کا مطالعہ کرے **ومن جحد ذلك بعد العلم بما حققنا فلیبك علی نفسه**۔

## بَابُ صَلَاةِ الْقَاعِدِ. بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا بیان۔

**فائدہ:** جاننا چاہیے کہ نفلوں کو بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے اگرچہ آدمی کھڑے ہونے کی طاقت بھی رکھتا ہو لیکن جتنا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے والے کو ملتا ہے اتنا ثواب بیٹھ کر پڑھنے والے کو نہیں ملتا بلکہ اس سے آدھا ملتا ہے لیکن جو شخص کہ کھڑے ہونے کی طاقت رکھتا ہو اس کو فرض نماز بیٹھ کر پڑھنی بالا جماع جائز نہیں اور جو کھڑے ہونے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کو ہر نماز بیٹھ کر پڑھنی جائز ہے خواہ فرض ہوں اور خواہ نفل ہوں اور اس کو کھڑے نماز پڑھنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے اور مراد ترجمہ میں بھی وہی شخص ہے جس کو عذر ہو اور طاقت قیام کی نہ رکھتا ہو کہ اس کو ہر نماز بیٹھ کر پڑھنی جائز ہے خواہ فرض ہوں اور خواہ نفل ہوں اور خواہ امام ہو اور خواہ مقتدی ہو اور خواہ تنہا نماز پڑھنے والا ہو اور باب کی حدیثیں بھی اسی معنی کی تائید کرتی ہیں کہ ان میں عذر کی قید مذکور ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ترجمہ معذور اور غیر معذور دونوں کو شامل ہو لیکن اس تقدیر پر صورت اجماعیہ جو مذکور ہوئی ہے اس سے مستثنیٰ رہے گی، واللہ اعلم۔

١٠٤٦ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ

١٠٤٦۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں نماز پڑھی اور آپ بیمار تھے سو آپ نے بیٹھے بیٹھے نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی سو آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ سو جب

شَاكٍ فَصَلّٰى جَالِسًا وَصَلّٰى وَرَآئَهٗ قَوْمٌ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا.

آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ امام تو اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے سو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔

**فائدہ**: اس میں اختلاف ہے کہ اگر امام بیٹھے عذر سے نماز پڑھائے تو مقتدی کیا کریں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بموجب اس حدیث کے کہتے ہیں کہ مقتدی بھی امام کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بیٹھ کر نماز میں امامت کرنا درست نہیں اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر امام عذر سے بیٹھا ہو تو مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر عمر میں بیٹھ کر امامت کی اور اصحاب نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فعل سے یہ حدیث قولی منسوخ ہوئی اور بیان اس مسئلے کا مفصل طور سے اوپر گزر چکا ہے۔

١٠٤٧ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَرَسٍ فَخُدِشَ أَوْ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهٗ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلّٰى قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا قُعُوْدًا وَقَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

١٠٤٧۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے سو آپ کے دائیں پہلو چھل گئے سو ہم آپ کے پاس خبر پوچھنے کو گئے سو نماز کا وقت آیا سو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی اور آپ نے فرمایا کہ امام تو اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو کہو اللھم ربنا لك الحمد۔

**فائدہ**: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی بیٹھ کر عذر سے نماز پڑھے اور کھڑا نہ ہو سکے تو جائز ہے خواہ امام ہو اور خواہ تنہا ہو پس مطابقت ان حدیثوں کی ترجمہ سے ظاہر ہے۔

١٠٤٨ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ سَأَلَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

١٠٤٨۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (اور اس کو بواسیر کی مرض تھی) کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم پوچھا سو آپ نے فرمایا کہ جو کھڑے نماز پڑھے تو وہ بہتر ہے اور جو بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کو کھڑے کا آدھا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ وَكَانَ مَبْسُوْرًا قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا فَقَالَ إِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلّٰى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ.

ثواب ہے اور جو لیٹ کر نماز پڑھے تو اس کو بیٹھے کا آدھا ثواب ہے۔

**فائدہ:** اکثر علماء کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس بیمار کے حق میں ہے جو بیٹھ کر فرض پڑھتا ہے لیکن اگر چاہے تو تکلیف اٹھا کر کھڑے ہو کر بھی پڑھ لے اور لیٹ کر فرض پڑھتا ہے لیکن تکلیف سے بیٹھ کر بھی پڑھ سکتا ہے تو ایسے بیمار کو آدھا ثواب ہے اور جس بیمار سے اٹھا بیٹھا نہ جائے تو اس کا ثواب پورا ہے خواہ بیٹھ کر پڑھے اور خواہ کھڑے ہو کر پڑھے اور اس قسم کی ایک اور حدیث بھی آ چکی ہے جو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے سو لوگوں کو بخار ہو گیا سو آپ مسجد میں آئے اور لوگ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے سو اس وقت فرمایا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو آدھا ثواب کھڑے کا ہے اور یہی معنی صحیح ہے اس حدیث کا اور یہی ہے وجہ مطابقت حدیث کی باب سے اور ابو عبید اور ابن ماجشون اور قاضی اسماعیل اور ابن شعبان اور اسماعیلی اور داؤدی وغیرہ ایک جماعت اہل علم کہتے ہیں کہ یہ حدیث نفل نماز پر محمول ہے کہ غیر معذور کو بیٹھ کر نفل پڑھنے جائز ہیں اس لیے کہ اگر فرض نماز بے عذر بیٹھ کر پڑھے تو جائز نہیں پس بیٹھ کر آدھے اجر ہونے کا کوئی معنی نہیں اس کی تو سرے سے نماز ہی درست نہیں اور اگر عذر سے بیٹھ کر فرض پڑھے تو اس وقت قیام ساقط ہے پس بیٹھنے سے افضل نہیں ہو گا پس معلوم ہوا کہ اس حدیث سے نفل نماز مراد ہے لیکن اخیر فقرہ اس حدیث کا اس معنی کے مخالف ہے اس لیے کہ غیر معذور کو جیسے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنی درست ہے ویسے ہی اس کو لیٹ کر نماز پڑھنی درست نہیں ہے کہ بیٹھنا نماز کی صورتوں میں داخل ہے اور لیٹنا ان میں داخل نہیں اور بعض علماء کہتے ہیں کہ نفلوں کو ہر طور سے پڑھنا جائز ہے خواہ کھڑے ہو کر پڑھے اور خواہ بیٹھ کر پڑھے یہ قول حسن بصری کا ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہے ایک جماعت اہل علم کی اور یہ بھی ہے ایک وجہ نزدیک شافعیہ کے اور صحیح کہا ہے اس کو متاخرین نے اور قاضی عیاض نے یہ قول مالکیوں سے بھی نقل کیا ہے اور اس حدیث میں مطلق بیٹھ کر پڑھنے کا ذکر آیا ہے اور اس میں بیٹھنے کی کیفیت کا بیان نہیں کہ کس طور سے بیٹھ کر نماز پڑھے

لیکن اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طور سے پڑھے جائز ہے لیکن افضلیت میں اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ چوکڑی مار کر بیٹھے اور بعض کہتے ہیں کہ پاؤں کو بچھا کر بیٹھے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ اس حکم سے مخصوص ہیں یعنی ان کو بیٹھ کر نماز پڑھنے میں بھی کھڑے کے برابر ثواب ملتا ہے ساتھ دلیل اس حدیث کے جو صحیح مسلم وغیرہ میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی تو میں اس کو سن کر آپ کے پاس حاضر ہوا اور آپ مسجد میں بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے سو آپ نے فرمایا کہ کیا حال ہے تیرا اے عبداللہ! میں نے آپ کو خبر دی آپ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔

بَابُ صَلَاةِ الْقَاعِدِ بِالْإِيْمَآءِ. بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھنے کا بیان۔

**فائدہ:** یعنی اگر کوئی بیٹھ کر عذر سے نماز پڑھے اور باوجود طاقت کے حقیقی رکوع وسجود کے بدلے اشارے سے رکوع سجود کرے تو جائز ہے اور یہ ایک قول شافعیہ کا ہے دو قول سے اور یہی مشہور ہے نزدیک مالکیوں کے اور اصح نزدیک متاخرین کے یہ قول ہے کہ جس کو رکوع سجود کی طاقت ہو اس کو اشارے سے رکوع سجود کرنا جائز نہیں ہے بلکہ حقیقی رکوع سجود کرے اگرچہ لیٹ کر نفل پڑھنے جائز ہیں یعنی رکوع سجود کی طاقت والے کو اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کہ اس میں رکوع سجود کی طاقت ہے اور اس میں سوائے اشارے کے کچھ طاقت نہیں۔

١٠٤٩ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ وَكَانَ رَجُلًا مَبْسُوْرًا وَقَالَ أَبُوْ مَعْمَرٍ مَرَّةً عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ مَنْ صَلّٰى قَآئِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ وَمَنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَلَهٗ نِصْفُ أَجْرِ الْقَآئِمِ وَمَنْ صَلّٰى نَآئِمًا فَلَهٗ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ نَآئِمًا عِنْدِيْ مُضْطَجِعًا.

١٠٤٩۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ نائم کا معنی مضطجعا ہے یعنی لیٹ کر نماز پڑھنے والا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باوجود قدرت کے اشارے سے بیٹھ کر رکوع وسجود کرنا جائز ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ عمدا اس کی تفصیل ترک کی اور اگر جائز ہوتا تو آپ اس کو بیان فرماتے۔

بَابُ إِذَا لَمْ يُطِقْ قَاعِدًا صَلّٰى عَلٰى اگر کوئی شخص بیٹھ کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو

جَنْبٍ وَقَالَ عَطَآءٌ إِنْ لَّمْ يَقْدِرْ أَنْ يَّتَحَوَّلَ إِلَى الْقِبْلَةِ صَلّٰى حَيْثُ كَانَ وَجْهُهٗ.

لیٹ کر نماز پڑھے کہ ایسے حال میں اس کو اس طور سے نماز پڑھنی جائز ہے اور عطاء نے کہا کہ جب نمازی قبلے کی طرف منہ پھیرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جس طرف منہ کر کے نماز پڑھے جائز ہے۔

**فائدہ:** اس اثر سے معلوم ہوا کہ جس کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو اس کو لیٹ کر نماز پڑھنی جائز ہے اس لیے کہ عجز کے وقت جیسے کہ قبلے کی باب میں ایک فرض سے دوسرے کم فرض کی طرف انتقال ہے اسی طرح عجز کے وقت لیٹ کر نماز میں بھی ایک فرض سے دوسرے کم فرض کی طرف انتقال ہے اور جب ایک حل جائز ہے تو دوسرا بھی جائز ہو گا پس مسئلہ باب کا اس سے ثابت ہو گیا اور بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ جب بیٹھ کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو اس وقت آدمی سے نماز معاف ہو جاتی ہے سو اس سے معلوم ہوا کہ یہ خیال ان کا غلط اور باطل ہے۔

١٠٥٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ طَهْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ الْمُكْتِبُ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ بِيْ بَوَاسِيْرُ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فَقَالَ صَلِّ قَآئِمًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰى جَنْبٍ.

١٠٥٠۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو بواسیر کی بیماری تھی سو میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کا مسئلہ پوچھا کہ میں اس بیماری میں کس طرح نماز پڑھوں سو آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ اور اگر تجھ کو کھڑے ہونے کی طاقت نہیں تو بیٹھ کر نماز پڑھ اور اگر تجھ کو بیٹھنے کی طاقت بھی نہیں تو پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھ یعنی خواہ دائیں پر اور خواہ بائیں پر لیکن افضل دایاں پہلو ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکے تو اس وقت لیٹ کر نماز پڑھے اور اس کو کسی حال میں ترک نہ کرے پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مریض کو بیٹھ کر نماز پڑھنی اس وقت جائز ہے جب کہ کھڑے ہونے کی طاقت بالکل نہ رکھتا ہو قاضی عیاض نے اس قول کو شافعی سے حکایت کیا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام اسحاق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ طاقت نہ ہونا شرط نہیں بلکہ تکلیف ہونا شرط ہے گو طاقت موجود ہو اور شافعیہ کے نزدیک مشہور یہ بات ہے کہ اگر کھڑے ہونے میں سخت تکلیف ہو یا بیماری زیادہ ہونے کا خوف ہو یا ہلاک ہونے کا خوف ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز ہے اور تھوڑی تکلیف کافی نہیں ہے اور جو شخص کشتی میں سوار ہو تو اس کے حق میں سر کا چکرانا بھی سخت تکلیف میں داخل ہے اور اگر اس میں کھڑے نماز پڑھنے میں غرق ہونے کا خوف ہے تو وہ بھی سخت تکلیف میں داخل ہے یعنی ان صورتوں میں بھی بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز ہے اور جو شخص جہاد میں چھپ کر بیٹھا ہو اور جانے کہ جب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھوں گا تو مجھ کو دشمن دیکھ لے

گا تو اس کو بھی بیٹھ کر نماز پڑھنی جائز ہے یہ ایک قول شافعیہ کا ہے اور تکلیف میں اختلاف ہے جمہور کہتے ہیں کہ قیام اور قعود تکلیف میں دونوں برابر ہیں کہ جیسے انتقال کے واسطے قیام میں مشقت کا ہونا ضروری ہے ویسے ہی قعود میں بھی اس کا ہونا ضروری ہے اور امام الحرمین دونوں میں فرق کرتے ہیں اور یہ جو فرمایا کہ اگر بیٹھ نہ سکے تو اپنے پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھے تو اس سے معلوم ہوا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے سے عجز کے وقت پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھنی جائز ہے اور یہ قول جمہور علماء کا ہے اور حنفیہ اور بعض شافعیہ سے یہ روایت ہے کہ پہلو پر نہ لیٹے بلکہ چت لیٹے اور اپنے پاؤں قبلے کی طرف کرے اور اشارے سے رکوع سجود قبلے کی طرف کرے اور یہی ہے قول ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور شارح فارسی نے لکھا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک پہلی صورت بھی جائز ہے گو مختار نہیں لیکن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں واقع ہوا ہے کہ چت لیٹنا اسی وقت جائز ہے جب کہ پہلو پر لیٹنے کی طاقت نہ رکھتا ہو سو یہ دلیل ہے اس پر کہ چت لیٹنے کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو تو اس وقت نماز معاف ہے اور یہی قول ہے حنفیہ اور مالکیہ اور بعض شافعیہ کا کہتے ہیں کہ ان چار صورتوں کے سوا اور کوئی صورت حدیث میں نہیں آئی اور بعض شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر چت لیت کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو سر سے اشارے کے ساتھ نماز پڑھے یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے نماز پڑھے وہ کہتے ہیں کہ نماز عقل کے ساتھ معلق ہے سو جب تک عقل باقی رہے گی تکلیف ساقط نہیں ہو گی لیکن یہ صورتیں حدیث میں ثابت نہیں ہیں، کما مر انتھی ملخصا۔ (فتح)

بَابُ إِذَا صَلّٰي قَاعِدًا ثُمَّ صَحَّ أَوْ وَجَدَ خِفَّةً تَمَّمَ مَا بَقِيَ.

جب کوئی شخص عذر سے بیٹھ کر نماز پڑھے پھر نماز کے اندر اس عذر سے صحت پائے یا کچھ تخفیف پائے اس قدر کہ کھڑا ہو سکے تو باقی نماز کھڑے ہو کر تمام کرے۔

**فائدہ:** جو آدمی کسی عذر سے بیٹھ کر نماز شروع کرے اور پھر نماز کے اندر اس کو اس عذر سے صحت حاصل ہو جائے یا کچھ تخفیف ہو جائے تو اس پر تمام نماز کا دوہرانا واجب نہیں بلکہ جو باقی ہو اس کو پورا کرے یہی قول ہے جمہور علماء کا کہ نماز کو پھر پڑھنا ضروری نہیں کہتے اور محمد بن حسن سے روایت ہے کہ تمام نماز کو دوہرانا واجب ہے سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب سے اشارہ کیا کہ یہ قول مردود ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ شَآءَ الْمَرِيْضُ صَلّٰي رَكْعَتَيْنِ قَاعِدًا وَرَكْعَتَيْنِ قَآئِمًا.

اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر بیمار چاہے تو دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھے اور دو رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھے۔

**فائدہ:** مطلب اس قول کا یہ ہے کہ اگر بیمار دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھے پھر صحت پائے تو اس کو اختیار ہے کہ خواہ ساری نماز کو ابتدا سے کھڑے ہو کر دوہرائے اور خواہ پہلی نماز پر بنا کرے اور باقی دو رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھ لے پس مطابقت اس اثر کی باب سے ظاہر ہو گئی۔

١٠٥١ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ

١٠٥١۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلَاةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتّٰى أَسَنَّ فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا حَتّٰى إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَقَرَأَ نَحْوًا مِّنْ ثَلَاثِيْنَ اٰيَةً أَوْ أَرْبَعِيْنَ اٰيَةً ثُمَّ رَكَعَ.

حضرت ﷺ کو رات کی نماز بیٹھ کر پڑھتے کبھی نہیں دیکھا یہاں تک کہ آپ بوڑھے ہو گئے سو آپ رات کی نماز میں بیٹھ کر قرأت کرتے تھے یہاں تک کہ جب رکوع کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہوتے سو تیس یا چالیس آیت کی مقدار پڑھتے پھر رکوع کرتے۔

۱۰۵۲ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ وَأَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَآءَتِهٖ نَحْوٌ مِّنْ ثَلَاثِيْنَ أَوْ أَرْبَعِيْنَ اٰيَةً قَامَ فَقَرَأَهَا وَهُوَ قَآئِمٌ ثُمَّ يَرْكَعُ ثُمَّ سَجَدَ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ فَإِذَا قَضٰى صَلَاتَهٗ نَظَرَ فَإِنْ كُنْتُ يَقْظٰى تَحَدَّثَ مَعِيْ وَإِنْ كُنْتُ نَآئِمَةً اضْطَجَعَ.

۱۰۵۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے سو آپ بیٹھ کر قرأت پڑھتے سو جب آپ کی قرأت بقدر تیس یا چالیس آیات کے باقی رہتی تو کھڑے ہوتے اور اس کو کھڑے ہو کر پڑھتے پھر رکوع کرتے پھر سجدہ کرتے اور دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے اور جب نماز سے فارغ ہوتے تو نظر کرتے سو میں اگر بیدار ہوتی تو مجھ سے بات چیت کرتے اور اگر میں سوئی ہوتی تو لیٹ جاتے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی عذر سے پہلے بیٹھ کر نماز شروع کرے پھر نماز کے اندر کسی قدر کھڑے ہونے کی طاقت پائے تو اس کو باقی نماز کھڑے ہو کر پورا کرنا جائز ہے یعنی تمام نماز کو نئے سرے سے دوہرانا واجب نہیں کہ آپ نے طول قرأت کی وجہ سے کچھ نماز بیٹھ کر پڑھی پھر کسی قدر قیام کی طاقت پائی تو باقی نماز کھڑے ہو کر پوری کی پس مطابقت اس حدیث کی دوسرے جز باب سے ثابت ہو گئی اور چونکہ بعض نماز کا بیٹھ کر پڑھنا اور بعض کا کھڑے ہو کر پڑھنا دونوں صورتوں میں پایا جاتا ہے تو اس علت سے پہلے مسئلے باب کے ساتھ بھی اس کی مطابقت ثابت ہوئی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح کچھ نماز بیٹھ کر پڑھنا اور کچھ کھڑے ہو

کر پڑھنا جائز ہے اسی طرح کچھ نماز کھڑے ہو کر پڑھنا اور کچھ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے اس لیے کہ ان دونوں حالتوں میں کچھ فرق نہیں اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص عذر سے نماز کو لیٹ کر شروع کرے پھر نماز کے اندر بیٹھنے یا کھڑے ہونے کی طاقت پائے تو باقی نماز کو بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر پڑھے اور دوہرانے کی کچھ حاجت نہیں۔

❀......❀......❀
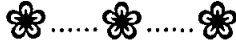
بسم اللہ الرحمن الرحیم

## كِتَابُ التَّهَجُّدِ یہ کتاب ہے تہجد کے بیان میں

**فائدہ:** تہجد کا معنی رات کو سونا اور رات کو جاگنا دونوں آیا ہے اور بعض کے نزدیک ہجود رات میں سونے کو کہتے ہیں اور تہجد رات میں جاگنے کو کہتے ہیں اسی سبب سے بعض نے کہا کہ تہجد خواب کے ترک کرنے کو کہتے ہیں اور شرع میں تہجد کہتے ہیں اس نماز کو جو رات کے وقت نیند سے جاگ کر پڑھی جاتی ہے۔

### بَابُ التَّهَجُّدِ بِاللَّيْلِ. رات میں نماز تہجد کے مشروع ہونے کا بیان۔

**فائدہ:** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس باب سے فقط نماز تہجد کا جواز ثابت کرنا ہے اس کا کوئی حکم بیان کرنا مقصود نہیں اور سب علماء کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ رات کی نماز یعنی تہجد امت پر فرض نہیں مگر بعض شاذ لوگ قدماء سے اس کو فرض کہتے ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس بات کی تصریح کی ہے کہ تہجد کی نماز امت پر فرض نہیں ہے جیسا کہ عنقریب بیان اس کا آئے گا۔

وَقَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ﴾. اور اللہ تعالیٰ کا قول کہ رات سے پس جاگتا رہ ساتھ نماز تہجد کے کہ وہ زیادتی ہے واسطے تیرے۔

**فائدہ:** جاننا چاہیے کہ علماء کو اس باب میں اختلاف ہے کہ تہجد کی نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس طرح سے خاص ہے بعض کہتے ہیں کہ نماز پنجگانہ کی طرح تہجد کی نماز بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرض ہے تو وہ اس آیت کا یہ معنی کرتے ہیں کہ یہ فرض زیادہ ہے واسطے تیرے یعنی اس کی فرضیت تیرے ساتھ مخصوص ہے امت پر پانچ نمازوں کی طرح یہ نماز فرض نہیں تو گویا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں چھ نمازیں فرض ہوئیں اور امت کے حق میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں اور بعض کہتے ہیں کہ تہجد کا فرض ہونا جیسا کہ امت کے حق میں منسوخ ہے اسی طرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی منسوخ ہو گیا ہے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہی بات صحیح ہے کہ آپ کے حق میں تہجد کا فرض ہونا منسوخ ہو گیا ہے اور یہی مذہب ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جیسے کہ مستقل باب میں آئندہ آئے گا پس یہ لوگ جو کہ نسخ کے قائل ہیں وہ تہجد کو سنت کہتے ہیں تو ان کے نزدیک مراد نافلة لك سے زیادتی درجوں کی ہے یعنی اس نماز میں درجوں کا بلند اور زیادہ ہونا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اس لیے کہ اور لوگوں کو فرض اور نفلوں سے درجے حاصل نہیں ہوتے بلکہ وہ نمازیں ان کے گناہ کا کفارہ ہوتے ہیں اور چونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مغفور مطلق ہیں اور اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ

سب بخش دیے ہیں تو ان کے حق میں یہ نماز موجب بلندی درجوں کا ہے جو اور خلقت کو میسر نہیں مجاہد نے کہا کہ نفل حضرت ﷺ کے ساتھ خاص ہیں اور ان کے حق میں نفل نہیں بلکہ گناہ کا کفارہ ہیں پس معلوم ہوا کہ اس سے آپ کے درجے بلند ہوتے ہیں اور مراتب عالیہ حاصل ہوتے ہیں اور اگر کوئی کہے کہ جب آپ کے سب گناہ اللہ نے بخش دیے ہیں تو نماز روزہ وغیرہ احکام شرعیہ آپ پر کیوں فرض ہوئے تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس صورت میں تکالیف شرعیہ آپ کے حق میں ٹھنڈک آنکھ کے ہوں گے پس دنیا میں آپ کی نماز ایسی ہوگی جیسے کہ بہشت میں بہشتیوں کی تسبیح ہوگی یہ نہیں کہ آپ کی نماز تکلیف کی وجہ سے ہو یہ قول امام الحرمین کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی چیز کو واجب کرے تو واجب ہو جائے گی اگرچہ اس پر کوئی وعید وارد نہ ہو تو اس صورت میں تکالیف شرعیہ کا آپ کے حق میں باقی رہنا محال نہیں بوجہ معصوم ہونے آپ کے جانب وعید سے یہ قول قاضی کا ہے تو دونوں صورتوں میں آپ گناہ سے معصوم ہیں نہ آپ کے حق میں کوئی گناہ ہے اور نہ عتاب اور اگر کوئی کہے کہ جب آپ گناہ سے معصوم ہیں تو پھر قرآن میں آپ کو استغفار کرنے کا کیوں حکم ہوا حالانکہ استغفار تو اسی چیز سے ہوتا ہے جو قابل مغفرت ہو تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ استغفار مقید ہے ساتھ فرض اور تقدیر کے یعنی اگر بالفرض والتقدیر مجھ سے کوئی گناہ صادر ہوا اور تیری عصمت مجھ کو گناہ سے مانع ہو تو میں اس سے مغفرت چاہتا ہوں اور یا یہ استغفار آپ کا اپنی امت کے گناہوں کے واسطے تھا، واللہ اعلم بالصواب۔

۱۰۵۳ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِيْ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ لَكَ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ

۱۰۵۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ رات سے تہجد کی نماز پڑھنے کو اٹھتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے کہ الٰہی! اے ہمارے رب! تیری ہی حمد ہے اور جو حمد کہ ظاہر میں دوسرے کو ہے وہ بھی تیری ہی طرف راجع ہے تو ہی ہے آسمانوں اور زمین کا تھامنے والا اور جو ان کے درمیان ہے (یعنی آدم اور جن اور فرشتے وغیرہ مخلوقات کا کہ اگر ایک طرفۃ العین بھی تیری نظر ان پر نہ ہو تو تمام فنا ہو جائیں) اور تیرا ہی شکر ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت تیرے لیے ہے اور جو ان کے درمیان ہیں اور تیرا ہی شکر ہے تو ہی آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان والوں کی رونق اور روشنی (یعنی تو ہی ہے ان کو روشن کرنے والا تجھ ہی سے راہ پاتا ہے جو ان کے درمیان ہے اور یا تو پاک ہے ہر عیب سے)

وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَوْ لَا إِلٰهَ غَيْرُكَ قَالَ سُفْيَانُ وَزَادَ عَبْدُ الْكَرِيْمِ أَبُوْ أُمَيَّةَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِيْ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ مِنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور تیرے ہی واسطے شکر ہے تو آسمان اور زمین اور ان کے درمیان والوں کا بادشاہ ہے (یعنی سب تیرے حکم میں ہیں اور تیرے فرمان کے تابع ہیں) اور تیرے ہی واسطے شکر ہے تو سچ ہے (یعنی تیرا وجود حق اور ثابت ہے اور باقی کل فانی ہیں) اور تیرا وعدہ بھی سچ ہے اور تیرا ملنا بھی سچ ہے (یعنی آخرت میں تیرا دیدار حق ہے یا مخلوق کو آخرت میں عملوں کا بدلہ دینا حق ہے) اور تیرا قول حق ہے یعنی جو تو نے فرمایا اور جس چیز کی خبر دی سب سچ ہے) اور بہشت حق ہے اور دوزخ حق ہے (یعنی اس وقت وہ دونوں موجود ہیں) اور پیغمبر حق ہیں اور خاص کر محمد ﷺ کہ سب سے اشرف اور افضل ہیں حق ہیں اور قیامت حق ہے جس طرح کہ حضرت ﷺ نے اس کی تفصیل بیان فرمائی یعنی یہ سب چیزیں سچ ہیں ان میں کچھ شک نہیں الٰہی! میں تیرا تابعدار ہوں اور میں تیرے ساتھ ایمان لایا اور تجھ پر میں نے بھروسہ کیا اور تیری طرف میں نے رجوع کیا اور میں تیری مدد سے جھگڑتا ہوں کہ تو نے مجھ کو معجزات اور دلائل دیے اور تیری ہی طرف میں جھگڑے میں رجوع کرتا ہوں کہ تو فیصلہ کرے (یعنی اس شخص کا جھگڑا جو حق سے انکار کرے) سو بخش دے مجھ کو جو کہ میں نے آگے کیا اور جو پیچھے ڈالا اور جس کو میں نے چھپایا اور جو ظاہر کیا اور یا جو زبان سے نکالا اور دل میں گزرا تو ہی آگے کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور تو ہی پیچھے کرتا ہے جس کو چاہتا ہے کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے تیرے راوی کو شک ہوا کہ آپ نے **لا اله الا انت** فرمایا یا **لا اله غیرك** لیکن مطلب دونوں کا ایک ہے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ آیا ہے **لا حول ولا قوة الا باللّٰہ** یعنی نہیں طاقت پھرنے کی گناہ سے اور نہ قوت بندگی

کی مگر ساتھ مدد اللہ کے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بدلہ عملوں کا حق ہے اور یہ کہ ایمان لانا واجب ہے اور یہ کہ اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے اور اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور یہ کہ جب کوئی دعا مانگے تو مستحب ہے کہ اس کے اول میں اللہ کی تعریف کرے اور اس کی حمد کہے اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ بخش دے مجھ کو تو اس واسطے فرمایا کہ اس میں اپنی کسر نفسی اور تواضع ہے اور نیز اس میں اللہ کی تعظیم اور بزرگی پائی جاتی ہے اور نیز اس میں امت کی تعلیم ہے کہ امت بھی آپ کی اس میں اقتدا کرے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھنی جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

## بَابُ فَضْلِ قِيَامِ اللَّيْلِ. تہجد کی نماز کی فضیلت کا بیان۔

**فائدہ:** نماز تہجد کی فضیلت کے باب میں بہت حدیثیں اور آثار آچکے ہیں چنانچہ اللہ نے پیغمبر ﷺ کو اس کے بدلے مقام محمود یعنی شفاعت کبریٰ کا وعدہ فرمایا ہے اس واسطے امت کو بھی ضروری ہے کہ اس میں آپ کی پیروی کریں تا کہ ان کو بھی اس انعام سے حصہ ملے اور اللہ نے قرآن میں رات کو اٹھنے والوں کی کئی جگہ مدح فرمائی ہے سب سے زیادہ تر واضح یہ آیت ہے کہ کوئی جی نہیں جانتا جو پوشیدہ کیا ہے اللہ نے واسطے ان کے ٹھنڈک آنکھ سے اور تہجد کی فضیلت کے باب میں سب حدیثوں سے زیادہ صریح یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرض نماز کے بعد سب نمازوں سے افضل تہجد کی نماز ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تہجد کی نماز فجر کی سنتوں سے بھی افضل ہے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہی بات قوی ہے لیکن چونکہ اس حدیث کے وصل اور ارسال میں اختلاف ہے اس واسطے فجر کی سنتیں اس سے مستثنیٰ ہوں گی کہ صحیح مسلم میں ہے کہ دو رکعتیں فجر کی بہتر ہیں تمام دنیا سے اور جو اس کے درمیان ہے اور وہ افضل ہیں دو رکعتوں سے جو رات کے درمیان پڑھی جائیں اور مراد حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ ہے کہ مطلق نفل رات کے دن کے مطلق نفلوں سے افضل ہیں پس فجر کی سنتیں اس میں داخل نہیں ہوں گی پس اس سے حدیثوں میں تطبیق ہوگئی اور تعارض دفع ہو گیا اور قسطلانی میں لکھا ہے کہ فرض نماز کے بعد وتر کو سب نمازوں پر فضیلت ہے پھر بعد اس کے فجر کی سنتوں کو سب پر فضیلت ہے حکایت کیا ہے کہ کسی شخص نے جنید بغدادی کو موت کے بعد خواب میں دیکھا سو اس نے پوچھا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا انہوں نے جواب دیا کہ ہماری سب عبادتیں اکارت ہوگئیں اور ہمارے سب اشارات (جو معارف اور حقائق میں کیا کرتے تھے) فانی اور برباد ہو گئے اور نہ نفع دیا ہم کو کسی عبادت نے مگر ان رکعتوں نے جن کو ہم رات کے درمیان پڑھا کرتے تھے، انتہیٰ۔

١٠٥٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح

۱۰۵۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کی زندگی میں جب کوئی مرد خواب دیکھتا تھا تو

وَحَدَّثَنِیْ مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأٰى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمَنَّيْتُ أَنْ أَرٰى رُؤْيَا فَأَقُصَّهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا وَكُنْتُ أَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَخَذَانِيْ فَذَهَبَا بِيْ إِلَى النَّارِ فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ وَإِذَا فِيْهَا أُنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ فَجَعَلْتُ أَقُوْلُ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ قَالَ فَلَقِيَنَا مَلَكٌ اٰخَرُ فَقَالَ لِيْ لَمْ تُرَعْ فَقَصَصْتُهَا عَلٰى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيْلًا.

اس کو آپ سے بیان کرتا تھا سو میں نے تمنا کی اس بات کی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھوں اور اس کو حضرت ﷺ سے بیان کروں اور میں جوان لڑکا تھا اور حضرت ﷺ کے وقت میں مسجد میں سویا کرتا تھا سو میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کہ دو فرشتوں نے مجھ کو پکڑا اور دوزخ کی طرف لے گئے سو ناگہاں وہ کنوئیں کی طرح گول بنے تھے یعنی اس کا منہ گول بنا ہوا تھا اور یکا یک اس کے دونوں طرف ذو قران یعنی دو کھونٹے یا دو دیواریں تھیں اور ناگہاں اس میں کئی لوگ تھے جن کو میں پہچانتا تھا سو میں دوزخ کو دیکھ کر کہنے لگا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں دوزخ سے سو تیسرے فرشتے نے مجھ سے کہا کہ تو مت ڈر سو میں نے یہ خواب اپنی بہن حفصہ سے بیان کیا اور حفصہ نے اس کو حضرت ﷺ سے کہا سو آپ نے فرمایا کہ عبداللہ اچھا مرد ہے اگر رات کو تہجد کی نماز بھی پڑھتا ہو (اس رات سے) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو بہت کم سوتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تہجد کی نماز کو دوزخ سے بچانے کی بڑی تاثیر ہے سو اس سے تہجد کی نماز کی فضیلت ثابت ہوئی اور آنحضرت ﷺ کے وقت مسجد میں سونا ثابت ہے وجہ مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہو گئی۔

## بَابُ طُوْلِ السُّجُوْدِ فِيْ قِيَامِ اللَّيْلِ.

رات کی نماز میں لمبا سجدہ کرنے کا بیان۔

**فائدہ:** رات کی نماز میں مستحب کہ سجدہ لمبا کرے اس لیے کہ اس ہیئت میں ذلت اور تضرع بہت ہے اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ سجدے میں آدمی اللہ سے بہت قریب ہوتا ہے۔

١٠٥٥ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا

١٠٥٥۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ

شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً كَانَتْ تِلْكَ صَلَاتَهُ يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ أَنْ يَّرْفَعَ رَأْسَهُ وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُنَادِيْ لِلصَّلَاةِ.

گیارہ رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے یعنی رات میں یہ آپ کی ہمیشہ کی نماز تھی اس سے ایک سجدہ اس قدر لمبا کرتے کہ آدمی پچاس آیتیں پڑھ سکے سر اٹھانے سے پہلے اور پڑھتے دو رکعتیں فجر کی نماز سے پہلے یعنی فجر کی سنتیں پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ مؤذن نماز کی اطلاع دینے کو آپ کے پاس آتا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کی نماز میں سجدہ لمبا کرنا مستحب ہے پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

## بَابُ تَرْكِ الْقِيَامِ لِلْمَرِيْضِ.

بیمار کو تہجد کی نماز چھوڑ دینی جائز ہے۔

١٠٥٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا يَقُوْلُ اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ.

١٠٥٦۔ حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے سو آپ نے ایک رات یا دو رات تہجد کی نماز نہ پڑھی۔

**فائدہ:** فضائل قرآن میں اتنا لفظ زیادہ آیا ہے کہ ایک عورت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی سو اس نے کہا کہ اے محمد! میں نہیں دیکھتی مگر یہ کہ تیرے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا پس اس وقت اللہ نے سورت والضحیٰ اتاری اور ابو حاتم نے جندب رضی اللہ عنہ سے اس طور سے روایت کی ہے کہ آپ کی انگلی پر پتھر لگا سو اس سے خون نکلا سو آپ نے فرمایا هل انت إلا اصبع دميت في سبيل الله مالقيت پھر آپ نے دو یا تین رات قیام نہ کیا سو ایک عورت آپ کے پاس آئی سو اس نے کہا کہ تیرے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا ہے۔

١٠٥٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ احْتَبَسَ جِبْرِيْلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

١٠٥٧۔ حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ دنوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی بند ہو گئی سو قریش کی ایک عورت (یعنی ابو لہب کی بیوی جس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے حمالة الحطب فرمایا) نے کہا کہ اس کے شیطان نے اس پر دیر کی

فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اَبْطَأَ عَلَيْهِ شَيْطَانُهُ فَنَزَلَتْ ﴿وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾.

سو یہ سورۂ نازل ہوئی ﴿وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى﴾ (یعنی قسم ہے دھوپ چڑھتے وقت کی اور رات کی جب چھا جائے کہ نہ رخصت کیا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ بیزار ہوا)۔

**فائدہ:** یہ حدیث تمہ ہے پہلی حدیث کا اس لیے کہ مخرج دونوں کا ایک ہے اگرچہ سبب مختلف ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

**بَابُ تَحْرِيْضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَلَاةِ اللَّيْلِ وَالنَّوَافِلِ مِنْ غَيْرِ إِيْجَابٍ.**

حضرت ﷺ کا لوگوں کو رات کی نماز اور نفلوں پر رغبت دلانے کا بیان سوائے واجب کرنے کے۔

**فائدہ:** اس باب میں دو مسئلوں کا بیان ہے ایک ترغیب دینا اور دوسرا وجوب کی نفی کرنا سو ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پہلا مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے دوسرا مسئلہ ثابت ہوتا ہے بلکہ چاروں حدیثوں سے وجوب کی نفی نکلتی ہے اور اس باب میں نوافل کا بیان تقریبا واقع ہوا ہے ورنہ غیر ایجاب کے ساتھ اس کی کچھ حاجت نہیں اور احتمال ہے کہ رات کا جاگنا نماز اور قرآن اور ذکر وغیرہ سب کو شامل ہو پس اس صورت میں نوافل کا لفظ عطف خاص کا عام پر ہوگا۔

وَطَرَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَيْلَةً لِلصَّلَاةِ.

اور حضرت ﷺ ایک رات فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے رات کی نماز کی ترغیب دینے کو جیسے کہ ابھی آتا ہے۔

١٠٥٨ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَيْقَظَ لَيْلَةً فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتْنَةِ مَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْخَزَآئِنِ مَنْ يُّوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ يَا رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْاٰخِرَةِ.

١٠٥٨۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ایک رات سو کر جاگے سو فرمایا کہ سبحان اللہ آج کی رات کیا ہے کہ اور آج کی رات کیا ہے فتنے اور فساد نازل ہوئے ہیں رحمت کے خزانے اترے ہیں کوئی ہے کہ کوٹھڑیوں والی عورتوں کو جگائے یعنی آپ کی بیویوں کو تاکہ تہجد کی نماز پڑھیں بہت عورتیں دنیا میں پوشاک دار ہیں اور آخرت میں ننگی ہیں یعنی دنیا میں باعزت ہیں اور آخرت میں گناہ سے ان کی فضیحت ہوگی۔

**فائدہ:** مراد اس سے جگانا ہے نماز کے لیے نہ محض واسطے اخبار نزول عذاب اور رحمت کے کہ اس کی تاخیر دن تک ہی ممکن ہے اور نیز اس حدیث کے بعض طریقوں میں اتنا لفظ زیادہ آیا ہے تا کہ نماز پڑھیں پس اس سے رات کی نماز کی ترغیب ثابت ہوگئی اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ رات کی نماز واجب نہیں کہ آپ نے اس کو ان پر لازم نہیں کیا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور مراد رحمت کے خزانوں سے وہ خزانے ہیں جو عبادت کرنے والوں اور تہجد پڑھنے والوں کے لیے نازل ہوتے ہیں اور مراد فتنے فساد سے وہ بلائیں اور تکلیفیں ہیں جو گنہگاروں کے واسطے نازل ہوتی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس حدیث میں فتوح اسلام اور اس امت کے فساد ہیں جو حضرت ﷺ کے بعد واقع ہوں گے، واللہ اعلم بالصواب۔

١٠٥٩ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَقَالَ أَلَا تُصَلِّيَانِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللّٰهِ فَإِذَا شَآءَ أَنْ يَّبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ حِيْنَ قُلْنَا ذٰلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ ﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾.

١٠٥٩۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ایک رات اس کے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا کہ کیا تم دونوں رات کو نماز نہیں پڑھا کرتے ہو سو میں نے عرض کی کہ یا حضرت! ہماری جانیں اللہ کے قابو میں ہیں سو جب وہ ہم کو اٹھانا چاہتا ہے تو ہم اٹھتے ہیں یعنی نیند سے سو جب میں نے یہ بات کہی تو آپ پھر کر چلے اور مجھ سے کچھ نہ بولے پھر میں نے آپ سے سنا کہ پیٹھ پھیرے ہوئے اپنی رانوں پر ہاتھ مارتے تھے اور کہتے تھے کہ انسان بڑا جھگڑالو ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث کے ایک طریق میں یہ لفظ زیادہ ہے کہ حضرت ﷺ ہمارے پاس آئے اور ہم کو نماز کے لیے جگایا پھر اپنے گھر کی طرف پلٹ گئے اور کچھ رات نماز پڑھتے رہے سو ہماری کچھ آواز نہ سنی تو پھر ہمارے پاس آئے اور ہم کو جگایا اس سے معلوم ہوا کہ رات کی نماز کی بڑی فضیلت ہے ورنہ حضرت ﷺ اپنے بیٹی اور داماد کو ایسے آرام کے وقت نہ جگاتے لیکن آپ نے چاہا کہ وہ اس فضیلت کو حاصل کریں اور اس آرام کو چھوڑ دیں پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نماز واجب نہیں کہ آپ نے اس پر سکوت فرمایا اور اس کو ان پر لازم نہ کیا اور یہ جو آپ نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارا تو یہ ان کے جلدی جواب دینے کے تعجب سے تھا اس واسطے کہ یہ عذر مناسب مقام تکلیف کے نہیں ہے احکام شرع کی متابعت واجب ہے حقیقت تقدیر کا لحاظ کرنا لائق نہیں بلکہ قصور

کو اپنے نفس کی طرف نسبت کرنا چاہیے اور اگر کوئی کہے کہ آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا آپس میں جھگڑنا اور تقدیر کے لحاظ سے آدم علیہ السلام کا جیت جانا اس کے مخالف ہے تو کہا جائے گا کہ یہ جھگڑنا اس کا عالم ارواح میں تھا اور یہ جہان تکلیف کی جگہ ہے پس اس جہان کو اس پر قیاس کرنا جائز نہیں اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ افسوس کے وقت اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے جائز ہیں اور یہ کہ نفلوں کے واسطے سوئے کو جگانا جائز ہے اور یہ کہ سکوت جواب ہے اور اعراض ہے اس قول سے جو مراد کے مطابق نہ ہو گو فی نفسہ حق ہو۔

١٠٦٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَّعْمَلَ بِهٖ خَشْيَةَ أَنْ يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ وَمَا سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَةَ الضُّحٰى قَطُّ وَإِنِّيْ لَأُسَبِّحُهَا.

١٠٦٠۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک عمل نفلی کو چھوڑ دیتے تھے (اور دوست رکھتے تھے کہ اس کو کریں) اس ڈر سے کہ لوگ اس کے ساتھ عمل کریں تو ان پر فرض ہو جائے اور پھر اگر نہ ہو سکے تو گنہگار ہوں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز کبھی نہیں پڑھی اور البتہ میں اس کو پڑھتی ہوں۔

**فائدہ:** نفلی عمل میں رات کی نماز بھی داخل ہے اور آپ کا اس کو دوست رکھنا دلیل ہے ترغیب کی اور اس کو ترک کرنا دلیل ہے عدم وجوب کی پس مناسبت حدیث کی باب سے ظاہر ہو گئی خاص کر ساتھ واسطے حدیث آئندہ کے اور یہ جو فرمایا کہ آپ فرض ہونے کے ڈر سے ایک عمل کو چھوڑ دیتے تھے تو یہ اس واسطے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاری تھی کہ جس عمل پر آپ ہمیشگی کرتے تھے وہ عمل فرض ہو جاتا تھا لیکن اس پر یہ شبہ آتا ہے کہ آپ نے مؤکدہ سنتوں پر ہمیشگی کی اور پھر بھی وہ فرض نہ ہوئیں مگر شاید آپ کو وحی سے معلوم ہوا ہو گا کہ اس پر ہمیشگی کریں تو فرض ہو جائے گا، واللہ اعلم۔

١٠٦١ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى بِصَلَاتِهٖ نَاسٌ ثُمَّ صَلّٰى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ ثُمَّ اجْتَمَعُوْا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ أَوِ

١٠٦١۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں (تراویح کی) نماز پڑھی سو چند اصحاب نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر آپ نے دوسری رات بھی اسی طرح نماز پڑھی سو اس رات میں پہلے سے بہت لوگ جمع ہوئے پھر تیسری یا چوتھی رات کو پہلے سے بھی بہت لوگ جمع ہوئے سو اس رات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تشریف نہ لائے سو جب صبح ہوئی تو فرمایا کہ میں نے تمہارا حال یعنی تراویح

الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ قَدْ رَأَيْتُ الَّذِىْ صَنَعْتُمْ وَلَمْ يَمْنَعْنِىْ مِنَ الْخُرُوْجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا أَنِّىْ خَشِيْتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ وَذٰلِكَ فِىْ رَمَضَانَ.

کے واسطے جمع ہونا معلوم کیا اور کسی چیز نے مجھ کو باہر آنے سے نہیں روکا مگر یہ کہ میں ڈرا کہ وہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے اپنے گھروں میں جا کر پڑھو اور یہ واقعہ رمضان میں تھا۔

**فائدہ:** یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے اور آئندہ بھی بیان اس کا آئے گا فتح الباری میں لکھا ہے کہ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے رات کی نماز فرض ہو جانے کی امید کو وجود مواظبت پر مرتب کیا اور اسمیں شبہ ہے اور محب طبری نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ شاید آپ کو وحی سے معلوم ہوا تھا کہ اگر تو اس نماز پر ہمیشگی کرے گا تو ہم اس کو امت پر فرض کر دیں گے سو آپ نے ان کے حق میں تخفیف کو پسند رکھا اور ہمیشگی کو چھوڑ دیا اور یا شاید آپ کے دل میں یہ بات واقع ہوئی ہو گی جیسا کہ بعض عبادتوں میں (جن پر آپ نے ہمیشگی کی) واقع ہوا اور فرض ہو گئیں اور یا شاید اس ڈر سے اس کو ترک کیا ہو گا کہ کوئی آدمی مواظبت سے اس کو واجب نہ سمجھ لے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ کسی کام کو کرتے اور لوگ اس میں آپ کی اقتدا کرتے تو وہ واجب ہو جاتا تھا لیکن یہ جواب بعید ہے کہ حضرت ﷺ نے مؤکدہ سنتوں پر ہمیشگی کی اور اصحاب نے بھی اس میں آپ کی پیروی کی اور پھر بھی وہ فرض نہ ہوئیں اور ابن بطال نے کہا کہ شاید آپ نے یہ اس وقت فرمایا ہو گا جب کہ رات کی نماز آپ پر فرض تھی اور امت پر فرض نہیں تھی سو آپ نے خوف کیا کہ میری طرح یہ نماز امت کے حق میں بھی فرض نہ ہو جائے اس لیے کہ اصل شرع میں پیغمبر ﷺ اور امت دونوں برابر ہیں اور یا شاید آپ نے یہ خوف کیا ہو گا کہ اگر اس پر ہمیشگی کریں گے تو اس سے ضعیف ہو جائیں گے سو اس کا تارک بوجہ ترک اتباع حضرت ﷺ کے گنہگار ہو گا اور امام خطابی نے اس ڈر کے اصل پر اعتراض کیا ہے یعنی یہ خوف کرنا سرے سے بے اصل ہے اس لیے کہ معراج کی حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ یہی پانچ نمازیں ہیں اور فرمایا کہ میرے پاس بات نہیں بدلتی ہے سو جب اللہ کی بات بدل نہیں سکتی اور نماز پنجگانہ کے سوا اور کسی نماز کا فرض ہونا ممکن نہیں تو پھر آپ نے اس نماز کے فرض ہونے کا خوف کیوں کیا اور یہ اعتراض پہلے جوابوں سے دفع ہو سکتا ہے اور امام خطابی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ رات کی نماز آپ پر فرض تھی اور احکام شرعیہ میں امت کو آپ کی اقتدا کرنا لازم ہے یعنی جب کہ آپ کسی امر پر ہمیشگی کریں تو آپ ان کی طرف نہ نکلیں تا کہ یہ نماز بھی واجب میں داخل نہ ہو جائے کہ امت کو آپ کے ساتھ اقتدا کرنے کا حکم آ چکا ہے نہ یہ کہ نماز پنجگانہ پر جدید فرض زائد ہو جائے اور یہ اس طور پر ہے کہ جیسے کہ کوئی شخص اپنے نفس پر نذر کی نماز واجب کر لے تو وہ اس پر واجب ہو جاتی ہے باوجودیکہ اس سے اصل شرع میں فرض کا زیادہ ہونا

لازم نہیں آتا اور کہا کہ اس میں ایک اور احتمال بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ نے پہلے پچاس نمازیں فرض کیں پھر نبی کی شفاعت سے اس میں تخفیف کی اور معافی دی سو جب امت نے معاف شدہ نمازوں کا التزام کیا اور ان کو اپنے نفسوں پر فرض ٹھہرایا تو کچھ عجب نہیں کہ یہ فرض ان کے حق میں مکرر ثابت ہو جائے اور دوبارہ واجب ہو جائے جیسے کہ یہود و نصاریٰ نے رہبانیت کا التزام کیا تھا پھر جب انہوں نے اس میں قصور کیا تو اللہ نے اس پر ان کا عیب پکڑا لیکن ان دونوں جوابوں میں شبہ ہے اور تین جواب اس کے اور بھی ہیں اول یہ ہے کہ شاید آپ نے قیام رات کے فرض ہونے سے خوف کیا ہو گا یعنی یہ کہ شاید تہجد کی نماز کا مسجد میں جماعت سے پڑھنا صحت نفل کے واسطے شرط ہو جائے اسی کی تائید کرتا ہے یہ قول آپ کا کہ اے لوگو! اپنے گھروں میں نفل پڑھو...... الخ۔ دوسرا یہ ہے کہ شاید آپ نے رات کی نماز کے فرض کفایہ ہونے سے خوف کیا ہو گا نہ فرض عین ہونے سے سو نماز پنجگانہ پر زیادہ فرض ہونا لازم نہ آئے گا جیسے کہ عید کی نماز وغیرہ کو بعض لوگ واجب کہتے ہیں۔ تیسرا یہ ہے کہ شاید آپ نے خاص کر قیام رمضانؑ کے فرض بھی ہونے سے خوف کیا ہو گا جیسا کہ باب کی حدیث میں یہ لفظ موجود ہے کہ یہ رمضان میں تھا تو اس سے یہ اعتراض دفع ہو جائے گا اس لیے کہ قیام رمضان کا نماز پنجگانہ کی طرح ہر روز مکرر نہیں ہوتا تو پانچ نمازوں پر زیادہ فرض کا ہونا لازم نہ آئے گا لیکن میری نظر میں پہلا جواب زیادہ قوی ہے اور اللہ سبحانہ خوب جانتا ہے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ رات کو نماز پڑھنا مستحب ہے خاص کر رمضان میں جماعت سے پڑھنا تو بطریق اولیٰ مستحب ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ کے بعد اس کے فرض ہونے کا خوف نہیں رہا اسی واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کیا جیسا کہ کتاب الصیام میں آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور یہ کہ اللہ کی تقدیر سے بھاگنا جائز ہے قالہ المطلب اور یہ کہ جب کوئی بڑا آدمی خلاف عادت کام کرے تو اس کو چاہیے کہ اس کا عذر بیان کرے اور اس کی حکمت بتلا دے اور یہ کہ دنیا میں آدمی زاہد بنے اور جھونپڑی وغیرہ ادنیٰ چیزوں پر اکتفا کرے اور یہ کہ آپ کو اپنی امت پر نہایت شفقت اور رحمت تھی اور یہ کہ فساد کے خوف سے مستحب امر کو چھوڑ دینا جائز ہے اور زیادہ اہم مصلحت کو مقدم کرنا چاہیے اور یہ کہ جس نے امامت کی نیت نہ کی ہو اس کی اقتدا کرنا جائز ہے اور اس کا مقتدی ہونا جائز ہے اور یہ کہ جب نفل جماعت سے پڑھے جائیں تو اس وقت اذان اور اقامت کو ترک کرنا جائز ہے انتہیٰ ملخصا اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

## بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَ يَقُوْمُ حَتّٰى تَفَطَّرَ قَدَمَاهُ وَالْفُطُوْرُ

حضرت ﷺ رات کو بہت کھڑے ہوتے یہاں تک کہ آپ کے قدم ورم کر جاتے اور سوج جاتے اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ رات کو کھڑے ہوتے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں پھٹ گئے امام بخاری رحمہ اللہ نے

الشُّقُوْقُ انفَطَرَتِ انْشَقَّتْ.

کہا کہ فطور (جو آیت ﴿هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ﴾ میں واقع ہوا ہے) کا معنی شقوق ہے یعنی پھٹ جانا اور انفطرت (جو آیت ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾ میں واقع ہوا ہے) کا معنی انشقت ہے یعنی جب آسمان پھٹ جائیں گے۔

**فائدہ:** چونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں تفطر کا لفظ واقع ہوا تھا اس مناسبت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کے ان دو لفظوں کے معنی بیان کر دیے کہ ان سب کا مادہ ایک ہے۔

١٠٦٢ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُوْمُ أَوْ لَيُصَلِّيَ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ أَوْ سَاقَاهُ فَيُقَالُ لَهٗ فَيَقُوْلُ أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا.

١٠٦٢۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ البتہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو شب خیزی کرتے تھے اور تہجد کی نماز پڑھتے تھے یعنی بہت کثرت سے یہاں تک کہ آپ کے قدم ورم کر گئے اور سوج گئے سو اصحاب نے آپ سے عرض کی آپ کس واسطے اتنی مشقت اور تکلیف اٹھاتے ہیں کہ آپ کے تو اگلی پچھلی بھول چوک معاف ہوگئی ہے تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں یعنی یہ میری عبادت گناہ بخشانے کے واسطے نہیں بلکہ اپنے رب کے احسان کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میری مغفرت کا وعدہ کیا اور مجھ کو افضل الانبیاء بنایا اور مجھ کو بندگی کی توفیق دی۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کسی طرح اللہ کی بندگی سے بے پرواہ نہیں ہوسکتا اگر مغفرت ہوئی تو اس کی شکر گزاری واجب ہے اور بیان اس کا اوپر گزر چکا ہے اور یہ جو بعض جاہل اور ملحد فقیر کہتے ہیں کہ جب آدمی کامل ہو جائے اور خدا رسیدہ ہو جائے تو اس کو عبادت کی کچھ حاجت نہیں سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ بات غلط اور باطل ہے بلکہ کفر ہے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کون آدمی زیادہ کامل ہوگا جس کو عبادت کی حاجت نہ ہو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی کو سخت عبادت اختیار کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس سے تھک نہ جائے اور یہ کہ شکر کے واسطے نماز پڑھنی جائز ہے اور یہ کہ جیسے شکر زبان سے ہوتا ہے ویسے ہی عمل سے بھی ہوتا ہے اور مناسبت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَنْ نَامَ عِنْدَ السَّحَرِ.

پچھلی رات میں سونے کا بیان یعنی جو شخص پہلی رات کو نماز

پڑھے اور پچھلی رات کو سو جائے تو یہ اللہ کو بہت پسند ہے۔

١٠٦٣ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللّٰهِ صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا.

١٠٦٣۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا کہ نہایت پیاری نماز اللہ کے نزدیک داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور نہایت پیارا روزہ اللہ کے نزدیک داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے کہ وہ آدھی رات تک تو سوتے تھے اور تہائی رات تہجد کی نماز پڑھتے تھے اور جب چھٹا حصہ رات کا باقی رہتا تو پھر وہ سو رہتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہ رکھتے تھے۔

**فائدہ**: اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کے بعد پچھلی رات سو رہنا اللہ کو بہت پسند ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور تہجد کی نماز تہائی رات میں اس واسطے پسند ہوئی کہ اس میں جسم کا حق اور اللہ کا حق بخوبی ادا ہوتا ہے اور نیز اس میں آدمی کا مزاج معتدل اور درست رہتا ہے خصوصا جو شخص پہلی رات کو جاگے اور پچھلی رات کو سو جائے تو اس کو بہت ہی فائدے ہیں کہ رات کے جاگنے کی مشقت اس سے دور ہو جاتی ہے اور فجر کی نماز بھی بخوبی ادا ہو جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام رات کا جاگنا بہتر نہیں کہ اس میں سراسر مشقت اور جان کاہی ہے اور آخر کو آدمی بہ سبب بیماری اور ضعف کے تہجد سے بالکل محروم رہتا ہے اور ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ نہ رکھنا اللہ کو اس واسطے پسند ہے کہ برابر متصل روزہ رکھنے سے آدمی کو عادت ہو جاتی ہے روزے کی کیفیت باقی نہیں رہتی پس معلوم ہوا کہ پیغمبروں کا طریقہ اعتدال ہے تو نہ عبادت میں زیادتی اور نہ نہایت کمی اور یہی راہ اللہ کو پسند ہے کہ اس کا نباہ ہمیشہ ہو سکتا ہے۔

١٠٦٤ ـ حَدَّثَنِيْ عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَشْعَثَ سَمِعْتُ أَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ مَسْرُوْقًا قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الدَّآئِمُ قُلْتُ مَتٰى كَانَ يَقُوْمُ قَالَتْ كَانَ يَقُوْمُ إِذَا سَمِعَ

١٠٦٤۔ حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نہایت پیارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کون سا عمل تھا اس نے کہا کہ جس کو آدمی ہمیشہ کرتا رہے کبھی ترک نہ کرے میں نے کہا کہ آپ رات کو تہجد کے واسطے کس وقت کھڑے ہوتے تھے اس نے کہا کہ جب جانور کی آواز سنتے تو کھڑے ہوتے تھے۔

الصَّارِخَ.

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ عادت جاری ہو چکی ہے ساتھ اس کے کہ جانور اکثر آدھی رات کو آواز کرتا ہے یہ محمد بن سفر کا قول ہے ابن تین نے کہا کہ یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے موافق ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کو کھڑے ہوئے یا تھوڑا پہلے یا پیچھے اور ابن بطال نے کہا کہ جانور رات کے اخیر تہائی کے وقت آواز کرتا ہے اور جب آدمی اس وقت تہجد کے واسطے کھڑا ہو تو ظاہر ہے کہ سونا سحری کے وقت میں واقع ہو گا پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنِ الْأَشْعَثِ قَالَ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ فَصَلَّى.

اشعث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ جانور کی آواز سنتے تو کھڑے ہوتے اور تہجد کی نماز پڑھتے۔

١٠٦٥ ۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ ذَكَرَ أَبِيْ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا أَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِيْ إِلَّا نَائِمًا تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

١٠٦٥۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پچھلی رات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے نزدیک کبھی نہیں پایا مگر سوتے ہوئے یعنی آپ کی عادت تھی کہ جب آپ تہجد کی نماز سے فارغ ہوتے تھے تو سحری کے وقت استراحت کے واسطے آرام فرماتے اور سو جاتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کی ہمیشہ کی عادت تھی کہ سحری کے وقت پچھلی رات میں سو جایا کرتے تھے مگر رمضان میں سحری کے وقت نہیں سوتے تھے کہ پچھلی رات میں سحری کھانے کے ساتھ مشغول رہتے پھر صبح کے واسطے مسجد میں چلے آتے تھے جیسا کہ آئندہ باب سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

## بَابُ مَنْ تَسَحَّرَ فَلَمْ يَنَمْ حَتّٰى صَلَّى الصُّبْحَ.

جو شخص سحری کھائے تو سنت ہے کہ بعد اس کے نہ سوئے یہاں تک کہ صبح کی نماز پڑھے۔

١٠٦٦ ۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سُحُوْرِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ

١٠٦٦۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور زید بن حارث رضی اللہ عنہ دونوں نے سحری کھائی سو جب سحری کھا چکے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف کھڑے ہوئے پس آپ نے صبح کی نماز پڑھی سو ہم نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کے سحری سے فارغ ہونے اور نماز میں داخل ہونے کے درمیان کس قدر فاصلہ تھا اس نے کہا کہ اتنا فاصلہ تھا جتنی دیر میں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى فَقُلْنَا لِأَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا وَدُخُوْلِهِمَا فِي الصَّلَاةِ قَالَ كَقَدْرِ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ ايَةً.

آدمی پچاس آیتیں پڑھ سکے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے مہینے میں آپ تہجد کے بعد سحری کا اہتمام کرتے تھے اور بعد اس کے سونے کے بدلے صبح کی نماز پڑھتے تھے پس جو شخص سحری کھائے تو سنت ہے کہ بعد اس کے نہ سوئے یہاں تک کہ صبح کی نماز پڑھے تو رمضان میں سحری کے وقت جاگنا پہلے باب کے عموم کے مخصوص ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ طُوْلِ الْقِيَامِ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ. رات کی نماز میں بہت دیر تک کھڑے ہونے کا بیان۔

فائدہ: علماء کو اس میں اختلاف ہے کہ نفل کی نماز میں کثرت رکوع سجود کی افضل ہے یا طول قیام افضل ہے سو بہت صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کا یہ مذہب ہے کہ کثرت رکوع وسجود کی طول قیام سے افضل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ رکوع سجود کی کثرت سے طول قیام افضل ہے یہ قول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی ایک قول ہے اور اس باب میں حدیثیں دونوں طرح کی آچکی ہیں جو دونوں مذہبوں کی تائید کرتی ہیں لیکن ظاہر بات یہ ہے کہ افضلیت باعتبار اختلاف اشخاص اور احوال کے مختلف ہے۔

١٠٦٧ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ قُلْنَا وَمَا هَمَمْتَ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

١٠٦٧۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی سو آپ ہمیشہ کھڑے رہے یہاں تک کہ میں نے برے کام کی نیت کی ہم نے اس کو کہا کہ تو نے کیا نیت کی تھی اس نے کہا کہ میں نے یہ نیت کی تھی کہ بیٹھ جاؤں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے چھوڑ دوں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے رات کی نماز میں قیام بہت لمبا کیا تھا اور بہت دیر تک کھڑے رہتے تھے اس لیے کہ اگر آپ کا قیام دراز نہ ہوتا تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایسی بد نیتی کا ہرگز احتمال نہ تھا پس معلوم ہوا کہ رات کی نماز میں طول قیام افضل ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے خیال کو بد نیت اس واسطے کہا کہ یہ بظاہر صورت مخالفت اور سوء ادبی کی ہے ورنہ نفل نماز میں امام کے پیچھے بیٹھنا جائز ہے اور اس

حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کی مخالفت بدعملوں میں داخل ہے۔

١٠٦٨ ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ.

۱۰۶۸۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تہجد کے واسطے اٹھا کرتے تھے تو اپنے منہ کو مسواک سے ملا کرتے تھے۔

**فائدہ:** رات کی نماز میں قیام لمبا کرنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ثابت نہیں لیکن احتمال ہے کہ شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے ترجمے کے واسطے خالی جگہ چھوڑی ہو سو کاتب نے اس حدیث کو پہلی حدیث کے ساتھ ملا دیا ہو اور بیاض کو حذف کر دیا ہو اور بعض کہتے ہیں کہ اس حدیث میں آیا ہے کہ آپ تہجد کے واسطے کھڑے ہوتے تھے اور آپ کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ تہجد کی نماز میں آپ لمبا قیام کیا کرتے تھے اور نیز تہجد کا لفظ بھی جاگنے پر دلالت کرتا ہے تو اس حدیث سے طول قیام ثابت ہوا اور نیز یہ بھی احتمال ہے کہ طول قیام کو مسواک پر قیاس کیا ہو اس لیے کہ مسواک کرنے میں بطریق اولیٰ دیر ہوگی، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ وَكَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ.

رات کی نماز کس طور سے ہے یعنی رکعتوں میں فصل کرے یا نہ کرے اور وتر ان کے ساتھ جوڑے یا نہ جوڑے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کتنی رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے۔

١٠٦٩ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ قَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ.

۱۰۶۹۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ رات کی نماز کس طرح ہے آپ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں پھر جب تو فجر ہونے سے ڈرے تو ایک رکعت سے وتر کر۔

**فائدہ:** اس حدیث کا بیان اوپر گزر چکا ہے اور یہ کہ وتر امت کے حق میں افضل ہیں اور یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فصل اور وصل دونوں ثابت ہو چکے ہیں اور مطابقت اس حدیث کی باب کے پہلے مسئلے سے ہے۔

١٠٧٠ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى

۱۰۷۰۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَتْ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يَعْنِي بِاللَّيْلِ.

کی نماز رات میں تیرہ رکعت تھی۔

**فائدہ:** یہ حدیث بھی ابواب الوتر میں پہلے گزر چکی ہے اور روایتوں کے اختلاف میں تطبیق بھی مذکور ہو چکی ہے۔

١٠٧١ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنِي إِسْرَآئِيْلُ عَنْ أَبِي حَصِيْنٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ وَثَّابٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَّتِسْعٌ وَإِحْدٰى عَشْرَةَ سِوٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

١٠٧١۔ حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کا حال پوچھا سو اس نے کہا کہ آپ کی نماز سات رکعتیں بھی تھیں اور نو رکعتیں بھی تھیں اور گیارہ رکعتیں بھی تھیں سوائے سنتوں فجر کے۔

١٠٧٢ ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِّنْهَا الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ.

١٠٧٢۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے ان میں وتر اور فجر کی سنتیں بھی تھیں۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ مراد عائشہ رضی اللہ عنہا کی مسروق کی حدیث میں یہ ہے کہ یہ معاملہ آپ سے مختلف اوقات میں واقع ہوا ہے سو کبھی آپ سات رکعتیں پڑھتے تھے اور کبھی نو رکعتیں اور کبھی گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے اور قاسم کی روایت اس پر محمول ہے کہ اکثر اوقات آپ گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور پانچ بابوں کے بعد آئے گا کہ آپ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنتیں فجر کی ان میں داخل نہیں پس یہ حدیث قاسم کی روایت کے موافق ہے لیکن باب ما یقرأ فی رکعتی الفجر میں زہری کی روایت سے آئندہ آئے گا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے پھر جب صبح کی اذان سنتے تو دو رکعتیں ہلکی نماز پڑھتے سو یہ حدیث ظاہراً پہلی حدیث کے مخالف ہے سو احتمال ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عشاء کی دو سنتوں کو بھی تہجد کی نماز کے ساتھ ملا دیا ہو اس لیے کہ آپ ان کو گھر میں پڑھا کرتے تھے اور یا یہ وہ دو رکعتیں ہلکی نماز ہیں جو

تہجد کے شروع کے وقت پہلے پڑھ لیا کرتے تھے اور یہ دونوں وضو اور افتتاح کی سنتیں ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کبھی ان کا اعتبار کر کے تیرہ رکعتیں کہہ دیا اور کبھی ان شروع کی سنتوں کا اعتبار نہ کیا اور گیارہ رکعتیں کہہ دیا سو یہ سب درست ہے روایت کا اختلاف فقط اعتبار کے اختلاف سے ہے درحقیقت کوئی اختلاف نہیں کہ اصل نماز آپ کی گیارہ رکعت ہے اور نیز عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی روایت میں ان کا ذکر نہیں کیا اور زہری کی روایت میں ان کا ذکر کیا اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے پس اس وجہ سے سب مختلف حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی اور یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ وتر کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھنی جو بعض روایتوں میں آئی ہیں تو ان میں اختلاف ہے کہ کیا یہ فجر کی سنتیں ہیں یا کہ علیحدہ نماز ہے قوی یہ بات ہے کہ وہ فجر کی سنتیں نہیں بلکہ علیحدہ نماز ہے اس واسطے کہ مسند امام احمد اور ابوداؤد وغیرہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ رکعت سے زیادہ وتر نہیں پڑھے اور سات رکعت سے کم نہیں پڑھے اور یہی زیادہ صحیح توجیہ ہے اور اس سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا اختلاف سب دفع ہو جاتا ہے اور قرطبی نے کہا کہ بعض لوگوں نے اس حدیث کو مضطرب کہا ہے لیکن یہ بات غلط ہے بلکہ یہ سب وجوہات اوقات متعددہ اور احوال مختلفہ پر محمول ہیں واسطے بیان اس بات کے کہ ہر طور سے یہ نماز جائز ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ جو اختلاف واقع ہوا ہے تو اس کی وجہ تطبیق بھی یہی ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں گزری، واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ مِنْ نَوْمِهٖ وَمَا نُسِخَ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ.

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کو نماز پڑھنے اور سونے کا بیان یعنی آپ دونوں کام کرتے تھے کہ اس میں جسم کا حق اور اللہ کا حق دونوں ادا ہوتا ہے اور تا کہ امت کو تعلیم ہو کہ دونوں حق ادا کیا کریں اور بیان اس کا جو رات کے قیام سے منسوخ ہوا۔

**فائدہ:** جاننا چاہیے کہ رات کا قیام اول اسلام میں فرض تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اور سب مسلمانوں پر بھی آدھی رات تک یا اس سے کم قریب تہائی کے یا اس سے زیادہ قریب دو تہائی کے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب تمام رات کھڑے رہتے تھے اور نماز پڑھتے تھے اس لیے کہ شبہ رہتا تھا کہ کتنی رات نماز پڑھی اور کتنی رات باقی رہی یہاں تک کہ اسی حال میں ایک سال گزرا اور اصحاب کو بہت تکلیف ہوئی کہ ان کے پاؤں سوج گئے اور ورم کر گئے سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخر سورہ مزمل کے ساتھ منسوخ کر دیا اور فرمایا کہ جس قدر میسر ہو سکے پڑھو آدھی رات یا کم وبیش کی کوئی قید نہیں لیکن ما تیسر کی فرضیت باقی رہی اور بعد اس کے پھر نماز پنجگانہ کے فرض ہونے سے ما تیسر کی فرضیت بھی منسوخ ہو گئی اور قیام رات کا مستحب ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ تہجد کا وجوب نماز پنجگانہ سے منسوخ ہوا ہے یعنی اس میں اور نسخ کا واسطہ نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ تہجد کی نماز ابتدا ہی سے فرض نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ تہجد کی نماز

حضرت ﷺ کے حق میں فرض تھی جیسا کہ بیان اس کا اوپر مذکور ہو چکا ہے۔

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿يَاۤأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيْلًا نِّصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا إِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَّأَقْوَمُ قِيْلًا إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا﴾.

اور بیان ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کہ اے جھرمٹ مارنے والے کھڑا ہو رات کو یعنی نماز پڑھو مگر کسی رات آدھی رات یا اس سے کم کر یا زیادہ کر اس پر اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو صاف ہم آگے ڈالیں گے تجھ پر ایک بھاری بات البتہ اٹھنا رات کا سخت روندنا ہے اور سیدھی نکلتی ہے بات البتہ تجھ کو دن میں شغل رہتا ہے۔

**فائدہ:** غرض ان آیتوں سے یہ ہے کہ ابتدا اسلام میں رات کا قیام فرض تھا۔

وَقَوْلُهُ ﴿عَلِمَ أَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَاٰتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَّمَا تُقَدِّمُوْا لِأَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّأَعْظَمَ أَجْرًا وَّاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾.

اور بیان ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا (جو پہلی آیت کے نسخ پر دلالت کرتا ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے جانا کہ تم اس کو پورا نہ کرسکو گے یعنی اس لیے کہ مقادیر مذکورہ کا پورا یقین حاصل نہیں ہو سکتا ہے تو تم پر معافی بھیجی سو پڑھو جتنا آسان ہو قرآن سے جانا کہ آگے ہوں گے تم میں سے کتنے بیمار اور کتنے اور پھریں گے ملک میں ڈھونڈھتے روزی اور لڑتے اللہ کی راہ میں سو پڑھو جتنا آسان ہو اس میں سے اور رکھڑی رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور قرض دو اللہ کو اچھی طرح قرض دینا اور جو آگے بھیجو گے اپنے واسطے کوئی نیکی تو اس کو پاؤ گے اللہ کے پاس بہتر اور ثواب میں زیادہ اور معافی مانگو اللہ سے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

**فائدہ:** مقصود امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ ہے کہ قیام رات کا پہلے فرض تھا پھر ان آیتوں سے منسوخ ہو گیا۔ واللہ اعلم

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نَشَأَ قَامَ بِالْحَبَشِيَّةِ وَطْأً قَالَ مُوَاطَأَةَ الْقُرْاٰنِ أَشَدُّ مُوَافَقَةً لِسَمْعِهِ وَبَصَرِهِ وَقَلْبِهِ لِيُوَاطِئُوْا لِيُوَافِقُوْا.

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نشاء (جو آیت ناشئة سے مشتق ہے) کا معنی حبشہ کی زبان میں قام ہے یعنی کھڑا ہونا اور وطاء کا معنی (جو آیت اشد وطأ میں واقع ہوا ہے) یہ ہے کہ دل اور حواس کو

قرآن کے ساتھ موافقت ہو جائے جیسے کے بخاری نے اس کو بیان کیا کہ رات کی نماز بہت سخت موافق ہے واسطے کان نمازی کے اور اس کی آنکھ کے اور اس کے دل کے کہ رات میں دل دنیا کے شغلوں سے خالی ہوتا ہے بخلاف دن کے کہ اس میں آدمی کا دل دنیا کے شغل میں لگا رہتا ہے اور فرمایا کہ لفظ لیواطئوا (جو آیت لیواطئوا عدة ماحرم اللہ میں واقع ہوا ہے) کا معنی یہ ہے کہ موافقت کریں

١٠٧٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهٗ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَظُنَّ أَنْ لَّا يَصُوْمَ مِنْهُ وَيَصُوْمُ حَتّٰى نَظُنَّ أَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَكَانَ لَا تَشَآءُ أَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهٗ وَلَا نَآئِمًا إِلَّا رَأَيْتَهٗ تَابَعَهٗ سُلَيْمَانُ وَأَبُوْ خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ.

١٠٧٣۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض مہینے سے روزہ نہ رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم کو گمان ہوتا کہ آپ اس سے کوئی روزہ نہ رکھیں گے اور کسی مہینے میں روزہ رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم گمان کرتے تھے کہ آپ کبھی روزہ نہیں کھولیں گے اور تھے کہ تو نہ چاہے کہ دیکھے ان کو رات سے نماز پڑھتے مگر کہ تو ان کو دیکھے اور تو نہ چاہے کہ ان کو رات کو سویا دیکھے مگر کہ ان کو دیکھے یعنی کبھی تو تمام رات نماز پڑھا کرتے تھے اور کبھی کسی رات کو مطلق نہیں اٹھتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کا قیام فرض نہیں اس لیے کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس پر کہ کبھی کبھی آپ تمام رات سوئے رہتے تھے اور رات کو تہجد کے واسطے مطلق نہیں اٹھتے تھے سو اگر اس کی فرضیت منسوخ نہ ہوتی تو آپ قیام رات کو کبھی ترک نہ کرتے پس وجہ مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا قیام رات میں متفرق تھا کوئی وقت آخر یا اول رات کا معین نہیں تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا قیام آخر رات میں تھا تو شاید کبھی ایسا بھی کیا ہوگا۔

بَابُ عَقْدِ الشَّيْطَانِ عَلٰى قَافِيَةِ الرَّأْسِ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ.

جب کوئی رات کو نماز نہ پڑھے تو شیطان اس کے سر کی چوٹی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے۔

**فائدہ:** قافیہ سر کی پچھلی طرف کو کہتے ہیں یا چوٹی سر کو کہتے ہیں۔

١٠٧٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَأَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ.

۱۰۷۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی رات کو سو جائے تو شیطان اس کے سر کے پیچھے تین گرہیں لگا دیتا ہے ہر گرہ کے نزدیک یہ کلام پڑھتا ہے یعنی اس کے دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ ابھی رات بہت ہے پس سو رہو سو اگر وہ جاگ کر اللہ کو یاد کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب نماز پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے سو صبح کو اٹھتا ہے خوش دل اور پاک نفس اور اگر جاگ کر اللہ کو یاد نہ کرے تو صبح کو اٹھتا ہے ناپاک نفس اور سست۔

**فائدہ:** مراد باب میں نماز سے عشاء کی نماز ہے اور حدیث میں بھی عشاء کی نماز سے سونا مراد ہے تو مطلب اس کا یہ ہے کہ شیطان یہ فعل اس کے ساتھ کرتا ہے جو عشاء کی نماز سے پہلے سو جائے اور سو کر اس کو قضا کر دے بخلاف اس کے جو عشاء کو جماعت سے پڑھے کہ اس کے حق میں یہ وعید نہیں پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور گرہ کے معنی میں علماء میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ مراد گرہ سے حقیقی گرہ ہے ایک چیز میں نزدیک قافیہ سر کے جیسے کہ جادوگر جب کسی کو سحر کرنا چاہتا ہے تو دھاگے وغیرہ میں گرہ دے کر اس پر منتر پڑھ کر پھونکتا ہے پس اس سے مسحور میں اثر ہو جاتا ہے اور اکثر اس کو عورتیں کیا کرتی ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ تو کہہ میں پناہ میں آیا اللہ کی بدی سے عورتوں کی جو گرہوں میں پھونکیں اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے دل کا مضبوط کرنا ہے یعنی شیطان سونے والے کے دل میں یہ وسواس ڈالتا ہے کہ ابھی بہت رات باقی ہے سو وہ آدمی سو رہتا ہے اور اگر گرہ کے کھل جانے سے یہ مراد ہے کہ وہ سونے والا اس کے وسواس کو جھوٹ جانتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے شیطان کا منع کرنا ہے ساتھ قول مذکور کے اور یا یہ کہ سونے کو اس پر بھاری اور ثقیل کر دیتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے مجازی معنی ہے یعنی شیطان کے فعل کو جو سونے والے سے کرتا ہے تشبیہ دی ہے ساتھ فعل ساحر کے جو مسحور کے ساتھ کرتا ہے پس مطلب یہ ہے کہ شیطان نیند کو سونے والے کے واسطے آراستہ کرتا ہے اور اچھا کر دکھلاتا ہے کہ اس کو اٹھنے کی طاقت باقی نہیں رہتی اور تین گرہوں کی اس واسطے قید لگائی کہ وہ ان کے ساتھ تین چیزوں سے روکتا ہے ذکر سے اور وضو سے اور نماز سے اور یہ جو فرمایا کہ ایک گرہ وضو سے کھل جاتی ہے سو مراد اس سے وہ شخص ہے جو لیٹ کر سو جائے اس لیے کہ لیٹ کر سونے والے کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ فقط نماز سے

تمام گرہیں کھل جاتی ہیں تو یہ اس شخص کے حق میں ہے جو وضو کا محتاج ہو جیسے کہ مثلا کوئی بیٹھا سو جائے اور برقرار رہے پھر اٹھ کر طہارت اور ذکر سے پہلے نماز پڑھے تو فقط نماز ہی سے اس کی تمام گرہیں کھل جاتی ہیں اس لیے کہ نماز طہارت اور ذکر دونوں کو شامل ہے اور یہ جو فرمایا کہ صبح کو اٹھتا ہے ناپاک نفس ہو کر تو یہ مذمت اسی شخص کے حق میں ہے جو نماز کو نیند میں فوت کر دے اور بالکل نہ پڑھے اور جو شخص کہ فرض نماز پڑھنے کی عادت رکھتا ہو یا رات میں نفل پڑھنے کی عادت رکھتا ہو اور اتفاقا نیند کے غلبہ سے سو جائے تو اس کے واسطے اس کی نماز کا ثواب لکھا جاتا ہے اور یہ سونا اس پر صدقہ ہے پس اس کے حق میں یہ وعید نہیں اور نیز یہ دلالت کرتا ہے کہ پاک نفس ہونے میں تینوں امروں کا جمع کرنا ضروری ہے اور اگر بعض کو ادا کرے اور بعض کو ترک کرے تو اس سے گرہیں نہیں کھلتی ہیں بلکہ سب گرہیں فجر کو بدستور باقی رہتی ہیں اور اس کا نفس بھی ناپاک رہتا ہے اور اس حدیث میں گو رات کا ذکر آیا ہے لیکن دن کے سونے کا بھی یہی حال ہے جیسا کہ نماز ٹھنڈی کرنے کے وقت سو جاتے ہیں اور یہ آپ نے وضو کو خاص کر ذکر کیا تو یہ باعتبار غالب کے ہے ورنہ جس کو نہانے کی حاجت ہو اس کی گرہیں سوائے نہانے کے نہیں کھلتی ہیں اور جو شخص معذور ہو تو اس کو ایسی حالت میں وضو اور غسل کے بدلے تیمم کرنا جائز ہے اور کافی ہے اور بعض کافی نہیں کہتے اور یہ جو فرمایا کہ ذکر سے ایک گرہ کھل جاتی ہے تو مراد ذکر سے عام ذکر ہے سو جس پر ذکر صادق آئے وہ کافی ہوگا اور قرآن کی تلاوت اور حدیث نبوی کا پڑھنا اور علم شرعی کے ساتھ شغل رکھنا بھی ذکر میں داخل ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سونے کے وقت آیۃ الکرسی پڑھ لے تو اس کے پاس شیطان نہیں آتا سو یہ حدیث مخصص ہے واسطے اس حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے، واللہ اعلم۔

١٠٧٥ ـ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّؤْيَا قَالَ أَمَّا الَّذِيْ يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ فَإِنَّهُ يَأْخُذُ الْقُرْاٰنَ فَيَرْفُضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوْبَةِ.

١٠٧٥۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعبیر خواب کی حدیث کے بیان میں فرمایا کہ وہ آدمی کہ جس کا سر پتھر سے کچلا جاتا ہے سو وہ مرد ہے جو قرآن کو سیکھ کر چھوڑ دے اور فرض نماز سے سو جائے یعنی سو کر اس کو قضا کر دے۔

**فائدہ:** ظاہر مراد اس سے عشاء اور صبح کی نماز ہے کہ سونے کے وقت پڑھی جاتی ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اس لیے کہ جب عشاء کی نماز نہ پڑھنے میں یہ عذاب ہے تو شیطان کا گرہ دینا لازم ہے۔

**بَابُ إِذَا نَامَ وَلَمْ يُصَلِّ بَالَ الشَّيْطَانُ**

جب کوئی شخص سو جائے اور عشاء یا فجر کی نماز نہ پڑھے تو

فِیۡ أُذُنِهٖ. شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے

**فائدہ:** یہ باب پہلے باب سے بمنزلہ فصل کے ہے اور اس کا تعلق اس سے ظاہر ہے کما سیاتی.

١٠٧٦ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ أَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيْلَ مَا زَالَ نَآئِمًا حَتّٰى أَصْبَحَ مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ أُذُنِهٖ.

١٠٧٦۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد کا ذکر ہوا سو کہا گیا کہ وہ ہمیشہ سوتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی نماز پڑھنے کو کھڑا نہ ہوا سو آپ نے فرمایا کہ شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کیا ہے۔

**فائدہ:** مراد نماز سے اس حدیث میں فرض نماز ہے یا رات کی نماز ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو فرض نماز سے سو جائے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی پہلے باب سے اور گرہوں کی حدیث کے ایک طریق میں کان میں پیشاب کرنے کا ذکر بھی آیا ہے پس مطابقت حدیث کی پہلے باب سے ظاہر ہے اور یہ جو فرمایا کہ شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے تو اس کے معنی میں علماء کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ حقیقی معنی پر محمول ہے یعنی شیطان اس کے کان میں حقیقتاً پیشاب کر دیتا ہے قرطبی نے کہا کہ یہ حمل محال نہیں اس لیے کہ حدیثوں میں ثابت ہو چکا ہے کہ شیطان کھاتا اور پیتا ہے اور جماع کرتا ہے سو اس طرح پیشاب کرنا بھی ممکن ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جو شخص نماز سے سو جائے شیطان اس کے کان کو بند کر دیتا ہے تا کہ ذکر حق نہ سن سکے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد پیشاب سے جھوٹی باتیں اور اباطیل ہیں یعنی شیطان اباطیل سے اس کے کان بھر دیتا ہے اور لغو اور بیہودہ باتوں سے اس کے کان بھاری اور ثقیل ہو جاتے ہیں پس دعوت حق کو نہیں سن سکتا دین سے محروم رہتا ہے اور بعض کچھ اور معنی بھی کرتے ہیں لیکن حاصل سب کا یہی ہے کہ شیطان کا قابو اس پر پورا ہو جاتا ہے کہ اس پر خواب کو غالب کر دیتا ہے اور نماز سے باز رکھتا ہے اور تخصیص کان کی اس واسطے کی ہے کہ وہ جاگنے کی حس ہے کہ اکثر جاگنا آواز سننے سے ہوتا ہے اور تخصیص پیشاب کی اس واسطے کی کہ وہ رگوں میں جلدی سرایت کر جاتا ہے۔

بَابُ الدُّعَآءِ وَالصَّلَاةِ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴾ أَيْ مَا يَنَامُوْنَ ﴿وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾.

پچھلی رات میں دعا اور نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان اور اللہ نے (مومنوں کی شان میں) فرمایا کہ وہ تھے رات کو تھوڑا سوتے اور یھجعون کا معنی ینامون ہے اور بعض اس کا یہ معنی کرتے ہیں کہ وہ رات کو صبح تک سوتے نہیں تھے۔

۱۰۷۷ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَأَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْأَغَرِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ يَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَأَسْتَجِيْبَ لَهٗ مَنْ يَّسْأَلُنِيْ فَأُعْطِيَهٗ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِيْ فَأَغْفِرَ لَهٗ.

۱۰۷۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اترتا ہے ہمارا رب ہر رات کو پہلے آسمان تک جب کہ پچھلی تہائی رات کی باقی رہتی ہے تو فرماتا ہے کہ کون مجھ سے دعا مانگتا ہے؟ تا کہ میں اس کی دعا قبول کروں کون مجھ سے سوال کرتا ہے؟ تا کہ میں اس کو دوں کون مجھ سے گناہ بخشواتا ہے؟ کہ میں اس کے گناہ بخشوں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پچھلی رات کا وقت نہایت مقبول ہے اس میں استغفار اور دعا کرنے کی بڑی فضیلت ہے اور نیز اس حدیث کے ایک طریق میں نماز کا ذکر بھی آ گیا ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ جو فرمایا کہ اللہ رات کو پہلے آسمان تک اترتا ہے تو اس کے معنی میں علماء کو اختلاف ہے فتح الباری میں فرمایا کہ بعض اس کو ظاہر اور حقیقت پر محمول کرتے ہیں اور وہ مشتبہ فرقہ ہے اللہ پاک ہے ان کے قول سے اور بعض کہتے ہیں کہ صفات کے باب میں جو حدیثیں آئی ہیں سب کی سب غلط ہیں یہ قول خوارج اور معتزلہ کا ہے لیکن یہ محض مکابرہ اور جہالت ہے اور عجب یہ ہے کہ جو قرآن میں اس قسم کی آیتیں آئی ہیں ان کی وہ تاویل کرتے ہیں اور اس قسم کی حدیثوں کو غلط کہتے ہیں یہ جہالت اور عناد ہے اور بعض اس کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں اور مجمل طور سے اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ صفات کا مسئلہ جس طرح پر کہ ظاہر قرآن وحدیث میں آیا ہے اسی طرح حق ہے اس کے ظاہر پر ہم ایمان لائیں لیکن اس کی حقیقت اور کیفیت اللہ کو معلوم ہے ہم اس کو نہیں جانتے کہ نزول کی کیا کیفیت ہے یہ قول جمہور سلف کا ہے اور امام بیہقی وغیرہ نے کہا کہ ائمہ اربعہ اور سفیانین اور حمادین اور اوزاعی اور لیث وغیرہ سے بھی یہی منقول ہے اور بعض لوگ کچھ اور تاویلیں بھی کرتے ہیں لیکن بیہقی نے کہا کہ سب اقوال میں صحیح اور سالم قول یہی ہے کہ اس کے ساتھ مجمل طور سے بلا کیف ایمان لائے اور اس کی مراد اور معنی سے سکوت کرے اور خاموش رہے اور دلیل اس پر یہ ہے کہ سب کا اتفاق ہے اس پر کہ اس کی کوئی تاویل معین واجب نہیں پس اس وقت تفویض (یعنی اس کے معنی کو اللہ کے حوالے کرنا) بہت سالم ہے اور ابن عربی نے کہا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اللہ کا حکم اترتا ہے اور یا مراد اجابت اور رحمت ہے یعنی اللہ ان پر رحمت کرتا ہے اور ان کی دعا قبول کرتا ہے اور صفت غضب سے صفت رحمت کی طرف انتقال کرتا ہے اور مفصل بیان اس کا کتاب التوحید میں آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالٰی اور بعضوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ اللہ کے واسطے جہت علو ثابت ہے یعنی اللہ بلندی کی

طرف میں ہے لیکن جمہور علماء اس معنی سے انکار کرتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ جگہ کو مستلزم ہے اور اللہ جگہ سے پاک ہے اور اس روایت میں پچھلی تہائی رات کا ذکر ہے اور ایک روایت میں پہلی تہائی کا ذکر ہے اور ایک روایت میں نصف اور ثلث میں شک ہے اور ایک روایت میں صرف نصف کا ذکر آیا ہے اور ایک روایت میں مطلق رات کا ذکر آیا ہے سو تطبیق ان میں اس طور سے ہے کہ یہ نزول باعتبار اختلاف احوال کے مختلف واقع ہوتا ہے اس لیے کہ رات کے اوقات باعتبار زمانے اور ملکوں کے مختلف ہیں کہ کسی ملک میں رات پہلے پڑتی ہے اور کسی ملک میں پیچھے پڑتی ہے اور یا ان سب وقتوں میں نزول ہوتا ہے پس اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہوگئی اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ اسمیں بندگی کی ترغیب ہے اور یہ کہ اس پر بڑا ثواب ہے اور یہ کہ پچھلی رات کی نماز کو پہلی رات کی نماز پر فضیلت ہے اور یہ کہ وتر کو تاخیر کرنا افضل ہے لیکن یہ اسی کے حق میں ہے جو پچھلی رات کو اٹھنے کی امید رکھتا ہے اور یہ کہ دعا اور توبہ کے واسطے پچھلی رات افضل ہے اور یہ کہ اس وقت میں دعا قبول ہو جاتی ہے اور اگر کوئی کہے کہ اس وقت بہت لوگ دعا کرتے ہیں لیکن ان کی دعا قبول نہیں ہوتی پھر دعا کا قبول ہونا کس طرح تسلیم کیا جائے سو جواب اس کا یہ ہے کہ دعا کے واسطے شرط ہے کہ کھانے اور پینے اور پہننے میں پرہیز کرے سو جس کی دعا قبول نہیں ہوتی ضروری ہے کہ اس نے اس کی شرط میں کوئی خلل ڈالا ہوگا یا دعا میں جلدی کی ہوگی اور یا گناہ اور قطع رحمی کے واسطے دعا کی ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی مصلحت کے واسطے وجود مطلوب کو مؤخر کر دیا ہوگا پس اس سے دعا کا نہ قبول ہونا لازم نہیں آتا۔ واللہ اعلم

بَابُ مَنْ نَامَ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَأَحْيَا اٰخِرَهٗ.

جو شخص پہلی رات کو سو جائے اور پچھلی رات کو زندہ کرے یعنی جاگ کر عبادت کرے تو اس کے واسطے بہت فضیلت ہے۔

**فائدہ:** چونکہ رات سونے کا وقت ہے اور سونا موت کے حکم میں ہے واسطے تعطیل عبادت کے تو گویا یہ زمانہ بھی مردہ ہے تو اب اس میں عبادت کرنی گویا اس کو زندہ کرنا ہے۔

وَقَالَ سَلْمَانُ لِأَبِي الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ قَالَ قُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ.

اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے کہا کہ سو رہو یعنی اول رات میں سو جب پچھلی رات ہوئی تو کہا کہ اب کھڑا ہو اور نماز پڑھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ کہا سلمان رضی اللہ عنہ نے۔

**فائدہ:** یہ حدیث پورے طور سے آئندہ آئے گی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو آپس میں بھائی بنا دیا پھر ایک دن سلمان رضی اللہ عنہ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی ملاقات کو گئے جب رات ہوئی تو ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اول شب سے

عبادت کے واسطے کھڑے ہوں تب سلمان رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی کہ اول شب کو سویا کر اور پچھلی رات کو عبادت کیا کر کہ اپنے جسم اور اہل کا حق بھی تجھ پر واجب ہے سو ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تب آپ نے یہ حدیث فرمائی کہ سلمان رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

١٠٧٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ قَالَتْ كَانَ يَنَامُ أَوَّلَهُ وَيَقُوْمُ اٰخِرَهُ فَيُصَلِّيْ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلٰى فِرَاشِهِ فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَثَبَ فَإِنْ كَانَتْ بِهِ حَاجَةٌ اغْتَسَلَ وَإِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ.

١٠٧٨۔ حضرت اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کس طور سے تھی؟ سو اس نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اول شب میں سویا کرتے تھے اور پچھلی رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے پھر اپنے بچھونے کی طرف پلٹ جاتے تھے سو جب مؤذن فجر کی اذان کہتا تو اس وقت کھڑے ہوتے تھے سو اگر آپ کو نہانے کی حاجت ہوتی تو غسل کرتے ورنہ وضو کر کے نماز کے لیے مسجد میں تشریف لاتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اول شب میں سونے اور پچھلی رات میں جاگنے کا بڑا ثواب ہے کہ آپ پہلی رات کو سوتے تھے اور پچھلی رات کو جاگتے تھے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی کو نہانے کی حاجت ہو اور بے غسل کے سو جائے تو جائز ہے۔

## بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فِيْ رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ.

## حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان وغیرہ میں رات کو نماز پڑھنے کا بیان۔

١٠٧٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ

١٠٧٩۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان کے مہینے میں کتنی رکعتیں تھی؟ سو اس نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے نہ رمضان میں اور نہ غیر رمضان میں سو پہلے چار رکعتیں پڑھتے سو ان کی خوبی اور درازی کا حال کچھ نہ پوچھ کہ نہایت تک تھی اور دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں بیان کرنے سے سمجھ نہیں آسکتیں پھر چار رکعتیں پڑھتے سو ان کی خوبی اور درازی کا حال کچھ نہ پوچھ پھر تین رکعتیں پڑھتے (عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا) سو میں نے

وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ.

عرض کیا کہ یا حضرت! کیا آپ سو جاتے ہو وتر پڑھنے سے پہلے یعنی خوف ہے کہ غلبے نیند سے فجر ہو جائے اور وتر فوت ہو جائیں سو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ! میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

**فائدہ:** یعنی میرا دل جاگتا رہتا ہے پس مجھ کو وتر کے فوت ہونے کا خوف نہیں اس سے معلوم ہوا کہ وتر سے پہلے سونا مکروہ ہے مگر جس کو اٹھنے کا یقین ہو اس کو وتر سے پہلے سونا جائز ہے گو بیداری دل کی حضرت ﷺ کا خاصہ ہے اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس پر کہ حضرت ﷺ کی نماز تمام سال میں برابر تھی پس یہ حدیث اصل ہے رات کی نماز کی رکعتوں کی گنتی اور شمار میں اور اس پر اعتبار ہے جمہور علماء کا کہ حضرت ﷺ نے سوائے ان گیارہ رکعتوں کے اور نماز کبھی نہیں پڑھی سوائے ان دو رکعتوں کے جن کا ذکر اوپر گزرا اور صحیحین میں ہے کہ حضرت ﷺ رمضان میں تمام رات جاگتے رہتے تھے اور مسلم میں ہے کہ حضرت ﷺ رمضان کے اخیر دس راتوں میں تمام سال سے زیادہ کوشش کرتے تھے سو مراد اس سے ارکان نماز اور قیام کا طول کرنا ہے نہ گیارہ رکعتوں سے زیادہ پڑھنا اور جو حدیث کے باب تحریض النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم میں گزر چکی ہے کہ آپ نے تین رات لوگوں کو تراویح کی نماز پڑھائی پھر چوتھی رات کو فرضیت کے خوف سے باہر نہ آئے...... الخ سو یہ حدیث بھی نماز تہجد پر محمول ہے جس کو آپ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے لیکن یہ حدیث رکعتوں کے بیان میں مجمل ہے اور یہ حدیث اس باب میں اس کی مفسر ہے او رحضرت ﷺ کا رمضان میں تراویح کو تہجد سے علیحدہ پڑھنا ثابت نہیں یعنی یہی گیارہ رکعتیں آپ کی تہجد تھی اور یہی تراویح کی نماز تھی اس کے سوا آپ نے اور کوئی نماز نہیں پڑھی نہ رمضان میں اور نہ غیر رمضان میں وسیاتی مزید ذلك فی کتاب التراویح انشاء اللّٰه تعالٰی.

**فائدہ:** تہجد اور تراویح کی نماز ایک چیز ہے۔

۱۰۸۰ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ جَالِسًا حَتّٰى إِذَا كَبِرَ قَرَأَ جَالِسًا فَإِذَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنَ السُّوْرَةِ ثَلَاثُوْنَ أَوْ

۱۰۸۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کو رات کی نماز سے کوئی چیز بیٹھ کر پڑھتے نہیں دیکھا یہاں تک کہ جب آپ کی عمر بڑی ہوگئی تو آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی تھی سو جب سورت سے کچھ چیز باقی رہتی یعنی تیس آیتیں یا چالیس آیتیں تو کھڑے ہوتے اور ان کو پڑھتے پھر رکوع کرتے۔

أَرْبَعُوْنَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهُنَّ ثُمَّ رَكَعَ.

**فائدہ:** اشہب اور بعض حنفی کہتے ہیں کہ اگر نفلوں کو بیٹھ کر شروع کرے تو رکوع بھی بیٹھ کر کرے اور اگر ان کو کھڑے ہو کر شروع کرے تو رکوع بھی کھڑے ہو کر کرے کہ بغیر اس کے نماز درست نہیں سو یہ حدیث صریح ہے ان کے رد میں اور مسلم میں جو حدیث آئی ہے کہ اگر کھڑے ہو کر قرأت کرے تو رکوع بھی کھڑے ہو کر کرے اور اگر بیٹھ کر قرأت پڑھے تو رکوع بھی بیٹھ کر کرے سو یہ اس حدیث کی معارض نہیں بلکہ دونوں طرح سے جائز ہے باعتبار نشاط اور عدم نشاط کے اور یا یہ حدیث اس حالت پر محمول ہے جب کہ تمام قراءت بیٹھ کر کرے یا کھڑے ہو کر پڑھے اور پہلی حدیث محمول ہے اس حالت پر جب کہ بعض قراءت بیٹھ کر پڑھے اور بعض کو کھڑے ہو کر پڑھے پس اس سے دونوں حدیثوں میں تطبیق ہوگئی۔ واللہ اعلم

**بَابُ فَضْلِ الطُّهُوْرِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ.** رات اور دن میں ہر وقت باوضو رہنے کی فضیلت کا بیان

**فائدہ:** یہ مسئلہ باب کی حدیثوں سے ثابت نہیں ہوتا مگر شاید کہ یہ اشارہ ہے طرف اس حدیث کے جو ترمذی اور ابن خزیمہ نے بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں کبھی بے وضو نہیں ہوا مگر کہ میں نے وضو کیا اور کبھی وضو نہیں کیا مگر کہ میں نے اس وقت دو رکعتیں نماز پڑھی۔

**وَفَضْلِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ.** اور ہر وقت ہر وضو کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان

١٠٨١ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ أَبِيْ حَيَّانَ عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَا بِلَالُ حَدِّثْنِيْ بِأَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِي الْإِسْلَامِ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجٰى عِنْدِيْ أَنِّيْ لَمْ أَتَطَهَّرْ طَهُوْرًا فِيْ سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ إِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُوْرِ مَا كُتِبَ لِيْ أَنْ أُصَلِّيَ.

١٠٨١۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے بلال! بتلا دے مجھ کو بڑے فائدے کا امیدواری والا عمل جو تو نے اسلام میں اپنے نزدیک کیا ہے یعنی تیرے نزدیک سب اعمال سے زیادہ تر نفع کی امید کس عمل پر ہے اس واسطے کہ میں نے تیرے دونوں جوتوں کی آہٹ بہشت میں اپنے آگے سنی بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اسلام میں کوئی عمل نہیں کیا اپنے نزدیک اس سے زیادہ تر نفع کی امید والا کہ جب میں نے رات اور دن کی کسی ساعت میں پورا وضو کیا تو اس وضو سے نماز ضرور پڑھی جو اللہ نے میری قسمت میں نماز پڑھنا لکھا ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تحیۃ الوضو کی نماز کی بڑی فضیلت ہے ہر وضو کے بعد دو رکعتیں نفل پڑھا کرے تا کہ وضو اپنے مقصود سے خالی نہ رہے پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو

اس واسطے پوچھا تا کہ بلال رضی اللہ عنہ اس کو ہمیشہ پڑھا کریں اور غیروں کو سن کر تحیۃ الوضوء کے پڑھنے کا شوق ہو اور مراد عملوں سے یہاں نفلی نمازیں ہیں اس لیے کہ فرض نفلوں سے قطعاً افضل ہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ پوشیدہ عمل پر بندے کو بڑا ثواب دیتا ہے اور یہ کہ صالحین سے زیادہ تر نفع والے عملوں کا پوچھنا جائز ہے کہ ان کی اقتدا کی جائے اور یہ کے استاد کو اپنے شاگرد کا عمل پوچھنا جائز ہے کہ اگر بہتر ہو تو اس کو ترغیب دلائے ورنہ اس کو منع کرے اور یہ کہ مستحب ہے کہ آدمی ہر وقت باوضو رہے کہ اس کا بدلہ بہشت ہے اس لیے کہ جب آدمی ہر وقت پاک رہے تو سونے کے وقت بھی پاک ہوگا اور جو پاکی سے سوئے اس کا روح آسمانوں پر چڑھ جاتا ہے اور عرش کے نیچے جا کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اوقات مکروہ میں تحیۃ الوضوء کا پڑھنا جائز ہے اس لیے کہ ترمذی وغیرہ کی روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت میں ایسا کیا کرتے تھے خواہ کوئی وقت ہوتا اور یہ جو آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میں نے تیرے جوتوں کی آہٹ بہشت میں سنی تو یہ قصہ خواب کا ہے کہ آپ نے یہ معاملہ خواب میں دیکھا تھا جیسے کہ آئندہ مناقب میں آئے گا کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ بہشت میں داخل ہوا ہوں سو میں نے جوتے کی آواز سنی اور پوچھا کہ یہ کون ہے؟ کہا گیا کہ یہ بلال رضی اللہ عنہ ہے..... الخ اور چونکہ خواب نبیوں کے حق ہیں تو اس سے بلال رضی اللہ عنہ کے واسطے فضیلت ثابت ہوگئی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بلال رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بہشت میں داخل ہو اس لیے کہ وہ خادم ہے اور گویا کہ اس میں اشارہ ہے کہ جیسے بلال رضی اللہ عنہ کو زندگی میں آپ سے قربت حاصل تھی ویسے ہی آخرت میں بھی اس کو آپ سے قربت حاصل ہوگی اور اگر کوئی کہے کہ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ثواب اس کو اس عمل کے سبب سے حاصل ہوا اور حدیث میں آیا ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل سے بہشت میں نہیں جائے گا بلکہ اللہ کی رحمت سے جائے گا تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ عمل بھی اس کی رحمت میں داخل ہے اگر اللہ کی رحمت نہ ہو تو بندہ نیک عمل نہیں کر سکتا ہے اور یا یہ ہے کہ اصل دخول جنت میں اللہ کی رحمت سے ہے اور درجوں کی تقسیم عملوں کے سبب سے ہے یعنی درجے باعتبار عملوں کے ملیں گے اور اگر کوئی کہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ موت سے پہلے کوئی بہشت میں داخل نہیں ہوگا اور معراج کی حدیث میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ بہشت میں داخل ہوئے تو جواب اس کا یہ ہے کہ انبیاء اس نفی میں داخل نہیں ہیں بلکہ اس نفی کے عموم سے مخصوص ہیں اور یا وہ نفی مخصوص ہے ساتھ اس شخص کے جو دنیا سے نکل کر عالم ملکوت میں داخل ہو جائے یعنی یہ شخص اس نفی سے مخصوص ہے پس آپ کا معراج کی رات کو بہشت میں داخل ہونا اس کے معارض نہیں، واللہ اعلم۔

**بَابُ مَا یُکْرَہُ مِنَ التَّشْدِیْدِ فِی الْعِبَادَةِ.** عبادت میں سختی کرنی مکروہ ہے یعنی سخت عبادت کو اختیار کرنا اور عبادت میں کثرت کرنی مکروہ ہے کہ اس سے آدمی تھک جاتا ہے اور فرض عبادت بھی چھوٹ جاتی ہے

۱۰۸۲ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُودٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ مَا هٰذَا الْحَبْلُ قَالُوْا هٰذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حُلُّوْهُ لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ.

۱۰۸۲ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے سو ناگہاں آپ نے دو کھمبوں (ستونوں) کے درمیان رسی لٹکی دیکھی سو پوچھا کہ یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے کہا یہ زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے کہ جب تہجد کی نماز میں سست ہو جاتی ہیں تو اس کو تھام لیتی ہیں' سو فرمایا کہ ایسا نہیں چاہیے اس کو کھول ڈالو اور چاہیے کہ نماز پڑھا کرے ہر شخص جب تک کہ خوش دل اور چست رہے پھر جب کاہل یا سست ہو جائے تو چاہیے کہ بیٹھ جائے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت میں آدمی ایسی کثرت نہ کرے جو اس کو تھکا دے اور ملال میں ڈالے کہ وہ منع ہے بلکہ اس میں میانہ روی اختیار کرے افراط وتفریط سے بچے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر کام کو ہاتھ اور زبان سے دور کرنا لازم ہے اور یہ کہ عورتوں کو مسجد میں نفل پڑھنے جائز ہیں اور یہ کہ نماز میں رسی کو تھامنا مکروہ ہے۔

۱۰۸۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ عِنْدِي امْرَأَةٌ مِّنْ بَنِي أَسَدٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ قُلْتُ فُلَانَةُ لَا تَنَامُ بِاللَّيْلِ فَذُكِرَ مِنْ صَلَاتِهَا فَقَالَ مَهْ عَلَيْكُمْ مَا تُطِيقُوْنَ مِنَ الْأَعْمَالِ فَإِنَّ اللهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا.

۱۰۸۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بنی اسد کی ایک عورت میرے پاس بیٹھی تھی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے سو پوچھا کہ یہ کون عورت ہے؟ میں نے عرض کی کہ یہ فلانی عورت ہے جو رات کو نہیں سوتی سو اس کی نماز کا ذکر کیا گیا یعنی تمام رات عبادت کرتی ہے سو آپ نے فرمایا کہ باز رہو اس تعریف سے کہ تمام رات عبادت کرنی مدح کے لائق نہیں بلکہ اپنے اوپر ایسے عمل لازم پکڑو جن کو تم کر سکو اس واسطے کہ اللہ نہیں تھکتا یہاں تک کہ تم تھک جاؤ۔

**فائدہ:** شاید یہ وہی عورت ہے جس کا ذکر پہلی حدیث میں گزرا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفل عبادت اس وقت تک بہتر ہے کہ خوشی سے ادا ہو اور اس میں جی لگا رہے کہ اللہ ثواب اور رحمت کو نہیں کاٹتا جب تک تم کو ملال اور ماندگی عبادت میں نہ ہو یعنی جب تک عبادت کرتا رہے تب تک ثواب ملتا ہے اور جب تھک کر عبادت چھوٹ گئی تو ثواب بھی نہ ملے گا تو اللہ کے تھک جانے سے مراد ثواب کا نہ دینا ہے اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر فجر کی نماز کے فوت ہو جانے کا خوف نہ ہو تو تمام رات عبادت کرنا درست ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ تَرْكِ قِيَامِ اللَّيْلِ لِمَنْ كَانَ يَقُوْمُهُ.

جو شخص رات کو ہمیشہ عبادت کیا کرتا ہو اس کو رات کی عبادت بالکل ترک کر دینی مکروہ ہے کہ اس کے سبب آدمی خیر کثیر اور ثواب عظیم سے محروم رہتا ہے اور اللہ سے اعراض لازم آتا ہے۔

١٠٨٤ ـ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح و حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ وَقَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْعِشْرِيْنَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ مِثْلَهُ بِهٰذَا وَتَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ.

١٠٨٤۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا کہ اے عبداللہ! تو نہ ہو فلاں کی طرح کہ وہ رات کو اٹھا کرتا تھا پھر اس نے رات کا اٹھنا چھوڑ دیا یعنی تہجد کی نماز کو ترک کر دیا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب نفلی عبادت خواہ نماز ہو خواہ روزہ خواہ وظیفہ شروع کرے تو اس کو ہمیشہ کرے کبھی کرنا کبھی چھوڑنا مکروہ ہے اس واسطے کہ ایسی عبادت کا اثر دل میں خوب نہیں جمتا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رات کی نماز واجب نہیں اس لیے کہ اگر واجب ہوتی تو آپ اس کی نہایت مذمت کرتے اور یہ کہ کسی آدمی کا عیب اس کے سامنے بیان کرنا جائز ہے جب کہ اس سے منع کرنا مقصود ہو اور یہ کہ آدمی جس عمل کی عادت رکھتا ہے مستحب ہے کہ اس کو ہمیشہ کرے اس میں قصور نہ کرے اور یہ کہ عبادت کو قطع کرنا مکروہ ہے گو وہ واجب نہ ہو۔

بَابٌ.

یہ باب ہے۔

**فائدہ:** یہ باب پہلے باب سے تعلق رکھتا ہے اس لیے وہ ترجمہ سے خالی ہے اور تعلق اس کا پہلے باب سے ظاہر ہے اور گویا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے کہ پہلی حدیث کا متن اسی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے، کما سیاتی.

١٠٨٥ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُوْمُ اللَّيْلَ وَتَصُوْمُ النَّهَارَ قُلْتُ إِنِّيْ أَفْعَلُ ذٰلِكَ قَالَ فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ عَيْنُكَ وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ وَإِنَّ لِنَفْسِكَ حَقًّا وَلِأَهْلِكَ حَقًّا فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ.

١٠٨٥۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا کہ کیا مجھ کو خبر نہیں ہوئی کہ تو تمام رات بھر نماز پڑھا کرتا ہے اور ہمیشہ روزہ رکھا کرتا ہے اور کبھی افطار نہیں کرتا؟ میں نے عرض کیا میں بے شک کرتا ہوں فرمایا کہ اگر تو ایسا ہی کرے گا تو تیری دونوں آنکھیں اندر گھس جائیں گی اور نظر کم ہو جائے گی اور تیری جان سست اور ضعیف ہو جائے گی اور تیرے نفس کا حصہ ہے اور تیری بیوی کا حصہ ہے سو کبھی روزہ رکھا کر اور کبھی نہ رکھا کر اور کچھ رات نماز پڑھا کر اور کچھ رات سویا کر۔

**فائدہ:** عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی نہایت عابد مرد تھے انہوں نے نکاح کیا تھا شب و روز عبادت میں مشغول رہتے تھے بیوی کی خبر نہ ہوتی تھی کہ ایک دن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے باپ کے گھر میں آئے تو انہوں نے بہو کو دیکھا کہ پرانے میلے کپڑے پہنے ہے اس کا سبب پوچھا اس عورت نے کہا کہ میرا خاوند مجھ سے خبر دار نہیں ہوتا شب و روز عبادت میں مشغول رہتا ہے تو ان کے باپ نے عبداللہ کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تب آپ نے یہ حدیث فرمائی یعنی تو ایسی عبادت کرتا ہے کہ اپنی جان اور بیوی کا حق ضائع کرتا ہے جان کا حق یہ کہ اس کو کھانا پینا دے اور سونے سے اس کو آرام پہنچائے اور بیوی کا حق یہ ہے کہ اس کی خبر لے اور اس سے خوش طبعی کرے اور صحبت کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبادت میں اعتدال اور توسط اللہ کو پسند ہے اتنی زیادتی بھی بہتر نہیں کہ اور حقوق فوت ہو جائیں اور اتنا قصور بھی اچھا نہیں کہ آدمی جانور کی طرح جماع اور خواب خوری میں مشغول رہے اور عبادت سے غافل ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک کام کی نیت ظاہر کرنی درست ہے اور یہ کہ امام اپنی رعیت کا حال دریافت کرتا رہے اور ان کو نیک کام بتلاتا رہے اور یہ کہ عبادت میں واجبات کو مستحبات پر مقدم کرے اور اس میں ترغیب ہے کہ آدمی عبادت ہمیشہ کرتا رہے مگر میانہ روی اختیار کرے تشدد نہ کرے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلّٰى.

جو شخص رات کو سونے سے جاگ کر نماز پڑھے تو اس کے لیے بڑی فضیلت ہے۔

١٠٨٦ ـ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ هُوَ ابْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ جُنَادَةُ بْنُ أَبِيْ أُمَيَّةَ حَدَّثَنِيْ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ أَوْ دَعَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ فَإِنْ تَوَضَّأَ وَصَلّٰى قُبِلَتْ صَلَاتُهٗ.

١٠٨٦۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو سونے سے جاگ کر لا اله الا الله سے اللهم اغفرلی تک پڑھے اور کوئی دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہو گی اور اگر وضو کر کے تہجد کی نماز بھی پڑھے تو نماز بھی اس وقت نہایت مقبول ہو گی اور لا اله الا الله سے آخر تک کے معنی یہ ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی لائق بندگی کے نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا سب ملک ہے اور اسی کو سب تعریفیں ہیں اور وہ سب چیز کر سکتا ہے سب خوبیاں اللہ ہی کو ہیں پاک ہے سب عیبوں سے اور سب سے بڑا ہے بغیر اس کی مدد کے نہ گناہ سے بچاؤ ہے اور نہ بندگی کی طاقت اس کے بعد یوں کہے اے میرے اللہ مجھ کو بخش دے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ مراد قبول ہونے سے اس حدیث میں وہ چیز ہے جو صحت پر زیادہ ہے یعنی جس کی نماز قبول ہوئی وہ عذاب سے محفوظ رہے گا پس معلوم ہوا کہ رات کی نماز کو عذاب سے بچانے کی تاثیر ہے پس اس کی فضیلت ثابت ہوگئی اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

١٠٨٧ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي الْهَيْثَمُ بْنُ أَبِيْ سِنَانٍ أَنَّهٗ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ يَقُصُّ فِيْ قَصَصِهٖ وَهُوَ يَذْكُرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَخًا لَّكُمْ لَا يَقُوْلُ الرَّفَثَ يَعْنِيْ بِذٰلِكَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْ كِتَابَهٗ إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِّنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ أَرَانَا الْهُدٰى بَعْدَ الْعَمٰى فَقُلُوْبُنَا بِهٖ مُوْقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعُ يَبِيْتُ يُجَافِيْ جَنْبَهٗ عَنْ

١٠٨٧۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمہارا بھائی یعنی عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ انصاری فحش اور جھوٹ نہیں کہتا ہے یعنی یہ شعر جو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں کہے ہیں سچ ہیں جھوٹ نہیں اور ان شعروں کا معنی یہ ہے کہ ہمارے درمیان اللہ کے رسول ہیں جو اس کی کتاب پڑھتے ہیں جب کہ پھٹ جائے صبح کی روشنی یعنی فجر کے وقت آپ قرآن وغیرہ پڑھتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں آپ نے ہم کو سیدھی راہ بتلائی گمراہی سے پیچھے سو ہمارے دل آپ کے ساتھ یقین رکھتے ہیں کہ جو آپ نے فرمایا بے شک ہونے والا ہے رات کاٹتے ہیں اس حال میں کہ اپنے پہلو کو بچھونے سے دور رکھتے

فِرَاشِهِ إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ تَابَعَهُ عُقَيْلٌ وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدٍ وَالْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

ہیں جب کہ بچھونے مشرکین سے بھاری ہوتے ہیں یعنی خواب میں ہوتے ہیں ہیثم نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ اپنے وعظ میں یہ اشعار پڑھتے تھے۔

**فائدہ:** اخیر شعر سے معلوم ہوا کہ آپ رات کو جاگ کر عبادت کیا کرتے تھے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

۱۰۸۸ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ بِيَدِيْ قِطْعَةَ إِسْتَبْرَقٍ فَكَأَنِّيْ لَا أُرِيْدُ مَكَانًا مِّنَ الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ إِلَيْهِ وَرَأَيْتُ كَأَنَّ اثْنَيْنِ أَتَيَانِيْ أَرَادَا أَنْ يَّذْهَبَا بِيْ إِلَى النَّارِ فَتَلَقَّاهُمَا مَلَكٌ فَقَالَ لَمْ تُرَعْ خَلِّيَا عَنْهُ فَقَصَّتْ حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدٰى رُؤْيَايَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ وَكَانُوْا لَا يَزَالُوْنَ يَقُصُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا أَنَّهَا فِي اللَّيْلَةِ السَّابِعَةِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرٰى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيْهَا فَلْيَتَحَرَّهَا مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ.

۱۰۸۸۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں خواب دیکھا کہ گویا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا ہے سو گویا کہ میں بہشت میں جس جگہ جانے کا ارادہ کرتا ہوں وہ ٹکڑا مجھ کو وہیں اڑا لے جاتا ہے اور میں نے دیکھا کہ گویا دو فرشتے میرے پاس آئے اور مجھ کو پکڑ کر دوزخ کی طرف لے چلے سو ایک فرشتہ ان کو آگے سے آ ملا سو اس نے مجھ سے کہا کہ تو مت ڈر اور ان کو کہا کہ اس کو چھوڑ دو سو حفصہ رضی اللہ عنہا نے میری خواب میں سے ایک خواب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبداللہ اچھا مرد ہے اگر رات کو تہجد بھی پڑھتا ہو سو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس خواب کے بعد رات کو ہمیشہ نماز پڑھا کرتے تھے اور رات میں کم سویا کرتے تھے اور رہمیشہ لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خوابیں بیان کیا کرتے تھے کہ شب قدر رمضان کی پچھلی دس راتوں سے ساتویں رات میں ہے سو آپ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں تمہاری خوابوں کے موافق پڑگئی ہیں پچھلی دس راتوں میں سو جو شخص کہ شب قدر کا تلاش کرنے والا ہے سو پچھلی دس راتوں میں تلاش کرے۔

**فائدہ:** حضرت ﷺ کے اصحاب نے شب قدر کو خواب میں دیکھا کسی نے اکیسویں کسی نے تیئیسویں کسی نے پچیسویں تب حضرت ﷺ نے یہ حدیث فرمائی یعنی شب قدر رمضان کے پچھلے دھاکے کی طاق راتوں میں ضرور ہے جس کو شوق ہو تلاش کرے یعنی سب طاق راتوں میں بیدار رہے اور عبادت کرے کہ ان میں آخر کوئی نہ کوئی تو ضرور ہو گی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات کی نماز کو دوزخ سے بچانے کی بڑی تاثیر ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

## بَابُ الْمُدَاوَمَةِ عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

فجر کی دوسنتوں پر ہمیشگی کرنے کا بیان یعنی حضرت ﷺ ان کو ہمیشہ پڑھتے رہے سفر میں بھی اور حضر میں بھی۔

١٠٨٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ هُوَ ابْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ ثُمَّ صَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ وَّرَكْعَتَيْنِ جَالِسًا وَّرَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَآئَيْنِ وَلَمْ يَكُنْ يَدَعُهُمَا اَبَدًا.

١٠٨٩۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر آٹھ رکعتیں نماز پڑھی اور پھر دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھیں اور دو رکعتیں اذان اور اقامت کے درمیان پڑھیں یعنی فجر کی دوسنتیں پڑھیں اور آپ ان کو کبھی نہیں چھوڑتے تھے یعنی ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی فجر کی سنتوں کو ہمیشہ پڑھا کرے کبھی ترک نہ کرے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور بعض نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ فجر کی سنتیں واجب ہیں یہ قول حسن بصری کا ہے اور یہی منقول ہے ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اور بعض فقہاء نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اگر ان کو بے عذر بیٹھے پڑھے تو جائز نہیں ہے۔

## بَابُ الضِّجْعَةِ عَلَى الشِّقِّ الْاَيْمَنِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

فجر کی دوسنتوں کے بعد دائیں پہلو پر لیٹنے کا بیان۔

**فائدہ:** فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنے میں علماء کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ فرض ہے اگر نہ لیٹے تو فرض باطل ہو جاتے ہیں خواہ عمداً ترک کرے یا بھول سے کرے لیکن یہ قول ضعیف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بدعت اور مکروہ ہے یہ قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے منقول ہے لیکن قول یہ بھی مردود ہے اس لیے کہ بہت صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضرت ﷺ اس کو ہمیشہ کرتے رہے جیسا کہ باب کی حدیث میں مذکور ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فجر کی

سنتوں کے بعد لیٹنا سنت نہیں فقط آرام کے واسطے تھا یہ قول ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا ہے کہتے ہیں کہ یہ لیٹنا واسطے دفع کرنے سستی اور کاہلی کے تھا جو آپ کو تہجد کی نماز سے عارض ہوتی تھی پس اس صورت میں اضطجاع خاص تہجد پڑھنے والے ہی کو مستحب ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ فرض اور سنت میں فاصلہ کرنے کے واسطے ہیں پس اس صورت میں ہر آدمی کو مستحب ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ سنت اور مستحب ہے یہ قول ابو موسیٰ اور رافع بن خدیج اور انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا ہے اور یہی قول ہے قاسم بن محمد اور عروہ بن زبیر اور خارجہ بن یزید اور عبیداللہ اور سلیمان بن یسار اور سعید بن مسیب اور ابن سیرین رحمہم اللہ علیہم وغیرہ فقہاء سبعہ اور تابعین کا اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور شافعیہ کا اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ترک کرے امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ مختار یہی قول ہے کہ وہ سنت ہے واسطے ظاہر حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے۔

١٠٩٠ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ.

١٠٩٠۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں پڑھتے تھے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جایا کرتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی سنتوں کے بعد دائیں پہلو پر لیٹنا سنت ہے اور ابوداؤد میں ہے کہ جب کوئی فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھے تو چاہیے کہ لیٹ جائے اپنے دائیں پہلو پر سو مروان نے کہا کہ ہم میں سے کسی کو مسجد میں کئی قدم چلنا کفایت نہیں کرتا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں اس سے معلوم ہوا کہ اضطجاع کے بدلے چلنا کفایت نہیں کرتا اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ جس چیز کے ساتھ فصل ہو جائے اس سے سنت ادا ہو جاتی ہے خواہ کلام ہو خواہ چلنے وغیرہ سے اور حنفیہ جو اس کو سنت نہیں کہتے ہیں تو وہ اس پر کئی دلیلیں بیان کرتے ہیں پہلی دلیل ان کی یہ قول ابراہیم نخعی کا ہے کہ فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا شیطان کا لیٹنا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ محمول ہے اس پر کہ اس کو یہ حدیث نہیں پہنچی ورنہ بعد صحت حدیث کے کسی کو کوئی عذر باقی نہیں رہتا اور نیز اصول میں مقرر ہو چکا ہے کہ حدیث کے مقابلہ میں قول صحابی کا حجت نہیں اور قول تابعی کا بطریق اولیٰ حجت نہیں ہوگا اور دوسری دلیل یہ ہے جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ مکروہ ہے سو وہ بھی اس پر محمول ہے کہ ان کو یہ حدیث نہیں پہنچی اور نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے وجوب کے منکر تھے نہ استحباب کے چنانچہ ان کی اخیر کلام یہ ہے کہ جب سلام پھیرے تو فصل ہو گیا۔ اور تیسری دلیل ان کی یہ ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ بدعت ہے سو

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ بھی اسی پر محمول ہے کہ ان کو اضطجاع کی حدیث نہیں پہنچی کذا قاله فی الفتح اور نیز ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے برخلاف بھی مروی ہے جیسا کہ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے اور نیز اگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے استدلال کیا جائے تو اس سے لازم آئے کہ اضطجاع کو بدعت کہا جائے حالانکہ حنفیہ اس کے قائل نہیں اور چوتھی دلیل اس کی یہ ہے جو ابن عسال سے روایت ہے کہ آپ نے فجر کی سنتوں سے پہلے اضطجاع کیا ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے پہلے بھی کیا ہے اور پیچھے بھی کیا ہے کہتے ہیں کہ اگر اضطجاع سنت ہوتا تو سنت سے پہلے کرنے کے کوئی معنی نہ تھے اور قاضی نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو ترجیح ہے سو جواب اس کے تین ہیں اول یہ ہے جو کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں دیا ہے کہ جب تطبیق ممکن ہو تو بعض حدیثوں کو رد کرنا جائز نہیں اور یہاں تطبیق دو طور سے ممکن ہے اول یہ ہے کہ آپ پہلے بھی اضطجاع کرتے تھے اور پیچھے بھی کرتے تھے یعنی دونوں طرح سے جائز ہے اور دوم یہ کہ آپ نے کبھی کبھی بیان جواز کے واسطے اس کو چھوڑ دیا ہوگا اس غرض سے کہ اس کا ترک کرنا بھی جائز ہے اس سے اس کا نہ مستحب ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اس سے فقط اتنا ثابت ہوگا کہ وہ واجب نہیں سو اس کے ہم بھی قائل ہیں اور دوم جو کہ فتح الباری میں لکھا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ آپ رات کی نماز اور فجر کی نماز کے درمیان سوئے سو غایت درجہ اس سے فقط اتنا ثابت ہوگا کہ آپ نے اس رات میں سنتوں کے بعد اضطجاع نہیں کیا سو یہ دلیل ہوگی اس بات کی کہ اضطجاع واجب نہیں پس اس کا نہ مستحب ہونا اس سے لازم نہیں آتا۔ اور سوم یہ کہ فجر کی سنتوں کے پہلے اضطجاع کرنے کی روایت کا راجح ہونا مسلم نہیں بلکہ پچھلے اضطجاع کی روایت راجح ہے اس لیے کہ یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے عروہ نے روایت کی ہے اور عروہ سے زہری اور معمر اور یونس اور عمرو بن حارث اور اوزاعی اور ابن ابی ذئب اور شعیب نے روایت کی ہے یعنی یہ سب لوگ عروہ کے شاگرد ہیں یہ حدیث انہوں نے عروہ سے پڑھی ہے اور پھر جو لوگ پچھلے اس کو زہری سے روایت کرتے ہیں اس میں اختلاف ہے کسی میں پچھلے اضطجاع کا ذکر ہے اور کسی میں نہیں اور جو لوگ باقی چھ محدثوں سے یہ روایت کرتے ہیں اس میں مطلق کچھ اختلاف نہیں وہ لفظ فقط یہی ہیں کہ کان اذا طلع الفجر صلی رکعتین خفیفتین ثم اضطجع علی شقه الایمن وهذه الروایة اتفق علیهما الشیخان کذا فی النیل اور بیہقی نے لکھا ہے کہ العدد اولٰی بالحفظ من الواحد پس بہت لوگوں کی روایت کو ایک شخص کی روایت پر ترجیح دی جائے گی اس لیے کہ بہت متعدد لوگوں اور جماعت کثیرہ کی یادداشت ایک آدمی سے زیادہ ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ فجر کی سنتوں کے بعد اضطجاع کرنے کی روایت کو ترجیح ہے پس ثابت ہوا کہ فجر کی سنتوں کے بعد اضطجاع کرنا سنت ہے اور یہی مذہب ہے بہت صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اور شیخ عبدالحق نے لمعات میں لکھا ہے کہ مختار مذہب یہی ہے جس کی طرف جمہور علماء گئے ہیں کہ فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا سنت ہے، انتهی واللہ اعلم بالصواب.

بَابُ مَنْ تَحَدَّثَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَضْطَجِعْ.

فجر کی سنتوں کے بعد بات چیت کرنا اور نہ لیٹنا جائز ہے۔

**فائدہ:** غرض اس باب سے رد کرنا ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ اضطجاع واسطے فصل کے تھا کہ فرض اور سنت میں فرق ہو جائے یعنی فصل کے واسطے اضطجاع مقرر نہیں بلکہ آپ نے کبھی کبھی بات چیت سے بھی فصل کیا ہے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ غرض اس سے یہ ہے کہ آپ نے اس پر ہمیشگی نہیں کی بلکہ کبھی کبھی اس کو ترک بھی کیا ہے پس اس صورت میں اس کے وجوب کی نفی ہو جائے گی اور سنیت ثابت ہو جائے گی۔

١٠٩١ ۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعَ حَتَّى يُؤَذَّنَ بِالصَّلَاةِ.

١٠٩١۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی سنتیں پڑھتے تو ان کے بعد اگر میں جاگتی ہوتی تو مجھ سے بات چیت کرتے ورنہ لیٹ جاتے تھے یہاں تک کہ فجر کی نماز کی اذان کہی جاتی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی سنتوں کے بعد کلام کرنی جائز ہے اور یہ کہ آپ نے اضطجاع پر ہمیشگی نہیں کی پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور ایک حدیث مین آیا ہے کہ آپ کا کلام کرنا سنتوں سے پہلے تھا سو یہ حدیث محمول ہے اس پر کہ آپ نے دونوں وقت میں کلام کی ہوگی یا کبھی پہلے کی ہوگی اور کبھی پیچھے کی ہوگی، واللہ اعلم۔

بَابُ الْحَدِيْثِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

فجر کی سنتوں کے بعد بات چیت کرنے کا بیان۔

**فائدہ:** فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان کلام کرنے میں علماء کو اختلاف ہے امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ جمہور کے نزدیک ان کے درمیان کلام کرنی جائز ہے اور دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو ابھی آتی ہے اور کوفہ والے کہتے ہیں کہ کلام کرنی مکروہ ہے لیکن کہتے ہیں کہ فضول کلام سے سنتوں کا دہرانا واجب نہیں اور بعض کہتے ہیں جو فضول کلام ہو وہ مکروہ ہے اور اگر ضرورت ہو تو جائز ہے یہ قول احمد اور اسحاق کا ہے۔

١٠٩٢ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ

١٠٩٢۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں پڑھتے تھے سو بعد ان کے اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے بات چیت کرتے ورنہ لیٹ جاتے تھے۔

فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعَ قُلْتُ لِسُفْيَانَ فَإِنَّ بَعْضَهُمْ يَرْوِيهِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَالَ سُفْيَانُ هُوَ ذَاكَ.

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان بات چیت کرنی جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

**بَابُ تَعَاهُدِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَمَنْ سَمَّاهُمَا تَطَوُّعًا.**

فجر کی سنتوں کی حفاظت کرنے کا بیان یعنی ان پر حفاظت کرنے اور ان کو ترک نہ کرے اور ان کے نفل نام رکھنے کا بیان یعنی باوجود اس محافظت کے نفل ہیں واجب نہیں

۱۰۹۳ ـ حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَآءٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

۱۰۹۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ فجر کی سنتوں سے زیادہ تر محافظت کسی پر نہیں کرتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ باوجود اتنی محافظت کے بھی یہ سنتیں نفل میں داخل ہیں اور ان کو نفل کہنا درست ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

**بَابُ مَا يُقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.**

فجر کی سنتوں میں قرآن پڑھنے کا بیان یعنی فرضوں کی طرح ان میں بھی قرآن پڑھنا واجب ہے۔

**فائدہ:** بعض کہتے ہیں کہ فجر کی سنتوں میں مطلق کچھ نہ پڑھا جائے نہ الحمد اور نہ کوئی اور سورت سو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے اشارہ کیا ہے اس طرف کہ یہ قول مردود ہے ان میں قرآن پڑھنا واجب ہے ساتھ دلیل حدیث باب کے اور ساتھ عموم حدیث (لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب) کے۔

۱۰۹٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ

۱۰۹۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ رات کو تیرہ رکعتیں نماز پڑھا کرتے تھے پھر جب صبح کی اذان سنتے تو دو رکعتیں ہلکی نماز پڑھتے۔

بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ يُصَلِّي إِذَا سَمِعَ النِّدَآءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ.

١٠٩٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمَّتِهِ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى هُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتّٰى إِنِّيْ لَأَقُوْلُ هَلْ قَرَأَ بِأُمِّ الْكِتَابِ.

١٠٩٥۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ فجر کی دو سنتوں میں تخفیف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ میں کہتی کہ شاید آپ نے الحمد بھی پڑھا ہے یا نہیں یعنی آپ اور نفلوں میں بہت لمبی قرأت پڑھا کرتے تھے اور جب آپ نے فجر کی سنتوں میں تخفیف کی تو گویا کہ بہ نسبت اور نمازوں کے اس میں کچھ بھی نہ پڑھا نہ یہ کہ حقیقتاً ان کو الحمد پڑھنے میں بھی شک رہتا تھا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی سنتوں میں قرأت کرنی واجب ہے بغیر اس کے نماز درست نہیں اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور بعضوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ فجر کی سنتوں میں الحمد کے سوا اور کچھ نہ پڑھے فقط یہی پڑھے یہ قول امام مالک رحمہ اللہ کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مستحب ہے کہ ایک رکعت میں الحمد کے ساتھ قل یا ایھا الکافرون پڑھے اور ایک میں اس کے ساتھ قل ھو اللہ احد ضم کرے اور یہ قول امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں جمہور علماء اور دلیل ان کی وہ حدیث ہے جو مسلم وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فجر کی سنتوں میں ان دو سورتوں کو پڑھا اور کہتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے شک کا یہ معنی ہے کہ شاید آپ نے فقط الحمد ہی پڑھا ہے یا مگر اس کے ساتھ کوئی اور سورت بھی جوڑی اور یہ آپ کے جلدی پڑھنے کے سبب سے تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ان میں لمبی قرأت پڑھنی چاہیے یہ قول اکثر حنفیوں کا ہے اور یہی منقول ہے نخعی سے اور بیہقی نے اس باب میں مرفوع حدیث بھی نقل کی ہے لیکن اس میں ایک راوی مجہول ہے پس اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي التَّطَوُّعِ مَثْنٰى مَثْنٰى.

نفلوں کی نماز دو دو رکعتیں ہیں۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابن رشید نے کہا کہ امام بخاری کا مقصود ان حدیثوں اور اثروں سے یہ ہے کہ

حدیث میں جو مثنیٰ مثنیٰ کا لفظ آیا ہے تو مراد اس سے یہ ہے کہ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرے خواہ دن کے نفل ہوں اور خواہ رات کے نفل ہوں۔

وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَيُذْكَرُ ذٰلِكَ عَنْ عَمَّارٍ وَّأَبِيْ ذَرٍّ وَّأَنَسٍ وَّجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَّعِكْرِمَةَ وَالزُّهْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْأَنْصَارِيُّ مَا أَدْرَكْتُ فُقَهَاءَ أَرْضِنَا إِلَّا يُسَلِّمُوْنَ فِيْ كُلِّ اثْنَتَيْنِ مِنَ النَّهَارِ.

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہی قول ہے عثمان رضی اللہ عنہ اور ابو ذر رضی اللہ عنہ اور انس رضی اللہ عنہ اور جابر بن زید اور عکرمہ اور زہری کا کہ کہتے ہیں کہ ہر دو رکعتوں میں فصل کرے اور یحییٰ بن سعید انصاری نے کہا کہ ہم نے اپنی زمین کے فقہاء کو نہیں پایا مگر کہ دن کے نفلوں میں ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے تھے۔

١٠٩٦ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِيْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْإِسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ يَقُوْلُ إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ لِيَقُلِ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ أَوْ قَالَ عَاجِلِ أَمْرِيْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ أَوْ قَالَ فِيْ عَاجِلِ

١٠٩٦۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو سب کاموں میں استخارہ کرنا سکھایا کرتے تھے جیسا کہ ہم کو قرآن کی سورت سکھلاتے تھے فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ دو رکعتیں نماز پڑھے سوائے فرض کے یعنی نفل کی نیت کرے پھر یہ دعا پڑھے اللھم آخر تک یعنی الٰہی! میں تجھ سے خیریت مانگتا ہوں تیرے علم کے وسیلے سے اور تجھ سے قدرت مانگتا ہوں تیری قدرت کے وسیلے اور سوال کرتا ہوں تیرے بڑے فضل سے سو بیشک تو قادر ہے مجھ کو قدرت نہیں اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو سب چھپی چیزوں کا دانا ہے الٰہی! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے واسطے بہتر ہے میرے دین میں اور دنیا میں اور انجام کار میں یا یوں فرمایا کہ میری دنیا اور عاقبتمیں تو اس کو میرے واسطے مقدر کر دے اور اس کو میرے واسطے آسان کر دے اور برکت دے اس میں اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے حق میں برا ہے میرے دین اور دنیا میں اور انجام کار میں یا یوں فرمایا کہ میری دنیا اور عاقبت میں تو اس کو مجھ سے ہٹا دے اور مجھ کو اس سے ہٹا دے اور مقدر کر دے

أَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ أَرْضِنِیْ بِهٖ قَالَ وَیُسَمِّیْ حَاجَتَهٗ.

میرے واسطے بہتر کام جہاں کہیں کہ ہو پھر مجھ کو اس سے راضی کردے اور پھر اپنی حاجت کا نام لے کہ فلاں کام کے لیے استخارہ کرتا ہوں۔

**فائدہ:** یہ استخارہ کرنے کا طریقہ ہے جب کسی کام کا ارادہ کرے تو سنت ہے کہ اس طور سے استخارہ کرے تین روز یا سات روز اسی طرح کرے انجام بخیر ہو گا یا خواب میں کچھ حال معلوم ہو جائے گا غرض کہ جس نے جس کام میں استخارہ کیا اس کا نقصان نہیں ہوا۔

١٠٩٧ ۔ حَدَّثَنَا الْمَکِّیُّ بْنُ إِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَیْمٍ الزُّرَقِیِّ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِیٍّ الْأَنْصَارِیَّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا یَجْلِسْ حَتّٰی یُصَلِّیَ رَکْعَتَیْنِ.

١٠٩٧۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مسجد میں جائے تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعتیں پڑھے۔

**فائدہ:** اس نماز کا نام تحیۃ المسجد ہے سنت ہے کہ پہلے تحیۃ المسجد پڑھے پھر مسجد میں بیٹھے۔

١٠٩٨ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ.

١٠٩٨۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دو رکعتیں نماز پڑھائی پھر نماز سے پھرے۔

**فائدہ:** یہ حدیث پوری باب الصلوة علی الحصر میں گزر چکی ہے۔

١٠٩٩ ۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِیْ سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ

١٠٩٩۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں اس سے پیچھے اور دو رکعتیں جمعہ سے پیچھے اور دو رکعتیں مغرب کے پیچھے اور دو رکعتیں عشاء سے پیچھے پڑھیں۔

وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ.

**فائدہ:** یہ حدیث بھی صفوں کے باب میں پہلے گزر چکی ہے۔

١١٠٠ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ إِذَا جَآءَ أَحَدُكُمْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ أَوْ قَدْ خَرَجَ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

١١٠٠۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مسجد میں آئے اور امام جمعہ کا خطبہ پڑھتا ہو یا خطبے کے واسطے نکلا ہو تو چاہیے کہ دو رکعتیں نماز پڑھ لے۔

**فائدہ:** یہ حدیث بھی جمعہ کے بیان میں پہلے گزر چکی ہے۔

١١٠١ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ مَنْزِلِهٖ فَقِيْلَ لَهٗ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَخَلَ الْكَعْبَةَ قَالَ فَأَقْبَلْتُ فَأَجِدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ وَأَجِدُ بِلَالًا عِنْدَ الْبَابِ قَآئِمًا فَقُلْتُ يَا بِلَالُ أَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَأَيْنَ قَالَ بَيْنَ هَاتَيْنِ الْأُسْطُوَانَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فِيْ وَجْهِ الْكَعْبَةِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ.

١١٠١۔ مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ کوئی شخص ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا سو اس کو کہا کہ یہ دیکھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے اس نے کہا کہ میں کعبہ کی طرف آیا سو دیکھتا کیا ہوں کہ آپ کعبہ سے باہر نکل آئے ہیں اور میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دروازے پر کھڑے پایا سو میں نے کہا کہ اے بلال! کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا ہاں میں نے کہا کس جگہ پڑھی ہے اس نے کہا کہ ان دو کھنبوں (ستونوں) کے درمیان پڑھی ہے پھر آپ باہر نکلے اور کعبہ کے دروازے کے سامنے دو رکعتیں پڑھیں۔

**فائدہ:** یہ حدیث بھی باب ﴿واتخذوا من مقام ابراھیم﴾ میں پہلے گزر چکی ہے۔

قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَوْصَانِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَكْعَتَيِ

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو چاشت کی دو رکعتوں کی وصیت کی کہ اس کو کبھی نہ چھوڑوں۔

الضُّحٰى وَقَالَ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ غَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا امْتَدَّ النَّهَارُ وَصَفَفْنَا وَرَآئَهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ.

اور عتبان نے کہا کہ حضرت ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ صبح کو میرے گھر تشریف لائے بعد اس کے کہ دن کی گرمی سخت ہو گئی تھی اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی سو آپ نے دو رکعتیں نماز پڑھی۔

**فائدہ:** غرض ان سب حدیثوں اور اثروں سے یہ ہے کہ رات اور دن کے نفل دو دو رکعتیں ہیں اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا کہ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرے خواہ دن کے نفل ہوں اور خواہ رات کے نفل ہوں اور یہی قول ہے شافعی رحمہ اللہ کا اور امام احمد رحمہ اللہ کا اور ابو یوسف رحمہ اللہ اور محمد رحمہ اللہ کا قول بھی رات کے نفلوں میں یہی ہے کہ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ابو یوسف رحمہ اللہ اور محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دن کے نفلوں میں اختیار ہے خواہ چار چار رکعتیں پڑھیں اور خواہ دو دو رکعتیں پڑھے اور رات کی نماز بھی ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دو دو رکعتیں ہیں لیکن یہ سب اختلاف افضلیت میں ہے اصل جواز میں اختلاف نہیں سو جمہور دو دو پڑھنے کو افضل کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ چار چار پڑھنے کو افضل کہتے ہیں دلیل جمہور کی یہ حدیثیں ہیں اور نیز دلیل ان کی وہ حدیث ہے جو اوپر مذکور ہو چکی کہ رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں اور نیز وہ نفلوں کو تراویح پر قیاس کرتے ہیں۔

## بَابُ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْمَكْتُوْبَةِ.

فرضوں کے بعد نفل پڑھنے کا بیان یعنی مؤکدہ سنتوں کا بیان۔

**فائدہ:** فجر کی سنتیں سب سنتوں سے افضل ہیں اور ان کی سب سے زیادہ تاکید ہے اور بعد ان کے فرضوں کی پچھلی سنتیں سب سے افضل ہیں اور بعد ان کے ظہر کی پہلی سنتیں سب سے افضل ہیں اور یہی غرض ہے امام بخاری رحمہ اللہ کی اس ترتیب سے اور کہتے ہیں کہ فرضوں کی پچھلی سنتوں سے شام کی سنتیں ظہر کی پچھلی سنتوں سے افضل ہیں اور ظہر کی پچھلی سنتیں عشاء کی سنتوں سے افضل ہیں۔

۱۱۰۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَأَمَّا الْمَغْرِبُ

۱۱۰۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر سے پیچھے اور دو رکعتیں مغرب سے پیچھے اور دو رکعتیں عشاء سے پیچھے اور دو رکعتیں جمعہ سے پیچھے سو مغرب اور عشاء کی سنتیں تو میں نے آپ کے گھر میں پڑھیں۔

وَالْعِشَآءُ فَفِيْ بَيْتِهٖ.

**فائدہ:** سنتوں کو حضرت ﷺ کے ساتھ پڑھنے کا یہ معنی ہے کہ ہم دونوں نے ان کو ایک جگہ پر پڑھا یہ معنی نہیں کہ آپ ہمارے امام بنے۔

وَحَدَّثَتْنِيْ أُخْتِيْ حَفْصَةُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَعْدَ مَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَكَانَتْ سَاعَةً لَّا أَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا وَقَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ بَعْدَ الْعِشَآءِ فِيْ أَهْلِهٖ تَابَعَهٗ كَثِيْرُ بْنُ فَرْقَدٍ وَأَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ.

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ صبح صادق کے پیچھے دو رکعتیں ہلکی نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ نماز اس وقت تھی کہ میں آپ کے پاس اس گھڑی حاضر نہیں ہوتا تھا یعنی یہ سنتیں حضرت ﷺ کے ساتھ پڑھنے کا مجھ کو کبھی اتفاق نہیں ہوا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے فرضوں کے بعد سنتوں کا پڑھنا ثابت ہوا اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور بعضوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ رات کے نفل گھر میں پڑھنے مسجد سے افضل ہیں یہ قول مالک اور ثوری کا ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں اور نیز اس میں دلیل ہے اس پر کہ فرضوں کے واسطے سنتیں مقرر ہیں کہ ان پر ہمیشگی کرنی مستحب ہے یہ قول جمہور علماء کا ہے اور عراق والوں کا بھی یہی مذہب ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کا مشہور قول یہ ہے کہ یہ مقرر نہیں تا کہ فرضوں میں قصور نہ ہو لیکن اگر کوئی پڑھے تو منع نہ کیا جائے بشرطیکہ فرض کی حمایت مقصود نہ ہو۔

## بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَطَوَّعْ بَعْدَ الْمَكْتُوْبَةِ.

فرضوں کے بعد سنتوں کے پڑھنے کا بیان یعنی اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے کبھی کبھی ان کو ترک بھی کر دیا ہے۔

١١٠٣ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الشَّعْثَآءِ جَابِرًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيًا جَمِيْعًا وَّسَبْعًا جَمِيْعًا قُلْتُ يَا أَبَا الشَّعْثَآءِ أَظُنُّهٗ أَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَعَجَّلَ الْعِشَآءَ وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ قَالَ وَأَنَا أَظُنُّهٗ.

١١٠٣۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آٹھ رکعتیں اکٹھی اور سات رکعتیں اکٹھی یعنی ظہر اور عصر کے آٹھ فرض ملا کر پڑھے اور مغرب اور عشاء کے سات فرض ملا کر پڑھے (عمرو کہتا ہے) میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابو شعثاء (یہ جابر کی کنیت ہے) میں گمان کرتا ہوں کہ آپ نے ظہر کی نماز میں تاخیر کی اور عصر کی نماز میں جلدی کی اور عشاء کو اول وقت پڑھا اور مغرب کو اخیر وقت پڑھا سو اس نے کہا کہ میں بھی یہی گمان

کرتا ہوں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرضوں کی پچھلی سنتوں کو کبھی کبھی ترک کرنا بھی جائز ہے اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دو دو نمازیں جمع کر کے پڑھیں اور جمع کرنا اس بات کو چاہتا ہے کہ ان کے درمیان کوئی اور نماز واقع نہ ہو نہ سنتیں اور نہ نفل پس معلوم ہوا کہ آپ نے ظہر اور مغرب کی پچھلی سنتیں نہیں پڑھیں پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی مگر اس سے معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے ظہر کی پہلی سنتیں اور عشاء کی پچھلی سنتیں بھی پڑھیں یا نہ پڑھیں یہ حدیث ان سے ساکت ہے۔

## بَابُ صَلَاةِ الضُّحٰی فِی السَّفَرِ.

سفر میں چاشت کی نماز پڑھنے کا بیان یعنی آپ نے پڑھی یا نہیں پڑھی۔

**فائدہ:** سورج چڑھنے اور دوپہر کے درمیان دو نمازیں ہیں ایک اشراق اور ایک ضحیٰ اشراق اس وقت کو کہتے ہیں جب کہ سورج ایک نیزے کے قدر بلند ہو جائے اور ضحیٰ کہتے ہیں اس وقت کو جو کہ چوتھائی دن کے برابر سورج بلند ہونے سے دوپہر تک ہے مگر درحقیقت ضحیٰ اور اشراق ایک ہی نماز کو کہتے ہیں اور ایک ہی وقت کو کہتے ہیں فقط نام میں اختلاف ہے اور یہ چاشت کی نماز بہت حدیثوں سے ثابت ہے یہاں تک کہ محمد بن جریر نے کہا کہ اس باب کی حدیثیں تواتر معنوی کے درجے کو پہنچ گئی ہیں چنانچہ ان تمام میں سے بعض حدیثوں کا ذکر آئندہ آئے گا اور اس باب میں علماء کو اختلاف ہے اکثر علماء صحابہ اور تابعین وغیرھم سے کہتے ہیں کہ چاشت کی نماز مستحب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر کوئی سبب ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے بغیر سبب کے چاشت کی نماز نہیں پڑھی بلکہ ایک بار مکہ فتح ہونے کے سبب سے پڑھی اور ایک بار شکر ادا کرنے کے لیے پڑھی جب کہ ابوجہل کا سر آپ کے سامنے لایا گیا اور عتبان کے گھر اس کے سوال کرنے کے سبب سے پڑھی سو اتفاقا وہ چاشت کا وقت تھا نہ یہ کہ قصداً آپ نے یہ نماز اس وقت پڑھی اور بعض کہتے ہیں کہ ہرگز مستحب نہیں یہ قول عبدالرحمٰن بن عوف اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مستحب ہے کہ چند روز چھوڑ دے اور چند روز پڑھے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما دس دن چھوڑ دیتے تھے اور دس دن پڑھتے تھے اور ثوری نے منصور سے روایت کی ہے کہ فرضوں کی طرح ان پر محافظت کرنے کو لوگ برا جانتے تھے اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں لیکن ان کو چھوڑ دیتا ہوں اس خوف سے کہ میں ان کو واجب سمجھ لوں اور بعض کہتے ہیں کہ مستحب ہے کہ ان کو گھر میں پڑھے اور ان پر مواظبت کرے اور بعض کہتے ہیں کہ بدعت ہے یہ قول ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کا ہے لیکن سب قولوں میں صحیح اور قوی پہلا قول ہے باقی سب اقوال ضعیف اور غلط ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ نماز حضرت ﷺ کا خاصہ تھا اور دلیل ان کی یہ حدیث ہے کہ جس میں ذکر ہے کہ یہ نماز آپ پر واجب تھی لیکن یہ روایت صحیح اور ثابت نہیں ہے اور نیز اس میں بھی علماء کو اختلاف ہے کہ چاشت کی نماز

کتنی رکعتیں ہیں اور کس قدر افضل ہیں سو بعض کہتے ہیں کہ اقل اس کی دو رکعتیں ہیں اور اکثر بارہ رکعتیں ہیں یعنی دو سے کم نہ پڑھے اور بارہ سے زیادہ نہ کرے اور بعض کہتے ہیں کہ آٹھ سے زیادہ نہ کرے لیکن چھ اور دس پر اکتفا نہ کرے اور بعض کہتے ہیں کہ فقط دو ہی رکعتیں ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ فقط چار ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اکثر کی کوئی حد نہیں جتنی چاہے پڑھے مگر روایتیں اس باب میں دو سے بارہ تک آئی ہیں اس سے زیادہ پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں لیکن بعض کہتے ہیں کہ افضل آٹھ رکعتیں ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ چار رکعتیں ہیں یہ قول اکثر علماء کا ہے اور یہی جید اور مختار مذہب ہے اس لیے کہ حدیثیں اس کی بہت صحیح ہیں اور اکثر ہیں اور افضل یہ ہے کہ اس کو ہمیشہ پڑھتا رہے کبھی ترک نہ کرے کہ اس کے بدلے بہشت کا وعدہ ہے۔

١١٠٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ تَوْبَةَ عَنْ مُوَرِّقٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَتُصَلِّي الضُّحٰى قَالَ لَا قُلْتُ فَعُمَرُ قَالَ لَا قُلْتُ فَأَبُوْ بَكْرٍ قَالَ لَا قُلْتُ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا إِخَالُهُ.

۱۱۰۴۔ حضرت مورق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ کیا تو چاشت کی نماز پڑھتا ہے؟ اس نے کہا نہیں میں نے کہا عمر رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے یا نہیں؟ اس نے کہا نہیں میں نے کہا ابو بکر رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے یا نہیں؟ اس نے کہا نہیں میں نے کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھا کرتے تھے؟ اس نے کہا میں گمان نہیں کرتا کہ آپ نے پڑھی ہو۔

**فائدہ:** ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے چاشت کی نماز کا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لیے کہ یہ نفی اس کی عدم رویت پر محمول ہے یعنی اس نے آپ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا اس سے یہ مراد نہیں کہ فی الواقع ہی آپ نے یہ نماز نہیں پڑھی اور یا یہ نفی خاص صفت پر محمول ہے یعنی ان کو مسجد کے ساتھ لازم کر رکھنا اور جماعت کے ساتھ پڑھنا بدعت ہے بلکہ اپنے گھر میں پڑھے جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کئی آدمیوں کو مسجد میں چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا سو ان پر انکار کیا اور کہا کہ اگر پڑھنی چاہو تو اپنے گھروں میں پڑھو اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث آئندہ کی بھی یہی تاویل ہے اور اسی طرح اور جن جن حدیثوں اور اقوال صحابہ میں نفی اور انکار وارد ہے وہ بھی سب کی سب اسی معنی پر محمول ہیں اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی۔

١١٠٥ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ لَيْلٰى يَقُوْلُ مَا حَدَّثَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى غَيْرُ أُمِّ هَانِئٍ فَإِنَّهَا قَالَتْ إِنَّ النَّبِيَّ

۱۱۰۵۔ حضرت ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ ہم کو کسی نے خبر نہیں دی کہ اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہو مگر ام ہانی نے سو اس نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن میرے گھر میں تشریف لائے سو آپ نے غسل کیا اور نماز پڑھی آٹھ رکعتیں سو میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ وَصَلّٰى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ فَلَمْ أَرَ صَلَاةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ.

اس سے زیادہ تر ہلکی نماز پڑھی ہو مگر آپ نے رکوع وسجود کو پورا کیا۔

**فائدہ:** ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ میں نے پوچھا یہ کون سی نماز ہے؟ آپ نے فرمایا یہ چاشت کی نماز ہے اور اس باب میں اور بھی کئی حدیثیں آ چکی ہیں ان تمام میں سے ایک حدیث یہ ہے جو کہ ابن عدی نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز دو رکعتیں پڑھی اور ایک حدیث یہ ہے جو کہ عتبان سے تیسرے باب میں آئندہ آئے گی اور ایک یہ حدیث ہے جو کہ مسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور ایک یہ حدیث جو کہ طبرانی نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز چھ رکعتیں پڑھی اور ایک یہ حدیث ہے جو کہ امام احمد نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے سفر میں چاشت کی نماز آٹھ رکعتیں پڑھیں صحیح کہا ہے اس کو ابن خزیمہ اور حاکم نے اور ایک حدیث یہ ہے جو کہ ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چاشت کی نماز بارہ رکعتیں پڑھے تو اللہ اس کے واسطے بہشت میں محل بناتا ہے ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد میں کوئی ایسا راوی نہیں جس کو ضعیف کہا گیا ہو اور ایک یہ حدیث ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تیسرے باب میں آئے گی کہ آپ نے مجھ کو چاشت کی نماز پڑھنے کی وصیت کی اور ایک یہ حدیث ہے جو کہ طبرانی نے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جو شخص چاشت کے وقت دو رکعتیں پڑھے تو وہ غافلوں میں نہیں لکھا جاتا اور جو چار پڑھے تو وہ توبہ کرنے والوں میں لکھا جاتا ہے اور جو چھ رکعتیں پڑھے تو وہ اس کو اس دن کفایت کرتی ہیں اور جو آٹھ رکعتیں پڑھے تو وہ عابدین میں لکھا جاتا ہے اور جو بارہ رکعتیں پڑھے تو اللہ اس کے واسطے بہشت میں گھر بناتا ہے اور اس کی اسناد میں ضعف ہے اور اس کے واسطے شاہد ہے ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اور انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن جب کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کے ساتھ ملائی جائیں تو قوت پا جائے گی اور حجت پکڑنے کے لائق ہو جائے گی پس ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ چاشت کی نماز پڑھنی مستحب ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود بھی پڑھا ہے اور اس کے پڑھنے کا حکم بھی فرمایا اور اسی طرح انس رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابو ذر رضی اللہ عنہ اور ابو اسامہ رضی اللہ عنہ اور عقبی رضی اللہ عنہ اور ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اور عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ اور عتبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ اور معاذ بن انس رضی اللہ عنہ اور نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ

اور ابومرہ طائفی رضی اللہ عنہ وغیرہ اصحاب سے بھی اس کا فعل اور حکم ثابت ہو چکا ہے پس یہ اثبات کی روایتیں مقدم ہوں گی نفی پر لان المثبت مقدم علی النافی کما تقرر فی الاصول اور اگر کوئی کہے کہ مناسبت ان دونوں حدیثوں کی باب سے ثابت نہیں تو کہا جائے گا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ سے اشارہ کیا ہے طرف اس حدیث انس رضی اللہ عنہ کی جو ابن خزیمہ اور حاکم کی تصحیح سے اوپر گزر چکی ہے تو گویا امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس شک سے انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا رد ہونا لازم نہیں آتا بلکہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے پس چاشت کی نماز کا سفر میں پڑھنا ثابت ہوا اور ابن المنیر نے کہا کہ چونکہ اس باب کی حدیثیں آپس میں معارض تھیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے نفی معلوم ہوتی تھی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث آئندہ سے اثبات معلوم ہوتا تھا تو امام بخاری رحمہ اللہ نے نفی کی حدیث کو سفر پر محمول کیا اور اثبات کی حدیث کو حضر پر محمول کیا اور ام ہانی کی حدیث سے اشارہ کیا کہ اگر سفر میں سہولت ہو تو پڑھ لے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس ترجمہ میں اشارہ ہو طرف ترجیح اثبات کی نفی پر یعنی چونکہ ایک حدیث سے نفی معلوم ہوتی تھی اور ایک سے اثبات تو اثبات تو امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ میں اثبات کو اختیار کیا اور اس کو نفی پر ترجیح دی تو گویا کہ یہ ترجمہ بجائے ترجیح کے ہے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ یہ نماز تمام بدن کا صدقہ ہے جیسے کہ مسلم کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ الضُّحٰى وَرَاٰهُ وَاسِعًا.

اس شخص کا بیان جو چاشت کی نماز نہ پڑھے اور اس کو جائز جانے یعنی یہ نماز جائز ہے مؤکد نہیں کہ اس کے ترک کرنے میں گناہ ہو۔

١١٠٦ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّحَ سُبْحَةَ الضُّحٰى وَاِنِّيْ لَاُسَبِّحُهَا.

١١٠٦۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کے نفل پڑھتے کبھی نہیں دیکھا اور البتہ میں ان کو پڑھتی ہوں۔

**فائدہ:** اس باب میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت مختلف روایتیں آئی ہیں سو مسلم میں ایک روایت اُن سے اس طور پر آئی ہے کہ شقیق نے کہا میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے اس نے کہا نہیں مگر سفر سے آتے تو پڑھتے اور ایک روایت اس طور پر آئی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور چار سے زیادہ بھی پڑھتے جتنا چاہتے سو پہلی حدیث میں تو دیکھنے کی مطلق نفی ہے اور دوسری میں نفی مقید ہے ساتھ غیر سفر کے اور تیسری میں مطلق اثبات ہے سو علماء کو ان کی تطبیق میں اختلاف ہے ابن عبدالبر اور ایک

جماعت کہتی ہے کہ صحیحین کی حدیث کو ترجیح ہے اور فقط مسلم کی حدیث مرجوح ہے اور کہتے ہیں کہ اس کا نہ دیکھنا عدم فی الواقع کو مستلزم نہیں سو جن صحابہ سے اثبات کی روایتیں آئی ہیں ان کی روایتوں کو نفی پر مقدم کیا جائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے درمیان تطبیق دینی چاہیے اور وہ اس طور سے کہ مراد نفی سے نفی مداومت کی ہے یعنی آپ نے ان پر ہیشگی نہیں کی بلکہ کبھی پڑھا اور کبھی نہیں پڑھا اور البتہ میں اس پر ہیشگی کرتی ہوں کہ آپ نے اس پر مداومت کرنے کی ترغیب دی ہے اور دوسری اور تیسری حدیث میں اس طور سے تطبیق ہے کہ دوسری سے مراد یہ ہے کہ آپ اس کو مسجد میں نہیں پڑھتے تھے اور تیسری سے یہ مراد ہے کہ آپ گھر میں پڑھا کرتے تھے اور پہلی حدیث میں منفی صفت مخصوصہ ہے یعنی مداومت وغیرہ كذا في الفتح.

بَابُ صَلَاةِ الضُّحٰى فِي الْحَضَرِ قَالَهُ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضر یعنی غیر سفر میں چاشت کی نماز پڑھنے کا بیان روایت کی حضر میں نماز پڑھنے کی عتبان رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

**فائدہ:** یہ اشارہ ہے طرف اس حدیث کی جو امام احمد رحمہ اللہ نے عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں چاشت کی نماز پڑھی سو لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ نیز اس حدیث سے چاشت کی نماز کا حضر میں پڑھنا ثابت ہوا پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

١١٠٧ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْجُرَيْرِيُّ هُوَ ابْنُ فَرُّوْخَ عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ لَا أَدَعُهُنَّ حَتّٰى أَمُوْتَ صَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَلَاةِ الضُّحٰى وَنَوْمٍ عَلٰى وِتْرٍ.

١١٠٧۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے جانی دوست نے مجھ کو تین کاموں کی وصیت کی کہ میں ان کو کبھی نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ مر جاؤں ایک ہر مہینے سے تین روزے رکھنا دوسرا چاشت کی نماز پڑھنا اور تیسرا وتر پڑھنا سونے سے پہلے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ چاشت کی نماز مستحب ہے اور یہ کہ اولیٰ اس کا دو رکعتیں ہیں اور آپ کا اس فعل پر ہیشگی نہ کرنا اس کے مستحب ہونے کے منافی نہیں اس لیے کہ وہ آپ کے قول کی دلالت سے ثابت ہے اور حکم کی یہ شرط نہیں کہ قول اور فعل دونوں وہاں پائے جائیں اور ظاہر مراد اس حدیث میں حضر ہے اس لیے کہ کہ سونا حضر ہی میں ہوتا ہے سفر میں اکثر آدمی بیدار رہتا ہے پس مناسبت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث حضر اور سفر دونوں کو شامل ہو اس لیے کہ لا ادعھن کا لفظ دونوں کو عام ہے

اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مستحب ہے کہ وتر سونے سے پہلے پڑھے لیکن یہ اسی شخص کے حق میں ہے جو پچھلی رات کو اٹھنے کی امید نہ رکھتا ہو اور جو شخص کہ پچھلی رات کو اٹھنے کی امید رکھتا ہو تو اس کے حق میں افضل ہے کہ وتر کو پچھلی رات میں پڑھے۔

١١٠٨ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِيْنَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَكَانَ ضَخْمًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا أَسْتَطِيْعُ الصَّلَاةَ مَعَكَ فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَدَعَاهُ إِلَى بَيْتِهِ وَنَضَحَ لَهُ طَرَفَ حَصِيْرٍ بِمَآءٍ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ فُلَانُ بْنُ فُلَانِ بْنِ جَارُوْدٍ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى فَقَالَ مَا رَأَيْتُهُ صَلّٰى غَيْرَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

١١٠٨۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انصار کے ایک مرد (اور وہ بھاری جسم والا تھا) نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا حضرت! میں آپ کے ساتھ مسجد میں آ کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہوں یعنی بوجہ کم ہونے نظر کے سو اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کھانا تیار کیا اور آپ کو اپنے گھر میں بلایا اور آپ کے واسطے ایک چٹائی پانی سے دھوئی سو آپ نے اس پر دو رکعتیں نماز پڑھی اور فلاں شخص یعنی عبدالحمید نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ اس نے کہا کہ اس دن کے سوا میں نے آپ کو کبھی پڑھتے نہیں دیکھا۔

**فائدہ**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضر میں چاشت کی نماز پڑھنا ثابت ہے اس لیے کہ یہ نماز آپ کی عتبان رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھی پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور عبدالحمید کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ چاشت کی نماز ان میں مشہور تھی اور ہر کوئی اس کو جانتا تھا اسی واسطے اس نے اس کا سوال کیا ورنہ اس کو کہاں سے خبر ہوتی اور انس رضی اللہ عنہ کے نہ دیکھنے کی تاویل وہی ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے نہ دیکھنے کے بیان میں گزر چکی ہے۔

### بَابُ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ.

### ظہر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں سنت پڑھنے کا بیان۔

١١٠٩ ۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ

١١٠٩۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں دس رکعتیں سنت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد رکھتا ہوں دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر سے پیچھے اور دو رکعتیں شام سے پیچھے اپنے گھر میں اور دو رکعتیں عشاء سے پیچھے اپنے گھر میں اور دو رکعتیں فجر کی نماز سے پہلے اور وہ ایک گھڑی تھی کہ اس میں کوئی آپ کے پاس نہیں جاتا تھا حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے

فِيْ بَيْتِهٖ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ فِيْ بَيْتِهٖ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَكَانَتْ سَاعَةً لَّا يُدْخَلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا حَدَّثَتْنِيْ حَفْصَةُ اَنَّهٗ كَانَ إِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَطَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

حدیث بیان کی کہ جب صبح صادق ہوتی اور مؤذن اذان کہتا تو آپ ﷺ دو رکعتیں سنت پڑھتے یعنی صبح کے فرضوں سے پہلے۔

**فائدہ:** مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

۱۱۱۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ تَابَعَهٗ ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ وَعَمْرٌو عَنْ شُعْبَةَ.

۱۱۱۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک تھے حضرت ﷺ نہ چھوڑتے چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں فجر سے پہلے۔

**فائدہ:** اگر کوئی کہے کہ یہ حدیث مطابق باب کے نہیں کہ اس میں دو رکعتوں کا ذکر ہے اور اس سے چار رکعتیں ثابت ہوتی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ احتمال ہے کہ مراد بخاری کی اس حدیث سے یہ ہو کہ ظہر سے پہلے دو رکعتیں پڑھنی واجب نہیں کہ اس پر زیادہ کرنا منع ہو بلکہ ان پر زیادہ کرنا بھی جائز ہے اور اگر کوئی کہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر سے پہلے چار سنتیں ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر سے پہلے دو سنتیں ہیں تو ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ دونوں حدیثیں دو حالتوں پر محمول ہیں یعنی کبھی آپ چار پڑھتے تھے اور کبھی دو پڑھتے تھے اور بعض نے کہا کہ مسجد میں دو رکعتیں پڑھتے تھے اور گھر میں چار رکعتیں پڑھتے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ پہلے گھر میں دو رکعتیں پڑھتے ہوں اور پھر مسجد میں آ کر بھی دو رکعتیں پڑھتے ہوں سو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فقط مسجد کی دو رکعتوں کو دیکھا اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاروں کو دیکھا اور ہر ایک نے موافق اپنے اپنے دیکھنے کے روایت کیا لیکن اس تقدیر پر فقط دو رکعتوں کا پڑھنا آپ سے ثابت نہ ہوگا اور محب طبری نے کہا کہ آپ اکثر اوقات میں ظہر سے پہلے چار سنتیں پڑھا کرتے تھے اور بعض اوقات میں فقط دو ہی پڑھتے تھے تو معلوم ہوا کہ چار پڑھنی افضل ہیں اور دو پڑھنی جائز ہیں، وباللہ التوفیق۔ اور اسی کی تائید کرتی ہے وہ حدیث جو بخاری میں ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر روز بارہ رکعتیں سنت پڑھے اس کے لیے بہشت میں گھر بنا دیا جائے گا ترمذی نے کہا کہ اس پر عمل ہے اکثر صحابہ اور تابعین ومن بعدھم کا اور یہی قول ہے سفیان ثوری اور احمد اور اسحاق کا اور یہی

قول ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا لیکن ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ یہ چار رکعتیں دو سلام سے پڑھے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ ایک سلام سے پڑھے لیکن دو سلام سے پڑھنا افضل ہے ساتھ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنتیں دو سلام سے پڑھیں اور سلام سے مراد تشہد لینا ظاہر کے بالکل مخالف ہے۔

## بَابُ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ.

## شام کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے کا بیان۔

١١١١ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلُّوْا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ كَرَاهِيَةَ أَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً.

١١١١۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز پڑھو مغرب سے پہلے نماز پڑھو مغرب سے پہلے آپ نے تیسری بار میں فرمایا کہ جو شخص چاہے سو پڑھے یہ اس خوف سے فرمایا کہ لوگ اس کو سنت مؤکدہ نہ جانیں یعنی اس کو لازم طریقہ نہ سمجھ لیں۔

١١١٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ هُوَ الْمُقْرِئُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ حَبِيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مَرْثَدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيَّ قَالَ أَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ فَقُلْتُ أَلَا أُعْجِبُكَ مِنْ أَبِيْ تَمِيْمٍ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ إِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْاٰنَ قَالَ الشُّغْلُ.

١١١٢۔ حضرت مرثد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اس نے کہا کہ کیا میں تجھ کو ابو تمیم کی ایک عجب بات نہ سناؤں کہ وہ دو رکعتیں پڑھتا ہے مغرب سے پہلے سو عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم بھی اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پڑھا کرتے تھے سو میں نے کہا کہ اب تجھ کو کیا چیز اس سے روکتی ہے؟ اس نے کہا کہ کاموں کا شغل یعنی کاروبار میں مشغول ہونے کے سبب سے اب ادا نہیں ہو سکتے ہیں۔

**فائدہ:** صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مؤذن مغرب کی اذان کہتا تو لوگ ستونوں کی طرف جلدی کرتے تھے اور دو رکعتیں نماز پڑھتے یہاں تک کہ کوئی مسافر آدمی باہر سے مسجد میں آتا تو گمان کرتا کہ مغرب کی نماز ہو چکی ہے پڑھنے والوں کی کثرت کے سبب سے۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مغرب سے پہلے دو رکعتیں نماز پڑھنی مستحب ہیں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مختار مذہب ان کا مستحب ہونا ہے ساتھ دلیل ان حدیثوں کے اور یہی مذہب ہے ایک جماعت صحابہ اور تابعین کا اور متاخرین سے احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور یہی مذہب ہے اصحاب حدیث کا

اور شافعیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول بھی یہی ہے اور فتح الباری میں فرمایا کہ اول وقت میں ان کا پڑھنا اولیٰ ہے مگر یہ استحباب اسی وقت تک ہے جب تک کہ نماز کی تکبیر نہ ہو بعد اس کے مستحب نہیں اور نیز فرمایا کہ اس باب میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور تابعین سے بہت کھری حدیثیں آ چکی ہیں لیکن حنفیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ مغرب سے پہلے نفل پڑھنے مکروہ ہیں اور وہ اس باب میں کئی دلیلیں پیش کرتے ہیں ایک دلیل ان کی یہ ہے کہ اس سے مغرب کی نماز میں تاخیر ہوتی ہے تو جواب اس کا یہ ہے جو کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں دیا ہے کہ یہ خیال سنت کے بالکل مخالف ہے پس اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اور نیز وہ نہایت تھوڑے وقت میں ادا ہو جاتے ہیں ان سے نماز کے اول وقت میں مطلق تاخیر نہیں ہوتی اور امام شوکانی نے کہا کہ اس سے مغرب کی نماز میں تاخیر ہوتی ہے تو جواب اس کا یہ ہے جو کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں دیا ہے کہ یہ خیال محض شیطان کا دھوکا ہے اور ایک دلیل ان کی یہ ہے کہ یہ امر منسوخ ہے سو جواب اس کا یہ ہے جو کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ نسخ کی طرف پھرنا اس وقت جائز ہے جب کہ تطبیق ممکن نہ ہو اور تاریخ معلوم ہو جائے اور یہاں دونوں امروں سے کوئی بھی موجود نہیں پس نسخ کا دعویٰ کرنا قطعاً باطل ہے اور نیز ممکن ہے کہ اس کے برعکس دعویٰ کیا جائے فما ھو جوابکم فھو جوابنا اور ایک دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو کہ ابوداؤد میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی نے ان سے مغرب کی پہلے دو رکعتوں کا پڑھنا پوچھا سو اس نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کو پڑھتے نہیں دیکھا ابن ہمام نے کہا کہ وہ حدیث صحیحین کی حدیث کے معارض ہے پس ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو کثرت عمل صحابہ کی وجہ سے ترجیح دی جائے گی سو جواب اس کا یہ ہے (کہ سب امت کا اتفاق ہو چکا ہے اس پر کہ بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے اور سب کتابوں پر مقدم ہے پس بخاری کی حدیث کو ترجیح ہوگی اور نیز کثرت عمل صحابہ وغیرہ کی بھی اس جانب میں موجود ہے جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ اس کو کثرت سے پڑھا کرتے تھے پس اس طور سے بخاری کی حدیث کو ترجیح ہوگی) اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی نفی رویت سے نفی فی الواقع کی لازم نہیں آتی اور نیز قول کو فعل پر ترجیح ہے اور نیز مثبت کو نافی پر ترجیح ہے اور نیز مرفوع حقیقی کو مرفوع حکمی پر ترجیح ہے اور نیز ابن ہمام نے بھی بعد بحث کے جواز کا اقرار کر لیا ہے پس ہر طور سے بخاری کی حدیث کو ترجیح ہوگی اب رہا ابن ہمام کا یہ قول کہ صحیحین کو اور حدیث کی کتابوں پر ترجیح نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ تمام سلف اور خلف امت کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ بخاری اور مسلم کو قرآن کے سوا سب کتابوں پر ترجیح ہے اور یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ اختلاف کسی خلف کا رافع اجماع سابق نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی اجماع بھی ثابت نہیں ہو سکے گا اس بنا پر یہ قول ابن ہمام کا مردود اور باطل ہے اور نیز ابن ہمام بھی اس قول کا پابند نہیں اس لیے کہ جب کوئی حدیث صحیحین کی اپنے مذہب کے موافق پاتا ہے تو اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور صحیحین کے غیر کی حدیث کی معارضہ کی اس وقت کچھ پرواہ نہیں کرتا جیسے کہ فتح القدیر وغیرہ میں

اس کی تالیفات کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے اور زیادہ تحقیق اور تفصیل ترجیح صحیحین کے رسالہ منح الباری اور دراسات اللبیب اور شفاء العی وغیرہ میں بہت بسط سے موجود ہے شائق اس کا مطالعہ کرے اور لطف دیکھے۔

بَابُ صَلَاةِ النَّوَافِلِ جَمَاعَةً. نفلوں کو جماعت سے پڑھنا جائز ہے۔

**فائدہ:** بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے مطلق نفل ہیں یعنی جو کسی معین وقت کے ساتھ خاص نہیں اور احتمال ہے کہ اس سے عام نفل مراد ہوں۔

ذَكَرَهُ أَنَسٌ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ذکر کیا ہے اس فعل کو انس رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

**فائدہ:** انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے وہ حدیث مراد ہے جو صفوں وغیرہ کے بیان میں پہلے گزر چکی ہے کہ آپ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر میں نماز پڑھی سو میں اور ایک یتیم آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے وہ حدیث مراد ہے جو کہ باب التحریض علی قیام اللیل وغیرہ میں گزر چکی ہے کہ آپ نے لوگوں کو مسجد میں تین دن نماز پڑھائی۔

١١١٣ - حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا فِيْ وَجْهِهِ مِنْ بِئْرٍ كَانَتْ فِيْ دَارِهِمْ فَزَعَمَ مَحْمُوْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُنْتُ أُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ بِبَنِيْ سَالِمٍ وَكَانَ يَحُوْلُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إِذَا جَآءَتِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ إِنِّيْ أَنْكَرْتُ بَصَرِيْ وَإِنَّ الْوَادِيَ الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ

١١١٣۔ حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ (اور وہ ان لوگوں میں سے ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں حاضر ہوئے تھے) سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں اپنی قوم (بنی سالم) کو نماز پڑھایا کرتا تھا اور جب مینہ برستا تو میرے اور ان کے درمیان پانی کا نالا مانع ہو جاتا تھا یعنی پانی سے ہو کر بہتا تھا سو اس سے گزر کر مسجد کی جانا مجھ پر دشوار ہو جاتا تھا سو میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے عرض کی کہ میں اندھا ہو گیا ہوں یا میری نظر کم ہو گئی ہے سو میں دوست رکھتا ہوں کہ آپ تشریف لائیں اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں جس کو میں جائے نماز ٹھہرالوں سو آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ میں عنقریب یہ کام کروں گا سو صبح کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اس سے پیچھے کہ سورج کی گرمی سخت ہو گئی تھی سو نہ بیٹھے یہاں تک کہ فرمایا کہ تو میرے نماز پڑھنے کو اپنے گھر

قَوْمِيْ يَسِيْلُ إِذَا جَآءَ تِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِيْ فَتُصَلِّيْ مِنْ بَيْتِيْ مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَفْعَلُ فَغَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتّٰى قَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ أُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ فِيْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ وَصَفَفْنَا وَرَآءَهُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ فَحَبَسْتُهُ عَلٰى خَزِيْرٍ يُصْنَعُ لَهُ فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَثَابَ رِجَالٌ مِّنْهُمْ حَتّٰى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ مَا فَعَلَ مَالِكٌ لَا أَرَاهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ ذَاكَ مُنَافِقٌ لَّا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذَاكَ أَلَا تَرَاهُ قَالَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ فَقَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ أَمَّا نَحْنُ فَوَاللّٰهِ لَا نَرٰى وُدَّهُ وَلَا حَدِيْثَهُ إِلَّا إِلَى الْمُنَافِقِيْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

میں کس جگہ پسند کرتا ہے سو میں نے آپ کے لیے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا جس کو میں اچھا سمجھتا تھا کہ آپ اس میں نماز پڑھیں سو آپ نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی سو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا اور ہم نے بھی سلام پھیرا اور میں نے آپ کو ایک کھانے کے واسطے روک رکھا جو آپ کے لیے تیار کیا گیا تھا سو محلے کے لوگوں نے سنا کہ حضرت ﷺ میرے گھر میں تشریف رکھتے ہیں سو ان میں سے کئی مرد آئے یہاں تک کہ گھر میں بہت لوگ جمع ہو گئے سو ان میں سے ایک مرد نے کہا کہ مالک نے کیا کیا کہ میں اس کو یہاں نہیں دیکھتا ہوں یعنی وہ کیوں نہیں آیا؟ سو دوسرے ایک مرد نے کہا کہ وہ منافق ہے اللہ اور رسول سے محبت نہیں رکھتا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایسا مت کہو کیا تو نے اس کو نہیں دیکھا کہ اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے (یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں) اس سے اللہ کی رضامندی چاہتا ہے سو اس مرد نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے لیکن ہم تو قسم ہے اللہ کی نہیں دیکھتے ہیں دوستی اس کی اور نہ بات اس کی مگر منافقوں کے ساتھ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے صرف اس سے اللہ کی رضامندی چاہتا ہے تو اللہ نے اس پر دوزخ حرام کی۔ محمود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے یہ حدیث ایک جماعت کو سنائی جن میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضرت ﷺ کے مصاحب بھی موجود تھے اس جنگ میں جس میں ان کا انتقال ہوا اور یزید بن معاویہ ان پر حاکم تھا روم کی زمین میں سو ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کا مجھ پر انکار کیا اور کہا کہ اللہ کی قسم میں نہیں گمان کرتا کہ حضرت ﷺ نے ایسا کبھی فرمایا

يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ قَالَ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ فَحَدَّثْتُهَا قَوْمًا فِيْهِمْ أَبُوْ أَيُّوْبَ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَتِهِ الَّتِيْ تُوُفِّيَ فِيْهَا وَيَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ بِأَرْضِ الرُّوْمِ فَأَنْكَرَهَا عَلَيَّ أَبُوْ أَيُّوْبَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا أَظُنُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُلْتَ قَطُّ فَكَبُرَ ذٰلِكَ عَلَيَّ فَجَعَلْتُ لِلّٰهِ عَلَيَّ إِنْ سَلَّمَنِيْ حَتّٰى أَقْفُلَ مِنْ غَزْوَتِيْ أَنْ أَسْأَلَ عَنْهَا عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنْ وَجَدْتُّهُ حَيًّا فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِهٖ فَقَفَلْتُ فَأَهْلَلْتُ بِحَجَّةٍ أَوْ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ سِرْتُ حَتّٰى قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَأَتَيْتُ بَنِيْ سَالِمٍ فَإِذَا عِتْبَانُ شَيْخٌ أَعْمٰى يُصَلِّيْ لِقَوْمِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَأَخْبَرْتُهٗ مَنْ أَنَا ثُمَّ سَأَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ فَحَدَّثَنِيْهِ كَمَا حَدَّثَنِيْهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ.

ہو جیسا کہ تو نے کہا سو اس کا یہ انکار کرنا مجھ پر دشوار گزرا سو میں نے اللہ کی نذر مانی کہ اگر اللہ مجھ کو سلامت رکھے یہاں تک کہ میں اس جنگ سے پلٹ جاؤں اور عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کو اپنی قوم کی مسجد میں زندہ پاؤں تو اس سے ضرور یہ حدیث پوچھوں گا سو میں جنگ سے پلٹ کر آیا اور میں نے حج یا عمرے کا احرام باندھا پھر میں حج سے فارغ ہو کر روانہ ہوا یہاں تک کہ مدینے میں آیا سو میں بنی سالم کے محلے میں گیا سو ناگہاں میں نے دیکھا کہ عتبان رضی اللہ عنہ بوڑھے اور اندھے ہیں اپنی قوم کی امامت کرتے ہیں سو جب انہوں نے نماز سے سلام پھیرا تو میں نے اس پر سلام کہا اور اس کو خبر دی کہ میں کون ہوں یعنی میں نے ان کو اپنا نام اور پتہ بتلایا پھر میں نے ان سے یہ حدیث پوچھی انہوں نے مجھ سے یہ حدیث ویسے ہی بیان کی جیسے کہ پہلی بار مجھ سے بیان کی تھی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلوں کی جماعت کرنی جائز ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبان رضی اللہ عنہ کے گھر میں نفلوں کی جماعت کرائی اور یہی ہے وجہ مطابقت حدیث کی باب سے اور امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ چند آدمیوں سے نفلوں کی جماعت کرنی جائز ہے اور اگر لوگوں میں مشہور ہو جائے اور لوگ اس کے واسطے جمع ہوں تو جائز نہیں کہ لوگ اس کو فرض نہ جانیں اور ابن حبیب نے کہا کہ قیام رمضان کا اس سے مستثنیٰ ہے اس لیے کہ یہ صحابہ اور تابعین وغیرہ کے فعل سے مشہور ہو چکا ہے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ اپنی بیماری کو بیان کرنا جائز ہے اور یہ کہ گھر میں نماز کے واسطے جو مکان بنایا ہو وہ مالک کے ملک سے خارج نہیں ہوتا اور یہ کہ نماز کے واسطے کوئی خاص مکان معین کرنے کی نہی فقط مسجد کے ساتھ خاص ہے اور یہ کہ جو بڑے آدمی کی مجلس میں حاضر نہ ہو اس کا عیب کرنا جائز ہے یہ غیبت نہیں اور یہ کہ آدمی کی سچی تعریف کرنی جائز ہے یہ کہ کلمہ پڑھنا احکام اسلام کے

جاری ہونے کے واسطے کافی ہے اور یہ کہ طلب علم کے واسطے سفر کرنا جائز ہے اور یہ کہ استاد سے سنی ہوئی حدیث دوبارہ پوچھنی جائز ہے جب کہ اس کے بھول جانے کا خوف ہو۔ واللہ اعلم اور یہ جو ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا میں نہیں گمان کرتا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہو تو بعض اس کا یہ سبب بیان کرتے ہیں کہ ظاہرا اس حدیث سے (کہ جو کلمہ پڑھے وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا) یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان گنہگار بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا حالانکہ یہ بات بہت آیتوں اور حدیثوں کے مخالف ہے ان میں سے ایک شفاعت کی حدیث ہے لیکن اس کی تطبیق ممکن ہے کہ تحریم کو خلود اور ہمیشگی پر حمل کیا جائے اور یہ جنگ جس کا محمود رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے سنہ ۵۰ ہجری میں واقع ہوئی ہے معاویہ کے عہد میں فوج اسلام نے شہر قسطنطینیہ کو گھیرا ہوا تھا اور ان پر نائب اور حاکم معاویہ کی طرف سے اس کا بیٹا یزید تھا اور اس وقت تک روم کا سب ملک فتح ہو چکا تھا فقط قسطنطینیہ باقی رہتا تھا سو اس کو بھی مسلمانوں نے جا گھیرا۔

## بَابُ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ.

گھر میں نفل پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے۔

١١١٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوْبَ وَعُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوْبَ.

۱۱۱۴۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی نماز سے کچھ نماز اپنے گھروں میں پڑھا کرو اور ان کو قبروں کی طرح نہ بناؤ یعنی جیسے کہ قبر عبادت سے خالی ہوتی ہے کہ اس میں مردہ عبادت نہیں کر سکتا ویسے ہی گھروں کو عبادت سے خالی مت رکھو۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ گھروں میں نفل پڑھنے جائز ہیں اس لیے کہ مراد نماز سے اس حدیث میں نفلی نماز ہے فرضی نہیں پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور یہ حدیث مفصل طور سے باب کراہیۃ الصلوۃ فی المقابر میں گزر چکی ہے۔

## بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ فِيْ مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ.

مکہ اور مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت کا بیان۔

**فائدہ:** مراد نماز سے نماز نفل ہے کہ یہ ابواب نفلوں کے بیان میں ہیں اور احتمال ہے کہ عام نماز مراد ہو سو نفل بھی اس میں داخل ہوں گے اور یہی ہے قول جمہور کا اور طحاوی نے کہا کہ فضیلت فرضوں سے خاص ہے۔

١١١٥ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ قَزَعَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

۱۱۱۵۔ حضرت قزعہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے چار چیزیں سنیں اور اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بارہ جنگیں کی تھیں۔

أَرْبَعًا قَالَ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً.

**فائدہ:** ان چار کلموں کا بیان باب مسجد بیت المقدس میں آگے آئے گا ان میں سے ایک کلمہ یہ ہے جو کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ابھی آتا ہے۔

ح وَحَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کجاوے نہ باندھے جائیں یعنی سفر کرنا سوائے تین مسجدوں کے اور کسی مسجد کی طرف درست نہیں ایک تو ادب والی مسجد یعنی کعبہ دوسری مدینے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد تیسری ملک شام میں مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس کی مسجد داؤد علیہ السلام کی بنائی ہوئی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان تین مسجدوں کو اور سب مسجدوں پر فضیلت ہے اس لیے کہ یہ پیغمبروں کی مسجدیں ہیں اور اس واسطے کہ پہلی مسجد سب لوگوں کا قبلہ ہے اور ان کے حج کی جگہ ہے اور دوسری مسجد پہلے نبیوں کا قبلہ ہے اور تیسری مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور مراد ان کی طرف سفر کرنے سے ان میں نماز کے واسطے جانا ہے پس معلوم ہوا کہ ان تین مسجدوں میں نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ان تین مسجدوں کے سوا اور مکانوں کی طرف یعنی اولیاء اور بزرگوں کی قبروں وغیرہ متبرک جگہوں کی طرف تبرک حاصل کرنے کے واسطے سفر کر کے جانے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ بزرگوں کی قبروں وغیرہ متبرکہ مکانات کی طرف تبرک حاصل کرنے کے واسطے اور ان میں نماز کے واسطے سفر کرنا بالکل جائز نہیں اور اسی طرح بزرگوں کی زیارت کے واسطے سفر کرنا بھی جائز نہیں یہ قول ابو محمد جوینی کا ہے اور قاضی عیاض اور ایک جماعت علماء کا بھی یہی مذہب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بزرگوں کی قبروں کی طرف زیارت کے واسطے جانا اور متبرکہ مکانات کی طرف سفر کرنا جائز ہے یہ قول امام الحرمین وغیرہ شافعیہ کا ہے اور یہ لوگ اس حدیث کا جواب کئی طور سے دیتے ہیں اول یہ کہ مراد اس سے یہ ہے کہ پوری فضیلت تو صرف انہی تین مسجدوں کی طرف سفر کرنے میں ہے اور ان کے سوا اور طرف سفر کرنا افضل نہیں بلکہ جائز ہے دوسرا یہ ہے کہ یہ نہی مخصوص ہے ساتھ اس شخص کے جو ان مسجدوں کے سوا اور مسجدوں میں نماز پڑھنے کی نذر مانے یعنی اس پر اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔ تیسرا یہ ہے کہ یہ حکم فقط مسجدوں کے ساتھ خاص ہے یعنی عبادت کے واسطے سب مسجدیں برابر ہیں سوائے ان تین مسجدوں کے اور کسی شہر کی مسجد میں

سفر کر کے جانا درست نہیں ہے پس مکانات متبرکہ کی طرف جانا یا کسی بزرگ اور بھائی کی زیارت کو جانا یا تجارت یا طلب علم یا صلہ رحمی وغیرہ کے واسطے سفر کرنا اس حدیث کی ممانعت میں داخل نہیں ہوگا بلکہ ان سب کاموں کے واسطے سفر کرنا جائز ہوگا پس اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کی طرف زیارت کے واسطے سفر کر کے جانا درست ہے پھر فرمایا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے اس کی حرمت منقول ہے لیکن اس کے اصحاب سے محققین نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ادب کے واسطے فقط زیارت کے لفظ کو مکروہ رکھا ہے (یعنی یہ نہ کہے کہ میں نے قبر نبوی کی زیارت کی) اس نے اصل زیارت کو مکروہ نہیں رکھا اس لیے کہ قبر نبوی کی زیارت سب عملوں سے افضل ہے اور سب عبادتوں سے بزرگ ہے اور یہ کہ اس کے جائز ہونے پر سب کا اجماع ہو چکا ہے اور بعض محققین نے کہا کہ اس حدیث میں مستثنیٰ منہ محذوف ہے سو یا تو مستثنیٰ منہ عام نکالا جائے گا یعنی مطلق مکان سو اس صورت میں اس حدیث کا یہ معنی ہوگا کہ سوائے ان تین مسجدوں کے اور کسی مکان کی طرف سفر کرنا جائز نہیں اور یا مستثنیٰ منہ خاص نکالا جائے گا یعنی مسجد کو اس صورت میں معنی اس کا یہ ہوگا کہ سوائے ان تین مسجدوں کے اور کسی کی طرف سفر کرنا جائز نہیں لیکن یہ معنی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ لازم آتا ہے کہ تجارت اور طلب علم اور صلہ رحمی وغیرہ کے واسطے بھی سفر کرنا جائز نہ ہو حالانکہ یہ بالاجماع جائز ہے پس معین ہوا کہ صحیح معنی اس کا دوسرا ہے یعنی فقط مسجدوں کی طرف سفر کرنا جائز نہیں ان کے سوا اور مکانوں کی طرف سفر کرنا جائز ہے پس باطل ہو گیا ساتھ اس کے قول اس شخص کا جو قبر نبوی وغیرہ بزرگوں کی قبروں کی زیارت کے واسطے سفر کرنے کو منع کرتا ہے، واللہ اعلم، انتہی ملخصا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ان تین مسجدوں سے کسی مسجد کی طرف جانے کی نذر مانے تو اس پر اس کا پورا کرنا واجب ہے یہ قول امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور بویطی کا ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے ابو اسحاق مروزی نے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مطلق واجب نہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی ان تین مسجدوں کے سوا اور کسی مسجد کی طرف جانے کی نذر مانے تو اس کا وفا کرنا لازم نہیں اس لیے کہ ایک مسجد دوسری سے افضل نہیں پس جس مسجد میں نماز پڑھے نذر ادا ہو جائے گی اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں مگر لیث کو کہ وہ وفا کرنے کو لازم رکھتا ہے۔

١١١٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ رَبَاحٍ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْأَغَرِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْأَغَرِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا

١١١٦۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری مسجد میں ایک بار نماز پڑھنا اور مسجدوں سے ہزار بار افضل ہے سوائے مسجد خانہ کعبہ کے یعنی اس میں ایک بار نماز پڑھنی مسجد نبوی سے سو بار افضل ہے جیسے کہ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ.

**فائدہ**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کعبہ کی ایک نماز اور مسجدوں سے لاکھ بار افضل ہے اور قسطلانی نے لکھا ہے کہ ابوبکر نقاش نے کہا کہ میں نے کعبہ کی مسجد میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب شمار کیا تو پچپن برس اور چھ مہینے اور بیس دن کی نماز کے برابر ہوا باوجود قطع نظر کے جماعت کے ثواب سے کہ وہ ستائیس حصے اس سے زیادہ ہے پھر فرمایا کہ جو شخص خانے کعبہ کی مسجد میں جماعت سے ایک نماز پڑھے تو اس کا ثواب دوگنا ہے اس شخص سے جو نوح علیہ السلام کی عمر یا کہ تمام عمر اپنے گھر میں تنہا نماز پڑھتا رہے اور یہی مراد ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس استثناء سے اور ایک روایت میں اس کے برعکس آیا ہے لیکن وہ روایت صحیح نہیں ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ کو مدینے پر فضیلت ہے اس لیے کہ مکانوں کی فضیلت باعتبار فضیلت عبادت کے ہے سو جس میں عبادت افضل ہے وہ مکان بھی افضل ہے اور یہ قول جمہور کا ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں ابن وہب اور مطرف اور ابن حبیب وغیرہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے لیکن جمہور کا قول صحیح ہے اور اس کی تائید کرتی ہیں بہت حدیثیں جو فتح الباری میں منقول ہیں لیکن یہ تفصیل باعتبار عابد کے ہے اور اہل مدینہ کو مکہ پر فضیلت ہے اور نیز فضیلت باعتبار کثرت ثواب کے ہے نہ باعتبار کثرت اجزاء کے پس جس شخص پر دونوں نمازیں لازم ہوں اور مکہ یا مدینہ کی مسجد میں ایک نماز پڑھے تو فقط ایک ہی نماز ادا ہوگی دونوں سے کافی نہیں ہوگی اور اس پر سب علماء کا اتفاق ہے۔

## بَابُ مَسْجِدِ قُبَآءٍ. مسجد قباء کی فضیلت کا بیان۔

**فائدہ**: یہ مسجد مدینے سے دو تین میل پر ہے عوالی کی طرف جب کوئی آدمی مدینے سے مکے کو آئے تو بائیں ہاتھ رہتی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے یہی مسجد بنائی تھی بعض کہتے ہیں کہ یہی مسجد تقویٰ پر بنائی گئی ہے وسیاتی ذکر الخلاف فيه ان شاء الله تعالٰی.

١١١٧ ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ هُوَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ لَا يُصَلِّيْ مِنَ الضُّحٰى إِلَّا فِيْ يَوْمَيْنِ يَوْمَ يَقْدَمُ بِمَكَّةَ فَإِنَّهُ كَانَ يَقْدَمُهَا ضُحًى فَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ وَيَوْمَ يَأْتِيْ مَسْجِدَ قُبَآءٍ فَإِنَّهُ كَانَ يَأْتِيهِ كُلَّ سَبْتٍ فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَرِهَ

١١١٧۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے مگر دو دن ایک اس دن جب کہ مکے میں جاتے اس لیے کہ وہ مکے میں چاشت کے وقت داخل ہوا کرتے تھے سو کعبے کے گرد گھومتے پھر دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھتے اور ایک اُس دن جب کہ مسجد قباء میں جاتے اس لیے کہ وہ ہر ہفتے کو وہاں جاتے تھے سو جب مسجد میں داخل ہوتے سو اس وقت باہر نکلنے کو مکروہ جانتے یہاں تک کہ اس میں نماز پڑھتے اور حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

أَنْ يَخْرُجَ مِنْهُ حَتّٰى يُصَلِّيَ فِيْهِ قَالَ وَكَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُوْرُهُ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا قَالَ وَكَانَ يَقُوْلُ إِنَّمَا أَصْنَعُ كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِيْ يَصْنَعُوْنَ وَلَا أَمْنَعُ أَحَدًا أَنْ يُصَلِّيَ فِيْ أَيِّ سَاعَةٍ شَآءَ مِنْ لَّيْلٍ أَوْ نَهَارٍ غَيْرَ أَنْ لَّا تَتَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا.

بھی اس کی زیارت کیا کرتے تھے سوار اور پیادہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ میں تو صرف وہی کرتا ہوں جیسے کہ اپنے ساتھیوں کو کرتے دیکھا اور میں کسی کو منع نہیں کرتا کہ نماز پڑھے اس میں جس وقت چاہے رات سے یا دن سے سوائے اس کے کہ نہ قصد کریں نماز سورج نکلتے اور ڈوبتے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد قباء کی بڑی فضیلت ہے اور اس میں نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے کے دن اس کی زیارت کو جایا کرتے تھے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے لیکن اس میں دوگنا ثواب ثابت نہیں۔

## بَابُ مَنْ أَتٰى مَسْجِدَ قُبَآءٍ كُلَّ سَبْتٍ.

ہر ہفتے کے دن مسجد قباء میں جانے کا بیان۔

**فائدہ:** پہلا باب مطلق تھا کہ اس میں جس دن جائے جائز ہے اور اس میں قید ہے کہ فقط ہفتے کے دن جائے اور مسجد قباء کی فضیلت میں ایک حدیث ہے جو کہ اخبار مدینہ میں اسناد صحیح کے ساتھ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد قباء میں نماز پڑھنا میرے نزدیک بہت پیارا ہے بیت المقدس میں دو بار جانے سے اور اگر لوگ جانتے کہ مسجد قباء میں نماز پڑھنے کا کیا ثواب ہے تو البتہ اس کی طرف اونٹوں پر سوار ہو کر آتے۔

١١١٨ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ مَسْجِدَ قُبَآءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَاشِيًا وَّرَاكِبًا وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ.

١١١٨۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے کے دن مسجد قباء میں تشریف لے جایا کرتے تھے سوار یا پیادہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہ کام کیا کرتے تھے۔

## بَابُ إِتْيَانِ مَسْجِدِ قُبَآءٍ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا.

مسجد قباء میں جانا سوار اور پیادہ۔

**فائدہ:** اس باب میں علیحدہ حکم ہے اس واسطے اس کا علیحدہ باب باندھا۔

١١١٩ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ

١١١٩۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے کے دن مسجد قباء میں جایا کرتے تھے سوار اور پیادہ سو اس

ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَآءِ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ فَيُصَلِّيْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ.

میں دو رکعتیں نماز پڑھتے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد قباء کی بڑی فضیلت ہے اور اس کی طرف سوار اور پیادہ ہو کر جانا دونوں طرح سے جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض دنوں کو بعض نیک عملوں کے ساتھ خاص کرنا اور ان پر ہمیشگی کرنی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تین مسجدوں کے سوا اور کسی مسجد کی طرف سفر کرنا حرام نہیں اس لیے کہ حضرت ﷺ ہر ہفتہ کے دن سوار ہو کر مسجد قباء میں جایا کرتے تھے لیکن اس میں شبہ ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ کا مسجد قباء میں جانا فقط انصار کی ملاقات اور خبر گیری کے واسطے تھا بغرض اس کے کہ وہ آپ کے ساتھ جمعہ کی نماز میں حاضر ہوا کرتے تھے اور نیز جانا آپ کا ان لوگوں کے حال دریافت کرنے کو تھا جو جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے تھے یہی وجہ ہے ہفتہ کی تخصیص کرنے میں اور نیز دو یا تین میل جانا سفر میں داخل نہیں پس اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

## بَابُ فَضْلِ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ.

## حضرت ﷺ کی قبر اور منبر کے درمیان والے مکان کی فضیلت کا بیان۔

۱۱۲۰ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ الْمَازِنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ.

۱۱۲۰۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ایک باغ ہے بہشت کے باغوں میں سے۔

**فائدہ:** بعض روایتوں میں گھر ہے اور بعض میں حجرہ اور بعض میں قبر سب کا مطلب ایک ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں حضرت ﷺ اکثر رہتے تھے اور وہیں دفن ہوئے اور حضرت ﷺ کی قبر اور منبر کے درمیان چند گز کا فرق ہے اس قدر مکان بہشت میں اٹھ جائے گا اور یا وہاں کی عبادت اور دعا نہایت مقبول ہے اس کی برکت سے بہشت ملے گی۔ واللہ اعلم

۱۱۲۱ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِيْ خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ

۱۱۲۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ایک کیاری

الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِيْ عَلٰى حَوْضِيْ.

ہے کیاریوں سے بہشت کے اور میرا یہ منبر میرے حوض پر ہو گا یعنی قیامت کو یہاں سے اٹھایا جائے گا یا وہ منبر دوسرا ہو گا جس پر آپ کھڑے ہو کر لوگوں کو حوض کوثر کی طرف بلائیں گے۔

بَابُ مَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ.

مسجد اقصیٰ کی فضیلت کا بیان۔

**فائدہ:** مسجد اقصیٰ بیت المقدس کی مسجد کو کہتے ہیں اور اس مسجد کے اور بھی کئی نام ہیں یہاں تک کہ بعضوں نے کہا کہ اس کے بیس نام ہیں۔

۱۱۲۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ سَمِعْتُ قَزَعَةَ مَوْلٰى زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ بِأَرْبَعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْجَبْنَنِيْ وَآنَقْنَنِيْ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ إِلَّا مَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ وَلَا صَوْمَ فِيْ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحٰى وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى وَمَسْجِدِيْ.

۱۱۲۲۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو چار چیزوں کا حکم فرمایا ایک یہ کہ نہ سفر کرے کوئی عورت دو دن مگر یہ کہ اس کا خاوند یا محرم (جس کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے) اس کے ساتھ ہو دوسرا دو دنوں میں روزہ رکھنا درست نہیں ایک تو عید فطر کے دن دوسرا عید قربانی کے دن تیسرا دو نمازوں کے پیچھے کوئی نماز جائز نہیں فجر کی نماز سے پیچھے یہاں تک کہ سورج نکل آئے اور عصر کی نماز سے پیچھے یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے چوتھا کجاوے نہ باندھے جائیں یعنی سفر کرنا تین مسجدوں کے سوا اور کسی مسجد کی طرف درست نہیں ایک تو خانہ کعبے کی مسجد دوسری مسجد اقصیٰ اور تیسری حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد اقصیٰ کی بڑی فضیلت ہے اور اس میں نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

❀……❀……❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اَبْوَابُ الْعَمَلِ فِی الصَّلَاةِ

## نماز میں کاموں کا بیان

بَابُ اِسْتِعَانَةِ الْيَدِ فِي الصَّلَاةِ إِذَا كَانَ مِنْ أَمْرِ الصَّلَاةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَسْتَعِيْنُ الرَّجُلُ فِيْ صَلَاتِهٖ مِنْ جَسَدِهٖ بِمَا شَآءَ وَوَضَعَ أَبُوْ إِسْحَاقَ قَلَنْسُوَتَهٗ فِي الصَّلَاةِ وَرَفَعَهَا وَوَضَعَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَفَّهٗ عَلٰى رُسْغِهِ الْأَيْسَرِ إِلَّا أَنْ يَّحُكَّ جِلْدًا أَوْ يُصْلِحَ ثَوْبًا.
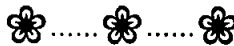
نماز کے اندر ہاتھ سے مدد لینی جائز ہے بشرطیکہ وہ کام نماز کے متعلق ہو یعنی لغو اور بے فائدہ نہ ہو کہ وہ مکروہ ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آدمی کو اپنی نماز میں اپنے جسم سے ہر طرح مدد لینی جائز ہے اور ابو اسحاق نے نماز میں اپنی ٹوپی زمین پر رکھی اور پھر اس کو اٹھا کر سر پر رکھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ہتھیلی اپنے بائیں ہاتھ کے پہنچے پر رکھی مگر یہ کہ جسم کھجلاتے یا کپڑا سنوارتے تو اس وقت اپنے ہاتھ سے مدد لیتے۔

**فائدہ:** ظاہر یہ آثار باب کے مخالف ہیں اس لیے کہ یہ باب مقید ہے اور یہ آثار مطلق ہیں ہر قسم کے کام کو شامل ہیں خواہ نماز کے متعلق ہو اور خواہ نہ ہو تو گویا امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے اشارہ کیا ہے اس طرف کہ یہ آثار مقید ہیں ساتھ اس امر کے جو نماز کے متعلق ہو لیکن ممکن ہے کہ کہا جائے کہ بدن کو کھجلانا اور کپڑے کو سنوارنا وغیرہ بھی نماز کے متعلق ہے اس لیے کہ نماز میں خشوع مطلوب ہے اور جو چیز کہ نمازی کو ایذا دے اس کا دور کرنا اس کے حضور اور خشوع کو مدد دیتا ہے پس مطابقت ان اثروں کی باب سے ظاہر ہے اور اس طرح نماز میں تھک جانے کے وقت رسی اور عصا وغیرہ کو تھامنا بھی جائز ہے اور بعض سلف نے اس کی رخصت دی ہے لیکن پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کھول ڈالو۔

١١٢٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهٗ أَخْبَرَهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهٗ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهِيَ

١١٢٣۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک رات کاٹی سو میں گدے کی چوڑائی میں لیٹ گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیوی اس کی لمبائی میں لیٹ گئے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ آدھی رات یا کچھ کم وبیش گزر گئی پھر آپ نیند سے جاگے اور اٹھ کر

خَالَتُهٗ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ عَلٰى عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهٗ فِيْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهٗ بِقَلِيْلٍ أَوْ بَعْدَهٗ بِقَلِيْلٍ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ فَمَسَحَ النَّوْمَ عَنْ وَّجْهِهٖ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلٰى شَنٍّ مُّعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَأْسِيْ وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا بِيَدِهٖ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَآءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

بیٹھ گئے اور آپ نے ہاتھ منہ پر مل کر نیند دور کی پھر سورہ آل عمران کی دس آیتیں اخیر کی پڑھیں پھر آپ ایک مشک لٹکی ہوئی کی طرف کھڑے ہوئے سو آپ نے اس سے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا پھر نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا سو میں کھڑا ہوا اور آپ کی طرح میں نے بھی وضو کیا پھر میں گیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہوا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے دائیں کان کو پکڑ کر مروڑا یعنی اپنی بائیں طرف سے پھیر کر دائیں طرف کیا سو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر وتر پڑھے پھر لیٹ گئے یہاں تک کہ مؤذن آپ کے پاس آیا یعنی نماز فجر کی اطلاع دینے کو سو آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعتیں ہلکی نماز پڑھی پھر مسجد میں تشریف لائے اور صبح کی نماز پڑھی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں ہاتھ سے مدد لینا جائز ہے اور جو کام کہ نماز کے متعلق ہو اس کو نماز کے اندر کرنا جائز ہے اس سے نماز مکروہ نہیں ہوتی اس لیے کہ آپ نے پہلی بار ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کان بائیں سے دائیں طرف پھیرنے کے واسطے پکڑا اور یہ کام نماز کے متعلق ہے اور اس کی اصلاح میں داخل ہے اور پھر دوسری بار آپ نے اس کے کان کو انست دلانے کے لیے پکڑا کہ اس کو وحشت اور خوف پیدا نہ ہو اس لیے کہ یہ نماز آپ کی رات کے وقت اندھیرے میں تھی پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

**بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْهُ مِنَ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ.** نماز کے اندر کلام کرنی منع ہے۔

١١٢٤ ـ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ السَّلُوْلِيُّ حَدَّثَنَا هُرَيْمُ بْنُ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

۱۱۲۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پہلے حضرت ﷺ کو نماز میں سلام کیا کرتے تھے اور آپ ہم کو جواب دیا کرتے تھے یعنی وعلیکم السلام کہتے تھے سو جب ہم (مدت کے بعد) نجاشی بادشاہ حبش کے پاس سے پلٹ کر آئے تو آپ نماز میں تھے سو ہم نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ہم کو سلام کا جواب نہ دیا اور بعد نماز کے فرمایا کہ بیشک نماز میں تو ایک بڑا شغل ہے یعنی نماز میں آدمی قرآن اور ذکر اور دعا وغیرہ کے ساتھ مشغول ہوتا ہے پس اس کے سوا اس میں اور کوئی بات نہیں کرنی چاہیے اور یا اس واسطے کہ آدمی نماز میں اللہ سے عرض معروض کرتا ہے اور اس کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے پس اس کے سامنے ادب سے کھڑا رہے اور اس کے سوا اور کسی طرف توجہ نہ کرے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بات کرنا' سلام کا جواب دینا نماز میں درست نہیں پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

١١٢٥ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَنَا عِيْسٰى هُوَ ابْنُ يُوْنُسَ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ عَنْ أَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ قَالَ لِيْ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ إِنْ كُنَّا لَنَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ أَحَدُنَا صَاحِبَهُ بِحَاجَتِهِ حَتّٰى نَزَلَتْ ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ.

۱۱۲۵۔ حضرت ابوعمرو شیبانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ بیشک ہم حضرت ﷺ کے وقت پہلے نماز میں کلام کیا کرتے تھے ہر آدمی حاجت کے واسطے اپنے ساتھی سے کلام کرتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت اتری کہ خبردار ہو نمازوں سے اور بیچ والی نماز سے اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے سو ہم کو حکم ہوا خاموش رہنے کا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں بات کرنا مدینے میں منسوخ ہوا اس لیے کہ یہ آیت بالاتفاق مدنی ہے لیکن حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو سابق گزری اس کے مخالف ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں

کلام کرنا مکے میں منسوخ ہوا اس واسطے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا حبش کے سفر سے پلٹ کر آنا مکے میں تھا نہ مدینے میں سو جواب اس کا یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ملک حبش سے پلٹ کر آنا دوبار واقع ہوا ہے جیسے کہ فتح الباری میں فرمایا کہ جب کفار مکہ نے مسلمانوں کو ایذا اور تکلیف دینی شروع کی تو بعض مسلمان ملک حبش کی طرف ہجرت کر گئے اور ان کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے پھر چند روز کے بعد ان کو یہ خبر پہنچی کہ مشرکین مکہ مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ لوگ حبش سے پلٹ کر پھر مکہ میں آئے تو معاملہ اس کے برعکس پایا یعنی دیکھا کہ کفار مکہ سے کوئی مسلمان نہیں ہوا تو مسلمان پھر دوبارہ حبش کی طرف ہجرت کر گئے اور اس دفعہ پہلے سے دگنے آدمی تھے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس بار بھی ان کے ساتھ تھے پھر چند روز کے بعد ان کو خبر پہنچی کہ حضرت ﷺ مدینے میں ہجرت کر کے چلے آئے ہیں تو سنتے ہی سب مسلمان حبش سے پلٹ کر مدینے میں چلے آئے اور مراد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پلٹ کر آنے سے دوسری بار کا پلٹ کر آنا ہے جب کہ مدینے میں حضرت ﷺ کے پاس پلٹ کر آئے تھے جیسا کہ فتح الباری میں موجود ہے پس ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی یہی معلوم ہوا کہ نماز میں کلام کا منسوخ ہونا مدینے میں واقع ہوا نہ مکے میں پس تعارض دفع ہو گیا اور حدیثوں میں تطبیق ہو گئی پس اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نماز میں کلام کرنی جائز نہیں جو اس میں کلام کرے اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور فتح الباری وغیرہ میں لکھا ہے کہ جو شخص حرمت کو جان کر عمدًا بغیر حاجت اور مصلحت کے نماز میں کلام کرے تو اس کی نماز بالاتفاق باطل اور فاسد ہو جاتی ہے اور اگر مصلحت نماز کے واسطے نماز میں کلام کرے تو اس میں بھی اختلاف ہے جمہور کے نزدیک اس سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے اور اوزاعی اور بعض اصحاب مالک کہتے ہیں کہ مصلحت نماز کے واسطے نماز میں کلام کرنی جائز ہے اور جو شخص کہ نماز میں بھول کر کلام کرے یا نومسلمانی کی وجہ سے اس کی حرمت کو نہ جانتا ہو تو اس میں بھی اختلاف ہے جمہور علماء کہتے ہیں کہ اگر تھوڑی کلام ہو تو نماز باطل نہیں ہوتی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے اور اگر کلام کثیر ہو جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ سب صورتوں میں نماز باطل ہو جاتی ہے خواہ کلام قلیل ہو خواہ کثیر ہو اور خواہ حاجت ہو اور خواہ حاجت نہ ہو وسیاتی مزید ذلك انشاء اللہ تعالٰی اور اگر نمازی سے جبرًا کلام کرائی جائے تو اس سے بھی نماز باطل ہو جاتی ہے اور جو ذکر اور دعا کے خطاب سے خالی ہو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، واللہ اعلم۔

**بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَالْحَمْدِ فِي الصَّلَاةِ لِلرِّجَالِ.** نماز میں مردوں کو حاجت کے وقت سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا جائز ہے۔

**فائدہ:** یعنی جب کہ نماز میں کوئی امر حادث ہو اور ایسی ضرورت پیش آئے جس میں امام کو خبردار کرنا ضروری ہو تو ایسے وقت مقتدیوں کو سبحان اللہ یا الحمد للہ کہنا جائز ہے۔

١١٢٦ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفِ بْنِ الْحَارِثِ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَجَآءَ بِلَالٌ اَبَا بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ حُبِسَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَؤُمُّ النَّاسَ قَالَ نَعَمْ اِنْ شِئْتُمْ فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ فَتَقَدَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَصَلّٰى فَجَآءَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِیْ فِی الصُّفُوْفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتّٰى قَامَ فِی الصَّفِّ الْاَوَّلِ فَأَخَذَ النَّاسُ بِالتَّصْفِيْحِ قَالَ سَهْلٌ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا التَّصْفِيْحُ هُوَ التَّصْفِيْقُ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِیْ صَلَاتِهٖ فَلَمَّا اَكْثَرُوا الْتَفَتَ فَاِذَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الصَّفِّ فَأَشَارَ اِلَيْهِ مَكَانَكَ فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَآئَهٗ وَتَقَدَّمَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى.

١١٢٦۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو کی قوم کے درمیان صلح کرانے کو گئے اور نماز کا وقت آیا سو بلال رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں رک گئے ہیں اور نماز تیار ہے سو کیا تو لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اگر تم چاہو تو پڑھاتا ہوں سو ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور نماز شروع کی پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور صفوں کو چیرتے گزرے یہاں تک کہ پہلی صف میں نماز کی نیت کر کے کھڑے ہوئے اور لوگوں نے تالی بجانی شروع کی یعنی تا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے آنے سے خبر دار ہو جائیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف نہ دیکھتے تھے سو جب لوگوں نے بہت تالیاں بجائیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نظر کی سو ناگہاں دیکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صف میں کھڑے ہیں تو پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا سو آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اشارہ کیا کہ وہیں ٹھہرے رہو اور امامت کیے جاؤ سو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو امامت کرنے کو فرمایا پھر اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹے اور صف میں برابر ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر امامت کی اور نماز پڑھی۔

**فائدہ:** یہ حدیث پورے طور سے باب من دخل لیؤم الناس میں پہلے گزر چکی ہے اس میں سبحان اللہ کا بھی ذکر موجود ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اگر نماز میں کوئی ایسی ضرورت پیش آ جائے جس میں امام کو خبردار کرنا پڑے یا اندھے کو کنوئیں سے ڈرانا پڑے یا کسی اور کو تنبیہ کرنا مقصود ہو تو ایسے وقت نماز میں سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا جائز ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شک کے واسطے الحمد للہ کہنا نماز کو فاسد نہیں کرتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کو اول وقت سے تاخیر کرنا جائز ہے اور اس کی طرف جلدی

کرنا افضل ہے دائمی امام کا انتظار کرنے سے اور یہ کہ بغیر رضامندی مقتدیوں کے جماعت کرانی لائق نہیں اور یہ کہ نماز میں کسی طرف دیکھنا نماز کو فاسد نہیں کرتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سبحان اللہ کے بدلے الحمد للہ کہنا بھی کافی ہے۔

بَابُ مَنْ سَمّٰى قَوْمًا أَوْ سَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ عَلٰى غَيْرِهٖ مُوَاجَهَةً وَهُوَ لَا يَعْلَمُ.

جو شخص کہ نماز میں کسی قوم کا نام لے یا کسی غیر کو روبرو یا بے روبرو سلام کہے اور وہ نہ جانتا ہو کہ اس میں نماز درست ہوتی ہے یا نہیں تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں ٹوٹتی؟۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابن رشید نے کہا کہ مقصود امام بخاری رحمہ اللہ کا اس باب سے یہ ہے کہ ان عملوں سے کوئی چیز نماز کو باطل نہیں کرتی ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے اصحاب کو نماز کو دوہرانے کا حکم نہیں کیا بلکہ صرف ان کو وہی تعلیم کیا جس پر وہ آئندہ عمل کریں لیکن اس استدلال پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جاہل قبل وجود حکم کا حال جاہل بعد ثبوت حکم کے حال کے برابر نہیں اور نیز یہ بھی بعید معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب سے یہ عمل نادانستہ ہوا تھا بلکہ ظاہر یہی ہے کہ وہ شرع ان کے نزدیک مقرر تھے اور یہ عمل ان کا شرع کے حکم سے تھا پھر بعد اس کے یہ حکم منسوخ ہوگیا، واللہ اعلم۔

۱۱۲۷ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا أَبُوْ عَبْدِ الصَّمَدِ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ التَّحِيَّةُ فِي الصَّلَاةِ وَنُسَمِّيْ وَيُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَسَمِعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُوْلُوا التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَإِنَّكُمْ إِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ فَقَدْ سَلَّمْتُمْ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ.

۱۱۲۷۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نماز میں بیٹھ کر التحیات پڑھا کرتے تھے اور اس میں ہر ایک کا نام لے لے کر سلام کہا کرتے تھے یعنی اللہ کو سلام، جبرائیل کو سلام، میکائیل کو سلام اور فلانے فلانے کو سلام اور ہم میں سے بعض بعض کو سلام کیا کرتے تھے یعنی ایک دوسرے کے روبرو اور سامنے ہو کر سو حضرت ﷺ نے اس کو سنا سو فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اور اس کے بدلے یہ التحیات پڑھا کرو اور التحیات للہ الخ یعنی سب زبان کی عبادتیں جیسے تعریف اور ذکر اور بدن کی عبادتیں جیسے نماز اور حج وغیرہ اور مال کی عبادتیں جیسے زکوۃ اور خیرات صرف اللہ ہی کے واسطے ہیں سلام ہو تجھ کو اے پیغمبر! اور اللہ کی رحمت اور برکت اور سلام ہو ہم کو اور اللہ کے سب نیک بندوں کو میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی لائق بندگی کے نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ بندہ ہے اللہ کا اور اس کا رسول ہے سو جب تم نے کہا کہ اللہ کے سب نیک

بندوں پر سلام ہو تو جتنے اللہ نے نیک بندے آسمان اور زمین میں ہیں خواہ فرشتے خواہ پیغمبر خواہ اولیاء خواہ جن خواہ آدمی سب کو تمہارا سلام پہنچ گیا یعنی اب ہر ایک کا نام لینا کچھ ضروری نہیں ہے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس مسئلے میں شک رہا ہے اسی واسطے اس نے باب میں جائز یا ناجائز ہونے نماز کا کچھ حکم بیان نہیں کیا لیکن اب اگر کسی کا نام لے یا کسی کو روبرو ہو کر سلام کرے تو درست نہیں کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے اور مفصل بیان اس حدیث کا آخر صفۃ الصلوۃ میں گزر چکا ہے شائق اس کی طرف رجوع کرے۔

بَابُ التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ. نماز میں عورتوں کو ضرورت کے وقت تالی بجانا جائز ہے

**فائدہ:** اور صورت اس کی یہ ہے کہ دائیں ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پیٹھ پر مارے اور اندر کی طرف سے دونوں ہتھیلیوں کو نہ بجائے جیسا کہ کھیل میں بجاتے ہیں اور اگر کھیل کی طرح سے بجائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے کذا فی القسطلانی۔

١١٢٨ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ وَالتَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ.

۱۱۲۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تالی مارنا عورتوں کو چاہیے اور سبحان اللہ کہنا مردوں کو چاہیے۔

١١٢٩ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيٰى أَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْحُ لِلنِّسَآءِ.

۱۱۲۹۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا لیکن اس میں مردوں کا ذکر مقدم ہے اور عورتوں کا ذکر مؤخر ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر امام نماز میں چوک جائے یا کوئی اور ضرورت پیش آئے تو عورت کو تالی مار کر خبردار کرنا جائز ہے اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا کہ عورت کے واسطے تالی بجانا جائز رکھتے ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عورت کو تالی مارنا جائز نہیں بلکہ حاجت کے وقت وہ بھی مردوں کی طرح سبحان اللہ کہے اور اس حدیث کو وہ مذمت پر محمول کرتے ہیں یعنی عورتوں کی اکثر عادت ہے کہ تالیاں بجاتی ہیں سو نماز میں ایسا نہیں

چاہیے لیکن صحیح مذہب جمہور علماء کا ہے اس لیے کہ دوسری روایت میں صریح آ چکا ہے کہ چاہیے کہ عورتیں تالی بجائیں جیسا کہ کتاب الاحکام میں ابو حازم سے روایت آ چکی ہے پس یہ حدیث اس باب میں نص ہے تاویل کی اس میں مطلق گنجائش نہیں اور عورتوں کو سبحان اللہ کہنا اس واسطے منع ہوا ہے کہ ان کو پست آواز کرنے کا حکم ہے اس لیے کہ عورتوں کی آواز سے اکثر مرد بدخیال ہو جاتا ہے۔

بَابُ مَنْ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى فِيْ صَلَاتِهٖ أَوْ تَقَدَّمَ بِأَمْرٍ يَّنْزِلُ بِهٖ رَوَاهُ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اگر کوئی شخص نماز میں کسی کام حادث کے واسطے اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹے یا آگے بڑھے تو جائز ہے روایت کیا ہے اس فعل کو سہل رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

**فائدہ:** یہ اشارہ ہے طرف اس حدیث کے جو باب ما یجوز من التسبیح ......الخ میں سابق گزر چکی ہے اس لیے کہ صدیق رضی اللہ عنہ اپنے مصلے سے پیچھے ہٹے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے (جس میں پہلے آ کر کھڑے ہوئے تھے) آگے بڑھے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

١١٣٠ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ يُوْنُسُ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ بَيْنَا هُمْ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَأَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلِّيْ بِهِمْ فَفَجِئَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوْفٌ فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَظَنَّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ أَنْ يَّخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ أَنْ يَّفْتَتِنُوْا فِيْ صَلَاتِهِمْ فَرَحًا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَأَوْهُ فَأَشَارَ بِيَدِهٖ أَنْ أَتِمُّوْا ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ وَتُوُفِّيَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ.

١١٣٠۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ مسلمان سوموار کے دن فجر کی نماز میں تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھا رہے تھے سو یکایک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے ہوئے آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ اٹھایا سو آپ نے لوگوں کی طرف نظر کی اور وہ صفیں باندھے کھڑے تھے سو آپ نے دیکھ کر تبسم فرمایا سو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹے اور گمان کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف نکلنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور جب کہ مسلمانوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو قصد کیا کہ خوشی سے اپنی نماز میں دیوانے اور مفتون ہو جائیں اور نماز کو توڑ ڈالیں سو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ نماز تمام کرو پھر آپ حجرے میں گئے اور پردہ لٹکایا اور اسی روز آپ کا انتقال ہوا اللہ کا ان پر ہزار درود اور سلام ہو۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں تھوڑا عمل کرنا جائز ہے بشرطیکہ پے در پے نہ ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں کسی کام نو حادث کے واسطے آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا جائز ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز کے اندر پہلے پیچھے ہٹے پھر آگے بڑھے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور مفصل طور سے یہ حدیث باب الامامۃ میں پہلے گزر چکی ہے۔

**بَابُ إِذَا دَعَتِ الْأُمُّ وَلَدَهَا فِي الصَّلَاةِ.**

اگر ماں اپنے بیٹے کو نماز کی حالت میں بلائے تو بیٹے پر اس کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر واجب ہے تو اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟۔

**فائدہ:** ان دونوں مسئلوں میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ماں کو جواب دینا واجب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ واجب نہیں اور برتقدیر اول بعض کہتے ہیں کہ جواب سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فاسد نہیں ہوتی لیکن صحیح یہی قول ہے کہ جواب دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر فرض نماز ہو اور وقت تنگ ہو تو جواب نہ دے ورنہ جواب دے لیکن مستحب ہے کہ نماز میں تخفیف کرے اور جلدی پڑھ کر ماں کو جواب دے اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ ماں کو جواب دے لیکن وہ حدیث سبحان اللہ پر محمول ہے۔

وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادَتِ امْرَأَةٌ ابْنَهَا وَهُوَ فِيْ صَوْمَعَتِهٖ قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللّٰهُمَّ أُمِّيْ وَصَلَاتِيْ قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللّٰهُمَّ أُمِّيْ وَصَلَاتِيْ قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللّٰهُمَّ أُمِّيْ وَصَلَاتِيْ قَالَتِ اللّٰهُمَّ لَا يَمُوْتُ جُرَيْجٌ حَتّٰى يَنْظُرَ فِيْ وُجُوْهِ الْمَيَامِيْسِ وَكَانَتْ تَأْوِيْ إِلٰى صَوْمَعَتِهٖ رَاعِيَةٌ تَرْعَى الْغَنَمَ فَوَلَدَتْ فَقِيْلَ لَهَا مِمَّنْ هٰذَا الْوَلَدُ قَالَتْ مِنْ جُرَيْجٍ نَزَلَ مِنْ صَوْمَعَتِهٖ قَالَ جُرَيْجٌ أَيْنَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے کو نماز کے اندر پکارا اور وہ اپنے عبادت خانے میں نماز پڑھتا تھا تو اس نے کہا کہ اے جریج! تو اس نے کہا کہ اے میرے رب میری ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں یعنی اس نے ماں کو جواب نہ دیا وہ پلٹ گئی اور دوسرے دن پھر آئی اور اس کو پکارا کہ اے جریج! تو اس نے کہا کہ اے رب میرے! ماں مجھ کو پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں یعنی اس نے ماں کو جواب نہ دیا پھر وہ پلٹ گئے اور تیسرے دن پھر آئی اور اس کو پکارا کہ اے جریج! تو اس نے کہا کہ اے میرے رب! ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں سو وہ اپنی نماز میں متوجہ رہا اور ماں کو جواب نہ دیا تو اس کی ماں نے اس کے حق میں یوں بد دعا کی کہ الٰہی!

هٰذِهِ الَّتِيْ تَزْعُمُ أَنَّ وَلَدَهَا لِيْ قَالَ يَا بَابُوْسُ مَنْ أَبُوْكَ قَالَ رَاعِيَ الْغَنَمِ.

جریج کو مت مار جب تک کہ وہ بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے اور ایک عورت بکریاں چرانے والی اس کے عبادت خانے کے پاس ٹھہرا کرتی تھی سو اس نے لڑکا جنا سو لوگوں نے اس کو پوچھا کہ یہ لڑکا کس کے نطفے کا ہے؟ اس نے کہا جریج کے نطفے سے کہ وہ اپنے عبادت خانے سے نیچے اترا اور مجھ سے زنا کیا اور اس سے مجھ کو یہ حمل ہوا سو جریج نے کہا کہ وہ عورت کہاں ہے جو یہ بکتی ہے کہ اس کا لڑکا میرے نطفے سے ہے؟ سو اس نے کہا کہ اے لڑکے تیرا باپ کون ہے؟ اس لڑکے نے کہا کہ فلانا چرواہا ہے

**فائدہ:** ماں کی اجابت کا حق بہ نسبت حق نماز کے کو مرجوح ہے لیکن تاہم بھی جواب نہ دینے سے اس کی ماں کی دعا اس کے حق میں قبول ہوئی اور اس کی تاثیر سے اس کو زنا کی تہمت لگی اور ذلت ہوئی پس اس کی ماں کی دعا قبول ہونے سے معلوم ہوا کہ ماں کا حق بڑا ہے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جواب دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اسی واسطے اس نے جواب دینے میں تردد کیا اور ماں کو جواب نہ دیا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

## بَابُ مَسْحِ الْحَصَا فِي الصَّلَاةِ.

نماز میں کنکریوں کو ہاتھ سے برابر کرنا جائز ہے۔

۱۱۳۱ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُعَيْقِيْبٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ إِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً.

۱۱۳۱۔ حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نماز میں سجدہ کرنے کے وقت سجدہ گاہ سے مٹی برابر کرنے لگا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ اگر تو ضرور ہی کرنے والا ہو تو فقط ایک بار کر یعنی اول تو یہ کام نماز میں بہتر نہیں اور اگر تجھ کو نہایت ہی ضرورت پڑے تو ایک بار کا کرنا مضائقہ نہیں ہے تا کہ عمل کثیر جو مبطل نماز ہے لازم نہ آئے یا خشوع میں خلل نہ ڈالے اور یا اس کے اور رحمت کے درمیان مانع نہ ہو۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کنکریوں سجدہ گاہ سے ہٹانا اور زمین کو برابر اور صاف کرنا جائز ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور اس حدیث میں اگرچہ کنکریوں کا ذکر نہیں لیکن اس کے بعض طریقوں میں ان کا ذکر بھی آ گیا ہے جیسا کہ ابو داؤد اور مسلم کی حدیث میں موجود ہے اور بعض طریقوں میں ہر چیز کا ذکر بھی آیا ہے یعنی

ایک بار ہر چیز کو صاف کرنا درست ہے پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہو گئی لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سب علماء کا اتفاق ہے اس پر کہ نماز میں کنکریوں کو ہٹانا مکروہ ہے مگر امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اس میں کچھ خوف نہیں اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کا۔

بَابُ بَسْطِ الثَّوْبِ فِي الصَّلَاةِ لِلسُّجُوْدِ.

نماز میں زمین پر سجدہ کرنے کے واسطے کپڑا بچھانے کا بیان یعنی اگر گرمی کی شدت سے زمین پر سجدہ نہ ہو سکے تو سجدہ کرنے کے واسطے زمین پر کپڑا بچھانا جائز ہے۔

١١٣٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ حَدَّثَنَا غَالِبٌ الْقَطَّانُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ وَجْهَهُ مِنَ الْأَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ.

١١٣٢۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سخت گرمی میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے سو جب (شدت گرمی کے سبب سے) کسی کو زمین پر ماتھا رکھنا کی طاقت نہ ہوتی تو اپنا کپڑا زمین پر بچھاتا اور اس پر سجدہ کرتا۔

**فائدہ**: مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ.

نماز میں قلیل یعنی تھوڑا کام کرنا جائز ہے۔

**فائدہ**: پہلے بابوں میں عمل قلیل کے جزئیات کا بیان ہے اور اس میں مجمل طور سے اس کا نماز میں جائز ہونا ثابت کیا ہے اور عمل کثیر کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض فقہاء کہتے ہیں کہ عمل کثیر وہ ہے جس میں آدمی دونوں ہاتھ سے محتاج ہو جیسے کہ عمامے کا باندھنا اور کرتے کا پہننا اور تیر کا کمان سے چلانا وغیرہ ہے کہ اکثر عادت ان کاموں کی دونوں ہاتھ سے ہوتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عمل کثیر وہ ہے جس کو نمازی بہت جانے اور اکثر علماء کے نزدیک مختار ہے کہ اگر کوئی دیکھنے والا اس کو دور سے دیکھے تو گمان کرے کہ یہ نماز میں نہیں ہے۔

١١٣٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَمُدُّ رِجْلِيْ فِيْ قِبْلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَرَفَعْتُهَا

١١٣٣۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اپنے پاؤں کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ گاہ میں دراز کیا کرتی تھی اور آپ نماز پڑھتے تھے سو جب آپ سجدے میں جاتے تو مجھ کو ٹھوکر لگاتے سو میں اپنے پاؤں کو کھینچ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں پاؤں کو دراز کر لیتی۔

فَإِذَا قَامَ مَدَدْتُهَا.

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ٹھوکر مارنا وغیرہ تھوڑا عمل ہے اس سے نماز باطل نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

١١٣٤ ۔ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى صَلَاةً قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِيْ فَشَدَّ عَلَيَّ لِيَقْطَعَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ فَأَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ فَذَعَتُّهُ وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُوْثِقَهُ إِلٰى سَارِيَةٍ حَتّٰى تُصْبِحُوْا فَتَنْظُرُوْا إِلَيْهِ فَذَكَرْتُ قَوْلَ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ﴾ فَرَدَّهُ اللّٰهُ خَاسِئًا.

۱۱۳۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی سو فرمایا کہ ایک شیطان رات کو میرے آگے گھس پڑا سو اس نے مجھ پر حملہ کیا کہ میری نماز کو توڑ دے سو اللہ نے اس کو میرے قابو میں کر دیا سو میں نے اس کو پکڑا اور اس کا گلا گھونٹا سو میں نے چاہا کہ اس کو مسجد کے ستون سے کسی ستون میں باندھ دوں تا کہ تم سب لوگ صبح کے وقت اس کو دیکھو پھر مجھ کو یاد آئی اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا وہ دعا یہ تھی کہ اے میرے رب! میری مغفرت کر اور دے مجھ کو ایسی بادشاہی کے میرے بعد پھر کسی کو ویسی نہ ملے سو اللہ نے اس کو دھکیل دیا دھتکار کے۔

**فائدہ:** جن اور دیو حضرت سلیمان علیہ السلام کے قابو میں تھے اور انہوں نے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ ایسی بادشاہی میرے بعد کسی کو نہ ملے اس واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شیطان کو چھوڑ دیا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پکڑنا اور دھکیل دینا تھوڑا عمل ہے اس سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص اگرچہ ولی کامل ہو شیطان کے غلبے سے نڈر نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اس مردود کی اتنی جرأت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی بے ادبی کو تیار ہوا تھا اللہ بچائے تو اس سے بچے آدمی بے چارے کی کیا طاقت ہے؟۔

## بَابُ إِذَا انْفَلَتَتِ الدَّابَّةُ فِي الصَّلَاةِ. اگر نماز میں نمازی کی سواری کھل جائے تو کیا کرے؟۔

**فائدہ:** ابن بطال نے کہا کہ اگر نماز کی حالت میں نمازی کی سواری کھل جائے تو اس کو نماز کا توڑ دینا اور اس کے پیچھے جانا بالاتفاق جائز ہے اور قاسم نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ اگر نماز کی حالت میں مسافر کی سواری کھل جائے اور تلف ہونے کا خوف ہو اور یا کسی لڑکے یا اندھے کے کنوئیں میں یا آگ میں گرنے کا خوف ہو اور یا اپنے مال و متاع کے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو اس کے واسطے جائز ہے کہ نماز کو توڑ دے اور سواری کے پیچھے جائے یا اپنے مال کو بچائے اور ابن تین نے کہا کہ اگر مال قیمتی ہو تو نماز کو توڑنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

وَقَالَ قَتَادَةُ إِنْ أُخِذَ ثَوْبُهُ يَتْبَعُ السَّارِقَ وَيَدَعُ الصَّلَاةَ.

اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر نماز کی حالت میں نمازی کا کپڑا پکڑا جائے تو اس کو جائز ہے کہ چور کے پیچھے جائے اور نماز کو چھوڑ دے۔

**فائدہ:** ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ اگر کسی لڑکے کو کنوئیں میں گرتا دیکھے تو واجب ہے کہ نماز کو توڑ ڈالے اور اس کو کنوئیں سے بچائے اور شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر نماز کی حالت میں کسی کا مال ظلم سے چھینا جائے تو خوف کی نماز کی طرح نماز پڑھے اور اسی طرح آگ یا سیلاب وغیرہ سے بھاگنے کے وقت بھی خوف کی نماز پڑھے اور جب کپڑے کے واسطے نماز کو توڑنا جائز ہے تو سواری کے واسطے بطریقِ اولیٰ جائز ہوگا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی باب سے۔

١١٣٥ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْأَزْرَقُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ كُنَّا بِالْأَهْوَازِ نُقَاتِلُ الْحَرُوْرِيَّةَ فَبَيْنَا أَنَا عَلٰى جُرُفِ نَهَرٍ إِذَا رَجُلٌ يُّصَلِّيْ وَإِذَا لِجَامُ دَابَّتِهٖ بِيَدِهٖ فَجَعَلَتِ الدَّابَّةُ تُنَازِعُهُ وَجَعَلَ يَتْبَعُهَا قَالَ شُعْبَةُ هُوَ أَبُوْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ فَجَعَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْخَوَارِجِ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ افْعَلْ بِهٰذَا الشَّيْخِ فَلَمَّا انْصَرَفَ الشَّيْخُ قَالَ إِنِّيْ سَمِعْتُ قَوْلَكُمْ وَإِنِّيْ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ غَزَوَاتٍ أَوْ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَوْ ثَمَانِيَ وَشَهِدْتُ تَيْسِيْرَهٗ وَإِنِّيْ إِنْ كُنْتُ أَنْ أَرْجِعَ مَعَ دَابَّتِيْ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَدَعَهَا تَرْجِعُ إِلٰى مَأْلَفِهَا فَيَشُقُّ عَلَيَّ.

١١٣٥۔ حضرت ازرق بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہم اہواز (ایک شہر کا نام ہے فارس اور بصرے کے درمیان عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں فتح ہوا) میں خارجیوں سے لڑتے تھے سو جس حالت میں کہ میں ایک نہر کے کنارے پر کھڑا تھا سو اچانک دیکھا کہ ایک مرد نماز پڑھتا ہے اور اپنی سواری کی لگام اس کے ہاتھ میں ہے سو سواری اس کو اپنی طرف کھینچنے لگی اور وہ مرد اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا شعبہ (راوی) نے کہا کہ وہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے سو ایک شخص خارجیوں میں سے کہنے لگا کہ الٰہی! اس بوڑھے کو اپنے فعل کی سزا دے کہ اس نے سواری کے واسطے نماز چھوڑ دی ہے سو جب وہ بوڑھا نماز پڑھ چکا تو کہا کہ بیشک میں نے تمہاری بات سنی اور بیشک میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چھ یا سات یا آٹھ جنگیں لڑیں ہیں اور آپ کی آسانی دیکھی کہ آپ احکام شرع میں نہایت آسانی کرتے تھے یعنی میں نے یہ کام شرع کے مخالف نہیں کیا بلکہ اس کو آپ سے دیکھا ہے اور اگر میں اپنی سواری کے ساتھ ساتھ پلٹ جاؤں تو مجھ کو بہت پسند ہے اس سے کہ اس کو چھوڑ دوں اور وہ اپنی چراگاہ میں چلی جائے اور مجھ پر مشکل پڑ

جائے اور میں گھر نہ پہنچ سکوں۔

**فائدہ:** ظاہر اس قصے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے نماز کو توڑا نہیں تھا جیسا کہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سواری قبلے کی طرف گزری انہوں نے چل کر سواری کو پکڑا اور ایڑیوں پر پیچھے ہٹے اس لیے کہ اگر انہوں نے نماز کو توڑ دیا ہوتا تو قبلے کی طرف پیٹھ کرنے کی کچھ پرواہ نہ کرتے سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا چلنا بہت نہیں تھا اور یہ موافق ہے باب کی دوسری حدیث کو اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور پیچھے ہٹے اور نماز کو نہ توڑا پس ثابت ہوا کہ یہ تھوڑا کام ہے اور تھوڑا چلنا ہے اور اس میں قبلے کی طرف پیٹھ بھی نہیں پھیری پس نماز کو کچھ نقصان نہیں اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ کسی نے حسن بصری رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اگر نماز میں سواری کے چلے جانے کا خوف ہو تو کیا کیا جائے؟ اس نے جواب دیا کہ نماز چھوڑ کر سواری کو پکڑ لے پھر کہا گیا کہ باقی نماز کو پورا کرے یا ساری نماز کو پھر پڑھے؟ اس نے جواب دیا کہ اگر قبلے کی طرف پیٹھ پھیری ہو تو ساری نماز کو دوہرائے ورنہ باقی کو تمام کرے اور فقہاء کا اجماع ہے اس پر کہ نماز میں بہت چلنا اس کو باطل کر دیتا ہے سو ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی حدیث تھوڑے چلنے پر محمول ہوگی لیکن بعض فقہاء کہتے ہیں کہ ایڑیوں پر پیچھے ہٹنے کی صورت میں مطلق نماز فاسد نہیں ہوتی خواہ چلنا بہت قدم ہو یا تھوڑا ہو اس میں کچھ فرق نہیں اور قیاس اگرچہ فساد کو چاہتا ہے لیکن یہاں قیاس اس حدیث کے مقابلے میں متروک ہے اور ایسا ہی لکھا ہے امام محمد رحمہ اللہ نے سیر کبیر میں پھر باوجود اس اختلاف کے دعویٰ اجماع کا کیونکر تسلیم ہو سکتا ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز کی حالت میں سواری کھل جائے تو اس کو چل کر پکڑنا جائز ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ جو ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ وہ اپنی چراگاہ کی طرف چلی جائے تو یہ قید باعتبار اکثر کے ہے ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ کہیں اور طرف چلی جائے اور بالکل گم ہو جائے پس اس میں مال کا ضائع کرنا ہے اور یہ جو اس نے کہا کہ میں نے آسانی دیکھی ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز کو توڑ کر سواری کے پیچھے چلا جائے تو جائز ہے اور اس میں دلیل ہے واسطے فقہاء کے کہ مال متاع وغیرہ جس چیز کے تلف ہو جانے کا خوف ہو اس کے واسطے نماز چھوڑ دینا جائز ہے۔

١١٣٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ سُوْرَةً طَوِيْلَةً ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ بِسُوْرَةٍ أُخْرٰى ثُمَّ رَكَعَ

١١٣٦۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سورج میں گہن پڑا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو کھڑے ہوئے سو آپ نے لمبی سورت پڑھی پھر رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا پھر دوسری سورت شروع کی پھر رکوع کیا یہاں تک کہ اس کو ادا کیا اور سجدہ کیا پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا پھر فرمایا کہ سورج اور چاند دو نشانیاں ہیں اللہ کی نشانیوں سے سو جب تم

حَتّٰى قَضَاهَا وَسَجَدَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ فِي الثَّانِيَةِ ثُمَّ قَالَ إِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَصَلُّوْا حَتّٰى يُفْرَجَ عَنْكُمْ لَقَدْ رَأَيْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا كُلَّ شَيْءٍ وُعِدْتُهٗ حَتّٰى لَقَدْ رَأَيْتُ أُرِيْدُ أَنْ اٰخُذَ قِطْفًا مِّنَ الْجَنَّةِ حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِيْ جَعَلْتُ أَتَقَدَّمُ وَلَقَدْ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِيْ تَأَخَّرْتُ وَرَأَيْتُ فِيْهَا عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ وَهُوَ الَّذِيْ سَيَّبَ السَّوَآئِبَ.

گہن کو دیکھا کرو تو نماز پڑھا کرو یہاں تک کہ وہ کھل جائے اور روشن ہو جائے اور میں نے اپنی اس جگہ میں ہر چیز کو دیکھا جس کا مجھ کو وعدہ دیا گیا تھا اور میں نے چاہا کہ بہشت سے انگور کا گچھا پکڑوں جب کہ تم نے مجھ کو دیکھا کہ میں آگے بڑھنے لگا تھا اور بیشک میں نے دوزخ کو دیکھا کہ اس کا بعض ٹکڑا بعض کو کچلے ڈالتا ہے جب کہ تم نے مجھ کو دیکھا کہ میں پیچھے ہٹا اور میں نے اس میں عمرو بن لحی کو دیکھا کہ (اپنی انتڑیاں گھسیٹتے پھرتا ہے) اور یہ شخص وہ ہے جس نے اول سانڈھ چھوڑنے کی رسم نکالی تھی۔

**فائدہ:** عمرو بن عامر حضرت ﷺ سے تین سو برس آگے تھا بتوں کے نام پر سانڈھ چھوڑنے کی رسم اس نے نکالی تھی اس واسطے ایسے سخت عذاب میں گرفتار ہوا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں تھوڑا سا آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا جائز ہے اس سے نماز باطل نہیں ہوتی پس جس شخص کی سواری نماز میں کھل جائے اس کو بھی اس کے قابو کرنے کے واسطے آگے پیچھے ہٹنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

## بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْبُصَاقِ وَالنَّفْخِ فِي الصَّلَاةِ.

نماز میں بعض قسم کا تھوکنا اور پھونکنا جائز ہے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ ان دونوں کے درمیان وجہ مساوات کی یہ ہے کہ اکثر اوقات ان سے دو حرف پیدا ہوتے ہیں اور وہ ادنیٰ درجہ اس کا ہے جس سے کلام بنتی ہے اور بخاری نے اشارہ کیا ہے اس طرف کہ بعض قسم کی تھوک اور اف اف جائز ہے اور بعض قسم کی جائز نہیں سو احتمال ہے کہ اس کے نزدیک جائز وہ قسم ہو جس سے کلام مفہوم نہ ہو سکے اور ناجائز وہ قسم ہے جس سے کلام مفہوم ہو سکے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو نَفَخَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سُجُوْدِهٖ فِيْ كُسُوْفٍ.

اور ذکر کیا جاتا ہے عبداللہ بن عمرو سے کہ حضرت ﷺ نے گہن کی نماز کے سجدے میں پھونک ماری۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ نماز کے اندر پھونکنے میں علماء کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ نماز میں نفخ کرنا مکروہ ہے لیکن اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی یہ روایت امام مالک رحمہ اللہ سے ہے اور یہی قول ہے ابو یوسف اور اشہب اور احمد اور اسحاق کا اور بعض کہتے ہیں کہ جیسے کلام سے نماز ٹوٹ جاتی ہے ویسے ہی نفخ سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے

یہ قول امام مالک رحمہ اللہ کا ہے مدونہ (بڑی کتب) میں اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی آواز سنی جائے تو بمنزلہ کلام کے ہے اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے ورنہ نہیں یہ قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ثوری اور محمد کا ہے لیکن پہلے قول کو ترجیح ہے اس لیے کہ نفخ کے حروف بصاق کے حروف سے زیادہ نہیں ہیں اور سب کا اتفاق ہے اس پر کہ نماز میں تھوکنا جائز ہے سو یہ دلیل ہے اس پر کہ نماز میں نفخ بھی جائز ہے اس لیے کہ ان دونوں میں کچھ فرق نہیں اسی واسطے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ میں دونوں کو اکٹھا ذکر کیا ہے اور شافعیہ کے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ اگر اس سے دو حرف ظاہر ہوں تو نماز باطل ہو جاتی ہے ورنہ نہیں اور تائید کرتی ہے اس کی وہ حدیث جو ابن ابی شیبہ نے اسناد جید کے ساتھ روایت کی ہے کہ نفخ کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے گہن کی نماز میں نفخ کیا پس یہ روایت اس کے معارض ہے پس حدیث فساد کی اس پر محمول ہے جب کہ کلام ظاہر ہو اور سنی جائے لیکن اس پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ اس تعلیق کے بعض طریقوں میں یہ آیا ہے کہ آپ نے آخر مسجد میں اُف اُف کیا تو گویا کہ نفخ کو اس کے ساتھ تفسیر کیا ہے پس یہ صریح دلیل ہے اس پر کہ نفخ سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور بیہقی نے اشارہ کیا ہے کہ نماز میں نفخ کرنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا لیکن یہ مردود ہے ساتھ اس کے کہ بغیر دلیل کے خاصہ ثابت نہیں ہوسکتا ہے اور ابن منذر نے اجماع نقل کیا ہے اس پر کہ ہنسنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ ایک حرف ظاہر ہو خواہ دو حرف ظاہر ہوں اور ہنسنے اور رونے میں فرق یہ ہے کہ ہنسنے سے نماز کی حرمت اور عزت جاتی رہتی ہے بخلاف رونے کے کہ اس سے نماز کی حرمت نہیں جاتی ہے اسی واسطے حنفیہ نے کہا ہے کہ اگر رونا اللہ کے خوف سے ہو تو اس سے نماز مطلق باطل نہیں ہوتی، واللہ اعلم۔

١١٣٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَتَغَيَّظَ عَلٰى أَهْلِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ أَحَدِكُمْ فَإِذَا كَانَ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلَا يَبْزُقَنَّ أَوْ قَالَ لَا يَتَنَخَّعَنَّ ثُمَّ نَزَلَ فَحَتَّهَا بِيَدِهٖ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا بَزَقَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْزُقْ عَلٰى يَسَارِهٖ.

١١٣٧۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے قبلے کی دیوار میں تھوک لگا دیکھا سو آپ مسجد والوں پر بہت غصہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تمہارے سامنے ہے سو جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں ہو تو نہ تھوکے یا فرمایا کہ کھنکار کے نہ تھوکے یعنی اپنے منہ کے سامنے کہ اللہ کا قبلہ ہے اس کے روبرو۔ پھر آپ اترے اور اس کو کھرچ ڈالا یعنی ٹھیکری کے ساتھ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب کوئی تھوکے تو چاہیے کہ اپنی بائیں طرف تھوکے۔

١١٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا

١١٣٨۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ يُنَاجِيْ رَبَّهُ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ وَلٰكِنْ عَنْ شِمَالِهِ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى.

حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں ہو تو وہ اپنے رب سے عرض معروض کرتا ہے سو نہ تھوکے اپنے سامنے اور نہ اپنے دائیں طرف لیکن اپنی بائیں طرف بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں تھوکنا جائز ہے بشرطیکہ اس سے کوئی کلام مفہوم نہ ہو سکے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ مَنْ صَفَّقَ جَاهِلًا مِّنَ الرِّجَالِ فِيْ صَلَاتِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُ.

اگر کوئی مرد نماز میں تالی بجائے اور اس کے حکم کو نہ جانتا ہو تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

**فائدہ:** باب التصفیق للنساء میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ تالی بجانا عورتوں کو چاہیے اور مرد سبحان اللہ کہیں لیکن اگر کوئی مرد اس حکم کو نہ جانتا ہو اور نماز میں نادانستہ تالی بجائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور اسی طرح اگر کوئی عورت نماز میں نادانستہ سبحان اللہ کہے تو اس کی نماز بھی فاسد نہیں ہوتی ہے۔

فِيْهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور دلیل اس کی اس باب میں وہ حدیث ہے جو سہل رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ سے روایت کی ہے۔

**فائدہ:** جیسا کہ باب ما یجوز من التسبیح ...... الخ میں پہلے گزر چکی ہے اس لیے کہ جن مردوں نے نماز میں تالیاں بجائی تھیں حضرت ﷺ نے ان کو نماز دوہرانے کا حکم نہیں فرمایا اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے لیکن جاہل کی قید لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دیدہ دانستہ مرد تالی بجائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

بَابُ إِذَا قِيْلَ لِلْمُصَلِّيْ تَقَدَّمْ أَوِ انْتَظِرْ فَانْتَظَرَ فَلَا بَأْسَ.

اگر کسی نمازی کو کہا جائے کہ تو دوسرے نمازی سے سبقت کر اور یا کہا جائے کہ انتظار کر اور وہ انتظار کرے تو کچھ ڈر نہیں اور اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

١١٣٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ عَاقِدُوْ

١١٣٩۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ حضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے اس حال میں کہ وہ اپنے تہ بند گردنوں پر باندھے ہوتے تھے چھوٹے ہونے کے سبب سے سو عورتوں کو کہا گیا کہ اپنے سروں کو سجدے سے

أُزُرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ عَلٰى رِقَابِهِمْ فَقِيْلَ لِلنِّسَآءِ لَا تَرْفَعْنَ رُءُ وْسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا.

مت اٹھایا کرو یہاں تک کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے ارکان میں ایک دوسرے سے تقدیم وتاخیر کرنا اور ایک دوسرے کے فعل کا انتظار کرنا جائز ہے اس سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ آپ نے عورتوں کو مردوں کا انتظار کرنے کا حکم دیا اور یہ مستلزم ہے اس بات کو کہ مرد تقدیم کریں اور عورتیں اُن سے تاخیر کریں یعنی مرد پہلے سر اٹھائیں اور عورتیں پیچھے سر اٹھائیں اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدی کا فعل امام سے پیچھے واقع ہونا جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ ہر فعل میں امام کے ساتھ برابر رہے تقدیم وتاخیر نہ کرے اور یہ کہ بعض افعال میں بعض مقتدیوں کا بعض سے پیش دستی کرنا یعنی اپنے فعل کو دوسرے ساتھی سے پہلے ادا کرنا جائز ہے اور یہ کہ غیر کے حق کے واسطے نماز میں انتظار کرنا جائز ہے اور یہ کہ اگر امام رکوع میں باہر سے آنے والے کا انتظار کرے کہ رکوع کو پالے تو جائز ہے اور اسی طرح التحیات میں بھی باہر سے آنے والے کا انتظار کرنا جائز ہے، واللہ اعلم۔

## بَابُ لَا يَرُدُّ السَّلَامَ فِي الصَّلَاةِ.

نماز میں سلام کا جواب نہ دے کہ وہ کلام ہے۔

**فائدہ:** اس میں اختلاف ہے کہ اگر ایک شخص نماز کے اندر ہو اور دوسرا کوئی آدمی باہر سے آ کر اس کو سلام کہے تو یہ سلام کہنا اس کا جائز ہے یا مکروہ ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جائز ہے اور یہی ہے قول جمہور علماء کا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مدونہ کی روایت یہی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مکروہ ہے یہ قول جابر رضی اللہ عنہ کا ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں عطاء اور شعبی اور ایک قول مالک کا بھی یہی ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نمازی کو سلام کہنا لائق نہیں اور یہی ہے قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور نیز جو لوگ کہ سلام کہنے کو جائز رکھتے ہیں ان میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ جب نماز سے فارغ ہو تو اس وقت سلام کا جواب دے اور بعض کہتے ہیں کہ نماز کے اندر بھی اشارے سے اس کا جواب دے۔

١١٤٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنْتُ أُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيَّ فَلَمَّا رَجَعْنَا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ إِنَّ

١١٤٠۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سلام کیا کرتا تھا اور آپ مجھ کو جواب دیا کرتے تھے یعنی وعلیکم السلام کہتے تھے سو جب ہم حبش کے سفر سے پلٹ کر آئے تو میں نے آپ کو سلام کیا سو آپ نے مجھ کو جواب نہ دیا اور فرمایا کہ بیشک نماز میں تو ایک بڑا شغل ہے یعنی نماز میں نماز کے سوا اور کوئی بات نہیں

فِي الصَّلَاةِ لَشُغُلًا.

کرنی چاہیے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں سلام کا جواب دینا درست نہیں ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے۔

۱۱۴۱ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا كَثِيْرُ بْنُ شِنْظِيْرٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ أَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَاجَةٍ لَّهُ فَانْطَلَقْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ وَقَدْ قَضَيْتُهَا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَوَقَعَ فِيْ قَلْبِيْ مَا اللّٰهُ أَعْلَمُ بِهٖ فَقُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ لَعَلَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ عَلَيَّ أَنِّيْ أَبْطَأْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَوَقَعَ فِيْ قَلْبِيْ أَشَدُّ مِنَ الْمَرَّةِ الْأُوْلٰى ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ فَقَالَ إِنَّمَا مَنَعَنِيْ أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ أَنِّيْ كُنْتُ أُصَلِّيْ وَكَانَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ مُتَوَجِّهًا إِلٰى غَيْرِ الْقِبْلَةِ.

۱۱۴۱۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنے ایک کام میں بھیجا سو میں اس میں گیا اور اس کو ادا کر کے پلٹ آیا اور آپ کے پاس حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا سو آپ نے مجھ کو جواب نہ دیا سو میرے جی میں ایسا رنج ہوا کہ اس کو اللہ ہی جانتا ہے یعنی اس سے مجھ کو کمال رنج ہوا سو میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید آپ مجھ پر غصے ہوئے ہیں اس سبب سے کہ میں نے آپ پر دیر کی پھر میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے پھر مجھ کو جواب نہ دیا سو میرے دل میں پہلی بار سے بھی زیادہ رنج ہوا پھر میں نے آپ کو سلام کیا سو آپ نے مجھ کو جواب دیا اور فرمایا کہ مجھ کو تیرے جواب سے تو صرف اسی نے منع کیا ہے کہ میں نماز پڑھتا تھا اور آپ سواری پر قبلے کے سوا اور طرف منہ کیے ہوئے جا رہے تھے۔

**فائدہ:** صحیح مسلم کی روایت میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اشارے سے جواب دیا سو جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول (کہ آپ نے مجھ کو جواب نہ دیا) اس پر محمول ہے کہ آپ نے اپنی زبان سے اس کا جواب نہ دیا بلکہ ہاتھ سے اشارہ کیا پس اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سلام کا جواب دینا یعنی زبان سے وعلیکم السلام کہنا درست نہیں اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

## بَابُ رَفْعِ الْأَيْدِيْ فِي الصَّلَاةِ لِأَمْرٍ يَّنْزِلُ بِهٖ.

## نماز میں کسی امر حادث کے واسطے ہاتھ اٹھانے کا بیان

یعنی نماز میں اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو اس کے واسطے ہاتھ اٹھانے جائز ہیں۔

١١٤٢ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِقُبَآءٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ فَخَرَجَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِيْ أُنَاسٍ مِّنْ أَصْحَابِهٖ فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَجَآءَ بِلَالٌ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ وَقَدْ حَانَتِ الصَّلَاةُ فَهَلْ لَّكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ قَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتُمْ فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ وَتَقَدَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ وَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْحِ قَالَ سَهْلٌ التَّصْفِيْحُ هُوَ التَّصْفِيْقُ قَالَ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ يَأْمُرُهٗ أَنْ يُّصَلِّيَ فَرَفَعَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَآئَهٗ حَتّٰى قَامَ فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَا لَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ

١١٤٢۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ بنی عمرو کے درمیان (جو قباء میں رہتے تھے) کچھ عداوت ہے سو آپ اپنے کئی اصحاب کے ساتھ ان میں صلح کرانے کو گئے سو وہاں آپ کو کسی سبب سے دیر ہوگئی اور نماز کا وقت آیا سو بلال رضی اللہ عنہ صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اے ابو بکر! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں رک گئے اور نماز کا وقت آ گیا سو کیا تو لوگوں کو نماز پڑھا سکتا ہے؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں اگر تم چاہو تو پڑھا سکتا ہوں سو بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کی تکبیر کہی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں کے امام بنے اور تکبیر کہہ کر نماز شروع کی اور پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور صفوں کو چیرتے گئے یہاں تک کہ پہلی صف میں نماز کی نیت کر کے کھڑے ہوئے سو لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کیں تا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے خبردار ہو جائیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ نماز میں ادھر ادھر نہ دیکھتے تھے سو جب لوگوں نے بہت تالیاں بجائیں تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نظر کی سو ناگہاں دیکھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صف میں کھڑے ہیں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اشارہ کیا حکم کرتے تھے کہ وہیں ٹھہرے رہو اور لوگوں کی امامت کیے جاؤ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کیا پھر اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹے یہاں تک کہ پہلی صف میں کھڑے ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی پھر جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو! تمہارا کیا حال ہے کہ جب تم کو نماز میں ضرورت ظاہر ہوئی تو تم نے تالی بجانی شروع کی

شَیْءٌ فِی الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِيْحِ إِنَّمَا التَّصْفِيْحُ لِلنِّسَآءِ مَنْ نَابَهُ شَیْءٌ فِیْ صَلَاتِهٖ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلٰی أَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّیَ لِلنَّاسِ حِيْنَ أَشَرْتُ إِلَيْكَ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ مَا كَانَ يَنْبَغِیْ لِابْنِ أَبِیْ قُحَافَةَ أَنْ يُّصَلِّیَ بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

تالی مارنی تو صرف عورتوں کو چاہیے جس کو نماز میں کوئی ضرورت ظاہر ہوتو چاہیے کہ بلند آواز سے سبحان اللہ کہے پھر آپ صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابو بکر! کس چیز نے تجھ کو روکا لوگوں کے نماز پڑھانے سے جب کہ میں نے تجھ کو اشارہ کیا تھا سو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ابو قحافہ کے بیٹے کو یہ لائق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے امام بنے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں دعا وغیرہ کے واسطے ہاتھ اٹھانے جائز ہیں اس سے نماز باطل نہیں ہوتی اگرچہ بے موقع ہو اس لیے کہ وہ ہیئت اطاعت اور فرمانبرداری کی ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس پر برقرار رکھا اور منع نہ فرمایا اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

## بَابُ الْخَصْرِ فِی الصَّلَاةِ. نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کا بیان۔

**فائدہ:** نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے جمہور کے نزدیک مکروہ ہیں اور اہل ظاہر کے نزدیک حرام ہیں اور ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں یہود کے ساتھ تشبہ ہوتا ہے کہ وہ نماز اس طرح پڑھتے ہیں اور یہ طریقہ متکبروں کا ہے اور یا یہ دوزخ والوں کے آرام کی شکل ہے اور یا یہ شیطان کے ساتھ تشبیہ ہے کہ وہ زمین پر اسی شکل سے آیا تھا، واللہ اعلم۔

١١٤٣ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نُهِیَ عَنِ الْخَصْرِ فِی الصَّلَاةِ وَقَالَ هِشَامٌ وَأَبُوْ هِلَالٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۱۴۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا منع ہے۔

١١٤٤ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا يَحْيٰی حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّصَلِّیَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا.

۱۱۴۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس سے کہ آدمی کوکھ پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھے۔

بَابُ يُفَكِّرُ الرَّجُلُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنِّي لَأُجَهِّزُ جَيْشِيْ وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ.

نماز میں کسی چیز کا فکر کرنا اور سوچنا جائز ہے یعنی اس واسطے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ البتہ میں نماز میں لشکر تیار کرتا ہوں اور فکر کرتا ہوں کہ اس کو کسی طرف بھیجوں۔

**فائدہ:** ایک روایت میں اس سے یہ بھی آیا ہے کہ میں بحرین کے جزیہ کا حساب کرتا ہوں اور حالانکہ میں نماز میں ہوتا ہوں اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز پڑھی اور اس میں قرأت نہ پڑھی سو جب نماز پڑھ چکے تو لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ نے قرأت نہیں پڑھی فرمایا کہ میں ایک قافلے کے خیال میں تھا جس کو میں نے مدینے سے تیار کیا یہاں تک کہ میں شام میں داخل ہوا پھر نماز کو دوہرایا اور قرأت بھی پھر پڑھی لیکن یہ دوہرانا نماز کا واسطے ترک قرأت کے تھا نہ اس واسطے کہ وہ فکر میں مستغرق تھے۔

**فائدہ:** پس اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں کسی چیز کا سوچنا اور فکر کرنا جائز ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ فکر اور خیال میں کیسا ہی غرق ہو اور یہی وجہ ہے مطابقت اس اثر کی باب سے۔

١١٤٥ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا عُمَرُ هُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِيْعًا دَخَلَ عَلٰى بَعْضِ نِسَآئِهِ ثُمَّ خَرَجَ وَرَاٰى مَا فِيْ وُجُوْهِ الْقَوْمِ مِنْ تَعَجُّبِهِمْ لِسُرْعَتِهِ فَقَالَ ذَكَرْتُ وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ تِبْرًا عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يُّمْسِيَ أَوْ يَبِيْتَ عِنْدَنَا فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ.

١١٤٥۔ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی سو جب آپ نے سلام پھیرا تو جلدی سے کھڑے ہوئے اور اپنی ایک بیوی کے پاس گئے پھر باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگوں کو آپ کے جلدی جانے سے تعجب ہوا ہے سو فرمایا کہ مجھ کو نماز میں یاد پڑ گیا کہ ایک ٹکڑا چاندی کا جو ہمارے گھر میں تھا صدقہ سے سو میں نے مکروہ جانا کہ وہ رات کو ہمارے پاس رہے سو میں نے اس کے تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کسی چیز کا فکر کرنا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

١١٤٦ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرٍ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ قَالَ أَبُوْ

١١٤٦۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان

هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُذِّنَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِيْنَ فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ أَقْبَلَ فَإِذَا ثُوِّبَ أَدْبَرَ فَإِذَا سَكَتَ أَقْبَلَ فَلَا يَزَالُ بِالْمَرْءِ يَقُوْلُ لَهُ اذْكُرْ مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتّٰى لَا يَدْرِيَ كَمْ صَلّٰى قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِذَا فَعَلَ أَحَدُكُمْ ذٰلِكَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ وَسَمِعَهُ أَبُوْ سَلَمَةَ مِنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے گوز کرتا ہوا تا کہ اذان کو نہ سنے اور جب مؤذن تکبیر سے چپ ہو جاتا ہے تو پھر سامنے آتا ہے اور جب تکبیر کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور جب مؤذن تکبیر سے چپ ہو جائے تو پھر سامنے آتا ہے سو ہمیشہ نمازی کے ساتھ لگا رہتا ہے اس کو کہتا ہے کہ یاد کر وہ چیز جس کو وہ یاد نہیں کر سکتا تھا یعنی بھولی ہوئی چیز اس کو یاد دلا دیتا ہے یہاں تک کہ نہیں جانتا آدمی کہ کتنی نماز پڑھی اور کتنی باقی رہی یعنی اس کو نماز میں شک پڑ جاتا ہے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب کوئی اس طرح کا فکر کرے کہ نماز میں شک پڑ جائے تو دو سجدے سہو کے بیٹھ کر کرے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں فکر کرنا اور سوچنا نماز کو نقصان نہیں پہنچاتا بشرطیکہ اس کا کوئی رکن ترک نہ کرے اس لیے کہ اس حدیث میں صریح موجود ہے کہ آدمی فکر کرتے کرتے ایسا ہو جاتا ہے کہ نہیں جانتا کہ کتنی نماز پڑھی دو رکعت یا تین رکعت پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

١١٤٧ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ النَّاسُ أَكْثَرَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَلَقِيْتُ رَجُلًا فَقُلْتُ بِمَا قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ فِي الْعَتَمَةِ فَقَالَ لَا أَدْرِيْ فَقُلْتُ أَلَمْ تَشْهَدْهَا قَالَ بَلٰى قُلْتُ لٰكِنْ أَنَا أَدْرِيْ قَرَأَ سُوْرَةَ كَذَا وَكَذَا.

١١٤٧۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ کہتے ہیں یعنی بوجہ طعن کے کہ ابو ہریرہ بہت حدیثیں بیان کرتا ہے سو میں ایک مرد کو ملا سو میں نے اس سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آج رات کو عشاء کی نماز میں کون کون سی سورت پڑھتے تھے اس نے کہا میں نہیں جانتا سو میں نے کہا کہ کیا تو عشاء میں حاضر نہیں تھا؟ اس نے کہا ہاں حاضر تھا میں نے کہا لیکن میں تو جانتا ہوں کہ آپ نے فلانی فلانی سورت پڑھی تھی۔

**فائدہ:** ظاہر ہے کہ اس مرد کو سورتیں اس واسطے یاد نہ رہیں کہ وہ نماز کے سوا کسی اور کام کے خیال میں رہا اور اس کا دل کسی اور طرف لگا ہوا تھا پس معلوم ہوا کہ نماز میں نماز کے سوا کسی اور کام میں فکر کرنا جائز ہے اور عدم حضور اور قرأت کی طرف نہ توجہ کرنے سے نماز کو نقصان نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّهْوِ إِذَا قَامَ مِنْ رَكْعَتَيِ الْفَرِيْضَةِ.

ان حدیثوں کا بیان جو سہو کے باب میں آئی ہیں جب کہ نمازی چار فرضوں سے دو رکعتیں پڑھ کر کھڑا ہو اور درمیان میں التحیات کے لیے نہ بیٹھے۔

**فائدہ:** سہو کا معنی ہے غفلت اور بے خبری اور دل کا دوسری طرف لگ جانا' جاننا چاہیے کہ سجدہ سہو کے باب میں علماء کو اختلاف ہے شافعیہ کہتے ہیں کہ سہو کے سب سجدے سنت ہیں اور مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر نماز سے کوئی چیز کم ہو تو سجدہ سہو کا واجب ہے اور اگر نماز میں کوئی چیز زیادہ ہو جائے تو سجدہ سہو کا واجب نہیں اور حنبلیہ کہتے ہیں کہ اگر سوائے ارکان کے اور واجبات کو ترک کرے تو سجدہ سہو واجب ہے اور اگر سنن قولیہ کو ترک کرے تو واجب نہیں اور اسی طرح اگر کسی ایسے فعل یا قول کو ترک کرے جس کا عمداً کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے تو اس میں بھی سجدہ سہو کا واجب ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ سجدے سہو کے سب واجب ہیں اور دلیل ان کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو ابواب القبلہ میں مذکور ہو چکی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ چاہیے کہ دو سجدے سہو کے کرے اور امر واسطے وجوب کے ہوتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے بھی سجدہ کرنا ثابت ہے اور نماز میں آپ کے افعال واسطے بیان کے ہیں اور بیان واجب کا واجب ہے۔ (فتح)

١١٤٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ مِنْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ وَنَظَرْنَا تَسْلِيْمَهُ كَبَّرَ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ثُمَّ سَلَّمَ.

۱۱۴۸۔ حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بعض نمازوں سے دو رکعتیں پڑھائیں یعنی فرضوں سے پھر کھڑے ہوئے سو جب نماز ادا کر چکے یعنی پچھلا التحیات پڑھ چکے اور ہم آپ کے سلام کے منتظر ہوئے تو آپ نے تکبیر کہی سلام سے پہلے اور دو سجدے سہو کے بیٹھ کر کیے پھر سلام پھیرا۔

١١٤٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنِ اثْنَتَيْنِ مِنَ

۱۱۴۹۔ حضرت ابن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے چار فرضوں سے دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوئے اور ان کے درمیان التحیات کے لیے نہ بیٹھے سو جب نماز ادا کر چکے تو سہو کے دو سجدے کیے پھر بعد اس کے سلام پھیرا۔

الظُّهْرِ لَمْ يَجْلِسْ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ.

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص چار فرضوں سے دو رکعتیں پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور درمیان کا التحیات پڑھنا بھول جائے تو اس کے بدلے دو سجدے سہو کے سلام سے پہلے اور یہی وجہ ہے مطابق اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سہو کے واسطے دو سجدے کرے ایک پر اکتفا نہ کرے اور اگر فقط ایک ہی سجدہ کرے تو اس میں تفصیل ہے اگر بھول سے کرے تو نماز درست ہے اور اگر عمداً کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سب تکبیروں کی طرح اس میں بھی تکبیر پکار کر کہی جائے اور یہ کہ دونوں سجدوں کے درمیان جلسے سے فاصلہ کیا جائے اور یہ کہ اگر نماز میں کئی بار سہو ہو جائے تو سب کے بدلے فقط دو سجدے کافی ہیں ہر سہو کے واسطے علیحدہ دو سجدے کرنے ضروری نہیں اس لیے کہ اس واقعہ میں آپ سے دو چیزیں فوت ہوئیں ایک قعدہ اور ایک التحیات پڑھنا اور یہ بات معلوم ہے کہ اگر نمازی دونوں سے ایک چیز کو بھول جائے تو اس کے واسطے بھی سجدہ سہو کا کیا جاتا ہے لیکن آپ سے منقول نہیں کہ آپ نے اس واقعہ میں دو سے زیادہ سجدے کیے ہوں پس معلوم ہوا کہ کئی سہو کے واسطے دو سجدے کرنے کافی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ سجدہ فقط سہو کے ساتھ خاص ہے عمداً میں سہو نہیں سو اگر عمداً کسی ایسی چیز کو ترک کرے جو سجدے سہو سے پوری ہو سکتی ہو تو وہ سجدہ نہ کرے اس لیے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں اتنا لفظ زیادہ کیا ہے کہ آپ نے فراموش شدہ التحیات کے بدلے دو سجدے کیے اور یہی ہے قول جمہور کا اور ترجیح دی ہے اس کو امام غزالی اور بعض شافعیہ نے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدی بھی امام کے ساتھ سہو کا سجدہ کرے اگرچہ مقتدی کو سہو نہ ہوا ہو اور ابن حزم نے اس میں اجماع نقل کیا ہے لیکن بعض نے اس سے اس صورت کو مستثنیٰ کیا ہے کہ اگر ظاہر ہو جائے کہ امام بے وضو ہے تو مقتدی اس کے ساتھ سجدہ نہ کرے اور ابن سیرین نے مسبوق کو بھی اس سے مستثنیٰ کیا ہے اور یہ کہ پہلا التحیات واجب نہیں **وقد تقدم بحثه فی اواخر صفة الصلوٰة** اور یہ کہ اگر سجدہ سہو سلام سے پہلے کرے تو اس کے بعد التحیات نہیں اور یہ کہ جو شخص پہلے التحیات سے بھول کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور کھڑا ہو کر سہو کو یاد کرے تو پھر التحیات کی طرف نہ پلٹے بلکہ کھڑا رہے اس لیے کہ حضرت ﷺ سہو سے کھڑے ہوئے اور لوگوں نے پیچھے سے سبحان اللہ کہا مگر پھر بھی آپ کھڑے رہے التحیات کی طرف نہ پھرے اور ابوداؤد وغیرہ کی ایک روایت میں صریح آچکا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی سیدھا کھڑے ہونے سے پہلے یاد کرے تو بیٹھ جائے اور اگر سیدھا کھڑے ہونے کے بعد یاد کرے تو نہ بیٹھے اور یہی ہے مذہب جمہور کا اور یہی مختار ہے نزدیک حنفیہ کے اور اگر سیدھا کھڑے ہونے کے بعد عمداً جان کر التحیات کی طرف رجوع کرے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے یہ قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور جمہور کے نزدیک باطل نہیں ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدہ سہو

کی جگہ اخیر نماز کا ہے سو اگر التحیات پڑھنے سے پہلے سجدہ سہو کا کرے تو جمہور کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے، واللہ اعلم۔ اور اس حدیث میں رد ہے حنفیہ پر کہ وہ کہتے ہیں کہ سب سجدے سہو کے سلام کے بعد ہیں، کما سیأتی اور اس حدیث سے بعض نے دلیل پکڑی ہے کہ سلام نماز میں داخل نہیں یہاں تک کہ اگر التحیات کے بعد سلام سے پہلے وضو ٹوٹ جائے تو نماز پوری ہو جاتی ہے یہ قول بعض صحابہ اور تابعین کا ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں ابوحنیفہ رحمہ اللہ سو جواب اس کا یہ ہے کہ چونکہ سلام نماز سے حلال ہونے کے واسطے مقرر ہے تو جب نمازی یہاں پہنچا تو گویا کہ وہ نماز سے فارغ ہو گیا جیسا کہ دوسری حدیث میں اتنا لفظ زیادہ آ چکا ہے کہ جب نماز سے فارغ ہوئے سوائے اس کے کہ سلام پھیریں تو سہو کے دو سجدے کیے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے پس معلوم ہوا کہ سلام بھی نماز میں داخل ہے اور یہ جو اس حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے سہو کے دو سجدے سلام سے پہلے کیے تو اس کی بعض لوگ یہ تاویل کرتے ہیں کہ آپ کو اس میں بھی سہو ہو گیا تھا اور یا مراد دونوں سجدوں سے نماز کے دو سجدے ہیں اور یا سلام سے مراد دوسری سلام ہے کہ سجدہ سہو کے بعد پھیرے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث میں صریح موجود ہے کہ ہم آپ کے سلام کے منتظر ہوئے پس یہ دلیل ہے اس پر کہ یہ تاویل باطل ہے اور مردود ہے، واللہ اعلم۔ (فتح)

## بَابُ إِذَا صَلَّى خَمْسًا. اگر کوئی بھول کر چار فرضوں کے بدلے پانچ رکعتیں پڑھ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

**فائدہ:** جاننا چاہیے کہ علماء کو اس میں اختلاف ہے کہ سجدہ سہو کا سلام سے پہلے کرے یا بعد میں کرے سو بعض کہتے ہیں کہ اگر نماز میں کوئی چیز کم ہو جائے تو سجدہ سہو کا سلام سے پہلے کرے اور اگر کوئی چیز اس میں زیادہ ہو جائے تو سجدہ سہو کا بعد سلام کے کرے اور یہی قول ہے امام مالک رحمہ اللہ اور مزنی اور ابوثور کا اور بعضوں نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے اور ابن عبدالبر نے کہا کہ یہی قول اولیٰ ہے کہ اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے لیکن امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ فرق صحیح نہیں اس لیے کہ ذی الیدین کے قصے میں سجدہ سہو کا سلام سے پیچھے واقع ہوا ہے حالانکہ وہ بھی نقصان کی وجہ سے تھا اور امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ ہر حدیث کو اپنے مورد میں استعمال کیا جائے یعنی جس جگہ سجدہ سہو کا سلام سے پہلے واقع ہوا ہے وہاں پہلے کیا جائے اور جہاں پیچھے واقع ہوا ہے وہاں پیچھے کیا جائے اور جس میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی وہاں سلام سے پہلے کیا جائے اور فرمایا کہ اگر سلام سے پیچھے سجدہ کرنے کی حدیث نہ ہوتی تو میں سب کو سلام سے پہلے کہتا اس لیے کہ وہ نماز میں داخل ہے پس سلام سے پہلے چاہیے اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ جس صورت میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی وہاں کمی بیشی میں فرق کیا جائے اور یہ قول سب قولوں میں زیادہ تر معتدل ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام احمد رحمہ اللہ کا قول اس باب میں زیادہ تر قوی ہے اور داؤد ظاہری نے کہا کہ پانچ جگہوں کے سوا جن میں آپ نے سجدہ کیا اور کسی جگہ سجدہ کرنا

درست نہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سہو کے سب سجدے سلام سے پہلے کیے جائیں اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی اپنی نماز میں شک کرے سو نہ جانے کہ کتنی پڑھی ہے تو شک کو چھوڑ دے اور یقین پر بنا کرے پھر دو سجدے کرے سلام کرنے سے پہلے الخ اور حنفیہ کے نزدیک سب سجدے سہو کے بعد سلام کے ہیں اور دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو ابواب القبلہ میں پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاہیے کہ سلام پھیرے پھر دو سجدے کرے مگر یہ سب اختلاف افضلیت اور اولیت میں ہے اصل جواز میں کسی کے اختلاف نہیں یعنی خواہ سجدہ سہو کا سلام سے پہلے کرے یا پیچھے کرے ہر طور سے جائز ہے اور امام ماوردی نے کہا کہ جواز پر سب کا اجماع ہے اور اسی طرح کہا ہے امام نووی رحمہ اللہ نے لیکن افضلیت میں اختلاف ہے بعض کسی کو افضل کہتے ہیں اور بعض کسی کو افضل کہتے ہیں اور بعضوں نے ان دونوں حدیثوں میں اس طور سے تطبیق دی ہے کہ یہ دو حالتوں پر محمول ہے یعنی کبھی سجدہ سہو کا سلام سے پہلے کرے اور کبھی پیچھے کرے اور بیہقی نے کہا کہ اختیار ہے خواہ پہلے کرے خواہ پیچھے کرے اور بعض حنفیہ سے بعض صورتوں میں نماز کا باطل ہونا بھی منقول ہے لیکن یہ اختلاف ان کا اجماع مذکور کے مخالف نہیں اس لیے کہ ممکن ہے کہ یہ اقوال ان کے اس اجماع کے بعد واقع ہوئے ہوں پس اس سے اجماع میں قدح لازم نہیں آتا اور ابن خزیمہ نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث عراق والوں کے واسطے دلیل نہیں ہو سکتی اس لیے کہ وہ اس کے خود مخالف ہیں کہتے ہیں کہ اگر نمازی چوتھی رکعت میں التحیات کا قدر پڑھ کر اٹھ کھڑا ہو اور سلام پھیرنا بھول جائے تو پانچویں رکعت کے ساتھ چھٹی کو ملائے پھر سلام پھیرے اور سجدہ سہو کا کرے اور اگر چوتھی رکعت میں نہ بیٹھے تو اس کی نماز درست نہیں حالانکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں چھٹی رکعت کا ملانا منقول نہیں اور نہ اعادہ نماز کا منقول ہے پس یہ استدلال ان کا باطل ہوا انتھی ملخصا (فتح) پھر فرمایا کہ جب عالم کو حدیث معلوم ہو جائے تو اس کے مخالفت کرنی حرام ہے۔

١١٥٠ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيْلَ لَهٗ أَزِيْدَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ.

١١٥٠۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھیں یعنی بھول کر چار کے بدلے پانچ پڑھ گئے سو آپ سے کہا گیا کہ کیا نماز زیادہ ہوگئی؟ سو فرمایا کہ تمہارے پوچھنے کا کیا سبب ہے؟ سائل نے عرض کیا کہ آپ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں سو آپ نے دو سجدے کیے سلام کے بعد۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ سب علماء کا اتفاق ہے اس پر کہ اس صورت میں سجدہ سہو کا سلام سے پیچھے واقع ہوا اس لیے کہ اس کا سلام سے پہلے واقع ہونا ممکن نہیں کہ آپ کو اپنے سہو کی اطلاع نہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ

اگر کوئی شخص سہو سے چار فرضوں کے بدلے پانچ پڑھ جائے اور چوتھی رکعت پر التحیات نہ بیٹھے تو اس کی نماز درست ہے اور سجدہ سہو کا لازم ہے اور یہی ہے قول جمہور کا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں نماز باطل ہو جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث محمول ہے اس پر کہ آپ نے چوتھی رکعت میں التحیات پڑھ لیا تھا لیکن یہ محض خیال ہے اس پر کوئی دلیل نہیں بلکہ سیاق حدیث کا اس کے مخالف ہے اور نیز حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں چھٹی رکعت کا ملانا واجب ہے حالانکہ آپ نے چھٹی رکعت کو اس کے ساتھ ضم نہیں کیا اور مفصل بیان اس مسئلے کا کلام المتین میں ہے شائق اس کی طرف رجوع کرے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر سہو سے کوئی چیز نماز میں زیادہ ہو جائے تو اس سے نماز باطل نہیں ہوتی اور بعض مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر بہت زیادہ ہو جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہ کہ جو شخص سہو کو سلام سے پہلے معلوم نہ کرے بلکہ پیچھے معلوم کرے تو اس کا حکم بھی یہی ہے کہ سجدہ سہو کا کرے اور اگر بہت فاصلہ ہو جائے تو شافعیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اس کا محل فوت ہو جاتا ہے اور یہ کہ نماز کی مصلحت کے واسطے عمدًا کلام کرنی جائز ہے اور اس سے نماز باطل نہیں ہوتی وسیاتی البحث فیه فی الباب الذی بعده اور یہ کہ جو شخص سہوًا قبلے سے پھر جائے اس پر نماز کا اعادہ واجب نہیں اور یہ کہ سلام کے بعد امام کو مقتدیوں کی طرف منہ کرنا چاہیے۔

بَابُ إِذَا سَلَّمَ فِيْ رَكْعَتَيْنِ أَوْ فِيْ ثَلَاثٍ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ مِثْلَ سُجُوْدِ الصَّلَاةِ أَوْ أَطْوَلَ.

اگر کوئی شخص بھول کر تین یا چار فرضوں سے فقط دو ہی رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے اور یا چار میں تین ہی رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے تو دو سجدے سہو کے کرے نماز کے سجدے کی طرح یا اس سے زیادہ تر لمبے۔

**فائدہ:** تین رکعتوں پر سلام پھیرنے کا باب کی حدیث میں ذکر نہیں لیکن شاید اشارہ ہے طرف اس حدیث کی جو عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مسلم میں روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز تین رکعت پڑھ کر سلام پھیرا پھر آپ گھر میں چلے گئے پھر گھر سے آ کر دو سجدے سہو کے کیے پھر سلام پھیرا۔

١١٥١ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ أَوِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ الصَّلَاةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَقَصَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ أَحَقٌّ مَّا يَقُوْلُ قَالُوْا نَعَمْ فَصَلّٰى

١١٥١۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی اور دو ہی رکعت کے بعد سلام پھیر کر اٹھ کھڑے ہوئے سو ذو الیدین (ایک صحابی کا لقب تھا اور اس کے ہاتھ لمبے تھے) نے کہا کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا نماز کم ہو گئی ہے؟ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا کہ کیا ذوالیدین سچ کہتا ہے؟ اصحاب نے کہا کہ ہاں پھر آپ

رَكْعَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَالَ سَعْدٌ وَرَأَيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ صَلَّى مِنَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فَسَلَّمَ وَتَكَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى مَا بَقِيَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَقَالَ هٰكَذَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے دو رکعت نماز پڑھی پھر دو سجدے سہو کے کیے اور سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عروہ کو دیکھا کہ اس نے مغرب کی نماز سے دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا اور کلام کی پھر باقی نماز پڑھی اور دو سجدے کیے اور کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نماز میں کسی کو سہو ہو جائے اور تین یا چار فرضوں میں فقط دو ہی رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے تو واجب ہے کہ اس کے بدلے دو سجدے سہو کے کرے نماز کے سجدوں کے برابر ہوں یا اس سے بھی لمبے ہوں جیسا کہ آئندہ باب کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے پس وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں بھول کر تھوڑی کلام کرنی جائز ہے اس سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور علماء کا جیسا کہ اوپر گزرا لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ مطلق کلام سے نماز باطل ہو جاتی ہے خواہ عمدًا کرے اور خواہ سہوًا کرے اور خواہ کلام تھوڑی ہو خواہ بہت ہو اور وہ اس حدیث ذوالیدین کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس لیے کہ ذوالیدین جنگ بدر کے دن شہید ہوئے اور ناسخ اس کی حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے جو باب **ما نھی من الکلام فی الصلوۃ** میں گزر چکی ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ دعویٰ نسخ بالکل لغو ہے اس لیے کہ ذوالیدین کا جنگ بدر کے دن شہید ہونا مسلم نہیں کما سیاتی انشاء اللہ تعالیٰ اور اگر بفرض محال تسلیم بھی کیا جائے تو جب بھی مدعی کو کچھ مفید نہیں اس لیے کہ اس صورت میں یہ ضروری ہوگا کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث کا جنگ بدر سے متاخر ہونا ثابت کیا جائے اور یہ ممکن نہیں اس لیے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ حبش کے سفر سے جنگ بدر کے دن پلٹ کر آئے اور نماز میں کلام کرنا اس سے بھی پہلے منسوخ ہو چکا تھا پس اس صورت میں بھی یہ ضروری ہوگا کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ذوالیدین کی حدیث سے متاخر ہونا ثابت کیا جائے دونہ خرط القتاد بلکہ ممکن ہے کہ اس کے برعکس دعویٰ کیا جائے **فما ھو جوابکم فھو جوابنا** اور طحاوی نے کہا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس واقعہ میں حاضر نہیں تھے اس لیے کہ یہ واقعہ ذوالیدین کا ہے اور زہری نے کہا کہ ذی الیدین جنگ بدر کے دن شہید ہوا اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جنگ بدر سے پانچ برس بعد اسلام لائے ہیں پس ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول (یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی) صحیح نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ حدیث کے سب امام متفق ہیں اس پر کہ زہری کو اس قصے میں وہم ہو گیا ہے اور سبب اس کا یہ ہے کہ اس نے یہ قصہ ذوالشمالین کا قرار دیا ہے اور وہ جنگ بدر کے دن شہید ہوا سو اس نے یہ خیال کیا کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین ایک شخص کا نام ہے حالانکہ یہ خلاف واقعہ ہے اس لیے کہ معظم اہل حدیث وغیرہ مصنفین سب متفق ہیں اس پر کہ یہ دونوں نام دو

شخصوں کے ہیں ذوالشمالین ایک شخص کا نام ہے اور ذوالیدین دوسرے شخص کا نام ہے جیسے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف حدیث میں اس پر نص کی ہے اور اسی طرح کہا ہے امام بیہقی اور حاکم وغیرہ نے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے خلاصہ میں لکھا ہے کہ یہی قول ہے سب حفاظ اور تمام علماء کا سوائے زہری کے اور سب متفق ہیں کہ اس میں زہری نے غلطی کی ہے اور نیز ذوالیدین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدت تک زندہ رہا اس لیے کہ اس نے یہ حدیث آپ کے بعد بیان کی ہے جیسا کہ طبرانی وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے اور نیز ذوالشمالین خزاعی ہے اور نام اس کا عمرو بن عبد عمرو ہے اور ذوالیدین سلمی ہے اور نام اس کا خرباق ہے جیسے کہ مسلم وغیرہ کی حدیث میں صاف آچکا ہے اور نیز بعض اماموں نے کہا کہ ممکن ہے کہ یہ واقعہ دو بار واقع ہوا ہو ایک بار ذوالیدین کا اور ایک بار ذوالشمالین کا اور جائز ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں حاضر ہوا اور دوسری کو مرسل بیان کیا ہو اور یہ در اصل ایک تطبیق کی صورت ہے اور بعض نے کہا کہ ممکن ہے کہ یہ دونوں نام ہر ایک کے ہوں پس زہری کا یہ قول کہ ذوالیدین جنگ بدر کے دن شہید ہوا باطل ہے اور نیز مسلم اور احمد وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اس طور سے بیان کی ہے **بینما انا اصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ** یعنی جس حالت میں کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا تھا سو یہ لفظ صریح ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس نماز میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے اور خود بھی وہاں حاضر تھے پس یہ کہنا کہ وہ اس واقعہ میں حاضر نہیں تھے قطعا غلط اور باطل ہے اور نیز عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بھی اس واقعہ میں حاضر تھے جیسے کہ مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے حالانکہ ان کا اسلام بھی متاخر ہے پھر اس میں یہ تاویل کیونکر چل سکے گی؟ اور نیز ابوداؤد اور ابن خزیمہ وغیرہ نے معاویہ بن خدیج سے سہو کے باب میں ایک اور قصہ روایت کیا ہے اس میں بھی یہی بیان ہے کہ آپ نے نماز میں کلام کی پھر باقی نماز پڑھی اور اس کا اسلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو مہینے پہلے واقع ہوا ہے اور نیز عروہ کا فعل بھی اس کے عدم نسخ پر دلالت کرتا ہے اور نیز ابن بطال نے کہا کہ احتمال ہے کہ نماز میں سہوا کلام کرنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مخصوص ہو پس اس بیان باہران سے ثابت ہو گیا کہ ذوالیدین کی حدیث منسوخ نہیں اور ثابت ہو گیا کہ نماز میں سہوا کلام کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ہے۔ واللہ اعلم اور بعض کہتے ہیں کہ طحاوی نے روایت کی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا سو فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے برخلاف عمل کیا اور صحابہ میں سے کسی نے اس پر انکار نہ کیا پس دلیل نسخ کی ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو اس کی صحت میں کلام ہے دوم دعویٰ نسخ اوپر باطل ہو چکا ہے پس مدعی نسخ اس کا جواب دے پھر دعویٰ نسخ کا زبان پر لائے اور نیز جائز امر کے واسطے انکار کرنا ضروری نہیں بلکہ مستحب امر کے واسطے بھی انکار ضروری نہیں پھر دعویٰ نسخ کیونکر صحیح ہو گا اور نیز یہ بھی ثابت ہونا ممکن نہیں کہ تمام صحابہ اس وقت وہاں موجود تھے اس لیے کہ عہد فاروقی میں اکثر صحابہ ملک شام وغیرہ اطراف میں جہاد کے واسطے پھیلے ہوئے تھے اور نیز پھر عروہ نے یہ کام کیوں کیا اور کسی نے اس پر انکار کیوں نہ کیا؟ اور نیز جمہور ائمہ مجتہدین سہوا کلام کو نماز میں جائز رکھتے

ہیں کما مر پھر اگر یہ امر منسوخ ہوتا تو مجتہدین کو اس کی ضرور اطلاع ہوتی اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی کو نماز میں کوئی ضرورت پیش آئے تو سبحان اللہ کہہ کر امام کو خبردار کرے اور جب ذوالیدین نے کلام کیا اور سبحان اللہ نہ کہا تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ کلام کے منسوخ ہونے سے پہلے کا ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ نماز میں کلام کرنا جنگ بدر سے پہلے منسوخ ہوا ہے اور ذوالیدین کا قصہ جنگ بدر سے بعد واقع ہوا ہے اس لیے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ وغیرہ اس میں حاضر تھے اور ان کا اسلام لانا جنگ بدر سے بہت پیچھے ہے کما مر بیانہ مفصلا پس جب ذوالیدین کی حدیث کا مقدم ہونا ثابت نہیں تو پھر دعوی نسخ بنا فاسد علی الفاسد ہے اور سبحان اللہ کی حدیث کو اگر ذوالیدین کی حدیث سے مقدم کہا جائے تو اس سے ہمارا کچھ حرج نہیں کہ سہواً کلام کرنی اس سے مخصوص ہو گی اور اگر اس سے مؤخر کہا جائے تو اس کا ثابت ہونا ممکن نہیں۔ **ومن ادعی خلاف ذلك فعليه البيان بالبرهان.**

**بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَشَهَّدْ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَسَلَّمَ أَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَلَمْ يَتَشَهَّدَا وَقَالَ قَتَادَةُ لَا يَتَشَهَّدُ.**

سجدہ سہو کے بعد التحیات نہ پڑھنے کا بیان اور انس رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد میں سہو کے بعد سلام پھیرا اور دوبارہ التحیات نہ پڑھا اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سجدہ سہو کے بعد التحیات مکرر نہ پڑھے۔

**فائدہ:** اگر کوئی شخص سجدہ سہو کا سلام سے پہلے کرے تو جمہور کے نزدیک التحیات کو نہ دوہرائے اور لیث سے بیان کیا گیا ہے کہ التحیات کو دوہرا کر پڑھے اور عطاء کہتے ہیں کہ اختیار ہے خواہ دوہرائے اور خواہ نہ دوہرائے اور مالکیہ کو اس میں اختلاف ہے اور اگر سجدہ سہو کا بعد سلام کے کرے تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق کے نزدیک التحیات کو دوہرائے اور یہ قول ہے بعض مالکیہ اور شافعیہ کا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر سلام کے بعد سجدہ کرے تو التحیات دوبارہ پڑھے اور اگر اس سے پہلے سجدہ کرے تو التحیات نہ دوہرائے اور بعض کہتے ہیں کہ سجدہ سہو کے بعد التحیات بھی دوہرائے او سلام بھی کہے اور یہی ہے مذہب ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور شعبی اور لیث اور حکم اور حماد اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا۔

**١١٥٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ أَبِيْ تَمِيْمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنِ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ أَقَصُرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ**

١١٥٢۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر کر اٹھ کھڑے ہوئے سو ذوالیدین نے عرض کی کہ یا حضرت! کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا ذوالیدین سچ کہتا ہے؟ سو لوگوں نے کہا ہاں سچ کہتا ہے پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور سجدہ سہو کا کیا نماز کے سجدے کی طرح یا اس سے زیادہ تر لمبا پھر سجدے سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ تَشَهُّدٌ قَالَ لَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ.

سر اٹھایا۔
اور سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے محمد بن سیرین سے پوچھا کہ کیا سجدہ سہو میں التحیات کا پڑھنا بھی آیا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں التحیات کا ذکر نہیں۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ ایک حدیث میں التحیات کا پڑھنا بھی آ چکا ہے جیسے کہ ابوداؤد اور ترمذی اور ابن حبان وغیرہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور بھول گئے سو آپ نے دو سجدے سہو کے کیے پھر دوبارہ التحیات پڑھا اور سلام پھیرا لیکن ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور حاکم نے کہا کہ صحیح ہے شرط شیخین پر اور ابن حبان نے کہا کہ ابن سیرین نے خالد سے اس حدیث کے سوائے اور کوئی روایت نہیں کی اور بیہقی اور ابن عبدالبر وغیرہ نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور کہا کہ اشعث نے اس میں سب حفاظ کی مخالفت کی ہے کہ فقط اس نے ابن سیرین سے التحیات نقل کیا ہے باقی سب حافظوں کی روایت میں التحیات کا ذکر نہیں سو یہ اشعث کی زیادتی شاذ ہوگی اسی واسطے ابن منذر نے کہا کہ میں نہیں گمان کرتا کہ سجدہ سہو میں التحیات ثابت ہو مگر نسائی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور بیہقی میں مغیرہ رضی اللہ عنہ سے التحیات کی روایت بھی آ چکی ہے اور یہ روایتیں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن تعدد طرق کی وجہ سے درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے پس ان سے استدلال کرنا بعید نہیں، انتہی ملخصا اور مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

## بَابُ مَنْ يُكَبِّرُ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ. سہو کے دو سجدوں میں تکبیر کہنے کا بیان۔

**فائدہ:** اس میں اختلاف ہے کیا سجدے سہو میں تکبیر تحریمہ کہنی شرط ہے یا فقط سجدے کی تکبیر کافی ہو جاتی ہے جمہور علماء کہتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ شرط نہیں فقط سجدے کی تکبیر کافی ہے اور یہی ثابت ہوتا ہے اکثر حدیثوں سے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سجدے سہو کے واسطے تکبیر تحریمہ شرط ہے یعنی اس میں داخل ہونے کے واسطے علیحدہ تکبیر کہے اور سجدے جانے کے واسطے علیحدہ تکبیر کہے اور ایک روایت سے تکبیر تحریمہ بھی ثابت ہوتی ہے لیکن وہ روایت شاذ ہے۔

١١٥٣۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ

١١٥٣۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوپہر کے بعد دو نمازوں میں سے ایک نماز یعنی ظہر یا عصر

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِحْدٰی صَلَاتَیِ الْعَشِیِّ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَكْثَرُ ظَنِّیْ أَنَّهَا الْعَصْرُ رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلٰی خَشَبَةٍ فِیْ مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ فَوَضَعَ یَدَهٗ عَلَیْهَا وَفِیْهِمْ أَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَهَابَا أَنْ یُّكَلِّمَاهُ وَخَرَجَ سَرَعَانُ النَّاسِ فَقَالُوْا أَقَصُرَتِ الصَّلَاةُ وَرَجُلٌ یَّدْعُوْهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَا الْیَدَیْنِ فَقَالَ أَنَسِیْتَ أَمْ قَصُرَتْ فَقَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ قَالَ بَلٰی قَدْ نَسِیْتَ فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ فَكَبَّرَ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهٗ فَكَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ وَكَبَّرَ.

کی دو رکعتیں پڑھی پھر سلام پھیرا پھر ایک لکڑی کی طرف کھڑے ہوئے جو مسجد کے قبلے کی طرف رکھی تھی سو آپ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا اور اس کے ساتھ تکیہ لگایا اور جماعت میں صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے سو آپ کے ساتھ کلام کرنے سے ڈرے اور جلد باز لوگ مسجد سے باہر نکلے اور کہنے لگے کہ کیا نماز کم ہوگئی؟ اور ایک مرد تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ذو الیدین کہتے تھے سو اس نے کہا کہ یا حضرت! کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز کم ہوگئی ہے؟ سو آپ نے فرمایا نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز کم ہوئی ہے اس نے کہا کہ البتہ آپ بھول گئے ہیں سو آپ نے اور دو رکعت نماز پڑھی پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی پھر سجدہ سہو کیا نماز کے سجدے کی طرح یا اس سے زیادہ تر لمبا پھر سجدے سے سر اٹھایا اور تکبیر کہی پھر زمین پر رکھا اور تکبیر کہی اور سجدہ نہ کیا اپنے سجدے کی طرح یا اس سے لمبا پھر آپ نے سر کو سجدے سے اٹھایا اور تکبیر کہی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو میں تکبیر تحریمہ کہنی ضروری نہیں بلکہ فقط سجدے کی تکبیریں کافی ہیں اس لیے کہ آپ نے سجدے کی تکبیروں کے سوا اور کوئی تکبیر نہیں کہی اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ بھول چوک پیغمبروں سے بھی ہو جاتی ہے لیکن وہ اس پر قائم نہیں رہتے بلکہ ان کو اس پر جلدی اطلاع ہو جاتی ہے یہی ہے مذہب بعض علماء کا اور بعض کہتے ہیں کہ بھول چوک پیغمبروں سے مطلق نہیں ہوتی بلکہ قاضی عیاض نے کہا کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ اقوال تبلیغیہ میں ان سے بھول چوک جائز نہیں اور افعال میں اختلاف ہے جمہور اس کو جائز رکھتے ہیں اور بعض جائز نہیں رکھتے اور ایک یہ کہ اگر بھول سے کوئی کام نماز کے مخالف نماز میں ہو جائے تو باقی نماز کو پہلی نماز پر بنا کرنا جائز ہے یعنی جس جگہ چھوڑے وہیں سے شروع کر دے اور از سر نو نماز پڑھنی یا تکبیر تحریمہ کہنے کی کوئی حاجت نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ بہت فاصلہ نہ ہو جائے اور فاصلے کی حد عرف پر موقوف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی حد ایک رکعت کا قدر ہے یہ قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر کر اٹھ کھڑا ہو تو بنا جائز ہے ورنہ نہیں یہ قول ہے سحنون کا

اور ایک یہ کہ سلام کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی اور ایک یہ کہ نماز کی مصلحت کے واسطے نماز میں کلام کرنی جائز ہے اور یہی قول ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ امام اور مقتدی دونوں کے واسطے کلام کو جائز رکھتے ہیں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فقط امام کے واسطے کلام کرنی جائز ہے مقتدی کو جائز نہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سہوًا کلام کرنی جائز ہے اور عمدًا جائز نہیں لیکن بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا دوسرے کو یہ فعل جائز نہیں واللہ اعلم۔ اور ایک یہ کہ کئی سہو کے واسطے فقط ایک بار دو سجدے کرنے کافی ہیں اور اوزاعی اور نخعی اور شعبی کہتے ہیں کہ ہر سہو کے واسطے علیحدہ دو سجدے کرے لیکن بیہقی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ہر زیادتی اور نقصان سے دو سجدے کافی ہیں اور یہ کہ یقین کو سوائے یقین کے نہ چھوڑے اور یہ کہ امام کو مقتدیوں کے قول کی طرف رجوع کرنا جائز ہے گو خود اس کو اپنی بھول یاد نہ ہو اور ساتھ اسی کے قائل ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے اور بعض مالکیہ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر مقتدی ایسے پکے ہوں جن کی خبر سے یقین حاصل ہو سکے تو امام ان کے قول کی طرف رجوع کرے اور اپنے اس گمان کو کہ میں نماز پوری کر چکا ہوں چھوڑ دے اور اگر مقتدی پکے نہ ہوں تو ان کے قول کی طرف رجوع نہ کرے اور ایک یہ کہ اگر امام اس اعتقاد سے سلام پھیرے کہ میں نماز تمام کر چکا ہوں اور پھر بعد سلام کے اس کو شک پڑ جائے کہ نماز پوری ہوئی یا نہیں تو اپنے پہلے یقین کو نہ چھوڑے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالیدین کے شک ڈالنے سے اپنے پہلے یقین کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ آپ کو اور لوگوں سے یقین حاصل ہوا یہ قول حنفیہ کا ہے اور اس سے یہ بھی مسئلہ استنباط ہو سکتا ہے کہ اگر حاکم اپنے حکم کو بھول جائے اور دو گواہ اس کے ثبوت کی شہادت دیں تو حاکم ان کے قول پر اعتماد کرے اور یہ کہ لقب سے تعریف کرنی جائز ہے، واللہ اعلم۔

١١٥٤ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْأَسْدِيِّ حَلِيْفِ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوْسٌ فَلَمَّا أَتَمَّ صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ فَكَبَّرَ فِيْ كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوْسِ تَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

١١٥٤۔ حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں دو رکعت کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے اور التحیات آپ کے ذمے تھا یعنی پہلی التحیات کے واسطے بیٹھنا بھول گئے سو جب آپ نماز تمام کر چکے تو دو سجدے سہو کے کیے سلام کرنے سے پہلے ہر سجدے میں بیٹھے بیٹھے تکبیر کہتے تھے اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ دو سجدے کیے بدلے اس التحیات کے جس کو آپ بھول گئے تھے۔

فِی التَّکْبِیْرِ.

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی ظاہرا یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سجدوں کی تکبیروں کے سوا تکبیر تحریمہ نہیں کہی فقط انہی تکبیروں پر اکتفا کیا پس معلوم ہوا کہ نماز پر بنا کرنے والے کو تکبیر تحریمہ کی کوئی حاجت نہیں اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

## بَابُ إِذَا لَمْ يَدْرِ كَمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

جب نہ جانے کہ کتنی نماز پڑھی تین رکعت یا چار رکعت تو بیٹھے بیٹھے دو سجدے سہو کے کرے۔

١١٥٥ ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ الْأَذَانَ فَإِذَا قُضِيَ الْأَذَانُ أَقْبَلَ فَإِذَا ثُوِّبَ بِهَا أَدْبَرَ فَإِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُوْلُ اذْكُرْ كَذَا وَكَذَا مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ إِنْ يَدْرِيْ كَمْ صَلَّى فَإِذَا لَمْ يَدْرِ أَحَدُكُمْ كَمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

١١٥٥۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کے واسطے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے گوز مارتا ہوا یہاں تک کہ اذان کو نہ سنے یعنی اتنی دور تک بھاگتا چلا جاتا ہے کہ اذان کی آواز وہاں نہ پہنچ سکے سو جب اذان تمام ہو جاتی ہے تو سامنے آتا ہے اور جب تکبیر کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور جب تکبیر ہو جاتی ہے تو پھر سامنے آتے ہے یہاں تک کہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے یعنی اس کے دل میں وسوسے ڈال کر مقصود اصلی سے اس کو غافل کر دیتا ہے کہتا ہے کہ یاد کر فلاں چیز اور یاد کر فلاں چیز وہ چیز جو نہ تھا کہ یاد کرے یہاں تک کہ آدمی کا یہ حال ہوتا ہے کہ نہیں جانتا کہ کتنی نماز پڑھی سو جب کوئی نہ جانے کہ کتنی نماز پڑھی تین رکعت یا چار رکعت تو چاہیے کہ بیٹھے بیٹھے دو سجدے سہو کے کرے۔

**فائدہ:** علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ شک کے وقت یقین پر بنا رکھے یا غالب ظن پر بنا رکھے یا فقط سجدے سہو پر اکتفا کرے حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر شک کرے کہ تین رکعت پڑھی یا چار پڑھی تو غالب ظن پر بنا کرے اگر غالب ظن تین رکعت کا ہو تو اس کے ساتھ ایک رکعت اور ملائے پھر سلام پھیر کر سجدہ سہو کا کرے اور اگر غالب ظن چار رکعت کا ہو تو سلام پھیر کر دو سجدے سہو کے کرے اور اگر کثرت شک کی وجہ سے غلبہ ظن نہ ہو سکے تو یقینی عدد پر (کہ تین رکعت ہے) بنا کرے اور اگر پہلی بار شک پڑے تو نماز کو دوہرائے اور دوسرے سب امام کہتے ہیں کہ اقل عدد پر یعنی تین رکعت پر بنا

کرے کہ وہ یقینی بات ہے اور کہتے ہیں کہ تحری اور یقین پر بنا کرنے کا حکم جو ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے تو اس سے یہی مراد ہے کہ اقل درجے پر بنا کرے یعنی کمتر کا اعتبار کرے اکثر کو چھوڑے جیسے کہ اس صورت میں تین رکعت کا اعتبار کرے اور چوتھی رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کا کرے اور بعض کہتے ہیں کہ جتنی بار شک پڑے اتنی بار نماز دوہرائے اور جب یہ بات معلوم ہو چکی تو اب جاننا چاہیے کہ ظاہر غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ یقین پر بنا نہ کرے بلکہ فقط دو سجدے سہو کے کر کے نماز سے باہر آئے خواہ تین رکعتیں پڑھی ہوں اور خواہ چار رکعتیں پڑھی ہوں اور کوئی رکعت پڑھنے کی حاجت نہیں لیکن معارض ہے اس کے وہ حدیث جو مسلم میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو شک پڑے وہ شک کو چھوڑے اور یقین پر بنا کرے اس لیے کہ یہ حدیث صریح ہے اس میں کہ شک والا یقین پر بنا کرے سو اس کا جواب یہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو سب نماز کو پڑھ چکا ہو فقط سلام پھیرنی باقی ہو کہ اس کو اس شک کے دفع کرنے کے واسطے صرف سجدہ سہو کا کافی ہے یقین پر بنا کرنے کی کوئی حاجت نہیں جیسا کہ بعد سلام کے شک پڑے تو سجدہ سہو کا کافی ہو جاتا ہے اور حدیث ابو سعید رضی اللہ عنہ کی اس شخص کے حق میں ہے جو اپنی نماز کے اندر ہو کہ وہ شک کو چھوڑے اور یقین کو لے یعنی تین رکعت کو جو کمتر ہے اعتبار کرے اور چار رکعت کو جو اکثر ہے چھوڑے پس اس سے دونوں حدیثوں میں تطبیق حاصل ہو جاتی ہے اور یہ تطبیق بہتر ہے ترجیح سے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث اس صورت پر محمول ہے جس جگہ غلبہ ظن نہ ہو سکے لیکن یہ تاویل ظاہر اور عموم حدیث کے بالکل مخالف ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

## بَابُ السَّهْوِ فِي الْفَرْضِ وَالتَّطَوُّعِ.

فرض اور نفل میں سہو ہونے کا بیان یعنی کیا دونوں کا حکم ایک ہے یا جدا جدا؟۔

**فائدہ:** جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ دونوں کا حکم ایک ہے یعنی خواہ فرض نماز ہو یا نفل ہو دونوں میں سجدہ سہو کا کرے اور ابن سیرین اور قتادہ کہتے ہیں کہ دونوں کا حکم جدا جدا ہے یعنی فرض نماز میں سجدہ سہو کا ہے اور نفل میں نہیں اور عطاء سے بھی یہی منقول ہے۔

وَسَجَدَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ وِتْرِهٖ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وتر کے بعد سہو کے دو سجدے کیے۔

**فائدہ:** علماء کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک وتر واجب نہیں سنت ہے اور جب انہوں نے وتر میں سجدہ سہو کیا تو معلوم ہوا کہ نفل نماز میں بھی سجدہ سہو کا کرنا واجب ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

١١٥٦ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ

١١٥٦۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کو کھڑا

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّيْ جَآءَ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ حَتّٰى لَا يَدْرِيَ كَمْ صَلّٰى فَإِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

ہوتا ہے تو شیطان اس کے پاس آتا ہے سو اس پر شبہ ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ اس کو نہیں یاد رہتا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو جس کو ایسا دھوکا پڑے تو چاہیے کہ بیٹھے بیٹھے دو سجدے سہو کے کرے۔

**فائدہ**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض اور نفل دونوں کا ایک حکم ہے اور دونوں میں سجدہ سہو کا کرنا چاہیے اس لیے کہ اس حدیث میں مطلق نماز کا ذکر آیا ہے اور مطلق نماز فرض اور نفل دونوں کو شامل ہے پس یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

## بَابُ إِذَا كُلِّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَأَشَارَ بِيَدِهٖ وَاسْتَمَعَ.

اگر ایک شخص نماز پڑھتا ہو اور دوسرا کوئی آدمی باہر سے آ کر اس کو سلام کہے تو نمازی اپنے ہاتھ سے اشارہ کرے اور اس کی کلام کو سنے یعنی نمازی کو غیر کے سلام کا جواب دینا اور اس کی کلام کو سننا جائز ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

١١٥٧ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَزْهَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَرْسَلُوْهُ إِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالُوا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيْعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَهَا إِنَّا أُخْبِرْنَا عَنْكِ أَنَّكِ تُصَلِّيْهِمَا وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ أَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهَا فَقَالَ

١١٥٧۔ حضرت کریب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مسور اور عبدالرحمٰن تینوں نے مجھ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہم سب کی طرف سے ان کو سلام کہو اور پوچھو کہ عصر کے بعد دو رکعتوں کا کیا حکم ہے؟ اور کہو کہ ہم کو خبر ہوئی ہے کہ تم اس کو پڑھتی ہو اور ہم کو حدیث پہنچی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لوگوں کو اس واسطے مارا کرتا تھا اور اس سے منع کیا کرتا تھا۔ کریب رحمہ اللہ نے کہا سو میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور جو پیغام انہوں نے مجھ کو دے کر بھیجا تھا اس کو میں نے پہنچایا سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ان کا حکم ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جا کر پوچھ سو میں وہاں سے نکل کر ان کے

كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُوْنِيْ فَقَالَتْ سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِمْ فَأَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا فَرَدُّوْنِيْ إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُوْنِيْ بِهِ إِلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهَا ثُمَّ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيْهِمَا حِيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِيْ نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِيْ حَرَامٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُوْمِيْ بِجَنْبِهٖ فَقُوْلِيْ لَهٗ تَقُوْلُ لَكَ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْتُكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ وَأَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهٖ فَاسْتَأْخِرِيْ عَنْهُ فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهٖ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا ابْنَةَ أَبِيْ أُمَيَّةَ سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَإِنَّهٗ أَتَانِيْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُوْنِيْ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ.

پاس آیا اور ان کو عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول بتلایا سو پھر انہوں نے مجھ کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا یہ پیغام دے کر جس کے ساتھ انہوں نے مجھ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تھا سو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ ان سے منع کرتے تھے پھر میں نے آپ کو دو رکعتیں پڑھتے دیکھا پھر آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس انصار کی کچھ عورتیں تھیں سو میں نے ایک لونڈی کو آپ کے پاس بھیجا اور کہا کہ آپ کے پہلو میں جا کر کھڑی ہو اور کہو کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ سے عرض کرتی ہے (کہ یا حضرت! میں نے آپ سے سنا ہے کہ آپ ان دو رکعتوں سے منع کرتے تھے اور میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ ان کو پڑھتے ہیں) سو اگر آپ اپنے ہاتھ سے اشارہ کریں اور نماز میں کلام نہ کریں تو ان سے پیچھے ہٹ جاؤ سو جیسا میں نے کہا تھا لونڈی نے ویسا ہی کیا سو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا سو لونڈی آپ سے پیچھے ہٹ گئی سو جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اے ابو امیہ کی بیٹی تو نے مجھ سے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کا حال پوچھا سو ان کا حال یہ ہے کہ بیشک عبدالقیس کے قبیلے سے کچھ لوگ مسلمان ہونے کو میرے پاس آئے تھے سو انہوں نے مجھ کو ظہر کے بعد کی دو رکعتوں سے باز رکھا یعنی ان کے شغل میں سنتیں قضا ہو گئیں سو یہ وہی دو رکعتیں ہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص باہر سے نمازی کو سلام کہے تو نمازی کو نماز کے اندر اس کی کلام سننا اور ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب دینا جائز ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ عصر کی نماز کے بعد نفل نماز پڑھنی منع ہے لیکن صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ عصر کے بعد دو رکعتیں سنت ہمیشہ پڑھا کرتے تھے کبھی ترک نہ کرتے تھے سو اس سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے اسی وجہ سے علماء کو اس کے مسئلے میں اختلاف ہے بعض علماء

اس حدیث کی دلیل سے کہتے ہیں کہ مکروہ وقتوں میں قضا شدہ نمازوں کو پڑھنا جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت ﷺ کا خاصہ ہے دوسرے کو جائز نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اگر کسی کو کوئی ایسا موقع پیش آئے تو پڑھے ورنہ نہ پڑھے وقد تقدم البحث فی ذلك مبسوطا فی اواخر المواقیت اور ایک یہ کہ نمازی کو غیر کی کلام سننا اور سمجھنا جائز ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور ایک یہ کہ کلام کرنے والا نمازی کے پہلو میں کھڑا ہو آگے پیچھے کھڑا نہ ہو کہ نمازی کو اس کی طرف اشارہ کرنا مشکل ہے اور ایک یہ کہ حکم کی دلیل اور علت میں بحث کرنی جائز ہے اور ایک یہ کہ معارض حدیثوں کی تطبیق میں کوشش کرنی چاہیے اور ایک یہ کہ اگر صحابی اپنی مروی کے برخلاف عمل کرے تو وہ نسخ کے واسطے کافی نہیں اور یہ کہ اگر حکم ثابت ہو جائے تو یقینی حکم کے سوا اور کوئی چیز اس کو دور نہیں کر سکتی ہے اور ایک یہ کہ کبھی جلیل القدر صحابی کو حدیث نہیں پہنچتی اور دوسرے کو پہنچ جاتی ہے اور یہ کہ نص کے ہوتے ہوئے قیاس پر عمل کرنا جائز نہیں اور ایک یہ کہ خبر واحد کا قبول کرنا جائز ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت ہو اس لیے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے لونڈی کی خبر کو قبول کیا اور یہ کہ اگر کوئی عالم مولوی کے مسئلے میں اپنی لاعلمی بیان کرے اور دوسرے عالم سے پوچھنے کا حکم کرے تو اس میں اس پر کچھ نقص لازم نہیں آتا اور ایک یہ کہ مہمان کی تعظیم کرنی چاہیے اس لیے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی خاطر سے فوراً اٹھ کر مسئلہ پوچھنے کو نہ گئیں بلکہ لونڈی کو بھیجا اور ایک یہ کہ عورتوں کو کسی عورت کی زیارت کے واسطے جانا جائز ہے اگرچہ اس کا خاوند بھی اس کے پاس ہو اور یہ کہ گھر میں نفل پڑھنے جائز ہیں اور یہ کہ نمازی سے قریب ہونا مکروہ ہے اور یہ کہ طلب علم میں نائب پکڑنا جائز نہیں اور یہ کہ ضروری نہیں کہ وکیل بزرگی میں موکل کے برابر ہو اور یہ کہ وکیل کو تصرف کا علم کہلانا جائز ہے اور یہ کہ پیغمبروں سے بھول چوک ہونا جائز ہے۔

بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الصَّلَاةِ قَالَهُ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نماز میں ہاتھ سے اشارہ کرنے کا بیان اس حدیث کو حضرت ﷺ سے کریب نے روایت کیا ہے جیسا کہ ابھی گزرا۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ باب پہلے باب سے عام ہے اس لیے کہ پہلے باب میں اشارہ کرنا غیر کی کلام کے ساتھ مقید ہے جب کوئی شخص باہر سے آ کر اس کے ساتھ کلام کرے تو اس کو اشارے سے جواب دے اور اس باب سے مطلق معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے واسطے مطلق اشارہ کرنا جائز ہے خواہ کوئی باہر سے آ کر اس کے ساتھ کلام کرے اور خواہ نہ کرے اور خواہ کوئی کسی کی استدعا ہو اور خواہ نہ ہو۔

١١٥٨ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ

١١٥٨۔ ترجمہ اس حدیث کا باب رفع الایدی فی الصلوۃ لامر ینزل به میں پہلے گزر چکا ہے وہاں دیکھنا چاہیے۔

عَنهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَلَغَهٗ أَنَّ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ
شَیْءٌ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِیْ أُنَاسٍ مَّعَهٗ فَحُبِسَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ
الصَّلَاةُ فَجَآءَ بِلَالٌ إِلٰى أَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ
اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ وَقَدْ
حَانَتِ الصَّلَاةُ فَهَلْ لَّكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ قَالَ
نَعَمْ إِنْ شِئْتَ فَأَقَامَ بِلَالٌ وَّتَقَدَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ
رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ وَجَآءَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِیْ فِی
الصُّفُوْفِ حَتّٰى قَامَ فِی الصَّفِّ فَأَخَذَ
النَّاسُ فِی التَّصْفِيْقِ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ
اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِیْ صَلَاتِهٖ فَلَمَّا أَكْثَرَ
النَّاسُ الْتَفَتَ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُهٗ أَنْ يُّصَلِّیَ فَرَفَعَ أَبُوْ
بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ
وَرَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَآءَهٗ حَتّٰى قَامَ فِی
الصَّفِّ فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَصَلّٰى لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى
النَّاسِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَا لَكُمْ حِيْنَ
نَابَكُمْ شَیْءٌ فِی الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ فِی
التَّصْفِيْقِ إِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ مَنْ نَابَهٗ

شَیْءٌ فِیْ صَلَاتِهٖ فَلْیَقُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَإِنَّهٗ لَا یَسْمَعُهٗ أَحَدٌ حِیْنَ یَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ إِلَّا الْتَفَتَ یَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّیَ لِلنَّاسِ حِیْنَ أَشَرْتُ إِلَیْكَ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا كَانَ یَنْبَغِیْ لِابْنِ أَبِیْ قُحَافَةَ أَنْ یُّصَلِّیَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں تالی مارنی جائز ہے کہ لوگوں نے تالی ماری اور آپ نے ان کو نماز دوہرانے کا حکم نہ فرمایا اور جب نماز میں تالی مارنی درست ہوئی تو ہاتھ سے اشارہ کرنا بھی درست ہوگا اس لیے کہ وہ بھی تالی مارنے کے برابر ہے اور نیز دوسرے کی کلام کو سننا بجائے اشارے کے ہے پس اشارہ بھی جائز ہوگا اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

١١٥٩ ـ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا الثَّوْرِیُّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَآءَ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهِیَ تُصَلِّیْ قَائِمَةٌ وَّالنَّاسُ قِیَامٌ فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَی السَّمَآءِ فَقُلْتُ اٰیَةٌ فَقَالَتْ بِرَأْسِهَا أَیْ نَعَمْ.

١١٥٩۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے پاس گئی اور وہ کھڑی نماز پڑھتی تھی اور لوگ بھی نماز میں تھے سو میں نے کہا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ بے وقت نماز پڑھتے ہیں؟ سو اس نے اپنے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا یعنی سورج میں گہن پڑا ہے سو میں نے کہا کہ کیا گہن عذاب کی نشانی ہے؟ سو اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا یعنی ہاں! عذاب کی نشانی ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نماز میں اشارہ کرنا درست ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سر سے اشارہ کیا اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

١١٦٠ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِیْلُ بْنُ أَبِیْ أُوَیْسٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیْتِهٖ وَهُوَ

١١٦٠۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی حالت میں اپنے گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی سو آپ نے ان کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ سو جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ امام تو صرف اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے

شَاكٍ جَالِسًا وَصَلَّى وَرَآئَهٗ قَوْمٌ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا.

سو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نماز میں ہاتھ سے اشارہ کرنا درست ہے کہ حضرت ﷺ نے لوگوں کو اشارہ کیا پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث میں رد ہے اس شخص پر جو مطلق اشارے کو جائز رکھتا ہے اور سلام کے اشارے کو جائز نہیں رکھتا۔ وقد تقدم بیانہ مستوفی فی ابواب الامامۃ.

❀......❀......❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## كِتَابُ الْجَنَائِزِ
یہ کتاب ہے مردوں کے حالات کے بیان میں

**فائدہ:** جنائز جمع ہے جنازے کی اور جنازہ ساتھ فتح جیم اور کسرہ کے اس تختے کو کہتے ہیں جس پر مردہ ہو یا اس مردے کو کہتے ہیں جو تختے پر ہو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْجَنَآئِزِ وَمَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

بیان ان حدیثوں کا جو مردوں کے حال میں آئی ہیں کہ موحد کون ہے اور مشرک کون ہے؟ اور بیان اس کا جس کا خاتمہ لا الہ الا اللہ پر ہو یعنی جس کا خاتمہ بخیر ہو اور ایمان سے مرے بہشت میں داخل ہوگا۔

**فائدہ:** اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ مدار مسلمانی کے خاتمے پر ہے جیسا کہ حدیث بخاری اور مسلم میں آیا ہے کہ نہیں مدار کاموں کا مگر خاتمے پر اور یہی ہے ایک توجیہ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کی کہ جو کلمہ پڑھے بہشت میں داخل ہوگا یعنی جس کا خاتمہ کلمے پر ہو وہ ضرور بہشت میں جائے گا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرط کا جواب ذکر نہیں کیا یا تو اس غرض سے کہ اس نے وہب بن منبہ کی تاویل کی رعایت کی ہے اور یا اس واسطے کہ حدیث اپنے ظاہری معنی میں باقی ہے اور نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تلقین کے باب میں کوئی حدیث بیان نہیں کی سو شاید یہ اس واسطے ہے کہ اس کی شرط پر کوئی حدیث اس میں ثابت نہیں ہوئی لیکن صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سکھلاؤ اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ یعنی مرنے کے وقت اس کے روبرو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہو تا کہ مرنے والا بھی اس کو سن کے کہے اور مراد لا الہ الا اللہ سے سارا کلمہ ہے ابن منیر نے کہا کہ یہ حدیث عام ہے جو شخص مرنے والا کلمہ پڑھ کے فوراً مر جائے اس کو بھی شامل ہے اور جو شخص کلمہ پڑھ کر موت تک زندہ رہے اور اس کے سوا کوئی کلام زبان سے نہ کرے تو اس کو بھی شامل ہے پس معلوم ہوا کہ جب مرنے والا ایک بار کلمہ پڑھ لے تو بار بار اس کو تلقین کرنے کی کوئی حاجت نہیں جب تک کہ اس کے سوا کوئی اور کلام زبان سے نہ کرے اور جب کلمے کے بعد کوئی اور کلام کر بیٹھے تو پھر اس کو تلقین کرنا چاہیے۔

وَقِيْلَ لِوَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَلَيْسَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لَيْسَ

اور کسی نے وہب بن منبہ سے کہا کہ کیا لا الہ الا اللہ بہشت کی چابی نہیں؟ اس نے کہا کیوں نہیں لیکن کوئی چابی نہیں

مِفْتَاحٌ إِلَّا لَهُ أَسْنَانٌ فَإِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهُ أَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ وَإِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ.

مگر اس کے دانت ہوتے ہیں سو اگر تو دانتوں والی چابی لایا تو تیرے واسطے بہشت کا دروازہ کھل جائے گا ورنہ نہیں کھلے گا۔

**فائدہ:** یعنی اعمال صالحہ دانتوں کی جگہ ہیں سو جس نے کلمہ پڑھ کر اچھے عمل کیے وہ بہشت میں فوڑا داخل ہوگا ورنہ بہت دیر سے داخل ہوگا اور بہت تکلیف کے بعد دروازہ کھلے گا اور یہ باعتبار غالب کے ہے کہ اکثر کبیرہ گناہوں والوں کا یہی حال ہوگا کہ کچھ مدت عذاب بھگت کر بہشت میں داخل ہوں گے ورنہ حق بات یہی ہے کہ کبیرہ گناہوں والے مشیت میں ہیں سو اللہ جس کو چاہے گا فوڑا بہشت میں داخل کر دے گا یعنی بغیر سزا کے گو کتنے ہی گناہ کیے ہوں اور جس کو چاہے گا گناہ کی سزا دے کر دیر سے داخل کرے گا اور یا ابن منبہ کا قول زجر پر محمول ہے اور شاید اس کو معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث نہیں پہنچی اور مراد لا الہ الا اللہ سے سارا کلمہ ہے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے لیکن کہتے ہیں کہ اگر مشرک فقط لا الہ الا اللہ کہے اور محمد رسول اللہ کو اس کے ساتھ نہ جوڑے تو اس کے اسلام کے واسطے کفایت کرتا ہے اور جو لوگ کہ رسالت اور نبوت کے منکر ہیں ان کو سارا کلمہ پڑھنا ضروری ہے اور جو شخص کلمہ پڑھ کے فوڑا مر جائے اور کوئی نیک اور بد کلام کرنی نہ پائے تو اس کی چابی بھی درست ہے اس لیے کہ اسلام پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر زندہ رہتا تو اس کے موافق عمل کرتا۔

١١٦١ ۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِيْ اٰتٍ مِّنْ رَّبِّيْ فَأَخْبَرَنِيْ أَوْ قَالَ بَشَّرَنِيْ أَنَّهُ مَنْ مَّاتَ مِنْ أُمَّتِيْ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ.

١١٦١۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا میرے رب کی طرف سے یعنی جبرائیل علیہ السلام سو اس نے مجھ کو خبر دی یا کہا بشارت دی (یہ راوی کا شک ہے) کہ جو کوئی میری امت سے مرے گا اس حالت پر کہ شریک نہ ٹھہراتا ہو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو تو وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے کہا کہ اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے تو بھی بہشت میں داخل ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے یعنی ایمان انجام کو بہشت میں لے جائے گا اگرچہ گناہوں کے سبب سے سزا پائے یا بغیر سزا کے مغفرت ہو جائے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ معنی نفی شرک کا یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے لیکن عرف میں مراد اس سے ایمان شرعی ہے اس لیے کہ نفی شرک مستلزم ہے اثبات توحید کو اور وہ عین ایمان ہے پس معنی اس کے یہ ہوں گے کہ

جو خالص ایمان لائے وہ بہشت میں داخل ہوگا اور انجام کو جنت میں جائے گا اگرچہ کتنے ہی گناہ کیے ہوں اور ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خاتمہ بالایمان سے بندوں کے حق ساقط ہو جاتے ہیں لیکن یہ حدیث اپنے ظاہری معنی میں نہیں ہے اس لیے کہ خاتمہ بالایمان سے بندوں کے حق ساقط نہیں ہوتے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ جس کو بہشت میں داخل کرنا چاہے اس کی طرف سے بندوں کے حق کا خود ضامن نہ ہو اور مراد امت سے عام امت ہے یعنی امت دعوت کی اور مراد چوری سے مطلق حق اللہ کا ہے اور مراد زنا سے مطلق حق بندوں کا ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ نہیں زنا کرتا کوئی زنا کرنے والا حالانکہ وہ مومن ہو سو یہ حدیث بظاہر اس کے معارض ہے لیکن مراد اس سے ایمان کامل ہے اور مراد ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ ہے کہ آگ میں ہمیشہ نہ رہے گا پس دونوں میں تطبیق ظاہر ہے اور غرض اس حدیث سے یہ ہے کہ فقط زبان سے کلمہ پڑھنا کافی نہیں بلکہ دل سے اعتقاد کرنا بھی ضروری ہے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ کبیرے گناہوں والے ہمیشہ آگ میں نہیں رہیں گے اور ایک یہ کہ کبیرے گناہوں سے ایمان مسلوب نہیں ہوتا اور یہ کہ مشرکین بہشت میں داخل نہیں ہوں گے۔

١١٦٢ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا شَقِيْقٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا مَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

١١٦٢۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مر گیا اس حالت میں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک جانتا ہو تو وہ دوزخ میں گیا یعنی جو اللہ کے سوا کسی اور کو اس عالم کا مالک جانے اور اس کو نفع یا ضرر کا مختار سمجھے وہ مشرک بیشک دوزخی ہے عبداللہ نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ جو مرے گا اس حال میں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانتا ہو تو وہ بہشت میں داخل ہوگا۔

**فائدہ:** درحقیقت اس حدیث کے دونوں جملے مرفوع ہیں لیکن شاید ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو دوسرے جملے کا مرفوع ہونا یاد نہیں رہا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے وہ بیشک جنت میں جائے گا گو کچھ مدت سزا بھگت کر جائے اور جب پہلے اسلام کی بنیاد پر نہ شرک کرنے کا یہ نتیجہ ہے تو جو شخص کہ مرنے کے وقت کلمہ توحید کا پڑھے اور پہلے ایمان کی تجدید کرے تو وہ بطریق اولیٰ بہشت میں داخل ہوگا۔ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا عَلَى الْإِسْلَامِ وَاخْتِمْ لَنَا بِالْإِيْمَانِ.

## بَابُ الْأَمْرِ بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ. جنازے کے ساتھ جانے کا بیان یعنی واجب ہے یا مستحب ہے۔

**فائدہ:** جنازے کے ساتھ جانے کی کیفیت میں علماء کو اختلاف ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اوزاعی اور صاحبین کا یہ

مذہب ہے کہ جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے اور دلیل ان کی یہ ہے کہ حدیث میں اتباع کا لفظ آیا ہے اور اتباع کا حقیقی معنی پیچھے چلانا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ آگے پیچھے چلنا برابر ہے یہ قول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور نووی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حزم کا ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جنازے کے آگے چلنا افضل ہے اور یہی قول ہے جمہور علماء کا ان کے نزدیک اتباع کا معنی ساتھ جانا ہے اور آگے جانے کی حدیث مرسل ہے اور پیچھے چلنے کی حدیث ضعیف ہے لیکن ترجیح پیچھے چلنے کو ہے کہ حقیقی معنی مجازی معنی سے مقدم ہے اور جائز پر حمل کرنے کی کوئی دلیل نہیں اور عورتوں کے حق میں سب کا اتفاق ہے کہ جنازے کے پیچھے چلیں اس سے آگے نہ بڑھیں اور نخعی کا یہ قول ہے کہ اگر جنازے کے ساتھ عورتیں ہوں تو مرد اس کے آگے چلیں ورنہ پیچھے چلیں اور ایک حدیث میں ہے کہ سوار جنازے کے پیچھے چلے۔

١١٦٣ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَّنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ أَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَآئِزِ وَعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَإِجَابَةِ الدَّاعِيْ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَإِبْرَارِ الْقَسَمِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَنَهَانَا عَنْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَخَاتَمِ الذَّهَبِ وَالْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَالْقَسِّيِّ وَالْإِسْتَبْرَقِ.

١١٦٣۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا سات چیزوں کا اور منع کیا سات چیزوں سے حکم کیا ہم کو جنازے کے ساتھ چلنے کا اور بیمار کے پوچھنے کا اور دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے کا اور مظلوم کی مدد کرنے کا اور قسم کے پورا کرنے کا اور سلام کا جواب دینے کا اور چھینکنے والے کو دعا دینے کا اور منع کیا ہم کو چاندی کے برتنوں سے اور سونے کی انگوٹھی سے اور ریشم اور دیباج اور قسی اور استبرق سے۔

**فائدہ:** یہ چاروں قسمیں ریشم کی ہیں مردوں کو ان کا پہننا جائز نہیں اور عورتوں کو جائز ہے اور ایک روایت ہے میں بجائے قسم کے مقسم کا لفظ آیا ہے یعنی اگر کوئی مجھ کو قسم دے کر کہے کہ مثلا یہ کام کر اور تو اس کی طاقت رکھتا ہے تو اس کام کو بجا لا تا کہ اس کی قسم سچی ہو جائے لیکن یہ اسی صورت میں ہے کہ اس کے ترک کرنے میں کوئی مصلحت نہ ہو۔

١١٦٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ

١١٦٤۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے حق دوسرے مسلمان پر پانچ ہیں سلام کا جواب دینا اور بیمار کو پوچھنا اور جنازے کے پیچھے چلنا اور دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کو دعا دینا یعنی یرحمک اللہ کہنا

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَآئِزِ وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَرَوَاهُ سَلَامَةُ بْنُ رَوْحٍ عَنْ عُقَيْلٍ.

اور ایک روایت میں یہ لفظ زیادہ ہے کہ جب تجھ سے کسی کام میں نصیحت چاہے تو نیک نصیحت دے۔

**فائدہ:** مراد حق سے یہاں فرض ہے اور ظاہر مراد فرض سے فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں پس معلوم ہوا کہ جنازہ فرض کفایہ ہے اس لیے کہ سب لوگوں کا جنازے میں حاضر ہونا ممکن نہیں اور کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس باب سے اتباع جنازے کی فقط مشروعیت ثابت کرنا ہے پس باب فضل اتباع الجنائز آئندہ کے اور اس کے درمیان کوئی تکرار نہیں۔

## بَابُ الدُّخُوْلِ عَلَى الْمَيِّتِ بَعْدَ الْمَوْتِ إِذَا أُدْرِجَ فِيْ أَكْفَانِهِ.

جب مردے کو کفن میں لپیٹ دیا جائے تو اس وقت اس کے پاس جانا جائز ہے اور پہلے اس سے منع ہے تا کہ اس کا کوئی عیب نہ نظر آئے۔

**فائدہ:** یہاں تک کہ ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ کسی کو لائق نہیں کہ مردے کو دیکھے مگر غسل دینے والا اور جو اس کے متصل ہو۔

١١٦٥ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَعْمَرٌ وَيُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ أَقْبَلَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى فَرَسِهٖ مِنْ مَسْكَنِهٖ بِالسُّنْحِ حَتّٰى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَتَيَمَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسَجًّى بِبُرْدِ حِبَرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ

١١٦٥۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے جو سنح (ایک جگہ کا نام ہے مدینے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے ایک میل پر) میں تھا گھوڑے پر سوار ہو کر آئے یہاں تک کہ گھوڑے سے اترے سو مسجد میں داخل ہوئے اور لوگوں سے کلام نہ کیا یہاں تک کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کا قصد کیا اور آپ یمنی چادر سے لپیٹے ہوئے تھے یعنی بعد قبض روح کے سو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کے منہ مبارک کو کھولا اور آپ پر جھکے اور آپ کو چوما اور پھر روئے اور کہا کہ یا حضرت! میرا باپ آپ پر قربان ہو اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا اور جو موت کہ اللہ نے

وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ ثُمَّ بَكَى فَقَالَ بِأَبِي أَنْتَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَ اللّٰهُ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا قَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ فَأَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اجْلِسْ فَأَبٰى فَقَالَ اجْلِسْ فَأَبٰى فَتَشَهَّدَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَمَالَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَتَرَكُوْا عُمَرَ فَقَالَ أَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ إِلٰى ﴿الشَّاكِرِيْنَ﴾ وَاللّٰهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْلَمُوْنَ أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَهَا حَتّٰى تَلَاهَا أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ فَمَا يُسْمَعُ بَشَرٌ إِلَّا يَتْلُوْهَا.

آپ کے واسطے لکھی تھی سو آپ نے اس کے ساتھ انتقال فرمایا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مجھ کو خبر دی کہ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھر سے باہر آئے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ لوگوں سے کلام کرتے تھے (اور قسم کھاتے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرے نہیں یعنی بلکہ ان کو بیہوشی ہوگئی ہے جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کو بیہوشی ہوگئی تھی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ منافقوں نے کہا تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہوتا تو کبھی نہ مرتا) سو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فاروق رضی اللہ عنہ کو کہا کہ بیٹھ جاؤ سو عمر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پھر کہا کہ بیٹھ جاؤ سو عمر رضی اللہ عنہ نے پھر بھی انکار کیا سو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا سو لوگ سننے کو اس کے پاس جمع ہوئے اور عمر رضی اللہ عنہ کو تنہا چھوڑ گئے سو فرمایا کہ حمد اور صلوٰۃ کے بعد بات تو یہ ہے کہ تم میں سے جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجتا تھا سو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو بے شک مر گئے اور جو اللہ کو پوجتا تھا تو اللہ تو زندہ ہے نہیں مرتا اللہ نے فرمایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک رسول ہیں ہو چکے پہلے اس سے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے اُلٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جائے گا الٹے پاؤں پر وہ نہ بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ اور اللہ ثواب دے گا بھلائی ماننے والوں کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی گویا کہ لوگ نہ جانتے تھے کہ اللہ نے یہ آیت اتاری ہے یہاں تک کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو پڑھا سو کوئی آدمی نہیں سنا جاتا تھا مگر کہ اس کو پڑھتا تھا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن لپیٹنے کے بعد مردے کے پاس جانا جائز ہے اس لیے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ چادر میں لپیٹے ہوئے تھے تو معلوم ہوا کہ مردے کے پاس جانا منع ہے مگر جب کفن میں لپیٹا ہوا ہو یا اس کے حکم میں ہو تو اس کے پاس جانا جائز ہے اور چادر میں لپیٹنا بھی کفن میں لپیٹنے کے قائم مقام ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی اور نیز ابن رشید نے کہا کہ مردے کو چادر سے لپیٹنے کے

بعد کھولنا اور کفن میں لپیٹنے کے بعد کھولنا برابر ہے اور یہ جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا تو اس کے توجیہ کئی طور سے ہے اول یہ ہے کہ یہ رد ہے اس شخص پر جو گمان کرتا تھا کہ آپ دنیا میں پھر زندہ ہوں گے اور ایک گروہ کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے اور یہ مستلزم ہے دوبارہ مرنے کو جیسے کہ پہلی امتوں میں بعضوں کو دو بار موت آئی چنانچہ قرآن مجید میں ہے ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ﴾ اور ﴿اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ﴾ سو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس بات کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کر دی کہ اللہ آپ کے حق میں ایسا ہرگز نہیں کرے گا اور یہ توجیہ بہت قوی اور عمدہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مراد دوسری موت سے وہ موت ہے جو قبر میں منکر نکیر کے سوال کے واسطے زندہ ہونے کے بعد واقع ہوتی ہے یعنی وہ موت آپ کو ہرگز نہیں ہوگی جیسے کہ اور سب مخلوق کو ہوتی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ مراد اس سے رنج اور تنگی ہے یعنی موت کے بعد آپ کو کوئی تنگی نہ ہوگی اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ مردے کے منہ کو چومنا جائز ہے اور ایک یہ کہ کفن دینے کے بعد مردے کا منہ کھول کر دیکھنا جائز ہے اور ایک یہ کہ مردے پر رونا جائز ہے وسیاتی مبسوطا انشاء اللّٰہ تعالٰی.

١١٦٦ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ امْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُ اقْتُسِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ قُرْعَةً فَطَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ فَأَنْزَلْنَاهُ فِيْ أَبْيَاتِنَا فَوَجِعَ وَجَعَهُ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَلَمَّا تُوُفِّيَ وَغُسِّلَ وَكُفِّنَ فِيْ أَثْوَابِهِ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ فَشَهَادَتِيْ عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللّٰهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْكِ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَكْرَمَهُ فَقُلْتُ بِأَبِيْ أَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَنْ يُكْرِمُهُ اللّٰهُ فَقَالَ أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَآءَهُ الْيَقِيْنُ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَرْجُوْ لَهُ

١١٦٦۔ حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مہاجرین (جو لوگ مکے سے ہجرت کر کے مدینے میں چلے گئے تھے اور اپنے گھر چھوڑ گئے تھے) قرعہ سے تقسیم کیے گئے یعنی انصار نے مہاجرین کو اپنے گھروں میں رکھنے کے واسطے قرعہ ڈال کر تقسیم کر لیا جو جس کے قرعہ میں آیا اس کو اپنے گھر لے گیا سو ہمارے قرعہ میں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا نام نکلا سو ہم نے اس کو اپنے گھروں میں اتارا اور رہنے کو جگہ دی سو وہ بیمار ہوا اور بیماری جس میں اس کا انتقال ہوا سو جب وہ فوت ہوا اور غسل دیا گیا اور اپنے کپڑوں سے کفن دیا گیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے سو میں نے کہا کہ اے ابو السائب (یہ عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) اللہ کی تجھ پر رحمت ہو سو میں گواہ ہوں اس پر کہ اللہ نے تم کو عزت دی ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ کو کیا معلوم ہے کہ اللہ نے اس کو عزت دی سو میں نے عرض کیا یا حضرت! میرا باپ آپ پر قربان ہو سو کون ہے جس کو اللہ عزت دے گا یعنی اگر اللہ ایسے مطیع اور نیک بندے کو عزت

الْخَيْرَ وَاللّٰهِ مَا أَدْرِىْ وَأَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِىْ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ لَا أُزَكِّىْ أَحَدًا بَعْدَهٗ أَبَدًا.

نہیں دے گا تو پھر اور کس کو عزت دے گا سو آپ نے فرمایا کہ اس کو تو موت آ گئی سو قسم ہے اللہ کی کہ البتہ میں اس کے واسطے آخرت میں بہتری کی امید رکھتا ہوں اور قسم ہے اللہ کی مجھ کو معلوم نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرا کیا حال ہو گا یعنی جس کا خاتمہ معلوم نہ ہو اس کے واسطے نیک عاقبت کا یقیناً حکم لگانا کہ یہ ضرور بہشت میں جائے گا جائز نہیں کہ وہ غیب کی خبر ہے ام العلاء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ سو قسم ہے اللہ کی کہ میں اس کے بعد کسی کو پاکی کا حکم نہیں لگاؤں گی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن میں لپیٹنے کے بعد مردے کے پاس جانا جائز ہے کہ آپ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس کفن دینے کے بعد گئے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ جو فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ میرا کیا حال ہو گا تو یہ قول آپ کا اس آیت سے پہلے تھا ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ یعنی تا کہ اللہ آپ کے پہلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے اور ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں سب سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گا اور اسی قسم کی اور بھی کئی حدیثیں ثابت ہو چکی ہیں سو احتمال ہے کہ اس اثبات کو مجمل علم پر محمول کیا جائے اور نفی کو علم مفصل پر محمول کیا جائے۔

١١٦٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قُتِلَ أَبِىْ جَعَلْتُ أَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهٖ أَبْكِىْ وَيَنْهَوْنِىْ عَنْهُ وَالنَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْهَانِىْ فَجَعَلَتْ عَمَّتِىْ فَاطِمَةُ تَبْكِىْ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْكِيْنَ أَوْ لَا تَبْكِيْنَ فَمَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهٗ بِأَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رَفَعْتُمُوْهُ.

١١٦٧۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میرا باپ شہید ہوا تو میں اس کے منہ سے کپڑا کھولنے لگا روتے ہوئے اور لوگ مجھ کو منہ کھولنے سے منع کرتے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو منع نہیں فرماتے تھے سو میری پھوپھی فاطمہ رونے لگی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ تو اس کو رو یا نہ رو ہمیشہ اس پر فرشتے اپنے پروں کا سایہ کیے رہے یہاں تک کہ تم نے اس کی لاش کو اٹھایا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن میں لپیٹے جانے کے بعد مردے کے پاس جانا جائز ہے اس لیے کہ جابر رضی اللہ عنہ

کے باپ جن کپڑوں میں شہید ہوئے تھے وہی ان کا کفن تھا اور اس سے وہ لپیٹے ہوئے تھے سو یہ بھی کفن لپیٹنے کے برابر ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَنْعٰى إِلٰى أَهْلِ الْمَيِّتِ بِنَفْسِهٖ.

اگر کوئی شخص کسی آدمی کی موت کی خبر اس کے وارثوں کو خود پہنچا دے بغیر اس کے کہ کسی دوسرے کے ہاتھ کہلا بھیجے اور یا نفس میت کے مرنے کی خبر اس کے گھر والوں کو پہنچا دے تو جائز ہے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ مرنے کی خبر دینی تین قسم پر ہے پہلی یہ کہ مرنے کی خبر میت کے وارثوں اور دوستوں اور نیک بختوں کو پہنچا دے تا کہ وہ جنازے کی تیاری اور نماز وغیرہ کے واسطے جمع ہوں سو یہ خبر دینی جائز ہے منع نہیں اور دوسری یہ کہ لوگوں کو فخر کے واسطے بلائے کہ بہت لوگ جمع ہوں اور ملک میں ناموری ہو جائے کہ فلاں شخص کے جنازے پر اتنے لوگ جمع ہوئے چنانچہ جاہلیت کے زمانے میں جب کوئی مر جاتا تھا تو ایک آدمی گھوڑے پر سوار ہو کر سب لوگوں میں بلند آواز سے پکار دیتا تھا کہ فلانا شخص مر گیا ہے سو یہ قسم مکروہ ہے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ رونے اور بین کرنے کے ساتھ خبر دی جائے سو یہ قسم حرام ہے سو غرض اس باب سے یہ ہے کہ پہلی قسم کی خبر دینی جائز ہے اور دوسری اور تیسری قسم کی خبر مکروہ اور حرام ہے اور مراد وارثوں سے عام وارث ہیں خواہ نسبی ہوں یا اسلامی۔

١١٦٨ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

١١٦٨۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے نجاشی (حبشہ کا بادشاہ) کے مرنے کی خبر دی اس دن جس دن کہ وہ مرا سو آپ عید گاہ کی طرف گئے اور لوگوں نے صف باندھ کر جنازے کی نماز پڑھی اور اس میں چار تکبیریں کہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کے قریبی رشتہ داروں کو اس کے مرنے کی خبر دینی جائز ہے اس لیے کہ حضرت ﷺ نے نجاشی کی خبر اصحاب کو دی اور اصحاب اس کے اسلامی بھائی تھے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غائبانہ جنازہ پڑھنا جائز ہے اگرچہ قصر کی حد سے کم ہو اور قبلے کے سوا اور طرف ہو لیکن شہر میں غائب کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں اگرچہ بڑا ہو اور بعض کہتے ہیں کہ غائب کا جنازہ پڑھنا درست نہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ کو کشف ہو گیا تھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ دعویٰ کشف مسلم نہیں اور بر تقدیر تسلیم اصحاب کے حق میں کشف ممکن نہیں پھر ان کو کیوں جائز ہوا؟۔

١١٦٩ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيْبَ ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيْبَ ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيْبَ وَإِنَّ عَيْنَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَذْرِفَانِ ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهُ.

١١٦٩۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یعنی بذریعہ وحی کے اول زید رضی اللہ عنہ نے علم کو پکڑا سو وہ شہید ہو گیا پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے علم لیا سو وہ بھی شہید ہو گیا پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے علم لیا سو وہ بھی شہید ہوا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہتے تھے پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے علم لیا بغیر سرداری کے سو اللہ نے اس کو فتح نصیب کی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ میت کے گھر والوں کو موت کی خبر دینی جائز ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے گھر والوں کو ان کے مرنے کی خبر دی اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے وسیاتی الکلام علیه في المغازی.

**بَابُ الْإِذْنِ بِالْجَنَازَةِ.**

جنازے کی نماز کے لیے اطلاع دینے کا بیان یعنی جب جنازہ تیار ہو جائے تو لوگوں کو جنازے کی نماز کے واسطے اطلاع دینی جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

**فائدہ:** پہلے باب میں محض موت کی خبر دینے کا بیان ہے اور اس باب میں نماز جنازے کی خبر دینے کا بیان ہے پہلے باب میں لوگوں کو مرنا معلوم نہیں تھا اور اس میں لوگوں کو اس کا مرنا پہلے سے معلوم ہے پس فرق ظاہر ہو گیا اور اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے کہ نماز جنازے کے واسطے لوگوں کو اطلاع دے یا نہ دے ائمہ اور فقہاء متقدمین کا یہ مذہب ہے کہ اس میں کوئی ڈر نہیں اور اکثر علماء چاروں مذہبوں کے کہتے ہیں کہ جنازے کی نماز کے واسطے خبر دینی مستحب ہے کہ اس میں نمازیوں کی کثرت ہو جاتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ بھی مکروہ ہے اور نعی میں داخل ہے یہ قول حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے لیکن باب کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے واسطے لوگوں کو بلانا جائز ہے منع نہیں بلکہ منع وہی ہے جو جاہلیت کے طور سے ہو۔

وَقَالَ أَبُوْ رَافِعٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا آذَنْتُمُوْنِيْ.

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے مجھ کو خبر کیوں نہیں دی۔

**فائدہ:** یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے پوری حدیث باب کنس المسجد میں پہلے گزر چکی ہے کہ ایک شخص مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا وہ مر گیا اور لوگوں نے آپ کو اطلاع نہ کی آپ نے اس کا حال پوچھا لوگوں نے کہا کہ وہ مر گیا تب آپ نے یہ حدیث فرمائی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز کے واسطے اطلاع دینی جائز ہے کہ آپ نے لوگوں کو فرمایا کہ تم نے مجھ کو اطلاع کیوں نہیں دی کہ میں بھی اس پر نماز پڑھتا اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

۱۱۷۰ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَاتَ إِنْسَانٌ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ فَمَاتَ بِاللَّيْلِ فَدَفَنُوْهُ لَيْلًا فَلَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرُوْهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تُعْلِمُوْنِيْ قَالُوْا كَانَ اللَّيْلُ فَكَرِهْنَا وَكَانَتْ ظُلْمَةٌ أَنْ نَشُقَّ عَلَيْكَ فَأَتٰى قَبْرَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

۱۱۷۰۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بیمار تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پوچھا کرتے تھے سو وہ ایک رات کو مر گیا اور لوگوں نے اس کو رات میں دفن کر دیا سو جب فجر ہوئی تو لوگوں نے آپ کو خبر دی سو فرمایا کہ تم کو کس نے منع کیا میرے اطلاع دینے سے لوگوں نے کہا کہ رات تھی اور اندھیرا تھا سو ہم نے ناگوار جانا کہ آپ کو تکلیف دیں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر آئے اور اس پر نماز پڑھی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز کے واسطے لوگوں کو اطلاع دینی جائز ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ مَّاتَ لَهٗ وَلَدٌ فَاحْتَسَبَ.

جس شخص کا کوئی بچہ نابالغ مر جائے اور وہ ثواب کی نیت سے صبر کرے تو اس کے واسطے بڑی فضیلت ہے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ باب کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کا کوئی لڑکا مر جائے وہ بہشت میں داخل ہوگا اور ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے واسطے آگ سے حجاب ہوگا اور ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فقط قسم پورا کرنے کے لیے دوزخ میں جائے گا سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں فضیلت کا لفظ بولا تا کہ سب حدیثوں میں تطبیق ہو جائے اس لیے کہ فضیلت سب میں موجود ہے اور باب کی حدیثوں میں اگرچہ ثواب کی نیت کا ذکر نہیں لیکن ان کے بعض طریقوں میں اس کا ذکر بھی آچکا ہے جیسا کہ طبرانی وغیرہ میں موجود ہے اور ولد کا لفظ اس واسطے بولا کہ ایک لڑکے کو بھی شامل ہے اور باب کی حدیثوں میں اگرچہ تین کی قید ہے لیکن دوسری حدیث سے جو باب الرقاق میں آئندہ آئے گی معلوم ہوتا ہے کہ ایک لڑکے کا بھی یہی حکم ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ﴾.

اور بیان ہے اس آیت کا کہ خوشخبری دے صبر کرنے والوں کو۔

**فائدہ:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ مصیبت پر صبر کرنے والوں کے واسطے بڑی فضیلت ہے اور مصیبت عام ہے لڑکے کی مصیبت کو بھی شامل ہے پس اس کا بھی یہی حکم ہوگا اور غرض اس آیت سے یہ ہے کہ اطلاق حدیث کا مقید ہے ساتھ صبر کے پس مطابقت اس آیت کی باب سے ظاہر ہے۔

١١٧١ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُسْلِمٍ يُتَوَفّٰى لَهٗ ثَلَاثٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ إِيَّاهُمْ.

١١٧١۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سے کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کے تین لڑکے مر گئے ہوں جو جوانی کو نہیں پہنچے مگر کہ اللہ اس کو بہشت میں داخل کرے گا بسبب زیادتی رحمت باپ کے لڑکوں پر۔

**فائدہ:** یعنی باپ کو لڑکوں سے کمال محبت ہوتی ہے اور جتنی ان کی محبت زیادہ ہو اتنی ہی ان کی مصیبت بھی زیادہ ہے پھر جب باپ نے ایسی مصیبت میں صبر کیا اور اللہ کی تقدیر سے راضی ہوا تو لائق بہشت کے ہوا پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور ظاہر اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ثواب فقط مسلمان کے ساتھ خاص ہے کافر کو یہ ثواب نہیں اور اسی طرح جس کی اولاد کفر کی حالت میں مر جائے اور پھر وہ مسلمان ہو جائے اس کو بھی یہ ثواب نہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ثواب فقط نابالغ لڑکے کے مرنے کے ساتھ خاص ہے بالغ کا حکم یہ نہیں اس لیے کہ جو خصوصیت نابالغ لڑکوں کے حق میں آئی ہے وہ بالغ لڑکوں کے حق میں وارد نہیں ہوئی مگر چونکہ یہ بھی ایک بڑی مصیبت ہے اس لیے کہ بحکم آیت مذکور یہ بھی لائق رحمت کے ہے اور فی الجملہ اس کو بھی اجر ملے گا اور نیز جتنی شفقت اور محبت باپ کو چھوٹے لڑکے سے ہوتی ہے اتنی بڑے سے نہیں ہوتی اور اس حدیث میں اولاد سے مراد حقیقی اولاد ہے یعنی جو لڑکے کہ اس کی پشت اور نطفے سے ہوں اور پوتوں وغیرہ ما اسفل کا حکم اس حدیث سے معلوم نہیں ہوتا لیکن ظاہر یہ ہے کہ وہ بھی اس میں داخل ہیں خاص کر ایسی حالت میں کہ ان کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو اور مجنوں کا بھی یہی حکم ہے مگر نواسے اس حکم میں داخل نہیں۔

١١٧٢ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النِّسَآءَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ لَنَا يَوْمًا فَوَعَظَهُنَّ وَقَالَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَ لَهَا

١١٧٢۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ ہمارے واسطے مردوں سے علیحدہ کوئی دن مقرر کیجیے جس میں ہم جمع ہو کر آپ کا وعظ سنیں سو آپ نے ان کے واسطے ایک دن مقرر کیا اور وہ اس دن جمع ہوئیں سو آپ نے ان کو وعظ کیا پس فرمایا کہ جس عورت کے

ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ كَانُوْا لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ قَالَتِ امْرَأَةٌ وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ وَقَالَ شَرِيْكٌ عَنِ ابْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ حَدَّثَنِي أَبُوْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ.

تین لڑکے مر گئے ہوں جو جوانی کو نہ پہنچے ہوں تو وہ اس کے واسطے آگ سے حجاب ہوں گے یعنی دوزخ میں جانے سے اس کو مانع ہوں گے سوایک عورت نے کہا کہ جس کے دولڑکے مر جائیں فرمایا دو ہی سہی یعنی دو کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ بھی اس کو دوزخ سے بچائیں گے۔

**فائدہ:** عورتوں نے حضرت ﷺ سے عرض کی کہ یا حضرت! مرد آپ کی صحبت میں حاضر رہتے ہیں اور دین سیکھتے ہیں سو ہمارے واسطے بھی کوئی باری مقرر کیجئے تب آپ نے ان کے واسطے بھی باری مقرر کی اور ان سے یہ حدیث فرمائی بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک لڑکے کا بھی یہی حکم ہے پس معلوم ہوا کہ جس شخص کی کوئی اولاد مر جائے اور وہ اس کی مصیبت پر صبر کرے تو وہ بے شک بہشت میں جائے گا خواہ باپ ہو اور خواہ ماں ہو اور خواہ اولاد مذکر ہو اور خواہ مؤنث ہو اور خواہ ایک لڑکا ہو اور خواہ دو ہوں یا تین ہوں یا اس سے زیادہ ہوں سب کا یہی حکم ہے۔

۱۱۷۳ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَيَلِجَ النَّارَ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ.

۱۱۷۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان کے تین لڑکے مر گئے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا مگر بقدر قسم سچی کرنے کے۔

**فائدہ:** یعنی اللہ نے قرآن میں بطورِ قسم کے فرمایا ہے کہ بیشک سب کو دوزخ پر گزار ہوگا پس اتنا ضرور ہوگا کہ دوزخ کے پل پر چلنا ہوگا اس کے سوا اور کچھ عذاب نہیں لیکن یہ گزرنا مختلف ہوگا باعتبار اختلاف عملوں کے سو جن کے عمل اعلیٰ درجے کے ہوں گے وہ آنکھ کے لحہ میں پار اتر جائیں گے کما سیاتی تفصیل ذلك انشاء الله تعالٰی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی اولاد بہشت میں جائے گی اس لیے کہ یہ بعید ہے کہ ماں باپ ان کی طفیل سے بہشت میں جائیں اور وہ خود دوزخ میں جائیں اور یہی ہے قول جمہور علماء کا اور ایک گروہ نے اس مسئلے میں توقف کیا ہے وسیاتی البحث فی ذلك فی اواخر الجنائز انشاء الله تعالٰی.

## بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ اصْبِرِیْ.

مرد کا عورت کو قبر کے پاس کہنا کہ صبر کر

**فائدہ:** یعنی اگر کوئی مرد کسی غیر عورت سے وعظ اور ماتم پرسی وغیرہ کے باب میں کلام کرے تو جائز ہے خواہ عورت جوان ہو یا بوڑھی ہو اس لیے کہ اس میں دینی مصلحت ہے۔

۱۱۷۴ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَةٍ عِنْدَ قَبْرٍ وَهِيَ تَبْكِيْ فَقَالَ اتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ.

۱۱۷۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت پر گزرے جو قبر کے پاس رو رہی تھی سو آپ نے فرمایا کہ تو اللہ سے ڈر اور صبر کر۔

**فائدہ:** پہلے باب میں بھی عورت سے خطاب واقع ہوا ہے اور اس باب میں بھی عورت سے خطاب واقع ہوا ہے پہلے میں ترغیب ہے اور اس میں ترہیب ہے پس تعلق اس باب کا پہلے باب سے ظاہر ہے۔

## بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَوُضُوْءِهٖ بِالْمَآءِ وَالسِّدْرِ.

## پانی اور بیری کے پتوں سے میت کو نہلانے اور وضو کرانے کا بیان۔

**فائدہ:** جمہور علماء کے نزدیک مردے کو غسل دینا فرض کفایہ ہے اگر ایک آدمی اس کو غسل دے دے تو سب کے ذمے سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر کوئی بھی غسل نہ دے تو سب گنہگار ہوتے ہیں اور نیز کہتے ہیں کہ مردے کو غسل دینا تعبدی امر ہے اس کی کوئی علت نہیں لیکن جو چیز اور غسلوں واجبہ اور مندوبہ میں شرط ہے اس میں بھی شرط ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مردے کو غسل دینا سنت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ غسل بے وضو ہونے کے سبب سے ہے اس لیے کہ جب مرنے کے سبب سے آدمی کی عقل جاتی رہتی ہے اور جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے پس غسل واجب ہو جاتا ہے لیکن زندہ آدمی کو وضو ٹوٹنے سے غسل کرنا واجب نہیں اس لیے کہ ہر روز پانچ بار غسل کرنے میں بہت حرج ہے اور مردے میں یہ جرح متصور نہیں اور بعض اس غسل کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ آدمی مرنے سے پلید ہو جاتا ہے جیسے کہ اور حیوانوں کا حال ہے پس پاک کرنے کے واسطے اس کو غسل دینا ضروری ہے لیکن یہ پاکی تعظیم کے واسطے مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے کافر کی میت غسل دینے سے پاک نہیں ہوتی مگر اس قول کو بخاری نے رد کر دیا ہے کہ مسلمان مرنے سے ناپاک نہیں ہوتا ہے۔

وَحَنَّطَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ابْنًا لِسَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ وَحَمَلَهٗ وَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سعید کے بیٹے کو خوشبو لگائی اور اس کو اٹھایا اور اس پر جنازے کی نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

**فائدہ:** غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ان اثروں سے یہ ہے کہ مسلمان کا مردہ ناپاک ہے اور یہ غسل میت تعبدی امر ہے اس لیے کہ اگر ناپاک ہوتا تو پانی اور بیری سے پاک نہ ہوتا اور صرف پانی سے اور نیز ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اعضاء کو دھو ڈالتے جو اس کے ساتھ چھوئے تھے اور یہی وجہ ہے تعلق ان اثروں کی باب سے اور گویا کہ اس میں اشارہ ہے طرف

اس کی کہ یہ حدیث کہ جو مردے کو غسل دے سو چاہیے کہ غسل کرے اور جو اس کو اٹھائے سو چاہیے کہ وضو کرے ضعیف ہے لائق حجت کے نہیں اور ابوداؤد نے کہا یہ کہ حدیث منسوخ ہے اور ذہلی نے کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں لیکن علماء کو اس مسئلے میں بھی اختلاف ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو شخص مردے کو غسل دے تو مستحب ہے کہ غسل میت کے بعد خود بھی غسل کرے اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وضو کرے اور اکثر اہل علم کے نزدیک نہ غسل ہے اور نہ وضو اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اور یہی قول ہے امام بخاری رحمہ اللہ کا اور یہی قول صحیح ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا الْمُسْلِمُ لَا يَنْجُسُ حَيًّا وَّلَا مَيِّتًا.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایماندار ناپاک نہیں ہوتا نہ زندہ اور نہ مرا ہوا۔

**فائدہ:** یعنی جب مسلمان ناپاک نہیں ہوتا تو اس کو غسل دینا تعبدی ہوگا۔

وَقَالَ سَعْدٌ لَوْ كَانَ نَجِسًا مَّا مَسِسْتُهُ.

اور سعد نے کہا کہ اگر مردہ ناپاک ہوتا تو میں اس کو کبھی ہاتھ نہ لگاتا۔

**فائدہ:** ابن ابی شیبہ نے روایت ہے کہ سعد نے سعید بن زید کو غسل دیا اور کفن دیا اور خوشبو لگائی پھر اپنے گھر میں آکر غسل کیا اور کہا کہ میں نے اس کے غسل دینے کے سبب سے غسل نہیں کیا بلکہ گرمی کے سبب سے غسل کیا ہے پھر یہ کلمہ کہا۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ لَا يَنْجُسُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایماندار ناپاک نہیں ہوتا یعنی جنابت سے۔

**فائدہ:** وجہ استدلال اس حدیث سے یہ ہے کہ ایمان کی صفت موت سے دور نہیں ہوتی بلکہ بدستور باقی رہتی اور جب باقی رہے تو معلوم ہوا کہ مسلمان ناپاک نہیں ہوتا۔

١١٧٥ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَتِ ابْنَتُهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ

١١٧٥۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹی کا انتقال ہوا اور عورتیں ان کو غسل دینے لگیں تو آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اس کو غسل دو تین یا پانچ بار یا اس سے بھی زیادہ اگر تم اس کو بہتر دیکھو پانی اور بیری کے پتوں سے اور اخیر غسل میں کافور ڈالو یا آپ نے یوں فرمایا کہ تھوڑا سا کافور ڈالو پھر جب تم غسل دینے سے فراغت پاؤ تو مجھ کو خبر دو سو جب ہم نے غسل سے

وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَعْطَانَا حِقْوَهٗ فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ تَعْنِيْ اِزَارَهٗ.

فراغت پائی تو آپ کو خبر دی سو آپ نے ہم کو اپنا تہ بند دیا اور فرمایا کہ تہ بند اس کو کفن کے اندر سے پہنا دو تا کہ اس کی برکت اس کو پہنچے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ میت کو غسل دینا واجب ہے کما ھو مذھب الجمھور پس مطابقت اس حدیث کی باب کے پہلے مسئلے سے ظاہر ہے اور دوسرے مسئلے کا یعنی وضو کا اس حدیث میں ذکر نہیں لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت قدیمہ کے موافق اشارہ کر دیا ہے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں وضو کا ذکر بھی آ گیا ہے جیسا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آئندہ آئے گا کہ آپ نے فرمایا کہ غسل کو وضو کی جگہوں سے شروع کرو اور ایک یہ کہ جس پانی سے مردے کو غسل دیا جائے سنت ہے کہ اس میں بیری کے پتے ڈالے جائیں اور صورت اس کی یہ ہے کہ بیری کے پتوں کو پانی میں ڈال کر خوب اُبالا جائے یہاں تک کہ اس کی جھاگ نکل آئے سو پہلے دو بار اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیا جائے اور تیسری بار کافور اور پانی سے غسل دیا جائے ایسا ہی روایت کیا ہے ابن سیرین نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے ابن عبدالبر نے کہا کہ ابن سیرین اس کو سب تابعین سے زیادہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ پہلی بار خالص پانی سے غسل دیا جائے اور دوسری بار پانی اور بیری سے اور تیسری بار کافور اور پانی سے لیکن یہ صورت حدیث سے ثابت نہیں اور ایک یہ کہ مردے کو غسل طاق دیا جائے یعنی تین بار یا پانچ بار اور مستحب ہے کہ تین بار ہو سو اگر تین بار میں صفائی حاصل ہو جائے تو اس سے زیادہ کرنا جائز نہیں ورنہ جہاں تک صفائی حاصل ہو وہاں تک زیادہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ طاق رہے لیکن سات بار سے زیادہ کرنا مکروہ ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سات بار سے زیادہ کرنا مکروہ ہے اور ابن عبدالبر نے کہا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ آپ نے سات بار سے زیادہ کہا ہو اور ابن سیرین نے کہا کہ اکثر درجہ اس کا سات بار ہے اور ماوردی نے کہا کہ سات بار سے زیادہ کرنا اسراف ہے اور ایک بار سب بدن کو غسل دینا واجب ہے اور کوفے والے اور اہل ظاہر وغیرہ کہتے ہیں کہ تین بار غسل دینا واجب ہے نہ اس سے زیادہ کیا جائے اور نہ کم کیا جائے اور کہتے ہیں کہ اگر تین بار کے بعد کوئی چیز مردے کے اندر سے نکل آئے تو فقط اس جگہ کو دھو ڈالا جائے غسل کو دوہرانا جائز نہیں لیکن یہ قول ان کا ظاہر حدیث کے مخالف ہے کہ آپ نے ان عورتوں کو زیادہ کرنے کا اختیار دیا اور ایک یہ کہ اخیر غسل میں کافور ڈالا جائے اور ظاہر حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کافور کو پانی میں ملایا جائے علیحدہ نہ لگایا جائے اور یہی ہے مذہب جمہور علماء کا اور نخعی اور کوفے والے کہتے ہیں کہ جب غسل کے بعد مردے کا بدن خشک ہو جائے تو اس وقت اس پر کافور لگایا جائے اور کافور لگانے میں حکمت یہ ہے کہ وہ مردے کے بدن کو خشک اور سرد کر دیتا ہے اور اس میں جلدی سرایت کر جاتا ہے اور اس کو سخت کر دیتا ہے اور کیڑے اس کے پاس نہیں

آتے اور اس کا جسم جلدی فاسد نہیں ہوتا اور نیز اس وقت وہاں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اگر کافور نہ ملے تو اس کے بدلے کوئی اور خوشبو مشک وغیرہ لگائے اور یہ کہ صالحین کے آثار سے تبرک لینا جائز ہے کہ آپ نے اپنی بیٹی کو اپنا تہ بند پہنایا اور ایک یہ کہ مرد کے کپڑے میں عورت کو کفن دینا جائز ہے۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يُّغْسَلَ وِتْرًا.

مستحب ہے کہ مردے کو غسل طاق دیا جائے یعنی تین بار یا پانچ بار نہ دو بار یا چار بار مثلا کہ وہ مستحب نہیں ہے۔

١١٧٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهٗ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَأَلْقٰى إِلَيْنَا حِقْوَهٗ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ فَقَالَ أَيُّوبُ وَحَدَّثَتْنِيْ حَفْصَةُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مُحَمَّدٍ وَّكَانَ فِيْ حَدِيْثِ حَفْصَةَ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا وَكَانَ فِيْهِ ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا وَكَانَ فِيْهِ أَنَّهٗ قَالَ ابْدَءُوْا بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا وَكَانَ فِيْهِ أَنَّ أُمَّ عَطِيَّةَ قَالَتْ وَمَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ.

١١٧٦۔ ترجمہ اس حدیث ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس کو طاق غسل دو یعنی تین بار یا پانچ بار یا سات بار اور فرمایا کہ اس کی دائیں طرفوں سے اور وضو کی جگہوں سے غسل دینا شروع کرو۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم نے اس کے بالوں کو کنگھی کی اور تین چوٹیاں بنائیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردے کو طاق غسل دینا مستحب ہے پس مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مردے کے بالوں کو کنگھی کرنی مستحب ہے اور یہی ہے مذہب امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کا کہتے ہیں کہ مردے کے بالوں کو کنگھی کرنی مستحب ہے اور ان کی دلیل یہی حدیث ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میت کے بالوں کو کنگھی کرنی مکروہ ہے اور ان کی دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے لیکن اس کی صحت میں کلام ہے۔

بَابُ يُبْدَأُ بِمَيَامِنِ الْمَيِّتِ.

میت کی دائیں طرفوں سے غسل شروع کیا جائے۔

۱۱۷۷ ۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِیْلُ بْنُ إِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِیْرِیْنَ عَنْ أُمِّ عَطِیَّةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غُسْلِ ابْنَتِهِ ابْدَأْنَ بِمَیَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا.

۱۱۷۷۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے غسل میں فرمایا کہ اس کی دائیں طرفوں سے اور وضو کے مقاموں سے غسل دینا شروع کرو۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کا غسل دائیں طرف سے شروع کرنا سنت ہے اور ہر غسل میں دائیں طرف سے شروع کرے مگر یہ اس غسل کا حکم ہے جس میں وضو نہ ہو اور جس میں وضو ہے اس میں وضو کے مقاموں یعنی منہ اور ہاتھ کو مقدم کرے اور گویا کہ اس میں رد ہے ابو قلابہ پر کہ وہ کہتے ہیں کہ غسل دینا اول سر سے شروع کیا جائے پھر داڑھی کو دھویا جائے۔

## بَابُ مَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنَ الْمَیِّتِ.

مردے کے وضو کے مقاموں سے غسل کرنے کا بیان یعنی مستحب ہے کہ میت کو وضو کے مقاموں سے غسل دینا شروع کیا جائے۔

۱۱۷۸ ۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّآءِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِیْرِیْنَ عَنْ أُمِّ عَطِیَّةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا غَسَّلْنَا بِنْتَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا وَنَحْنُ نَغْسِلُهَا ابْدَءُوْا بِمَیَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا.

۱۱۷۸۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

**فائدہ:** اور دلیل ترجمہ کی یہ لفظ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وضو کے مقاموں سے غسل دینا شروع کرو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو غسل سے پہلے وضو کرانا مستحب ہے اور یہی ہے مذہب سب علماء کا اور کہتے ہیں کہ وضو میں منہ کو ہاتھوں سے پہلے دھویا جائے اور بعضوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ میت کے غسل میں کلی کرانی اور ناک میں پانی ڈالنا مستحب ہے اور یہی ہے مذہب امام شافعی رحمہ اللہ کا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہرگز مستحب نہیں اور نیز معلوم ہوتا ہے کہ وضو کے اعضاء کو غسل میں دوبارہ دھونا ضروری نہیں کہ وضو بھی غسل کا ایک جز ہے۔

بَابُ هَلْ تُكَفَّنُ الْمَرْأَةُ فِي إِزَارِ الرَّجُلِ.

کیا مرد کے کپڑے میں عورتوں کو کفن دینا جائز ہے یا نہیں؟۔

١١٧٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتِ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنَا اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِي فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَنَزَعَ مِنْ حِقْوِهٖ إِزَارَهٗ وَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ.

١١٧٩۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

**فائدہ:** غرض یہاں اس لفظ سے ہے کہ آپ نے ہم کو اپنا تہ بند دیا اور فرمایا کہ اس کو پہنا دو پس معلوم ہوا کہ عورت کو مرد کے کپڑے میں کفن دینا جائز ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے ابن بطال نے کہا کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کسی کو اس مسئلے میں اختلاف نہیں لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مسئلے میں تردد کیا ہے سو یہ بنظر سیاق حدیث کے ہے کہ وہ اختصاص وغیرہ کا احتمال رکھتا ہے فلا اعتراض علیه.

بَابُ يُجْعَلُ الْكَافُوْرُ فِي الْاٰخِيْرَةِ.

اخیر غسل میں کافور ڈالنے کا بیان۔

**فائدہ:** امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا کوئی حکم بیان نہیں کیا اس واسطے کہ اس میں صیغہ امر کا وارد ہوا ہے اور امر وجوب اور مندوب دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔

١١٨٠ ـ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتْ إِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا أَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِي قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَأَلْقٰى إِلَيْنَا حِقْوَهٗ فَقَالَ

١١٨٠۔ ترجمہ اس کا اوپر گزر چکا ہے۔

أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ وَعَنْ أَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِنَحْوِهِ وَقَالَتْ إِنَّهُ قَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَجَعَلْنَا رَأْسَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ.

**فائدہ:** مقصود یہاں یہ لفظ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس کے اخیر غسل میں کافور ڈالو پس معلوم ہوا کہ مردے کے اخیر غسل میں کافور ڈالنا چاہیے کما تقدم اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث کے اخیر میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس کو غسل دو تین بار یا پانچ بار یا سات بار یا اس سے بھی زیادہ اگر تم اس کو بہتر دیکھو، ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم نے اس کے بالوں کو تین چوٹیاں بنایا۔

بَابُ نَقْضِ شَعَرِ الْمَرْأَةِ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَأْسَ أَنْ يُّنْقَضَ شَعَرُ الْمَرْأَةِ.

عورت کے بال کھولنے کا بیان یعنی اگر میت عورت کی ہو تو غسل کے وقت اس کے بالوں کو کھول دیا جائے تا کہ پانی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے اور ابن سیرین نے کہا کہ عورت کے بال کھولنے میں کوئی ڈر نہیں۔

**فائدہ:** مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

١١٨١ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَيُّوْبُ وَسَمِعْتُ حَفْصَةَ بِنْتَ سِيْرِيْنَ قَالَتْ حَدَّثَتْنَا أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهُنَّ جَعَلْنَ رَأْسَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ نَقَضْنَهُ ثُمَّ غَسَلْنَهُ ثُمَّ جَعَلْنَهُ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ.

١١٨١۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جن عورتوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو غسل دیا تھا انہوں نے اس کے بالوں کو تین چوٹیاں بنایا اول ان کو کھولا پھر ان کو دھویا پھر ان کو تین چوٹیاں بنایا یعنی ایک ماتھے کے بالوں سے اور دوسری دونوں طرف کے بالوں سے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کے بالوں کو کھولنا جائز ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور بعض کہتے ہیں کہ میت کے بالوں کو کھولنا جائز نہیں کہ اس سے بال اکھڑ جاتے ہیں لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ اس کو بکھرے ہوئے بالوں سے جوڑا جائے گا۔

بَابُ كَيْفَ الْإِشْعَارُ لِلْمَيِّتِ وَقَالَ الْحَسَنُ الْخِرْقَةُ الْخَامِسَةُ تَشُدُّ بِهَا الْفَخِذَيْنِ وَالْوَرِكَيْنِ تَحْتَ الدِّرْعِ.

میت کو اشعار کس طرح کیا جائے یعنی کپڑے کو مردے کے بدن پر لپیٹا جائے یا کہ اس کو تہ بند کی طرح باندھا جائے اور اشعار کہتے ہیں کفن کے اندر سے کپڑا پہنانے کو جو بدن کے ساتھ لگا رہے یعنی حسن بصری نے کہا کہ عورت کو پانچ کپڑوں سے کفن دیا جائے اور پانچویں کپڑے سے کرتے کے نیچے دونوں رانوں اور سرینوں کو باندھا جائے۔

**فائدہ:** پس معلوم ہوا کہ اشعار بدن پر کپڑا لپیٹنے کو کہتے ہیں اور یہی قول ہے زفر کا اور امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ پانچواں کپڑا سینے پر باندھا جائے تا کہ کفن جڑا رہے اور اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو کفن میں کرتہ پہنانا جائز ہے اور یہی راجح قول ہے شافعیہ اور حنبلیہ کا۔

١١٨٢ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّ أَيُّوْبَ أَخْبَرَهُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ سِيْرِيْنَ يَقُوْلُ جَآءَ تْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ مِنَ اللَّاتِيْ بَايَعْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَتِ الْبَصْرَةَ تُبَادِرُ ابْنًا لَّهَا فَلَمْ تُدْرِكْهُ فَحَدَّثَتْنَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا أَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ وَلَا أَدْرِيْ أَيُّ بَنَاتِهِ وَزَعَمَ أَنَّ الْإِشْعَارَ الْفُفْنَهَا فِيْهِ وَكَذٰلِكَ كَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَأْمُرُ بِالْمَرْأَةِ

١١٨٢۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ ایوب نے کہا کہ مراد اشعار سے یہ ہے کہ اس کو اس کپڑے میں لپیٹ دو اور ابن سیرین بھی اسی طرح حکم کیا کرتے تھے کہ عورت کو اس میں لپیٹ دیا جائے اور تہ بند کی طرح نہ باندھا جائے۔

أَنْ تُشْعَرَ وَلَا تُؤْزَرَ.

**فائدہ:** اس حدیث سے اشعار کرنے کا طریقہ معلوم ہوا گیا پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

### بَابُ هَلْ يُجْعَلُ شَعَرُ الْمَرْأَةِ ثَلَاثَةَ قُرُونٍ.

کیا عورت کے بالوں کو گوندھ کر تین چوٹیاں بنایا جائے یا نہیں؟۔

۱۱۸۳ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ ضَفَرْنَا شَعَرَ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي ثَلَاثَةَ قُرُونٍ وَقَالَ وَكِيعٌ قَالَ سُفْيَانُ نَاصِيَتَهَا وَقَرْنَيْهَا.

۱۱۸۳۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے بالوں کو تین چوٹیاں بنایا ایک چوٹی ماتھے کے بالوں سے اور دو چوٹیاں سر کے دونوں طرف کے بالوں سے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کے بال گوندھنے جائز ہیں اور اوزاعی اور حنفیہ کہتے ہیں کہ میت کے بال کھلے چھوڑے جائیں کچھ آگے اور کچھ پیچھے گوندھے نہ جائیں اور قاسم نے کہا کہ میں بال گوندھنے کو نہیں پہچانتا اور وہ کہتے ہیں کہ یہ قول ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا مرفوع نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ گوندھنا آپ کی تقریر سے ثابت ہے اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ آپ کو اس پر اطلاع ہوئی ہوگی اور نیز یہ حدیث مرفوع بھی آ چکی ہے جیسا کہ سعید بن منصور نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بالوں کو گوندھو۔

### بَابُ يُلْقَى شَعَرُ الْمَرْأَةِ خَلْفَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ.

عورت کے بال تین چوٹیاں گوندھ کر پیٹھ کے پیچھے ڈالے جائیں۔

۱۱۸٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ قَالَ حَدَّثَتْنَا حَفْصَةُ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَتْ إِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا بِالسِّدْرِ وِتْرًا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذٰلِكَ وَاجْعَلْنَ فِي الْأٰخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُورٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِي فَلَمَّا فَرَغْنَا

۱۱۸۴۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

اٰذَنَّاهُ فَأَلْقٰى إِلَيْنَا حِقْوَهٗ فَضَفَرْنَا شَعَرَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ وَّأَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا.

**فائدہ**: غرض یہاں اس حدیث کے اخیر فقرے سے ہے کہ ہم نے اس کے بالوں کو گوندھ کر تین زلفیں بنایا اور ان کو ان کی پس پشت ڈالا پس معلوم ہوا کہ عورت کے بالوں کو گوندھ کر پس پشت ڈالنا مستحب ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے بعض نے کہ میت کو غسل دینے والے پر غسل کرنا واجب نہیں اس لیے کہ یہ جگہ تعلیم کی تھی اور آپ نے اس کا حکم نہیں فرمایا لیکن احتمال ہے کہ غسل بعد اس واقعہ کے مشروع ہوا ہو اور بعض مالکیہ اور شافعیہ کا بھی یہی قول ہے اور ابن بریزہ نے کہا کہ غاسل کو غسل کرنا مستحب ہے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ جب غاسل جانے گا کہ میں نے خواہ مخواہ غسل کرنا ہے تو غسل میت کی چھینٹوں سے خوف نہ کرے گا پس غسل میت میں خوب مبالغہ کرے گا اور اور اس کو اچھی طرح سے پاک صاف کرے گا اور بعض حنفیوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ خاوند کو اپنی بیوی کا غسل دینا جائز نہیں اس لیے کہ آپ کی بیٹی کا خاوند اس وقت حاضر تھا اور پھر باوجود اس کے آپ نے عورتوں کو غسل دینے کا حکم دیا اور اس کے خاوند کو حکم نہ فرمایا سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس کا اس وقت حاضر ہونا مسلم نہیں اور بر تقدیر تسلیم اس بات کو ثابت کرنا ضروری ہوگا کہ اس کو غسل دینے سے کوئی مانع نہیں تھا بغیر اس کے یہ دعویٰ صحیح نہیں اور نیز احتمال ہے کہ اس نے عورتوں کو خود اپنی جان پر مقدم کیا ہو اور اگر اس کو بھی تسلیم کیا جائے تو غایت درجہ اس سے فقط اتنا ثابت ہوگا کہ عورت کا ہونا افضل اور اولیٰ ہے پس مرد کے جواز کی نفی اس سے ثابت نہیں ہوتی ہے۔

بَابُ الثِّيَابِ الْبِيْضِ لِلْكَفَنِ.

مستحب ہے کہ کفن کے واسطے سفید کپڑے ہوں۔

١١٨٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِّنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهِنَّ قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ.

١١٨٥۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک حضرت ﷺ کفن دیے گئے یمن کے تین سفید کپڑوں میں جو روئی کے تھے نہ ان میں کرتہ تھا اور نہ پگڑی۔

**فائدہ**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب یہ ہے کہ مردے کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا جائے اس لیے کہ آپ کو سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا اور اللہ نہیں اختیار کرتا ہے واسطے نبی اپنے کے مگر افضل کو اور اس باب میں ایک صریح حدیث بھی آ چکی ہے جیسا کہ اصحاب سنن نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ سفید کپڑے پہنا کرو کہ وہ بہت

پاک اور عمدہ ہیں اور اس سے اپنے مردوں کو کفن دیا کرو ترمذی اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن شاید یہ حدیث بخاری کی شرط پر ثابت نہیں ہوئی اس واسطے اس کو ذکر نہیں کیا واللہ اعلم۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مردے کو کفن میں کرتہ پہنانا سنت نہیں سنت یہ ہے کہ اس کو تین چادروں میں کفن دیا جائے اور یہی قول ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور جمہور کا کہتے ہیں کہ میت کو تین لفافوں میں کفن دیا جائے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ کفن میں ایک تہ بند ہو اور ایک کرتہ ہو اور ایک لفافہ ہو اور دلیل ان کی وہ حدیث ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ کے کفن میں کرتہ بھی تھا لیکن وہ حدیث مرسل ہے پس اس حدیث کی معارض نہیں ہو سکے گی اور یہ ترجیح دینی کہ مرد عورتوں سے زیادہ واقف ہوتے ہیں غلط ہے اس لیے کہ یہ وجہ وجوہات ترجیح سے نہیں لیکن یہ سب اختلاف افضلیت میں ہے جواز میں کسی کو بھی اختلاف نہیں پس اگر کوئی شخص کفن میں کرتہ پہنائے تو جائز ہے اور یہی وجہ ہے تطبیق حدیثوں کی اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مردے کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے یہ قول مردود ہے اس لیے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے صریح آ چکا ہے کہ آپ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

## بَابُ الْكَفَنِ فِيْ ثَوْبَيْنِ. دو کپڑوں میں کفن دینے کا بیان۔

**فائدہ:** ایک کپڑے سے کفن دینا بالاتفاق واجب ہے بشرطیکہ سب بدن کو چھپا لے اور دو کپڑوں سے کفن دینا جائز اور کافی ہے اور تین کپڑوں سے کفن دینا جمہور کے نزدیک مستحب ہے اور اگر وارث دوسرے یا تیسرے کپڑے میں جھگڑا کریں تو ان کے جھگڑے کا کچھ اعتبار نہیں اور اگر ایک کپڑا بھی میسر نہ ہو تو گھاس یا درخت کے پتوں وغیرہ سے اس کے سب بدن کو چھپا دیا جائے۔

١١٨٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَوْقَصَتْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

١١٨٦۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس حالت میں کہ ایک مرد احرام باندھے عرفات میں کھڑا تھا کہ اچانک اپنی سواری سے گر پڑا سو سواری نے اس کی گردن توڑ ڈالی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غسل دو اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے اور کفن دو اس کو دو کپڑوں میں اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور اس کے سر کو نہ ڈھانپو اس واسطے کہ اللہ اس کو قیامت میں اٹھائے گا لبیک لبیک پکارتے ہوئے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی نیک عمل کو شروع کرے پھر تمام کرنے سے پہلے مر جائے تو امید ہے کہ وہ عمل اس کے اعمال نامے میں لکھا جائے گا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مردے کو دو کپڑوں میں کفن دینا جائز

ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابُ الْحَنُوْطِ لِلْمَيِّتِ.

میت کو خوشبو لگانے کا بیان یعنی وہ میت جو احرام میں نہ ہو۔

١١٨٧ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَأَقْصَعَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَقْعَصَتْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهٗ فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

١١٨٧۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو خوشبو لگانی جائز ہے اس لیے کہ محرم کے حق میں ممانعت خوشبو کی علت فقط احرام ہے سو جب یہ علت نہ پائی جائے تو خوشبو لگانی جائز ہوگی پس معلوم ہوا کہ غیر محرم میت کو خوشبو لگانی جائز ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہوگئی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محرم احرام کی حالت میں مر جائے تو اس کو خوشبو لگانا اور اس کا سر چھپانا درست نہیں اور یہی قول ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور اسحاق اور اہل ظاہر کا کہتے ہیں کہ موت سے اس کا احرام قطع نہیں ہوتا اور یہی حدیث اُن کی دلیل ہے لیکن امام اعظم رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک محرم اور غیر محرم سب برابر ہیں جو حلال آدمی کا حکم ہے وہی محرم کا حکم ہے کہتے ہیں کہ احرام موت سے ٹوٹ جاتا ہے پس اس کو خوشبو لگانی اور اس کا سر چھپانا درست ہے بلکہ مستحب ہے سو ابن دقیق نے کہا کہ قضیہ قیاس کا یہی ہے کہ محرم کو بھی حلال کی طرح کفن دیا جائے لیکن یہ حدیث مقدم ہے قیاس پر اور بعض حنفی یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس شخص کے حق میں خاص ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خبر دینا کہ وہ قیامت کے دن لبیک کہتے ہوئے اٹھایا جائے گا شہادت ہے اس بات کی کہ اس کا حج قبول ہوگیا اور یہ امر دوسرے کسی آدمی کے حق میں متصور نہیں پس ہر محرم کو ممانعت خوشبو کا حکم شامل نہیں ہوگا سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ علت اس کے حق میں فقط احرام کی وجہ سے ثابت ہوئی ہے پس ہر محرم کو اس کا حکم شامل ہوگا اور حج کا قبول ہونا یا نہ ہونا غائب امر ہے سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا عمل بند ہو

جاتا ہے مگر تین آدمیوں کا اور محرم ان تینوں میں سے نہیں پس لا بد اس کا عمل بھی منقطع ہو جائے گا سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اس مردے کا عمل نہیں بلکہ زندہ آدمی کا عمل ہے جو اس کو کفن دیتا ہے اور احرام کی حالت پر باقی رکھتا ہے مثل غسل اور نماز جنازہ وغیرہ کے اور نیز اس سے لازم آتا ہے کہ عبادات بدنیہ کا ثواب مردے کو نہ پہنچے حالانکہ حنفیہ اس کے قائل ہیں اور نیز حضرت ﷺ نے شہیدوں کے حق میں فرمایا کہ ان کو ان کے خون آلودہ کپڑے اوڑھا دو پھر فرمایا کہ اللہ جانتا ہے جو اس کے راہ میں شہید ہوا سو آپ نے ظاہری بنیاد پر سب کو اس حکم میں شامل کیا پس اسی طرح یہ حکم بھی ہر محرم کو شامل ہوگا اور جامع ان دونوں کے درمیان یہ ہے کہ دونوں اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں اور بعضوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے یہ عذر کیا ہے کہ اس کو یہ حدیث نہیں پہنچی ۔ انتہی ملخصا (فتح)۔ اور بعض حنفیہ اس باب میں کچھ حدیثیں بھی نقل کرتے ہیں لیکن وہ حدیثیں صحیح نہیں اور بر تقدیر صحت صحیحین کی حدیثوں کے معارض نہیں ہو سکتی ہیں۔

## بَابُ كَيْفَ يُكَفَّنُ الْمُحْرِمُ.

اگر کوئی محرم احرام کی حالت میں مر جائے تو اس کو کس طور سے کفن دیا جائے؟۔

١١٨٨ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَنَّ رَجُلًا وَقَصَهُ بَعِيرُهُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ وَلَا تُمِسُّوْهُ طِيْبًا وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

١١٨٨۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

**فائدہ:** پس اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص احرام کی حالت میں مر جائے اس کو خوشبو نہ لگائی جائے اور اس کا سر نہ چھپایا جائے بلکہ فقط پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دے کر دو کپڑوں میں دفنایا جائے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

١١٨٩ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو وَّأَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ كَانَ رَجُلٌ

١١٨٩۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا فقط بعض الفاظ کا اختلاف ہے۔

بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوْهُ فِیْ ثَوْبَیْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهٗ فَإِنَّهٗ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَالَ أَیُّوْبُ یُلَبِّیْ وَقَالَ عَمْرٌو مُلَبِّیًا.

**فائدہ:** اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ زندہ محرم کو بیری کے پتوں سے غسل کرنا جائز ہے اور ایک یہ کہ کفن میں طاق کرنا صحت کی شرط نہیں اور یہ کہ کفن رأس المال سے ہے اور ایک یہ کہ مستحب ہے کہ محرم کو احرام کے کپڑوں میں کفن دیا جائے اور یہ کہ اس کا احرام باقی ہے اور یہ کہ اس کو سلے ہوئے کپڑے میں کفن نہ دیا جائے اور یہ کہ روز مرہ کے پہننے والے کپڑوں میں کفن دینا جائز ہے اور مستحب ہے کہ احرام کے اخیر تک لبیک پکارتا رہے اور ایک یہ کہ احرام سر کے متعلق ہے منہ کے متعلق نہیں۔

بَابُ الْكَفَنِ فِی الْقَمِیْصِ الَّذِیْ یُكَفُّ أَوْ لَا یُكَفُّ وَمَنْ كُفِّنَ بِغَیْرِ قَمِیْصٍ.

سلے ہوئے کرتے یا بے سلے ہوئے میں کفن دینے کا بیان اور بغیر کرتے کے کفن دینے کا بیان۔

**فائدہ:** یعنی مردے کو کرتے میں کفن دینا جائز ہے خواہ کرتا سلا ہوا ہو خواہ نہ سلا ہوا ہو اور اس میں اشارہ ہے طرف رد کرنے قول اس شخص کے جو کرتے میں کفن دینے کو مکروہ رکھتا ہے اور اس شخص کی جو تکمہ (بٹن) دار یا سلے کرتے میں کفن دینے کو جائز نہیں رکھتا اور ابن سیرین سے روایت ہے کہ وہ مستحب جانتے تھے کہ مردے کا کرتہ بھی زندے کی طرح تکمے سے بند کیا جائے۔

١١٩٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیَى بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَیٍّ لَمَّا تُوُفِّیَ جَآءَ ابْنُهٗ إِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَعْطِنِیْ قَمِیْصَكَ أُكَفِّنْهُ فِیْهِ وَصَلِّ عَلَیْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهٗ فَأَعْطَاهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَمِیْصَهٗ فَقَالَ اٰذِنِّیْ أُصَلِّیْ عَلَیْهِ فَاٰذَنَهٗ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ یُّصَلِّیَ عَلَیْهِ جَذَبَهٗ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ أَلَیْسَ اللّٰهُ نَهَاكَ أَنْ تُصَلِّیَ عَلَى الْمُنَافِقِیْنَ فَقَالَ أَنَا بَیْنَ

١١٩٠۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا تو اس کا بیٹا حضرت ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی کہ آپ مجھ کو اپنا کرتہ دیجیے کہ میں اپنے باپ کو اس میں کفن دوں اور اس پر نماز پڑھیے اور اس کے واسطے مغفرت کی دعا مانگیے سو آپ ﷺ نے اس کو اپنا کرتہ دیا اور فرمایا کہ (جب میت تیار ہو تو) مجھ کو خبر کر کہ میں اس پر جنازے کی نماز پڑھوں سو اس نے آپ کو خبر دی سو جب آپ نے اس پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو (پکڑ کر) کھینچا اور کہا کہ کیا آپ کو اللہ نے منافقوں کے جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا سو آپ نے فرمایا کہ میں دو اختیاروں کے درمیان ہوں یعنی اللہ نے مجھ کو منافقوں کی مغفرت مانگنے اور نہ مانگنے

خِيَرَتَيْنِ قَالَ ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ فَصَلّٰى عَلَيْهِ فَنَزَلَتْ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾.

میں اختیار دیا ہے چنانچہ فرمایا کہ تو ان کے حق میں بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر تو ان کے واسطے ستر بار بخشش مانگے تو بھی ہرگز نہ بخشے گا ان کو اللہ سو آپ نے اس پر نماز پڑھی تب یہ آیت اتری کہ اے رسول! نماز نہ پڑھ ان میں سے کسی پر جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑا ہو ان کی قبر پر۔

۱۱۹۱ ۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا دُفِنَ فَأَخْرَجَهٗ فَنَفَثَ فِيْهِ مِنْ رِّيْقِهٖ وَأَلْبَسَهٗ قَمِيْصَهٗ.

۱۱۹۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لائے بعد اس کے کہ قبر میں ڈالا گیا سو آپ نے اس کو باہر نکلوایا اور اس پر اپنی لب ڈالی اور اس کو اپنا کرتہ پہنایا۔

**فائدہ:** عبداللہ بن ابی بڑا بھاری منافق تھا ظاہر میں مسلمان تھا اور باطن میں اسلام کا دشمن تھا سو جب وہ مر گیا تو حضرت ﷺ نے اس کو کفن کے واسطے اپنا کرتہ دیا اور سبب اس کا یہ ہے کہ جب وہ مرنے لگا تو اس کے بیٹے نے اس کے ظاہر حال سے توبہ اور ندامت کی نشانیاں دیکھیں اور خالص اسلام کی طرف اس کی رغبت معلوم کی سو اس کو مستحق جان کر حضرت ﷺ سے کرتے کی درخواست کی تا کہ اس کی برکت سے اس کی مغفرت ہو جائے اور بعض کہتے ہیں کہ مرتے وقت خود اس نے حضرت ﷺ سے کرتہ مانگا تھا جیسے کہ عبدالرزاق اور طبری نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی مرنے لگا تو اپنے بیٹے کو حضرت ﷺ کے پاس بھیجا آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تجھ کو یہود کی محبت نے ہلاک کیا اس نے عرض کی کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے واسطے بخشش کی دعا مانگیں اور آپ مجھ کو جھڑکتے ہیں پھر اس نے عرض کی کہ آپ مجھ کو اپنا کرتہ عنایت فرمایئے تا کہ مجھ کو اس میں کفن دیا جائے سو جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹے نے بوجہ اس کی اسی محبت اور رغبت کے آپ سے کرتہ مانگا اور بخشش کی دعا چاہی کہ شاید آپ کی دعا اور کرتے کی برکت سے اس کی مغفرت ہو جائے سو آپ نے اس کی درخواست قبول کی اور اس کو اپنا کرتہ دیا اور اس پر جنازے کی نماز پڑھی عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو منع کیا یعنی اس نے آیت ﴿لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ سے یہ سمجھا کہ ان کا جنازہ پڑھنا بھی درست نہیں سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس سے صاف منع ثابت نہیں ہوتا بلکہ اللہ نے مجھ کو استغفار میں اختیار دیا ہے اور نیز اس میں اس کے بیٹے کی تعظیم اور تکریم مقصود ہے کہ وہ بڑا جلیل القدر صحابی تھا اور بعض کہتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن اس نے عباس رضی اللہ عنہ کو اپنا کرتہ دیا تھا سو اس کے عوض میں آپ نے اس کو اپنا کرتہ دیا تا کہ منافق کا احسان باقی نہ رہے اور نیز مشرک کے ساتھ احسان کرنے کی ممانعت کہیں نہیں

آئی بلکہ قرآن میں صریح موجود ہے ﴿لَا یَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَیْهِمْ﴾ الخ پس معلوم ہوا کہ آپ کا اس کو کرتہ دینا بے وجہ نہیں اور اگر کوئی کہے کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کا بیٹا اس کی موت کی خبر دینے کو حضرت ﷺ کے پاس آیا تو تب آپ نے اس کو اپنا کرتہ دیا اور اس دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خود اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس کو قبر سے نکلوا کر اپنا کرتہ پہنایا پس یہ تعارض ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ پہلی حدیث میں مراد کرتہ دینے سے یہ ہے کہ آپ نے اس کو کرتہ دینے کا وعدہ کیا کہ میں کرتہ دوں گا پس تعارض دفع ہوگیا اور یا دو بار آپ نے دو کرتے دیے ہوں گے، واللہ اعلم بالصواب۔ غرض یہ کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردے کو کرتے میں کفن دینا جائز ہے خواہ سلا ہوا ہو خواہ نہ سلا ہوا ہو اور یہی وجہ ہے مطابقت حدیث کی باب سے لیکن باب کی حدیثوں میں بے سلے کرتے کا ذکر نہیں مگر شاید اطلاق حدیث سے اس کو نکالا ہوگا کہ اس میں مطلق کرتے کا ذکر ہے سلے یا بے سلے کی اس میں کوئی قید نہیں، واللہ اعلم۔

بَابُ الْكَفَنِ بِغَیْرِ قَمِیْصٍ. بغیر کرتے کے کفن دینے کا بیان۔

**فائدہ:** یعنی مردے کو کرتے میں کفن دینا سنت نہیں اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے جمہور علماء کے نزدیک کرتے میں کفن دینا مستحب نہیں اور حنفیہ کہتے ہیں کہ مستحب ہے لیکن جواز میں سب کا اتفاق ہے، کما مر.

۱۱۹۲ ـ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُفِّنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ سُحُوْلٍ كُرْسُفٍ لَیْسَ فِیْهَا قَمِیْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ.

۱۱۹۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کفن دیے گئے حضرت ﷺ روئی کے تین سفید کپڑوں میں جن میں کرتہ اور عمامہ نہیں تھا۔

۱۱۹۳ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ هِشَامٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِیْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ لَیْسَ فِیْهَا قَمِیْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ.

۱۱۹۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کفن دیے گئے تین کپڑوں میں جن میں کرتہ اور عمامہ نہیں تھا۔

بَابُ الْكَفَنِ بِلَا عِمَامَةٍ. بغیر پگڑی کے کفن دینے کا بیان یعنی مردے کو کفن میں عمامہ باندھنا سنت نہیں۔

١١٩٤ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ.

۱۱۹۴۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

**فائدہ:** بعض لوگ کہتے ہیں کہ کفن میں سنت پانچ کپڑے ہیں تین لفافے اور ایک دستار اور ایک کرتہ سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن سنت فقط تین کپڑے ہیں یعنی تین لفافے اور کرتہ اور عمامہ خلاف سنت ہیں اور مشائخ قدماء نے بھی عمامے کو مکروہ رکھا ہے لیکن بعض متاخرین حنفیہ کہتے ہیں کہ مستحسن ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ افضل یہ ہے کہ کفن میں کرتہ اور دستار نہ ہو اور اگر ہو تو مکروہ نہیں خلاف اولیٰ ہے۔

بَابُ الْكَفَنِ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ.

کفن میت کا حق تمام مال سے ہے جیسا کہ طبرانی وغیرہ کی حدیث میں آچکا ہے۔

**فائدہ:** جمہور اہل علم کا یہی مذہب ہے کہ کفن میت کا حق تمام مال سے ہیں اور سب حقوق پر مقدم ہے یعنی اول سب مال میں سے کفن دیا جائے پھر بعد اس کے جو مال بچے اس سے قرض وغیرہ حقوق ادا کیے جائیں اور اگر میت کا سب ترکہ اتنا ہی ہو کہ فقط اس سے تجہیز و تکفین ہو سکے تو اس کو کفن میں ہی خرچ کیا جائے اگرچہ میت قرض دار ہو ایسے وقت میں کفن کو چھوڑ کر قرض ادا کرنا ہرگز جائز نہیں لیکن کہتے ہیں کہ اگر وارث بہت ہوں اور مال تھوڑا ہو تو اولیٰ یہ ہے کہ کفن کفایت دیا جائے یعنی مرد کو دو کپڑے اور عورت کو تین کپڑے اور بعض کہتے ہیں کہ تہائی مال سے کفن دیا جائے یہ قول خلاس کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر مال تھوڑا ہو تو تہائی سے دیا جائے یہ قول طاؤس کا ہے اور بعض شافعیہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ وغیرہ تمام حقوق جو اصل مال کے متعلق ہوں وہ بھی کفن پر مقدم ہیں جیسے کہ سب ترکہ مرہون ہو یا غلام جنایت کرنے والا ہو۔

وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ وَالزُّهْرِيُّ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَقَتَادَةُ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ الْحَنُوْطُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ يُبْدَأُ بِالْكَفَنِ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ بِالْوَصِيَّةِ وَقَالَ سُفْيَانُ أَجْرُ الْقَبْرِ

اور ساتھ اسی کے قائل ہیں عطاء اور زہری اور عمرو اور قتادہ کہتے ہیں کہ کفن تمام مال کا حق ہے اور عمرو نے کہا کہ خوشبو بھی تمام مال کا حق ہے نہ تہائی کا یعنی جو خوشبو کہ کفن میں لگائی جاتی ہے وہ بھی قرض پر مقدم ہے اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ میت کے ترکہ سے پہلے کفن دیا

وَالْغُسْلِ هُوَ مِنَ الْكَفَنِ.

جائے پھر قرض ادا کیا جائے پھر وصیت جاری کی جائے پھر بعد اس کے جو بچے وہ وارثوں میں تقسیم کیا جائے اور سفیان ثوری نے کہا کہ قبر کھودنے اور غسل دینے کی مزدوری بھی کفن میں سے ہے وہ بھی کفن کے حکم میں داخل ہے اس کی طرح اس کا حق بھی تمام مال میں تہائی سے ہے۔

**فائدہ:** پس ان اثروں سے معلوم ہوا کہ کفن میت کا حق تمام مال سے ہے اور سب حقوق پر مقدم ہے اول سب ترکہ سے میت کو کفن دیا جائے پھر بعد اس کے جو مال بچے اس سے قرض وغیرہ ادا کیا جائے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کھودنے اور غسل دینے کی مزدوری لینی جائز ہے۔

١١٩٥ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أُتِيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمًا بِطَعَامِهِ فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَكَانَ خَيْرًا مِّنِّيْ فَلَمْ يُوْجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيْهِ إِلَّا بُرْدَةٌ وَقُتِلَ حَمْزَةُ أَوْ رَجُلٌ آخَرُ خَيْرٌ مِّنِّيْ فَلَمْ يُوْجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيْهِ إِلَّا بُرْدَةٌ لَقَدْ خَشِيْتُ أَنْ يَكُوْنَ قَدْ عُجِّلَتْ لَنَا طَيِّبَاتُنَا فِيْ حَيَاتِنَا الدُّنْيَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ.

١١٩٥۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا سو اس نے کہا کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے سو ان کو کفن کے واسطے کچھ میسر نہ ہوا مگر ایک چادر اور شہید ہوئے حمزہ رضی اللہ عنہ یا کوئی اور مرد سو ان کو بھی کفن کے واسطے کوئی چیز میسر نہ ہوئی مگر ایک چادر سو میں ڈرا اس سے کہ ہماری نعمتیں ہمارے لیے دنیا میں جلدی کی گئی ہوں یعنی ہماری نیکیوں کا بدلا ہم کو دنیا میں مل گیا ہو پھر رونے لگے یعنی اس خوف سے کہ شاید ہم درجات عالیہ سے محروم رہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن میت کا حق تمام مال سے ہے اور سب حقوق لازمہ پر مقدم ہے کہ آپ نے ان کو اسی ایک چادر میں دفن کرنے کا حکم دیا اور یہ نہ پوچھا کہ ان پر کچھ قرض ہے یا نہیں اور نہ یہ فرمایا کہ کفن تہائی مال سے دیا جائے اور جو ایسا مسکین آدمی ہو اس پر قرض ہونا بھی کچھ بعید نہیں اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اگر میت کے سر پر قرض مستغرق ہے یعنی جتنا ترکہ رہے اتنا ہی اس پر قرض ہو تو اس کے کفن میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کو بھی ایسا کفن دینا چاہیے جو اس کے سب بدن کو چھپا لے اور بعض کہتے ہیں کہ فقط اس کے ستر کو چھپانا جائز ہے زیادہ جائز نہیں لیکن یہ پہلی بات کو ترجیح ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقط ایک چادر میں بھی مردے کو کفن دینا جائز ہے اور اگر کپڑا باریک ہو کہ اس کے نیچے سے مردے کا سب بدن نظر آئے

تو ایسی ایک چادر میں مردے کو کفن دینا بالا جماع جائز نہیں کذا قالہ ابن عبدالبر.

بَابُ إِذَا لَمْ يُوجَدْ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ.

اگر ایک کپڑے کے سوا اور دوسرا کوئی کپڑا میسر نہ ہو تو فقط ایک ہی چادر میں کفن دینا جائز ہے اور دوسرے کسی کپڑے کا انتظار کرنا ضروری نہیں۔

١١٩٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّي كُفِّنَ فِي بُرْدَةٍ إِنْ غُطِّيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَإِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ وَأُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّي ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ أَوْ قَالَ أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا وَقَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ.

١١٩٦۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا اور وہ روزے دار تھے سو کہا کہ مصعب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے سو فقط ایک چادر میں کفن دیے گئے اگر ان کا سر چھپایا جاتا تھا تو ان کے پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر ان کے پاؤں چھپائے جاتے تھے تو ان کا سر کھل جاتا تھا۔ ابراہیم نے کہا میں گمان کرتا ہوں کہ اس نے کہا اور حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور وہ بھی مجھ سے بہتر تھے پھر فراخ اور کشادہ کی گئی واسطے ہمارے دنیا اس قدر کہ کشادہ کی گئی یا کہا دی گئی ہم کو دنیا اس قدر کہ دی گئی (راوی کا شک ہے) اور بیشک ہم نے خوف کیا کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ ہم کو دنیا میں جلدی دیا گیا ہو آخرت کے واسطے جمع نہ رہا ہو پھر یہ کہہ کر رونے لگے اور کھانے کو چھوڑ دیا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کفن کے واسطے ایک کپڑے کے سوا اور دوسرا کپڑا میسر نہ ہو تو ایک ہی میں کفن دینا جائز ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت حدیث کی باب سے۔

بَابُ إِذَا لَمْ يَجِدْ كَفَنًا إِلَّا مَا يُوَارِي رَأْسَهُ أَوْ قَدَمَيْهِ غُطِّيَ رَأْسُهُ.

اگر کفن کے واسطے فقط اتنا ہی کپڑا میسر ہو تو میت کے سر اور بدن کو چھپائے اور پاؤں ننگے رہیں اور یا پاؤں اور بدن کو چھپائے اور سر ننگا رہے تو اس سے اس کے سر اور بدن کو چھپایا جائے اور پاؤں کو ننگا چھوڑا جائے یا گھاس وغیرہ سے ان کو بھی چھپایا جائے۔

**فائدہ:** اگر کفن کے واسطے فقط اتنا ہی کپڑا ہو کہ اس سے صرف سر یا پاؤں چھپ سکیں بدن کچھ بھی نہ چھپ سکے تو اولیٰ یہ ہے کہ اس سے ستر کو چھپائے اور پاؤں اور سر کو ننگا رکھے اور اگر ستر عورت کے واسطے بھی کپڑا میسر نہ ہو تو

گھاس وغیرہ سے جو چیز میسر ہو اس کے ساتھ اس کے بدن کو چھپایا جائے۔

١١٩٧ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا شَقِيْقٌ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهٖ شَيْئًا مِّنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ مَا نُكَفِّنُهٗ إِلَّا بُرْدَةً إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهٗ فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهٗ وَأَنْ نَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ.

١١٩٧۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے اللہ کی رضامندی چاہنے کے واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور اپنا ملک چھوڑا سو ہماری مزدوری اللہ کے ذمے ثابت ہوئی یعنی بموجب اس کے وعدے کے سو بعض ہم میں سے مر گئے اور اپنی مزدوری سے کچھ نہ کھایا ان میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں اور بعض ہم میں سے ایسے ہیں کہ ان کا پھل پک گیا سو وہ اپنے پھل کو چنتے ہیں مصعب رضی اللہ عنہ جنگ احد کے دن شہید ہوئے سو ہم نے اس کے کفن کے واسطے کچھ نہ پایا مگر ایک چادر سو اگر ہم اس سے اس کا سر چھپاتے تھے تو اس کے پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر اس کے پاؤں چھپاتے تھے تو اس کا سر ننگا ہو جاتا تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ اس کا سر چھپا دیں اور اس کے پاؤں پر گھاس ڈال دیں۔

**فائدہ:** مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ مَنِ اسْتَعَدَّ الْكَفَنَ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ.

اس شخص کا بیان جس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کفن تیار کیا اور آپ نے اس پر انکار نہ کیا۔

**فائدہ:** یعنی اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنا کفن تیار کر رکھے اس غرض سے کہ بعد موت کے اس کو اس میں کفن دیا جائے تو جائز ہے مکروہ نہیں اور اسی طرح اپنی زندگی میں اپنی قبر کھود رکھنی بھی بعضوں کے نزدیک جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جائز نہیں۔

١١٩٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً جَآءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوْجَةٍ فِيْهَا حَاشِيَتُهَا أَتَدْرُوْنَ مَا الْبُرْدَةُ قَالُوا الشَّمْلَةُ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ نَسَجْتُهَا بِيَدِيْ فَجِئْتُ لِأَكْسُوَكَهَا

١١٩٨۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چادر لائی جس کے کنارے اس کے ساتھ بنے ہوئے تھے یعنی کنارے دار چادر تھی سہل نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ بردہ کس چادر کو کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا چادر کو کہتے ہیں جو بدن پر لپیٹی جاتی ہے اس نے کہا ہاں ٹھیک ہے سو اس نے کہا کہ میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے سو

فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ فَحَسَّنَهَا فُلَانٌ فَقَالَ اكْسُنِيهَا مَا أَحْسَنَهَا قَالَ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا ثُمَّ سَأَلْتَهُ وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ قَالَ إِنِّي وَاللّٰهِ مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهُ إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُونَ كَفَنِي قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ.

میں آئی ہوں تا کہ یہ چادر آپ کو پہناؤں سو آپ نے اس کو لیا کہ آپ کو اس کی حاجت تھی سو آپ ہماری طرف نکلے یعنی گھر سے تشریف لائے اور وہ آپ کا تہ بند تھا سو فلاں شخص نے اس کی تعریف کی اور عرض کیا کہ یا حضرت! یہ چادر مجھ کو پہنائیے یعنی مجھ کو عنایت فرمایئے وہ کیا عمدہ ہے سو لوگوں نے کہا کہ تو نے اچھا نہیں کیا کہ حضرت ﷺ کو اس کے پہننے کی حاجت تھی پھر تو نے آپ سے سوال کیا اور تجھ کو معلوم ہے کہ آپ سوال کو رد نہیں کرتے سو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں نے آپ سے اس واسطے سوال نہیں کیا کہ اس کو پہنوں بلکہ میں نے تو فقط اس واسطے سوال کیا ہے کہ وہ میرا کفن ہو سہل رضی اللہ عنہ نے کہا سو وہ چادر اس کا کفن ہوا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندگی میں اپنا کفن وغیرہ ضروری سامان موت کا تیار کر رکھنا جائز ہے لیکن یہ شرط ہے کہ اس کو وجہ حلال سے حاصل کرے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ کسی کے لباس کی تعریف کرنی جائز ہے تا کہ پہننے والے کو اس کی قدر معلوم ہو اور ایک یہ کہ خلاف ادب پر انکار کرنا جائز ہے گو درجہ تحریم کو نہ پہنچے اور ایک یہ کہ آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے اور یہ کہ حاجت کے وقت سے پہلے کوئی چیز تیار کر رکھنی جائز ہے۔

## بَابُ اِتِّبَاعِ النِّسَآءِ الْجَنَآئِزَ. عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے کا کیا حکم ہے؟۔

**فائدہ:** امام بخاری رحمہ اللہ نے باب فضل اتباع الجنائز اور اس باب کے درمیان بہت بابوں کے ساتھ فرق کیا ہے تو غرض اس سے یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں میں فرق ہے اور جنازے کے ساتھ جانے کی فضیلت جو حدیثوں میں آچکی ہے وہ مردوں کے ساتھ خاص ہے عورتوں کو وہ فضیلت حاصل نہیں اس لیے کہ باب کی حدیث سے عورتوں کے واسطے جنازے کے ساتھ جانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور ممانعت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنازے کے ساتھ جانا حرام ہے یا مکروہ ہے اور فضیلت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنازے کے ساتھ جانا مستحب ہے اور ان دونوں کا ایک جگہ جمع ہونا ممکن نہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا کوئی حکم صریح بیان نہیں کیا اس واسطے کہ علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف صرف اسی وقت ہے جب کہ فتنے کا خوف نہ ہو اور اگر فتنے کا خوف ہو تو پھر ان کا جنازے کے ساتھ جانا بالاتفاق منع ہے، واللہ اعلم۔

١١٩٩ ۔ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّآءِ عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَآئِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا.

١١٩٩۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم (عورتوں) کو جنازے کے ساتھ جانے سے منع ہوا (لیکن) ہم پر لازم نہ کیا گیا یعنی یہ نہی تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے اور عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانا مکروہ ہے حرام نہیں۔

**فائدہ**: اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانا حرام نہیں مکروہ ہے اور یہی قول ہے جمہور اہل علم کا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جائز ہے اور یہی قول ہے اہل مدینہ کا اور دلالت کرتی ہے جواز پر وہ حدیث جو ابن ابی شیبہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کے ساتھ تھے سو عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو دیکھا سو اس کو للکارا آپ نے فرمایا کہ اے عمر! اس کو چھوڑ دے لیکن یہ جواز اسی وقت ہے جب کہ فتنے کا خوف نہ ہو کما مر اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شارع کی نہی کئی قسم پر ہے۔

بَابُ إِحْدَادِ الْمَرْأَةِ عَلٰى غَيْرِ زَوْجِهَا.

عورت کو خاوند کے سوا اور آدمی پر سوگ کرنے کا کیا حکم ہے؟ یعنی خواہ بھائی، بیٹا وغیرہ کوئی قریبی مرا ہو یا کوئی اجنبی مرا ہو۔

**فائدہ**: سوگ کے یہ معنی ہیں کہ عورت اپنی زینت اور سنگھار کو بالکل چھوڑ دے اور عمدہ کپڑے اور خوشبو وغیرہ اسباب جماع سے پرہیز کرے اور عورت کو اپنے خاوند پر سوگ کرنا فرض ہے اور خاوند کے سوا اور آدمی پر سوگ کرنا تین دن جائز ہے واجب نہیں اس لیے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر خاوند اس سے ان دنوں میں جماع کرنا چاہے تو اس کا خاوند کو منع کرنا حرام ہے۔

١٢٠٠ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ تُوُفِّيَ ابْنٌ لِأُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الثَّالِثُ دَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَتَمَسَّحَتْ بِهٖ وَقَالَتْ نُهِينَا أَنْ نُحِدَّ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ إِلَّا بِزَوْجٍ.

١٢٠٠۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا ایک لڑکا فوت ہوا سو جب تیسرا دن ہوا تو اس نے زرد رنگ کی خوشبو منگوائی اور بدن پر ملی اور کہا کہ ہم کو منع ہوا کہ تین دن سے زیادہ کسی کے غم میں سوگ نہ کریں مگر خاوند کی موت پر۔

١٢٠١ ۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِيْ سَلَمَةَ

١٢٠١۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب شام کے ملک سے ابوسفیان کے مرنے کی خبر آئی تو ام حبیبہ (ابوسفیان کی بیٹی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی) نے تیسرے دن زرد خوشبو

قَالَتْ لَمَّا جَآءَ نَعْیُ أَبِیْ سُفْیَانَ مِنَ الشَّامِ دَعَتْ أُمُّ حَبِیْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا بِصُفْرَةٍ فِی الْیَوْمِ الثَّالِثِ فَمَسَحَتْ عَارِضَیْهَا وَذِرَاعَیْهَا وَقَالَتْ إِنِّیْ كُنْتُ عَنْ هٰذَا لَغَنِیَّةً لَوْلَا أَنِّیْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلٰی زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَیْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا.

منگوائی اور اپنے دونوں رخساروں اور ہاتھوں پر ملی اور کہا کہ مجھ کو اس کی کچھ حاجت نہ تھی اگر میں نے حضرت ﷺ سے نہ سنا ہوتا کہ فرماتے تھے کہ نہیں حلال اس عورت کو جو اللہ کو اور قیامت کو مانتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسی کے غم میں سوگ کرے اور اپنا سنگھار چھوڑے مگر اپنے خاوند کی موت پر کہ اس پر چار مہینے اور دن دس سوگ کرے۔

۱۲۰۲ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِیْلُ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِیْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ أَبِیْ سَلَمَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰی أُمِّ حَبِیْبَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ تُحِدُّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلٰی زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ثُمَّ دَخَلْتُ عَلٰی زَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حِیْنَ تُوُفِّیَ أَخُوْهَا فَدَعَتْ بِطِیْبٍ فَمَسَّتْ بِهٖ ثُمَّ قَالَتْ مَا لِیْ بِالطِّیْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَیْرَ أَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ تُحِدُّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلٰی زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا.

۱۲۰۲۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (حضرت ﷺ کی بیوی) کے پاس گئی سو اس نے کہا کہ میں نے حضرت ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ نہیں حلال اس عورت کو جو اللہ کو اور قیامت کو مانتی ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی میت پر سوگ کرے مگر اپنے خاوند کی موت پر چار مہینے دس دن سوگ کرنا اور سنگھار چھوڑنا فرض ہے پھر میں زینب رضی اللہ عنہا بیٹی جحش کے پاس گئی جب کہ اس کا بھائی فوت ہوا سو اس نے خوشبو منگوائی اور اس کو اپنے بدن پر ملا پھر کہا کہ مجھ کو اس کی کچھ حاجت نہ تھی لیکن میں نے حضرت ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ نہیں حلال کسی عورت کے لیے جو اللہ اور قیامت کو مانتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسی میت پر سوگ کرے مگر اپنے خاوند کی موت پر چار مہینے اور دس دن سوگ کرنا فرض ہے۔

**فائدہ:** یعنی کسی قریبی یا اجنبی کے غم اور ماتم میں تین روز سے زیادہ سوگ کرنا عورت کو حلال نہیں مگر خاوند کے ماتم میں چار مہینے اور دس دن سوگ کرنا فرض ہے نہ اسے کم کرے اور نہ زیادہ پس معلوم ہوا کہ عورت کو خاوند کے سوا اور آدمی پر تین دن سوگ کرنا جائز ہے کہ حلال ہونا جواز کو مستلزم ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو خاوند کی عدت میں خوشبو ملنا، سرمہ لگانا اور رنگین کپڑا پہننا بھی جائز نہیں ہے۔

## بَابُ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ. قبروں کی زیارت کرنے کا بیان یعنی جائز ہے۔

**فائدہ:** اول اسلام میں کفر کا زمانہ قریب تھا لوگ تازہ مسلمان ہوئے تھے اور تھوڑے دن سے بت پرستی چھوڑی تھی سو حضرت ﷺ نے سد باب کے واسطے قبروں کی زیارت سے بھی منع فرمایا تا کہ مبادا شرک میں پھر گرفتار ہو جائیں پھر جب اسلام ان کے دل میں رچ گیا اور توحید کا عقیدہ مضبوط ہو گیا اور بت پرستی کا خیال بالکل دفع ہو گیا تو آپ نے قبروں کی زیارت کرنے کی رخصت دی اور منع کا حکم منسوخ فرمایا کہ صحیح مسلم میں بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا سو اب تم ان کی زیارت کیا کرو اور بعض روایتوں میں یہ لفظ زیادہ ہیں کہ وہ آخرت کو یاد دلاتی ہیں اور دل کو نرم کرتی ہیں آپ نے یہ فائدہ اس واسطے بتلایا کہ لوگ اہل قبور سے اپنی حاجت روائی نہ چاہیں اور شرک میں گرفتار نہ ہوں پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنی جائز ہے اور نہی منسوخ ہے اور یہی مذہب ہے جمہور اہل علم کا کہ قبروں کی زیارت کو جائز رکھتے ہیں اور ابن سیرین اور نخعی اور شعبی کا یہ قول ہے کہ قبروں کی زیارت کرنی مطلق مکروہ ہے مگر یہ قول ان کا مردود ہے ساتھ اس حدیث مسلم کے جو ابھی گزری اور شاید ان کو یہ حدیث نہیں پہنچی لیکن بعد ان کے سب کا اتفاق ہو چکا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنی جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قبروں کی زیارت واجب ہے اگرچہ تمام عمر میں ایک ہی بار ہو یہ قول ابن حزم کا ہے اور عورتوں کے باب میں اختلاف ہے اکثر علماء کہتے ہیں کہ ان کو قبروں کی زیارت کرنی جائز ہے بشرطیکہ فتنے کا خوف نہ ہو اور دلیل ان کی یہ حدیث باب کی ہے کہ جب حضرت ﷺ نے اس عورت کو قبر کے پاس بیٹھے دیکھا تو اس پر انکار نہ کیا پس تقریر ثابت ہوئی اور یہی ہے قول عائشہ رضی اللہ عنہا کا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ رخصت جو مسلم کی حدیث میں آئی ہے سو مردوں کے ساتھ خاص ہے یعنی قبروں کی زیارت کرنی مردوں کو جائز ہے عورتوں کو جائز نہیں ہے یہ قول شیخ ابو اسحاق کا ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ اللہ نے لعنت کی ہے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر مگر یہ لعنت صرف انہی کے واسطے ہے جو بہت کثرت سے قبروں کی زیارت کریں کما هو مدلول لسان اللغة اور شاید سبب اس کا یہ ہے کہ وہ بہت روتی چلاتی ہیں اور خاوندوں کا حق ضائع کرتی ہیں اور اگر ان باتوں سے امن ہو تو جائز ہے کہ موت کی یادداشت کے سب محتاج ہیں مگر احتیاط اسی میں ہے کہ عورتیں قبروں کی زیارت کو نہ جائیں کہ وہ فتنے سے خالی نہیں۔

۱۲۰۳ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِيْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ قَالَتْ إِلَيْكَ عَنِّيْ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِيْ وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيْلَ لَهَا إِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهٗ بَوَّابِيْنَ فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفْكَ فَقَالَ إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰى.

۱۲۰۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ایک عورت پر گزرے جو قبر کے پاس روتی تھی سو آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ اللہ سے ڈر اور صبر کر اس نے کہا کہ میرے پاس سے ٹل جا کہ تجھ پر وہ مصیبت نہیں پڑی جو مجھ پر پڑی ہے اور وہ عورت حضرت ﷺ کو نہیں پہچانتی تھی سو کسی نے اس سے کہا کہ یہ تو حضرت ﷺ تھے تب وہ پچھتائی حضرت ﷺ کے دروازے پر آئی اور دروازے پر دربانوں کو نہ پایا یعنی جب اس نے حضرت ﷺ کا نام سنا تو اس کو خوف پیدا ہوا اور خیال کیا کہ بادشاہوں کی طرح آپ کے دروازے پر بھی دربان ہوں گے اور شاید اندر جانا ملے یا نہ ملے سو جب وہ آئی تو معاملہ اس کے برعکس دیکھا اور عرض کیا کہ میں نے آپ کو نہیں پہچانا یعنی اب میں آپ کا حکم مانتی ہوں اور صبر کرتی ہوں سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ صبر کا ثواب تو اول صدمے کے نزدیک ہے یعنی صبر کا وقت ابتداء مصیبت میں ہے اور اسی صبر کا شرع میں ثواب اور اعتبار ہے اس واسطے کہ جب مصیبت کو بہت مدت گزر جائے تو آدمی کو خود بخود صبر آ جاتا ہے خواہ ایماندار ہو خواہ کافر ہو تو اس میں صبر کا کچھ اعتبار نہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبروں کی زیارت کرنی جائز ہے اس لیے کہ آپ نے اس عورت کو قبر کے پاس بیٹھے دیکھا اور اس پر انکار نہ کیا اور نہ یہ فرمایا کہ تو اپنے گھر سے باہر کیوں نکلی ہے پس معلوم ہوا کہ عورت کو گھر سے نکلنا جائز ہے اور وہ عام ہے اس سے کہ میت کے ماتم کے واسطے نکلے یا زیارت قبور کے واسطے نکلے دونوں کا حکم ایک ہے اور یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ جاہل کے ساتھ تواضع اور نرمی سے پیش آنا چاہیے اور اس کا عذر قبول کرنا چاہیے اور نیک بات بتلانا چاہیے اور برے کام سے روکنا چاہیے اور ایک یہ کہ جو شخص نیک بات بتلائے اس کو قبول کرنا چاہیے اگرچہ مامور آمر کو نہ پہچانتا ہو اور ایک یہ کہ قاضی اور حاکم کو لائق نہیں کہ کسی کو اپنا دربان بنائے جو لوگوں کی حاجت روائی سے مانع ہو اور یہ کہ جزع

فزع کرنا منع ہے اور یہ کہ قبروں کی زیارت کرنی جائز ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت اور خواہ قبر والا مسلمان ہو یا کافر کہ آپ نے اس کی تفصیل نہیں پوچھی امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی ہے مذہب جمہور کا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَآءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ إِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِهِ.

حضرت ﷺ کی اس حدیث کا بیان کہ مردے پر عذاب ہوتا ہے اس کے گھر والوں کی بعض قسم رونے کے سبب سے۔

**فائدہ:** یعنی جس رونے میں نوحہ ہو اور میت کی خوبیاں بیان کی جائیں نہ محض رونا کہ وہ رحمت ہے مگر یہ اسی وقت ہے جب کہ نوحہ کر کے رونا اس کی عادت اور اس کا طریقہ ہو اور ماتموں میں خود جا کر نوحہ کرتا ہو یا اس کے گھر میں یہ رسم ہو اور وہ منع نہ کرے بلکہ اس پر راضی ہو تو اس کے مرنے کے بعد جو اس پر نوحہ ہوگا تو اس سے بھی اس پر عذاب ہوگا کہ یہ بھی بجائے اس کے اپنے عمل کے ہے کہ اس کو اس سے منع کرنے کا حکم آیا ہے ساتھ دلیل اس آیت کے:

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾.

اللہ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

**فائدہ:** وجہ استدلال کی اس آیت سے یہ ہے کہ اس آیت میں اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچانے کا حکم ہے اور وہ عام ہے ہر قسم کے بچانے کو شامل ہے اور یہ مستلزم ہے اس بات کو کہ آدمی برے کام کی عادت اختیار نہ کرے تاکہ اس کے گھر والے اس کے مرنے کے بعد اس فعل بد کے مرتکب نہ ہوں اور اگر اس نے خود برے کام کی عادت کر رکھی ہو یا اس کے گھر میں یہ رسم ہو اور اس سے منع نہ کرے تو اس نے نہ اپنی جان کو بچایا اور نہ اپنے گھر والوں کو بچایا لامحالہ مرنے کے بعد نوحہ کرنے کے سبب سے اس پر عذاب ہوگا بہ سبب سستی اور عدم تعمیل حکم کے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں میں ہر ایک شخص حاکم ہے اور ہر ایک اپنی رعیت اور زیر دست سے پوچھا جائے گا۔

**فائدہ:** یہ حدیث پوری کتاب الجمعہ میں گزر چکی ہے اور وجہ استدلال کی اس حدیث سے یہ ہے کہ اس حدیث میں رعیت کی حفاظت کرنے کا حکم ہے اور حفاظت عام ہے ہر قسم کی حفاظت کو شامل ہے پس یہ مستلزم ہے اس بات کو کہ وہ برے کام کی عادت اختیار نہ کرے تاکہ اس کے گھر والے اس کے مرنے کے بعد اس فعل بد کے مرتکب نہ ہوں اور نہ اپنے گھر میں کوئی رسم بد ہونے دے ورنہ اس سے پوچھا جائے گا اور اس پر اس کو عذاب ہوگا۔

فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ سُنَّتِهِ فَهُوَ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ﴿وَلَا تَزِرُ

اور اگر نوحہ کر کے رونا اس کی عادت نہ ہو یعنی نہ خود کیا ہو اور نہ گھر والوں کو کرنے دیا ہو یا وہ گھر والوں کے فعل

وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ وَهُوَ كَقَوْلِهِ ﴿وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ﴾ وَمَا يُرَخَّصُ مِنَ الْبُكَآءِ فِيْ غَيْرِ نَوْحٍ.

سے بے خبر ہو تو اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا یعنی مرنے کے بعد نوحہ کرنے کا گناہ رونے والے پر ہوگا نہ مردے پر اور وہ آیت اس آیت کی طرح ہے یعنی اس کے معنی میں ہے کہ اگر کوئی جان بھاری بوجھ والا کسی دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کے واسطے بلائے تو نہ اٹھایا جائے گا اس سے کچھ یعنی پس نوحہ کرنے کا گناہ رونے والے پر ہوگا نہ مردے پر اور جس رونے میں نوحہ نہ ہو اور میت کی خوبیوں کا بیان نہ ہو وہ رونا جائز ہے بلکہ رحمت ہے۔

**فائدہ:** اس جملے کا عطف ابتدائے ترجمہ پر ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا وَذٰلِكَ لِاَنَّهُ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ.

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں قتل کی جاتی کوئی جان ظلم سے مگر کہ آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے قابیل پر اس کے خون کا حصہ بڑھتا ہے یعنی وہ بھی گناہ میں شریک ہوتا ہے اس واسطے کہ اس نے اول خون کرنے کی رسم نکالی۔

**فائدہ:** حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو ناحق مار ڈالا تھا خونریزی کی رسم اول اس نے نکالی تو جتنے عالم میں قیامت تک خون ہوں گے سب کا گناہ اس پر ضرور ہوگا اسی طرح جو شخص کہ بد رسم خلاف شرع نکالے گا اس کے کرنے والوں کے برابر اس کی گردن پر بھی وبال پڑے گا اور اسی طرح جو شخص کہ مردے پر نوحہ کر کے روئے تو گویا اس نے اپنے گھر والوں کے واسطے یہ رسم نکالی تو لامحالہ نوحہ کرنے والے کے برابر اس پر بھی اس کا گناہ ہوگا پس مطابقت اس حدیث کی باب کے پہلے مسئلے سے ظاہر ہے لیکن مناسب یہ تھا کہ اس حدیث کے پہلے مسئلے کے متصل نقل کیا جاتا اور حاصل اس باب کا یہ ہے کہ زندے کے نوحہ کرنے سے مردے پر عذاب نہیں ہوتا مگر جب کہ اس کی طرف سے اس میں کوئی سبب ہو سو جو لوگ کہتے ہیں کہ زندے کے نوحہ کرنے سے مردے پر عذاب ہوتا ہے تو ان کی مراد بھی یہی ہے کہ اس میں اس کی طرف سے کوئی سبب ہو اور جو لوگ اس کے منکر ہیں تو ان کی مراد یہ ہے کہ اس میں مردے کی طرف سے کوئی سبب نہ ہو پس اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

۱۲۰۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ وَمُحَمَّدٌ قَالَا اَخْبَرَنَا

۱۲۰۴۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم

عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَرْسَلَتِ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ إِنَّ ابْنًا لِيْ قُبِضَ فَأْتِنَا فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ فَرُفِعَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَتَقَعْقَعُ قَالَ حَسِبْتُهُ أَنَّهُ قَالَ كَأَنَّهَا شَنٌّ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذَا فَقَالَ هٰذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَآءَ.

حضرت ﷺ کے پاس بیٹھے تھے سو حضرت ﷺ کی کسی بیٹی نے آپ سے کہلا بھیجا کہ میرا لڑا مرتا ہے یعنی قریب الموت ہے آپ تشریف لائے سو آپ نے سلام کہا اور کہلا بھیجا کہ بیشک اللہ ہی کا تھا جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کے نزدیک مدت مقرر ہے یعنی لڑکا اللہ کی امانت تھا اللہ نے لیا تو صبر کرنا چاہیے بیگانی چیز پر کچھ دعویٰ نہیں اس لڑکے پر کیا موقوف ہے ہر چیز کی ایک مدت ہے آخر اس کو فنا ہے سو چاہیے کہ صبر کرے اور ثواب کی امید رکھے سو پھر اس نے قسم دے کر کہلا بھیجا کہ آپ ضرور تشریف لائیں سو آپ کھڑے ہو کر اس کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ سعد بن عبادہ اور معاذ بن جبل اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہ کئی اصحاب تھے سو وہ لڑکا آپ کے پاس لایا گیا اور اس کی جان نہایت بیقرار تھی جیسے کہ وہ پرانی اور خشک مشک تھی یعنی نہایت ضعیف تھا سو آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے سو سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا حضرت! یہ رونا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ رحمت اور نرم دلی کی نشانی ہے اللہ نے اس کو اپنے بندوں کے دلوں میں ڈالا ہے اور اللہ تو اپنے بندوں میں سے صرف انہیں پر رحم کرتا ہے جو رحم کرنے والے ہیں یعنی جو آنسو کہ دل کے غم سے خود بخود بلا قصد جاری ہوں ان پر عذاب نہیں عذاب تو صرف بے صبری اور نوحہ کرنے پر ہوتا ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس رونے میں نوحہ نہ ہو صرف آنکھ اور دل سے ہو وہ رونا جائز ہے پس مطابقت اس حدیث کی باب کے تیسرے مسئلے سے ثابت ہے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ جو شخص قریب الموت ہو اس کے پاس بزرگوں کو برکت اور دعا کے واسطے لانا جائز ہے اور ان کو قسم دینی جائز ہے اور ایک یہ کہ بغیر اذن کے ماتم پرسی اور بیمار پرسی کو جانا جائز ہے بخلاف ولیمہ کے کہ اس میں بغیر اذن کے

جانا درست نہیں اور ایک یہ کہ قسم کو پورا کرنا مستحب ہے اور ایک یہ کہ مصیبت والے کو موت سے پہلے صبر کی وصیت کرنا چاہیے اور ایک یہ کہ سلام کو کلام پر مقدم کرے اور ایک یہ کہ بزرگوں کو لائق نہیں کہ لوگوں کو اپنی بزرگی سے محروم رکھیں اور کسی کو اپنے پاس نہ آنے دیں اور یہ کہ مخلوق پر رحم کرنا چاہیے اور یہ کہ دل کی سختی سے بچنا چاہیے۔

١٢٠٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتًا لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ قَالَ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ قَالَ فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ لَّمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَنَا قَالَ فَانْزِلْ قَالَ فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا.

١٢٠٥۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (اور عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی) کے جنازے پر حاضر ہوئے اور آپ قبر کے پاس بیٹھے تھے سو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے فرمایا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے آج کی رات صحبت داری نہ کی ہو سو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ہوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس کی قبر میں اتر سو وہ اس کی قبر میں اترا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر نوحہ کے رونا جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مردوں کو عورت کی قبر میں اتارنا جائز ہے خواہ عورت اپنی ہو خواہ بیگانی ہو اور یہ کہ قبر میں داخل ہونا اس کا افضل ہے جس نے اس رات کو صحبت نہ کی ہو اگرچہ اس کا باپ اور خاوند بھی پاس موجود ہوں اور یہ کہ دفن کے وقت قبر کے کنارے پر بیٹھنا جائز ہے اور یہ کہ مرنے کے بعد مردے پر رونا جائز ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ میت پر رونا مکروہ ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب مر جائے تو اس پر نہ رویا کرو لیکن یہ حدیث اولویت پر محمول ہے اور مراد یہ ہے کہ بلند آواز سے رونا درست نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ مردوں اور عورتوں میں فرق کیا جائے یعنی مردوں کو رونا جائز ہے اور عورتوں کو رونا جائز نہیں کہ ان میں صبر نہیں اور یہ جو فرمایا کہ جس نے آج کی رات صحبت نہ کی ہو وہ قبر میں داخل ہو تو اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس رات اپنی لونڈی سے صحبت کی تھی سو آپ نے اشارے سے منع کیا کہ وہ قبر میں داخل نہ ہوں، واللہ اعلم۔

١٢٠٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ تُوُفِّيَتْ بِنْتٌ لِّعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمَكَّةَ وَجِئْنَا

١٢٠٦۔ حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیٹی مکے میں فوت ہوئی سو ہم اس کے جنازے کے واسطے آئے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اس میں حاضر ہوئے اور میں ان دونوں کے درمیان میں بیٹھا تھا

لِنَشْهَدَهَا وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَإِنِّي لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا أَوْ قَالَ جَلَسْتُ إِلٰى أَحَدِهِمَا ثُمَّ جَآءَ الْاٰخَرُ فَجَلَسَ إِلٰى جَنْبِي فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ أَلَا تَنْهٰى عَنِ الْبُكَآءِ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَآءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَدْ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ بَعْضَ ذٰلِكَ ثُمَّ حَدَّثَ قَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ مَّكَّةَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَآءِ إِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هٰٓؤُلَآءِ الرَّكْبُ قَالَ فَنَظَرْتُ فَإِذَا صُهَيْبٌ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ادْعُهُ لِيْ فَرَجَعْتُ إِلٰى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ ارْتَحِلْ فَالْحَقْ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَمَّا أُصِيْبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِيْ يَقُوْلُ وَا أَخَاهُ وَا صَاحِبَاهُ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَا صُهَيْبُ أَتَبْكِيْ عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَآءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ عُمَرَ وَاللّٰهِ مَا حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یوں کہا کہ میں ان میں سے ایک کے پاس بیٹھا پھر دوسرا آیا اور وہ میرے پہلو میں بیٹھ گیا سو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا تو عورتوں کو رونے سے منع نہیں کرتا اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مردے پر عذاب ہوتا ہے اس کے گھر والوں کے رونے کے سبب سے سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ اس میں بعض کا لفظ زیادہ کرتے تھے یعنی ہر قسم کے رونے سے مردے پر عذاب نہیں ہوتا بلکہ بعض قسم سے عذاب ہوتا ہے پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے پلٹا یعنی دونوں حج سے پھر کر مدینہ کو چلے یہاں تک کہ جب ہم بیداء (ایک میدان کا نام ہے مکہ اور مدینہ کے درمیان) میں پہنچے تو اچانک عمر رضی اللہ عنہ نے کئی سوار درخت کے سائے میں دیکھے سو کہا کہ جا اور دیکھ کہ کون سوار ہیں اس نے کہا کہ میں نے جا کر دیکھا تو اچانک وہ صہیب رضی اللہ عنہ صحابی تھے کہ اپنی فوج کے ساتھ درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے سو میں نے آ کر عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی سو کہا کہ ان کو میرے پاس بلا لاؤ سو میں صہیب رضی اللہ عنہ کے پاس پلٹ گیا اور کہا کہ کوچ کر اور امیر المؤمنین کے ساتھ مل کہ وہ تم کو بلاتے ہیں سو وہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آ ملے یہاں تک کہ ہم سب مدینے میں پہنچے سو جب عمر رضی اللہ عنہ کو پیٹ میں نیزہ لگا تو صہیب رضی اللہ عنہ روتے ہوئے اندر آئے کہتے تھے اے بھائی! اے صاحب! سو عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا کہ اے صہیب! کیا تو مجھ پر روتا ہے؟ اور حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مردے پر عذاب ہوتا ہے اس کے گھر والوں کے بعض رونے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے یہ قول عمر رضی اللہ عنہ کا عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا

إِنَّ اللّٰهَ لَيُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُكَآءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَلٰكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ لَيَزِيْدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَآءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَقَالَتْ حَسْبُكُمُ الْقُرْاٰنُ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عِنْدَ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكٰى قَالَ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ وَاللّٰهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا شَيْئًا.

کہ اللہ عمر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے قسم اللہ کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث نہیں فرمائی کہ اللہ ایماندار پر عذاب کرتا ہے اس کے گھر والوں کے رونے کے سبب سے لیکن آپ نے یہ فرمایا ہے کہ بیشک اللہ کافروں پر عذاب زیادہ کرتا ہے اس کے گھر والوں کے رونے کے سبب سے اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم کو قرآن کافی ہے اللہ نے فرمایا کہ نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ یعنی یہ حدیث کہ مردے پر عذاب ہوتا ہے گھر والوں کے رونے کے سبب سے فقط کافروں کے حق میں ہے کہ ان پر رونے کے سبب سے عذاب زیادہ ہوتا ہے نہ مسلمانوں کے حق میں کہ رونے سے ان پر عذاب نہیں ہوتا ہے اللہ نے فرمایا کہ ایک دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور دوسرے کے بدلے اس پر عذاب نہیں ہوگا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس وقت کہا کہ اللہ ہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے یعنی رونا اور ہنسنا اللہ کی طرف سے ہے اس کو عذاب میں کچھ دخل نہیں پس رونے سے مردے پر عذاب نہیں ہوگا ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسم اللہ کی ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب میں کچھ نہ کہا یعنی اس واسطے کہ ان کو خیال آیا کہ یہ حدیث قابل تاویل ہے اور کوئی تاویل ان کے نزدیک معین نہ ہوئی۔

**فائدہ:** جاننا چاہیے کہ علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ گھر والوں کے رونے کے سبب سے مردے پر عذاب ہوتا ہے یا نہیں؟ سو بعض علماء تو اس کو اپنے ظاہری معنی پر محمول کرتے ہیں جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ اور صہیب رضی اللہ عنہ کے قصے سے معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ شاید عمر رضی اللہ عنہ کی یہ مراد ہو کہ مردے پر عذاب اسی وقت ہوتا ہے جب کہ باوجود قدرت کے اس سے منع نہ کرے اسی واسطے اس نے صہیب رضی اللہ عنہ کو منع کیا اور یہی قول ہے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث مردود ہے ساتھ اس آیت کے کہ نہیں اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں شہید ہو اور کوئی عورت اس پر بیوقوفی اور نادانی سے روئے تو لازم آئے گا کہ اس کے رونے سے اس شہید پر بھی عذاب ہو اور یہی قول ہے ایک جماعت شافعیہ کا لیکن یہ توجیہ غلط ہے

اس لیے کہ بعد ثبوت کے حدیث کو محض ظن سے رد کرنا جائز نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ رونے کے وقت اس پر عذاب شروع ہوتا ہے نہ رونے کے سبب سے مگر یہ بھی محض تکلف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ عذاب فقط کافروں کے ساتھ خاص ہے یعنی اول تو وہ کفر کے سبب سے عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں پھر جب مرنے کے بعد لوگ ان پر روتے ہیں تو اس سے ان پر عذاب اور زیادہ ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث خاص ایک یہودیہ کے حق میں وارد ہوئی ہے اور حدیث عمر رضی اللہ عنہ کی بھول چوک پر محمول ہے یہ بھی قول عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے لیکن اس حدیث کو بھول چوک پر محمول کرنا بہت بعید ہے اس لیے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے سوا اور بہت صحابہ نے بھی یہ حدیث اسی طرح روایت کی ہے اور وہ یقین سے روایت کرتے ہیں پس عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کی کوئی وجہ صحیح نہیں اس کے باوجود کہ تطبیق بھی ممکن ہے اور اکثر اہل علم نے عمر رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں کئی طور سے تطبیق دی ہے اول تطبیق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جیسا کہ ابتدا باب میں بیان اس کا گزرا۔ دوسری یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس صورت پر محمول ہے جب کہ مردہ اپنے اوپر نوحہ کرنے کی خود وصیت کر جائے جیسا کہ کفار عرب کی عادت تھی کہ مرتے وقت وارثوں کو وصیت کر جاتے تھے کہ ہم کو خوب رونا اور ہماری خوبیاں اچھی طرح بیان کرنا اور ساتھ اسی کے قائل ہیں مزنی اور ابراہیم حربی اور دوسرے لوگ شافعیہ وغیرہ سے اور ابو اللیث سمرقندی نے کہا کہ یہی ہے قول اکثر اہل علم کا اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہی ہے قول جمہور کا۔ تیسری یہ ہے کہ عذاب فقط اس شخص کے ساتھ خاص ہے جس کے گھر میں نوحہ کر کے رونے کی عادت ہو اور وہ باوجود قدرت کے اس سے منع نہ کرے یہ قول داؤد ظاہری اور ایک جماعت کا ہے لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ اس کو ان کے اس فعل سے خبر ہو اور اگر اس کو خبر نہ ہو تو کچھ مواخذہ نہیں۔ چوتھی یہ ہے کہ جن اوصاف اور خوبیوں کو لوگ رونے میں بیان کرتے ہیں اکثر اوقات وہ منہیات سے ہوتے ہیں جیسے کہ اس کی ریاست کی تعریف کرتے ہیں جس میں اس نے ظلم کیا یا اس کی بخشش کی تعریف کرتے ہیں جس کو اس نے ناحق اور ناجائز کام میں صرف کیا ہو پس مراد یہ ہے کہ لوگ ان افعال سے مردے کی تعریف کرتے ہیں اور مردے کو ان سے عذاب ہوتا ہے۔ پانچویں یہ ہے کہ مراد عذاب سے فرشتوں کا جھڑکنا ہے یعنی جب لوگ اس کی خوبیاں بیان کر کے روتے ہیں تو فرشتے اس کو جھڑک سے کہتے ہیں کہ کیا تو ایسا تھا؟ کیا تو ایسا تھا؟۔ چھٹی یہ ہے کہ مراد عذاب سے رنج اور تکلیف ہے یعنی نوحہ گری اور چلا کر رونے سے مردے کو تکلیف ہوتی ہے یہ قول ابو جعفر طبری اور ابن مرابط اور عیاض وغیرہ کا ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں ابن تیمیہ وغیرہ متاخرین اور بعض کہتے ہیں کہ حال قیامت اور برزخ کے درمیان فرق ہے پس آیت ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ حال قیامت پر محمول ہے اور یہ حدیث کہ مردے پر عذاب ہوتا ہے رونے کے سبب سے حال برزخ پر محمول ہے یعنی ممکن ہے کہ عالم برزخ میں غیر کے فعل سے مردے پر عذاب ہو اور قیامت میں ایک کے فعل سے دوسرے پر عذاب نہ ہو، واللہ اعلم بالصواب۔

۱۲۰۷ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ وَهُوَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ لَمَّا أُصِيْبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَعَلَ صُهَيْبٌ يَقُوْلُ وَا أَخَاهُ فَقَالَ عُمَرُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَآءِ الْحَيِّ.

۱۲۰۷۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے یعنی اس زخم سے جس کے ساتھ ان کا انتقال ہوا تو صہیب رضی اللہ عنہ رونے لگے کہتے تھے اے ہمارے بھائی! سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مردے پر عذاب ہوتا ہے زندے کے رونے سے۔

**فائدہ:** یہ حدیث اسی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو اوپر گزری اس سے معلوم ہوا کہ یہ عذاب کافروں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے اور اگر کوئی کہے کہ یہاں عمر رضی اللہ عنہ نے صہیب رضی اللہ عنہ کو رونے سے منع کیا اور آئندہ آئے گا کہ اس نے بنی مغیرہ کی عورتوں کو رونے پر برقرار رکھا پس یہ تعارض ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ صہیب رضی اللہ عنہ کے رونے سے مراد چلا کر رونا ہے اور عورتوں کے رونے سے مراد آہستہ رونا ہے اس واسطے کہ صہیب رضی اللہ عنہ کو منع کر دیا کہ شاید چلا کر رونا منع ہو اور عورتوں کو برقرار رکھا اور کہا کہ ان کو چھوڑ دے مگر چلا کر نہ روئیں۔

۱۲۰۸ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ يَبْكِيْ عَلَيْهَا أَهْلُهَا فَقَالَ إِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا وَإِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا.

۱۲۰۸۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی عورت پر گزرے کہ اس کے گھر والے اس پر روتے تھے سو فرمایا کہ یہ لوگ اس پر روتے ہیں اور اس کو قبر میں عذاب ہوتا ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعْهُنَّ يَبْكِيْنَ عَلٰى أَبِيْ سُلَيْمَانَ مَا لَمْ يَكُنْ نَقْعٌ أَوْ لَقْلَقَةٌ وَالنَّقْعُ التُّرَابُ عَلَى الرَّأْسِ وَاللَّقْلَقَةُ الصَّوْتُ.

مردے پر نوحہ کرنا اور چلا کر رونا حرام ہے اس لیے کہ اس پر وعید آ چکی ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان عورتوں کو چھوڑ دو کہ وہ ابو سلیمان پر روئیں جب تک کہ سر پر مٹی ڈالنا اور چلا کر رونا نہ ہو امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ نقع کہتے ہیں سر پر مٹی ڈالنے کو اور لقلقہ کہتے ہیں چلا کر رونے کو۔

**فائدہ:** جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو اس کی لڑکیاں اور قبیلے کی عورتیں جمع ہو کر رونے لگیں سو کسی نے عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ اے امیر المؤمنین! ان کو منع کرو تب انہوں نے یہ فرمایا یعنی سر پر مٹی ڈالنا اور چلا کر رونا منع ہے اور اگر یہ نہ ہو تو درست ہے۔

۱۲۰۹ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى أَحَدٍ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ نِيحَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ.

۱۲۰۹۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ بیشک مجھ پر جھوٹ باندھنا اوروں پر جھوٹ باندھنے کے برابر نہیں جو مجھ پر جھوٹ باندھے گا جان بوجھ کر سو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ ٹھہرا لے دوزخ سے میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جس مردے پر نوحہ ہوا تو اس پر عذاب ہوتا ہے نوحے کے سبب سے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوحہ گری سے مردے پر عذاب ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ مردے پر نوحہ کرنا حرام ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے اور یہ جو مغیرہ نے پہلے اس سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کی حدیث بیان کی تو غرض اس سے یہ ہے کہ نوحہ کرکے رونے کی حدیث صحیح ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور اس میں اشارہ ہے کہ اپنی کلام کی تصدیق کے واسطے کسی کلام کو بیان کرنا جائز ہے اور یہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اوپر جھوٹ باندھنا اوروں پر جھوٹ باندھنے کے برابر نہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اوروں پر جھوٹ باندھنا جائز ہے بلکہ اس کی حرمت بھی اور دلیلوں سے ثابت ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں وعدہ دوزخ کا نہیں گو کبیرہ گناہ ہے۔

۱۲۱۰ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهٖ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ تَابَعَهُ عَبْدُ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ ح وَقَالَ اٰدَمُ عَنْ شُعْبَةَ

۱۲۱۰۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردے پر قبر میں عذاب ہوتا ہے نوحہ کرنے کے سبب سے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ مردے پر عذاب ہوتا ہے زندے کے رونے سے۔

الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَآءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ.

**فائدہ:** اس سے بھی معلوم ہوا کہ مردے پر نوحہ کرنا حرام ہے پس یہی ہے وجہ مطابقت اس حدیث کی باب سے۔

بَابٌ . یہ باب ہے۔

١٢١١ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جِيْءَ بِأَبِيْ يَوْمَ أُحُدٍ قَدْ مُثِّلَ بِهٖ حَتّٰى وُضِعَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ سُجِّيَ ثَوْبًا فَذَهَبْتُ أُرِيْدُ أَنْ أَكْشِفَ عَنْهُ فَنَهَانِيْ قَوْمِيْ ثُمَّ ذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْهُ فَنَهَانِيْ قَوْمِيْ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُفِعَ فَسَمِعَ صَوْتَ صَآئِحَةٍ فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ فَقَالُوا ابْنَةُ عَمْرٍو أَوْ أُخْتُ عَمْرٍو قَالَ فَلِمَ تَبْكِيْ أَوْ لَا تَبْكِيْ فَمَا زَالَتِ الْمَلَآئِكَةُ تُظِلُّهٗ بِأَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رُفِعَ.

١٢١١۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرا باپ جنگ احد کے دن شہید ہوا اور اس کا ناک وکان کٹا ہوا تھا یعنی کافروں نے اس کے ناک اور کان کاٹ ڈالے تھے سو اس کی لاش لائی گئی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کپڑے سے چھپا کر رکھی گئی سو میں نے کپڑا اٹھا کر دیکھنے کا ارادہ کیا سو میری قوم کے لوگوں نے مجھ کو منع کیا پھر میں نے کھولنے کا ارادہ کیا سو لوگوں نے مجھ کو منع کیا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا کھولنے کا حکم فرمایا سو اٹھایا گیا پھر آپ نے رونے والی عورت کی آواز سنی سو فرمایا کہ یہ چلا کر رونے والی کون عورت ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عمرو کی بیٹی ہے یا بہن ہے فرمایا کہ کیوں روتی ہے؟ یا یوں فرمایا کہ نہ روئے اس واسطے کہ ہمیشہ فرشتے اس پر اپنے پروں کے سائے کیے رہے یہاں تک کہ اس کی لاش اٹھائی گئی یعنی جس کا ایسا عالی مرتبہ ہو اس پر رونا لائق نہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے رونے کی صریح ممانعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس کا جواز معلوم ہوتا ہے سو علماء نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ نہی سے پہلے کا ہے پھر آپ نے بعد اس کے نوحہ گری سے منع فرمایا جیسا کہ احمد وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جب انصار کی عورتیں حمزہ رضی اللہ عنہ پر رونے لگیں تو آپ نے فرمایا کہ عورتیں کسی مردے پر نہ رویا کریں وصححہ الحاکم یا مراد اس سے آہستہ رونا ہے نہ چلا کر۔

بَابُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُيُوْبَ. وہ شخص ہم لوگوں میں سے نہیں جو مصیبت میں گریبان کو پھاڑے۔

**فائدہ:** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں صرف ایک مسئلے کو اس واسطے ذکر کیا کہ یہ برأت مجموعہ کے چھوڑنے پر موقوف نہیں بلکہ ایک ایک کے چھوڑنے سے بھی برأت حاصل ہو جاتی ہے۔

١٢١٢ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

١٢١٢۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ الْيَامِيُّ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہماری راہ پر نہیں جو مصیبت میں منہ کو مارے اور گریبان کو پھاڑے اور کفر کے بول بولے۔

**فائدہ:** کفر کے بول یعنی واویلا وا مصیبتا کہنا یا یوں کہنا کہ ہائے یہ کیا غضب ہوا یہ کیا ظلم ہم پر ہوا یا میت کی برائیاں ذکر کر کے چلا کر رونا پیٹنا منع ہے کہ یہ کفر یہ رسمیں ہیں کسی مردے پر یہ رسمیں کرنی جائز نہیں خواہ اپنی مصیبت ہو خواہ کسی امام، پیغمبر کی ہو لیکن دل میں غم کرنا اور آنکھ سے آنسو نکلنا منع نہیں سنت یہ ہے کہ مصیبت میں صبر کرے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے اور یہ جو فرمایا کہ وہ ہم لوگوں میں سے نہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ہمارے طریقے پر نہیں یہ مراد نہیں کہ وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ تو مجھ سے نہیں یعنی میری راہ پر نہیں اس کا یہ معنی نہیں کہ تو میری نسل سے نہیں اور فائدہ اس لفظ کے ذکر کرنے کا یہ ہے کہ اس میں نہایت تاکید اور مبالغہ ہے کہ یہ رسمیں بہت بری لازم ہے کہ حتی الامکان اس سے بچے اور یا مراد اس سے دین کامل ہے یعنی جو مصیبت میں یہ رسمیں کرے گا اس کا دین کامل نہیں ناقص ہے اور بعض نے کہا کہ اس حدیث کی تاویل کرنا مکروہ ہے تا کہ لوگوں کو اس سے خوف پیدا ہو اور یہ بات خوب دل میں جم جائے یہ قول سفیان ثوری کا ہے اور بعضوں نے کہا کہ مراد اس سے بری ہونا ہے یعنی اس کو پیغمبر کی شفاعت نہیں ہوگی بہر صورت اس سے ثابت ہوا کہ مصیبت میں یہ رسمیں کرنی حرام ہیں کہ یہ مستلزم ہے اس بات کو کہ آدمی قضائے الٰہی پر راضی نہیں وفیہ المطابقة للترجمة لیکن اگر باوجود علم حرمت کے اس کو حلال جان کر کرے تو اس وقت یہ کہنا جائز ہے کہ یہ شخص دین سے خارج ہے۔

بَابُ رِثَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ خَوْلَةَ.

حضرت ﷺ کا سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کے واسطے غم کرنا اور دل گیر ہونا۔

فائدہ: رثا کہتے ہیں میت کی تعریف کرنے اور اس کی خوبیاں بیان کرنے کو لیکن یہاں مراد اس سے غم کرنا ہے اس لیے کہ مرثیہ خوانی منع ہے اور غم کرنا مباح ہے اور بہت صحابہ وغیرہ سے اس کا کرنا ثابت ہے چنانچہ مروی ہے کہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت ﷺ کے غم میں یہ شعر کہے۔

ماذا على من شم تربة احمد ۔۔۔ ان لا يشم مدى الزمان غواليه
صبت على مصائب لو انها ۔۔۔ صبت على الايام صرن لياليا

اور احمد اور ابن ماجہ وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے منع فرمایا مرثیہ پڑھنے سے سو مراد اس سے وہ خوبیاں بیان کرنی ہیں جو غم کا باعث ہوں یا مجمع کر کے مرثیہ خوانی کریں یا کثرت سے اس فعل کو کریں یہ مراد نہیں کہ مطلق غم کرنا منع ہے وهذا هو وجه التطبيق بين مختلف الاحاديث.

۱۲۱۳ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِيْ فَقُلْتُ إِنِّيْ قَدْ بَلَغَ بِيْ مِنَ الْوَجَعِ وَأَنَا ذُوْ مَالٍ وَلَا يَرِثُنِيْ إِلَّا ابْنَةٌ أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِيْ قَالَ لَا فَقُلْتُ بِالشَّطْرِ فَقَالَ لَا ثُمَّ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَبِيْرٌ أَوْ كَثِيْرٌ إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَآءَ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فِيْ امْرَأَتِكَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِيْ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا إِلَّا ازْدَدْتَ بِهٖ دَرَجَةً وَرِفْعَةً ثُمَّ لَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ اٰخَرُوْنَ اللّٰهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ لٰكِنِ الْبَآئِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِيْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ.

۱۲۱۳۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حجۃ الوداع میں سخت بیمار ہوا حضرت ﷺ میرے پوچھنے کو آئے میں نے کہا کہ میں بہت بیمار ہوں زندگی کی کچھ توقع نہیں جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں اور میں بہت مالدار ہوں اور میری اولاد صرف ایک بیٹی ہے اس کے سوا کوئی میرا وارث نہیں سو اگر آپ فرمائیں تو ایک حصہ مال کا اپنی بیٹی کو دوں اور دو حصے مال خیرات کر دوں آپ نے فرمایا نہیں پھر میں نے کہا آدھا مال خیرات کر دوں آپ نے فرمایا کہ نہیں پھر میں نے کہا تہائی مال خیرات کر دوں آپ نے فرمایا کہ ہاں اور تہائی مال خیرات کے واسطے بہت ہے اس واسطے کہ اگر تو اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑے تو بہتر ہے اس سے کہ تو ان کو محتاج چھوڑے کہ مانگیں لوگوں سے ہتھیلی پھیلا کر اور جو کچھ کہ تو خرچ کرے گا اللہ کی رضامندی کے واسطے اس کا تجھ کو ضرور ثواب ملے گا یہاں تک کہ جو تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے گا یعنی اس کا ثواب بھی تم کو ملے گا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا پھر میں نے کہا یا حضرت! کیا میں چھوڑ دیا جاؤں گا بعد اپنے ساتھیوں کے چلے جانے کے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو بیماری کے سبب سے کے میں چھوڑا جائے گا اور کوئی کام اللہ کی رضامندی کا کرتا رہے گا تو بیشک تیرا مرتبہ اور درجہ بلند ہو گا اور شاید کہ تو پیچھے چھوڑا جائے گا یعنی تیری زندگی دراز ہو گی یہاں تک کہ بہت گروہ تجھ سے نفع پائیں گے اور دوسرے لوگ تجھ سے ضرر پائیں گے یعنی تیرے جہاد سے مسلمانوں کو قوت ہو گی اور

کافروں کو ضرر اور نقصان پہنچے گا۔ اے اللہ! جاری اور قائم رکھ میرے اصحاب کی ہجرت کو اور نہ پھیر ان کو ایڑیوں کے بل لیکن نہایت محتاج سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ ہے کہ باوجود ہجرت کے پھر مکے میں آ کر مرا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردے پر غم کرنا اور افسوس کرنا جائز ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کے واسطے غم کیا وفیہ المطابقة للترجمة اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنی درست نہیں کہ اس میں وارثوں کا حق باطل ہوتا ہے اور مفصل بیان اس کا کتاب الوصایا میں آئندہ آئے گا، انشاء اللہ۔

بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْحَلْقِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ.

مصیبت کے وقت سر کے بال منڈوانے جائز نہیں۔

وَقَالَ الْحَكَمُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَيْمِرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ أَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وَجِعَ أَبُوْ مُوْسٰى وَجَعًا فَغشِيَ عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِيْ حَجْرِ امْرَأَةٍ مِّنْ أَهْلِهِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَّرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَنَا بَرِيْءٌ مِّمَّنْ بَرِئَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِئَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ.

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہوئے سو بے ہوش ہو گئے اور ان کا سر اپنے گھر والوں سے ایک عورت کی گود میں تھا (سو وہ عورت چلا کر رونے لگی) سو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیہوشی کے سبب سے اس کو منع نہ کر سکے سو جب ہوش میں آئے تو کہا کہ میں بیزار ہوں اس سے جس سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیزار ہیں اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیزار ہیں اس عورت سے جو چلا کر روئے اور سر کے بال منڈوائے اور گریبان کو پھاڑے یعنی یہ رسمیں حرام اور ناجائز ہیں۔

**فائدہ:** مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ.

ہمارے پر راہ پر نہیں جو مصیبت میں منہ کو مارے۔

۱۲۱۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۱۲۱۴۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہماری راہ پر نہیں جو مصیبت میں منہ کو مارے اور گریبان کو پھاڑے اور کفر کے بول بولے۔

وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْوَيْلِ وَدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ.

مصیبت میں واویلا کرنا اور جاہلیت کے بول بولنے جائز نہیں۔

**فائدہ:** جاہلیت کے بول یہ ہیں کہ مردے کو کہے اے ہمارے بازو! اے ہمارے پہاڑ! اے ہمارے مددگار! وغیرہ وغیرہ۔

۱۲۱۵ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

۱۲۱۵۔ ترجمہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

بَابُ مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ.

مصیبت کے وقت غمگین ہو کر بیٹھنے کا بیان یعنی جائز ہے جب تک افراط نہ ہو اور حد اعتدال سے نہ گزرے۔

**فائدہ:** امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اور آئندہ باب میں کوئی حکم صریح بیان نہیں کیا کہ جائز ہے یا نہیں اس واسطے کہ اپنی اپنی جگہ دونوں مسئلے لائق ترجیح کے ہیں پہلے کو اس واسطے ترجیح ہے کہ وہ آپ کا فعل ہے اور دوسرا تقریر ہے اور دوسرے کو اس واسطے ترجیح ہے کہ وہ نہایت صبر پر دلالت کرتا ہے پس آپ کا فعل بیان جواز پر محمول ہوگا۔

۱۲۱۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيٰى قَالَ أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا جَآءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرَفُ فِيهِ الْحُزْنُ وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَآئِرِ الْبَابِ شَقِّ الْبَابِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ نِسَآءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَآئَهُنَّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَّنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ

۱۲۱۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (جعفر طیار اور ابن حارثہ اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی میں بھیجا تھا) سو جب ان کی شہادت کی خبر آپ کے پاس آئی تو آپ غمگین ہو کر بیٹھے کہ آپ کے چہرے میں غم کا اثر پہچانا جاتا تھا اور میں دروازے کے سوراخ سے دیکھتی تھی سو ایک شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی کہ جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر میں عورتیں نوحہ کر کے روتی چلاتی ہیں آپ نے اس کو فرمایا کہ جا کر ان کو منع کر سو اس نے جا کر منع کیا (عورتوں نے نہ مانا) اس نے دوسری بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کی کہ

لَمْ يُطِعْنَهُ فَقَالَ انْهَهُنَّ فَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ غَلَبْنَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَزَعَمَتْ أَنَّهُ قَالَ فَاحْثُ فِيْ أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ فَقُلْتُ أَرْغَمَ اللّٰهُ أَنْفَكَ لَمْ تَفْعَلْ مَا أَمَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ.

وہ نہیں مانتی ہیں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر جا اور ان کو منع کر سو اس نے جا کر منع کیا (عورتوں نے پھر بھی نہ مانا) تیسری بار پھر حضرت ﷺ سے آ کر عرض کی کہ یا حضرت! وہ نہیں مانتی ہیں اور ہم پر غالب آ گئی ہیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت ﷺ نے تیسری بار فرمایا کہ جا اور ان کے منہ میں خاک ڈال دے یعنی تا کہ نوحہ گری سے باز آئیں میں نے کہا (عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے) کہ اللہ تیرے ناک کو خاک میں ملا دے یعنی تجھ کو خوار کرے کہ تو نے حضرت ﷺ کا کہنا نہیں کیا کہ عورتوں کو نرمی اور تسلی کے ساتھ باز نہیں رکھا اور تو نے آپ کو غم سے خلاص نہیں کیا کہ تین بار آپ کو تصدیعہ (دکھ، تکلیف) دیا اور عورتوں کا نوحہ کرنا آپ سے بیان کیا یعنی اگر تجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا تھا تو صاف کہنا تھا کہ مجھ سے باز نہیں آتی ہیں تا کہ حضرت ﷺ کسی دوسرے کو بھیجتے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصیبت میں غمناک ہو کر بیٹھنا جائز ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نوحہ گری اور چلا کر رونا حرام ہے کہ آپ نے منع کے واسطے نہایت تاکید کی اور عورتوں پر غصہ کیا اور ان کے عذاب کرنے کا حکم دیا پس معلوم ہوا کہ وہ چلا کر روتی تھیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کا رونا نوحہ سے خالی ہو اس لیے کہ اگر ان کا رونا نوحہ سے ہوتا تو آپ کسی دوسرے آدمی کو منع کرنے کے واسطے بھیجتے کہ آپ باطل امر پر قائم نہیں رہتے تھے پس اس صورت میں مباح امر سے منع کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ مبادا رفتہ رفتہ نوحہ گری تک نوبت نہ پہنچے اور حرام فعل میں گرفتار نہ ہو جائیں پس معلوم ہوا کہ اگر کسی امر کے کرنے سے حرمت تک پہنچنے کا خوف ہو تو ایسے مباح فعل سے بھی منع کرنا جائز ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ماتم پرسی کے واسطے آرام سے بیٹھنا جائز ہے اور یہ کہ عورتوں کو بیگانے مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے اور یہ کہ جو شخص بغیر سزا فعل سے باز نہ آئے اس کو ادب دینا جائز ہے۔ (فتح الباری)

١٢١٧ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ

١٢١٧۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قرآن کے قاری شہید ہوئے تو حضرت ﷺ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی سو میں نے آپ کو کبھی نہ دیکھا کہ اس سے زیادہ تر غمگین

اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا حِيْنَ قُتِلَ الْقُرَّآءُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزِنَ حُزْنًا قَطُّ أَشَدَّ مِنْهُ.

ہوئے ہوں۔

**فائدہ:** حضرت ﷺ نے اہل صفہ میں سے چند اصحاب کونجد کے کافروں کی طرف بھیجا کہ ان کو قرآن سنائیں اور اسلام کی طرف بلائیں سو جب وہ بئر معونہ میں کہ ایک جگہ کا نام ہے پہنچے تو عامر بن طفیل کہ ایک مشہور کافر تھا بہت کافروں کو جمع کر کے ان کے سر پر آ پہنچا اور اکثر لوگوں کو ان میں سے شہید کر دیا سو حضرت ﷺ نے ایک مہینہ برابر ان کافروں کے حق میں بد دعا کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصیبت کے وقت دل میں غم کرنا جائز ہے وفیه المطابقة للترجمة.

بَابُ مَنْ لَّمْ يُظْهِرْ حُزْنَهُ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ.

مصیبت میں اپنے غم کو نہ ظاہر کرنے کا بیان۔

**فائدہ:** یعنی مصیبت میں اگرچہ غم کو ظاہر کرنا جائز ہے جیسے کہ پہلے باب میں گزر چکا ہے لیکن غم کو نہ ظاہر کرنا بہت افضل ہے کہ وہ نہایت صبر کی دلیل ہے اور اس سے نفس عاجز ہوتا ہے اور ثواب زیادہ ملتا ہے۔

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبِ الْقُرَظِيُّ الْجَزَعُ الْقَوْلُ السَّيِّءُ وَالظَّنُّ السَّيِّءُ.

اور محمد بن کعب نے کہا کہ مصیبت کے وقت جزع کرنا اس کو کہتے ہیں کہ بری بات کہے اور بدگمانی کرے یعنی نوحہ گری کرے اور مصیبت کے ثواب سے محروم رہے۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت میں برا گمان کرنا منع ہے اور جب بدگمانی منع ہوئی تو نیک ظن کرنا اور ثواب کی امید رکھنا ضروری ہوگا اس میں ترغیب ہے اس بات کی کہ آدمی مصیبت کے وقت صبر کرے اور غم کو ظاہر نہ کرے۔

وَقَالَ يَعْقُوْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ﴿إِنَّمَا أَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْ إِلَى اللهِ﴾.

اور یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کھولتا ہوں اپنا احوال اور غم اللہ کے پاس۔

**فائدہ:** یعنی میں اپنا غم صرف اللہ ہی کے پاس ظاہر کرتا ہوں لوگوں کے آگے ظاہر نہیں کرتا کہ وہ بے فائدہ ہے پس معلوم ہوا کہ مصیبت کے وقت غم کو ظاہر کرنا افضل نہیں، وفيه المطابقة للترجمة.

١٢١٨ ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُوْلُ اشْتَكَى ابْنٌ لِأَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ فَمَاتَ وَأَبُوْ طَلْحَةَ خَارِجٌ فَلَمَّا

۱۲۱۸۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا لڑکا بیمار ہوا اور مر گیا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر میں نہ تھے (یعنی کہیں گئے ہوئے تھے) سو جب اس کی بیوی (کہ اس کا نام ام سلیم تھا) نے دیکھا کہ لڑکا مر گیا تو اس کا سامان تیار کیا یعنی اس کو غسل اور کفن وغیرہ دے کر تیار کیا اور گھر کی ایک

رَأَتِ امْرَأَتُهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ هَيَّأَتْ شَيْئًا وَنَحَّتْهُ فِي جَانِبِ الْبَيْتِ فَلَمَّا جَآءَ أَبُوْ طَلْحَةَ قَالَ كَيْفَ الْغُلَامُ قَالَتْ قَدْ هَدَأَتْ نَفْسُهُ وَأَرْجُوْ أَنْ يَكُوْنَ قَدِ اسْتَرَاحَ وَظَنَّ أَبُوْ طَلْحَةَ أَنَّهَا صَادِقَةٌ قَالَ فَبَاتَ فَلَمَّا أَصْبَحَ اغْتَسَلَ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَعْلَمَتْهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ فَصَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا كَانَ مِنْهُمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّبَارِكَ لَهُمَا فِيْ لَيْلَتِهِمَا قَالَ سُفْيَانُ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَرَأَيْتُ لَهُمَا تِسْعَةَ أَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ.

طرف کنارے میں چھپا کر رکھ دیا اور کچھ کھانا تیار کیا یا اپنے بدن کو سنگھار کیا سو جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر میں آئے تو پوچھا کہ لڑکے کا کیا حال ہے؟ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس کی جان اب آرام میں ہے یعنی موت کے سبب اس نے بیماری کی تکلیف سے آرام پایا ہے اور میں امید رکھتی ہوں کہ وہ چین میں ہے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ وہ سچ کہتی ہے کہ ٹھیک لڑکے کو آرام آ گیا ہوگا اور اس کے اشارے کو نہ سمجھے سو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رات کو اس کے ساتھ سوئے یعنی اس سے صحبت کی اور جب صبح ہوئی تو غسل کیا سو جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے گھر سے باہر جانے کا ارادہ کیا تو اس کو خبر کی کہ لڑکا مر گیا (اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے ابوطلحہ! اگر ایک قوم دوسری قوم سے کوئی چیز عاریۃً مانگے پھر وہ لوگ اگر اپنی چیز طلب کریں تو دیں یا نہ دیں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیگانی چیز دینے میں کچھ عذر نہ چاہیے تب ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تمہارا بیٹا مر گیا صبر کرو تا کہ ثواب پاؤ) سو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کا قصہ آپ سے بیان کیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امید ہے کہ اللہ برکت دے ان دونوں کی رات میں یعنی اللہ تم کو اولاد دے۔ سفیان کہتا ہے کہ انصار کے ایک مرد نے کہا کہ میں نے ان کی اولاد سے نو لڑکے دیکھے کہ سب قرآن کو پڑھے ہوئے تھے۔

**فائدہ:** ایک روایت میں سات لڑکوں کا ذکر آیا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ سات نے تو پورا قرآن ختم کیا ہوا تھا اور دو نے پورا ختم نہ کیا تھا نصف یا تہائی وغیرہ تک پڑھا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصیبت میں افضل یہ ہے کہ غم کو ظاہر نہ کرے اور دل کو مضبوط رکھے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ایسی مصیبت میں دل کو مضبوط رکھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی یہ مضبوطی پسند آئی وفیہ المطابقة للترجمة. اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ مشکل عمل کو لینا اور رخصت کو باوجود قدرت کے چھوڑنا جائز ہے اور مصیبت والے کو تسلی دینی چاہیے اور یہ کہ خاوند کے سوا دوسرے

کے سوگ میں عورت کو سنگھار کرنا اور اپنے خاوند سے جماع کرنا جائز ہے اور یہ کہ ماتم کے وقت اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے اگرچہ مردہ ابھی گھر ہی میں پڑا ہو اور یہ کہ جو شخص کسی چیز کو چھوڑے اللہ اس کو بہتر دیتا ہے۔

بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰى.

حضرت ﷺ کی اس حدیث کا بیان کہ صبر کا ثواب اول صدمے کے نزدیک ہے یعنی صبر کا وقت فقط ابتدا مصیبت کا ہے اور اسی صبر پر رحمت اور بخشش کا وعدہ ہے، فظهر المناسبة ايراد اثر عمر رضی اللہ عنه انه فی هذا المقام۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نِعْمَ الْعِدْلَانِ وَنِعْمَ الْعِلَاوَةُ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَالُوْا ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾.

اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا خوب ہیں دو چیزیں برابر جو صبر کے بدلے میں ملتی ہیں اور کیا خوب ہے وہ چیز جو اس کے علاوہ ہے یعنی جو اس پر زیادہ ہے ان لوگوں کے واسطے کہ جب ان کو پہنچے کچھ مصیبت کہیں ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھر جانا ہے ایسے لوگ انہیں پر شاباشیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور وہی ہیں راہ پر۔

**فائدہ:** مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دو برابر چیزوں سے شاباش اور مہربانی ہیں کہ یہ دونوں درجے میں برابر ہیں جتنا درجہ شاباش کا ہے اتنا ہی مہربانی کا ہے اور مراد علاوہ سے راہ پانا ہے یعنی جو لوگ مصیبت میں صبر کرتے ہیں اس کے بدلے ان پر اللہ کی طرف سے شاباش اور مہربانی ہوتی ہے اور علاوہ ان پر انعام الٰہی یہ ہے کہ وہی ہیں راہ پر مگر یہ دو چیزیں برابر اور علاوہ اسی شخص کے حق میں ہے جو ابتدا مصیبت کے وقت صبر کرے جیسا کہ انا للہ...... الخ کہنے کو مصیبت کے وقت کے ساتھ معلق کرنا اس پر دلالت کرتا ہے، وفيه المطابقة للترجمة.

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ﴾.

اور اس آیت کی تفسیر کا بیان کہ قوت پکڑو اور مدد چاہو یعنی تمام حاجتوں اور مصیبتوں میں محنت سہارنے سے اور نماز سے اور البتہ وہ بھاری ہے مگر انہیں پر جن کے دل پگھلے ہیں جن کو خیال ہے کہ ان کو ملنا ہے اپنے رب سے اور ان کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

**فائدہ:** یعنی اگر تم صبر کرو اور نماز پڑھو تو تمہاری سب حاجتیں اور مصیبتیں آسان پڑیں حاجت روائی اور مشکل کشائی

کے واسطے یہ عمل بڑا مجرب ہے کہ جب کوئی مشکل پیش آئے یا کوئی غم دل میں پیدا ہو تو صبر کرے اور نماز پڑھے وہ کام اس سے جلدی آسان ہو جاتا ہے اور دل کا غم دفع ہو جاتا ہے چنانچہ ابوداؤد میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کام سے غم پیدا ہوتا تو نماز میں مشغول ہوتے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد صبر سے روزہ ہے اور گویا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد اس آیت کے لانے سے یہ حدیث ہے جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کو اپنے بھائی کی موت کی خبر پہنچی اور وہ سفر میں تھے سو انہوں نے انا للہ الخ پڑھا پھر راہ سے کنارے ہوئے اور سواری کو بٹھایا پھر دو رکعتیں نماز پڑھی اور اس میں بہت دیر تک بیٹھے رہے پھر کھڑے ہوئے اور یہ آیت پڑھنے لگے ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ اخرجه الطبرانی فی تفسیره باسناد حسن.

۱۲۱۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰى.

۱۲۱۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر کا ثواب اول صدمہ کے نزدیک ہے یعنی اللہ نے جو صبر پر رحمت اور مہربانی کرنے کا وعدہ فرمایا تو یہ صرف اسی صبر پر ثواب ہے جو ابتدا مصیبت کے وقت ہو۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا بِكَ لَمَحْزُوْنُوْنَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ.

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا بیان کہ اے ابراہیم! ہم تیری جدائی سے البتہ غمناک ہیں یعنی مصیبت کے وقت ایسا کلمہ کہنا جائز ہے، اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غم کرتا ہے یعنی مصیبت میں اس طرح کے کلمے کہنے بھی جائز ہیں۔

۱۲۲۰ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا قُرَيْشٌ هُوَ ابْنُ حَيَّانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَبِيْ سَيْفٍ الْقَيْنِ وَكَانَ ظِئْرًا لِإِبْرَاهِيْمَ فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيْمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَإِبْرَاهِيْمُ

۱۲۲۰۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے پاس آئے اور وہ ابراہیم (ابن رسول اللہ) کی دائی دودھ پلانے والی کا خاوند تھا (اور نام اس دائی کا خولہ تھا) سو آپ نے ابراہیم کو لیا اور اس کو چوما اور سونگھا اور چند روز کے بعد پھر ہم اس کے پاس گئے اور ابراہیم جان کو دیتا تھا یعنی اس کا دم نکلنے کو قریب تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا

يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرٰى فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ رَوَاهُ مُوْسٰى عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت! آپ لوگوں کو صبر کرنا فرماتے ہیں اور آپ روتے ہیں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن! یہ رونا رحمت کی نشانی ہے کہ عجز بشری کے مشاہدے سے دل کو رقت ہو جاتی ہے پھر آپ نے اس کے پیچھے یہ کلمہ فرمایا کہ آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غم کرتا ہے اور نہیں کہتے ہم مگر وہی جو ہمارے رب کو پسند آئے یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں اور صبر کرتے ہیں قسم اللہ کی اے ابراہیم! ہم تیری جدائی سے البتہ غمناک ہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصیبت میں ایسا کلمہ بولنا کہ اے فلاں! ہم تیری جدائی سے غمناک ہیں اور زبان سے اس قدر غم کو ظاہر کرنا مباح اور جائز ہے صبر کے مخالف نہیں وفیہ المطابقة للترجمة. اور نوحہ گری اور چلا کر رونا حرام ہے کما مر غیر مرة اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ مصیبت میں آنکھ سے آنسو بہانا اور دل سے غم کرنا جائز ہے اور یہ کہ چھوٹے لڑکے کو چومنا اور سونگھنا جائز ہے اور یہ کہ بچے کو بیگانی عورت کا دودھ پلانا جائز ہے اور یہ کہ لڑکے کی بیمار پرسی کو جانا درست ہے اور یہ کہ جس کا قول اور فعل آپس میں مخالف ہو اس پر اعتراض کرنا درست ہے اور یہ کہ ایک کو خطاب کرنا اور دوسرے کو مراد رکھنا جائز ہے کہ حضرت ﷺ نے ابراہیم کو خطاب کیا اور حاضرین کو مراد رکھا کہ ابراہیم کم عمری کے سبب سے قابل خطاب نہ تھے اور یہ کہ مردے کو چومنا جائز ہے اور یہ مسئلہ اس حدیث سے اگرچہ صریحا ثابت نہیں ہوتا لیکن اور حدیثوں سے ثابت ہے۔

## بَابُ الْبُكَآءِ عِنْدَ الْمَرِيْضِ.

بیمار کے پاس رونے کا بیان یعنی جائز ہے جب کہ کوئی خوفناک علامت ظاہر ہو۔

١٢٢١ ـ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اشْتَكٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ

١٢٢١۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ایک بیماری سے بیمار ہوئے سو حضرت ﷺ اس کی خبر پوچھنے کو آئے اور حضرت ﷺ کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن

شَكْوٰى لَهٗ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ فَوَجَدَهٗ فِيْ غَاشِيَةِ أَهْلِهٖ فَقَالَ قَدْ قَضٰى قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمُ بُكَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا فَقَالَ أَلَا تَسْمَعُوْنَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا وَأَشَارَ إِلٰى لِسَانِهٖ أَوْ يَرْحَمُ وَإِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَآءِ أَهْلِهٖ عَلَيْهِ وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَضْرِبُ فِيْهِ بِالْعَصَا وَيَرْمِيْ بِالْحِجَارَةِ وَيَحْثِيْ بِالتُّرَابِ.

مسعود رضی اللہ عنہ تھے سو جب آپ اس کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اس کو گھر والوں نے گھیرا ہوا ہے جیسا کہ جان نکلنے کے وقت گھیرتے ہیں اور یا غش میں بے ہوش پڑا ہے سو پوچھا کہ کیا یہ مرگیا؟ لوگوں نے عرض کی کہ یا حضرت! مرا نہیں، ابھی زندہ ہے لیکن بے ہوش ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم روئے اور لوگ بھی آپ کا رونا دیکھ کر روئے پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم نہیں سنتے ہو کہ البتہ اللہ آنکھ کے آنسو سے اور دل کے غم سے عذاب نہیں کرتا لیکن عذاب تو اس کے سبب سے ہے یعنی زبان سے کرتا ہے یا رحم کرتا ہے یعنی ثواب یا عذاب سب زبان کے فعل پر موقوف ہے اگر صبر کیا اور انا اللہ الخ پڑھا تو ثواب ہے اور اگر نوحہ کیا تو عذاب ہے اور مردے پر عذاب ہوتا ہے اس کے گھر والوں کے رونے کے سبب سے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ رونے میں لاٹھی سے مارتے تھے اور پتھر پھینکتے تھے اور رونے والے پر خاک ڈالتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیمار کے پاس رونا جائز ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس روئے، وفیه المطابقة للترجمة. اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیمار کو پوچھنا مستحب ہے اور یہ کہ فاضل کو مفضول کی عیادت کرنا اور امام کو اپنے تابعداروں کی عیادت کرنا مستحب ہے اور یہ کہ برے کام سے روکنا چاہیے۔

## بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ النَّوْحِ وَالْبُكَآءِ وَالزَّجْرِ عَنْ ذٰلِكَ.

نوحہ گری کرنا اور چلا کر رونا منع ہے اور اس سے سخت نہی آچکی ہے۔

١٢٢٢ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَتْنِيْ عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ لَمَّا جَآءَ قَتْلُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ

١٢٢٢۔ ترجمہ اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا باب من جلس عند المصيبة میں اوپر گزر چکا ہے۔

فِيهِ الْحُزْنُ وَأَنَا أَطَّلِعُ مِنْ شَقِّ الْبَابِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ نِسَآءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَآئَهُنَّ فَأَمَرَهُ بِأَنْ يَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَى فَقَالَ قَدْ نَهَيْتُهُنَّ وَذَكَرَ أَنَّهُنَّ لَمْ يُطِعْنَهُ فَأَمَرَهُ الثَّانِيَةَ أَنْ يَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَى فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ غَلَبْنَنِي أَوْ غَلَبْنَنَا الشَّكُّ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ فَزَعَمَتْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ فَقُلْتُ أَرْغَمَ اللّٰهُ أَنْفَكَ فَوَاللّٰهِ مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ وَمَا تَرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَآءِ.

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصیبت میں نوحہ کرنا اور چلا کر رونا حرام اور ناجائز ہے کہ حضرت ﷺ نے عورتوں کو بیشک منع کیا اور ان کے عذاب کرنے کا حکم دیا، وفیه المطابقة للترجمة.

۱۲۲۳ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ أَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَيْعَةِ أَنْ لَّا نَنُوْحَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا امْرَأَةٌ غَيْرَ خَمْسِ نِسْوَةٍ أُمِّ سُلَيْمٍ وَأُمِّ الْعَلَاءِ وَابْنَةِ أَبِي سَبْرَةَ امْرَأَةِ مُعَاذٍ وَامْرَأَتَيْنِ أَوِ ابْنَةِ أَبِي سَبْرَةَ وَامْرَأَةِ مُعَاذٍ وَامْرَأَةٍ أُخْرٰى.

۱۲۲۳۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم نے حضرت ﷺ سے اسلام کی بیعت کی اور آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئیں تو آپ نے ہم سے بیعت میں یہ عہد لیا کہ ہم نوحہ کر کے نہ رویا کریں سو ہم میں سے پانچ عورتوں کے سوا کسی نے اس عہد کو پورا نہیں کیا وہ پانچ یہ ہیں ایک ام سلیم دوسری ام العلاء تیسری ابو سبرہ کی بیٹی اور دو عورتیں اور یا یوں کہا کہ تیسری ابو سبرہ کی بیٹی اور چوتھی معاذ کی بیوی اور پانچویں کوئی اور عورت یعنی ام عطیہ (یہ راوی کا شک ہے)۔

**فائدہ:** یعنی جن عورتوں نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت ﷺ سے بیعت کی تھی ان میں سے فقط ان پانچ عورتوں نے اپنے عہد کو پورا کیا یہ معنی نہیں کہ ان پانچ کے سوا کسی عورت نے نوحہ گری نہیں چھوڑی تھی پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوحہ کر کے رونا حرام ہے وفیه المطابقة للترجمة وسیاتی الکلام علیه فی کتاب التفسیر.

بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ. جنازے کے واسطے کھڑے ہونے کا بیان یعنی اگر جنازے کو دیکھے تو اس کے واسطے اٹھ کھڑا ہو یا نہیں۔

**فائدہ:** جاننا چاہیے کہ علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے ایک جماعت علماء سلف اور خلف کی اس کی قائل ہیں کہ جب کوئی شخص جنازے کو دیکھے تو اس کے واسطے اٹھ کھڑا ہو اور یہی مذہب ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ان کے نزدیک یہ حکم منسوخ نہیں اور اکثر علماء کہتے ہیں کہ اول یہ حکم تھا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موقوف کیا جیسے کہ صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء اسلام میں جنازے کے واسطے کھڑے ہوئے پھر بیٹھ گئے یعنی اس کے واسطے کھڑا ہونا موقوف کیا اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا۔

١٢٢٤ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا حَتّٰى تُخَلِّفَكُمْ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَ الْحُمَيْدِيُّ حَتّٰى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوْضَعَ.

۱۲۲۴۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنازے کو دیکھو تو اٹھ کھڑے ہو یہاں تک کہ تم سے آگے بڑھ جائے یا زمین پر رکھا جائے۔

**فائدہ:** یہ حکم اس کے واسطے ہے جو جنازے کے ساتھ نہ ہو کہیں بیٹھا ہو اور جنازے پاس سے نکلے اور جو شخص کہ جنازے کے ساتھ چلا جاتا ہو یا وہاں حاضر ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ نہ بیٹھے جب تک کہ جنازہ زمین پر نہ رکھا جائے کما سیاتی فی باب سفر اور جو شخص سوار ہو تو وہ کھڑا ہو جائے کہ اس کا کھڑا ہونا بجائے قیام کے ہے۔

بَابُ مَتٰى يَقْعُدُ إِذَا قَامَ لِلْجَنَازَةِ. جب جنازے کے واسطے کھڑا ہو تو کب بیٹھے۔

**فائدہ:** ظاہراً اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ باب خاص ہے ساتھ اس شخص کے جو کہیں بیٹھا ہو اور پاس سے جنازہ نکلے لیکن احتمال ہے کہ مراد کھڑے ہونے والے سے عام ہو یعنی خواہ جنازہ اس پر گزرے یا وہ جنازے کے ساتھ جا رہا ہو اور دونوں کا حکم حدیثوں سے ثابت ہے۔

١٢٢٥ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ

۱۲۲۵۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی جنازہ دیکھے سو اگر اس کے ساتھ جانے والا

عَنْهُمَا عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ جَنَازَةً فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ مَاشِيًا مَعَهَا فَلْيَقُمْ حَتَّى يُخَلِّفَهَا أَوْ تُخَلِّفَهُ أَوْ تُوْضَعَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُخَلِّفَهُ.

نہ ہوتو چاہیے کہ اٹھ کھڑا ہو یہاں تک کہ اس کو پیٹھ پیچھے چھوڑے یا جنازہ اس سے آگے بڑھ جائے ( یہ راوی کا شک ہے) یا جنازہ زمین پر رکھا جائے آگے بڑھنے سے پہلے یعنی اگر جنازہ آگے بڑھ جائے زمین پر رکھا جائے اور وہ خود وہاں موجود ہوتو بعد اس کے کھڑے رہنے کی کوئی حاجت نہیں بیٹھ جائے۔

۱۲۲۶ ۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَقْعُدْ حَتَّى تُوْضَعَ.

۱۲۲۶۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنازے کو دیکھو تو اٹھ کھڑے ہو اور جو اس کے ساتھ جائے تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ جنازہ زمین پر رکھا جائے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص جنازے کے ساتھ جانے والا نہ ہو اس کو جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھنا جائز ہے وفیه المطابقة للترجمة اور ایک روایت میں ہے کہ جو جنازے کی نماز پڑھے اور اس کے ساتھ نہ جائے تو چاہیے کہ کھڑا رہے یہاں تک کہ جنازہ آگے بڑھ جائے اور اگر اس کے ساتھ جائے تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ جنازہ زمین پر رکھا جائے اور یہ حدیث زیادہ صریح ہے پہلی حدیث سے۔

بَابُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَا يَقْعُدُ حَتَّى تُوْضَعَ عَنْ مَنَاكِبِ الرِّجَالِ فَإِنْ قَعَدَ أُمِرَ بِالْقِيَامِ.

جو شخص جنازے کے ساتھ جائے تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ جنازہ مردوں کے کندھوں سے نیچے رکھا جائے اور اگر کوئی اس سے پہلے بیٹھ جائے تو حکم کیا جائے ساتھ کھڑے ہونے کے یعنی بیٹھ جانے سے قیام فوت نہیں ہوتا اگر جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھ جائے تو اٹھ کھڑا ہو یہاں تک کہ جنازہ زمین پر رکھا جائے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ فقہاء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے اکثر صحابہ اور تابعین کہتے ہیں کہ جب تک لوگ جنازے کو کندھوں پر اٹھائے رہیں تب تک مستحب ہے کہ ہر آدمی کھڑا رہے کہ اس میں ثواب ہے اور اگر بیٹھ جائے تو گناہ نہیں اور یہی قول ہے اوزاعی اور احمد اور محمد بن حسن کا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کھڑے رہنے والے کو جنازہ اٹھانے والے کے برابر ثواب ہے اور شعبی اور نخعی کہتے ہیں کہ جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے اور بعض علماء سلف کا یہ قول ہے کہ کھڑے رہنا واجب ہے اور دلیل ان کی یہ حدیث

ہے جو نسائی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھے ہوں۔

١٢٢٧ ۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنَّا فِيْ جَنَازَةٍ فَأَخَذَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِيَدِ مَرْوَانَ فَجَلَسَا قَبْلَ أَنْ تُوْضَعَ فَجَآءَ أَبُوْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَخَذَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَقَالَ قُمْ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَ هٰذَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ صَدَقَ.

١٢٢٧۔ حضرت سعید مقبری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک جنازے میں تھے سو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان کا ہاتھ پکڑا اور دونوں بیٹھ گئے جنازہ رکھنے سے پہلے پھر ابو سعید رضی اللہ عنہ آئے اور مروان کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ کھڑا ہو سو قسم اللہ کی کہ البتہ اسکو یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس سے منع فرمایا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس نے سچ کہا یعنی آپ نے ٹھیک منع فرمایا ہے۔

**فائدہ**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھ جائے تو پھر اٹھ کھڑا ہو یہاں تک کہ جنازہ زمین پر رکھا جائے وفیه المطابقة للجزء الثاني من الترجمة لیکن شارحین کہتے ہیں کہ اس باب کا حذف کرنا اولیٰ ہے کہ پہلا باب اس مسئلے کو شامل ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنازہ فرض عین نہیں فرض کفایہ ہے۔

بَابُ مَنْ قَامَ لِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ. یہودی کے جنازے کے واسطے کھڑے ہونے کا بیان۔

**فائدہ**: مراد اس سے کافر ذمی ہے خواہ یہودی ہو خواہ کوئی اور ہو۔

١٢٢٨ ۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ بِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا.

١٢٢٨۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک جنازہ ہمارے پاس سے گزرا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے واسطے کھڑے ہوئے اور ہم بھی کھڑے ہوئے سو ہم نے عرض کی کہ یا حضرت! یہ یہودی کا جنازہ ہے سو فرمایا کہ جب تم جنازے کو دیکھو تو اٹھ کھڑے ہو۔

**فائدہ**: مسلم وغیرہ کی حدیث میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ موت ڈرنے کی چیز ہے اور خوف کی جگہ ہے انسان کو لازم ہے کہ اس کو دیکھ کر ڈر جائے اور خوف سے اٹھ کھڑا ہو اور غفلت میں غرق نہ رہے کہ وہ موت سے بے پروائی ہے اور کاہلی کا باعث ہے اسی واسطے حکم ہے کہ ہر میت کے واسطے کھڑا ہو خواہ مسلمان کی میت ہو خواہ کافر کی اور ایک روایت

میں آیا ہے کہ یہ کھڑا ہونا فرشتوں کی تعظیم کے واسطے ہے جو میت کے ساتھ ہوتے ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ قیام اس کی تعظیم کے واسطے ہیں جو روح کو قبض کرتا ہے یعنی اس میں اللہ کی تعظیم ہے سو یہ اسباب آپس میں ایک دوسرے کے معارض نہیں اس لیے کہ موت سے گھبرا کر کھڑے ہونے میں اللہ کے حکم کی بھی تعظیم ہے اور فرشتوں کی بھی تعظیم ہے تو گویا کہ موت کے واسطے کھڑا ہونا اللہ کی تعظیم اور فرشتوں کی تعظیم کو مستلزم ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ قیام ان سب کے واسطے ہو پس اس سے سب حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

۱۲۲۹ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِیْ لَیْلٰی قَالَ کَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَیْفٍ وَقَیْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَیْنِ بِالْقَادِسِیَّةِ فَمَرُّوْا عَلَیْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِیْلَ لَهُمَا إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَیْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ فَقَالَا إِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهٖ جَنَازَةٌ فَقَامَ فَقِیْلَ لَهٗ إِنَّهَا جَنَازَةُ یَهُوْدِیٍّ فَقَالَ أَلَیْسَتْ نَفْسًا وَقَالَ أَبُوْ حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ أَبِیْ لَیْلٰی قَالَ کُنْتُ مَعَ قَیْسٍ وَسَهْلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَا کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ زَکَرِیَّآءُ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنِ ابْنِ أَبِیْ لَیْلٰی کَانَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ وَقَیْسٌ یَقُوْمَانِ لِلْجَنَازَةِ.

۱۲۲۹۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ قادسیہ (ایک شہر کا نام ہے کوفے سے پندرہ میل کے فاصلہ پر) میں بیٹھے تھے سو لوگ جنازہ لے کر ان کے پاس نکلے سو وہ دونوں کھڑے ہوئے سو ان کو کہا گیا کہ یہ جنازہ اہل ذمہ کا یعنی ذمی کافر کا ہے سو ان دونوں نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ نکلا تو آپ اس کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے تو کسی نے آپ سے کہا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے آپ نے فرمایا کہ کیا وہ جان نہیں کہ اس کے مرنے سے عبرت پکڑی چاہیے اور نیز ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ میں سہل اور قیس رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا انہوں نے کہا کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پھر وہی حدیث بیان کی اور نیز ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ ابو مسعود رضی اللہ عنہ اور قیس رضی اللہ عنہ جنازے کے واسطے کھڑے ہوتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب ہے کہ آدمی ہر جنازے کے واسطے کھڑا ہو خواہ مسلمان کا جنازہ ہو اور خواہ کافر کا ہو اور اصل اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جنازے کے واسطے کھڑے ہونا واجب نہیں کہتے ہیں کہ بیٹھنا مجھ کو بہت پسند ہے کھڑے ہونے سے ان کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہے ساتھ حدیث علی رضی اللہ عنہ کے جو اوپر گزری اور بعض کہتے ہیں کہ جنازے کے واسطے کھڑے ہونا مستحب ہے اور حدیث علی رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے اس پر کہ کھڑے ہونے کا حکم استحباب پر محمول ہے نہ وجوب پر اور باوجود اس تطبیق کے دعویٰ نسخ جائز نہیں اور یہی ہے قول ابن حزم ظاہری کا اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی قول مختار ہے اور جب تک تطبیق ممکن ہو دعویٰ نسخ جائز نہیں

اور ظاہر مذہب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور بعض شافعیہ کہتے ہیں کہ جنازے کے واسطے کھڑے ہونا مکروہ ہے اور ابن حبیب اور ابن ماجشون مالکی کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان جواز پر محمول ہے یعنی اگر جنازے کے واسطے کھڑا ہو تو ثواب ہے اور اگر بیٹھا رہے تو جائز ہے مگر ثواب نہیں یہ قول بھی ثانی قول کے موافق ہے۔

بَابُ حَمْلِ الرِّجَالِ الْجَنَازَةَ دُوْنَ النِّسَآءِ.

جنازے کو فقط مرد اٹھائیں عورتیں نہ اٹھائیں کہ ان کو منع ہے۔

**فائدہ:** عورتوں کو جنازہ اٹھانا اس واسطے منع ہے کہ ان میں صبر کم ہے اور نیز اس میں ان کے ستر کھل جانے کا خوف ہے کہ جنازے کو جلد لے جانے کا حکم ہے کما سیأتی اور نیز اس سے مردوں کے ساتھ اختلاط لازم آتا ہے اور وہ باعث فتنے کا ہے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ اس مسئلے پر سب علماء کا اتفاق ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں یعنی عورتوں کو جنازہ اٹھانا منع ہے فقط مرد ہی اس کو اٹھائیں۔

۱۲۳۰ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِیْ وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهُ صَعِقَ.

۱۲۳۰۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنازہ چار پائی پر رکھا جاتا ہے یعنی بعد غسل اور کفن کے اور اس کو لوگ اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر نیک روح ہوتی ہے تو کہتی ہے مجھ کو آگے لے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتی تو کہتی ہے کہ اے خرابی تم کدھر اس کو لے جاتے ہو ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے سوائے آدمی کے اور اگر آدمی اس کو سنے تو چیخ مارے اور غش کھا کر بیہوش ہو جائے۔

**فائدہ:** مسئلہ باب کا اس حدیث سے صریحًا معلوم نہیں ہوتا ہے لیکن شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت قدیمہ کے موافق اشارہ کیا ہے طرف اس حدیث کے جو ابو یعلی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں نکلے سو آپ نے عورتوں کو دیکھا فرمایا کہ کیا تم اس کو اٹھاؤ گی؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں پھر فرمایا کہ کیا تم اس کو دفن کرو گی؟ انہوں نے عرض کی کہ نہیں فرمایا کہ پلٹ جاؤ کہ تم کو ثواب نہیں ہے اور یہ حدیث صریح ہے اس میں کہ عورتوں کو جنازہ اٹھانا منع ہے لیکن شاید یہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر نہیں ہے اس واسطے اس کو نقل نہیں کیا واللہ اعلم۔ اور یہ جو فرمایا کہ اگر نیک روح ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ مجھ کو آگے لے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتی تو کہتی ہے کہ مجھ کو کہاں لے جاتے ہو تو یہ اس واسطے ہے کہ نیک آدمی کو ثواب نمود اور ظاہر ہوتا ہے اور اس کی

طرف مشتاق ہوتا ہے اور بد آدمی قبر کے عذاب سے گھبراتا ہے۔

بَابُ السُّرْعَةِ بِالْجَنَازَةِ. جنازے کو جلد لے جانے کا بیان۔

**فائدہ:** یعنی جب لوگ جنازے کو اٹھائیں تو مستحب ہے کہ اس کو جلدی لے جائیں' سب علماء کا اتفاق ہے لیکن مراد جلد چلنے سے روز مرہ کی معمولی عادت سے زیادہ چلنا ہے دوڑنا مراد نہیں کہ اس سے اٹھانے والوں کو تکلیف ہو یا مردے کے واسطے کوئی مفسدہ پیدا ہو کہ ایسا دوڑنا مکروہ ہے اور وہ جو بعض لوگوں سے مروی ہے کہ جنازے کو جلد لے جانا مکروہ ہے تو اس سے بھی دوڑنا مراد ہے عادی چال سے زیادہ چلنا مراد نہیں کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کما مر اور ابن حزم نے کہا کہ جنازے کو جلد لے جانا واجب ہے۔

وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْتُمْ مُشَيِّعُوْنَ فَامْشُوْا بَيْنَ يَدَيْهَا وَخَلْفَهَا وَعَنْ يَمِيْنِهَا وَعَنْ شِمَالِهَا.

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم جنازے کے ساتھ جانے والے ہو سو چلو اس کے آگے اور اس کے پیچھے اور اس کے دائیں اور اس کے بائیں یعنی چلنے کے واسطے جنازے کے کوئی طرف خاص لازم نہیں خواہ آگے چلے خواہ پیچھے چلے خواہ دائیں چلے خواہ بائیں چلے ہر طور سے جائز ہے۔

**فائدہ:** جلدی چلنا غالبًا اسی وقت ہوتا ہے جب کہ کسی خاص طرف کو لازم نہ پکڑے اور پس وپیش وغیرہ میں پھرنا بھی اسی وقت ہوتا ہے جب کہ جلدی کرے اور لپٹ کر چلے تو جلدی چلنا اور کسی خاص طرف کو لازم نہ کرنا اکثر اوقات ایک جگہ متفق ہوتے ہیں، وفيه المطابقة للترجمة.

وَقَالَ غَيْرُهُ قَرِيْبًا مِّنْهَا. اور کسی اور نے کہا کہ جنازے کے پاس پاس چلے۔

**فائدہ:** غرض پاس پاس چلنے سے یہ ہے کہ اٹھانے والوں کو مدد دے اور مدد دینا غالبًا اسی وقت ہوتا ہے جب کہ جلدی چلنا مقصود ہو تو یہ دونوں اکثر اوقات آپس میں جمع ہوتے ہیں، وفيه المطابقة للترجمة.

١٢٣١ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا وَإِنْ يَّكُ سِوٰى ذٰلِكَ فَشَرٌّ

۱۲۳۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جلد لے جایا کرو جنازے کو اس واسطے کہ اگر مردہ نیک ہے تو اس کو تم نے بہتری سے نزدیک کر دیا یعنی جلدی قبر میں پہنچ کر ثواب پائے گا اور اگر مردہ نیک نہیں تو تم نے اپنی گردنوں سے شر کو اتارا۔

تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ.

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن اور دفن میں جلدی کرنی مستحب ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ لیکن یہ بعد اس کے ہے جب کہ اس کا مرجانا ثابت ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بدوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہیے۔

## بَابُ قَوْلِ الْمَيِّتِ وَهُوَ عَلَى الْجَنَازَةِ قَدِّمُوْنِىْ. — مردے کا چار پائی پر یہ کہنا کہ مجھ کو آگے لے چلو۔

**فائدہ:** یعنی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ مردے کو بغیر اعادہ روح کے بولنے اور کلام کرنے کی قوت دے اور جب چاہے اس سے کلام کرائے اس کے واسطے میت میں دوبارہ روح ڈالنے کی کوئی حاجت نہیں اور ابن بطال نے کہا کہ یہ کلام روح کی ہے جسم کی نہیں اور یہی بات زیادہ صحیح ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس وقت روح کو لوٹایا جاتا ہے لیکن یہ امر کتاب اور سنت سے ثابت نہیں اور اس باب کو پہلے باب سے یہ مناسبت ہے کہ یہ جلدی چلنے کے سبب پر مشتمل ہے۔

١٢٣٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهٗ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِيْ وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِأَهْلِهَا يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ.

١٢٣٢۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جنازہ چار پائی پر رکھا جائے اور لوگ اس کو مونڈھوں پر اٹھائیں تو اگر نیک روح ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ مجھ کو آگے لے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتی تو کہتی ہے اے خرابی! تم مجھ کو کہاں لے جاتے ہو ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے سوائے آدمی کے اور اگر آدمی اس کو سنے تو چیخ مارے اور غش میں بے ہوش ہو جائے۔

**فائدہ:** ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردے کا یہ کہنا زبان قال سے ہے زبان حال سے نہیں یعنی مردہ حقیقتاً زبان سے کلام کرتا ہے یہ نہیں کہ اس کا حال اس پر دلالت کرے اور مردہ خواہ مسلمان ہو خواہ کافر ہو دونوں کی آواز سے غش آجاتا ہے کافر کی آواز سے تو اس واسطے کہ اس کی آواز نہایت خوفناک ہوتی ہے اور مسلمان کی آواز سے اس واسطے کہ اس کی آواز عادی آواز کے مخالف ہوتی ہے کبھی سنی ہوئی نہیں ہوتی ہے اور قبر کے سوال کی حدیث میں آیا ہے کہ فرشتہ مردے کو گرز مارتا ہے کہ اس سے سخت وہ چیخ مارتا ہے ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے مگر آدمی اور جن نہیں سنتے ہیں سو اس حدیث میں جن اور آدمی دونوں مستثنیٰ ہیں اور پہلی حدیث میں فقط انسان مستثنیٰ ہیں حالانکہ جامع دونوں کے درمیان میت ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ میت کی کلام سے صرف آدمی ہی بے ہوش ہوتا ہے کہ اس نے ایسی کلام

آگے کبھی سنی ہوئی نہیں ہوتی ہے بخلاف جنوں کے کہ انہوں نے ایسی کلام غیر مالوف (غیر مانوس) آگے بھی سنی ہوتی ہے اور جو چیخ کہ آدمی قبر میں مارتا ہے وہ کبھی کسی نے سنی نہیں ہوتی نہ انسان نے اور نہ جنوں نے کہ اس کا سبب عذاب الٰہی کا ہے پس اس میں جن اور آدمی شریک ہیں۔

بَابُ مَنْ صَفَّ صَفَّيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً عَلَى الْجَنَازَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ.

جنازے کی نماز میں امام کے پیچھے دو یا تین صفیں باندھنے کا بیان یعنی جنازے کی نماز میں لوگ امام کے پیچھے دو صفیں باندھیں یا تین صفیں باندھیں اس سے زیادہ نہ باندھیں۔

۱۲۳۳ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِيْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَى النَّجَاشِيِّ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ أَوِ الثَّالِثِ.

۱۲۳۳۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی (بادشاہ حبشہ) پر جنازے کی نماز پڑھی سو میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

**فائدہ**: اگر کوئی کہے کہ جابر رضی اللہ عنہ کا دوسری یا تیسری صف میں ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ وہ آخری صف میں تھے پس مطابقت اس حدیث کی باب سے ثابت نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ صحیح مسلم کی روایت میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ (ہم آپ کے پیچھے) کھڑے ہوئے اور دو صفیں باندھیں پس اس سے معلوم ہوا کہ جس نے جابر رضی اللہ عنہ سے دوسری یا تیسری صف میں شک کے ساتھ روایت کی ہے اس کو اس بات میں شک ہوا ہے کہ کیا وہاں تیسری صف بھی تھی یا نہیں پس ثابت ہوا کہ جنازے کی آخری صف دوسری یا تیسری تھی، وفیہ المطابقة للترجمة.

بَابُ الصُّفُوْفِ عَلَى الْجَنَازَةِ. جنازے کی نماز میں صفیں باندھنے کا بیان۔

**فائدہ**: پہلے باب میں اور اس باب میں یہ فرق ہے کہ پہلے میں تیسری صف کا یقین نہیں شک تھا کما مر اور اس میں یقین ہے اور ابن بطال نے کہا کہ اس میں رد ہے عطاء پر کہ وہ کہتے ہیں کہ نماز پنجگانہ کی طرح جنازے میں صفوں کا برابر کرنا مشروع نہیں بلکہ تکبیریں کہنا اور استغفار کرنا کافی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں صفوں کو جمع کے صیغہ سے بیان کیا تو یہ اشارہ ہے طرف اس حدیث کے جو ابوداؤد وغیرہ نے مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس مردے پر تین صفیں جنازہ پڑھیں اس کے واسطے بہشت واجب ہو جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز میں تین صفیں کرنا مستحب ہے اور طبری نے کہا کہ اگر میت کے سڑ جانے اور متغیر ہونے کا خوف نہ ہو تو اس کے وارثوں کو لائق ہے کہ لوگوں کے جمع ہونے کا انتظار کریں جن سے کہ تین صفیں قائم ہو سکیں واسطے دلیل اس حدیث کے۔

١٢٣٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَصْحَابِهِ النَّجَاشِيَّ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفُّوْا خَلْفَهُ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

۱۲۳۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب رضی اللہ عنہم کو نجاشی کے مرنے کی خبر دی پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم امام بنے اور اصحاب رضی اللہ عنہم نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں سو آپ نے چار تکبیریں کہیں (پھر سلام پھیری)۔

فائدہ: ملک حبش کا بادشاہ نجاشی نامی نصرانی مذہب تھا اور انجیل کا عالم تھا مسلمانوں سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کر کے قرآن سن کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بے دیکھے ایمان لایا تھا مسلمانوں کے ساتھ بہت سلوک کیا کرتا تھا جس دن وہ حبش میں مرگیا اس دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں اس کے مرنے کی خبر دی پھر عیدگاہ میں لوگوں سے صف باندھ کر اس کا جنازہ پڑھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز میں صفیں باندھنی جائز ہیں اس لیے کہ جب غائب مردے کے جنازے پر صفوں کا باندھنا جائز ہے تو حاضر مردے کے جنازے پر بطریق اولی جائز ہوگا چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

غائبان راچون نوالہ مے دھند حاضران از غائبان لاشک بہ آند

وفيه المطابقة للترجمة.

١٢٣٥ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَنْ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتٰى عَلٰى قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ فَصَفَّهُمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا قُلْتُ مَنْ حَدَّثَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

۱۲۳۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک اکیلی قبر پر آئے یا ایک لڑکے کی قبر پر آئے تو آپ نے اصحاب کو کئی صفیں بنایا اور چار تکبیریں کہیں (پھر سلام پھیرا)۔

فائدہ: مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

١٢٣٦ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تُوُفِّيَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنَ الْحَبَشِ فَهَلُمَّ فَصَلُّوْا عَلَيْهِ

۱۲۳۶۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج حبش کے ایک نیک مرد کا انتقال ہوا سو آؤ اور اس پر نماز پڑھو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے کئی صفیں باندھیں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور ہم آپ کے پیچھے صفیں باندھے تھے جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں دوسری صف میں تھا۔

قَالَ فَصَفَفْنَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَنَحْنُ صُفُوْفٌ قَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ كُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ.

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز میں صفوں کا باندھنا جائز اور مشروع ہے بلکہ مستحب ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ جنازے کی نماز میں صفوں کے متعدد ہونے کو تاثیر ہے اگرچہ لوگ کثرت سے ہوں یعنی جو ثواب کہ صفوں کے متعدد ہونے میں ہے فقط لوگوں کی کثرت میں وہ ثواب حاصل نہیں خواہ لوگ کتنی ہی کثرت سے جمع ہوں پھر بھی صفوں کو متعدد بنائے فقط ایک صف پر کفایت نہ کرے اس لیے کہ ظاہر یہی ہے کہ اس جنازے میں حضرت ﷺ کے ساتھ بہت لوگ کثرت سے نکلے تھے اور میدان میں حضرت ﷺ نے نماز پڑھی تھی اور سب لوگوں کا فقط ایک ہی صف باندھ کر نماز پڑھنا بھی ممکن تھا کہ میدان بہت فراخ تھا تنگ نہیں تھا پھر باوجود اس کے جب آپ نے لوگوں کو کئی صفیں بنایا تو معلوم ہوا کہ صفوں کے متعدد ہونے کو تاثیر ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابی نے بھی اس سے یہی سمجھا سو وہ لوگوں کو جنازے پر تین صفیں بنایا کرتے تھے خواہ لوگ تھوڑے ہوتے خواہ بہت ہوتے اور اگر لوگ تھوڑے ہوں اور صفیں متعدد ہوں اور یا لوگ بہت ہوں اور صف فقط ایک ہی ہو تو اس میں اختلاف ہے کہ دونوں سے کون افضل ہے اور کہا کہ نجاشی کے قصے میں ایک نشانی ہے نبوت کی نشانیوں سے اس لیے کہ جس دن نجاشی حبشے میں مرا اسی دن حضرت ﷺ نے اس کی موت کی خبر دی اس کے باوجود کہ مدینے اور حبشے کے درمیان بہت دور دراز کا فاصلہ ہے اور کہا کہ حنفیہ اور مالکیہ نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ مسجد میں جنازے کی نماز پڑھنی جائز نہیں لیکن ابو یوسف نے کہا کہ اگر کوئی مسجد فقط جنازے کے واسطے تیار کی گئی ہو تو اس میں جنازے کی نماز پڑھنی جائز ہے سو امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث میں منع پر دلیل نہیں اس لیے کہ حنفیہ کے نزدیک منع فقط مردے کو مسجد میں داخل کرنا ہے مسجد میں جنازہ پڑھنا منع نہیں یہاں تک کہ اگر میت مسجد سے باہر ہو اور مسجد کے اندر جنازہ پڑھیں تو یہ ان کے نزدیک جائز ہے اور ابن بزیزہ وغیرہ نے کہا کہ اس سے منع پر استدلال کرنا باطل ہے اس لیے کہ اس میں نہی کا صیغہ واقع نہیں ہوا اور نیز احتمال ہے کہ حضرت ﷺ کسی اور سبب سے میدان میں گئے ہوں نہ منع ہونے کے سبب سے خاص کر ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت ﷺ نے سہیل کا جنازہ مسجد مین پڑھا پس ایک امر محتمل کے واسطے اس صریح حدیث کو چھوڑنا کیسے جائز ہو گا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت ﷺ میدان کی طرف اس واسطے نکلے تھے کہ جنازے میں بہت لوگ جمع ہو جائیں اور سب کو معلوم ہو جائے کہ نجاشی اسلام پر مرا اس لیے کہ بعض لوگوں نے اس کو اسلام پر نہیں پایا تھا پھر کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غائب مردے کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یعنی اگر مردہ کسی شہر میں ہو اور اس کا جنازہ کسی دوسرے

شہر میں پڑھا جائے تو جائز ہے اور یہی قول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء سلف کا یہاں تک کہ ابن حزم نے کہا کہ کسی صحابی سے اس کی نہی ثابت نہیں ہوئی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جنازہ پڑھنا میت کے واسطے دعا ہے اور جب مردہ کفن میں لپیٹا ہوا ہو تو اس پر نماز پڑھی جاتی ہے اور جب کہ وہ غائب ہو یا قبر میں ہو تو اس صورت میں اس کے واسطے دعا کرنی کیونکر جائز نہیں حالانکہ کفن میں لپیٹا ہوا اور غائب دونوں برابر ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غائب مردے کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں اور بعض اہل علم کا یہ قول ہے کہ غائب جس دن مرے اگر اسی دن یا اس سے دو چار دن پیچھے اس کا جنازہ پڑھا جائے تو درست ہے اور اگر مرے کو بہت مدت گزر گئی ہو تو درست نہیں حکایت کیا ہے اس کو ابن عبدالبر نے اور ابن حبان نے کہا کہ اگر غائب کا مردہ قبلے کی طرف ہو تو اس کا جنازہ جائز ہے اور اگر قبلے کے سوا کسی اور طرف ہو تو درست نہیں محب طبری نے کہا کہ اس کے سوا کسی نے ایسا نہیں کہا اور دلیل اس کی نجاشی کی حدیث ہے پھر کہا کہ حنفیہ وغیرہ جو غائب کے جنازے کو درست نہیں کہتے تو وہ اس حدیث نجاشی کی کئی تاویلیں کرتے ہیں پہلی تاویل ان کی یہ ہے کہ حبشے میں نجاشی کا جنازہ بالکل کسی نے نہیں پڑھا تھا سو اس کا جنازہ پڑھنا ضروری تھا اس واسطے آپ نے اس کا جنازہ پڑھا سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ بات کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتی کہ حبشے میں کسی نے اس کا جنازہ نہیں پڑھا تھا اور دوسری تاویل حنفیہ وغیرہ کی یہ ہے کہ حضرت ﷺ کے آگے سے پردہ اٹھا دیا گیا تھا اور آپ نے اس کو اپنے سامنے دیکھ لیا تھا سو یہ نماز غائب مردے پر نہ ہوئی بلکہ حاضر اور موجود پر ہوئی جس کو کہ امام دیکھے اور مقتدی نہ دیکھ سکیں اور یہ بالاتفاق جائز ہے اس لیے کہ فقط امام کا دیکھنا بالاتفاق کافی ہے خواہ مقتدیوں کو جنازہ نظر آئے خواہ نہ آئے سو جواب اس کا یہ ہے جو کہ ابن دقیق نے دیا کہ یہ محض احتمال سے ہے اس پر کوئی دلیل نہیں اور بعض احتمال سے یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی ہے اور واقدی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ لوگ گمان کرتے تھے کہ نجاشی کا جنازہ آپ کے سامنے لایا گیا لیکن اس روایت کی کوئی سند نہیں اور نیز واقدی اکذب الناس ہے اس کی نقل کا کچھ اعتبار نہیں اور تیسری تاویل ان کی یہ ہے کہ یہ نماز پڑھنا آپ کا نجاشی کے ساتھ خاص تھا اس لیے کہ یہ ثابت نہیں ہوا کہ آپ نے نجاشی کے سوا اور کسی کا جنازہ غائبانہ پڑھا ہو سو جواب اس کا یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ﷺ نے معاویہ بن معاویہ کا جنازہ غائبانہ پڑھا ہے اور یہ حدیث بوجہ تعدد طرق کے قوت پا جاتی ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ غائبانہ پڑھا اور یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن پہلی روایت کی تقویت کرتی ہے پس معلوم ہوا کہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا نجاشی کے ساتھ خاص نہیں تھا بلکہ آپ نے اور بھی کئی اصحاب کا جنازہ بھی غائبانہ پڑھا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اکثر اصحاب جنگ اور لڑائیوں میں فوت ہوئے مگر حضرت ﷺ نے ان اصحاب کے سوا اور کسی کا جنازہ غائبانہ نہیں پڑھا اگر جائز ہوتا تو آپ سب کا جنازہ پڑھتے سو

جواب اس کا یہ ہے کہ غائب کا جنازہ پڑھنا جائز ہے واجب نہیں اور جواز ہر غائب کے جنازے کو مستلزم نہیں پس آپ کا بعض یا اکثر غائبوں کے جنازے کو ترک کرنا اس کے منافی نہیں ہوگا پس یہ دلیل عدم وجوب کی ہے نہ عدم جواز کی اور جواز کے واسطے ایک یا دو بار کرنا کافی ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر اس تخصیص کا دروازہ کھولا جائے تو ظاہر شرع کے بہت احکام بیکار ہو جائیں گے اور اگر ایسا ہی ہوتا جیسا کہ کہتے ہیں تو بے شک منقول ہوتا اور کرمانی نے کہا کہ حجاب کا اٹھا دینا ممنوع ہے اور اگر تسلیم بھی کیا جائے تو کہا جائے گا کہ اس کا جنازہ اصحاب سے تو بے شک غائب تھا پس جواز کے واسطے یہی دلیل کافی ہے اور جو لوگ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کو جائز رکھتے ہیں ان سب کا اتفاق ہے اس پر کہ فرض کفایہ اس سے ساقط ہو جاتا ہے مگر ابن قطان سے روایت ہے کہ فرض اس سے ساقط نہیں ہوتا۔

بَابُ صُفُوْفِ الصِّبْيَانِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْجَنَآئِزِ.

جنازے کی نماز میں نابالغ لڑکوں کو مردوں کی صف میں کھڑے ہونا جائز ہے۔

١٢٣٧ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ قَدْ دُفِنَ لَيْلًا فَقَالَ مَتٰى دُفِنَ هٰذَا قَالُوا الْبَارِحَةَ قَالَ أَفَلَا اٰذَنْتُمُوْنِيْ قَالُوْا دَفَنَّاهُ فِيْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ فَكَرِهْنَا أَنْ نُوْقِظَكَ فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَا فِيْهِمْ فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

١٢٣٧۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر پر گزرے کہ اس میں رات کو مردہ دفن کیا گیا تھا پس فرمایا کہ یہ کب کا دفن ہوا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ آج رات کو دفن ہوا ہے فرمایا کہ تم نے مجھ کو کیوں نہیں خبر کی؟ لوگوں نے عرض کی کہ ہم نے اس کو اندھیری رات میں دفن کیا تھا سو ہم نے ناخوش جانا کہ آپ کو جگائیں اور تکلیف پہنچائیں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کی نماز کے واسطے کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں بھی ان میں تھا سو آپ نے اس کا جنازہ پڑھا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنازے میں نابالغ لڑکے کو مردوں کی صف میں کھڑے ہونا جائز ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مردوں کی صف میں کھڑے ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نابالغ تھے، کما تقدم وفیه المطابقة للترجمة.

بَابُ سُنَّةِ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ.

جنازے کی نماز کے طریقے کا بیان۔

**فائدہ:** طریقہ عام ہے واجب اور مستحب دونوں کو شامل ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں کئی حدیثوں اور آثار کو نقل کیا ہے خلاصہ سب کا یہ ہے کہ جنازے کی نماز محض دعا نہیں بلکہ جو اور نمازوں کا حکم ہے وہی اس کا حکم ہے

اور جو چیزیں اور نمازوں میں شرط ہیں وہ جنازے کی نماز میں بھی شرط ہیں پس اور نمازوں کی طرح بغیر طہارت کے وہ بھی جائز نہیں لیکن اس میں رکوع اور سجود نہیں کہ اس میں میت کی عبادت کا وہم پیدا ہوتا ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَى الْجَنَازَةِ وَقَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ وَقَالَ صَلُّوْا عَلَى النَّجَاشِيِّ فَسَمَّاهَا صَلَاةً.

اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو جنازے کی نماز پڑھے تو اس کو ایک قیراط کے برابر ثواب ملے گا اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ساتھی پر نماز پڑھو اور فرمایا کہ نجاشی پر نماز پڑھو سو آپ نے اس کا نام نماز رکھا۔

**فائدہ:** یعنی آپ نے ان حدیثوں میں جنازے کو نماز فرمایا ہے یہ نہیں فرمایا کہ اس کے واسطے دعا مانگو پس جو حکم اور نمازوں کا ہے وہی اس کا ہے۔

لَيْسَ فِيهَا رُكُوْعٌ وَّلَا سُجُوْدٌ وَّلَا يُتَكَلَّمُ فِيهَا وَفِيهَا تَكْبِيْرٌ وَّتَسْلِيْمٌ.

یعنی جنازے کی نماز میں نہ رکوع ہے اور نہ سجود اور نہ اس میں کلام کی جائے اور اس میں تکبیر بھی ہے اور سلام بھی ہے یعنی جو چیز نماز میں شرط ہے وہی جنازے میں شرط ہے لیکن اس میں رکوع سجود نہیں اور جیسے نماز میں کلام کرنی منع ہے ویسے ہی جنازے میں بھی کلام کرنی منع ہے۔

**فائدہ:** یہ احکام سب نماز کے ساتھ خاص ہیں اور جب ان کو جنازے کے واسطے ثابت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز کا حکم بھی اور نمازوں کی طرح ہے کچھ فرق نہیں۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُصَلِّيْ إِلَّا طَاهِرًا وَّلَا يُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبِهَا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما جنازے کی نماز نہیں پڑھتے تھے مگر وضو سے اور نماز نہیں پڑھتے تھے سورج نکلتے اور نہ سورج ڈوبتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے یعنی تکبیر کے وقت۔

**فائدہ:** اصل یہ روایت اس طور سے ہے کہ سعید بن منصور نے نافع سے روایت کی ہے کہ جب کوئی شخص ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صبح کی نماز یا عصر کی نماز کے بعد جنازہ پڑھنے کا حکم پوچھتا تو کہتے کہ اگر اپنے وقت مختار میں پڑھے تو بعد ان کے جنازے کی نماز پڑھنی جائز ہے پس یہ مقتضی ہے اس بات کو کہ اگر فجر اور عصر کی نماز مکروہ وقت میں پڑھی جائے تو بعد ان کے جنازہ پڑھنا درست نہیں اور مؤطا کی ایک روایت میں یہ معنی صریح آ چکا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک بعدیت خاص ہے عام نہیں یعنی اگر عین سورج نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نماز پڑھے تو منع ہے اور اگر فجر یا عصر کی نماز کے بعد سورج نکلنے اور ڈوبنے سے پہلے نماز پڑھے تو منع نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سورج نکلنے اور ڈوبنے کے وقت جنازے کی نماز کو مکروہ رکھتے تھے اور یہی مذہب ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور

اوزاعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق اور کوفے والوں کا اور یہ جو کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جنازے کی نماز میں ہر تکبیر پر رفع الیدین کرتے تھے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب رفع الیدین میں اس کو روایت کیا ہے اور طبرانی میں اسی طرح کی ایک مرفوع حدیث بھی آ چکی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے لیکن حنفیہ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ صرف پہلی تکبیر یعنی تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھائے اور کسی تکبیر میں ہاتھ نہ اٹھائے اور سند اس کی یہ حدیث ہے جو ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کی نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اور دارقطنی میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ پھر نہیں اٹھاتے تھے لیکن اس کی صحت اور ضعف کا کچھ حال معلوم نہیں۔

وَقَالَ الْحَسَنُ أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَأَحَقُّهُمْ عَلٰى جَنَآئِزِهِمْ مَنْ رَضُوْهُ لِفَرَآئِضِهِمْ.

اور حسن بصری نے کہا کہ میں نے لوگوں کو پایا یعنی صحابہ اور تابعین کو اور ان میں زیادہ تر لائق امامت جنازے کے وہ شخص تھا جس کو فرضوں کی امامت کے واسطے پسند کرتے تھے۔

**فائدہ:** اس مسئلے میں اختلاف ہے جمہور صحابہ اور تابعین کا یہ قول ہے کہ جو شخص فرضوں کی امامت کرے وہی جنازے کی امامت کا حق دار ہے اور یہی قول ہے قاسم اور سالم اور طاؤس کا کہ ان کے نزدیک محلے کا امام سب پر مقدم ہے اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ سب لوگوں میں زیادہ تر حق دار جنازے کی امامت کا باپ ہے اور اگر وہ نہ ہو تو پھر بیٹا ہے اور علقمہ اور اسود کہتے ہیں کہ حاکم اور والی سب پر مقدم ہے اور یہی قول ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اوزاعی اور احمد اور اسحاق کا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ولی میت کا حاکم سے زیادہ حق دار ہے۔

وَإِذَا أَحْدَثَ يَوْمَ الْعِيدِ أَوْ عِنْدَ الْجَنَازَةِ يَطْلُبُ الْمَآءَ وَلَا يَتَيَمَّمُ.

اور اگر عید کی نماز یا جنازے کی نماز میں کسی کا وضو ٹوٹ جائے تو وضو کے واسطے پانی طلب کرے اور تیمم نہ کرے

**فائدہ:** حسن بصری سے اس مسئلے میں مختلف روایتیں آئی ہیں ایک روایت میں تو یہ ہے کہ جنازے کی نماز وضو سے پڑھے تیمم نہ کرے جیسا کہ ابھی گزرا اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ اگر جنازے کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کرے اور نماز پڑھے اور یہی قول ہے عطاء اور سالم اور زہری اور نخعی اور ربیعہ اور لیث اور اہل کوفہ کا اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول یہی ہے کہتے ہیں کہ اگر جنازے کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کرنا جائز ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ولی میت کو تیمم کرنا جائز نہیں اور دوسروں کو جائز ہے اور اگر ولی کا وضو ٹوٹ جائے تو وضو کر کے جنازہ پڑھے تیمم نہ کرے اور اس باب میں ایک حدیث بھی آ چکی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

وَإِذَا انْتَهٰى إِلَى الْجَنَازَةِ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ يَدْخُلُ مَعَهُمْ بِتَكْبِيْرَةٍ.

اور اگر کوئی شخص جنازے میں پہنچے اور لوگ نماز میں کھڑے ہوئے ہوں تو تکبیر کہہ کر ان کے ساتھ نماز میں مل جائے جیسا کہ مسبوق مل جاتا ہے اور باقی تکبیروں کو نماز کے بعد کہے جنازہ اٹھانے سے پہلے۔

**فائدہ:** یہ قول حسن بصری کا ہے اور بعض مالکیہ اس کے مخالف ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ يُكَبِّرُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالسَّفَرِ وَالْحَضَرِ أَرْبَعًا.

اور ابن مسیب نے کہا کہ جنازے کی نماز میں چار تکبیریں کہے خواہ رات ہو اور خواہ دن ہو اور خواہ سفر میں ہو یا حضر میں یعنی اختلاف اوقات کی وجہ سے ان میں اختلاف نہیں جیسا کہ مطلق نماز کے ارکان میں اختلاف نہیں، وسيأتي بيانه مبسوطا.

وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ التَّكْبِيْرَةُ الْوَاحِدَةُ اسْتِفْتَاحُ الصَّلَاةِ.

اور انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک تکبیر شروع نماز کی ہے جس کے ساتھ آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے۔

**فائدہ:** یعنی جنازہ کی نماز میں اصل تین تکبیریں ہیں اور چوتھی تکبیر شروع نماز کی ہے تو گویا وہ شمار میں نہیں۔

وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا﴾.

اور اللہ نے فرمایا کہ اور نماز نہ پڑھ ان میں سے کسی پر جو مر جائے کبھی۔

**فائدہ:** یعنی اللہ نے اس آیت میں جنازے کا نام نماز کہا ہے کہ فرمایا نماز نہ پڑھ پس معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز کا حکم بھی اور نمازوں کی طرح ہے۔

وَفِيْهِ صُفُوْفٌ وَّإِمَامٌ.

اور جنازے کی نماز میں صفیں ہیں اور امام بھی ہے۔

**فائدہ:** یعنی اور نمازوں کی طرح اس میں بھی امامت کرنا اور صفیں باندھنا ثابت ہے اور جو اور نمازوں کا حکم ہے وہی اس کا حکم ہے۔

١٢٣٨ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَنْ مَّرَّ مَعَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ فَأَمَّنَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ فَقُلْنَا يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ قَالَ ابْنُ

١٢٣٨۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک اکیلی قبر پر گزرے سو آپ ہمارے امام بنے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی اور نماز پڑھی۔

عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

**فائدہ:** حاصل اس باب کا یہ ہے کہ جنازے کی نماز بھی اور نمازوں کی طرح ہے اور جو اور نمازوں کا حکم ہے وہی اس کا حکم ہے اور جو چیز ان میں شرط ہے وہ اس میں بھی شرط ہے صرف اتنا فرق ہے کہ ان میں رکوع اور سجود ہے اور اس میں نہیں اور غرض اس سے رد کرنا ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ جنازہ فقط دعا اور استغفار ہے اور بے وضو پڑھنا جائز ہے اور وجہ رد کی یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے اس کا نام نماز رکھا ہے اور اگر فقط دعا ہی ہوتی تو اس کا نام نماز نہ رکھتے اور اگر غرض اس سے صرف دعا ہی ہوتی تو آپ لوگوں کو میدان کی طرف نہ لے جاتے بلکہ مسجد میں دعا کرتے اور لوگوں کو اپنی دعا پر کہنے کا حکم فرماتے اور اگر فقط دعا ہی مقصود ہوتی تو آپ اپنے پیچھے لوگوں کی صفیں نہ بناتے اور اسی طرح آپ کا نماز میں کھڑے ہونا اور اس کے شروع میں تکبیر کہنا اور اس سے باہر آنے کے واسطے سلام پھیرنا سب اسی پر دلالت کرتا ہے کہ جنازے کا حق بدن پر بھی ہے صرف زبان پر نہیں اور ابن عبدالبر نے اتفاق نقل کیا ہے اس پر کہ جنازے کی نماز میں طہارت اور وضو شرط ہے اور کرمانی نے کہا کہ مقصود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس باب سے یہ ہے کہ جنازے کو نماز کہنا جائز ہے اور یہ کہ جنازہ پڑھنا ثابت اور مشروع ہے، واللہ اعلم۔

## بَابُ فَضْلِ اتِّبَاعِ الْجَنَآئِزِ. جنازے کے ساتھ جانے کی فضیلت کا بیان۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ مراد اس باب سے اجر اور ترغیب کا ثابت کرنا ہے یعنی جنازے کے ساتھ جانے کا بڑا ثواب ہے اور اس میں بڑی فضیلت ہے تعیین حکم کی مراد نہیں اس واسطے کہ جنازے کے ساتھ جانا فرض کفایہ ہے پس بعض کے کرنے کے ساتھ سب سے ادا ہو جائے گا اور حدیث کی موافقت کے واسطے اتباع کے لفظ کو مجمل چھوڑا اس واسطے کہ قیراط کے برابر ثواب صرف اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو میت کے ساتھ جائے اور اس کا جنازہ پڑھے اور یا اس کے ساتھ جائے اور دفن میں حاضر ہو اور یا دونوں کو بجا لائے اور جو شخص کہ اس کے ساتھ جائے اور جنازہ نہ پڑھے اور نہ دفن میں حاضر ہو تو اس کو یہ ثواب قیراط کا حاصل نہیں ہوتا اس لیے کہ مقصود اصلی میت کے ساتھ جانے سے یہ ہے کہ اس کا جنازہ پڑھے یا اس کو دفن کرے اور جب مقصود اصلی حاصل نہ ہو تو قیراط کا ثواب حاصل نہیں ہوگا کہ یہ اس کی فرع ہے ہاں اگر اس کی نیت خالص ہو تو امید ہے کہ اس کو کسی قسم کا کچھ ثواب ملے گا جیسا کہ مجاہد سے روایت ہے کہ جنازے کے ساتھ جانا نفل پڑھنے سے بہتر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے اتباع کی حد بیان کرنا ہے یعنی کہاں تک جنازے کے ساتھ ساتھ جائے اور کب تک اس کے ساتھ رہے کہ اس کو قیراط کے برابر ثواب حاصل ہو اس واسطے کہ یہ حدیث مجمل ہے اس میں اتباع کی حد کا بیان نہیں۔

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذَا صَلَّيْتَ فَقَدْ قَضَيْتَ الَّذِیْ عَلَيْكَ.

اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب تو نے جنازہ پڑھا تو اپنا حق ادا کیا یعنی جو حق کہ میت کا تجھ پر تھا سو ادا ہوا

**فائدہ:** مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صرف جنازہ پڑھ کر پلٹ آئے تو اس پر سے میت کا حق ادا ہوا اور اگر جنازہ پڑھ کر اس کے ساتھ جائے اور دفن تک اس کے ساتھ رہے تو اس میں اس کو زیادہ ثواب ہے وفیه المطابقة.

وَقَالَ حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ مَا عَلِمْنَا عَلَى الْجَنَازَةِ إِذْنًا وَلٰكِنْ مَنْ صَلّٰى ثُمَّ رَجَعَ فَلَهُ قِيرَاطٌ.

اور حمید بن ہلال نے کہا کہ ہم نے جنازے پر اذن نہیں جانا لیکن جو شخص جنازے کی نماز پڑھے پھر پلٹ آئے اور دفن تک سب کے ساتھ نہ رہے تو اس کو ایک قیراط کے برابر ثواب ملے گا۔

**فائدہ:** یعنی جنازہ پڑھنے کے بعد پلٹ آنے کے واسطے میت کے وارثوں سے اذن چاہنا اور رخصت مانگنی ضروری نہیں اور اس میں وارثوں کا کچھ حق نہیں بلکہ جنازے کے ساتھ جانا محض ثواب اور فضیلت حاصل کرنے کے واسطے ہے وفیہ المطابقۃ للترجمہ اور اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ جنازے کے بعد پلٹ آنے کے واسطے میت کے وارثوں سے اجازت لینا ضروری نہیں بلکہ ان کی اجازت کے بغیر پلٹ آنا جائز ہے اور یہی ہے قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور معظم ائمہ فتویٰ کا اور بعض کہتے ہیں کہ اجازت کے بغیر پلٹ آنا جائز نہیں یہ قول عمر رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور مسور سے منقول ہے اور یہی قول ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور نخعی کا اور حنفیہ کا مشہور قول بھی یہی ہے کہ اجازت کے بغیر پلٹ آنا جائز نہیں لیکن شرح منیہ میں محیط سے نقل کیا ہے کہ آسانی اور گنجائش اسی میں ہے کہ اجازت کے بغیر پلٹ آنا جائز ہو اور یہی قوی بات ہے اور احمد وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ جو جنازے کو اٹھائے اور قبر میں اتارے اور اجازت دینے تک بیٹھا رہے تو اس کو دو قیراط کے برابر ثواب ملے گا لیکن یہ حدیث نہایت ضعیف ہے۔ کذافی الفتح.

١٢٣٩ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُوْلُ حُدِّثَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ يَقُوْلُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهُ قِيرَاطٌ فَقَالَ أَكْثَرَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَلَيْنَا فَصَدَّقَتْ يَعْنِيْ عَائِشَةَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُهُ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَقَدْ فَرَّطْنَا فِيْ قَرَارِيْطَ كَثِيْرَةٍ فَرَّطْتُ ضَيَّعْتُ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ.

١٢٣٩۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص جنازے کے ساتھ جائے تو اس کو ایک قیراط بھر ثواب ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہم پر بہت حدیثیں بیان کرتا ہے کہ ہم ان کو نہیں جانتے سو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کی سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سچا کیا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ اس کو فرماتے تھے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم نے بہت قیراطوں میں قصور کیا یعنی بہت ثواب سے محروم رہے کہ جنازے کے بعد دفن تک اس کے ساتھ نہ رہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ﴿فرطت﴾

جو قرآن میں واقع ہوا ہے کا معنی یہ ہے کہ میں نے اللہ کا حکم ضائع کیا۔

**فائدہ:** صحیح مسلم میں سالم سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جنازے کی نماز پڑھ کر گھر کو پلٹ جاتے تھے اور دفن تک اس کے ساتھ نہیں رہتے تھے سو جب ان کو یہ حدیث پہنچی تو تب انہوں نے یہ فرمایا اور گزشتہ قصور پر افسوس کیا اور قیراط نصف وانگ سونے کی ہوتی ہے وزن میں پانچ جو کے برابر اور بعض نے کہا کہ قیراط درہم کا بارہواں حصہ ہے اور بعض نے کہا کہ قیراط دینار کا بیسواں حصہ ہے اور بعض کچھ اور کہتے ہیں لیکن مراد اس سے یہ ہے کہ جو جنازے کے ساتھ جائے اس کو بہت ثواب اور اجر عظیم حاصل ہوتا ہے جس کی حد سوا اللہ کے کسی کو معلوم نہیں اور قیراط کا ذکر کرنا محض سمجھانے کے واسطے ہے کہ ملک عرب میں اس کی بہت چال تھی اور ہر آدمی اس کی مقدار کو جانتا تھا پس معلوم ہوا کہ جنازے کے ساتھ جانے کی بڑی فضیلت ہے وفيه المطابقة للترجمة اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو جنازہ نکلنے سے پہلے میت کے گھر والوں کے پاس جائے اس کو ایک قیراط بھر ثواب ہے اور اگر اس کے ساتھ جائے تو اس کو ایک قیراط بھر اور ثواب ہے اور اگر جنازے کی نماز پڑھے تو اس کو ایک قیراط بھر اور ثواب ہے اور اگر دفن تک انتظار کرے تو اس کو ایک قیراط بھر اور ثواب ہے سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنازے کے ہر ہر کام کے واسطے ایک ایک قیراط کے برابر ثواب ملے گا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو جنازے کے ساتھ رہے اس کو چار قیراط کے برابر ثواب ملے گا اور کتاب الایمان میں ایک حدیث گزر چکی ہے اس میں صاف موجود ہے کہ جو جنازے کے ساتھ جائے اور اخیر تک اس کے ساتھ رہے تو اس کو فقط دو ہی قیراط کے برابر ثواب ملے گا تو یہ پہلی حدیث کے معارض ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ پہلی حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو جنازے کے ساتھ رہے اور میت کے سب کام کو ہاتھ سے کرے اور دوسری حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو صرف جنازے کے ساتھ رہے اور اس کے کسی کام کو ہاتھ نہ لگائے پس تعارض دفع ہو گیا اور یہ جو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت حدیثیں بیان کرتا ہے تو یہ حدیث کا انکار نہیں اور نہ جھوٹ کی تہمت ہے بلکہ ان کو خوف ہوا کہ شاید ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھول گئے ہوں یا اس کا مرفوع ہونا ان کو معلوم نہ ہوا ہوگا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول خیال کیا ہوگا اس واسطے انہوں نے اس سے انکار کیا واللہ اعلم۔ اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ عالم کو دوسرے عالم پر انکار کرنا جائز ہے اور یہ قدیم زمانے سے چلا آیا ہے کوئی نئی بات نہیں اور یہ کہ جس چیز کا علم نہ ہو اس کا استغراب کرنا جائز ہے اور یہ کہ جو حافظ ہو وہ غیر حافظ کے انکار کی پرواہ نہ کرے اور یہ کہ صحابہ حدیث کی تحقیق اور تنقید میں نہایت کوشش کرتے تھے اور یہ کہ نیک عمل کے فوت ہونے پر افسوس کرنا چاہیے۔

بَابُ مَنِ انْتَظَرَ حَتّٰى تُدْفَنَ. جنازے کے دفن ہونے تک انتظار کرنے کا بیان۔

**فائدہ:** یعنی اگر کوئی نماز جنازہ کے بعد دفن ہونے تک اس کے ساتھ حاضر رہے تو اس کو بڑا ثواب ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے شرط کا جواب بیان نہیں کیا اس واسطے کہ باب کی حدیث میں اس کا جواب موجود ہے یا اس واسطے کہ وہ محض انتظار سے استحقاق ثابت کرنے پر موقوف ہے یعنی محض انتظار سے بھی اس کو یہ استحقاق ثابت ہے گو ان کے ساتھ جانا نہ ہو۔

١٢٤٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى ابْنِ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلِّيَ فَلَهُ قِيْرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَ حَتّٰى تُدْفَنَ كَانَ لَهُ قِيْرَاطَانِ قِيْلَ وَمَا الْقِيْرَاطَانِ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ.

١٢٤٠۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جنازے میں آیا یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھی تو اس کو قیراط کے برابر ثواب ہے اور جو اس کے پاس حاضر رہا یہاں تک کہ دفن ہو چکا تو اس کو دو قیراط بھر ثواب ہے یعنی پہلے کو دوسرے سے آدھا ثواب ہے لوگوں نے پوچھا کہ یا حضرت! دو قیراط کتنے بڑے ہوتے ہیں فرمایا کہ دو بڑے پہاڑ کے برابر یعنی اس کو بہت بڑا ثواب ہے کہ اس کا اندازہ سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں اور قیامت کے دن اس کا ثواب اس کی میزان میں پہاڑ سے بھاری ہوگا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیراط کے حاصل کرنے کے واسطے نماز پڑھنے تک جنازے کے ساتھ رہنا شرط ہے لیکن اس کے حاصل کرنے کے واسطے ابتدائے ختم نماز تک ساتھ رہنا شرط نہیں بلکہ اگر فقط جنازے کی نماز ہی پڑھے اور اتباع نہ کرے تو جب بھی اس کو قیراط بھر ثواب ہے اس لیے کہ جو چیز نماز سے پہلے ہے وہ سب اس کا وسیلہ ہے صرف اتنا فرق ہے کہ جو فقط نماز پڑھے اور ساتھ نہ جائے تو اس کی قیراط چھوٹی ہے اس سے جو نماز پڑھے

اور اس کے ساتھ بھی جائے اور یہ صورت بعینہ ایک حدیث سے معلوم ہوتی ہے لیکن ممکن ہے کہ اس اتباع سے مراد اتباع بعد نماز کے ہو اور دفن کی قیراط میں اس نظیر کو جاری کرنا مختلف فیہ ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ ثواب کس وقت حاصل ہوتا ہے سو شافعیہ وغیرہ کے نزدیک زیادہ ترصحیح قول یہ ہے کہ یہ ثواب دفن سے فارغ ہونے پر موقوف ہے یعنی جب دفن ہو چکے تو اس وقت یہ ثواب حاصل ہوتا ہے اس سے پہلے نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ لحد میں رکھنے پر موقوف ہے یعنی جب مردے کو لحد یعنی بغلی میں رکھا جائے تو اس وقت آدمی اس ثواب کا مستحق ہوتا ہے خواہ بعد اس کے وہاں ٹھہرے یا نہ ٹھہرے اور بعض کہتے ہیں کہ دفن سے فارغ ہونے کے وقت حاصل ہوتا ہے مٹی ڈالنے سے پہلے اور یہ سب صورتیں حدیثوں سے ثابت ہیں لیکن پہلی صورت کو ترجیح ہے کہ اس میں زیادتی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان میں سے ہر ہر فعل کے بدلے ایک ایک قیراط حاصل ہو، واللہ اعلم۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنازے میں حاضر ہونے اور اس کی تجہیز و تکفین کے واسطے جمع ہونے کی بڑی فضیلت ہے اور جو شخص میت کے کفن دفن کا متولی ہو اللہ کا اس پر بڑا فضل ہوتا ہے اور یہ جو فرمایا کہ اس کو قیراط کے برابر ثواب ملے گا اور ہر ایک قیراط بڑے پہاڑ کے برابر ہے تو اس میں بشارت ہے بہشت کی کہ جو شخص جنازے کے ساتھ جائے گا وہ بہشت میں داخل ہو گا اس لیے کہ ذرہ ایک دانے کہ ایک ہزار اور چوبیس جزء سے ایک جز کا نام ہے یعنی ذرّہ ایک دانے کا ایک ہزار اور چوبیسواں حصہ ہے اور دانہ قیراط کا تیسرا حصہ ہے اور قیراط بڑے پہاڑ کے برابر ہے سو جب آدمی ایک ذرے نیکی کے ساتھ دوزخ سے نکل آئے گا تو پھر سمجھنا چاہیے کہ قیراط کا کیا حال ہو گا لیکن پہاڑ کے برابر ہونا صرف نیکیوں کے قیراط کا خاصہ ہے اور برائیوں کے قیراط کا یہ حال نہیں کہ اس کا اتنا اندازہ نہیں بلکہ مراد اس سے تین جو کا اندازہ ہے جو اس کا اصلی وزن ہے۔

بَابُ صَلَاةِ الصِّبْيَانِ مَعَ النَّاسِ عَلَى الْجَنَآئِزِ.

نابالغ لڑکوں کو لوگوں کے ساتھ جنازہ پڑھنا درست ہے۔

**فائدہ:** یہ باب پہلے بھی مذکور ہو چکا ہے لیکن وہاں ان کے قیام کی کیفیت کا بیان تھا کہ لڑکے بھی مردوں کے برابر کھڑے ہوں ان سے پیچھے ہٹ کر نہ کھڑے ہوں اور یہاں اس کی مشروعیت کا بیان ہے کہ لڑکوں کو جنازہ پڑھنا درست ہے منع نہیں۔

۱۲۴۱ ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا زَآئِدَةُ حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

۱۲۴۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ ایک قبر پر تشریف لائے سو لوگوں نے کہا کہ یہ مردہ آج رات کو دفن ہوا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا سو ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی پھر آپ نے اس پر نماز پڑھی۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرًا فَقَالُوْا هٰذَا دُفِنَ أَوْ دُفِنَتِ الْبَارِحَةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهَا.

## بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَآئِزِ بِالْمُصَلّٰى وَالْمَسْجِدِ.

عیدگاہ اور مسجد میں جنازہ پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے۔

**فائدہ:** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مردے کا عیدگاہ میں ہونا ذکر نہیں کیا اس واسطے کہ مردہ وہاں حاضر نہیں تھا بلکہ غائب تھا اور عیدگاہ کو مسجد کے ساتھ ملحق کیا ساتھ حدیث ام عطیہ کے کہ حیض والی عورتیں عیدگاہ سے کنارے رہیں سو یہ دلیل ہے اس کی کہ مسجد اور عیدگاہ کا ایک حکم ہے اور جس چیز سے مسجد میں پرہیز کرنا ضروری ہے اس سے عیدگاہ میں بھی پرہیز کرنا ضروری ہے۔

١٢٤٢ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِيْ سَلَمَةَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَعٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ يَوْمَ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِأَخِيْكُمْ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِهِمْ بِالْمُصَلّٰى فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا.

١٢٤٢۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن حبش کا بادشاہ نجاشی مر گیا اس دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس کے مرنے کی خبر دی اور فرمایا کہ اپنے بھائی کے واسطے استغفار کرو اور بخشش کی دعا مانگو پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں لوگوں سے صف باندھی اور اس پر چار تکبیریں کہہ کر جنازہ پڑھا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیدگاہ میں جنازہ پڑھنا درست ہے وفيه المطابقة للترجمة.

١٢٤٣ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ الْيَهُوْدَ جَآءُوْا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

١٢٤٣۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی اپنی قوم سے ایک مرد اور عورت کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے جنہوں نے زنا کیا تھا یعنی ان کا حکم پوچھنے کو آئے سو آپ نے ان کے رجم کرنے کا حکم فرمایا سو وہ دونوں سنگسار کیے گئے مسجد

بِرَجُلٍ مِّنْهُمْ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيبًا مِّنْ مَّوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ. کے پاس جنازہ گاہ سے قریب۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابن حبیب نے کہا کہ مدینے میں جنازہ گاہ مقرر تھے مشرق کی طرف سے مسجد نبوی کے ساتھ ملے ہوئے تھے سو اگر یہ قول ابن حبیب کا ثابت ہو جائے تو فبھا ورنہ احتمال ہے کہ مراد اس سے عید گاہ ہو جو عید کی نماز اور استسقاء کے واسطے مقرر ہوئی تھی اس واسطے کہ مسجد نبوی کے متصل کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جو رجم کے واسطے تیار کی گئی ہو اور آئندہ آئے گا کہ ہم نے ماعز کو عید گاہ میں سنگسار کیا اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی دلالت کرتی ہے کہ نماز جنازے کے واسطے ایک مکان تیار کیا ہوا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد میں جنازہ پڑھنا کسی سبب سے تھا یا واسطے بیان جواز کے تھا واللہ اعلم۔ اور یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ جنازے کی نماز مسجد میں درست ہے اور تقویت کرتی ہے اس کی وہ حدیث جو صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کا جنازہ مسجد میں پڑھا اور یہی ہے قول امام شافعی رحمہ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا ہے کما تقدم اور امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ بات مجھ کو پسند نہیں اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ اور ابن ابی ذہب کہتے ہیں کہ مسجد میں جنازہ پڑھنا مکروہ ہے اور جو لوگ مردے کو ناپاک کہتے ہیں ان کا بھی یہی قول ہے اور ان میں سے جو لوگ اس کے طاہر ہونے کے قائل ہیں وہ مسجد کے آلودہ ہونے سے ڈرتے ہیں اور یہ لوگ سہیل کی حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ جنازہ مسجد سے باہر تھا اور لوگ اس کے اندر تھے اور یہ امر بالاتفاق جائز ہے لیکن اس تاویل میں نظر ہے اس لیے کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنازہ پڑھنے کے واسطے سعد کی میت کو اپنے حجرے کے پاس یعنی مسجد میں لانے کا حکم کیا تو لوگوں نے اس پر انکار کیا کہ مسجد میں جنازہ نہیں پڑھا جاتا تھا تب عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث سے دلیل پکڑی یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کا جنازہ مسجد میں پڑھا ہے تو پھر اب مسجد میں جنازہ پڑھنا کیونکر درست نہیں اور نیز جنازے کا مسجد سے باہر ہونا اور لوگوں کا اندر ہونا اس کو مستلزم ہے کہ جنازہ مسجد کے قبلے کی دیوار سے آگے تھا کہ بغیر اس کے یہ صورت ممکن نہیں اور مسجد کے قبلے کی دیوار سے باہر کی طرف جنازہ رکھ کر نماز پڑھنی ممکن نہیں کہ آگے کی طرف اس کے لوگوں کے گھر تھے اور نیز قبلے کی دیوار درمیان میں حائل تھی پس معلوم ہوا کہ یہ تاویل صحیح نہیں اور بعض یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ بعد اس کے عمل ترک پر قرار پا گیا تھا اس دلیل سے کہ جن لوگوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا پر انکار کیا وہ اصحاب تھے پس اگر یہی عمل جاری رہتا تو اصحاب اس پر انکار نہ کرتے اور یہ دلیل مردود ہے ساتھ اس کے کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے انکار پر انکار کیا تو انہوں نے اس کو تسلیم کر لیا اور اس کا کچھ جواب نہ دیا پس معلوم ہوا کہ اصحاب اس واقعہ کو بھول گئے تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو یاد رکھا تھا اور ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں پڑھا اور صہیب رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں پڑھا اور ایک روایت میں ہے کہ ان کا جنازہ منبر

کے برابر رکھا گیا سو یہ مقتضی ہے اس بات کو کہ مسجد میں جنازے کے جائز ہونے پر اجماع ہو چکا ہے، انتہی اور بعض کہتے ہیں کہ اگر مسجد میں جنازہ درست ہوتا تو جنازے کے واسطے علیحدہ مکان تیار نہ کیا جاتا سو جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو یہ بات مسلم نہیں کہ جنازہ گاہ علیحدہ مقرر کی ہوئی تھی اور بر تقدیر تسلیم کہا جائے گا کہ جنازے کے واسطے علیحدہ مکان تیار کرنا ممانعت اور کراہت کو مستلزم نہیں احتمال ہے کہ وہ افضلیت کے واسطے ہو اور یہ جواز کے واسطے جیسا کہ عید کی نماز کا حال ہے کہ حضرت ﷺ نے اس کے واسطے علیحدہ عید گاہ تیار کروائی ہوئی تھی حالانکہ عید کی نماز مسجد میں بالاتفاق جائز ہے پس جنازہ گاہ علیحدہ بنانے کو کراہت کی دلیل ٹھہرانا محض خیال فاسد ہے اور بعض حنفی یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو ابوداؤد وغیرہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے **من صلی جنازة في المسجد فلا شیء له** یعنی جو شخص مسجد میں جنازہ پڑھے اس کو کچھ ثواب نہیں سو جواب اس کا کئی وجہ سے ہے وجہ اول یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے صالح مولیٰ توءمہ (جو اس کا راوی ہے) اس کے ساتھ منفرد ہوا ہے اور وہ ضعیف ہے اور ابن عبدالبر نے کہا کہ **فلا اجر له** خطا فاحش ہے اور اس حدیث کو کامل میں روایت کیا ہے اور اس کو صالح کے منکرات سے گنا ہے پھر شعبہ سے نقل کیا کہ وہ صالح سے روایت نہیں کرتا تھا بلکہ اس کی روایت سے منع کرتا تھا اور مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ اس سے کوئی حدیث نہ لو کہ وہ ثقہ نہیں اور نسائی سے نقل کیا کہ اس میں ضعف ہے اور ابن حبان نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا اور اخیر عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور اس کی پہلی عمر کی حدیث پچھلی سے مختلط ہو گئی تھی اس واسطے متروک ہو گیا اور بیہقی نے کہا کہ صالح کی عدالت میں اختلاف ہے، انتہی اور جب اس حدیث کا ضعیف ہونا ثابت ہوا تو استدلال کرنا اس سے باطل ہوا۔ دوم یہ کہ ابوداؤد کا جو نسخہ کہ مشہور اور محقق سنا گیا ہے اس میں یہ حدیث ان الفاظ سے نہیں آئی بلکہ ان الفاظ سے آئی ہے **من صلی علی جنازة في المسجد فلا شیء علیه** یعنی جو شخص کہ مسجد میں جنازہ پڑھے اس پر کچھ گناہ نہیں پس بنا علیہ اس حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہ ہوگا۔ سوم یہ کہ اگر لفظ فلا شیء لہ کا ثابت ہونا بالفرض تسلیم بھی کیا جائے تو کہا جائے گا کہ تطبیق ترجیح سے مقدم ہے اور جب تک تطبیق ممکن ہو ترجیح درست نہیں اور ترجیح اس جگہ ممکن ہے اس طرح کہ لام کو علی کے معنی پر حمل کیا جائے جیسا کہ قرآن شریف میں آیت ﴿وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا﴾ میں لہا ساتھ معنی علیہا کے آیا ہے پس باوجود ممکن ہونے اس تطبیق کے ترجیح درست نہیں اور اختیار کرنا اس مجاز کا بلاضرورت نہیں بلکہ وہ ضروری ہے واسطے ضروری ہونے تطبیق کے خاص کر ابوداؤد کی مشہور روایت بھی اس کے موافق آئی ہے کما مر پس یہ کہنا کہ ارتکاب مجاز کا بلاضرورت ہے محض خیال فاسد ہے اگر تطبیق کی ضرورت نہیں تو پھر ضرورت کس جانور کا نام ہے۔ چہارم یہ کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے فقط اتنا ثابت ہوتا ہے کہ جو مسجد میں جنازہ پڑھے اس کو کچھ ثواب نہیں اس سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ اس پر گناہ ہوتا ہے پس ممانعت اور کراہت کا ثابت ہونا اس سے ممکن

نہیں کہ ثواب کا نہ ملنا گناہ کو مستلزم نہیں ایسا ہو تو جہاں میں کوئی امر جائز نہیں رہے گا۔ پنجم یہ کہ احتمال ہے کہ لا کو نفی کمال پر حمل کیا جائے ساتھ دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہ وہ جواز پر دلالت کرتی ہے پس معنی یہ ہوگا کہ اس کو کامل ثواب نہیں پس اس صورت میں دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جائے گی۔ ششم یہ کہ اس حدیث کی ایک روایت میں یہ لفظ آیا ہے کہ اس کو کچھ ثواب نہیں اور ایک میں یہ لفظ آیا ہے کہ اس کی نماز درست نہیں اور یہ دونوں آپس میں صریح معارض ہیں کہ ثواب کا نہ ملنا گناہ کو مستلزم نہیں پس خالی نہیں کہ یا تو تطبیق دی جائے گی اور یا بوجہ تعارض کے دونوں کو ساقط کیا جائے گا پس مانع جس امر کو اختیار کرے ہمارا مطلب حاصل ہوگا۔ ہفتم یہ کہ یہ حدیث محمول ہے اوپر ناقص ہونے ثواب اس شخص کے جو مسجد میں جنازہ پڑھے اور پھر جنازے کے ساتھ قبرستان تک نہ جائے اور دفن کے وقت تک ساتھ رہے اس شخص کے حق میں کہا جائے گا کہ اس کا اجر ناقص ہے پس ان وجوہات سے اس حدیث کے ساتھ استدلال کرنا باطل ہوگیا اور نیز اس سے باطل ہوگیا جو طحاوی نے دعویٰ کیا کہ مسجد میں جنازہ پڑھنا منسوخ ہے علاوہ ازیں متاخر ہونا ناسخ کا ثابت نہیں اس کا اثبات بذمہ مدعی ہے اور نیز جب نسخ کا دعویٰ کیا تو اس کے جواز کا اقرار تو خود ہو چکا اب اثبات نسخ بذمہ مدعی ہے اور نیز منسوخ ہونا مستلزم ہے عدم جواز کو اور عدم جواز اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا اس لیے کہ شیخ عبدالحق نے لمعات میں لکھا ہے کہ مراد اس حدیث میں نہی سے نہی تنزیہی ہے اس لیے کہ نہ تو یہ حدیث نص غیر مصروف ہے اور نہ وعید کے ساتھ مقترن ہے پس نہی تنزیہی کے سوا اس سے اور کچھ ثابت نہیں ہو سکتا ہے اور نیز جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے اصحاب کے انکار پر انکار کیا تو اس وقت سب اصحاب نے سکوت کیا پس اگر یہ امر منسوخ ہوتا تو اصحاب میں سے کوئی نہ کوئی ضرور ہی اس کو بیان کرتا اور نیز اگر یہ امر منسوخ ہوتا تو صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا جنازہ مسجد میں کیوں پڑھا جاتا اور بعض کہتے ہیں کہ جواز کے اقرار سے دو بار نسخ لازم آتا ہے نسخ اباحت اصلی کا ساتھ حدیث نہی کے اور نسخ نہی کا ساتھ فعل کے سو سابق تقریر سے معلوم ہوا کہ یہ بناء فاسد علی الفاسد ہے اس لیے کہ جب حدیث نہی کی جواز کی ناسخ نہیں ہو سکتی کما مر تو پھر اس کا مکرر منسوخ ہونا کیونکر متصور ہو سکتا ہے اور بیان اس کا وجوہات سابقہ سے مفہوم ہو سکتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جب جنازہ گاہ مسجد کے متصل تھی تو قرب کے سبب سے راوی نے اس کو مسجد گمان کیا سو جواب اس کا یہ ہے کہ اس صورت میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول (ادخلوا بہ المسجد) کے کوئی معنی نہ ہوں گے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنِ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلٰى قَبْرِهٖ سَنَةً ثُمَّ رُفِعَتْ

قبروں پر مسجدیں بنانا مکروہ ہے یعنی یہود اور نصاریٰ کی طرح قبروں پر نماز پڑھنا اور ان کو سجدہ گاہ ٹھہرانا منع ہے اور جب حسن بن حسن بن علی کا انتقال ہوا تو اس کی بیوی نے اس کی قبر پر خیمہ کھڑا کیا اور اس میں ایک سال تک

فَسَمِعُوْا صَآئِحًا يَقُوْلُ اَلَا هَلْ وَجَدُوْا مَا فَقَدُوْا فَأَجَابَهُ الْاٰخَرُ بَلْ يَئِسُوْا فَانقَلَبُوْا.

بیٹھی رہی سو اس نے ایک پکارنے والے یعنی فرشتے کو سنا کہ دوسرے ساتھی سے کہتا ہے خبردار ہو! کیا انہوں نے پالیا اس چیز کو جس کو گم کیا تھا سو دوسرے نے اس کو جواب دیا نہیں بلکہ مایوس اور ناامید ہو کر پلٹ گئے۔

**فائدہ:** یعنی جو شخص کہ قبر پر خیمہ کھڑا کر کے ٹھہرے تو ضروری ہے کہ نماز بھی وہیں پڑھے اور یہ مستلزم ہے قبر کے سجدہ گاہ بنانے کو اور جب ہاتف کی زبان سے اس کی قباحت معلوم ہوئی تو ثابت ہوا کہ قبر کو سجدہ گاہ بنانا منع ہے۔ وفيه المطابقة للترجمة.

١٢٤٤ ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ هِلَالٍ هُوَ الْوَزَّانُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَآئِهِمْ مَسْجِدًا قَالَتْ وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَأُبْرِزَ قَبْرُهٗ غَيْرَ اَنِّيْ اَخْشٰى اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا.

۱۲۴۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا کہ اللہ لعنت کرے یہود ونصاریٰ کو کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اگر آپ یہ حدیث نہ فرماتے تو آپ کی قبر ظاہر کی جاتی اور اس کے گرد پردہ نہ کیا جاتا یعنی گھر سے باہر دفن کیے جاتے لیکن میں ڈرتی ہوں کہ آپ کی قبر سجدہ گاہ ٹھہرائی جائے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر پر نماز پڑھنا اور اس کو سجدہ گاہ ٹھہرانا منع ہے کہ یہ ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور جو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں ڈرتی ہوں الخ تو یہ کہنا ان کا مسجد نبوی کے فراخ ہونے سے پہلے تھا اور جب مسجد فراخ ہوگئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حجرے کو جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف تھی مثلث (اس شکل کو کہتے ہیں جس کے تین کونے ہوں) شکل پر بنوایا تا کہ کوئی شخص قبر کی طرف قبلے کو منہ کر کے نماز نہ پڑھ سکے۔

## بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النُّفَسَآءِ إِذَا مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا.

جب کوئی عورت بچہ جننے کی درد سے مر جائے یا بچہ جننے کے دنوں میں مر جائے تو اس کے جنازے کا کیا حکم ہے پڑھنا چاہیے یا نہیں؟۔

**فائدہ:** پہلا معنی خاص اور دوسرا معنی عام ہے اس سے کہ بچہ جننے کے سبب سے مرے یا کسی اور بیماری سے مرے لیکن پہلا معنی باب کی حدیث سے زیادہ تر لائق ہے اس لیے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں صریح آ چکا ہے کہ وہ حمل کے سبب سے مرے۔

١٢٤٥ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا.

۱۲۴۵۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت پر (جو بچہ جننے کے سبب سے مرگئی تھی) نماز پڑھی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے درمیان یا کمر کے برابر کھڑے ہوئے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں فرمایا کہ غرض اس باب سے یہ ہے کہ بچہ جننے والی عورت اگرچہ شہیدوں میں داخل ہے لیکن اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے بخلاف اس شہید کے جو کفار کے معرکے میں شہید ہوا کہ اس کا جنازہ پڑھنا مشروع نہیں۔

بَابُ أَيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الْمَرْأَةِ وَالرَّجُلِ.

امام عورت اور مرد کے جنازے پر کس جگہ کھڑا ہو یعنی کمر کے برابر کھڑا ہو یا اس کے سینے کے برابر کھڑا ہو یا کسی اور جگہ کھڑا ہو؟۔

**فائدہ:** اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے حنفیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ امام میت کے سینے کے برابر کھڑا ہو خواہ مرد کی میت ہو یا عورت کی میت ہو اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر مرد کا جنازہ ہو تو اس کے سر کے برابر کھڑا ہو اور اگر عورت کا جنازہ ہو تو اس کی کمر کے برابر کھڑا ہو اور یہی قول مختار ہے نزدیک امام احمد اور ابو یوسف کے اور ایک قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر مرد کا جنازہ ہو تو اس کے درمیان کھڑا ہو اور اگر عورت کا جنازہ ہو تو اس کے مونڈھوں کے برابر کھڑا ہو اور ایک روایت ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح آئی ہے اور مراد امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ عورت اور مرد میں کچھ فرق نہیں دونوں کا ایک حکم ہے دونوں کے درمیان کھڑا ہو اس لیے کہ عورت میں دونوں طرح کا احتمال ہے کہ اس کے مؤنث ہونے کی وصف معتبر ہے پس ستر مطلوب ہے اور احتمال ہے کہ یہ وصف معتبر نہ ہو اور جو حدیث کہ ابوداؤد وغیرہ میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مرد کے جنازے میں اس کے سر کے برابر کھڑے ہوئے اور عورت کے جنازے میں اس کی نشست گاہ کے برابر کھڑے ہوئے سو معلوم ہوا کہ یہ حدیث ضعیف ہے لائق استدلال نہیں لیکن اس پر سب کا اجماع ہے کہ نمازی جنازے کی صفوں میں مل کر کھڑے نہ ہوں بلکہ اپنے درمیان فرق چھوڑیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کا جنازہ پہلے پڑھا اور عورت کا جنازہ پیچھے پڑھا لیکن یہ حدیث مقطوع ہے۔

١٢٤٦ ـ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا

۱۲۴۶۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں

عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا.

نے حضرت ﷺ کے پیچھے ایک عورت کا جنازہ پڑھا جو بچہ جننے کے سبب سے مرگئی تھی سو آپ اس کے درمیان کھڑے ہوئے۔

بَابُ التَّكْبِيْرِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعًا.

جنازے پر چار تکبیریں کہنے کا بیان۔

**فائدہ:** فتح الباری میں فرمایا کہ اس باب میں اشارہ ہے اس طرف کہ جنازے میں چار تکبیروں سے زیادہ کوئی تکبیر نہ کہے اور سلف علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پانچ تکبیریں کہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے بھی ایک جنازے پر پانچ تکبیریں کہیں اور ابن منذر وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ بدر والوں پر چھ تکبیریں کہتے تھے اور دوسرے اصحاب پر پانچ تکبیریں کہتے تھے اور باقی سب لوگوں پر چار تکبیریں کہتے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک جنازے پر تین تکبیریں کہیں اور ابن منذر نے کہا کہ اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ جنازے کی چار تکبیریں ہیں اور بکر بن عبداللہ مزنی کا یہ قول ہے کہ تین سے کم نہ ہوں اور سات سے زیادہ نہ ہوں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ چار سے کم نہ کرے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب تک امام تکبیریں کہے مقتدی بھی کہے اور بیہقی نے اسناد حسن کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ کے زمانے میں سات تکبیریں بھی کہی جاتی تھیں اور چھ بھی کہی جاتی تھیں اور پانچ اور چار بھی کہتے تھے سو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو چار تکبیروں پر جمع کیا چار رکعت نماز کی طرح اور ترمذی نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق سے نقل کیا ہے کہ اگر امام پانچ تکبیریں کہے تو مقتدی بھی اس کی پیروی کریں اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے اور محمد بن حنفیہ اور ابن ابی لیلیٰ کا بھی یہی قول ہے اور امام شوکانی نے نیل الاوطار میں فرمایا کہ تمام ائمہ اہل بیت کا بھی یہی مذہب ہے سوائے زید بن علی کے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ جنازے کی نماز میں چار تکبیروں سے زیادہ کہنی جائز نہیں وہ کہتے ہیں کہ چار سے زیادہ تکبیریں کہنے کی حدیث منسوخ ہے جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے **هذا الحديث منسوخ دل الاجماع على نسخه انتهى** سو جواب اس کا یہ ہے کہ چار تکبیروں پر اجماع ہونا مسلم نہیں اس لیے کہ ایک جماعت صحابہ اور تابعین وغیرہ ائمہ مجتہدین سے چار سے زیادہ تکبیریں کہنا ثابت ہو چکا ہے **کما مر** پھر باوجود اس قدر اختلاف کے ثبوت اجماع کی کیا صورت ہے اور مسک الختام میں ہے کہ ابن عبدالبر نے کہا کہ چار تکبیروں پر دعویٰ اجماع کا مردود ہے اور نیز یہ اجماع بطریق احاد منقول ہے اور جو اجماع کہ بطریق احاد منقول ہو وہ اکثر اہل اصول کے نزدیک حجت نہیں جیسا کہ

منہاج اسنوی میں لکھا ہے وذهب الاكثر الى انه ليس بحجة انتهٰی اور نیز امام محمد نے آثار میں ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے کہ لوگ حضرت ﷺ کے زمانے میں پانچ اور چھ تکبیریں کہتے رہے یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا اور پھر بعد ازاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی یہی امر جاری رہا پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو چار تکبیروں پر جمع کیا پس جب حضرت ﷺ کے آخری دم تک چار سے زیادہ تکبیریں جاری رہیں اور عہد صدیقی میں بھی یہی امر جاری رہا تو اس سے قطعاً ثابت ہوگیا کہ یہ حکم منسوخ نہیں اور حضرت ﷺ نے اس کو منسوخ نہیں فرمایا پھر باوجود اس کے اس اجماع فاروقی کا ناسخ ہونا کیونکر ممکن ہے چہ جائیکہ نسخ کے شرائط بھی یہاں موجود نہیں اور مانعین کو ناسخ میں بھی اختلاف ہے کوئی کسی کو ناسخ کہتا ہے اور کوئی کسی کو ناسخ بتلاتا ہے پس دعویٰ نسخ باطل ہے اور معلوم ہوا کہ یہ حکم منسوخ نہیں بلکہ اب بھی چار سے زیادہ تکبیریں کہنی جائز ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے چار تکبیریں کہی ہیں سو جواب اس کا یہ ہے جو کہ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ یہ قاطع نزاع نہیں ہوسکتی اس لیے کہ آپ کا چار پر اقتصار کرنا پانچ کی مشروعیت کی نفی نہیں کرتا بعد اس کے ثابت ہونے کے غایت درجہ یہ ہے کہ دونوں امر جائز ہوں گے اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے وفات سے پہلے آخری جنازے پر چار تکبیریں کہی تھیں سو جواب اس کا یہ ہے جو کہ امام شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ لفظ کئی طریقوں سے مروی ہے اور وہ سب کے سب ضعیف ہیں اثرم نے کہا کہ اس حدیث کو محمد بن معاویہ نے ابی ملیح سے روایت کیا ہے اس نے مہران بن میمون سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سو میں نے احمد سے اس کا حال پوچھا اس نے کہا کہ اس محمد نے کئی موضوع حدیثیں روایت کی ہیں یہ حدیث بھی انہی میں سے ہے اور اس کو بڑا جانا اور کہا کہ ابوالملیح اللہ سے ڈرنے والا تھا اس سے کہ ایسی حدیث روایت کرے اور حرب نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کو محمد بن زیاد نے روایت کیا ہے اور وہ موضوع حدیثیں بنایا کرتا تھا اور ابن قیم نے کہا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ حدیث محض جھوٹ ہے اس کی کوئی اصل نہیں انتہیٰ اور نیز امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ چار اور پانچ تکبیروں میں کچھ تعارض نہیں اور بعض اصحاب سے جو اس کے برخلاف مروی ہے تو احتمال ہے کہ واسطے بیان جواز کے ہو پس یہ عدم جواز کی دلیل نہیں ہاں البتہ اگر اجماع ثابت ہو جائے تو معتبر ہوگا و الا كان الاخذ بالزيادة الخارجة من مخرج صحيح هو الراجح كما ذكره الشوكانی فی نيل الاوطار.

وَقَالَ حُمَيْدٌ صَلّٰى بِنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ سَلَّمَ فَقِيْلَ لَهُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ ثُمَّ سَلَّمَ.

اور حمید نے کہا کہ ہم کو انس رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا سو تین تکبیریں کہیں پھر سلام پھیرا سو کسی نے کہا کہ تم نے فقط تین تکبیریں کہیں ہیں سو انہوں نے قبلے کی طرف منہ کیا پھر چوتھی تکبیر کہی پھر سلام پھیرا۔

**فائدہ:** ایک روایت میں انس رضی اللہ عنہ سے یہ آیا ہے کہ انہوں نے ایک جنازے پر فقط تین تکبیریں کہیں پس یہ تعارض ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ مراد اس سے تین تکبیریں تکبیر تحریمہ کے سوا ہیں تحریمہ ان میں داخل نہیں اور یا شاید ان کے نزدیک تین تکبیریں جائز ہوں گی اور چار افضل ہوں گی پس تعارض دفع ہو گیا۔

١٢٤٧ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِىَّ فِى الْيَوْمِ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ.

۱۲۴۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن نجاشی مرا اس دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مرنے کی خبر دی اور لوگوں کے ساتھ عید گاہ کی طرف نکلے اور ان کی صف باندھی اور اس پر چار تکبیریں کہیں۔

١٢٤٨ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا سَلِيْمُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى أَصْحَمَةَ النَّجَاشِىِّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا وَقَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَعَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ سَلِيْمٍ أَصْحَمَةَ.

۱۲۴۸۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی پر نماز پڑھی سو آپ نے چار تکبیریں کہیں۔

**فائدہ:** ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جنازے کی نماز میں فقط چار تکبیریں کہے اس سے کم وبیش نہ کرے اور یہی ہے مذہب اکثر اہل علم کا، کما مر۔

بَابُ قِرَآءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى الْجَنَازَةِ.

جنازے کی نماز میں سورہ الحمد کے پڑھنے کا بیان۔

**فائدہ:** اس مسئلے میں بھی علماء کو اختلاف ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حسن بن علی اور ابن زبیر اور مسور سے منقول ہے کہ جنازے میں الحمد پڑھنا مشروع ہے اور ساتھ اسی کے قائل ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق کہتے ہیں کہ جنازے میں الحمد پڑھنا واجب ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جنازے میں الحمد نہ پڑھے اور یہی قول ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور ان لوگوں کی دلیل یہ حدیث ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنازے کی نماز پڑھو تو اس کے واسطے خالص دعا کرو سو اس کا جواب

کئی طرح سے ہے اول یہ کہ اس میں فقط دعا کا ذکر ہے اس سے اس بات کی نفی نہیں نکلتی کہ اس میں الحمد نہ پڑھے۔ دوم یہ کہ دعا عام ہے ہر دعا کو شامل ہے پس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جو آئندہ آتی ہے اس کی مخصص ہو جائے گی ساتھ ان وجوہات کے جو قرأت فاتحہ خلف الامام کے مسئلے میں پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔ سوم یہ کہ سورہ فاتحہ بھی دعا ہے اور دعا میں داخل ہے پس اس کی ممانعت اس سے ثابت نہیں ہو سکتی ہے اگر ایسا ہو تو پھر ثناء اور تعوذ بھی اس سے منع ہو گا اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط دعا کرنے کو فرمایا اور کسی چیز کو پڑھنا نہیں فرمایا پس اگر اس کے عموم سے ثناء اور تعوذ اور تکبیرات مخصوص ہیں تو پھر الحمد بھی اس سے مخصوص ہو گا فما هو جوابكم فهو جوابنا ۔ چہارم یہ کہ بر تقدیر تعارض ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو ترجیح ہو گی کہ وہ اصح الكتب بعد كتاب الله کی حدیث ہے۔ پنجم یہ کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مثبت ہے اور مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر پس بر تقدیر تسلیم اس نفی کے مثبت اس پر مقدم ہو گا ۔ ششم یہ کہ یہ حدیث لا صلوة الا بفاتحة الكتاب کا عموم دلالت کرتا ہے اس پر کہ ہر نماز میں الحمد کا پڑھنا واجب ہے پس اس بنا پر جنازے کی نماز میں بھی الحمد پڑھنا واجب ہو گا اور اگر وجوب سے قطع نظر کی جائے تو سنیت سے جب بھی چارہ نہیں اس لیے کہ امام الکلام میں لکھا ہے کہ حنفیوں نے بہت مسائل اختلافیہ جانب مخالف کی رعایت کے واسطے استحباب کا حکم لگا دیا ہے اور کوئی نص قاطع نہیں جو جنازے میں الحمد کے ناجائز ہونے پر دلالت کرے اور منع کی مقتضی ہو، انتہی اور بعض کہتے ہیں کہ بعض حدیثوں سے جو الحمد کا جنازے میں پڑھنا ثابت ہوتا ہے تو وہ بطریق ثناء اور دعا کے تھا نہ بطریق قرأت کے سو جواب اس کا یہ ہے جو کہ امام الکلام کے خاتمے میں لکھا ہے کہ یہ محض دعویٰ ہے اس پر کوئی دلیل نہیں اس لیے کہ نیت ثناء کہ پوشیدہ امر ہے نہیں معلوم ہو سکتا مگر قاری کے بتلانے سے اور جس چیز کو اس نے پڑھا وہ حقیقی قرآن ہے بغیر کسی دلیل پھیرنے والی کے اس سے پھرنا جائز نہیں پس یہ دلیل الحمد کے سنت ہونے کی مثبت ہے نافی نہیں اور امام شرنبلانی نے اس باب میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور اس میں کتب فقہ کی بہت عبارتیں نقل کی ہیں پھر آخر سب کو مخدوش اور مردود کر کے الحمد کے دلائل کو ذکر کیا اور جنازے میں الحمد کا جائز بلکہ سنت ہونا ثابت کیا ہے پس جس کو شوق ہو اس کی طرف رجوع کرے کہ وہ رسالہ اس مسئلے میں جامع ہے اور بعض صحابہ سے جو اس کا نہ پڑھنا مروی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ فعل صحابی کا حجت نہیں خاص کر حدیث کے مقابلے میں تو بالاتفاق حجت نہیں اور نیز مجرد ترک جواز کی منافی نہیں بلکہ استحباب کے بھی منافی نہیں اس لیے کہ بعد اوقات ترک کرنا تو سنت میں بھی ضروری ہے اور نیز احتمال ہے کہ ان کا ترک کرنا واسطے بیان جواز کے ہو پس یہ حدیث اس کے مخالف نہیں اور اجوبہ مذکورہ بھی یہاں جاری ہو سکتے ہیں، واللہ اعلم۔

وَقَالَ الْحَسَنُ يَقْرَأُ عَلَى الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا

اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نمازی لڑکے کی نماز جنازہ میں سورۂ الحمد پڑھے پھر کہے الٰہی! اس کو ہمارے واسطے

وَّسَلَفًا وَّأَجْرًا. پیشوا اور آگے چلنے والا اور موجب ثواب کا بنا۔

**فائدہ:** عبدالرزاق اور نسائی میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنازے کی نماز میں سنت ہے کہ اول تکبیر کہے پھر الحمد پڑھے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر میت کے واسطے دعا کرے اور نہ پڑھے مگر پہلی تکبیر میں یعنی اول تکبیر تحریمہ کہے پھر الحمد پڑھ کر دوسری تکبیر کہے پھر درود پڑھ کر تیسری تکبیر کہے پھر میت کے واسطے دعا کر کے چوتھی تکبیر کہے۔

١٢٤٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ طَلْحَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلٰى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَقَالَ لِتَعْلَمُوْا أَنَّهَا سُنَّةٌ.

١٢٤٩۔ حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے ایک جنازے پر نماز پڑھی سو انہوں نے سورہ الحمد پڑھی اور کہا کہ میں نے الحمد اس واسطے پڑھا ہے کہ تم کو معلوم ہو کہ یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

**فائدہ:** ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے الحمد کو پکار کر پڑھا پھر فرمایا کہ میں نے پکار کر اس واسطے پڑھا ہے کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے اس سے معلوم ہوا کہ جنازے میں الحمد پڑھنا سنت ہے وفیہ المطابقة للترجمة اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جنازے میں پکار کر قرأت پڑھنی جائز ہے منع نہیں۔

## بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ. دفن کرنے کے بعد قبر پر جنازہ پڑھنے کا بیان یعنی جائز ہے

**فائدہ:** اس مسئلے میں بھی علماء کو اختلاف ہے جمہور علماء کہتے ہیں کہ دفن کے بعد قبر پر جنازہ پڑھنا جائز ہے اور نخعی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ اور امام مالک رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دفن کے بعد جنازہ پڑھنا درست نہیں مگر ان کے نزدیک یہ منع اسی وقت ہے جب کہ جنازہ پڑھ کر دفن کیا گیا ہو اور اگر جنازہ کے بغیر دفن کیا گیا ہو تو ایسی صورت میں ان کے نزدیک بھی دفن کے بعد قبر پر جنازہ پڑھنا درست ہے لیکن پیغمبروں کی قبر پر جنازہ درست نہیں۔

١٢٥٠ ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَنْ مَّرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرٍ

١٢٥٠۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک اکیلی قبر پر گزرے سو آپ امام بنے اور لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

مَنْبُوْذٍ فَأَمَّهُمْ وَصَلَّوْا خَلْفَهُ قُلْتُ مَنْ حَدَّثَكَ هٰذَا يَا أَبَا عَمْرٍو قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دفن کے بعد قبر پر جنازہ پڑھنا درست ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ۔

۱۲۵۱ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيْ رَافِعٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ أَسْوَدَ رَجُلًا أَوِ امْرَأَةً كَانَ يَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ وَلَمْ يَعْلَمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْتِهِ فَذَكَرَهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ مَا فَعَلَ ذٰلِكَ الْإِنْسَانُ قَالُوْا مَاتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أَفَلَا اٰذَنْتُمُوْنِيْ فَقَالُوْا إِنَّهُ كَانَ كَذَا وَكَذَا قِصَّتُهُ قَالَ فَحَقَرُوْا شَأْنَهُ قَالَ فَدُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهِ فَأَتٰى قَبْرَهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

۱۲۵۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کالا آدمی یا عورت مسجد میں رہتا تھا اور مسجد کو جھاڑو دیا کرتا تھا سو وہ مر گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مرنے کی خبر نہ ہوئی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اس کو یاد کیا اور فرمایا کہ اس آدمی کو کیا ہوا لوگوں نے عرض کی کہ یا حضرت! وہ مر گیا سو فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں نہیں خبر کی لوگوں نے کہا کہ وہ ایسا ایسا تھا سو لوگوں نے اس کے حال کی حقارت بیان کی یعنی وہ ایک ادنیٰ آدمی تھا اس لائق نہ تھا کہ اس کے واسطے آپ کو تکلیف دی جائے فرمایا کہ مجھ کو اس کی قبر بتلاؤ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لائے اور اس کا جنازہ پڑھا۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ دفن کرنے کے بعد مردے کا جنازہ پڑھنا درست ہے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کے ساتھ اس کا جنازہ پڑھا اور آپ نے ان پر انکار نہ کیا وفیہ المطابقۃ للترجمۃ لیکن حنفیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے اور فعل اصحاب کا تبعا واقع ہوا ہے اور جو فعل کہ تبعا واقع ہو وہ اصل کے واسطے دلیل نہیں ہو سکتا ہے مگر خاصہ دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتا ہے اور جس شخص نے کہ جنازہ نہ پڑھا ہو تو اس کے حق میں علماء کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ دفن کو تاخیر کیا جائے تا کہ وہ بھی جنازہ پڑھ لے اور بعض کہتے ہیں کہ جلدی سے دفن کیا جائے اور جس نے جنازہ نہ پڑھا ہو وہ دفن کے بعد قبر پر پڑھے اور اسی طرح اس کی مدت میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کی مدت ایک مہینہ ہے یعنی ایک مہینے تک اس کا جنازہ پڑھنا درست ہے اس کے بعد نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ جب تک جسم نے گل جائے تب تک اس کا جنازہ پڑھنا درست ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ جواز اسی شخص کے ساتھ خاص ہے جو اس کی موت کے وقت اس کے جنازے کی اہلیت رکھتا تھا اور یہی قول راجح ہے نزدیک شافعیہ کے اور بعض کہتے ہیں کہ دفن کے پیچھے مردے کا جنازہ پڑھنا ہمیشہ درست ہے، واللہ اعلم۔

### بَابُ الْمَيِّتُ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ.

مردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

۱۲۵۲ ۔ حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ قَالَ وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهٗ حَتّٰى إِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ فَيُقَالُ انْظُرْ إِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ مَقْعَدًا مِّنَ الْجَنَّةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِيْ كُنْتُ أَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِّنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيْهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ.

۱۲۵۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ بیشک جب آدمی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس کو دفن کر کے پھرتے ہیں یہاں تک کہ مردہ ان کے جوتوں کی آواز اور چاپ سنتا ہے تو اس وقت اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو اٹھا کر بٹھاتے ہیں سو کہتے ہیں کہ تو اس مرد یعنی محمد ﷺ کے حق میں کیا کہا کرتا تھا اور کیا عقیدہ رکھتا تھا؟ سو وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ وہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے سو اس کو کہا جاتا ہے کہ دیکھ طرف ٹھکانے اپنے کے دوزخ سے کہ اللہ نے تجھ کو اس کے بدلے بہشت سے ٹھکانہ بدل دیا حضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ دونوں جگہوں کو دیکھتا ہے اور جو شخص کہ کافر یا منافق ہو سو وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا میں کہتا تھا وہ چیز جو لوگ کہتے تھے سو اس کو کہا جاتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں سمجھا اور تو نے قرآن نہیں پڑھا یا سیدھے راہ پر نہیں چلا سو لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے کانوں کے درمیان یعنی ماتھے پر سخت چوٹ ماری جاتی ہے سو وہ اس سے چلاتا ہے اور سخت چیخ مارتا ہے ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے جو اس کے نزدیک ہے مگر جن اور آدمی نہیں سنتے یعنی تاکہ قاعدہ تکلیف کا قائم رہے اور غیب کے ساتھ ایمان حاصل ہو۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب لوگ میت کو دفن کر کے پلٹ آتے ہیں اور پھر کر چلتے ہیں تو میت ان کے جوتوں کی آواز سنتی ہے وفيه المطابقة للترجمة اور غرض اس باب سے دفن کے آداب بیان کرنا ہے یعنی دفن کے وقت آدمی اطمینان کو لازم پکڑے اور شور کرنے سے پرہیز کرے اور زمین پر سخت نہ چلے جیسا کہ زندہ آدمی سویا ہوا ہو تو اس کے پاس ان چیزوں کا بجا لانا لازم ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبروں میں جوتوں سے چلنا پھرنا جائز ہے لیکن احتمال ہے کہ حدیث میں قبرستان سے نکلنے کے بعد سننا مراد ہو پس یہ دلیل جواز کی نہیں ہو سکتی ہے اور ابوداؤد اور نسائی وغیرہ میں روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ایک مرد کو جوتوں سمیت قبروں میں چلتے دیکھا سو فرمایا

کہ اے جوتوں والے! قبر سے بچ سو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں میں جوتوں سمیت چلنا مکروہ ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ﷺ جوتے سمیت نماز پڑھا کرتے تھے جب تک کہ اس میں پلیدی نہ دیکھتے کما سیاتی فی موضعہ۔ طحاوی نے کہا کہ کراہت کی حدیث اس پر محمول ہے کہ اس کے جوتوں میں پلیدی لگی تھی پس اس سے حدیثوں میں تطبیق ہوگئی اور تعارض دفع ہو گیا پس حاصل یہ ہے کہ اگر جوتوں میں پلیدی نہ ہو تو اس کو پہن کر قبروں میں چلنا جائز ہے کہ جب اس میں نماز جائز ہے تو اس کے ساتھ قبروں میں چلنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور یہی معلوم ہوتا ہے ظاہر حدیث خفق سے اور قبرستان سے گزر کر جوتا پہننے کا احتمال بعید ہے واللہ اعلم۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کو سماعت حاصل ہے یعنی مردے زندوں کی آواز سنتے ہیں اور جو کوئی ان سے کلام کرے اس کو سمجھتے ہیں اور جان لیتے ہیں اور اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ مردے زندوں کی آواز سنتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں سنتے اور مانعین اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جوتوں کی آواز سننا فقط اسی وقت کے ساتھ خاص ہے جب کہ مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے کہ اس وقت منکر نکیر کے سوال کی آمد کے واسطے اس کو زندہ کیا جاتا ہے بعد سوال کے بعینہ اس سماع اور علم کا باقی رہنا کسی حدیث سے ثابت نہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی قول ہے کہ مردے زندوں کی آواز نہیں سن سکتے ہیں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ نے فرمایا ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ یعنی اے نبی! تو مردوں کو نہیں سنا سکتا اور اسی طرح بدر کے دن کفار کے مردوں سے کلام کرنا بھی حضرت ﷺ کا خاصہ ہے اور آپ کا معجزہ ہے اور مثبتین ان حدیثوں کو عام کہتے ہیں اور اس آیت کا یہ معنی کرتے ہیں کہ تیرا سنانا ان کو نفع نہیں دیتا یا تو ان کو نہیں سنا سکتا بلکہ اللہ سناتا ہے غرضیکہ جانبین سے اس مسئلے میں بڑی طویل گفتگو ہے اس جگہ میں اس کی گنجائش نہیں لیکن اصل غرض مثبتین کی سماع موتی کے ثابت کرنے سے یہ ہے کہ قبروں والوں سے مدد چاہنی اور استعانت کرنی جائز ہے اس کا جواز ثابت ہونا ہرگز ممکن نہیں اس واسطے کہ قرآن اور حدیث سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ استعانت لغیر اللہ شرک اور کفر ہے اور سوائے اللہ کے کسی سے مدد مانگنی جائز نہیں چنانچہ قرآن شریف میں ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَّمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ یعنی جن کو پکارتے ہیں اللہ کے سوا وہ کچھ پیدا نہیں کرتے اور آپ پیدا ہوئے ہیں مردے ہیں جن میں جی جان نہیں اور خبر نہیں رکھتے کب اٹھائے جائیں گے اور نیز صحابہ اور تابعین وغیرہ سے بھی کوئی اس کے جواز کا قائل نہیں علاوہ ازیں اکثر حنفیہ بھی اس کے قائل ہیں کہ مردے زندوں کی آواز نہیں سنتے ہیں جیسا کہ کتاب الایمان میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی قسم کھائے کہ میں فلاں شخص سے کلام نہیں کروں گا اور پھر اس کے مرنے کے بعد اس سے کلام کرے تو وہ حانث نہیں ہوگا اس واسطے کہ وہ اسباب پر منعقد ہوتے ہیں جو سمجھے جائیں اور مردہ سمجھ نہیں سکتا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ وہ مردہ ہے عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس

کا انکار کیا ہے اور یا وہ حضرت ﷺ کا معجزہ ہے اور یا وہ ضرب المثل ہے کذا قال الشیخ ابن الھمام فی شرح الھدایۃ، واللہ اعلم چنانچہ تفصیل اس کی محاسن الابرار اور تفہیم المسائل وغیرہ میں بہت بسط سے موجود ہے شائق ان کی طرف رجوع کرے اور نیز اگر دنیاوی حیاتی مردے کے حق میں فرض کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ آدمی کھانے پینے بول و براز وغیرہ عوارض بشریہ کا محتاج ہو حالانکہ یہ بات قطعا باطل ہے پس معلوم ہوا کہ وہ حیاتی دنیاوی نہیں ہاں منکر نکیر کے سوال کے وقت حیاتی دنیاوی کا عود کرنا مسلم ہے لیکن بعد اس کے باقی رہنا مسلم نہیں اور یہ جو فرشتے کہتے ہیں کہ تو اس مرد کو کیا کہا کرتا تھا؟ تو یہ اشارہ باعتبار شہرت اور حضور کے ہے کہ آپ کا دین سارے جہان میں مشہور ہے اور یا اس وقت مردے کے دل میں آپ کا خیال ڈال دیا جاتا ہے اور یا آپ کی صورت کی مثال اس کے سامنے لائی جاتی ہے۔

## بَابُ مَنْ أَحَبَّ الدَّفْنَ فِي الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ أَوْ نَحْوِهَا.

بیت المقدس اور حرمین شریفین وغیرہ متبرک مقاموں میں دفن کو دوست رکھنے کا بیان۔

**فائدہ:** یعنی بیت المقدس اور حرمین شریفین وغیرہ متبرک مقاموں میں اور بزرگ مقبروں میں جس جگہ کہ پیغمبر اور شہید اور اولیاء مدفون ہوں دفن ہونا مستحب ہے کہ تا کہ ان کی ہمسائیگی سے تبرک حاصل ہو اور جو رحمت کہ ان پر نازل ہوتی ہے اس کا اثر اس پر پڑے۔

١٢٥٣ ـ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلٰى مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا جَآءَهُ صَكَّهُ فَفَقَأَ عَيْنَهُ فَرَجَعَ إِلٰى رَبِّهِ فَقَالَ أَرْسَلْتَنِي إِلٰى عَبْدٍ لَّا يُرِيدُ الْمَوْتَ فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَيْنَهُ وَقَالَ ارْجِعْ فَقُلْ لَهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهُ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهِ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ أَيْ رَبِّ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ فَالْآنَ فَسَأَلَ اللّٰهَ أَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

١٢٥٣۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجا گیا سو جب وہ اس کے پاس آیا اور اس کو موت کا پیغام سنایا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو طمانچہ مارا اور اس کی آنکھ کو پھوڑ ڈالا اور اندھا کر دیا تو فرشتہ اپنے رب کی طرف پلٹ گیا سو اس نے کہا الٰہی! تو نے مجھ کو ایسے بندے کے پاس بھیجا جو موت کو نہیں چاہتا (اور اس نے تو میری آنکھ پھوڑ ڈالی) سو اللہ نے اس کی آنکھ پھیر دی اور درست کر دی اور فرمایا کہ اس کے پاس پلٹ جا سو اس کو یہ کہو کہ (اگر تو زندگی چاہتا ہے) تو اپنے ہاتھ کو بیل کی پیٹھ پر رکھ سو جس قدر اس کا ہاتھ بالوں کو ڈھک لے گا تو اس کو ہر بال کے بدلے ایک برس زندگی ملے گی یعنی جتنے بال اس کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے برس وہ زندہ رہے گا (سو جب

وَسَلَّمَ فَلَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلَى جَانِبِ الطَّرِيقِ عِندَ الْكَثِيبِ الْأَحْمَرِ.

ملک الموت پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور اس کو اللہ کا پیغام سنایا) تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا الٰہی! پھر کیا ہوگا اللہ نے کہا پھر آخر کو موت ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر یہی حال ہے تو پھر ابھی سہی سو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے سوال کیا کہ مجھ کو قریب کر دے پاک زمین سے یعنی بیت المقدس سے پتھر پھینک مارنے کے فاصلے کے برابر یعنی تا کہ میں وہاں پر دفن کیا جاؤں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو تم کو دکھلا دیتا موسیٰ علیہ السلام کی قبر جو راہ سے کنارے کی طرف ہے سرخ ٹیلے کے پاس۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ مردے کو متبرک مقاموں میں دفن کرنا اور ان میں دفن ہونے کی خواہش کرنا مستحب ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے بیت المقدس کے نزدیک ہونے کا سوال کیا اور اس کے پاس دفن ہوئے وفیہ المطابقة للترجمة اور بعض بے دین لوگ اس حدیث میں طعن کرتے ہیں کہ فرشتے کی آنکھ پھوڑنا آدمی سے نہیں ہو سکتا اور ملک الموت تو بموجب حکم الٰہی کے آیا تھا موسیٰ علیہ السلام نے اس کو کیوں مارا حکم الٰہی کی اطاعت کیوں نہ کی؟ معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو دنیا کی زیست بہت پیاری تھی سو اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتہ آدمی کی صورت پر آیا تھا تو آدمی کے خواص اس پر ظاہر ہوا چاہیں تو اس صورت سے آنکھ کا صدمے سے پھوٹنا کچھ تعجب نہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو نہ پہچانا تھا بلکہ جانا تھا کہ یہ کوئی آدمی ہے روح نکالنے کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ روح نکالنا سوائے فرشتے کے آدمی کا کام نہیں اس واسطے انہوں نے اس کو اپنے پاس سے دھکیلا اتفاقاً آنکھ پر ہاتھ پڑ گیا آنکھ پھوٹ گئی اور یہ گمان غلط ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زندگی بہت پیاری تھی اس واسطے کہ دوسری بار اللہ نے زیادتی عمر کا پیغام دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبول نہ کیا اور موسیٰ علیہ السلام کی قبر کی اصلی جگہ کسی کو معلوم نہ تھی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو اس کی خبر دی کہ وہ سرخ ٹیلے کے پاس ہے راہ کے کنارے پتھر پھینکنے کے فاصلے پر اور یہ خبر دینا آپ کا یا تو وحی کے ذریعے سے تھا اور یا معراج کی رات میں آپ کو ان کی قبر دکھلا دی گئی تھی، واللہ اعلم۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر یہود کو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی قبریں معلوم ہوتیں تو ان کو دو معبود ٹھہرا لیتے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مردے کا ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف نقل کرنا جائز ہے اور اس میں علماء کو اختلاف ہے سو بعض کہتے ہیں کہ مردے کو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف لے جانا مستحب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مکروہ ہے کہ اس سے دفن میں دیر ہوتی ہے اور اس کی حرمت کی ہتک ہوتی ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ دونوں صورتوں کو

دو حالتوں پر محمول کیا جائے سومنع اس وقت ہے جب کہ کوئی غرض راجح نہ ہو یعنی متبرک جگہ میں دفن کرنا مقصود نہ ہو اور مستحب اس وقت ہے جب کہ کسی متبرک جگہ میں دفن کرنا مقصود ہو جیسا کہ مکہ وغیرہ ہے۔

بَابُ الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ. رات کو دفن کرنے کا بیان یعنی مردے کو رات میں دفن کرنا جائز ہے۔

فائدہ: اس باب میں اشارہ ہے طرف رد کرنے اس شخص کے جو رات میں دفن کرنے کو منع کرتا ہے۔

وَدُفِنَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْلًا. اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کو دفن کیے گئے۔

فائدہ: خلفائے اربعہ وغیرہ اور بہت اصحاب رضی اللہ عنہم بھی رات کو دفن ہوئے ہیں اور یہ صحیح ہو چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رات میں دفن کیا مگر شاید کہ یہ روایتیں امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہ ہوں گی اس واسطے ان کو ذکر نہیں کیا فقط ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خاص کر ذکر کیا۔

١٢٥٤ ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ بَعْدَ مَا دُفِنَ بِلَيْلَةٍ فَقَامَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ وَكَانَ سَأَلَ عَنْهُ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا فُلَانٌ دُفِنَ الْبَارِحَةَ فَصَلَّوْا عَلَيْهِ.

۱۲۵۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کا جنازہ پڑھا جو رات کو دفن ہوا تھا سو آپ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم جنازہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تھا کہ یہ کون ہے سو لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں شخص ہے آج رات کو دفن ہوا ہے سو سب نے اس پر نماز پڑھی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردے کو رات کے وقت دفن کرنا جائز ہے اس لیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات میں دفن کرنے سے لوگوں پر انکار نہ کیا بلکہ ان کے نہ خبر دینے پر انکار کیا کہ تم نے مجھ کو خبر کیوں نہیں کی اور تائید کرتا ہے اس کی جو کہ اصحاب نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ کیا تو گویا کہ اس کے جائز ہونے پر سب صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے وفیہ المطابقة للترجمة اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات میں دفن کرنے سے منع فرمایا مگر یہ کہ آدمی مضطر ہو لیکن مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہی کراہت کے سبب سے نہیں تھی بلکہ بوجہ تحسین کفن کے تھی کہ لوگوں نے اس کو خراب کفن دے کر دفن کیا تھا سو فرمایا کہ جب کوئی اپنے بھائی کے جنازے کا متولی ہو تو چاہیے کہ اس کو اچھا کفن دے یعنی حلال مال کا سفید پاک کپڑا ہو اور اس کی قدر اور لیاقت سے کم تر نہ ہو۔

بَابُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقَبْرِ. قبر پر مسجد بنانے کا بیان۔

فائدہ: یہ باب پہلے بھی گزر چکا ہے لیکن مراد وہاں یہ ہے کہ قبر کے واسطے عبادت کرے اور قبر کو سجدہ گاہ ٹھہرائے اور قبر

سے تقرب مقصود ہو اور اس کی تعظیم مطلوب ہو سو یہ منع ہے کما مر اور مراد یہاں یہ ہے کہ قبرستان میں علیحدہ ایک مسجد بنائے کہ زیارت کرنے والے اس میں نماز پڑھیں اور ان کی حاجت روائی میں کام آئے سو یہ جائز ہے اور فتح الباری میں فرمایا کہ پہلے باب سے مقصود یہ ہے کہ قبرستان میں قبروں کی خاطر سے مسجد بنائے یعنی اگر وہاں قبر نہ ہوتی تو مسجد نہ بنائی جاتی محض قبر کی تعظیم سے وہاں مسجد بنائی گئی اور مراد اس باب سے یہ ہے کہ قبرستان میں علیحدہ مسجد بنائی جائے تا کہ قبر کی طرف نماز پڑھنے کی حاجت نہ پڑے بلکہ اس کے واسطے قبرستان سے علیحدہ مکان پایا جائے سو یہ جائز ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ قبر پر نماز پڑھنی صرف اس وقت منع ہے جب کہ یہود اور نصاریٰ کی طرح شرک میں پڑنے کا خوف ہو اور اگر یہ خوف نہ ہو تو منع نہیں اور بعض سدّ ذریعہ کے واسطے قبر پر نماز پڑھنے کو مطلق منع کرتے ہیں خواہ قبر کی تعظیم مقصود ہو یا نہ ہو اور یہ توجیہ اس جگہ ٹھیک لگتی ہے انتہی ملخصًا اور یہ بھی فرق ممکن ہے کہ اگر مفسدی کا خوف ہو تو جائز نہیں اور اگر مفسدی کا خوف نہ ہو تو جائز ہے اور مراد پہلے باب میں پہلا معنی ہے اور دوسرے باب میں دوسرا معنی ہے۔

١٢٥٥ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْ بَعْضُ نِسَآءِهٖ كَنِيْسَةً رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَتَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيْرَ فِيْهَا فَرَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ أُولٰٓئِكِ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوْرَةَ أُولٰٓئِكِ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ.

١٢٥٥۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم (مرض الموت) سے بیمار ہوئے تو آپ کی ایک بیوی نے ایک عبادت خانے کی تعریف کی جس کو اس نے حبشہ کی زمین میں دیکھا تھا اس کا نام ماریہ تھا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حبشہ کی زمین میں گئی تھیں سو انہوں نے اس کی خوبصورتی اور تصویروں کو ذکر کیا یعنی اگر حکم ہو تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر بھی ویسا بنایا جائے تو آپ نے تکیے سے سر اٹھایا اور فرمایا کہ البتہ وہ لوگ جب ان میں کوئی نیک بخت آدمی مرتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد بناتے تھے پھر اس مسجد میں یہ تصویریں بناتے تھے یعنی تا کہ وہ عبادت میں ملحوظ اور زیر نظر رہیں یہ لوگ اللہ کے نزدیک قیامت میں بدترین خلق ہیں۔

**فائدہ**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر پر مسجد بنانی صرف اسی وقت منع ہے جب کہ قبر کے اوپر اس میں تصویریں بنائی جائیں اور یا اس قبر یا صورت کی تعظیم مقصود ہو اور اس کا تقرب مطلوب ہو جیسا کہ یہود و نصاریٰ انبیاء اور اولیاء کی قبروں پر کرتے تھے اور اگر صرف نماز کے واسطے قبر کے پاس مسجد بنائی جائے کہ حاجت کے وقت لوگ اس میں نماز پڑھیں اور یا اس قبر یا صورت کی تعظیم مقصود نہ ہو تو یہ منع نہیں بلکہ جائز ہے وفيه المطابقة للترجمة.

## بَابُ مَنْ يَّدْخُلُ قَبْرَ الْمَرْأَةِ.

عورت کی قبر میں داخل ہونے والے کا بیان۔

فائدہ: یعنی اگر عورت کی میت ہو تو اس کو قبر میں اتارنے کے واسطے کون مرد افضل ہے؟۔

١٢٥٦ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ لَّمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَنَا قَالَ فَانْزِلْ فِيْ قَبْرِهَا فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا قَالَ ابْنُ مُبَارَكٍ قَالَ فُلَيْحٌ أُرَاهُ يَعْنِي الذَّنْبَ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لِيَقْتَرِفُوْا أَيْ لِيَكْتَسِبُوْا.

١٢٥٦۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے جنازے پر حاضر ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھے تھے سو میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے سو فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے آج کی رات صحبت داری نہ کی ہو یعنی اپنی بیوی سے جماع نہ کیا ہو جیسا کہ دوسرے طریق میں آیا ہے سو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ہوں فرمایا کہ تو اس کی قبر میں اتر فلیح نے کہا کہ مراد یقارف سے گناہ ہے یعنی جس نے آج رات کو گناہ نہ کیا ہو وہ قبر میں اترے لیکن ترجیح پہلی تفسیر کو ہے یعنی جماع کو امام بخاری رحمہ اللہ نے آیت ﴿ لیقترفوا ﴾ کی تفسیر میں کہا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ تا کہ گناہ کمائیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر میں داخل ہونا اس شخص کا افضل ہے جس نے اس رات کو صحبت نہ کی ہو وفيه المطابقة للترجمة اور اس آیت میں تائید ہے واسطے تفسیر فلیح کے لیکن مراد اس سے خاص جماع ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الشَّهِيْدِ.

شہید کے جنازے کا بیان یعنی شہید کے جنازے کا کیا حکم ہے؟۔

فائدہ: جاننا چاہیے کہ علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ دوسرے مردوں کی طرح شہید کا جنازہ بھی واجب ہے یہ قول حنفیہ کا ہے اور یہی قول ہے اسحاق کا اور بعض کہتے ہیں کہ شہید کا جنازہ نہ پڑھا جائے یہ قول امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا ہے اور یہی قول ہے اہل مدینہ کا امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس میں حدیثیں متواتر آ چکی ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے شہیدوں کا جنازہ نہیں پڑھا اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آپ نے ان کا جنازہ پڑھا اور حمزہ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں ستر تکبیریں کہیں سو یہ حدیث صحیح نہیں اور جو شخص کہ اس حدیث سے نفی کی حدیثوں کا معارضہ کرے اس کو لائق ہے کہ اپنے جی میں حیا کرے لیکن یہ اختلاف اس شہید میں ہے جو کہ مسلمان ہو اور کفار کی لڑائی کی لڑائی میں مارا جائے مرد ہو خواہ عورت چھوٹا ہو خواہ بڑا غلام ہو خواہ آزاد ہو نیک بخت ہو خواہ گنہگار ہو اور جو شخص کہ کفار کی لڑائی سے بچ کر آئے اور اس کے بعد مدت تک زندہ رہ کر مرے اور یا باغیوں کی لڑائی میں مقتول ہو جائے اور یا حرق اور غرق اور طاعون وغیرہ اسباب سے شہید ہو تو اس کا یہ حکم نہیں بلکہ سب علماء

کے نزدیک اس کا جنازہ پڑھنا واجب ہے اور اس کو شہید صرف اس واسطے کہا جاتا ہے کہ آخرت میں اس کو ثواب ملے گا اور نیز یہ بھی جاننا چاہیے کہ یہ اختلاف شافعیہ اور حنفیہ وغیرہ کا نماز کی ممانعت میں ہے یعنی شافعیہ کہتے ہیں کہ شہید کا جنازہ منع ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ منع نہیں بلکہ واجب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اختلاف استحباب میں ہے اور یہی منقول ہے حنابلہ سے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ شہید پر نماز پڑھنی افضل ہے اور ترک کرنی جائز ہے۔

١٢٥٧ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى أُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ فَإِذَا أُشِيْرَ لَهٗ إِلٰى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِيْ دِمَآئِهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوْا وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ.

١٢٥٧۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم احد کے شہیدوں سے دو دو لاشوں کو ایک ایک کپڑے میں جمع کر کے ایک ایک قبر میں دفن کرتے تھے پھر فرماتے تھے کہ ان دونوں میں زیادہ قرآن خواں کون ہے؟ سو لوگ جس کو زیادہ قرآن خواں کہتے اسی کو پہلے قبر میں اتارتے اور فرماتے کہ میں ان پر گواہ ہوں گا قیامت کے دن یعنی ان کی خالص شہادت کا گواہ ہوں کہ یہ محض اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں نہ کسی دنیا کے لالچ سے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ان کے دفن کرنے کا اپنے خونوں میں یعنی ان کو اسی حال سے خون آلودہ دفن کروایا اور ان کے زخموں کو نہ دھلوایا اور نہ ان کو غسل دیا اور نہ ان کا جنازہ پڑھا۔

**فائدہ:** جنگ احد کے دن ستر اصحاب شہید ہوئے تھے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو لاشوں کو ایک ایک قبر میں دفن کیا اور یہ حدیث فرمائی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو مردوں کو ایک کپڑے میں کفن دینا جائز ہے یہ دو طور سے ہو سکتا ہے ایک یہ کہ دونوں کو ایک چادر میں لپیٹ کر جمع کرے اور یا یہ کہ ایک کپڑے کے دو ٹکڑے کرے اور ایک ایک ٹکڑے میں دونوں کو کفن دے اور یہی معنی صحیح ہے اس لیے کہ دونوں کو ایک کپڑے میں جمع کرنا جائز نہیں کہ دونوں کے ننگے جسم آپس میں لگیں اور ان کا جنازہ اس واسطے نہ پڑھا کہ ان کو کسی دعا کی حاجت نہیں۔

١٢٥٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهٗ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ

١٢٥٨۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر نکلے سو اُحد کے شہیدوں پر نماز پڑھی مثل جنازے میت کی یعنی جیسے اور مردوں کے واسطے دعا کرتے تھے ویسے ان کے واسطے بھی دعا کی پھر منبر کی طرف پھر گئے اور منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا سو فرمایا کہ البتہ میں

إِلَى الْمِنبَرِ فَقَالَ إِنِّيْ فَرَطٌ لَّكُمْ وَأَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنِّيْ وَاللّٰهِ لَأَنظُرُ إِلٰى حَوْضِي الْآنَ وَإِنِّيْ أُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَآئِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيْحَ الْأَرْضِ وَإِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِيْ وَلٰكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا.

تمہارے واسطے ہراول اور پیشوا ہوں یعنی مجھ کو سفر آخرت کا قریب ہے تمہاری مغفرت کا سامان درست کرنے جاتا ہوں اور تمہارا گواہ ہوں قیامت میں اور البتہ میں اپنے حوض کوثر کو اب دیکھ رہا ہوں اور مجھ کو زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں یا زمین کی چابیاں دی گئیں یعنی میری امت کا سب ملکوں میں عمل ہوگا اور میں اللہ کی قسم تم پر اس سے نہیں ڈرتا کہ تم مشرک ہو جاؤ گے میرے پیچھے لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا کے لالچ میں کہیں نہ پڑ جاؤ اور آپس میں حسد نہ کرنے لگو۔

**فائدہ:** ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ نے ان پر آٹھ برس کے بعد نماز پڑھی جیسا کہ آپ نے زندوں اور مردوں کو وداع کیا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہید کا جنازہ پڑھنا درست ہے کہ حضرت ﷺ نے جنگ اُحد کے شہیدوں پر نماز پڑھی سو امام شافعی رحمہ اللہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث حنفیہ کی دلیل نہیں ہو سکتی بلکہ ان پر رد کرتی ہے اس لیے کہ اس حدیث میں صریح موجود ہے کہ حضرت ﷺ نے اُحد کے شہیدوں پر آٹھ برس کے بعد نماز پڑھی حالانکہ حنفیہ وغیرہ مثبتین اس کے قائل نہیں اور بہت مدت گزر جانے کے بعد قبر پر نماز پڑھنے کو درست نہیں رکھتے اور کہا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے ان کے واسطے دعا کی اور بخشش مانگی اور ان کو وداع کیا سو یہ دعا کرنا ثابت حکم کے نسخ پر دلالت نہیں کرتا اور طحاوی نے کہا کہ حضرت ﷺ کا اُحد کے شہیدوں پر نماز پڑھنا تین حال سے خالی نہیں یا تو یہ پہلے حکم کا ناسخ ہوگا کہ اول اس سے شہیدوں کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں تھا اور یا سنت ہوگی کہ اتنی مدت کے بعد ان کا جنازہ پڑھا جائے اس سے پہلے نہ پڑھا جائے اور یا ان کا جنازہ جائز ہوگا بخلاف دوسروں کے کہ ان کا جنازہ واجب ہے سو ان صورتوں سے جس صورت کو فرض کیا جائے ہر صورت میں شہید کا جنازہ پڑھنا ثابت ہو جائے گا سو جواب اس کا یہ ہے کہ تینوں احتمال ممنوع ہیں اس لیے کہ مراد نماز سے دعا اور استغفار ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور نیز حنفیہ بہت مدت کے بعد قبر پر جنازہ پڑھنے کو درست نہیں جانتے ہیں پھر اس حدیث سے استدلال کرنا کیونکر صحیح ہوگا اور نیز یہ حصر بھی ممنوع ہے اس لیے کہ اس کے سوا اس میں اور بھی کئی احتمال ہیں احتمال ہے کہ وہ حضرت ﷺ کا خاصہ ہو اور احتمال ہے کہ مراد اس سے دعا ہو کما تقدم اور نیز یہ ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے پس پہلے حکم کے دفع کرنے کے واسطے اس حدیث سے استدلال کرنا ہرگز صحیح نہیں اور نیز دوسرے احتمال کا کوئی عالم قائل نہیں، واللہ اعلم۔ اور حنفیہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ جب تک مردہ پھوٹ نہ جائے تب تک اس کی قبر پر جنازہ پڑھنا درست ہے اور چونکہ شہیدوں کا بدن نہیں پھوٹتا تو ان کا جنازہ بھی درست ہوگا اور کہتے ہیں کہ اُحد کے

دن آپ کو لڑائی میں بہت شغل تھا اس لیے ان کا جنازہ نہ پڑھ سکے سو اس کا جواب یہ ہے کہ جب آپ اُحد سے پلٹ کر گھر میں آئے تو یہ عذر دور ہو گیا تھا اس وقت ان کا جنازہ پڑھتے پھر آٹھ برس کے بعد جنازہ پڑھنے کا کیا مطلب کیا آٹھ برس تک آپ کو فرصت نہ ہوئی تھی اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے حوض کو اب دیکھ رہا ہوں تو یہ ظاہر اور حقیقی معنی پر محمول ہے یعنی اس وقت آپ کے درمیان سے پردہ اٹھایا گیا تھا سو یہ آپ کا معجزہ ہے کہ اس وقت حوض کوثر آپ کو اپنے سامنے نظر آیا اور آئندہ کی خبر دی کہ میری امت کا سب ملکوں میں عمل ہو جائے گا اور ملک فتح ہو جائیں گے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی خبر کی تاکید اور تعظیم کے واسطے قسم کھانی جائز ہے اور یہ کہ حوض کوثر اب موجود ہے اور یہ کہ دنیا کا لالچ بری بلا ہے اور اس میں آدمی کے واسطے آزمائش اور ابتلاء ہے اور یہ کہ سفر میں راہ نگہبان وغیرہ کی تیاری کے واسطے کسی کو آگے بھیجنا جائز ہے منع نہیں اور یہ حدیث ظاہر میں پہلی حدیث کی معارض ہے کہ اس سے شہید کا جنازہ پڑھنا ثابت ہوتا ہے اور اس سے پڑھنا ثابت ہوتا ہے سو تطبیق ان میں اس طور سے ہے جیسا کہ ابن حزم نے کہا کہ دونوں امر جائز ہیں اور مختلف اوقات میں دونوں حدیثوں پر عمل کرنا ممکن ہے یعنی کبھی پڑھ لے اور کبھی نہ پڑھے اور کہا کہ ایک کو دوسرے کے تعارض سے ترک کرنا جائز نہیں اور نہ دعویٰ نسخ درست ہے اس صورت میں کہا جائے گا کہ مراد مسئلے باب سے یہ ہے کہ شہید کا جنازہ درست ہے یعنی اگر پڑھ لے تو جب بھی جائز ہے اور اگر نہ پڑھے تو جب بھی جائز ہے اور یہی وجہ ہے مطابقت اس حدیث کی باب سے، واللہ اعلم۔

## بَابُ دَفْنِ الرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ فِيْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ.

دو اور تین مردوں کو ایک قبر میں دفن کرنے کا بیان یعنی دو اور تین مردوں کو ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے۔

۱۲۵۹ ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى أُحُدٍ.

۱۲۵۹۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے شہیدوں سے دو دو مردوں کو ایک ایک کپڑے میں دفن کرتے تھے۔

**فائدہ:** دو لاشوں کو ایک کپڑے میں جمع کرنا مستلزم ہے اس بات کو کہ آپ نے دو دو کو ایک ایک قبر میں جمع کیا پس معلوم ہوا کہ دو مردوں کو ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے وفيه المطابقة للترجمة اور تین مردوں کو جمع کرنے کا اس حدیث میں ذکر نہیں لیکن اس حدیث کے بعض طریقوں میں آ گیا ہے کہ آپ دو دو اور تین تین مردوں کو ایک ایک قبر میں دفن کرتے تھے جیسا کہ ترمذی وغیرہ میں انس رضی اللہ عنہ سے اس قصے میں تین کی روایت آ چکی ہے اور سنن میں ہشام بن عامر سے روایت ہے کہ جنگ اُحد کے دن انصار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی کہ ہم کو زخم اور تکلیف

پہنچی ہے سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ فراخ اور وسیع قبریں کھودو اور تین تین لاشوں کو ایک ایک قبر میں دفن کرو وصححہ الترمذی اور ظاہر امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت قدیمہ کے موافق اشارہ کر دیا ہے کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں تین کا ذکر بھی آ چکا ہے کما مر لیکن اپنی شرط پر نہ ہونے کی وجہ سے اس کو ذکر نہیں کیا، واللہ اعلم۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دو عورتوں کو ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے اور اگر ایک مرد ہو اور ایک عورت ہو تو ضرورت کے وقت ان کو بھی ایک قبر میں اکٹھے دفن کرنا جائز ہے اور اگر ضرورت نہ ہو تو جائز نہیں لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ ان کے درمیان محرمیت اور زوجیت کا علاقہ نہ ہو اور اگر یہ علاقہ ہو تو دونوں کو ایک قبر میں دفن کرنا بلا ضرورت بھی جائز ہے اسی طرح تصریح کی ہے ابن صباغ وغیرہ نے لیکن مستحب ہے کہ دونوں کے درمیان مٹی سے پردہ کیا جائے اور بعض کہتے ہیں کہ پردہ کرنا منع ہے کہ اس سے بغیر تنگی قبر کے کچھ فائدہ نہیں اور اگر دوسری لاش نابالغ لڑکے کی ہو تو وہ بھی محرم کے برابر ہے اور ہیجڑے کا بھی یہی حکم ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مرد اور عورت کو ایک قبر میں اکٹھے دفن کرنا جائز ہے اور قید دو اور تین آدمی کی محض واسطے موافقت اتفاقاً حدیث کے ہے ورنہ جمہور علماء کے نزدیک ضرورت کے وقت تین سے زیادہ لاشوں کو بھی ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہے۔

## بَابُ مَنْ لَّمْ یَرَ غُسْلَ الشُّهَدَآءِ.

شہید کو غسل دینے کا بیان یعنی شہید کو غسل دینا جائز نہیں

**فائدہ:** علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے جمہور علماء کے نزدیک شہید کو غسل دینا جائز نہیں چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ نے اُحد کے شہیدوں کے حق میں فرمایا کہ ان کو غسل نہ دو اس لیے کہ قیامت کے دن ہر زخم یا ہر خون سے مشک کی خوشبو آئے گی اور آپ نے ان پر نماز نہ پڑھی اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شہید کو غسل دینا واجب ہے اس لیے کہ ہر میت جنبی ہوتی ہے پس اس کو غسل دینا واجب ہوگا اور یہی قول ہے حسن بصری کا اور ابن سریج شافعی سے بھی یہی قول بیان کیا گیا ہے۔

۱۲۶۰ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِیْدِ حَدَّثَنَا لَیْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ادْفِنُوْهُمْ فِیْ دِمَآئِهِمْ یَعْنِیْ یَوْمَ أُحُدٍ وَلَمْ یُغَسِّلْهُمْ.

۱۲۶۰۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا یعنی جنگ اُحد کے دن کہ ان شہیدوں کو ان کے خونوں سے یعنی خون آلودہ دفن کرو اور آپ نے ان کو غسل نہ دیا۔

**فائدہ:** اس حدیث کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ شہید کو مطلق غسل نہ دیا جائے یہاں تک کہ اگر شہید جنبی ہو یا حیض والی عورت ہو تو اس کو بھی غسل نہ دیا جائے اور یہی قول صحیح ہے شافعیہ کا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ فرشتوں نے حنظلہ صحابی کی لاش کو غسل دیا سو جواب اس کا یہ ہے کہ فرشتوں کا اس کو غسل دینا جنابت کی وجہ سے تھا کہ حنظلہ رضی اللہ عنہ

کوشہید ہونے سے پہلے نہانے کی حاجت تھی اور نیز اگر شہید کو غسل دینا واجب ہوتا تو اس کو فرشتوں کے غسل پر اکتفا نہ کیا جاتا پس معلوم ہوا کہ شہید کو غسل دینا واجب نہیں، واللہ اعلم۔ اور غسل نہ دینے میں حکمت یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر زخم سے مشک کی خوشبو آئے گی، کما تقدم۔

بَابُ مَنْ يُقَدَّمُ فِي اللَّحْدِ. قبر میں پہلے کس کو اتارا جائے؟۔

**فائدہ:** یعنی اگر دو دو یا زیادہ لاشوں کو ایک ایک قبر میں دفن کرنا مطلوب ہو تو قبر میں پہلے کس کو اتارا جائے؟

وَقَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللهِ وَسُمِّيَ اللَّحْدَ لِأَنَّهُ فِيْ نَاحِيَةٍ وَكُلُّ جَائِرٍ مُلْحِدٌ مُلْتَحَدًا مَعْدِلًا وَلَوْ كَانَ مُسْتَقِيْمًا كَانَ ضَرِيْحًا.

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ لحد یعنی بغلی کو لحد اس واسطے کہتے ہیں کہ وہ قبر کے ایک کنارے اور قبلے کی طرف میں کھودی جاتی ہے اور وسط قبر سے پھری ہوتی ہے اور ملتحد (جو آیت ﴿ولن تجد من دونه ملتحدا﴾ میں واقع ہوا ہے) کا معنی عدل کی جگہ ہے کہ پناہ کے واسطے اس کی طرف میل کی جاتی ہے اسی واسطے الحاد کا معنی دین سے پھرنے کا ہے اور ملحد کہتے ہیں دین سے پھرنے والے کو اور اگر قبر کی سب زمین برابر ہو اس کے اندر کسی طرف میں کوئی شق نہ کھودی جائے تو اس کو ضریح کہتے ہیں اور اسی کو شق بھی کہتے ہیں قبر کے اندر سب زمین برابر کر کے اس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے اس کو صندوقی قبر کہا جاتا ہے۔

۱۲۶۱ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى أُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلٰى أَحَدِهِمَا

۱۲۶۱۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے شہیدوں سے دو دو لاشوں کو ایک ایک قبر میں دفن کرتے تھے پھر فرماتے کہ ان میں زیادہ قرآن خواں کون ہے؟ سو جب لوگ کسی طرف اشارہ کرتے تو آپ اس کو لحد میں پہلے اتارتے اور قبلے کی طرف مقدم کرتے اور فرماتے کہ میں ان پر گواہ ہوں گا اور حکم کیا ان کے دفن کرنے کا اپنے خونوں سے اور نہ ان پر نماز پڑھی اور نہ ان کو غسل دیا اور دوسری روایت کا بھی یہی معنی ہے لیکن اس میں اتنا زیادہ

قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَآئِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ وَأَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِقَتْلٰى أُحُدٍ أَيُّ هٰٓؤُلَآءِ أَكْثَرُ أَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ فَإِذَا أُشِيْرَ لَهٗ إِلٰى رَجُلٍ قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ قَبْلَ صَاحِبِهٖ وَقَالَ جَابِرٌ فَكُفِّنَ أَبِيْ وَعَمِّيْ فِيْ نَمِرَةٍ وَاحِدَةٍ وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے باپ اور چچا کو ایک چادر میں کفن دیا گیا یعنی دونوں کو ایک قبر میں دفن کیا گیا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر دو دو لاشوں کو ایک ایک قبر میں دفن کرنے کی حاجت پڑے تو قبر میں پہلے اس کو اتارنا چاہیے جو قرآن کا زیادہ حافظ ہو وفيه المطابقة للترجمة لیکن علماء نے لکھا ہے کہ یہ اسی وقت ہے جب کہ مردے ایک جنس کے ہوں اور اگر ایک جنس کے نہ ہوں بلکہ ایک مرد ہو اور ایک عورت ہو تو قبر میں پہلے مرد کو اتارنا چاہیے پھر بعد اس کے لڑکے کو پھر بعد اس کے ہیجڑے کو پھر بعد اس کے عورت کو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زیادہ قرآن خواں دوسروں پر مقدم ہے كما مر فی الامامة اور اسی واسطے فقہاء اور صلحاء وغیرہ اہل فضل بھی دوسروں سے افضل ہیں۔

## بَابُ الْإِذْخِرِ وَالْحَشِيْشِ فِي الْقَبْرِ.

گھاس اور اذخر کے قبر میں ڈالنے کا بیان یعنی اذخر اور گھاس کو حاجت کے واسطے قبر میں ڈالنا جائز ہے۔

**فائدہ:** اذخر ایک گھاس کا نام ہے کہ وہ بہت خوشبودار ہوتی ہے۔

١٢٦٢ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَرَّمَ

۱۲۶۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مکے کو حرام کیا یعنی اس میں لڑائی کرنی حلال نہیں سو مجھ سے پہلے بھی کسی کو مکے میں لڑنا حلال نہیں ہوا اور مجھ سے بعد بھی قیامت تک کسی کو لڑنا حلال

اللّٰهُ مَكَّةَ فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِيْ أُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ لَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَّا الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا فَقَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقُبُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا وَقَالَ أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوْتِهِمْ.

نہیں ہوگا صرف میرے واسطے ایک ساعت بھر اس میں لڑنا حلال ہوا سو اس کا گھاس نہ کاٹا جائے اور اس کا درخت نہ توڑا جائے اور اس کا شکاری جانور نہ ہانکا جائے اور اس کی گری پڑی چیز اٹھانی کسی کو جائز نہیں مگر اس کو جو اس چیز کو لوگوں میں مشہور کرے اور تلاش کر کے مالک کو پہنچادے سو حضرت ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا حضرت! مگر اذخر کی گھاس کاٹنے کی اجازت دیجیے کہ وہ ہمارے سناروں اور قبروں کے کام آتا ہے کہ اس کو قبروں میں ڈالتے ہیں اور اس سے چاندی سونا گالتے ہیں سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مگر اذخر کا کاٹنا درست ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ہماری قبروں اور چھتوں میں کام آتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ہمارے لوہاروں اور گھروں کے کام آتا ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھاس کو قبر میں ڈالنا درست ہے خواہ اینٹوں کے سوراخ بند کرنے کے واسطے ہو اور یا مردے کا سر اور پاؤں چھپانے کے واسطے ہو اور یا کسی اور حاجت کے واسطے ہو وفیہ المطابقة للترجمة اور پہلے گزر چکا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مصعب رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر گھاس ڈال دو۔

## بَابُ هَلْ يُخْرَجُ الْمَيِّتُ مِنَ الْقَبْرِ وَاللَّحْدِ لِعِلَّةٍ.

کیا کسی سبب سے میت کو قبر اور لحد سے یعنی مٹی ڈالنے سے پہلے باہر لانا درست ہے؟۔

**فائدہ:** ظاہراً اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک مردے کو قبر سے باہر لانا ہر سبب کے واسطے درست ہے اس قرینے سے کہ اس نے باب میں اثبات کی حدیثوں کو ذکر کیا ہے اور اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ مردے کو قبر سے باہر لانا مطلق درست نہیں خواہ غسل اور جنازے کے بعد دفن کیا گیا ہو یا غسل اور جنازے کے بغیر دفن کیا گیا یہ قول حنفیہ کا ہے اور نماز کے بغیر دفن کرنے میں شافعی کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک رحمہ اللہ سے ایک روایت اسی طرح آئی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر مردے کو غسل کے بغیر دفن کیا جائے تو اس کو باہر نکالنا درست ہے تا کہ اس کو غسل دے کر پھر دفن کیا جائے اور یہی قول ہے اکثر علماء کا اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے لیکن یہ اسی وقت تک ہے جب تک کہ مردہ متغیر اور خراب نہ ہو جائے سو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں ان لوگوں پر رد کیا اور اشارہ کر دیا کہ ان لوگوں کا یہ قول ضعیف ہے اور ہر سبب سے

مردے کو قبر سے باہر نکالنا درست ہے خواہ اس پر مٹی ڈال چکے ہوں یا نہ ڈالی ہو اور خواہ قبر میں ہو یا بغلی میں ہو۔

١٢٦٣ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ حُفْرَتَهٗ فَأَمَرَ بِهٖ فَأُخْرِجَ فَوَضَعَهٗ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِّيْقِهٖ وَأَلْبَسَهٗ قَمِيْصَهٗ فَاللّٰهُ أَعْلَمُ وَكَانَ كَسَا عَبَّاسًا قَمِيْصًا قَالَ سُفْيَانُ وَقَالَ أَبُوْ هَارُوْنَ يَحْيٰى وَكَانَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيْصَانِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلْبِسْ أَبِيْ قَمِيْصَكَ الَّذِيْ يَلِيْ جِلْدَكَ قَالَ سُفْيَانُ فَيُرَوْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْبَسَ عَبْدَ اللّٰهِ قَمِيْصَهٗ مُكَافَأَةً لِمَا صَنَعَ.

١٢٦٣۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابن ابی کے پاس تشریف لائے بعد اس کے کہ قبر میں ڈالا گیا سو آپ نے اس کے نکالنے کا حکم دیا سو قبر سے نکالا گیا سو آپ نے اس کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھا اور اس پر آپ نے لب ڈالی اور اس کو اپنا کرتہ پہنایا سو اللہ کو خوب معلوم ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سبب سے اس پر یہ احسان کیا اور اس نے جنگ بدر کے دن آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو کرتہ پہنایا تھا یعنی شاید حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کرتے کے بدلے میں اس کو اپنا کرتہ پہنایا ہوگا اور ابو ہارون نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دو کرتے تھے سو آپ کو عبداللہ کے بیٹے نے کہا کہ یا حضرت! میرے باپ کو اپنا کرتہ پہنایئے جو آپ کے بدن سے لگا ہے سفیان نے کہا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کو اپنا کرتہ پہنایا بدلے اس عمل کے جو اس نے کیا تھا یعنی عباس رضی اللہ عنہ کو کرتہ دیا تھا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مصلحت کے واسطے مردے کو قبر سے باہر نکالنا درست ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کو قبر سے باہر نکلوایا وفیه المطابقة للجزء الاول من الترجمة اور مفصل بیان اس حدیث کا باب الكفن في القميص ......الخ میں گزر چکا ہے۔

١٢٦٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَآءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا حَضَرَ أُحُدٌ دَعَانِيْ أَبِيْ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ مَا أُرَانِيْ إِلَّا مَقْتُوْلًا فِيْ أَوَّلِ مَنْ يُّقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّيْ لَا أَتْرُكُ بَعْدِيْ أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ

١٢٦٤۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اُحد کی جنگ میں حاضر ہوا تو میرے باپ نے مجھ کو رات سے بلایا اور کہا کہ میں تو اپنے تئیں دیکھتا ہوں کہ میں مقتول ہونے والا ہوں لوگوں میں جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے پہلے شہید ہوں گے یعنی مجھ کو خواب میں معلوم ہوا ہے میں اول لوگوں میں مارا جاؤں گا اور میں اپنے پیچھے تجھ سے زیادہ تر عزیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو نہیں چھوڑتا ہوں اور مجھ پر قرض

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا فَأَصْبَحْنَا فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيلٍ وَّدُفِنَ مَعَهُ اٰخَرُ فِيْ قَبْرٍ ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ الْاٰخَرِ فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ هُنَيَّةً غَيْرَ أُذُنِهِ.

ہے سو اس کو ادا کیجیے اور میری وصیت قبول کر و اپنی بہنوں کے ساتھ بہتری کرنے کی (جابر نے کہا) سو ہم نے صبح کی سو سب سے پہلے میرا باپ شہید ہوا اور میں نے ایک اور آدمی کو اس کے ساتھ قبر میں دفن کیا یعنی دونوں کو ایک قبر میں دفن کیا پھر مجھ کو اچھا نہ لگا کہ اس کو دوسرے کے ساتھ رہنے دوں کہ میں نے اس کو چھ مہینے کے بعد قبر سے نکالا پس ناگہاں وہ اس دن کی طرح تھا جس دن کہ میں نے اس کو قبر میں رکھا یعنی اس کا سب بدن صحیح سالم تھا گویا کہ آج ہی دفن کیا ہے سوائے تھوڑی چیز کے کان میں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردوں کو دفن کے بعد قبر سے نکالنا درست ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو چھ مہینے کے بعد قبر سے نکال کر دوسری قبر میں تنہا دفن کیا اور پہلے وہ لحد میں تھا وفیہ المطابقة للجزء الثانی من الترجمة پہلی حدیث میں اس مصلحت کا ذکر ہے جو میت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے جیسا کہ زیادتی برکت کی مطلوب ہو اور اس حدیث میں اس مصلحت کا ذکر ہے جو زندہ سے متعلق ہے اس لیے کہ ایک میت کو دوسرے کے ساتھ دفن کرنے سے کچھ نقصان نہیں اور عینی نے نووی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ مردے کو ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف منتقل کرنا کسی کے نزدیک منع نہیں اور معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی عورت کو قبر سے نکالا اور طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ایک قبر سے دوسری کی طرف منتقل ہوئے اور نیز عینی نے نقل کیا ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں وسعت کی اور اس کو فراخ کیا تو آس پاس کی قبریں کھدوا ڈالیں اور کہا کہ ان کو مقبرہ بقیع کی طرف لے جاؤ اور وہاں پر دفن کرو لیکن حنفیہ جو قبر کھودنے اور اس سے میت نکالنے کو جائز نہیں رکھتے تو کہتے ہیں کہ یہ عذر کے سبب سے تھا جواب اس کا یہ ہے کہ ظاہر مذہب حنفیہ کا یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک مردے کو قبر سے نکالنا مطلق درست نہیں خواہ ضرورت اور عذر ہو یا نہ ہو اور اگر بالفرض تسلیم کیا جائے کہ عذر سے ان کے نزدیک بھی درست ہے تو پھر کہا جائے گا کہ جو میت کہ غسل اور جنازے کے بغیر دفن کی جائے اس کو حنفیہ قبر سے نکالنا کیوں درست نہیں رکھتے کہ میت کو غسل دینا اور جنازہ پڑھنا بھی ایک عذر ہے بلکہ سب عذروں سے زیادہ قوی عذر ہے اور نیز جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث صریح ہے ان کے رد میں اس لیے کہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنی بات کو محض خلجان دل کی وجہ سے نکالا کہ ان کو تنہا دفن کروں دوسرا ان کے ساتھ نہ رہے اس کے سوا وہاں کوئی مطلق سبب اور عذر نہ تھا پس اس کو عذر پر محمول کرنا انصاف کا خون کرنا ہے اور اگر حنفیہ عذر کی وجہ سے مردے کو قبر سے نکالنا درست جانتے ہیں تو پھر جھگڑا فیصل ہوا اور اختلاف رفع ہوا اور ثابت ہوا کہ

سبب کے ساتھ مردے کو قبر سے نکالنا بالاتفاق درست ہے لیکن جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے باپ کو چھ مہینے کے بعد قبر سے نکالا اور دوسری قبر میں تنہا دفن کیا اور موطا میں ہے کہ عمرو بن جموح اور عبداللہ کی قبر کو سیلاب کے پانی نے اکھاڑ دیا اور دونوں ایک قبر میں تھے سو ان کی قبر کھودی گئی تا کہ ان کو اس مکان سے منتقل کر کے دوسری جگہ دفن کیا جائے سو دیکھا تو ان کا بدن کچھ متغیر نہیں ہوا تھا ایسے صحیح سالم تھے کہ گویا کل دفن ہوئے ہیں اور جنگ احد اور ان کے کھودنے کے درمیان چھتالیس برس کا عرصہ گزرا تھا اور یہ حدیث پہلی حدیث کے معارض ہے جس میں تنہا دفن کرنے کا ذکر ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ موطا کی حدیث میں ایک قبر میں ہونے سے یہ مراد ہے کہ ایک کی قبر دوسرے سے متصل تھی اور ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھی اور یا سیلاب کے پانی نے ایک قبر کو اندر سے پھاڑ دیا تھا سو دونوں مل کر ایک ہوگئی تھیں پس تعارض دفع ہوگیا، واللہ اعلم۔

**فائدہ:** شہید کا بدن قبر میں متغیر نہیں ہوتا اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ صحابی کا بدن چھیالیس برس تک قبر میں سلامت تھا۔

١٢٦٥ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ ابْنِ أَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ عَطَآءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دُفِنَ مَعَ أَبِيْ رَجُلٌ فَلَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ حَتّٰى أَخْرَجْتُهُ فَجَعَلْتُهُ فِيْ قَبْرٍ عَلٰى حِدَةٍ.

١٢٦٥۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے باپ کے ساتھ ایک مرد دفن کیا گیا سو مجھ کو اچھا معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ میں نے اس کو قبر سے نکالا اور علیحدہ ایک قبر میں دفن کیا۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ باپ اپنی اولاد کے ساتھ نیکی کرے اور نیز اس سے جابر رضی اللہ عنہ کے باپ کی کرامت ثابت ہوئی کہ جیسا انہوں نے گمان کیا تھا ویسا ہی واقع ہوا اور اتنی مدت طویل تک ان کا بدن زمین نے نہ گلایا اور ظاہراً یہ کرامت ان کو شہادت کی وجہ سے نصیب ہوئی پس معلوم ہوا کہ شہید کا بدن زمین میں متغیر نہیں ہوتا اور مٹی وغیرہ کوئی چیز اس کے بدن کو نہیں کھاتی ہمیشہ صحیح سالم رہتا ہے گویا کہ آج دفن ہوا ہو۔

## بَابُ اللَّحْدِ وَالشَّقِّ فِي الْقَبْرِ. قبر میں بغلی کھودنی اور شق کرنے کا بیان۔

**فائدہ:** لحد اس جگہ کو کہتے ہیں جو قبر کے اندر مردہ رکھنے کے واسطے قبلے کی طرف میں زمین کھودی جاتی ہے اور شق اس قبر کو کہتے ہیں جس کے اندر بغلی نہ کھودی جائے بلکہ قبر کے اندر کی ساری زمین برابر اور ہموار رکھی جائے اس کو صندوقی قبر کہتے ہیں سو خواہ لحد ہو اور خواہ شق ہو دونوں طرح سے قبر کھودنی جائز ہے اور دونوں میں مردوں کو دفن کرنا درست ہے لیکن لحد کھودنا افضل ہے اس لیے کہ ابو داؤد وغیرہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لحد ہمارے واسطے ہے یعنی مسلمانوں کے واسطے اور شق غیروں کے واسطے ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی لحد میں دفن کیے گئے۔

١٢٦٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى أُحُدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلٰى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ فَقَالَ أَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَآئِهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ.

١٢٦٦۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ اُحد کے شہیدوں سے دو دو مردوں کو ایک ایک قبر میں دفن کرتے تھے پھر فرماتے کہ ان میں زیادہ قرآن خواں کون ہے؟ سو لوگ جس کی طرف اشارہ کرتے آپ اسی کو لحد میں پہلے اتارتے اور فرماتے کہ میں ان پر گواہ ہوں گا قیامت کے دن اور حکم دیا ان کے دفن کرنے کا اپنے خونوں میں اور ان کو غسل نہ دیا۔

**فائدہ:** اگر کوئی کہے کہ اس حدیث میں شق کا ذکر نہیں بلکہ ظاہر اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دو دو لاشوں کو بغلی میں دفن کیا گیا تھا پس یہ حدیث ترجمہ باب سے موافق نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ احتمال ہے کہ پہلے مردے کو لحد میں رکھا گیا ہو اور دوسرے کو شق میں رکھا گیا ہو اس لیے کہ دو لاشوں کو گنجائش ایک لحد میں مشکل ہوتی ہے وفیہ المطابقة للترجمة اور احتمال ہے کہ شق کا ذکر تنبیہ کے واسطے ہو اس بات پر کہ لحد شق سے افضل ہے اس لیے کہ شہیدوں کو لحد میں دفن کیا گیا تھا اس کے باوجود کہ اس میں بہت تکلیف ہے، واللہ اعلم۔

## بَابُ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ هَلْ يُصَلّٰى عَلَيْهِ.

جب نابالغ لڑکا اسلام لائے اور بعد اس کے مرجائے تو کیا اس پر نماز پڑھی جائے یا نہیں؟۔

**فائدہ:** غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ نابالغ لڑکے کا اسلام صحیح ہے اور اگر اسلام لانے کے بعد مرجائے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے اور اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے جمہور علماء کہتے ہیں کہ نابالغ لڑکے کا اسلام معتبر اور صحیح ہے اور اگر مرجائے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے یہاں تک کہ اگر کوئی لڑکا پیدا ہو اور صرف ایک ہی بار آواز کرکے مرجائے تو اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے اور یہی مذہب ہے حنفیہ کا کہ ان کے نزدیک بھی نابالغ لڑکے کا اسلام معتبر ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لڑکپن میں اسلام لائے اور حضرت ﷺ نے ان کے اسلام کو معتبر رکھا اور امام شافعی رحمہ اللہ اور زفر کے نزدیک نابالغ لڑکے کا اسلام صحیح نہیں اور اس کا جنازہ پڑھنا درست نہیں اس لیے کہ وہ اسلام میں اپنے والدین کے تابع ہے اور تبعیت اصالت کے منافی ہے اور یہی قول سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے اس کا جنازہ درست نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اگر نماز پڑھتا ہو تو اس کا جنازہ پڑھا جائے ورنہ نہیں۔

وَهَلْ يُعْرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الْإِسْلَامُ. اور کیا نابالغ لڑکے پر اسلام پیش کیا جائے یعنی اس کو کہا جائے کہ کیا تو اسلام قبول کرتا ہے یا نہ کہا جائے؟۔

**فائدہ:** اس میں بھی علماء کو اختلاف ہے سو جو لوگ کہ اس کے اسلام کو صحیح جانتے ہیں ان کے نزدیک اس پر اسلام کا پیش کرنا درست ہے اور جو لوگ اس کے اسلام کو صحیح نہیں جانتے ان کے نزدیک اس پر اسلام پیش کرنا بھی درست نہیں اور اس ترجمے میں اشارہ ہے اس طرف کہ نابالغ لڑکے پر اسلام کا پیش کرنا واجب اور لازم نہیں جائز ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ وَشُرَيْحٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَقَتَادَةُ إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا فَالْوَلَدُ مَعَ الْمُسْلِمِ. اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور شریح رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب والدین میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو لڑکا نابالغ مسلمان کے تابع ہے۔

**فائدہ:** یعنی لڑکے کو بھی اسلام کا حکم دیا جائے گا پس معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے کا اسلام صحیح ہے ورنہ مسلمان کے تابع ہونے کا کوئی معنی نہیں، وفيه المطابقة للترجمة.

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَعَ أُمِّهِ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ وَلَمْ يَكُنْ مَعَ أَبِيهِ عَلٰى دِيْنِ قَوْمِهِ. اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی ماں کے ساتھ تھے مغلوب اور بے بس لوگوں سے تھے اور اپنے باپ کے اپنی قوم کے دین پر نہ تھے کہ وہ مشرک تھے۔

**فائدہ:** بعض لوگ مکے میں اسلام لائے تھے سو کافر ان کو ایذا دیتے تھے اور تکلیف پہنچاتے تھے اور وہ ہجرت کی طاقت نہیں رکھتے تھے کہ کافروں کی تکلیف سے آرام پائیں اس لیے کہ اللہ نے ان کو بے بس فرمایا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اپنی ماں کے ساتھ انہیں بے بس لوگوں میں تھے اور ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے پس معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے کا اسلام صحیح ہے اس لیے کہ اگر اس کا اسلام صحیح نہ ہوتا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی ماں کے ساتھ نہ رہتے بلکہ اپنے باپ کے تابع ہوتے، وفيه المطابقة للترجمة.

وَقَالَ الْإِسْلَامُ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى. اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام بلند اور غالب ہوتا ہے اور مغلوب اور پست نہیں ہوتا۔

**فائدہ:** ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے جیسا کہ ابن حزم نے محلی میں نقل کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر یہودیہ یا نصرانیہ عورت یہودی یا نصرانی کے نکاح میں اسلام لائے تو ان کے درمیان تفریق کی جائے اور ان کا نکاح توڑ دیا جائے کہ اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا پس اس حدیث کے عموم سے معلوم ہوا کہ اگر نابالغ لڑکا خود اسلام لائے اور یا اس کے والدین سے کوئی مسلمان ہو جائے تو اس کا اسلام صحیح ہوگا اور اس پر اسلام کا حکم کیا جائے اگرچہ بالغ ہونے تک احکام شرع کی تکلیف اس سے موقوف ہے اس لیے کہ اسلام

غالب ہوتا ہے اور اگر اس کے اسلام کو صحیح نہ کہا جائے تو اسلام غالب نہیں رہے گا بلکہ مغلوب ہوگا وفیہ المطابقۃ للترجمۃ پھر اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں بہت حدیثوں کو ذکر کیا اور نابالغ کے اسلام کے صحیح ہونے کو ثابت کیا پہلی حدیث ان میں سے یہ ہے۔

۱۲۶۷ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَهْطٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتّٰى وَجَدُوْهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِيْ مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتّٰى ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ تَشْهَدُ أَنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ الْأُمِّيِّيْنَ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ فَرَفَضَهٗ وَقَالَ اٰمَنْتُ بِاللهِ وَبِرُسُلِهٖ فَقَالَ لَهٗ مَاذَا تَرٰى قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ يَأْتِيْنِيْ صَادِقٌ وَّكَاذِبٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِّطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيْئًا فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُ فَقَالَ اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَعْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَضْرِبْ عُنُقَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يَّكُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ وَإِنْ لَّمْ

۱۲۶۷۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ چند اصحاب کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے سو انہوں نے اس کو لڑکوں میں کھیلتے پایا بنی مغالہ (ایک قبیلے کا نام ہے) کے ٹیلے کے پاس اور ابن صیاد بلوغت کے قریب پہنچا تھا یعنی ابھی بالغ نہیں ہوا تھا سو اس کو خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ حضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ کو اس کی پیٹھ پر مارا پھر آپ نے ابن صیاد سے فرمایا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے اس بات کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ سو ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ آپ ان پڑھوں کے رسول ہیں پھر ابن صیاد نے حضرت ﷺ سے کہا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو اس بات کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ سو حضرت ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا اور پھر اسلام کو اس پر پیش نہ کیا یعنی اس کے اسلام سے ناامید ہوئے اور فرمایا کہ میں ایمان لایا ساتھ اللہ کے اور اس کے رسولوں کے سو حضرت ﷺ نے اس کو فرمایا کہ تجھ کو کیا نظر آتا ہے کہ تو رسالت کا دعویٰ کرتا ہے اس نے کہا کہ میرے پاس سچا بھی آتا ہے اور جھوٹا بھی آتا ہے یا میری خبر کبھی سچی بھی پڑتی ہے اور کبھی جھوٹی پڑتی ہے تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تیرا کام تجھ پر خلط ملط ہوگیا ہے یعنی جیسے کہ تیری سچی خبر جھوٹی خبر سے مخلوط ہوگئی ویسے ہی تیری کہانت رسالت سے مشتبہ ہوگئی ہے کہ در اصل تو کاہن ہے اور شیطان کے دھوکے سے اپنے آپ کو رسول خیال کرتا ہے پھر حضرت ﷺ نے اس کو فرمایا کہ میں نے تیرے واسطے ایک چیز چھپائی ہے

يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ وَقَالَ سَالِمٌ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ انْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ إِلَى النَّخْلِ الَّتِيْ فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَّرَاهُ ابْنُ صَيَّادٍ فَرَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ يَعْنِيْ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَهٗ فِيْهَا رَمْزَةٌ أَوْ زَمْرَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ يَا صَافِ وَهُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَّادٍ هٰذَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ وَقَالَ شُعَيْبٌ زَمْزَمَةٌ فَرَفَصَهٗ وَقَالَ إِسْحَاقُ الْكَلْبِيُّ وَعُقَيْلٌ رَمْرَمَةٌ وَقَالَ مَعْمَرٌ رَمْزَةٌ.

یعنی تیرے امتحان کے واسطے اپنے دل میں ایک چیز چھپاتا ہوں سو بتلا تو وہ کیا ہے (اور آپ نے اپنے دل میں سورۂ دخان کو چھپایا تھا) سو ابن صیاد نے کہا کہ وہ درخ ہے یعنی پوری آیت کو نہ بتلا سکا ناقص لفظ بتلایا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ دور ہو اے مردود! تو اپنی قدر سے ہرگز نہیں بڑھ سکے گا یعنی تو کاہن ہے کہانت کے درجہ سے بڑھ کر رسالت کے درجہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکے گا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا حضرت! مجھ کو اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن ماروں سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر ابن صیاد حقیقت میں دجال ہے تو تجھ کو اس پر قابو نہ ملے گا اور اگر ابن صیاد دجال نہیں تو اس کے قتل کرنے میں کچھ بہتری نہیں کہ وہ نابالغ ہے اور اہل ذمہ میں سے ہے سالم نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہتے تھے کہ پھر اس کے بعد ایک روز حضرت ﷺ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کھجوروں کی طرف گئے جن میں ابن صیاد تھا اور حضرت ﷺ حیلہ کرتے تھے کہ ابن صیاد سے کچھ سنیں یعنی درخت کی آڑ میں ہو کر چاہا کہ اس سے کچھ سنیں کہ کیا کہتا ہے تا کہ اس کا حال معلوم ہو پہلے اس سے کہ آپ کو ابن صیاد دیکھے سو حضرت ﷺ نے اس کو دیکھا کہ وہ کپڑا اوڑھے لیٹا ہے کچھ غن غن کرتا ہے کچھ سمجھا نہیں جاتا سو ابن صیاد کی ماں نے حضرت ﷺ کو دیکھ لیا اور حضرت ﷺ کھجور کی ٹہنیوں سے چھپتے تھے کہ ابن صیاد آپ کو نہ دیکھے سو کہا کہ ابن صیاد! دیکھ کہ محمد آئے سو ابن صیاد اٹھ کھڑا ہوا اور چپ ہو گیا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر ابن صیاد کی ماں اس کو چھوڑتی تو اپنا حال ظاہر کرتا اور اس کا حال بخوبی معلوم ہو جاتا کہ کیا کہتا ہے۔

**فائدہ:** حضرت ﷺ کے وقت مدینے کے یہودیوں میں ایک لڑکا ابن صیاد نام کا پیدا ہوا تھا اس کے حالات عجیب و

غریب تھے کاہن اور نجومی تھا اکثر باتیں غیب کی جنوں سے دریافت کر کے لوگوں کو بتلاتا تھا اول پیغمبری کا دعویٰ کرتا تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مسلمان ہو گیا تھا پھر بعد اس کے گم ہو گیا تھا کسی کو اس کا حال معلوم نہ ہوا کہ کہاں گیا بعض اصحاب کو گمان تھا کہ شاید یہی دجال موعود ہے اس واسطے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر حکم ہو تو میں اس کی گردن کاٹوں سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہی حقیقت میں دجال ہے تو تو اس کو نہ مار سکے گا اس واسطے کہ دجال کی موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مقدور ہے اور اگر یہ دجال نہیں تو اس کے دھوکے سے اس کو مارنے کا کیا فائدہ اور پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شبہ تھا کہ شاید یہی دجال موعود ہے لیکن جب تمیم داری رضی اللہ عنہ نے آپ کو دجال کا حال سنایا تو آپ کا شبہ دفع ہو گیا اور یقین ہو گیا کہ یہ دجال موعود نہیں کوئی دوسرا فتنہ ہے واللہ اعلم۔ اور غرض اس حدیث سے یہ ہے کہ نابالغ لڑکے پر اسلام کو پیش کرنا جائز ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد پر اسلام کو پیش کیا اور فرمایا کہ کیا کہ تو گواہی دیتا ہے اس بات کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور ابن صیاد اس وقت نابالغ تھا جوان نہیں تھا **وفیه المطابقة للترجمة وسیاتی الکلام علیه مستوفی فی کتاب الجهاد انشاء الله تعالٰی.**

١٢٦٨ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُوْدِيٌّ يَخْدِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلٰى أَبِيْهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ.

١٢٦٨۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا سو وہ بیمار ہوا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی خبر پوچھنے کو آئے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے سو آپ نے اس کو فرمایا کہ مسلمان ہو جا اور کلمہ پڑھ سو اس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا یعنی کیا میں مسلمان ہو جاؤں اور وہ اس کے پاس بیٹھا تھا سو اس کے باپ نے کہا کہ ابو القاسم (یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے) کا کہا مان لے سو وہ لڑکا مسلمان ہو گیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے اور فرماتے تھے کہ شکر ہے اللہ کا جس نے اس کو دوزخ سے بچایا اور نجات دی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ لڑکے نابالغ پر اسلام کو پیش کرنا درست ہے اور اس کا اسلام صحیح اور معتبر ہے اس لیے کہ اگر اس کا اسلام صحیح نہ ہوتا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اسلام کو پیش نہ کرتے اور اگر اس کا اسلام قبول نہ ہوتا تو اس کو دوزخ سے نجات دینے کے کوئی معنی نہ تھے پس معلوم ہوا کہ اس کا اسلام صحیح ہو گیا تھا **وفیه المطابقة للترجمة** اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرک سے خدمت لینی اور اس کی عیادت کرنی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے سے خدمت لینی جائز ہے اگرچہ وہ لڑکا کسی دوسرے کا ہو۔

۱۲۶۹ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي يَزِيْدَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ كُنْتُ أَنَا وَأُمِّيْ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ أَنَا مِنَ الْوِلْدَانِ وَأُمِّيْ مِنَ النِّسَآءِ.

۱۲۶۹۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں اور میری ماں بے بس اور کمزور لوگوں سے تھے میں لڑکوں سے تھا اور میری ماں عورتوں سے تھی۔

**فائدہ**: اس سے بھی معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے کا اسلام صحیح اور مقبول ہے، كما مر وفيه المطابقة للترجمة.

۱۲۷۰ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ يُصَلّٰى عَلٰى كُلِّ مَوْلُوْدٍ مُتَوَفًّى وَإِنْ كَانَ لِغَيَّةٍ مِّنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلٰى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ يَدَّعِيْ أَبَوَاهُ الْإِسْلَامَ أَوْ أَبُوْهُ خَاصَّةً وَإِنْ كَانَتْ أُمُّهُ عَلٰى غَيْرِ الْإِسْلَامِ إِذَا اسْتَهَلَّ صَارِخًا صُلِّيَ عَلَيْهِ وَلَا يُصَلّٰى عَلٰى مَنْ لَّا يَسْتَهِلُّ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ سِقْطٌ فَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَآءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَآءَ ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ﴿فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ الْآيَةَ.

۱۲۷۰۔ حضرت ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہر لڑکے مردہ پر نماز پڑھی جائے اگر چہ وہ کیسی عورت گمراہ کا جنا ہو یعنی زانیہ کا لڑکا ہو یا کافرہ کا ہو اس واسطے کہ وہ اسلام کے طریقے پر پیدا ہوا اور اس کے ماں باپ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں یا فقط اس کا باپ اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اور اگر چہ اس کی ماں اسلام کے طریقے پر نہ ہو جب پیدا ہو کر چیخ مارے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے یعنی اگر چہ اسی وقت فوراً مر جائے اس واسطے کہ چلانا زندگی کی نشانی ہے اور اگر پیدا ہو کر فوراً مر جائے اور مطلق کچھ آواز نہ کرے اور اس کی زندگی کی کوئی نشانی ظاہر نہ ہو تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے کہ وہ کچا بچہ گرا ہے (اور اگر بچہ پیدا ہو کر حرکت کرے یا دودھ پیئے یا چھینک مارے اور پھر مر جائے تو اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے کہ وہ بھی اس کی زندگی کی نشانی ہے) اس واسطے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوتا مگر کہ اسلام کے طریقے پر پیدا ہوتا ہے اور اسلام کو قبول کرنے کی فطرتی استعداد اس میں موجود ہے (یعنی انسان کی اصل پیدائش اور فطرت میں اسلام قبول کرنے کا مادہ رکھا گیا ہے جیسا کہ مثلاً پتھر کی طبیعت میں نیچے کو جھکنا رکھا گیا ہے سو اگر اس کو نظر صحیح کرنے کی فرصت ملے اور کوئی مانع پیش نہ

آ ئے تو بیشک اسلام کو قبول کرے اور حق اور باطل میں فرق کر لے ) سو اس کے ماں باپ اس کو یہودی کرتے ہیں یا نصرانی کرتے ہیں یا مجوسی کرتے ہیں (یعنی جس دین مذہب پر اس کے ماں باپ ہوتے ہیں اسی پر اس کو کر لیتے ہیں لیکن اس سے اس کی اصل استعداد دور نہیں ہوتی بلکہ وہ ہمیشہ اس کی طبیعت میں قائم رہتی ہے اور جس وقت مانع دور ہو اسی وقت پھر ظاہر ہو جاتی ہے ) جیسا کہ چو پایہ چوپائے کو پورا اور کامل جنتا ہے کیا تم ان میں کسی کو ہاتھ اور ناک اور کان کٹا دیکھتے ہو (یعنی جب چوپائے کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے اعضاء درست ہوتے ہیں سو بعد اس کے اگر اس کو کوئی آفت خارج سے نہ پہنچے تو اپنے حال پر رہتا ہے جیسا کہ پیدا ہوا تھا اور اگر کوئی آفت پہنچ جائے تو اس کا کوئی عضو ناقص ہو جاتا ہے اسی طرح انسان کی فطرت کا حال ہے کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو اسلام کو قبول کرتا ہے اور اگر کوئی مانع پیش آ جائے تو اس سے رک جاتا ہے ) پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ کے دین کی پیروی کرو بوجہ اس کے تراش کے جس پر تراشا لوگوں کو بدلنا نہیں اللہ کے بنائے کو یہی ہے دین سیدھا۔

**فائدہ:** مراد ابن شہاب رحمہ اللہ کی اس سے یہ ہے کہ ولد الزنا کا جنازہ پڑھنا درست ہے اس لیے کہ اس کے ماں باپ کے اسلام کی وجہ سے اس پر بھی اسلام کا حکم کیا جاتا ہے کہ وہ اس کے تابع ہے اور تابع اور متبوع کا ایک حکم ہوتا ہے اور ابن عبدالبر نے کہا کہ کسی نے نہیں کہا کہ ولد الزنا کا جنازہ نہ پڑھا جائے مگر قتادہ رحمہ اللہ نے یعنی سب علماء کے نزدیک ولد الزنا کا جنازہ پڑھنا درست ہے مگر قتادہ رحمہ اللہ کے نزدیک درست نہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ لڑکے کا اسلام صحیح اور مقبول ہے کہ وہ اسلام کے طریقے پر پیدا ہوا اور اسلام کے قبول کرنے کی فطرتی استعداد اس میں ہر وقت موجود ہے بالغ ہونے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی ورنہ اس میں فطرتی استعداد ہونے کے کوئی معنی نہ ہوں گے اور یا کہا جائے گا کہ اگر ماں باپ اس کے دونوں مسلمان ہوں اور یا دونوں سے ایک مسلمان ہو تو لڑکا مسلمان کے تابع ہوگا اس پر اسلام کا حکم کیا جائے گا اور اس کا جنازہ پڑھا جائے گا اس واسطے کہ وہ اسلام کے طریقے

پر پیدا ہوا اور جب اس کا جنازہ درست ہوا اور اس پر اسلام کا حکم کیا گیا تو معلوم ہوا کہ نا بالغ لڑکے کا اسلام صحیح اور معتبر ہے کہ بغیر اسلام کے جنازہ درست ہے اور نیز اس صورت میں تابع ہونے کے کوئی معنی نہ ہوں گے، وفیہ المطابقة للترجمه والله اعلم.

١٢٧١ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ أَوْ يُمَجِّسَانِهٖ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَآءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَآءَ ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ﴿فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾.

١٢٧١۔ ترجمہ اس حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

## بَابُ إِذَا قَالَ الْمُشْرِكُ عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

## جب کوئی مشرک موت کے وقت کلمہ پڑھے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

**فائدہ:** علماء کہتے کہ اگر تغرغر اور نزع کے وقت سے پہلے کلمہ پڑھے تو بالاتفاق مقبول ہے اور اگر عین نزع اور جان قبض کی حالت میں کلمہ پڑھے تو بالاتفاق مقبول نہیں۔

١٢٧٢ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهٗ أَخْبَرَهٗ أَنَّهٗ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَآءَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهٗ أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِيْ أُمَيَّةَ بْنِ

١٢٧٢۔ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب ابو طالب (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا) کی موت قریب ہوئی (یعنی موت کی نشانیاں ظاہر ہوئیں اور مرنے لگا) تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے سو ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کو وہاں موجود پایا سو آپ نے فرمایا کہ اے چچا کہہ لا الہ الا اللہ کہ اس کلمے کو میں اللہ کے نزدیک اس کلمے کہنے کے سبب سے تیرے واسطے جھگڑوں گا یعنی تیرے اسلام کی گواہی دے کر تجھ کو

الْمُغِيرَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِيْ طَالِبٍ يَا عَمِّ قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ أَبُوْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ أُمَيَّةَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيَعُوْدَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتّٰى قَالَ أَبُوْ طَالِبٍ اٰخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ هُوَ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَبٰى أَنْ يَّقُوْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا وَاللّٰهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ الْاٰيَةَ.

بخشاؤں گا (سو جب حضرت ﷺ نے ابو طالب کو یہ فرمایا) تو ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا کہ اے ابو طالب! کیا تو عبدالمطلب کے دین کو چھوڑتا ہے سو ہمیشہ حضرت ﷺ کلمے کو اس پر پیش کرتے رہے اور کلمہ کہنے کو فرماتے رہے اور وہ شیطان اس کو اسی طرح ورغلاتے رہے اور بار بار یہی بات کہتے تھے کہ عبدالمطلب یعنی اپنے باپ کے دین سے پھرتا ہے یہاں تک کہ ابو طالب نے آخر کو یہی کہا کہ وہ شخص عبدالمطلب کے دین پر مرتا ہے اور کلمہ کہنے سے انکار کیا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ خبردار ہو اللہ کی قسم میں تیرے واسطے بخشش مانگے جاؤں گا جب تک کہ مجھ کو تیری بخشش مانگنے سے روک نہ دیا جائے سو اللہ نے یہ آیت اتاری کہ پیغمبر اور ایمانداروں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کے واسطے دعا کریں مغفرت کی اگرچہ ان کے قرابتی ہوں اس کے بعد کہ ان پر ظاہر ہو چکا ہے کہ مشرک دوزخی ہیں۔

**فائدہ:** ابو طالب حضرت ﷺ کے چچا حضرت ﷺ پر نہایت فدا رہتے تھے اس واسطے حضرت ﷺ کو ان کی مغفرت کی بہت آرزو تھی اس لیے حضرت ﷺ ابو طالب کے مرنے کے بعد بھی اس کے واسطے مغفرت کی دعا مانگتے رہے آخر کو یہ آیت اتری اور مشرکوں کی مغفرت بھی مانگنی منع ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مشرک جان قبض کے وقت سے پہلے کلمہ پڑھے اور اسلام لائے تو اس کا اسلام مقبول ہے اس لیے کہ اگر اس کا اسلام قبول نہ ہوتا تو حضرت ﷺ ابو طالب کو مرتے وقت کلمہ پڑھنا نہ فرماتے اور اسلام کی دعوت نہ دیتے وفیہ المطابقة للترجمة لیکن یہ اسلام لانا اور لا الہ الا اللہ کہنا اس وقت مقبول ہے جب کہ آدمی ہوش میں ہو اور خوب سمجھ سکتا ہو اور اگر تغرغر اور بے ہوشی کے وقت کلمہ پڑھے تو مقبول نہیں، کما مر واللہ اعلم۔

## بَابُ الْجَرِيْدِ عَلَى الْقَبْرِ وَأَوْصٰى بُرَيْدَةُ الْأَسْلَمِيُّ أَنْ يُّجْعَلَ فِيْ قَبْرِهٖ جَرِيْدَانِ.

درخت کی چھڑی کے قبر پر رکھنے کا بیان یعنی درخت کی چھڑی کو قبر پر رکھنا یا گاڑنا درست ہے یا نہیں؟ اور بریدہ رضی اللہ عنہ صحابی نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میری قبر پر دو چھڑیاں رکھی جائیں۔

فائدہ: فتح الباری میں فرمایا کہ احتمال ہے کہ بریدہ رضی اللہ عنہ کی مراد اس سے قبر پر چھڑیوں کا گاڑنا ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کی قبر پر دو چھڑیاں گاڑی تھیں اور احتمال ہے کہ مراد اس سے چھڑیوں کا قبر کے اندر رکھنا ہو اس واسطے کہ کھجور کی چھڑیوں میں برکت ہے کہ اللہ نے اس کو قرآن میں پاک درخت فرمایا لیکن پہلا احتمال بہت ظاہر ہے کہ بریدہ رضی اللہ عنہ کی مراد چھڑیوں کا قبر پر گاڑنا ہے قبر کے اندر رکھنا مراد نہیں اسی واسطے امام بخاری رحمہ اللہ نے دو قبروں کی حدیث کو اخیر باب میں بیان کیا ہے اور شاید کہ بریدہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دو مردوں کی حدیث عام ہے ان دونوں کے ساتھ خاص نہیں ابن رشید نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر پر چھڑیوں کا رکھنا انہیں دو آدمیوں کے ساتھ خاص تھا جن کی قبر پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھڑیوں کو رکھا ان کے سوا اور کسی کی قبر پر چھڑی گاڑنا درست نہیں اسی واسطے امام بخاری رحمہ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کو اس کے پیچھے لایا ہے کہ سوائے عمل کے مردے کو کوئی چیز نفع نہیں دیتی لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کے تصرف سے ظاہر یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ قبر پر چھڑیوں کا رکھنا ان دو آدمیوں کے ساتھ خاص نہیں تھا بلکہ ہر مردے کی قبر پر چھڑی کا گاڑنا جائز ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کا یہ جواب ہے کہ قبر پر خیمہ کھڑا کرنے میں کوئی ایسی چیز وارد نہیں ہوئی کہ میت کو اس کا نفع پہنچے بخلاف چھڑیوں کے کہ ان کا قبر پر رکھنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہو چکا ہے پس وہ درست ہو گا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے احتمال ہے کہ یہ فعل اسی شخص کے ساتھ خاص ہو جس کو اللہ میت کے حال کی اطلاع کر دے۔

وَرَاٰى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فُسْطَاطًا عَلٰى قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ انْزِعْهُ يَا غُلَامُ فَإِنَّمَا يُظِلُّهُ عَمَلُهُ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالرحمٰن کی قبر پر خیمہ کھڑا ہوا دیکھا سو کہا کہ اے غلام اس کو دور کر اور اکھاڑ دے کہ صرف اس کو تو اپنا عمل ہی سایہ کرتا ہے یعنی اپنے عمل کے سوا مردے کو کوئی چیز فائدہ نہیں دیتی۔

فائدہ: علماء سلف کو اس مسئلے میں اختلاف ہے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی قبر پر خیمہ کھڑا کیا اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی قبر پر خیمہ کھڑا کیا اور محمد بن حنفیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر پر خیمہ کھڑا کیا اور ابراہیم نخعی نے مرتے وقت وصیت کی کہ میری قبر پر خیمہ کھڑا نہیں کرنا اور امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ قبر پر خیمہ کھڑا کرنا مکروہ ہے اور ابن حبیب مالکی نے کہا کہ اگر خوف ہو کہ کوئی قبر کو کھود ڈالے گا تو دو تین دن تک خیمہ کھڑا کرنا جائز ہے کذا نقلہ العینی فی شرح البخاری اور مناسبت ان اثروں کی باب سے شاید بوجہ اشتراک کے ہے کہ قبر پر صفت کرنے میں بعض قسم اس کی مستحب ہے جیسا کہ چھڑیوں کا قبر پر رکھنا ہے اور بعض بے فائدہ اور لایعنی ہیں جیسا کہ سایہ کرنا ہے مگر سایہ وغیرہ کسی غرض صحیح کے واسطے ہو تو درست ہے اور بعض قسم مباح ہیں جیسا کہ خارجہ کے اثر سے معلوم ہوتا ہے۔

وَقَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ رَأَيْتُنِيْ وَنَحْنُ شُبَّانٌ فِيْ زَمَنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَإِنَّ أَشَدَّنَا وَثْبَةً الَّذِيْ يَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ حَتّٰى يُجَاوِزَهُ.

اور خارجہ بن زید نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا اور ہم نوجوان تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اور ہم سب میں زیادہ تر سخت کودنے میں وہ شخص تھا جو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کو کود کر آگے بڑھ جائے یعنی ان کی قبر بہت بلند تھی ہر کوئی اس کو نہیں کود سکتا تھا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر کو زمین سے اونچا اور بلند کرنا درست ہے پس قبر پر چھڑی کو گاڑنا بھی درست ہوگا کہ زمین سے اونچا ہونے میں دونوں مشترک ہیں وفیه المطابقة للترجمة اور ابن منیر نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد اس اثر کے لانے سے یہ ہے کہ اعمال صالحہ کے سوا کوئی چیز میت کو نفع نہیں دیتی اور قبر کو بلند کرنا اور اس پر بیٹھنا قبر کو صورۃً مضر نہیں لیکن باعتبار معنی کے مضر ہے کہ لوگ اس پر بیٹھ کر بے فائدہ کلام کریں۔

وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَكِيْمٍ أَخَذَ بِيَدِيْ خَارِجَةُ فَأَجْلَسَنِيْ عَلٰى قَبْرٍ وَأَخْبَرَنِيْ عَنْ عَمِّهٖ يَزِيْدَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ إِنَّمَا كُرِهَ ذٰلِكَ لِمَنْ أَحْدَثَ عَلَيْهِ.

اور عثمان بن حکیم نے کہا کہ خارجہ نے میرا ہاتھ پکڑا سو مجھ کو قبر پر بٹھایا اور مجھ کو اپنے چچا یزید بن ثابت سے خبر دی کہ وہ کہتے تھے کہ قبر پر بیٹھنا صرف اسی کو منع ہے جو اس پر بول و براز کرے اور بیہودہ بات چیت کرے کہ اس سے میت کو ایذا پہنچتی ہے۔

**فائدہ:** یعنی اگر پیشاب اور پاخانہ کے واسطے قبر پر بیٹھے تو منع ہے اور اگر یہ غرض نہ ہو تو درست ہے اور اس مسئلے میں بھی علماء کو اختلاف ہے جمہور علماء کہتے ہیں کہ قبر پر بیٹھنا مطلق منع ہے خواہ بول و براز کے واسطے بیٹھے یا یوں ہی بیٹھے اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر پیشاب اور پاخانے کے واسطے قبر پر بیٹھے تو درست نہیں اور اگر یہ غرض نہ ہو تو درست ہے اور موافق نقل طحاوی کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور محمد رحمہ اللہ اور ابو یوسف رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے اور جمہور علماء جو قبر پر بیٹھنے کو مطلق منع کرتے ہیں تو دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو امام احمد رحمہ اللہ نے عمرو بن حزم سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبروں پر نہ بیٹھا کرو اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو قبر پر تکیہ لگائے دیکھا سو فرمایا کہ قبر والے کو ایذا مت دے سو یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ مراد اس سے حقیقی بیٹھنا ہے بول و براز نہیں اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مراد اس سے حقیقی بیٹھنا نہیں بلکہ مراد اس سے پیشاب اور پاخانہ ہے یعنی قبر پر پیشاب اور پاخانہ نہ بیٹھو اور ابن حزم رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ تاویل مردود ہے اس لیے کہ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صریح آ چکا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ البتہ آدمی کا بیٹھنا انگارے پر کہ اس کا کپڑا جلا کر کھال کو پہنچ جائے بہتر ہے اس کے حق میں قبر پر بیٹھنے سے اور کہا کہ ہم نے کسی کو نہیں پایا کہ وہ پاخانے کے واسطے

اپنے کپڑے پر بیٹھے یعنی اگر پاخانہ بیٹھنا مراد ہوتا تو کپڑا جلانے کے ساتھ تشبیہ دینے کے کوئی معنی نہ تھے اس لیے کہ اگر پاخانہ کے وقت کوئی آدمی کپڑے پر نہیں بیٹھتا بلکہ ننگا ہو کر زمین پر بیٹھتا ہے اس وقت کپڑا اس کے نیچے نہیں ہوتا پس معلوم ہوا کہ مراد اس سے حقیقی بیٹھنا ہے بول و براز مراد نہیں اور ابن بطال نے کہا کہ بول و براز مراد لینا بہت بعید ہے اس واسطے کہ قبر پر بیٹھنا زیادہ تر قبیح ہے مکروہ ہونے سے مکروہ تو صرف مشہور بیٹھنا ہے یعنی قبر پر پاخانے کے لیے بیٹھنا تو حرام کے قریب ہے پھر اس کو مکروہ کہنے کے کوئی معنی نہیں۔

**وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَجْلِسُ عَلَى الْقُبُوْرِ.**

اور حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما قبروں پر بیٹھتے تھے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں فرمایا کہ جو قبر پر بیٹھنے کے باب میں آثار وارد ہوئے ہیں سو ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کا عموم کہ عمل کے سوا کوئی چیز نفع نہیں دیتی اس پر دلالت کرتا ہے کہ جیسا کہ مردے کو سائے سے کچھ فائدہ نہیں ویسا ہی قبر پر بیٹھنے سے اس کو کچھ نقصان نہیں، واللہ اعلم بالصواب باقی رہا یہ مسئلہ کہ نماز اور روزے اور تلاوت قرآن وغیرہ عبادات بدنیہ کا ثواب مردے کو پہنچتا ہے یا نہیں سو اس میں بھی علماء کو اختلاف ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور سلف کا یہ مذہب ہے کہ بدنی عبادتوں کا ثواب بھی مردے کو پہنچتا ہے اور یہی قول ہے بعض اصحاب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی آدمی نماز روزے وغیرہ نیک عملوں سے کوئی عمل کرے اور اس سے آدھا اپنے باپ یا ماں کو پہنچائے تو اس کا کیا حکم ہے انہوں نے کہا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اس کا ثواب میت کو پہنچے گا اور نیز کہا کہ میت کو ہر چیز کا ثواب پہنچتا ہے خواہ صدقہ ہو یا کچھ اور ہو اور نیز کہا کہ تین بار آیۃ الکرسی پڑھ اور تین بار قل ھو اللہ احد پڑھ اور کہو کہ اے الٰہی! اس کا ثواب قبروں والوں کو پہنچا دے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ بدنی عبادتوں کا ثواب مردے کو نہیں پہنچتا انتہی کلام ابن القیم اور دلائل اس کے ثمار التنکیت میں مذکور ہیں شائق اس کا مطالعہ کرے۔

**۱۲۷۳ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ**

۱۲۷۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے کہ ان میں مردوں کو عذاب ہوتا تھا سو فرمایا کہ ان دونوں پر عذاب ہوتا ہے اور ان کو کسی مشکل کام کے سبب سے عذاب نہیں ہوتا ان دونوں سے ایک تو اپنے پیشاب سے کنارہ نہیں کرتا تھا یعنی پیشاب کے وقت اس کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کے واسطے آمدورفت کیا کرتا تھا یعنی ایک دوسرے کی چغلی کر کے آپس

ثُمَّ أَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا فَقَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا.

میں فساد ڈلواتا تھا پھر حضرت ﷺ نے کھجور کی ایک تازہ ٹہنی پکڑی سو اس کو چیر کر دو ٹکڑے کیا پھر ہر قبر پر ایک ٹکڑا گاڑ دیا سو لوگوں نے عرض کی کہ یا حضرت! آپ نے یہ کام کس واسطے کیا فرمایا کہ امید ہے کہ ان سے عذاب کی تخفیف کی جائے جب تک کہ وہ خشک نہ ہوں یعنی اس واسطے کہ جب تک یہ تر رہیں گی تو اللہ کی تسبیح کریں گی اس کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر پر درخت کی چھڑی گاڑنی درست بلکہ مستحب ہے مگر ضروری ہے کہ چھڑی تر و تازہ ہو خشک نہ ہو اس لیے کہ وہ حیاتی کے سبب سے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے اور جب تک وہ اللہ کی تسبیح کرے گی اس کی برکت سے مردے کو عذاب میں تخفیف ہو گی کہ تسبیح ہمسائے کی نجات کا سبب ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر پر درخت لگانا درست ہے کہ وہ بھی مردے کی نجات کا سبب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عذاب قبر کا برحق ہے اور یہ جو فرمایا کہ ان کو مشکل کام کے سبب سے عذاب نہیں ہوتا تو اس کا معنی دو طور سے ہو سکتا ہے ایک یہ کہ وہ گناہ ان کے خیال میں بڑا نہیں تھا نہ یہ کہ اللہ کے نزدیک بھی بڑا نہ تھا دوسرا یہ کہ اس گناہ سے بچنا ان پر مشکل نہیں تھا اس لیے کہ بول اور چغلی سے بچنا مشکل امر نہیں جو آدمی سے نہ ہو سکے بلکہ بہت آسان ہے۔

بَابُ مَوْعِظَةِ الْمُحَدِّثِ عِنْدَ الْقَبْرِ وَقُعُوْدِ أَصْحَابِهِ حَوْلَهُ.

عالم اور محدث کا قبر کے پاس وعظ کرنا اور اس کے یاروں کا اس کے گرد بیٹھ کر وعظ سننا۔

**فائدہ:** درست بلکہ مستحب ہے کہ اس سے زندوں کو بھی فائدہ ہوتا ہے اور مردے کو بھی فائدہ ہوتا ہے زندوں کو اس سے نصیحت اور عبرت حاصل ہوتی ہے اور مردے پر رحمت نازل ہوتی ہے بعد اس کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کے بعض لفظوں کی تفسیر کی جو وعظ اور عذاب قبر سے مناسبت رکھتی ہے سو کہا۔

يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْأَجْدَاثِ الْأَجْدَاثُ الْقُبُوْرُ.

یعنی نکل پڑیں قبروں سے جیسے ٹڈی۔

**فائدہ:** یہ آیت سورت معارج میں ہے اور غرض اس سے یہ ہے کہ اس آیت میں اجداث کا معنی قبریں ہیں۔

بُعْثِرَتْ أُثِيْرَتْ.

یعنی لفظ بعثرت (جو آیت ﴿اذا القبور بعثرت﴾ میں واقع ہوا ہے) کا معنی اثیرت ہے یعنی جب کہ قبریں نیچے اوپر کی جائیں گی اور مردے اٹھائے جائیں تو جان لے ہر جی جو آگے بھیجا۔

بَعْثَرْتُ حَوْضِیْ أَیْ جَعَلْتُ أَسْفَلَهٗ أَعْلَاهُ.

یعنی میں نے اپنے حوض کو اٹھایا اس کے نیچے کو اوپر کیا

**فائدہ:** یہ عرب کا محاورہ ہے جب وہ لوگ اپنے حوض کو تہ بالا کرتے ہیں تو اس وقت یہ لفظ بولتے ہیں اور یہ شہادت ہے اس بات کی کہ (بعثرت) کا معنی نیچے اوپر کرنے کا ہے۔

اَلْإِیْفَاضُ الْإِسْرَاعُ.

یعنی ایفاض (جو آیت ﴿الی نصب یوفضون﴾ میں واقع ہوا ہے) کا معنی اسراع ہے یعنی جلدی کرنا۔

وَقَرَأَ الْأَعْمَشُ إِلٰی نَصْبٍ إِلٰی شَیْءٍ مَّنْصُوْبٍ یَسْتَبِقُوْنَ إِلَیْهِ.

اور اعمش نے اس آیت میں نصب کے نون کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے یعنی نکل پڑیں گے قبروں سے دوڑتے جیسے کہ نشانے پر دوڑتے جاتے ہیں کہ کون اس نے پہلے اس کے پاس پہنچے۔

وَالنُّصُبُ وَاحِدٌ.

اور نصب ساتھ پیش نون کے واحد کا صیغہ ہے اور اس کی جمع انصاب ہے اور نصب کہتے ہیں اس چیز کو جو پوجنے کے واسطے کھڑی کریں۔

وَالنَّصْبُ مَصْدَرٌ.

اور نصب ساتھ زبر اور سکون صاد کے مصدر ہے اس کا معنی ہے کھڑا کرنا۔

یَوْمُ الْخُرُوْجِ مِنَ الْقُبُوْرِ.

اور یوم الخروج (جو سورہ ق میں واقع ہوا ہے) مراد اس سے نکلنا قبروں سے ہے یہ دن ہے نکلنے کا قبروں سے۔

یَنْسِلُوْنَ یَخْرُجُوْنَ.

یعنی ینسلون (جو آیت ﴿الی ربھم ینسلون﴾ میں واقع ہوا ہے) کا معنی یخرجون ہے یعنی نکلیں گے۔

١٢٧٤ ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِیْ جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَیْدَةَ عَنْ أَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کُنَّا فِیْ جَنَازَةٍ فِیْ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ فَأَتَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهٗ وَمَعَهٗ مِخْصَرَةٌ فَنَکَّسَ فَجَعَلَ یَنْکُتُ بِمِخْصَرَتِهٖ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْکُمْ مِّنْ أَحَدٍ مَا

١٢٧٤۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک جنازے کے ساتھ بقیع الغرقد (مدینے کے قبرستان کا نام ہے) میں تھے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے سو بیٹھ گئے اور ہم آپ کے ارد گرد بیٹھے اور آپ کے ساتھ تکیہ لگانے کی لاٹھی تھی سو آپ نے سر نیچے ڈالا یعنی جیسا کسی فکر کے وقت ڈالتے ہیں اور اپنی لاٹھی سے زمین کھودنے لگے پھر فرمایا کہ ہم میں سے ایسا کوئی نہیں یا کوئی جی ایسا پیدا نہیں ہوا مگر کہ اس کا مکان بہشت سے او

مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ إِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَإِلَّا قَدْ كُتِبَ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيْدَةً فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيْرُ إِلٰى عَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَصِيْرُ إِلٰى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ قَالَ أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى﴾ الْاٰيَةَ.

اس کا مکان دوزخ سے لکھ دیا گیا ہے یعنی بہشتی لوگ اور دوزخی لوگ اللہ کے نزدیک مقرر ہو چکے ہیں یا یوں فرمایا مگر کہ لکھا گیا ہے بد بخت یا نیک بخت سو ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ ہم اپنے لکھے ہوئے پر کیوں نہ اعتماد کریں اور عمل کرنا چھوڑ دیں یعنی تقدیر کے روبرو عمل کرنا بے فائدہ ہے جو قسمت میں تھا سو ہو چکا سو جو آدمی ہم میں سے اہل سعادت سے ہوگا تو آخر کو وہ ضرور اہل سعادت کے عمل کی طرف پھرے گا اور جو اہل شقاوت سے ہوگا تو وہ آخر کو ضرور اہل شقاوت کے عمل کی طرف پھرے گا یعنی پس عمل کرنا کچھ ضروری نہیں سو لکھا ہے سو ہو گا حضرت ﷺ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ عمل کیے جاؤ اس واسطے کہ ہر ایک آدمی کو وہی آسان معلوم ہوگا جس کے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے سو جو لوگ کہ اہل سعادت یعنی نیک بخت ہوں گے ان کو نیک عمل آسان معلوم ہوگا اور جو اہل شقاوت یعنی بد بخت ہوں تو ان کو بد کام آسان معلوم ہو گا پھر حضرت ﷺ نے اس مضمون کی تائید میں یہ آیت پڑھی کہ اللہ فرماتے ہے سو جس نے خیرات کی اور ڈرا اور بہتر دین یعنی اسلام کو سچا جانا سو اس پر ہم آسان کر دیں گے نیکی کرنا اور جو بخیل ہوا اور بے پرواہ بنا اور اس نے نیک دین کو جھوٹا جانا تو اس پر ہم آسان کر دیں گے کفر کی سخت راہ۔

**فائدہ:** اصحاب یہ سمجھتے تھے کہ تقدیر کے روبرو عمل بے فائدہ چیز ہے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم غلط سمجھتے ہو عمل کرنا تقدیر کے مخالف نہیں اس واسطے کہ اللہ نے عالم میں چیزوں کو پیدا کیا اور ایک کو دوسرے سے ربط دیا اور موافق اپنی حکمت کے بعض چیز کو بعض چیز کا سبب ٹھہرایا جیسے آنکھ ہے سبب بینائی کا اور کان ہے سبب شنوائی کا اور زہر سبب ہے موت کا اسی طرح نیک عمل سبب ہے بہشت کا اور بد عمل سبب ہے دوزخ کا تو معلوم ہوا کہ عمل کرنا تقدیر کے مخالف نہیں اسی طرح رزق مقدر ہے اور کسب کرنا اور کمانا اس کا سبب ہے اور کوئی اس کو مخالف تقدیر کے نہیں جانتا غرضیکہ مسلمان کو تقدیر پر ایمان لانا واجب ہے اور اس میں بحث اور گفتگو کرنا حرام ہے کہ آدمی کی عقل ضعیف ہے تقدیر کا

بھید نہیں سمجھ سکتی اکثر بہک جاتی ہیں کسی نے علی رضی اللہ عنہ سے تقدیر کا مسئلہ پوچھا تو فرمایا کہ اندھیری رات کو سمندر میں مت بیٹھ یعنی تقدیر کی حقیقت کرنا آدمی کا مقدور نہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر کے پاس وعظ کرنا اور لوگوں کا اردگرد بیٹھ کر سننا درست ہے بلکہ مستحب ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور فتح الباری میں فرمایا کہ اس باب میں اشارہ ہے طرف اس کی کہ قبر پر مطلق بیٹھنا منع نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے اس طرح کہ اگر کسی مصلحت کے واسطے ہو زندے یا مردے سے تعلق رکھتی ہو تو درست ہے مکروہ نہیں اور اگر اس میں کوئی مصلحت نہ ہو تو مکروہ ہے اور قبر پر بیٹھنے سے جو نہی آئی ہے تو وہ اس سے اخیر معنی پر محمول ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ قَاتِلِ النَّفْسِ.

قاتل نفس کی وعید کا بیان یعنی جو شخص کسی کو ناحق مار ڈالے اس کے واسطے کیا عذاب ہے؟۔

**فائدہ:** فتح الباری میں فرمایا کہ اس باب میں قاتل غیر کا بیان ہے اور حدیث آئندہ میں اپنی جان کے مارنے والے کا بیان پس مطابقت حدیث کی باب سے غیر ظاہر ہے لیکن مراد اس سے یہ ہے کہ قاتل غیر بھی قاتل نفس کے ساتھ ملحق ہے اس واسطے کہ جب اپنے آپ کو مارنے والا دوزخ میں عذاب کیا جائے گا باوجودیکہ اس کا ظلم اپنی جان سے آگے نہیں بڑھا تو غیر کو مارنے والا بطریق اولیٰ دوزخ میں عذاب کیا جائے گا اور امام مالک رحمہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ناحق خون کرنے والے کی توبہ قبول نہیں پھر فرمایا کہ سنن میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے اپنے آپ کو خود مار ڈالا تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ نہ پڑھا اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اپنی عادت قدیمہ کے موافق اس باب سے اشارہ کر دیا ہے کہ یہ مسئلہ بعض حدیثوں میں آ چکا ہے لیکن چونکہ یہ حدیث اس کی شرط پر نہیں تھی اس واسطے اس کو نقل نہ کیا، واللہ اعلم۔

١٢٧٥ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيْدَةٍ عُذِّبَ بِهِ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ.

١٢٧٥۔ حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اسلام کے سوا اور دین کی جھوٹی قسم کھائے جان بوجھ کر یعنی دل میں یہ نیت ہو کہ میں اس کو پورا نہیں کروں گا تو وہ ویسا ہی ہوگا جیسا اس نے کہا اور جو جھوٹی قسم اس طرح کھائے کہ اگر میں نے ایسا ایسا کیا تو میں تو نصرانی ہوں یا یہودی ہوں یا ہندو تو جیسے اس نے قسم کھائی ویسا ہی ہو گیا اور جو شخص کہ قتل کرے اپنی جان کو تیز لوہے سے یعنی چھری وغیرہ سے تو اس کو دوزخ کی آگ میں اسی لوہے سے عذاب کیا جائے گا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو مار ڈالنا سخت گناہ ہے کہ آدمی کو اس کے سبب سے دوزخ میں سخت عذاب کیا جائے گا اس لیے کہ آدمی کی جان اپنے ملک میں نہیں بلکہ اللہ کے ملک میں ہے پس مالک کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کرنا جائز نہیں وفیہ المطابقۃ للترجمۃ لیکن اس پر سب فقہاء کا اجماع ہے کہ قاتل نفس کافر نہیں ہوتا اور اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور جمہور علماء کے نزدیک اس کا جنازہ بھی درست ہے مگر ابو یوسف کے نزدیک درست نہیں اور یہ جو فرمایا کہ جو اسلام کے سوا کسی اور دین کی جھوٹی قسم کھائے تو ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسا اس نے کہا تو حنفیہ کے نزدیک یہ حدیث تہدید اور مبالغے پر محمول ہے کہتے ہیں کہ اس قول سے قسم منعقد ہو جاتی ہے اور کفارہ لازم ہوتا ہے لیکن قسم کھانے والا اس سے کافر نہیں ہوتا خواہ فعل ماضی کے ساتھ تعلیق کی ہو یا فعل مستقبل کے ساتھ کی ہو اس واسطے کہ کفر یقین اور اعتقاد سے ہوتا ہے اور مقصود قسم سے نفس کا زجر کرنا ہوتا ہے نہ اعتقاد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ **وسیاتی الکلام علیہ فی الایمان والنذور انشاء اللہ تعالٰی.**

وَقَالَ حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا جُنْدَبٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ فَمَا نَسِيْنَا وَمَا نَخَافُ أَنْ يَّكْذِبَ جُنْدَبٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ اللّٰهُ بَدَرَنِيْ عَبْدِيْ بِنَفْسِهٖ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

اور جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے اگلی امتوں میں ایک مرد تھا اس کو زخم تھا (سو وہ برداشت نہ کر سکا) سو چھری سے اپنی جان کو قتل کیا سو اللہ نے فرمایا کہ میرے بندے نے اپنی جان دینے پر مجھ پر جلدی کی سو میں نے اس پر بہشت کو حرام کیا۔

**فائدہ:** بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم بطریق مبالغے کے وارد ہوا ہے یعنی یہ حدیث زجر پر محمول ہے یا یقین کے دخول کے ساتھ مقید ہے یا مشیت الٰہی کے ساتھ معلق ہے یا یہ حکم اس کے حق میں ہے جو حلال جان کر اپنی جان کو مارے۔

١٢٧٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ يَخْنُقُ نَفْسَهُ يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ وَالَّذِيْ يَطْعُنُهَا يَطْعُنُهَا فِي النَّارِ.

١٢٧٦۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی جان کو گلا گھونٹ کر مار ڈالے تو وہ دوزخ میں اسی طرح اپنی جان کو گھونٹے گا اور جو کوئی اپنی جان کو چھری وغیرہ سے مارے تو دوزخ میں بھی اس کو اسی طرح مارے گا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے آپ کو خود مار ڈالے تو اس کو دوزخ میں سخت عذاب کیا جائے گا

اور وجہ مطابقت ان حدیثوں کی پہلے گزر چکی ہے اور اس حدیث کے ایک طریق میں اتنا لفظ زیادہ ہے کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا سو اس سے معتزلہ وغیرہ دلیل پکڑتے ہیں کہ گنہگار مسلمان ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کبھی اس سے باہر نہیں نکلیں گے وہ کہتے ہیں کہ گنہگاروں کا ٹھکانہ ہمیشہ دوزخ ہے سو اہل سنت اس کے کئی جواب دیتے ہیں پہلا یہ کہ یہ زیادتی اس طریق میں وہم ہے اس لیے کہ صحیح اور ثابت ہو چکا ہے کہ اہل توحید اول دوزخ میں عذاب کیے جائیں گے پھر دوزخ سے باہر نکالے جائیں گے اور اس میں ہمیشہ نہیں رہیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حکم اس کے حق میں ہے جو حلال جان کر اپنی جان کو مارے اس لیے کہ وہ حلال جاننے سے کافر ہو جاتا ہے اور کافر بے شک دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ اس حدیث کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ یہ زجر اور مبالغے پر محمول ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جزا اس کی یہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے موحدین کو دوزخ سے نکال لے گا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ خلود مشیت الٰہی کے ساتھ معلق ہے یعنی ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے جب تک کہ اللہ چاہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہمیشہ رہنے سے مراد طول مکث اور درازی مدت کی ہے یعنی بہت مدت تک دوزخ میں رہیں گے حقیقی خلود اور ہمیشگی مراد نہیں۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ وَالْاِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِيْنَ رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

منافقوں کا جنازہ پڑھنا اور مشرکوں کے واسطے بخشش مانگنا مکروہ ہے روایت کیا ہے اس مضمون کو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا کہ باب القميص الذی لا یکف میں گزرا۔

**فائدہ:** فتح الباری میں فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کراهة الصلوة علی المنافقین نہیں کہا بلکہ اس کے بدلے میں ما یکرہ من الصلوۃ......الخ کہا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ منافقوں کا جنازہ نماز ہونے کی جہت سے منع نہیں بلکہ اس جہت سے منع ہے کہ وہ اس کے مستحق نہیں اس واسطے کہ کبھی عبادت ایک جہت سے طاعت ہوتی ہے اور ایک جہت سے معصیت ہوتی ہے۔

١٢٧٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ دُعِيَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ

١٢٧٧۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن ابی (منافق) مرا تو اس کے واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا تا کہ اس پر نماز پڑھیں سو جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو کھڑے ہوئے تو میں آپ کی طرف کودا اور عرض کی کہ یا حضرت! کیا آپ ابن ابی پر نماز پڑھتے ہیں اور اس نے فلاں دن ایسا ایسا اور ایسا ایسا کہا اور میں نے اس کی بے ہودہ باتوں

عَلَيْهِ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتُصَلِّيْ عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا أُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَخِّرْ عَنِّيْ يَا عُمَرُ فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ إِنِّيْ خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ لَوْ أَعْلَمُ أَنِّيْ إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِيْنَ يُغْفَرُ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا قَالَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى نَزَلَتِ الْاٰيَتَانِ مِنْ بَرَآءَةٍ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ أَبَدًا﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾ قَالَ فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ.

کو شمار کیا سو حضرت ﷺ نے تبسم فرمایا اور فرمایا کہ مجھ سے باز رہو اے عمر! سو جب میں نے بہت بار آپ سے یہ عرض کیا تو فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو منافقوں کی مغفرت مانگنے اور نہ مانگنے میں اختیار دیا ہے یعنی فرمایا ہے کہ اے پیغمبر تو ان کے واسطے بخشش مانگ یا نہ مانگ سو میں نے بخشش مانگنا اختیار کیا اور اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ اگر میں ستر بار سے زیادہ مغفرت مانگوں تو اس کی مغفرت ہوتی تو میں ستر بار سے زیادہ مانگتا سو حضرت ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھا پھر اس سے پھرے سو نہ ٹھہرے مگر تھوڑا یعنی کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ سورہ براۃ کی دو آیتیں اتریں اور وہ دونوں آیتیں یہ ہیں کہ اے رسول! نماز نہ پڑھ ان میں سے کسی پر جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور مرے ہیں بے حکم سو میں ابھی تعجب میں ہوں اپنی دلیری سے جو میں نے اس دن رسول اللہ ﷺ پر کی یعنی بے دھڑک آپ سے کلام کی اور اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے کہ مجھ کو حضرت ﷺ سے وہ کلام کرنی لائق تھی یا نہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منافقوں کا جنازہ پڑھنا اور ان کے واسطے مغفرت مانگنا منع ہے کہ وہ مغفرت کے مستحق نہیں، وفیہ المطابقة للترجمة.

## بَابُ ثَنَآءِ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ.

لوگوں کو مردے کی تعریف کرنا جائز ہے۔

**فائدہ:** مردے کی تعریف کرنی اسی وقت جائز ہے جب کہ توجہ اور ندا سے خالی ہو ورنہ درست نہیں بخلاف زندے کے کہ اس کی تعریف کرنی بالکل منع ہے کہ اس میں خود پسندی کا خوف ہے۔

١٢٧٨ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ

١٢٧٨۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب ایک جنازے پر گزرے سو انہوں نے اس کی تعریف کی اور اس کو بھلا کہا حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کے واسطے واجب ہو گئی پھر دوسرے جنازے پر گزرے سو اس کو بد یاد کیا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوْا بِأُخْرٰى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا وَجَبَتْ قَالَ هٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ أَنْتُمْ شُهَدَآءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ.

حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کو بھی واجب ہو گئی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا حضرت! کیا چیز واجب ہوئی ؟ فرمایا کہ اس کو یعنی پہلے کو تم نے بھلا کہا سو اس کے واسطے بہشت واجب ہوئی اور اس دوسرے کو تم نے برا کہا سو اس کو دوزخ واجب ہوئی تم اللہ کے گواہ ہو زمین میں اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ﷺ نے یہ کلمہ تین بار فرمایا۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ میت کی تعریف کرنی جائز ہے کہ اصحاب نے پہلے مردے کی تعریف کی اور اس کو بھلا کہا وفیہ المطابقة للترجمة اور یہ بھی معلوم ہوا کہ برے آدمیوں کو موت کے بعد بد کہنا اور بد یاد کرنا درست ہے اور یہ جو فرمایا کہ تم اللہ کے گواہ ہو زمین میں تو یہ شہادت اصحاب کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر زمانے اور ہر وقت کے ایماندار اور صالحین اور پرہیز گار لوگ اللہ کے گواہ ہیں ان کی تعریف کرنے اور بد کہنے پر بڑا دخل ہے اس واسطے کہ دوسری حدیث میں صریح آ چکا ہے کہ ایماندار اللہ کے گواہ ہیں اور دنیا دار اور فاسق کی تعریف اور بد کہنے کا کچھ اعتبار نہیں ان کی تعریف اور مذمت سے بہشت اور دوزخ واجب نہیں ہوتی اور بزار کی کتاب میں عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی دیندار مر گیا اور اللہ اس کی بدی جانتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کریں تو اللہ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندوں کی گواہی قبول کی اور اس کے گناہ دیدہ دانستہ معاف کیے مثل مشہور ہے کہ زبان خلق نقارہ خدا اور حاکم نے روایت کی ہے کہ فرشتے مردے کی بھلائی و برائی کے ساتھ آدمیوں کی زبان بولتے ہیں اور یہ جو کہا کہ بہشت یا دوزخ اس کو واجب ہو جاتی ہے تو مراد اس سے تاکید ثبوت کی ہے یعنی باعتبار وعدہ کریم کے اس کے واسطے بہشت یا دوزخ ثابت ہے ورنہ اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ جس کو لوگوں نے برا کہا تھا وہ منافق تھا۔

١٢٧٩ - حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ هُوَ الصَّفَّارُ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ فَجَلَسْتُ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَمَرَّتْ بِهِمْ جَنَازَةٌ فَأُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

١٢٧٩۔ حضرت ابو الاسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مدینے میں آیا اور وہاں بیماری پڑی تھی کہ لوگ اس سے مرتے تھے سو میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا سو ان کے پاس ہو کر ایک جنازہ نکلا سو اس مردے کی تعریف کی گئی سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے واسطے واجب ہوئی پھر دوسرا جنازہ گزرا سو اس کی بھی تعریف کی گئی سو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے واسطے بھی واجب ہوئی پھر تیسرا جنازہ نکلا سو اس کو برا کہا گیا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرٰى فَأُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ فَأُثْنِيَ عَلٰى صَاحِبِهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ أَبُو الْأَسْوَدِ فَقُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ فَقُلْنَا وَثَلَاثَةٌ قَالَ وَثَلَاثَةٌ فَقُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ.

اس کو بھی واجب ہوئی ابوالاسود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ان سے پوچھا کہ اے سردار مسلمانوں کے کیا چیز واجب ہوئی عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے کہا جیسا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعنی میں نے یہ حکم اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا ہے کہ جس مسلمان کی چار مسلمان نیکی کی گواہی دیں اللہ اس کو بہشت میں داخل کرے گا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا پھر ہم نے کہا اور تین آدمی گواہی دیں تو آپ نے فرمایا تین کی گواہی سے بھی بہشت میں جائے گا پھر ہم نے کہا اور دو آدمیوں کی گواہی بھی بہشت میں لے جاتی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور دو کی گواہی بھی بہشت میں لے جاتی ہے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا پھر ہم نے ایک شخص کی گواہی کا حال نہ پوچھا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردے کی تعریف کرنی جائز ہے **وفيه المطابقة للترجمة** اور فتح الباری میں فرمایا کہ معتبر اس میں گواہی اہل فضل اور صدق کی ہے اور فاسقوں کی گواہی کا کچھ اعتبار نہیں اس لیے کہ کبھی وہ اپنے جیسے کی تعریف بھی کرتے ہیں اور اسی طرح جو شخص مردے کا دشمن ہو اس کی گواہی بھی مقبول نہیں اس لیے کہ دشمن کی گواہی مقبول نہیں پھر فرمایا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بعض لوگ اس حدیث کا یہ معنی کرتے ہیں کہ جس کو لوگ بھلا کہیں اور واقع میں بھی وہ بھلا ہو تو اس کے واسطے بہشت ہے اور اگر واقع میں بھلا نہ ہو تو اس کے واسطے بہشت نہیں پھر فرمایا کہ صحیح یہی بات ہے کہ یہ حدیث اپنے عموم پر ہے اور جو شخص مر جائے اور اللہ لوگوں کے دلوں میں اس کی تعریف کا الہام کرے تو وہ دلیل ہے اس بات کی کہ وہ بہشتی ہے خواہ اس کے عمل اچھے ہوں یا برے ہوں اس واسطے کہ اعمال مشیت الٰہی کے نیچے داخل ہیں اور یہ الہام الٰہی دلیل ہے واسطے معین ہونے بہشت کے اور ساتھ اس کے ظاہر ہوگا فائدہ تعریف کا اور یہ حکم بہشت کا نیکی کی جانب میں ظاہر ہے کہ لوگ جس کی تعریف کریں وہ اہل بہشت سے ہے خواہ اس کے اعمال اچھے ہوں خواہ نہ ہوں اور بدی کی جانب میں بھی یہ حکم ظاہر ہے کہ جس کو لوگ برا کہیں وہ دوزخی ہے لیکن یہ حکم اسی شخص کے حق میں ہے جس کی برائیاں نیکیوں سے زیادہ ہوں مگر یہ گواہی صرف اسی شخص کی معتبر ہے جو مردے کے حال سے واقف ہو اور اس کے حال کو خوب جانتا پہچانتا ہو اس واسطے کہ معرفت کے بغیر کوئی گواہی نہیں دے سکتا اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جس مردے کے

چار ہمسائے پاس والے تعریف کریں کہ ہم کو نیکی کے سوا اس کا کچھ حال معلوم نہیں تو اللہ فرماتا ہے کہ میں نے ان کی گواہی قبول کی اور اس کو بخش دیا اس سے معلوم ہوا کہ گواہی اس شخص کی معتبر ہے جو مردے کے حال سے واقف ہو ناواقف کی گواہی معتبر نہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حاجت کے وقت مردے کی بھلائی برائی بیان کرنا جائز ہے اور یہ غیبت میں داخل نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ گواہی مقبول ہے اور ادنیٰ درجہ اس کا دو گواہ ہیں اس سے کم میں کافی نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ طلب کے بغیر گواہی دینی جائز ہے اور یہ کہ اعتبار ظاہر حال کا ہے باطن کا نہیں اور یہ کہ اس امت کو بڑی فضیلت ہے۔

**بَابُ مَا جَآءَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ.** ان حدیثوں کا بیان جو قبر کے عذاب کے ثبوت میں وارد ہوئی ہیں۔

**فائدہ:** جاننا چاہیے کہ سب مسلمانوں کا اتفاق ہے اس پر کہ قبر کا عذاب اور منکر نکیر کا سوال حق اور سچ ہے اور اس کے ساتھ ایمان لانا واجب ہے اور حدیثیں اس باب میں متواتر آ چکی ہیں جن کی گنتی ستر کو پہنچ گئی ہے کہ ابیات التثبیت وغیرہ میں مذکور ہے اور اسی طرح اس باب میں آیتیں بھی بہت آ چکی ہیں چنانچہ ان تمام میں سے بعض کا ذکر آئندہ آئے گا اور سلف صالحین صحابہ اور تابعین سے کسی کو اس مسئلے میں اختلاف نہیں بلکہ سب متفق ہیں اس بات پر کہ قبر میں مردے کو کسی قسم کی زندگی دی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ لذت پائے یا رنج اٹھائے لیکن ان کو اس میں توقف ہے کہ مردے کو یہ زندگی اعادی روح کے سبب سے حاصل ہوتی ہے کہ روح کو اس میں پھر ڈالا جاتا ہے یا کسی اور طرح سے حاصل ہوتی ہے جمہور علماء کہتے ہیں کہ یہ زندگی مردے کو اعادی روح کے سبب سے حاصل ہوتی ہے یعنی روح کو اس میں پھر ڈالا جاتا ہے علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیثوں سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ منکر نکیر کے سوال کے وقت روح کو بدن میں پھر ڈالا جاتا ہے لیکن روح کے پھر ڈالنے سے حیاتی معہودہ یعنی زندگی دنیاوی حاصل نہیں ہوتی کہ اس سے روح بدن کے ساتھ قائم ہو کر اس کا مدبر بنے اور کھانے پینے وغیرہ حاجات بشری کا محتاج ہو بلکہ وہ ایک دوسری قسم کی حیاتی ہے جو دنیاوی زندگی کے مخالف ہے وہ زندگی صرف اسی قدر حاصل ہوتی ہے کہ اس سے امتحان حاصل ہو جائے اور جیسے کہ سونے والے کی زندگی جاگنے والے کی زندگی کے لیے ہے کہ سونا موت کا بھائی ہے اور سونے والے سے اطلاق اسم حیات کی نفی نہیں ہو سکتی اسی طرح دوبارہ روح ڈالنے کے وقت مردے کی زندگی بھی زندے کی حیاتی کی غیر ہے اور ایک دوسرے کے مخالف ہے اور وہ ایک قسم کی زندگی ہے کہ اس سے اطلاق اسم موت کی نفی نہیں ہو سکتی بلکہ وہ ایک امر متوسط اور درمیانہ ہے درمیان جینے اور مرنے کے جیسا کہ سونا جینے اور مرنے کے درمیان واقع ہوا ہے اور حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ زندگی مستقل ہے جیسا کہ ہر شخص دنیا میں رکھتا تھا بلکہ اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مردے کو ایک قسم کی حیاتی حاصل ہوتی ہے اور زندگی کو بدن کے

ساتھ کسی قسم کا تعلق حاصل ہو جاتا ہے اور وہ زندگی بدن کے ساتھ ہمیشہ متعلق رہتی ہے اگر چہ بدن مٹی میں گل جائے اور پارہ پارہ ہو جائے اور نیز ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قبر کا عذاب دائمی عذاب ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہے اور وہ عذاب کفار اور بعض گنہگاروں کے ساتھ خاص ہے اور دوسرا عذاب منقطع ہونے والا ہے اور وہ عذاب ان کے واسطے ہے جن کے گناہ تھوڑے ہوں گے کہ وہ اپنے گناہوں کے موافق قبر میں عذاب بھگت کر اس سے نجات پائیں گے اور کبھی دعا اور صدقے وغیرہ سے بھی عذاب بند ہو جاتا ہے اور مراد عذاب قبر سے برزخ کا عذاب ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان واسطہ ہے اور اضافت عذاب کی طرف قبر کے واسطے غلبے کے ہے کہ اکثر لوگ قبروں میں دفن کیے جاتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ جس کو عذاب کرنا چاہے اس کو ہر طور سے عذاب کر سکتا ہے اگر چہ وہ پانی میں غرق ہو گیا ہو یا آگ میں جل کر راکھ ہو گیا ہو اور یا جانوروں کے شکموں میں تحلیل ہو گیا ہو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ ان جزوں کو جانتا ہے اور ان پر قادر ہے کوئی چیز اس کے علم وقدرت سے باہر نہیں نکل سکتی اگر چاہے تو اسی جز کو جان بخشے اور عذاب کرے اور نعمت دے لیکن بعض خارجی اور معتزلہ عذاب قبر سے مطلق انکار کرتے ہیں اور اسی طرح بعض ملحدین اور زندیق فلسفی بھی اس سے انکار کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر قبر کو کھود کر دیکھا جائے تو مردے پر عذاب کی کوئی نشانی معلوم نہیں ہوتی اور فرشتوں کا مارنا اور سانپ بچھو کا کاٹنا کچھ نظر نہیں آتا بلکہ مردہ بدستور اپنے سابق حال پر ہوتا ہے اور حس وحرکت اس میں کچھ معلوم نہیں ہوتی اور اسی طرح قبر کا تنگ ہونا اور مد بصر تک فراخ ہونا بھی کچھ معلوم نہیں ہوتا سو جواب اس کا یہ ہے کہ ایماندار کو واجب ہے کہ اس کے ساتھ ایمان لائے اور بغیر دیکھے فرشتوں اور سانپ وغیرہ کا ہونا اور مردے کو کاٹنا مان جائے اور یقین کر لے کہ یہ سب چیزیں حق ہیں اور واقع میں موجود ہیں محض خیال اور مثال نہیں اور ہمارا ان کو نہ دیکھنا ان کے وجود کی نفی نہیں کر سکتا اس واسطے کہ عالم ملکوت کو آدمی سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا بلکہ اس کے واسطے دوسری آنکھیں ہیں جو اس عالم سے تعلق رکھتی ہیں کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ جبرائیل علیہ السلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور آپ سے بات چیت کرتے تھے اور اللہ کا پیغام پہنچاتے تھے اور اصحاب اس کے ساتھ ایمان لاتے تھے اور جبرئیل علیہ السلام کا آنا مان جاتے تھے حالانکہ ان کو کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا نہ جبرئیل کو دیکھتے تھے اور نہ اس کی آواز سنتے تھے اور نیز اگر قبر کے سانپ وغیرہ سے انکار کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ فرشتوں اور شیاطین کے وجود سے بھی انکار کیا جائے اور جیسے کہ فرشتے آدمیوں کے مشابہ نہیں ویسے ہی سانپ اور بچھو جو مردے کو کاٹتے ہیں وہ بھی اس جہان کے سانپ بچھو کی جنس سے نہیں بلکہ دوسری جنس سے ہیں جو دوسری آنکھوں سے نظر آتے ہیں اور یہ امر اللہ کی قدرت کے آگے محال نہیں بلکہ ممکن ہے اور عادت میں بھی اس کی نظیر موجود ہے اور وہ سونے والا ہے کہ وہ اپنی خواب میں لذت پاتا ہے اور رنج اٹھاتا ہے اور اس کو خواب میں سانپ کاٹتا ہے اور وہ فریاد کرتا ہے اور جو آدمی اس کے پاس جاگتا ہے اس کو کچھ بھی نظر نہیں آتا اور کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس کو بدستور

اپنے حال پر سویا دیکھتا ہے بلکہ بعض اوقات جاگتا آدمی بھی کسی چیز کو سن کر اپنے دل میں لذت پاتا ہے اور اپنے دل میں کسی چیز کی فکر کرنے سے رنج پاتا ہے حالانکہ اس کے پاس بیٹھنے والے کو کچھ معلوم نہیں ہوتا پس اسی طرح قبر کے عذاب اور سانپ وغیرہ کو سمجھنا چاہیے کہ زندہ آدمی کو اس کے حال سے کچھ خبر نہیں ہوتی اس سے ان کے وجود کی نفی لازم نہیں آتی اور ظاہر یہ بات ہے کہ اللہ نے ان کی آنکھوں کو اس کے مشاہدے سے پھیر دیا اور اس کو ان سے پوشیدہ کر دیا ہے تاکہ لوگ دفن کرنے سے باز نہ رہ جائیں اور اسی طرح جو شخص کہ اللہ کو قادر جانتا ہے اور اس کو زندہ کرنے والا مانتا ہے تو وہ لحد اور صندوق کے فراخ ہو جانے کو ہرگز بعید نہیں کہہ سکتا اور مردے کے بعض اجزاء یا کل اجزاء میں زندگی پیدا کرنے کو مشکل نہیں جانتا اور بعض معتزلہ کہتے ہیں کہ قبر کا عذاب کافروں کے ساتھ خاص ہے یہ قول جبائی کا ہے لیکن بعض حدیثیں صریح ہیں ان کے رد میں اور ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو قبر کے عذاب میں ہمیشہ شک رہتا تھا یہاں تک کہ یہ سورۃ نازل ہوئی ﴿أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ﴾ اور ابن حبان نے کہا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ﴿فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ مراد معیشۃ ضنکا سے قبر کا عذاب ہے۔

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَلَوْ تَرٰى إِذِ الظَّالِمُوْنَ فِيْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوْا أَيْدِيْهِمْ أَخْرِجُوْا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ﴾.

اور ان آیتوں کی تفسیر کا بیان اللہ نے فرمایا کہ اگر کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم موت کی بیہوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان کو آج تم کو جزا ملے گی ذلت کی مار اور عذاب خواری کا۔

**فائدہ:** ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ عذاب موت کے وقت ہوتا ہے دفن کرنے سے پہلے اور یہ عذاب اگرچہ دفن کرنے سے پہلے ہے لیکن یہ منجملہ اس عذاب کے ہے جو قیامت سے پہلے واقع ہوتا ہے پس یہ دلیل ہے واسطے عذاب قبر کے کہ وہ بھی قیامت سے پہلے واقع ہوتا ہے وفیہ المطابقة للترجمة اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کو اس واسطے مقدم کیا کہ تنبیہ کرے اس بات پر کہ قبر کا عذاب قرآن سے ثابت ہے۔

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْهُوْنُ هُوَ الْهَوَانُ وَالْهَوْنُ الرِّفْقُ وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ﴾.

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ ھون پیش ہا کے ساتھ ھوان کو کہتے ہیں جس کا معنی خواری ہے اور ھون زبر کے ساتھ جو آیت یمشون علی الارض ھونا میں واقع ہوا ہے رفق کو کہتے ہیں جس کا معنی نرمی کرنا ہے اور اللہ نے فرمایا کہ ہم ان کو عذاب کریں گے دوبار پھر پھیر دیں گے ان کو طرف

بڑے عذاب کی۔

**فائدہ:** طبرانی وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ مراد دوبار عذاب کرنے سے ایک دنیا کا عذاب ہے یعنی قتل اور حبس وغیرہ اور دوسرا قبر کا عذاب ہے پس اس آیت سے قبر کا عذاب ثابت ہوا وفیہ المطابقة للترجمة.

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْءُ الْعَذَابِ النَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَّيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾.

اور اللہ نے فرمایا کہ اور الٹ پڑا فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب آگ ہے کہ دکھاتے ہیں ہم ان کو صبح اور شام اور جس دن اٹھے گی قیامت کہا جائے گا کہ داخل کرو فرعون کی قوم کو سخت سے سخت عذاب میں۔

**فائدہ:** قرطبی نے کہا کہ جمہور علماء اس پر ہیں کہ یہ ان کو آگ کے سامنے کرنا برزخ میں واقع ہوتا ہے کہ مراد اس سے قبر ہے اس دلیل سے کہ وہ قیامت کے عذاب کے مقابلے میں واقع ہوا ہے سو ضروری ہے کہ وہ عذاب قیامت سے پہلے ہو اور قیامت سے پہلے برزخ اور قبر کے سوا اور کوئی جگہ نہیں پس اس آیت سے قبر کا عذاب ثابت ہوا وفیہ المطابقة للترجمة اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی کے مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے فنا نہیں ہوتی اس واسطے کہ اگر ارواح باقی نہ ہوتی تو آگ کے سامنے کرنے کے کوئی معنی نہ تھے اور یہی قول ہے تمام اہل سنت کا امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الروح میں فرمایا کہ بدن میں مرنے کے ساتھ روح بھی مرتا ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں صواب یہ ہے کہ روح بدن کے ساتھ نہیں مرتی اور فنا نہیں ہوتی بلکہ بالاجماع زندہ اور باقی رہتی ہے عذاب میں یا نعمت میں اور قیامت میں بھی صور پھونکنے سے فنا نہیں ہوں گی اور آیت ﴿کل من علیھا فان﴾ سے مخصوص ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نفس اور روح ایک چیز ہے اور اس مسئلے میں کئی قول ہیں وسیاتی الاشارة الی شی منھا.

١٢٨٠ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِيْ قَبْرِهٖ أُتِيَ ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾.

١٢٨٠۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایماندار قبر میں بٹھایا جاتا ہے اس حال میں کہ اس کے پاس فرشتے آتے ہیں پھر گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق بندگی کے نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا رسول ہے پس یہی گواہی مراد ہے اس آیت میں کہ مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بعد انقطاع زندگی کے کہ وہ قبر کا وقت ہے اور آخرت کی منزلوں سے پہلی منزل ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب برحق ہے، وفیہ المطابقة للترجمة.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا وَزَادَ ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ.

ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا اس میں اتنا زیادہ ہے کہ یہ آیت قبر کے عذاب میں نازل ہوئی۔

**فائدہ:** کرمانی نے کہا کہ اس آیت میں قبر کے عذاب کا ذکر نہیں مگر شاید کہ آدمی کے حال کو جو قبر میں ہوتا ہے عذاب قبر کہا گیا واسطے غلبہ دینے فتنے کافر کے اوپر فتنے مؤمن کے اور نیز قبر خوف اور وحشت کی جگہ ہے اور نیز فرشتوں سے اکثر خوف آتا ہے اس واسطے اس کا نام عذاب قبر رکھا گیا معلوم ہوا کہ ایماندار قبر کے عذاب سے محفوظ ہے اور اس کے حال کو عذاب قبر کہنا باعتبار تغلیب کے ہے یا بوجہ خوف اور وحشت کے ہے۔

١٢٨١ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ اطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَهْلِ الْقَلِيْبِ فَقَالَ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا فَقِيْلَ لَهٗ تَدْعُوْ أَمْوَاتًا فَقَالَ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَّا يُجِيْبُوْنَ.

١٢٨١۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے کنوئیں والوں پر کھڑے ہوئے سو فرمایا کہ بھلا تم نے سچ پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا سو کسی نے آپ کو کہا کہ کیا آپ مردوں کو پکارتے ہیں فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو یعنی وہ لوگ بھی تمہاری طرح سنتے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردے کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے تاکہ وہ لذت اٹھائے یا عذاب اٹھائے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنوئیں والوں سے کلام کی اور ان کو اللہ کا وعدہ یاد دلایا معلوم ہوا کہ مردے کو قبر میں عذاب ہوتا ہے ورنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ بھلا تم نے سچ پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا وفيه المطابقة للترجمة.

١٢٨٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ الْاٰنَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾.

١٢٨٢۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف یہ فرمایا ہے کہ بیشک بدر والوں کو معلوم ہوا کہ جو چیز میں ان کو کہتا تھا وہ حق ہے اور اللہ نے فرمایا کہ تو مردوں کو نہیں سناتا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ مردے کو قبر میں عذاب ہوتا ہے اس لیے کہ جب بدر کے کنوئیں والے مردوں نے اپنے کان سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام اور جھڑک سنی اور اس کو جان لیا تو باقی

حواس سے عذاب قبر کا رنج اٹھانا بھی ممکن اور جائز ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس قول میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو رد کر دیا ہے لیکن جمہور علماء عائشہ رضی اللہ عنہا کے مخالف ہیں کہ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو قبول کر لیا ہے کہتے ہیں کہ اور لوگوں نے بھی اس کے موافق روایت کی ہے اور جمہور علماء عائشہ رضی اللہ عنہا کے استدلال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ مراد اس آیت میں یہ ہے کہ تیرا سنانا ان کو فائدہ نہیں دیتا یا تو ان کو نہیں سنا سکتا مگر اللہ چاہے تو سنا سکتا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اور اس آیت میں تعارض نہیں اس واسطے کہ مردے بیشک نہیں سنتے لیکن جب اللہ سنانا چاہے تو جس کی شان سے نہ سننا ہو وہ بھی سن سکتا ہے جیسے کہ فرمایا کہ ہم نے امانت کو آسمان اور زمین پر پیش کیا اور مغازی میں آئے گا کہ قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ نے بدر والوں کو اس وقت زندہ کر دیا تھا تا کہ نبی کی کلام سنیں واسطے جھڑک کے اور افسوس کے اور ابن جریر اور کرامتیہ نے اس قصے سے دلیل پکڑی ہے کہ قبر میں سوال فقط بدن کو ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں کسی قسم کی حیاتی پیدا کرتا ہے جس سے وہ اس کو سمجھ سکے اور لذت اور عذاب اٹھائے اور ابن حزم رحمہ اللہ اور ابن ہبیرہ کا یہ مذہب ہے کہ سوال فقط روح کو ہوتا ہے بدن کو نہیں ہوتا اور جمہور علماء بلکہ ان کے سوا سب اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ سوال بدن اور روح دونوں کو ہوتا ہے اور عذاب وثواب بھی دونوں کو ہوتا ہے کہتے ہیں کہ حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ روح کو بدن میں پھر ڈالا جاتا ہے اور اگر سوال فقط روح کو ہوتا تو قبر کے ساتھ اس کو کوئی خصوصیت نہ ہوتی یعنی جو لوگ کہ قبروں میں مدفون ہوتے ہیں ان کو خاص کر قبر میں سوال ہونے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ قبر کے بغیر بھی یہ سوال ہو سکتا ہے اور مردے کے اجزا کا متفرق اور جدا جدا ہونا اس کو مانع نہیں اس لیے کہ جیسے اللہ تعالیٰ اس کے تمام اجزا کے جمع کرنے پر قادر ہے ویسے اس کے بعض اجزا میں حیاتی اعادہ کرنے پر بھی قادر ہے تا کہ اس پر سوال واقع ہو اور جو لوگ کہ سوال کو فقط روح کے ساتھ خاص کرتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ جب قبر میں مردے کو سوال کے وقت دیکھا جاتا ہے تو اس میں سوال کی کوئی نشانی معلوم نہیں ہوتی نہ بٹھانا وغیرہ نظر آتا ہے اور نہ قبر کی فراخی تنگی معلوم ہوتی بلکہ سب کچھ سابق حال پر نظر آتا ہے اور اسی طرح مصلوب اور غریق وغیرہ جو قبر میں دفن نہیں ہوتے ان میں عذاب کا کوئی اثر نہیں آتا سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ امر اللہ کی قدرت کے آگے محال نہیں بلکہ ممکن ہے اور عادت میں بھی اس کی نظیر موجود ہے جیسا کہ اوپر گزرا کہ سونے والا خواب میں لذت پاتا ہے اور رنج اٹھاتا ہے اور اس کو خواب میں سانپ کاٹتا ہے اور وہ فریاد کرتا ہے حالانکہ اس کے پاس بیٹھنے والے کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات جاگتا آدمی بھی کسی چیز کو سن کر لذت پاتا ہے اور اپنے دل میں کسی چیز کے فکر کرنے سے رنج پاتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والے کو کچھ معلوم نہیں ہوتا اسی طرح مردے کا حال بھی سمجھنا چاہیے کہ اس کو بھی عذاب ہوتا ہے اور زندے آدمی کو اس سے کچھ خبر نہیں ہوتی اور یہ شبہ ان کو اس واسطے پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے غائب کو شاہد پر قیاس کیا اور بعد الموت کے حال کو قبل الموت کے حال پر قیاس کیا مگر یہ بڑی سخت غلطی ہے اور ظاہر یہ

بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کی آنکھوں کو اس کے مشاہدے سے پھیر دیا ہے اور اس کو ان سے پوشیدہ کر دیا ہے تا کہ مردوں کے دفن کرنے سے باز نہ رہ جائیں اور جمہور کے مذہب کے مطابق بہت حدیثیں آ چکی ہیں ان تمام میں سے یہ حدیث ہے کہ مردہ آدمیوں کے جوتوں کی آہٹ کو سنتا ہے اور قبر کے دبوچنے سے اس کی پسلیاں مختلف ہو جاتی ہیں اور اس کو گرز سے مارا جاتا ہے اور اس کو بٹھایا جاتا ہے اور یہ سب جسم کے اوصاف ہیں یعنی اگر سوال فقط روح ہی کو ہوتا اور روح کو بدن میں نہ اعادہ کیا جاتا تو جوتوں کی آواز سننے کے کوئی معنی نہ تھے اور پسلیوں کے مختلف ہونے اور مارنے اور بٹھانے کا کوئی مطلب نہ تھا پس معلوم ہوا کہ روح کو بدن میں پھر ڈالا جاتا ہے اور عذاب اور سوال بدن اور روح دونوں کو ہوتا ہے اور نیز جاننا چاہیے کہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ارواح آدمیوں سے پہلے پیدا ہوئیں ہیں اور نیز فرمایا کہ روح ایک جسم ہے اس کی ماہیت اس جسم محسوس کے مخالف ہے اور وہ ایک جسم نورانی ہے علوی ہے خفیف ہے زندہ ہے متحرک ہے اعضاء میں سرایت اور نفوذ کرتا ہے جیسا کہ پانی گلاب میں سرایت کرتا ہے اور تیل زیتون میں سرایت کرتا ہے اور آگ کوئلے میں سرایت کرتی ہے سو جب تک کہ یہ اعضاء بدنی صحیح رہتے ہیں اور اس کے آثار قبول کرنے کی ان میں صلاحیت باقی رہتی ہے تب تک یہ جسم نورانی ان میں جاری ساری رہتا ہے اور جب یہ اعضاء فاسد ہو جائیں اور اس کے اثر قبول کرنے کے لائق نہیں رہتے تو اس وقت یہ جسم نورانی خارج ہو جاتا ہے اور بدن سے جدا ہو کر عالم علوی کے ارواح کی طرف چڑھ جاتا ہے اور اس مسئلے میں یہی قول صواب ہے اور یہی حق ہے اور قرآن وحدیث بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہی قول ہے اصحاب کا اور اس کے سوا سب اقوال باطل اور غلط ہیں۔

**تنبیہ**: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اور اس کے معارض عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو اکٹھا ذکر کیا تو اس میں اشارہ ہے طرف جمع کرنے ان دونوں حدیثوں کے اس طرح کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اس پر محمول ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب بدر والوں سے سوال قبر کے وقت واقع ہوا اور اس وقت ان کے ارواح ان میں ڈالے گئے تھے اور دوسری حدیثوں سے معلوم ہو چکا ہے کہ کافر سوال کے وقت عذاب کیا جاتا ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار سوال کے سوا دوسرے وقت پر محمول ہے پس اس تقریر سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کے اس باب میں لانے کی وجہ ظاہر ہوگئی۔

١٢٨٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنِیْ أَبِیْ عَنْ شُعْبَةَ سَمِعْتُ الْأَشْعَثَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ يَهُوْدِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ

١٢٨٣۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس کے پاس ایک یہودی عورت آئی سو اس نے قبر کے عذاب کو ذکر کیا اور اس کو کہا کہ اللہ تجھ کو قبر کے عذاب سے پناہ دے سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبر کا عذاب پوچھا کہ کیا مردے کو قبر میں عذاب ہوتا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں قبر کا عذاب حق

الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلّٰى صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ زَادَ غُنْدَرٌ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ.

ہے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے اس کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز پڑھی ہو مگر کہ آپ نے قبر کے عذاب سے پناہ مانگی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب سچ اور حق ہے اور اس میں کچھ شک نہیں وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور فتح الباری میں فرمایا کہ ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ مدینے کی دو بوڑھیاں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور دونوں نے قبر کے عذاب کا ذکر کیا سو یہ روایت محمول ہے اس پر کہ ایک نے کلام کی اور دوسری چپ رہی سو اس کی تقریر کی وجہ سے مجازا یہ کلام دونوں کی طرف منسوب کی گئی اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار عذاب قبر سے انکار کیا اور فرمایا کہ یہ صرف یہودی کے حق میں ہے اور دوسروں کو نہیں پھر چند روز کے بعد فرمایا کہ مجھ کو وحی ہوئی کہ تم قبروں میں عذاب کیے جاؤ گے سو ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے اس واسطے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پہلی بار یہودیہ کے قول پر انکار کیا اور متن کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پہلی بار ہی اس کے قول کی تصدیق کی سو جواب اس کا یہ ہے جو کہ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ دونوں حدیثیں دو واقعوں پر محمول ہیں یعنی یہ دو واقعوں کا ذکر ہے پہلے واقعہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول انکار کیا پھر چند روز کے بعد آپ کو وحی کے بتلانے سے قبر کا عذاب معلوم ہوا لیکن آپ نے اتفاقا عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ بتلایا تھا پھر دوسری بار وہ یہودیہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے انکار کی دلیل سے اس پر انکار کیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی کہ قبر کا عذاب حق ہے اور مجھ کو اس باب میں وحی نازل ہو چکی ہے پس اس سے حدیثوں میں تطبیق ہو گئی اور تعارض دفع ہو گیا لیکن یہاں ایک شبہ وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر کا عذاب مدینے میں معلوم ہوا اور آیت ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ﴾ اور ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا﴾ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا عذاب آپ کو مکے میں معلوم ہوا کہ یہ آیتیں مکی ہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ ان آیتوں سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں کافروں کو عذاب ہو گا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار نہیں کیا تھا کہ وہ آپ کو قرآن سے معلوم ہو چکا تھا بلکہ آپ کا انکار صرف اس واسطے تھا کہ موحدین اہل توحید کو قبر میں عذاب نہیں ہو گا سو جب وحی کے ذریعہ سے آپ کو معلوم ہوا کہ بعض موحدین کو بھی عذاب ہو گا تو آپ کو اس کا یقین ہو گیا اور امت کو اس سے ڈرایا اور اس سے پناہ مانگنا فرمایا پس اس تقریر سے تعارض دفع ہو گیا اس لیے کہ

مراد آیتوں سے کافروں کا عذاب ہے اور مراد انکار سے موحدین کا عذاب ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب اس امت محمدی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ سب امتوں کا یہی حال ہے بخلاف سوال کے کہ اس میں اختلاف ہے، کما سیاتی.

١٢٨٤ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَسْمَآءَ بِنْتَ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَقُوْلُ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا فَذَكَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِيْ يَفْتَتِنُ فِيْهَا الْمَرْءُ فَلَمَّا ذَكَرَ ذٰلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ ضَجَّةً.

۱۲۸۴۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے سو آپ نے قبر کے فتنے کو ذکر کیا جس میں آدمی مبتلا کیا جائے گا سو جب حضرت ﷺ نے یہ ذکر کیا تو مسلمان لوگ سخت روئے اور بہت چلائے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب حق ہے، وفیه المطابقة للترجمة اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب کافروں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ بعض گنہگار مسلمانوں کو بھی ہوتا ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ قبر کا عذاب کافروں کے ساتھ خاص ہے سو یہ حدیث صریح ہے ان کے رد میں۔

١٢٨٥ ـ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰى عَنْهُ أَصْحَابُهٗ وَإِنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ فَيُقَالُ لَهٗ انْظُرْ إِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ مَقْعَدًا مِّنَ الْجَنَّةِ

۱۲۸۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ بیشک جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ اس کو دفن کر کے پھرتے ہیں اور وہ ان کے جوتوں کی آہٹ کو سنتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں (ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ایک کا نام منکر ہے اور دوسرے کا نام نکیر ہے ان کی آنکھیں تانبے کی دیگ کی طرح ہیں اور ان کے دانت گائے کے سینگ کی طرح ہیں اور ان کی آواز بدلی کی کڑک کی طرح ہے زمین کو دانتوں سے کھودتے ہیں اور ان کے ساتھ ایک ہتھوڑا ہے اگر سب لوگ جمع ہوں تو اس کو نہ اٹھا سکیں) سو اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تو اس مرد یعنی محمد (ﷺ) کے حق میں کیا کہا کرتا تھا اور کیا عقیدہ رکھتا

فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا قَالَ قَتَادَةُ وَذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى حَدِيثِ أَنَسٍ قَالَ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ.

تھا؟ سو جو شخص ایماندار ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور اس کا رسول ہے سو اس کو کہا جاتا ہے کہ دیکھ طرف ٹھکانے اپنے کی دوزخ سے کہ اللہ نے تجھ کو اس کے بدلے بہشت سے ٹھکانا بدل دیا سو وہ دونوں جگہوں کو دیکھتا ہے قتادہ نے کہا کہ ہمارے واسطے ذکر کیا گیا کہ اس کی قبر کو فراخ کیا جاتا ہے اور جو شخص کہ منافق یا کافر ہو سو اس کو کہا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے حق میں کیا کہا کرتا تھا؟ سو وہ کہتا ہے کہ مجھ کو کچھ معلوم نہیں میں کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے سو اس کو کہا جاتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں سمجھا اور تو نے قرآن نہیں پڑھا سو اس کو لوہے کے ہتھوڑے سے سخت چوٹ ماری جاتی ہے سو وہ چیخ مارتا ہے یعنی سخت چلاتا ہے کہ ہر چیز آس پاس کی اس کی آواز سنتی ہے مگر جن اور آدمی نہیں سنتے۔

**فائدہ:** ایک طریق میں اس حدیث کے اتنا لفظ زیادہ ہے کہ مسلمان کو کہا جاتا ہے کہ تو سو جا جیسے کہ دلہن سو رہتی ہے یہاں تک کہ اللہ تجھ کو اس ٹھکانے سے اٹھائے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مجھ کو چھوڑ دو کہ میں اپنے گھر والوں کو جا کر خوشخبری دوں سو اس کو کہا جاتا ہے کہ چپ رہو اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کی قبر ستر گز چوڑی کی جاتی ہے اور اس میں چودھویں رات کے چاند کی طرح روشنی کی جاتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ کوئی پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے کہ اس کو بہشت کا فرش بچھا دو اور بہشت کا لباس پہنا دو اور بہشت کا دروازہ کھول دو سو اس کو بہشت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور نظر پہنچنے تک اس کے واسطے قبر فراخ کی جاتی ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کو بہت خوشی حاصل ہوتی ہے سو وہ رشک کھاتا ہے سو مٹی اس کا بدن کھا جاتی ہے اور اس کی روح ایک جانور کے بدن میں ڈالی جاتی ہے جو بہشت کے درختوں میں معلق رہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ایماندار کا روح ایسا آسان نکلتا ہے جیسا کہ مشک کے منہ سے پانی کا قطرہ گرتا ہے سو اس کو فرشتے بہشت کے کفنوں اور بہشت کی خوشبو میں لپیٹ کر آسمان پر لے جاتے ہیں سو وہ فرشتوں کی کسی جماعت پر نہیں گزرتے مگر کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ پاک روح کس کی ہے؟ سو ساتھ والے فرشتے اس کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ فلاں شخص ہے فلاں کا بیٹا ہے اچھے نام سے یاد کرتے ہیں سو جب ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں تو اللہ فرماتا

ہے کہ میرے بندے کا نام علیین میں لکھ دو اور اس کو لوٹا دو سو اس کی روح بدن میں ڈالی جاتی ہے سو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پھر کہتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ سو وہ کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے پھر کہتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا؟ سو وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ فرشتے کہتے ہیں کہ تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا نبی محمد ﷺ ہے پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مردے کو قبر میں عذاب ہوتا ہے اور معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب حق ہے وفیه المطابقة للترجمة اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر میں مسلمان اور کافر دونوں کو سوال ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قبر میں فقط مسلمان کو سوال ہوتا ہے کافر کو نہیں ہوتا کہ وہ قطعا دوزخی ہے اس کو سوال کرنے کا کچھ فائدہ نہیں یہ قول ابن عبدالبر کا ہے لیکن یہ حدیث صریح ہے ان کے رد میں اس لیے کہ اس کے بعض طریقوں میں کافر اور منافق کا لفظ عطف کے ساتھ واقع ہوا ہے اور احمد اور بیہقی اور ابوداؤد کی روایت میں صرف کافر ہی کا ذکر آیا ہے اور منافق کا لفظ اس میں مذکور نہیں یعنی اس میں صرف اتنا آیا ہے کہ جب کافر قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ آتا ہے...... الخ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر کافر یا فاجر ہو پس ثابت ہوا کہ قبر میں جیسا مسلمان سے سوال ہوتا ہے ویسا ہی کافر سے بھی سوال ہوتا ہے اور لڑکے بے تمیز کے باب میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ قبر میں اس کو بھی سوال ہوتا ہے اور یہی منقول ہے حنفیہ سے اور بہت شافعیوں کا یہ قول ہے کہ اس کو قبر میں سوال نہیں ہوتا اسی واسطے وہ کہتے ہیں کہ تلقین مستحب نہیں اور نبی کے سوال میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کو بھی قبر میں سوال ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کو سوال نہیں ہوتا اور فرشتے سے بھی سوال نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم بالصواب اور ظاہر حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا سوال عربی زبان میں ہوگا اور مردے کو عربی زبان میں کلام کرنے کی طاقت دی جائے گی اور یا شاید ہر مردے کو اپنی اپنی زبان میں سوال ہوگا اور ثواب وعذاب میں جن بھی آدمیوں کی طرح ہیں اور جیسا کہ آدمیوں کو قبر میں سوال ہوتا ہے ویسا ہی جنوں سے بھی سوال ہوتا ہے اس واسطے کہ جن بھی آدمیوں کی طرح مکلف ہیں ان کو بھی عذاب وثواب ہوتا ہے جو مسلمان ہوں گے وہ بہشت میں جائیں گے اور جو کافر ہوں گے وہ دوزخ میں جائیں گے لیکن سات آدمی قبر کے سوال سے مخصوص اور مستثنیٰ ہیں ان کو قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ پہلا شہید ہے جو اللہ کی راہ میں شہید ہوا اس کو قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ دوسرا وہ شخص ہے جس نے اللہ کے واسطے اسلام کی سرحد پر چوکیداری کی اس کو بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ تیسرا وہ شہید ہے جو وبا میں مر گیا کہ اس کو بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ چوتھا صدیق ہے کہ اس کو بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ پانچواں نابالغ لڑکا ہے کہ اس کو بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ چھٹا وہ شخص ہے جو جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن کو مر گیا کہ اس کو بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ ساتواں وہ شخص ہے جو ہر رات کو سورۂ تبارك

الذی بیدہ الملك اور سورۂ الم سجدہ پڑھا کرے کہ اس کو بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا۔
اور باقی تفصیل عذاب قبر و ما یتعلق بہ ثمار التنکیت میں بسط کے ساتھ مذکور ہے شائق اس کا مطالعہ کرے لیکن اس باب کے ذیل میں مسئلہ مستقر ارواح کا لکھنا مناسب معلوم ہوا لہٰذا بطورِ اختصار کے اس مسئلے کو یہاں لکھا جاتا ہے وباللہ التوفیق سو جاننا چاہیے کہ علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ موت کے بعد قیامت تک بندوں کے روح کس جگہ رہتے ہیں آسمان میں رہتے ہیں یا زمین میں بہشت میں رہتے ہیں یا کسی دوسری جگہ میں اور تنہا رہتے ہیں یا کہ کسی دوسرے بدنوں میں ڈالے جاتے ہیں سو امام ابن قیم رحمہ اللہ علیہ نے کتاب الروح میں اس مسئلے کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے خلاصہ اس کا نو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ ایمانداروں کے روح اللہ کے نزدیک بہشت میں ہیں شہید ہوں خواہ دوسرے مسلمان ہوں مگر یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی کبیرہ گناہ وغیرہ بہشت سے روکنے والا نہ ہو اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور عفو سے ان کے ساتھ ملاقات کرتا ہے یہ قول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے اور دلیل ان کی یہ آیت ہے ﴿فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِيمٍ﴾ یعنی اگر وہ ہوا پاس والوں میں تو راحت ہے اور باغ نعمت کا اور نیز دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایماندار کی روح ایک پرندہ ہے جو بہشت کے درختوں میں معلق رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو اور یہ حدیث بڑی صحیح ہے گو بخاری، مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا اور اس مذہب کی مؤید اور بھی بہت حدیثیں ہیں جو ثمار التنکیت میں مذکور ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایمانداروں کے ارواح بہشت کے دروازے پر رہتے ہیں اور ان کو بہشت سے کھانا، پینا وغیرہ پہنچتا ہے یہ قول مجاہد کا ہے اور دلیل ان کی یہ حدیث ہے جو امام احمد رحمہ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمانداروں کے روح بہشت کے دروازے پر رہتے ہیں ایک نہر کے کنارے پر سبز قبے میں صبح و شام ان کو بہشت سے کھانا پہنچتا ہے اور یہ قول پہلے قول کے مخالف نہیں اس واسطے کہ جس نہر پر روح رہتے ہیں وہ نہر بہشت سے آتی ہے تو گویا کہ وہ بہشت ہی میں ہیں اگرچہ ابھی بہشت میں اپنے اصلی مکان پر نہیں پہنچے سو مجاہد کی نفی سے دخول کامل مراد ہے یعنی کامل طور پر ہر وجہ سے بہشت میں داخل نہیں ہوئے ہیں۔
تیسرا قول یہ ہے کہ بندوں کے ارواح قبروں پر ہوتے ہیں یہ قول ابن عبدالبر کا ہے اور دلیل اس کی یہ حدیث ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو صبح و شام اس کو اپنا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔ سو ابن قیم رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر مراد اس سے یہ ہے کہ یہ امر ارواح کو لازم ہے اور روح کبھی قبروں سے جدا نہیں ہوتے تو یہ محض خطا ہے کتاب اور سنت کے نصوص اس کو کئی طرح سے رد کرتے ہیں اور اگر مراد اس سے یہ ہے کہ کبھی کبھی قبروں پر آتے ہیں اور ان کو قبروں سے ایک قسم کا تعلق ہے اور خود اپنے اصلی مکان پر رہتے ہیں تو یہ قول حق ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کی جائے قرار اور ٹھہرنے کی جگہ صرف یہی قبروں کا میدان ہے اور تحقیق اس کی یہ ہے کہ ارواح قبروں پر ہمیشہ نہیں رہتے بلکہ وہ خود تو اعلیٰ علیین میں

رہتے ہیں لیکن ان کو قبروں سے ایک قسم کا اتصال اور لگاؤ ہے اور اسی اتصال اور تعلق کی وجہ سے صبح شام ان کا ٹھکانہ ان کو دکھایا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اپنے سلام کہنے والے کو پہچانتے ہیں اور اصل بھید اس مسئلے کا یہ ہے کہ ارواح کا دوسرا حال ہے کہ وہ خود تو اعلیٰ علیین میں ہوتے ہیں اور اپنے بدنوں سے اتصال اور تعلق رکھتے ہیں اس طور پر کہ اگر کوئی شخص ان کو سلام کہے تو روح سلام کا جواب دیتا ہے اور حالانکہ وہ خود اعلیٰ علیین میں ہوتا ہے اور اکثر آدمیوں کو اسی جگہ سے غلطی واقع ہوتی ہے کہ ارواح کو ان اجسام معہودہ اور محسوسہ کی طرح جانتے ہیں کہ جب کوئی جسم ایک مکان میں پہنچے تو ممکن نہیں کہ ساتویں آسمان پر اعلیٰ علیین میں ہو اور قبر کے پاس پھر کر سلام کہنے والے کو جواب دے اور اس کو پہچانے اور خود اپنی جگہ میں ہو حالانکہ روح ان اجسام محسوسہ کی طرح نہیں بلکہ وہ ایک نورانی اور لطیف جسم ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور حضرت ﷺ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو قبر کی طرف پھیرتا ہے تا کہ سلام کہنے والے کا جواب دے اور اصحاب شہیدوں کو سلام کہتے تھے حالانکہ ثابت ہو چکا ہے کہ ان کے روح بہشت میں چرتے ہیں اور سلام کی آواز سنتے ہیں پس یا تو روح سریع الانتقال ہیں جیسا کہ آنکھ کا لمعہ ہے اور یا قبر کے ساتھ متصل ہے جیسا کہ سورج کی شعاع اور روشنی ہے کہ خود وہ چوتھے آسمان پر ہے اور اس کی روشنی زمین پر پڑتی ہے اور اسی طرح ثابت ہو چکا ہے کہ سونے والے کی روح آسمان پر چڑھتی ہے یہاں تک کہ ساتوں آسمان پھاڑ کر اوپر چلی جاتی ہے اور اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہے پھر ایک لمحے میں اپنے بدن میں پھر آتی ہے اور نیز ثابت ہو چکا ہے کہ فرشتے مردے کی روح کو ساتویں آسمان سے اوپر لے جاتے ہیں سو وہ اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہے پھر اندک لحظے (آنکھ جھپکنے میں یا تھوڑی دیر میں) میں غسل اور کفن میں حاضر ہو جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ روح کی حرکت نہایت سریع اور تیز ہے کہ آنکھ مارنے کے اندازے میں اعلیٰ علیین سے قبر پر چلی آتی ہے اور پھر جاتی ہے اور یہی حال ہے فرشتوں کا کہ وہ بھی آنکھ کے لمحے میں آسمان سے زمین پر آتے جاتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔ اور چوتھا قول یہ ہے کہ ایمانداروں کے ارواح اللہ کے نزدیک رہتے ہیں اور ان کی دلیل یہ آیت ہے ﴿أَحْيَآءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ یعنی وہ زندہ ہیں نزدیک اللہ کے ان کو رزق پہنچتا ہے اور حاصل اس کا پہلے قول کے موافق ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ ایمانداروں کے ارواح بہشت میں رہتے ہیں اور کافروں کو ارواح دوزخ میں رہتے ہیں اور یہ قول بھی پہلے قول کے موافق ہے اور کافروں کے ارواح کا بیان آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ چھٹا قول یہ ہے کہ ایمانداروں کے ارواح جابیہ میں رہتے ہیں اور کافروں کے ارواح برہوت میں رہتے ہیں یہ قول اہل سنت کی ایک جماعت کا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ ایک جماعت صحابہ سے بھی یہی منقول ہے اور جابیہ ایک گاؤں کا نام ہے واسط میں اور برہوت ایک کنوئیں کا نام ہے یمن میں لیکن ابن قیم نے کہا کہ اگر مراد اس سے تمثیل اور تشبیہ ہے کہ ایمانداروں کے ارواح ایک فراخ اور پاک مکان میں رہتے ہیں جیسا کہ جابیہ فراخ اور عمدہ مکان ہے تو یہ معنی قریب ہے اور اگر یہ مراد نہیں تو

جب تک اس کی کوئی سند مرفوع حدیث سے ثابت نہ ہو سکے تب تک اس کو قبول کرنا درست نہیں ۔ ساتواں قول یہ ہے کہ ایمانداروں کے ارواح ساتویں آسمان پر اعلیٰ علیین میں رہتے ہیں اور کافروں کے ارواح ساتویں زمین کے نیچے سجین میں ہیں یہ قول ایک جماعت کا ہے سلف سے اور اس قول پر بھی کئی حدیثیں دلالت کرتی ہیں لیکن ان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ہمیشہ اس جگہ رہتے ہیں اور ان کے قرار کی جگہ وہی ہے بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ موت کے بعد روح اعلیٰ علیین میں اللہ کی پیشی کے واسطے حاضر ہوتی ہے پس اس کا نام علیین یا سجین میں لکھ کر پھر اس کو فرشتوں کے سوال کے واسطے قبر کی طرف پھیر دیتے ہیں پھر اس کے بعد اپنی اصلی ٹھہرنے کی جگہ جا ٹھہرتی ہے ، کما سلف۔ آٹھواں قول یہ ہے کہ ایمانداروں کے ارواح زمین کے برزخ میں رہتے ہیں اور جس جگہ چاہتے ہیں جاتے ہیں یہ قول سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور برزخ اس چیز کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان پردہ ہو گویا مراد سلمان رضی اللہ عنہ کی وہ زمین ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان واقع ہے کہ ارواح وہاں جس جگہ چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں اور یہ قول قوی ہے اس لیے کہ روح نے دنیا سے مفارقت کی ہے اور ابھی آخرت میں داخل نہیں ہوئی بلکہ عالم برزخ میں ہے دنیا اور آخرت کے درمیان سو ایمانداروں کے ارواح وسیع برزخ میں ہیں کہ وہاں راحت اور نعمتیں ہیں اور کافروں کے روح تنگ برزخ میں ہیں کہ وہاں غم اور عذاب ہے ۔ نواں قول یہ ہے کہ ایمانداروں کے ارواح آدم علیہ السلام کے دائیں ہاتھ میں ہیں اور کافروں کے ارواح ان کے بائیں ہاتھ میں ہیں اور دلیل اس قول کی معراج کی حدیث ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات کو کچھ لوگ آدم علیہ السلام کے کچھ دائیں اور کچھ بائیں دیکھے جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ دائیں والے لوگ بہشتی ہیں اور بائیں والے دوزخی ہیں لیکن اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آدم علیہ السلام کا دایاں اور بایاں ارواح کے ہمیشہ ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ان کے قرار کا مکان یہی ہے بلکہ اس سے صرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد دو طرح کی ہے کچھ بہشتی ہیں اور کچھ دوزخی ہیں نیک لوگوں کو دیکھنے سے خوش ہوتے ہیں اور دوسروں کے دیکھنے سے ناخوش ہوتے ہیں اسی واسطے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس پر اعتراض کیا ہے چنانچہ کہا ظاہرًا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں اور کافروں کے ارواح آسمان میں رہتے ہیں اور یہ مشکل ہے اس واسطے کہ قاضی عیاض نے کہا کہ ایمانداروں کے ارواح بہشت میں رہتے ہیں اور کافروں کے ارواح سجین میں رہتے ہیں پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ سب لوگوں کے ارواح پہلے آسمان پر جمع ہوتے ہیں پھر اس کا جواب یہ دیا کہ احتمال ہے کہ ارواح کبھی کبھی آدم علیہ السلام کے پیش کیے جاتے ہوں سو اتفاقاً وہ پیشی کا وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے ساتھ جمع ہو گیا ہو اور جس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے ہوں وہی ان کی پیشی کا وقت ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ بہشت آدم علیہ السلام کی دائیں طرف ہو اور دوزخ بائیں طرف ہو اور آدم علیہ السلام کے واسطے بہشت اور دوزخ سے پردہ اٹھایا گیا ہو تا کہ وہ دونوں کو اپنے سامنے دیکھیں اور احتمال ہے کہ مراد اس سے وہ ارواح ہوں جو ابھی بدنوں میں

داخل نہیں ہوئیں آئندہ داخل ہوں گی کہ ان کے قرار کی جگہ آدم علیہ السلام کا دایاں بایاں ہے اور دوسری جگہ میں کہا کہ احتمال ہے کہ جسموں سے نکلنے کے وقت ارواح آدم علیہ السلام پر پیش کیے جاتے ہوں نہ یہ کہ ان کے قرار کی جگہ بھی آدم علیہ السلام کا دائیاں بائیاں ہے اور آدم علیہ السلام کے دیکھنے سے یہ لازم نہیں کہ ان کے واسطے آسمانوں کے دروازے کھولے جاتے ہوں پس یہ حدیث اس آیت کی معارض نہ ہو گی ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ﴾ اور یہ آیت کافروں کے حق میں ہے بہر تقدیر اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ارواح کے قرار کی جگہ آدم علیہ السلام کا دایاں بایاں ہے پس یہاں تک وہ نو قول تمام ہوئے لیکن پہلے قول کو سب سے ترجیح ہے اور یہی بات صحیح ہے کہ ایمانداروں کے ارواح بہشت میں ہیں اور کافروں کے ارواح سجین میں ۔ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان اقوال سے نہ کسی خاص قول کو صحیح کہا جا سکتا ہے اور نہ کسی کو غلط کہا جا سکتا ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ ارواح کے مستقر میں بڑا تفاوت ہے اور بڑا اختلاف ہے اور اس باب کی دلیلوں میں کچھ تعارض نہیں بلکہ ہر ایک قول ایک ایک فرقے کے حق میں وارد ہوا ہے باعتبار مختلف ہونے درجے سعادت اور شقاوت کے بعض کسی جگہ ہیں اور بعض کسی جگہ ارواح سعیدہ بھی اپنے مقار میں مختلف ہیں اور شقیہ بھی اپنے مقار میں مختلف ہیں سو بعض ان میں اعلیٰ علیین میں ہیں وہ ارواح شہیدوں کے ہیں اور بعض ان میں سے سبز پرندوں کی پوٹوں میں ہیں جو بہشت میں چرتے ہیں وہ ارواح پیغمبروں کے ہیں اور بعض بہشت کے دروازے پر محبوس ہیں اور بعض قبر میں محبوس ہیں اور بعض بہشت کے دروازے پر رہتے ہیں، کما مر اور بعض زناۃ کے تنور میں ہیں اور بعض خون کی نہر میں پس ارواح سعیدہ اور شقیہ کا کوئی خاص مستقر نہیں بلکہ سب اپنے محال اور مقار میں متفاوت ہیں اور ان کو اپنے بدنوں سے اتصال ہے ۔

اور کافروں کے ارواح کی قرارگاہ میں تین قول ہیں: ایک یہ کہ وہ سجین سب سے نیچے کی ساتویں زمین میں محبوس ہیں یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ دوم یہ کہ وہ سیاہ پرندوں کی پوٹوں میں ہیں آگ میں کھاتے پیتے ہیں۔ سوم یہ کہ وہ ارواح برہوت کے کنوئیں میں ہیں، کما مر واللہ اعلم۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ ان کا مستقر بھی ارواح مؤمنین کی طرح مختلف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب کذا نقل النواب عن ابن القیم فی ثمار التنکیت.

اور معاد ابدان اور حشر اجساد پر اہل اسلام اور یہود اور نصاریٰ سب کا اتفاق ہے سب کہتے ہیں کہ قیامت کو آدمیوں کے بدن نئے بنائے جائیں گے اور سب لوگ جسموں کے ساتھ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور دنیا کی طرح ہو بہو سب کو دوبارہ جسم دیا جائے گا اور اس مسئلے میں بھی اختلاف ہے کہ قبر کا سوال اس امت کے ساتھ خاص ہے یا کہ اگلی سب امتوں کو بھی واقع ہوا ہے سو ظاہر حدیثوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قبر کا سوال اس امت کے ساتھ خاص ہے اگلی امتوں کو قبر کا سوال نہیں ہوا یہی قول ہے حکیم ترمذی کا کہتے ہیں کہ اگلی امتوں کے پاس رسول آتے تھے سو اگر وہ لوگ رسولوں پر ایمان لاتے تو اللہ ان کو بہشت میں داخل کرتا تھا اور اگر انکار کرتے تو دنیا میں ان پر عذاب بھیجا جاتا

تھا اور دنیا ہی میں ہلاک ہو جاتے تھے سو جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو جہان کی رحمت کے لیے بھیجا تو ان سے دنیا کا عذاب موقوف کیا اور ظاہر اسلام کو قبول کر لیا تو خواہ دل میں ایمان ہو یا نہ ہو سو اللہ نے ان کے مرنے کے بعد ان کے واسطے دو فرشتے مقرر کیے تا کہ اچھے برے کی تمیز ہو جائے اور نیک بد سے جدا ہو جائے اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سوال قبر کا اس امت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اگلی امتوں کو بھی قبر میں اسی طرح سوال واقع ہوا ہے اور کہا کہ حدیثوں سے اگلی امتوں کے سوال کی نفی نہیں نکلتی بلکہ حضرت ﷺ نے صرف سوال قبر کی کیفیت بیان کی ہے غیروں کے سوال کی نفی نہیں کی اور کہا کہ ظاہر یہی بات ہے کہ ہر امت قبر میں اپنے نبی سے پوچھی جاتی ہے سو اگر ان سے جواب نہ آئے تو قبروں میں عذاب کیے جاتے ہیں جیسا کہ آخرت میں عذاب کیے جائیں گے اور باب کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں مردے کو سوال کے واسطے زندہ کیا جاتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قبر میں مردے کو زندہ نہیں کیا جاتا اور ان کی دلیل یہ آیت ہے ﴿رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾ یعنی اے الٰہی! تو نے ہم کو دو بار مارا اور دو بار زندہ کیا۔ کہتے ہیں کہ اگر قبر میں زندہ کیا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ تین بار مرنا اور تین بار زندہ ہونا اور یہ نص کے مخالف ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ قبر میں سوال کے واسطے زندہ کرنے سے زندگی معہودہ دنیاوی مراد نہیں کہ اس میں روح بدن کے ساتھ قائم ہو اور اس کا مدبر بنے اور کھانے پینے وغیرہ حاجات انسانی کا محتاج ہو بلکہ وہ محض اعادہ روح کا واسطے فائدہ امتحان کے ہے جیسے کہ ثبوت میں حدیثیں وارد ہو چکی ہیں مردہ اس کے ساتھ حاجات انسانی کا محتاج نہیں ہوتا پس اگر وہ زندگی مستقل ہوتی تو وہ مردہ عوارض نسانی کا محتاج ہوتا اور چونکہ وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ وہ اعادہ مستقل اور اصلی نہیں بلکہ وہ اعادہ عارضی ہے کہ تھوڑی دیر کے واسطے اس میں روح ڈالی جاتی ہے جس میں کہ اس سے سوال کیا جائے اور امتحان حاصل ہو جیسا کہ بہت پیغمبروں کے واسطے لوگ زندہ کیے گئے کہ پیغمبروں نے ان سے کچھ پوچھا پھر وہ بتلا کر اسی وقت مر گئے قرآن میں موجود ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا مردے کو مارا سو وہ زندہ ہوا اور اپنے قاتل کا نام بتلا کر فوراً مر گیا۔

## بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

قبر کے عذاب سے پناہ مانگنے کا بیان یعنی قبر کے عذاب سے پناہ مانگنی مستحب ہے۔

١٢٨٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَوْنُ بْنُ أَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ

١٢٨٦۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ باہر تشریف لائے اور سورج ڈوب گیا تھا سو آپ نے ایک آواز سنی سو فرمایا کہ یہود کو قبر میں عذاب ہوتا ہے۔

الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ يَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِيْ قُبُوْرِهَا وَقَالَ النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَوْنٌ سَمِعْتُ أَبِيْ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

**فائدہ:** یہ حدیث محمول ہے اس پر کہ حضرت ﷺ نے عذاب قبر سے پناہ مانگی اس واسطے کہ حضرت ﷺ کی عادت سے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ عذاب سننے کے بغیر پناہ مانگتے تھے پس عذاب سننے کے وقت آپ نے بطریق اولی پناہ مانگی ہوگی وفیه المطابقة للترجمة اور نیز اس سے معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب نہایت سخت ہے پس اس سے پناہ مانگنی مستحب ہے اور جب معلوم ہوا کہ یہود پر یہودیت کی وجہ سے قبر میں عذاب ہوتا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین وغیرہ کو بھی قبر میں عذاب ہوتا ہے اس واسطے کہ ان کا کفر شرک کے ساتھ یہود کے کفر سے زیادہ سخت ہے۔

١٢٨٧ ـ حَدَّثَنَا مُعَلَّى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَتْنِي ابْنَةُ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

١٢٨٧۔ حضرت امہ بنت خالد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس نے حضرت ﷺ سے سنا کہ آپ قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ قبر کے عذاب سے پناہ مانگنی مستحب ہے کہ حضرت ﷺ نے اس سے پناہ مانگی وفیہ المطابقۃ للترجمۃ۔

١٢٨٨ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ.

١٢٨٨۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ دعا کیا کرتے تھے کہ الٰہی! میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور دوزخ کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے فساد سے۔

**فائدہ:** زندگی کا فتنہ بیماری اور مال اور اولاد کا نقصان یا کثرت مال جو اللہ سے غافل کرے یا کفر اور گمراہی اور موت کا فتنہ اس وقت کی شدت اور دہشت یا معاذ اللہ خاتمہ بد ہونا اور مطابقت ظاہر ہے اور فتح الباری میں فرمایا کہ

اس باب کی حدیثیں پہلے باب میں داخل ہو سکتی ہیں لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کو علیحدہ اس واسطے منعقد کیا کہ پہلے باب میں قبر کے عذاب کے اثبات اور اس کے منکر پر رد کرنے کا بیان ہے اور اس باب میں اس چیز کا بیان ہے جس کا زندگی میں اعتماد کرنا لائق ہے یعنی عذاب قبر سے نجات کے واسطے اللہ کی طرف توسل پکڑنا اور اس سے بچنے کے واسطے اس کی طرف عاجزی کرنا۔

بَابُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْغِيبَةِ وَالْبَوْلِ.

غیبت اور پیشاب سے نہ بچنے کے سبب سے قبر کا عذاب ہونا یعنی جو شخص غیبت اور پیشاب سے نہ بچے اس کو قبر کا عذاب ہوگا۔

١٢٨٩ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ مِنْ كَبِيْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلٰى أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَسْعٰى بِالنَّمِيْمَةِ وَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ قَالَ ثُمَّ أَخَذَ عُوْدًا رَطْبًا فَكَسَرَهُ بِاثْنَتَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰى قَبْرٍ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا.

١٢٨٩۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے سو فرمایا کہ بیشک ان دونوں پر عذاب ہوتا ہے اور ان پر کسی مشکل کام سے عذاب نہیں ہوتا پھر فرمایا ہاں ان پر بڑے گناہ کے سبب سے عذاب ہوتا ہے ان دونوں سے ایک تو چغلی کے واسطے دوڑتا تھا اور لوگوں کی شکایت کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے کنارہ نہ کرتا تھا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا ایک تر ٹہنی کھجور کی پکڑی سو اس کو چیر کر دو ٹکڑے کیا اور ایک ایک ٹکڑا ہر ہر قبر پر گاڑ دیا پھر فرمایا کہ امید ہے کہ جب تک یہ تر رہیں گی تب تک ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

**فائدہ:** یہ حدیث باب عذاب القبر میں پہلے گزر چکی ہے اور اس حدیث میں غیبت کا ذکر نہیں لیکن چغلی کرنی غیبت کو مستلزم ہے اور یا امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت قدیمہ کے موافق اشارہ کر دیا کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں غیبت کا ذکر بھی آ گیا ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ۔

بَابُ الْمَيِّتِ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ.

مردے کو ہر صبح و شام اپنا اصلی ٹھکانا دکھایا جاتا ہے یعنی بہشت سے یا دوزخ سے۔

١٢٩٠ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

١٢٩٠۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی مر جاتا ہے تو اس کو اپنا اصلی مکان دکھا دیا جاتا ہے اگر وہ بہشتی ہے تو اس کو بہشتیوں کا مکان دکھایا

وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

جاتا ہے اور اگر وہ دوزخی ہے تو اس کو دوزخیوں کا مکان دکھایا جاتا ہے سو کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا مکان ہے یہاں تک کہ تجھ کو اللہ قیامت میں اٹھائے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں فرمایا کہ احتمال ہے کہ صبح وشام سے مراد فقط ایک ہی صبح وشام ہو اور حتی یبعثك اللہ کا یہ معنی ہو کہ قیامت تک اس کی طرف نہیں پہنچ سکے گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ ہر دن کی صبح وشام مراد ہو اور یہ محمول ہے اس پر کہ مردے کی کوئی جزء زندہ کی جاتی ہے تا کہ وہ ثواب وعذاب کا ادراک کر سکے اور یہ محال نہیں کہ مردے کی ایک جزیا بعض اجزاء میں حیاتی پیدا کی جائے جس کے ساتھ خطاب اور عرض مکان صحیح ہو یعنی بلکہ ممکن ہے اور اللہ کی قدرت کے آگے آسان ہے اور پہلا معنی موافق ہے واسطے ان حدیثوں کے جو عذاب قبر میں مذکور ہوئیں اور قرطبی نے کہا کہ جائز ہے کہ یہ عرض فقط روح پر ہو یا روح کے ساتھ بدن کی کوئی جزء بھی زندہ کی جاتی ہو اور کہا کہ مراد صبح وشام سے ان کا وقت ہے نہ حقیقی صبح وشام جو دنیا میں ہوتی ہے اس لیے کہ مردے کے واسطے نہ کوئی صبح ہے اور نہ کوئی شام ہے اور کہا کہ یہ عرض مقعد ایماندار اور کافر کے حق میں تو ظاہر ہے اور جو ایماندار کہ عذاب بھگت کر بہشت میں جائیں گے ان کے واسطے بھی یہ حدیث متحمل ہے اسلیے کہ وہ بھی فی الجملہ بہشت میں داخل ہوں گے لیکن شہید لوگ اس حدیث سے مخصوص ہیں اس لیے کہ وہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں ان کے ارواح بہشت میں کھاتے پیتے ہیں اور فائدہ اس دکھانے کا یہ ہے کہ ایماندار خوش اور مشتاق ہو اور کافر کو رنج اور وحشت زیادہ ہو اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبر کا عذاب ثابت اور حق ہے اور یہ کہ روح فنا نہیں ہوتی اس واسطے کہ زندے کے بغیر عرض نہیں ہو سکتا۔

## بَابُ كَلَامِ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ. چار پائی پر مردے کے کلام کرنے کا بیان۔

**فائدہ:** یہ باب بعینہ پہلے بھی گزر چکا ہے فتح الباری میں فرمایا کہ وہاں وہ ترجمہ پہلے باب کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور وہ جنازے کو جلدی لے جانا ہے اس واسطے کہ وہ حدیث جلدی چلنے کے سبب پر مشتمل ہے اور اسی طرح یہ باب بھی اس سے پہلے باب کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے گویا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مراد اس بات کو بیان کرنا ہے کہ ابتداء عرض مقعد کے جنازہ اٹھانے کے وقت سے شروع ہوتی ہے اس لیے کہ اس وقت اس کو اپنا مآل اور مرجع معلوم ہو جاتا ہے سو کہتی ہے جو کہتی ہے۔

١٢٩١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا

١٢٩١۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنازہ چار پائی پر رکھا جاتا ہے

سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُونِي قَدِّمُونِي وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهَا الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ.

اور لوگ اس کو اپنے مونڈھوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر نیک روح ہوتی ہے تو کہتی ہے مجھ کو آگے لے چلو اور اگر نیک نہیں ہوتی تو کہتی ہے اے خرابی! تم اس کو کدھر لے جاتے ہو ہر چیز اسکی آواز سنتی ہے سوائے انسان کے اور اگر آدمی اس کو سنے تو چیخ مارے اور بیہوش ہو جائے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے مردے کا کلام کرنا ثابت ہوا وفیہ المطابقہ للترجمۃ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن بھی مردے کی آواز سنتے ہیں لیکن جو عذاب کہ مردے کو دفن کے بعد ہوتا ہے اس کی آواز جن بھی نہیں سنتے علماء کہتے ہیں کہ حکمت اس میں یہ ہے کہ دفن سے پہلے مردے کا چیخ مارنا دنیا کے احکام سے متعلق ہے اور دفن کے بعد کا حال آخرت کے احکام سے متعلق ہے اور آخرت کے احکام مکلفین سے محجوب اور مستور ہیں۔

**بَابُ مَا قِيلَ فِي أَوْلَادِ الْمُسْلِمِينَ.** اس چیز کا بیان جو مسلمانوں کی اولاد کے حق میں کہا گیا یعنی اگر مسلمانوں کی اولاد نابالغ مر جائے تو اس کا کیا حکم ہے بہشت میں جائیں گے یا نہیں؟۔

**فائدہ:** امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ علماء متقدمین کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ مسلمانوں کی جو اولاد نابالغ مر جائے وہ بہشت میں جائے گی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ مسلمان اور ان کی اولاد بہشت میں جائیں گے اور کافر اور ان کی اولاد دوزخ میں جائیں گے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ﴾ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد ان کے تابع ہوئی یعنی وہ بھی ایمان لائے تو ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملحق کر دیں گے اور ان کو بھی ان کے ساتھ بہشت میں داخل کریں گے اور یہ حدیث زیادہ ترصحیح ہے اس میں جو اس آیت کی تفسیر میں وارد ہوا اور یہی قول ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا لیکن بعض لوگوں نے اس میں توقف کیا ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انصار کا ایک لڑکا مر گیا سو میں نے کہا کہ اس کو خوشخبری ہے کہ اس نے ابھی کوئی برا کام نہیں کیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا سوائے اس کے ہوگا اے عائشہ! بیشک اللہ نے بہشتیوں کو پیدا کیا اس حال میں کہ وہ اپنے باپوں کی پیٹھوں میں ہیں اس حدیث یعنی بہشتی اور دوزخی ہونے سے پہلے ہی ٹھہر چکے ہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ شاید حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو جلدی کرنے سے منع کیا ہوگا کہ دلیل کے بغیر اس کا جلدی یقین نہیں کرنا چاہیے اور یا

آپ نے یہ حدیث ان کے بہشتی معلوم ہونے سے پہلے فرمائی ہوگی پھر اس کے بعد آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ مسلمانوں کے لڑکے بہشتی ہیں۔

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ لَهٗ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ كَانَ لَهٗ حِجَابًا مِّنَ النَّارِ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین لڑکے مر جائیں جو جوانی کو نہ پہنچے ہوں تو وہ اس کے اور دوزخ کے درمیان پردہ ہو جائیں گے یعنی اس کو دوزخ سے بچائیں گے۔

**فائدہ:** شاید یہ اشارہ ہے اس کی طرف جو اس کے بعض طریقوں میں صریحاً آ چکا ہے کہ ان کی اولاد ان کے ساتھ بہشت میں جائے گی کما سیاتی وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور نیز بعید ہے کہ وہ اپنے والدین کے واسطے دوزخ سے پردہ ہوں اور خود دوزخ میں جائیں بلکہ وہ بطریق اولیٰ دوزخ سے محفوظ ہوں گے کہ اصل سبب رحمت کا وہی ہیں، وفیہ المطابقة للترجمة.

١٢٩٢ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٌ يَمُوْتُ لَهٗ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ إِيَّاهُمْ.

١٢٩٢۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں سے کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کے تین لڑکے مر گئے ہوں جو جوانی کو نہیں پہنچے مگر کہ اللہ اس کو بہشت میں داخل کرے گا بہ سبب زیادتی رحمت باپ کے لڑکوں پر۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی اولاد بھی بہشت میں جائے گی اس لیے کہ یہ بات بہت بعید ہے کہ ان کے ماں باپ ان کی طفیل سے بہشت میں جائیں اور وہ خود دوزخ میں جائیں وفیہ المطابقہ للترجمۃ اور مفصل بیان اس کا اوپر گزر چکا ہے۔

١٢٩٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهٗ سَمِعَ الْبَرَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ.

١٢٩٣۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے واسطے بہشت میں دودھ پلانے والی ہے جو اس کی مدت رضاعت کو پورا کرے گی۔

**فائدہ:** ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال مدت رضاعت کے اندر ہوا تھا اس واسطے آپ نے یہ فرمایا پس معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی اولاد بہشت میں جائے گی وفیہ المطابقة للترجمة اور امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

الحمدللہ کہ صحیح بخاری کے پانچویں پارے کا ترجمہ مکمل ہوا اور چھٹا پارہ شروع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# فہرست مضامین



## كتاب التهجد

## کتاب الجنائز

# فیض الباری

علامہ محمد ابو الحسن سیالکوٹی

اردو ترجمہ

# فتح الباری

ابن حجر العسقلانی

## شرح صحیح بخاری

جلد ٦

تصدیر
حافظ محمد اسماعیل الخطیب

تقدیم
حافظ محمد اسماعیل اسد حافظ آبادی

بحسن اہتمام
عبد اللطیف ربانی مدیر

مکتبہ اصحاب الحدیث
حافظ پلازہ مچھلی منڈی
نیو اردو بازار لاہور
042-37321823
0301-4227379

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَابُ مَا قِيْلَ فِيْ أَوْلَادِ الْمُشْرِكِيْنَ. کافروں کی اولاد کا بیان یعنی کافروں کے لڑکے لڑکیاں جو کہ بالغ ہونے سے پہلے مرجائیں بہشتی ہیں یا دوزخی؟

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس مسئلے میں علماء کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ کافروں کی اولاد اللہ کی مشیت میں ہے جس طرح چاہے گا ان کے ساتھ معاملہ کرے گا خواہ ان کو بہشت میں داخل کرے یا دوزخ میں یہ قول حمادین اور ابن مبارک اور اسحاق کا ہے اور بیہقی نے امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی یہی قول نقل کیا ہے ابن عبدالبر نے کہا کہ امام مالک رحمہ اللہ کے قول کا مقتضی بھی یہی ہے لیکن امام مالک رحمہ اللہ نے صریحاً یہ بات کہیں نہیں کہی مگر ان کے اصحاب نے تصریح کی ساتھ اس کے کہ مسلمانوں کی اولاد بہشت میں داخل ہوگی اور کافروں کی اولاد اللہ کی مشیت میں ہے خواہ ان کو بہشت میں داخل کرے یا دوزخ میں اور بعض کہتے ہیں کہ اولاد اپنے ماں باپ کی تابع ہوگی یعنی مسلمانوں کی اولاد بہشت میں داخل ہوگی اور کافروں کی دوزخ میں حکایت کی ابن حزم نے یہ بات بعض خوارج سے اور ان کی دلیل یہ آیت ہے جو حضرت نوح علیہ السلام نے دعا مانگی تھی کہ الٰہی! نہ چھوڑ زمین پر کافروں سے کوئی گھر یعنی حالانکہ ان کی اولاد بھی ان کے ساتھ تھی اور جواب اس کا یہ ہے کہ مراد اس سے خاص نوح علیہ السلام کی قوم ہے تمام جہان کے کافر مراد نہیں اور حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا صرف اس واسطے مانگی تھی کہ ان کو وحی سے معلوم ہو چکا تھا کہ ہرگز نہ ایمان لائے گا قوم تیری میں سے کوئی مگر جو کہ ایمان لا چکا اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے تابع ہوں گے لیکن یہ حدیث نہایت ضعیف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ کافروں کی اولاد بہشت اور دوزخ کے درمیان ہوگی اس واسطے کہ نہ تو انہوں نے نیک عمل کیے ہیں کہ ان کے سبب سے بہشت میں داخل ہوں اور نہ انہوں نے برے عمل کیے ہیں کہ ان کے سبب سے دوزخ میں داخل ہوں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ بہشتیوں کے خادم ہوں گے اور اس بات میں ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے گو ضعیف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ مٹی ہو جائیں گے یہ قول ثمامہ بن اشرس سے مروی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ دوزخ میں داخل ہوں گے حکایت کی عیاض نے یہ بات امام احمد رحمہ اللہ سے اور ابن تیمیہ نے کہا کہ امام احمد رحمہ اللہ کی طرف اس قول کی نسبت کرنی غلط ہے بلکہ یہ قول ان کے بعض اصحاب کا ہے امام احمد رحمہ اللہ سے یہ قول ہرگز محفوظ نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ آخرت میں ان کا امتحان ہوگا اس طرح سے کہ ان کے سامنے آگ لائی جائے گی اور ان کو حکم کیا جائے گا کہ اس میں داخل ہوں سو جو اس میں داخل ہوگا وہ نجات پائے گا اور جو انکار کرے گا ہلاک ہوگا روایت کی یہ حدیث بزار نے انس رضی اللہ عنہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے اور یہ بات صحیح ہو چکی ہے کہ

آخرت میں دیوانے کا امتحان کیا جائے گا اور جو لوگ کہ فترت کے زمانہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو زمانہ گزرا ہے اس کو زمانہ فترت کہتے ہیں کہ اس میں کوئی رسول نہیں آیا اس لیے کہ فترت کے معنی منقطع ہونے کے ہیں) پیدا ہوئے اور ان کا بھی آخرت میں امتحان ہوگا یہ بات صحیح حدیثوں سے ثابت ہو چکی ہے اور بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں حکایت کی ہے کہ یہی مذہب صحیح ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ بہشت میں داخل ہوں گے امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی مذہب صحیح اور مختار ہے جس کی طرف محققین گئے ہیں واسطے دلیل اس آیت کے کہ نہیں ہیں ہم عذاب کرنے والے یہاں تک کہ بھیجیں رسول اور جب کہ قبل بلوغ دعوت عاقل کو عذاب نہیں ہوسکتا تو غیر عاقل کو بطریق اولیٰ عذاب نہ ہوگا اور واسطے دلیل حدیث سمرہ رضی اللہ عنہ اور خنساء اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے بارے میں توقف کرنا چاہیے یعنی نہ ان کو بہشتی کہا جائے اور نہ دوزخی اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے حق میں کلام سے بند رہنا چاہیے اور ان دونوں قولوں میں فرق بہت دقت سے معلوم ہوسکتا ہے۔

١٢٩٤ ـ حَدَّثَنِيْ حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَوْلَادِ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ اللّٰهُ إِذْ خَلَقَهُمْ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ.

١٢٩٤۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کافروں کی اولاد کا حال پوچھا کہ بہشت میں داخل ہوگی یا دوزخ میں؟ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ نے ان کو پیدا کیا تو خوب جاننے والا ہے ساتھ اس چیز کے کہ تھے عمل کرنے والے اہل جنت کے یا اہل دوزخ کے۔

**فائدہ:** یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم کے موافق ان کے ساتھ معاملہ کرے گا پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان کے حق میں توقف اولیٰ ہے۔

١٢٩٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ.

١٢٩٥۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کافروں کی اولاد کا حکم پوچھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے ساتھ اس چیز کے کہ عمل کرتے وہ بالغ ہونے کے بعد۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں توقف اولیٰ ہے۔

١٢٩٦ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ

١٢٩٦۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ أَوْ يُنَصِّرَانِهٖ أَوْ يُمَجِّسَانِهٖ كَمَثَلِ الْبَهِيْمَةِ تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةَ هَلْ تَرٰى فِيْهَا جَدْعَآءَ.

نے فرمایا کہ ہر لڑکا اسلام کے طریقہ پر پیدا ہوتا ہے سو اس کے ماں باپ اس کو یہودی کرتے ہیں یا نصرانی کرتے ہیں یا مجوسی کرتے ہیں مانند چوپائے کے کہ چوپائے کو جنتا ہے یعنی صحیح سالم کیا تم اس میں کوئی ناقص الخلقت دیکھتے ہو کہ ناک کٹا یا بوچا (جس کا کان سرے سے نہ ہو)۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کی استعداد اور لیاقت ہر لڑکے کی پیدائش اور فطرت میں موجود ہے پس اگر انسان کو اس پر چھوڑا جائے اور خارجی آفت سے سالم رہے تو بدستور اس فطرتی دین پر قائم رہے اور اس کو چھوڑ کر غیر دین کی طرف کبھی نہ جائے اس واسطے کہ اس دین کی خوبی سب نفسوں میں ثابت ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ گمراہ ہوتا ہے اس سے آدمی واسطے پیش آنے کسی آفت بشریہ سے مانند تقلید وغیرہ کے اور اسی کی طرف مائے ہوئے ہیں قرطبی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے دل پیدا کیے اس حال میں کہ وہ قبول حق کی اہلیت رکھتے ہیں جیسے کہ ان کی آنکھیں اور کان پیدا کیے اس حال میں کہ وہ مرئیات اور مسموعات کی لیاقت رکھتے ہیں سو جب تک کہ وہ اس اہلیت پر قائم تو دین اسلام کو قبول کریں اور اسی معنی پر دلالت کرتا ہے اخیر فقرہ اس حدیث کا جس جگہ کہا کہ جیسے چوپایہ چوپائے کو جنتا ہے الخ یعنی چوپایہ کے پیٹ سے صحیح سالم کامل الخلقت پیدا ہوتا ہے کوئی نقصان اس میں نہیں ہوتا سو اگر وہ بدستور ہے تو عیب سے سالم رہے لیکن کفار نے اس میں دست اندازی کی کہ مثلا اس کے کان کاٹ ڈالے پس وہ اپنی اصل پیدائش سے باہر نکلا اور یہ تشبیہ واقع ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے اور امام ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت ﷺ کے قول **یولد علی الفطرة** سے یہ مراد نہیں کہ جب وہ ماں کے پیٹ سے باہر آئے تو اسی وقت یہ دین جانتا ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ اللہ نے نکالا تم کو اپنی ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں کہ تم نہ جانتے تھے کوئی چیز لیکن مراد یہ ہے کہ فطرت اس کی تقاضا کرنے والی ہے واسطے دین اسلام اور محبت اس کی کے سو نفس فطرت اقرار اور محبت کو مستلزم ہے اور نہیں مراد ہے اس سے مجرد قبول کرنا فطرت کا واسطے اس کے اس واسطے کہ وہ مثلا ماں باپ کے یہودی کرنے کے ساتھ متغیر نہیں ہوتی ساتھ اس طرح کے کہ نکالیں فطرت کو قبول سے بلکہ مراد یہ ہے کہ ہر لڑکا پیدا ہوتا ہے اوپر اقرار ربوبیت کے کہ ربوبیت کا اقرار اس کی فطرت میں ثابت ہے سو اگر وہ خالی چھوڑا جائے اور اس کا معارض کوئی نہ ہو تو اس کو چھوڑ کر غیر کی طرف کبھی نہ جائے جیسا کہ پیدا ہوتا ہے اوپر محبت اس چیز کے کہ اس کی طبع کے مناسب ہے دودھ پینے سے یہاں تک کہ پھیرے اس کو اس سے کوئی پھیرنے والا اسی واسطے تشبیہ دی گئی فطرت کو ساتھ دودھ کے بلکہ بعینہ وہی مراد ہے تعبیر

خواب میں پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کے کفر کے سبب سے لڑکے پر کفر کا حکم نہیں کیا جاتا بلکہ وہ مسلمان ہے جب تک کہ نابالغ ہو پس معلوم ہوا کہ کافروں کی اولاد بہشت میں داخل ہوگی اس واسطے کہ ان کی اصل پیدائش میں اقرار ربوبیت اور دین کی محبت ثابت ہے، انتہی ملخصا۔ (فتح)

بَابٌ . یہ باب ہے۔

**فائدہ:** یہ باب ترجمہ سے خالی ہے اس واسطے کہ اس کو پہلے باب سے تعلق ہے۔

١٢٩٧ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ رَجَآءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ مَنْ رَاٰى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا قَالَ فَإِنْ رَاٰى أَحَدٌ قَصَّهَا فَيَقُوْلُ مَا شَآءَ اللّٰهُ فَسَأَلَنَا يَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَاٰى أَحَدٌ مِّنْكُمْ رُؤْيَا قُلْنَا لَا قَالَ لٰكِنِّيْ رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِيْ فَأَخَذَا بِيَدَيَّ فَأَخْرَجَانِيْ إِلَى الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَآئِمٌ بِيَدِهٖ قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ مُوْسٰى كَلُّوْبٌ مِّنْ حَدِيْدٍ يُدْخِلُهٗ فِيْ شِدْقِهٖ حَتّٰى يَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْاٰخَرِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهٗ هٰذَا فَيَعُوْدُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهٗ قُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُّضْطَجِعٍ عَلٰى قَفَاهُ وَرَجُلٌ قَآئِمٌ عَلٰى رَأْسِهٖ بِفِهْرٍ أَوْ صَخْرَةٍ فَيَشْدَخُ بِهٖ رَأْسَهٗ فَإِذَا ضَرَبَهٗ تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ لِيَأْخُذَهٗ فَلَا يَرْجِعُ إِلٰى هٰذَا حَتّٰى يَلْتَئِمَ رَأْسُهٗ وَعَادَ رَأْسُهٗ كَمَا هُوَ فَعَادَ إِلَيْهِ

١٢٩٧۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے یعنی صبح کی تو متوجہ ہوتے ہماری طرف ساتھ اپنے منہ کے اور فرماتے کہ اگر تم میں سے کسی نے آج کی رات خواب دیکھا ہو تو بیان کرے سو اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو آپ سے بیان کرتا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر بیان فرماتے جو کچھ کہ اللہ چاہتا سو ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے ہم نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا مگر میں نے تو آج کی رات خواب میں دیکھا دو مردوں کو کہ میرے پاس آئے سو انہوں نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور مجھ کو پاک زمین یعنی بیت المقدس کی طرف لے گئے تو وہاں ایک مرد بیٹھا ہے اور ایک مرد کھڑا ہے اس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا ہے اس کو بیٹھے مرد کے گل پھڑے میں ڈالتا ہے کہ اس کی گدی تک پہنچ جاتا ہے پھر اس کے دوسرے گل پھڑے (جبڑے) سے اسی طرح کرتا ہے اور یہ گل پھڑا اچھا ہو جاتا ہے یعنی جب تک دوسرے گل پھڑے کو چیرتا ہے پہلا گل پھڑا جڑ جاتا ہے پھر دوبارہ اسی طرح کرتا ہے تو میں نے کہا یہ کیا ہے؟ ان دونوں مردوں نے کہا آگے چل سو ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک چت لیٹے مرد کے پاس آئے اور ایک مرد اس کے سر پر پتھر لیے کھڑا ہے اور اس سے اس کے سر کو کچلتا

فَضَرَبَهٗ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا إِلٰى ثَقْبٍ مِّثْلِ التَّنُّوْرِ أَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَّأَسْفَلُهٗ وَاسِعٌ يَتَوَقَّدُ تَحْتَهٗ نَارًا فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوْا حَتّٰى كَادَ أَنْ يَّخْرُجُوْا فَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا فِيْهَا وَفِيْهَا رِجَالٌ وَّنِسَآءٌ عُرَاةٌ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى نَهَرٍ مِّنْ دَمٍ فِيْهِ رَجُلٌ قَآئِمٌ عَلٰى وَسَطِ النَّهَرِ قَالَ يَزِيْدُ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ وَّعَلٰى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِيْ فِي النَّهَرِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِيْ فِيْهِ فَرَدَّهٗ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَآءَ لِيَخْرُجَ رَمٰى فِيْ فِيْهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا إِلٰى رَوْضَةٍ خَضْرَآءَ فِيْهَا شَجَرَةٌ عَظِيْمَةٌ وَّفِيْ أَصْلِهَا شَيْخٌ وَّصِبْيَانٌ وَّإِذَا رَجُلٌ قَرِيْبٌ مِّنَ الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُّوْقِدُهَا فَصَعِدَا بِيْ فِي الشَّجَرَةِ وَأَدْخَلَانِيْ دَارًا لَّمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ وَأَفْضَلَ مِنْهَا فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ وَّشَبَابٌ وَّنِسَآءٌ وَّصِبْيَانٌ ثُمَّ أَخْرَجَانِيْ مِنْهَا فَصَعِدَا بِيَ الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِيْ دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ فِيْهَا شُيُوْخٌ وَّشَبَابٌ قُلْتُ طَوَّفْتُمَانِيَ اللَّيْلَةَ فَأَخْبِرَانِيْ عَمَّا رَأَيْتُ قَالَا نَعَمْ أَمَّا الَّذِيْ رَأَيْتَهٗ يُشَقُّ شِدْقُهٗ

ہے تو اس کو جب مارتا ہے پتھر ڈھلک جاتا ہے تو اس کی طرف وہ چلا جاتا ہے کہ لے آئے سو یہاں تک پلٹ کر نہیں پہنچتا کہ اس کا سر جڑ جاتا ہے اور درست ہو جاتا ہے جیسے کہ تھا سو وہ مرد اس کی طرف پلٹ آتا ہے اور اس کو مارتا ہے سو میں نے کہا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ آگے چل سو ہم چلے تو ایک گڑھے پر جو مثل تنور کی تھا پہنچے اس کا منہ تنگ اور اندر کشادہ ہے اس کے نیچے آگ جل رہی ہے سو جب کہ آگ قریب آ جاتی تھی (یعنی کنارے تنور کے) تو اس کے اندر کے لوگ اونچے ہو آتے تھے یہاں تک کہ قریب تھا کہ باہر نکل پڑیں پھر جب بجھتی تھی تو اس کے اندر ہو جاتے تھے اور اس میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں سو میں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ ان دونوں نے کہا کہ آگے چل تو ہم چلے یہاں تک کہ ایک خون کی نہر پر پہنچے کہ اس میں ایک مرد کھڑا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک مرد ہے اس کے آگے پتھر رکھے ہوئے ہیں پس آگے بڑھا وہ مرد جو نہر میں تھا سو جب کہ اس نے چاہا کہ باہر نکلے کنارے والے مرد نے اس کے منہ پر پتھر مارا اور اس کو ہٹایا جہاں کہ وہ تھا سو جب وہ نکلنے لگتا تھا تو اس کے منہ پر پتھر مارتا تھا سو وہ پلٹ جاتا تھا اپنے مقام پر سو میں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ آگے چل تو ہم چلے یہاں تک کہ ایک سبز باغ پر پہنچے کہ اس میں ایک درخت تھا اور اس کی جڑ میں ایک پیر مرد (بوڑھا آدمی) اور لڑکے ہیں اور درخت کے قریب ایک مرد ہے اس کے آگے آگ ہے وہ اس کو بھڑکا رہا ہے سو میرے ساتھی دونوں مرد مجھ کو اس درخت پر چڑھا لے گئے اور ایک گھر میں مجھ کو داخل کیا میں نے کبھی اس سے بہتر اور افضل گھر نہیں دیکھا اس میں مرد ہیں بوڑھے اور جوان اور عورتیں

فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ
حَتّٰى تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهٖ إِلٰى يَوْمِ
الْقِيَامَةِ وَالَّذِيْ رَأَيْتَهُ يُشْدَخُ رَأْسُهُ فَرَجُلٌ
عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ
يَعْمَلْ فِيْهِ بِالنَّهَارِ يُفْعَلُ بِهٖ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
وَالَّذِيْ رَأَيْتَهُ فِي الثَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ
وَالَّذِيْ رَأَيْتَهُ فِي النَّهَرِ اٰكِلُوا الرِّبَا
وَالشَّيْخُ فِيْ أَصْلِ الشَّجَرَةِ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهٗ فَأَوْلَادُ النَّاسِ
وَالَّذِيْ يُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ
وَالدَّارُ الْأُوْلٰى الَّتِيْ دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ
الْمُؤْمِنِيْنَ وَأَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَآءِ
وَأَنَا جِبْرِيْلُ وَهٰذَا مِيْكَآئِيْلُ فَارْفَعْ رَأْسَكَ
فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ فَإِذَا فَوْقِيْ مِثْلُ السَّحَابِ
قَالَا ذَاكَ مَنْزِلُكَ قُلْتُ دَعَانِيْ أَدْخُلْ
مَنْزِلِيْ قَالَا إِنَّهٗ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ
فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَ أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ.

اور لڑکے پھر مجھ کو انہوں نے اس سے نکالا تو درخت پر مجھ کو
چڑھا لے گئے اور ایک گھر میں مجھ کو داخل کیا کہ نہایت بہتر اور
افضل تھا اس میں بوڑھے اور جوان ہیں سو میں نے ان سے کہا
کہ تم دونوں نے مجھ کو رات بھر گھمایا تو اب بتلاؤ مجھ کو جو کہ
میں نے دیکھا ہے انہوں نے کہا کہ ہاں ہم بتلاتے ہیں اس
مرد کو جو تو نے دیکھا کہ اس کے گل پھڑے چیرے جاتے تھے
سو وہ جھوٹا آدمی تھا کہ جھوٹی باتیں بنا کر لوگوں سے کہتا تھا لوگ
اس سے سیکھ کر دوسروں سے نقل کرتے تھے یہاں تک کہ
سارے جہان میں جھوٹ مشہور ہو جاتا تھا تو اس پر یہ عذاب
ہوا کرے گا روز قیامت تک اور جس کو تو نے دیکھا تھا کہ اس
کا سر کچلا جاتا تھا سو وہ مرد ہے کہ اللہ نے اس کو قرآن سکھایا
سو وہ قرآن سے غافل ہو کر رات کو سو رہا یعنی تہجد میں قرآن
نہ پڑھا اور دن کو اس پر عمل نہ کیا یہی عذاب اس پر ہوا کرے
گا روزِ قیامت تک اور جن کو تو نے گڑھے میں دیکھا وہ لوگ
حرام کار اور زنا کار ہیں اور جس کو تو نے خون کی نہر میں دیکھا
وہ سود خور ہے اور جس پیر مرد (بوڑھے آدمی) کو تو نے درخت
کی جڑ کے پاس دیکھا وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور جو لڑکے کہ ان
کے گرد ہیں سو لوگوں کی اولاد ہیں کہ بالغ ہونے سے پہلے
مرے اور جو شخص کہ آگ بھڑکاتا ہے سو وہ مالک ہے دوزخ کا
داروغہ اور پہلا گھر جس میں تو داخل ہوا تھا وہ عوام ایمانداروں
کا مقام ہے اور یہ گھر تو شہیدوں کا گھر ہے اور میں
جبرئیل علیہ السلام ہوں اور یہ میکائیل ہے اب تو اپنے سر کو اٹھا سو
میں نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اوپر بدلی ہے
انہوں نے کہا کہ یہ تیرا مقام ہے تو میں نے کہا کہ مجھ کو چھوڑ دو
کہ میں اپنے مکان میں جاؤں انہوں نے کہا کہ ابھی

تیری عمر باقی ہے کہ تو نے ابھی اس کو پورا نہیں کیا سو جب کہ تو
اپنی عمر کو پورا کر چکے گا تو اپنے مکان میں آئے گا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافروں کی اولاد بہشت میں داخل ہوگی اس واسطے کہ ناس کا لفظ عام ہے شامل ہے مسلمانوں کو بھی اور کافروں کو بھی وفیه المطابقة للترجمة اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کے سوا شہیدوں کا رتبہ اور مسلمانوں سے نہایت افضل اور اعلیٰ ہے۔

## بَابُ مَوْتِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ. دوشنبہ یعنی سوموار کے دن مرنے کی فضیلت کا بیان۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ موت کے وقت کے معین کرنے میں کسی کو اختیار نہیں کہ میری موت فلانے دن یا فلانے وقت ہو لیکن اس کے حصول کے سبب تلاش کرنے میں دخل ہے مانند دعا کی اور رغبت کرنے کی طرف اللہ کی واسطے برکت حاصل کرنے کے سو اگر مقصود حاصل نہ ہو تو بھی نیت کا ثواب ملتا ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ جمعہ کے دن مرنے کی بڑی فضیلت ہے جیسے کہ ترمذی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایسا مسلمان نہیں کہ مرے دن جمعہ کے یا رات جمعہ کی مگر کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنے سے بچا لیتا ہے اور اس کی اسناد میں کلام ہے سو شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں اس واسطے اس کو نقل نہ کیا۔

١٢٩٨ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ فِيْ كَمْ كَفَّنْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فِيْ ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ وَقَالَ لَهَا فِيْ أَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قَالَتْ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ قَالَ أَرْجُوْ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ اللَّيْلِ فَنَظَرَ إِلٰى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرَّضُ فِيْهِ بِهِ رَدْعٌ مِّنْ زَعْفَرَانٍ فَقَالَ اغْسِلُوْا ثَوْبِيْ هٰذَا وَزِيْدُوْا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ فَكَفِّنُوْنِيْ

١٢٩٨۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں اپنے باپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی سو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے حضرت ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفنایا تھا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تین کپڑوں سفید میں کہ سحول کے بنے ہوئے تھے کہ نام ہے ایک بستی کا یمن میں نہ تھا ان میں کرتہ اور نہ پگڑی پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ حضرت ﷺ کس روز فوت ہوئے تھے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ سوموار کے دن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آج کیا دن ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا پیر کا دن ہے کہا کہ میں اپنی موت کی امید رکھتا ہوں درمیان اس ساعت کے اور درمیان رات کے یعنی میں تمنا کرتا ہوں کہ میری موت بھی اسی سوموار کے دن ہو رات سے پہلے اور وہ دن سوموار کا تھا سو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑے کی طرف دیکھا جس میں کہ بیماری کاٹی تھی کہ اس میں زعفران کا اثر تھا سو

فِيهِمَا قُلْتُ إِنَّ هٰذَا خَلَقٌ قَالَ إِنَّ الْحَيَّ أَحَقُّ بِالْجَدِيْدِ مِنَ الْمَيِّتِ إِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ فَلَمْ يُتَوَفَّ حَتّٰى أَمْسٰى مِنْ لَيْلَةِ الثُّلَاثَاءِ وَدُفِنَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ.

فرمایا کہ میرا یہ کپڑا دھو ڈالو اور اس پر دو کپڑے اور زیادہ کرو اور ان میں مجھ کو کفناؤ میں نے کہا کہ یہ کپڑا پرانا ہے کہا کہ زندہ بہت حق دار ہے ساتھ نئے کپڑے کے مردے سے کہ کفن تو صرف پیپ اور خون کے لیے ہے یعنی پیپ وغیرہ میں آلودہ ہو کر خراب ہو جاتا ہے پس کیا حاجت ہے ساتھ کپڑے جدید کے یا واسطے مہلت کے ہے کہ بقا رکھتا ہو نہ واسطے فانی کے سو نہ وفات پائی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہاں تک کہ سوموار کی رات کی شام ہوئی یعنی سہ شنبہ کی رات کی شام کے وقت فوت ہوئے رضی اللہ عنہ اور دفن کیے گئے پہلے صبح کے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سوموار کے دن ساتویں جمادی الاخریٰ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غسل کیا اور وہ سردی کا دن تھا یعنی پس بیمار ہوئے اور پندرہ دن بیمار رہے اور تیسویں جمادی الآخری کی سوموار کی رات کو ۱۳ھ ہجری میں ان کا انتقال ہوا اور سوموار کے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث پوچھی تھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوموار کے دن مرنے کی بڑی فضیلت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس دن مرنے کی تمنا کی وفیہ المطابقة للترجمة اور نیز اسی میں کہا کہ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نزدیک کفن میں اسراف کرنا درست نہ تھا اور ابوداؤد میں علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت مہنگا کپڑا کفن میں نہ لگاؤ اس واسطے کہ وہ بہت جلدی پرانا اور خراب ہو جاتا ہے اور صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو چاہیے کہ اس کو اچھا کفن دے سو یہ حدیث پہلی حدیث کے معارض نہیں اس واسطے کہ ان کے درمیان تطبیق ممکن ہے کہ مراد اچھے کپڑے سے باعتبار صفت کے ہو یعنی پورا اور نظیف اور سفید ہو اور مراد اسراف سے باعتبار قیمت کے ہو یعنی بہت نفیس اور بھاری قیمت کے کپڑے سے کفن دینا منع ہے اور احتمال ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کسی اور سبب سے خاص کر وہ کپڑا اختیار کیا ہو کہ اس سے تبرک مقصود ہو کہ وہ کپڑا ان کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پہنچا ہو یا اس واسطے کہ انہوں نے اس میں عبادت کی ہو اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ مستحب ہے کہ سفید کپڑوں میں کفن دے اور یہ کہ جائز ہے کفن دینا ساتھ دھلے ہوئے کپڑوں کے اور یہ کہ جائز ہے دفن کرنا بیچ رات کے اور یہ کہ جائز ہے سیکھنا علم کا اپنے سے چھوٹے سے۔

بَابُ مَوْتِ الْفَجْأَةِ الْبَغْتَةِ.

اچانک مر جانے کا بیان یعنی بغیر کسی سبب بیماری وغیرہ کے مرنے کا کیا حکم ہے اچھا ہے یا برا؟۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ مراد امام بخاری رحمہ اللہ کی اس باب سے یہ ہے کہ اچانک مر جانا مکروہ نہیں اور امام احمد رحمہ اللہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیوار پر گزرے کہ گرنے پر تھی سو آپ جلدی وہاں سے گزرے اور فرمایا کہ میں اچانک کی موت مکروہ رکھتا ہوں سو شاید حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث اس واسطے فرمائی کہ اس میں وصیت اور توبہ وغیرہ نیک عملوں سے محروم رہنے کا خوف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ اگر کوئی اچانک مر جائے تو اس کی اولاد کو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو نیک عملوں سے اس کی مدد کریں اس قبیلے سے کہ اس میں نیابت صحیح ہو جیسے کہ باب کی حدیث میں واقع ہوا ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے بعض قدماء سے نقل کیا ہے کہ ایک جماعت نبیوں کی اور نیکوں کی اچانک کی موت سے مرے ہیں سو تطبیق اس میں یہ ہے کہ جو لوگ کہ ہمیشہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں اور منہیات سے پرہیز رکھتے ہوں ان کے حق میں اچانک کی موت سے مرنا بہتر ہے اور جو لوگ ایسے نہ ہوں ان کے حق میں اچانک مرنا مکروہ ہے، انتہی۔

١٢٩٩ ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ.

١٢٩٩۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری ماں اچانک مر گئی اور میں گمان کرتا ہوں کہ اگر وہ کلام کرتی تو صدقہ دیتی سو اگر میں اس کی طرف سے بطور نیابت کچھ خیرات کروں تو کیا اس کو ثواب ملے گا؟ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ملے گا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اچانک مرنا مکروہ نہیں اس واسطے کہ جب اس مرد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میری ماں اچانک مر گئی ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی کراہت ظاہر نہ ہوئی، وفیہ المطابقۃ للترجمۃ. (فتح)

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی قبر کا بیان کہ اونٹ کی کوہان کی طرح ہیں یا اور طرح سے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کس جگہ ہے؟۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿فَأَقْبَرَهٗ﴾.

لفظ اقبرہ کے کہ آیت ثم اماتہ فاقبرہ میں واقع ہوا ہے کیا معنی ہیں؟۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اقبرہ کے معنی یہ ہیں کہ کیا اس کو ان لوگوں میں سے کہ دفن کیے جائیں نہ ان میں سے کہ ڈالے جائیں کہ ان کو کتے کھائیں۔

أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ أُقْبِرُهٗ إِذَا جَعَلْتَ لَهٗ قَبْرًا.

یعنی تو کہتا ہے اقبرت الرجل واقبرہ جب کہ تو اس

کے واسطے قبر بنا دے۔

**فائدہ:** یہ عرب کا محاورہ ہے جب کوئی کسی کے لیے قبر بنائے تو اس وقت یہ کلمہ بولتا ہے۔

**وَقَبَرْتُهُ دَفَنْتُهُ كِفَاتًا يَكُوْنُوْنَ فِيهَا أَحْيَآءً وَّيُدْفَنُوْنَ فِيهَا أَمْوَاتًا.**

یعنی قبر کے معنی یہ ہیں کہ میں نے اس کو زمین میں دفن کیا اور کفاتا کے معنی جو آیت الم نجعل الارض کفاتا میں واقع ہوا ہے یہ ہیں کہ زمین میں ہوں گے اس حال میں کہ زندہ ہیں اور اس میں دفن کیے جائیں گے اس حال میں کہ مردے ہوں گے۔

**فائدہ:** اس آیت کی تفسیر یہاں تقریبا واقع ہوئی ہے ترجمہ باب کے ساتھ اس کو کچھ علاقہ نہیں۔

**١٣٠٠ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ هِشَامٍ ح و حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّآءَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَتَعَذَّرُ فِي مَرَضِهِ أَيْنَ أَنَا الْيَوْمَ أَيْنَ أَنَا غَدًا اسْتِبْطَآءً لِّيَوْمِ عَائِشَةَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمِي قَبَضَهُ اللّٰهُ بَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَدُفِنَ فِي بَيْتِي.**

١٣٠٠۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ البتہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیماری میں پوچھتے تھے کہ کتنے دن باقی ہیں یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تک میں آج کہاں ہوں اور کل کہاں ہوں گا یعنی تا کہ آسان ہو آپ پر شدت بیماری کی اس واسطے کہ بیمار بعض گھر والوں کے پاس آرام پاتا ہے اور بعض کے نزدیک آرام نہیں پاتا یا عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے انتقال کے وقت عذر کرتے تھے بہ سبب کمال مروت کے اگرچہ قسمت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب نہ تھی فرماتے تھے یہ بات واسطے دیر کرنے دن عائشہ رضی اللہ عنہا کے اور کمال اشتیاق باری ان کی کے یعنی سب بیویوں کے گھر میں باری باری کے ساتھ جانے کی وجہ سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری میں دیر ہو جاتی تھی اور آپ کو ان کے پاس جانے کا کمال اشتیاق ہوتا تھا اس واسطے آپ یہ بات فرماتے تھے کہ میں آج کہاں ہوں اور کل کہاں ہوں گا سو جب میری باری کا دن ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جہان سے اٹھایا اس حال میں کہ آپ میرے پہلو اور سینے کے درمیان تھے اور میرے گھر میں دفن ہوئے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دفن ہوئے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور پہلے

گزر چکا ہے کہ حضرت ﷺ نے اپنی بیماری میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہنے کے لیے سب بیویوں سے اجازت چاہی تھی سو سب نے خوشی سے اجازت دی کہ آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہیں ہم نے اپنی باری معاف کی سو ظاہرا یہ حدیث اخیر بیماری پر محمول ہے اور اس باب کی حدیث ابتدا بیماری پر محمول ہے پس تعارض دفع ہو گیا۔ (فتح)

١٣٠١ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ هِلَالٍ هُوَ الْوَزَّانُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ لَوْلَا ذٰلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهٗ غَيْرَ أَنَّهٗ خَشِيَ أَوْ خُشِيَ أَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا وَعَنْ هِلَالٍ قَالَ كَنَّانِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَلَمْ يُوْلَدْ لِيْ.

١٣٠١۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا کہ اللہ لعنت کرے یہود اور نصاریٰ پر کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجدیں بنایا اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ آپ کی قبر کو مسجد بنا دیں گے تو آپ کی قبر ظاہر کی جاتی (یہ قول عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے) لیکن حضرت ﷺ ڈرے یا اصحاب کو ڈر ہوا کہ یہ لوگ آپ کی قبر کو مسجد بنا دیں یعنی پس اسی واسطے آپ کی قبر ظاہر نہ رکھی گئی۔

**فائدہ:** وجہ مطابقت حدیث کی ساتھ ترجمہ باب کے ظاہرا معلوم نہیں ہوتی لیکن قبر کو مسجد نہ بنانا ایک حکم ہے متعلقات اس کے سے پس اتنی مناسبت ہی کافی ہے۔

١٣٠٢ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ أَنَّهٗ حَدَّثَهٗ أَنَّهٗ رَاٰى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا.

١٣٠٢۔ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے حضرت ﷺ کی قبر کو دیکھا بطور کوہان اونٹ کے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب ہے بنانا قبر کا مانند کوہان اونٹ کی اور یہی ہے قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور احمد اور مزنی اور بہت شافعیہ کا کہ بنانا قبر کا مانند کوہان اونٹ کے افضل ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ مسطح یعنی برابر اور ہموار رکھنا قبر کا افضل ہے لیکن یہ سب اختلاف افضیلت میں ہے اصل جواز میں کچھ اختلاف نہیں کہ خواہ اونٹ کی کوہان کی طرح رکھے یا برابر رکھے دونوں طرح درست ہے سو بعض مسنم کو افضل کہتے ہیں اور بعض مسطح کو افضل کہتے ہیں، انتہی ملخصا۔ (فتح)

١٣٠٣ ـ حَدَّثَنَا فَرْوَةُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ لَمَّا سَقَطَ

١٣٠٣۔ حضرت ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب ولید بن عبدالملک کی خلافت میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے

عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ فِيْ زَمَانِ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَخَذُوْا فِيْ بِنَائِهٖ فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ فَفَزِعُوْا وَظَنُّوْا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا وَجَدُوْا أَحَدًا يَعْلَمُ ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ لَا وَاللّٰهِ مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

حجرے (کہ اس میں حضرت ﷺ کی قبر ہے) کی دیوار گر پڑی تو لوگوں نے اس کو بنانا شروع کیا یعنی از سرنو ان کے واسطے ایک قدم ظاہر ہوا سو لوگ گھبرا گئے اور گمان کیا کہ یہ حضرت ﷺ کا قدم مبارک ہے سو انہوں نے کوئی آدمی ایسا نہ پایا کہ جانتا ہو کہ یہ قدم کس کا ہے یہاں تک کہ عروہ نے ان سے کہا کہ قسم ہے اللہ کی یہ قدم حضرت ﷺ کا نہیں یہ تو عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

**فائدہ:** ولید بن عبدالملک کی خلافت میں عمر بن عبدالعزیز اس کی طرف سے مدینہ پر حاکم تھے اور اس وقت بعض لوگ حضرت ﷺ کی قبر کی طرف نماز پڑھتے تھے سو عمر بن عبدالعزیز نے چاہا کہ قبر کو بلند کرے تا کہ لوگ اس کی طرف نماز نہ پڑھیں سو جب حجرے کی دیوار گری تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ظاہر ہوا پھر اس کو قبر میں رکھ کر حضرت ﷺ کی قبر بلند کی گئی تا کہ اس کی طرف کوئی نماز نہ پڑھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کی قبر عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہے، وفیہ المطابقة للترجمة۔ (فتح)

١٣٠٤ ـ وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا أَوْصَتْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَا تَدْفِنِّيْ مَعَهُمْ وَادْفِنِّيْ مَعَ صَوَاحِبِيْ بِالْبَقِيْعِ لَا أُزَكّٰى بِهٖ أَبَدًا.

١٣٠٤۔ حضرت ہشام نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبداللہ بن زبیر کو وصیت کی کہ مجھ کو حضرت ﷺ اور آپ کے یاروں کے ساتھ دفن نہ کرنا بلکہ مجھ کو میرے مصاحبوں کے یعنی ازواج مطہرات کے ساتھ بقیع میں دفن کرنا تا کہ اس کے سبب سے کبھی کوئی میری صفت نہ کرے۔

**فائدہ:** یعنی اگر مجھ کو حضرت ﷺ کے پاس دفن کیا گیا تو لوگ میری تعریف کریں گے بہ سبب نزدیک ہونے قبر میری کے ساتھ حضرت ﷺ کے اور احتمال ہے کہ میں اس لائق نہ ہوں اور بقیع میں عوام مسلمانوں کا قبرستان ہے دفن کرنے سے نہ کوئی مجھ کو جانے گا اور نہ تعریف کرے گا اور آئندہ حدیث میں آیا ہے کہ میں نے وہ جگہ اپنے واسطے رکھی ہوئی تھی سو شاید ان کا اجتہاد متغیر ہوا ہوگا۔ (فتح)

١٣٠٥ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ الْأَوْدِيِّ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ يَا

١٣٠٥۔ حضرت عمرو بن میمون سے روایت ہے کہ میں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو کہا کہ تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا اور کہہ کہ عمر رضی اللہ عنہ آپ کو سلام کہتا ہے پھر ان سے اجازت مانگ اس کی کہ میں اپنے

عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اذْهَبْ إِلٰى أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْ يَقْرَأُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكِ السَّلَامَ ثُمَّ سَلْهَا أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ قَالَتْ كُنْتُ أُرِيْدُهٗ لِنَفْسِيْ فَلَا أُوْثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلٰى نَفْسِيْ فَلَمَّا أَقْبَلَ قَالَ لَهٗ مَا لَدَيْكَ قَالَ أَذِنَتْ لَكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ الْمَضْجَعِ فَإِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُوْنِيْ ثُمَّ سَلِّمُوْا ثُمَّ قُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَإِنْ أَذِنَتْ لِيْ فَادْفِنُوْنِيْ وَإِلَّا فَرُدُّوْنِيْ إِلٰى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ إِنِّيْ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَمَنِ اسْتَخْلَفُوْا بَعْدِيْ فَهُوَ الْخَلِيْفَةُ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَأَطِيْعُوْا فَسَمّٰى عُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَسَعْدَ بْنَ أَبِيْ وَقَّاصٍ وَوَلَجَ عَلَيْهِ شَابٌّ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ أَبْشِرْ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِبُشْرَى اللّٰهِ كَانَ لَكَ مِنَ الْقَدَمِ فِي الْإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتَ فَعَدَلْتَ ثُمَّ الشَّهَادَةُ بَعْدَ هٰذَا كُلِّهٖ فَقَالَ لَيْتَنِيْ يَا ابْنَ أَخِيْ وَذٰلِكَ كَفَافًا لَا عَلَيَّ وَلَا لِيْ أُوْصِي الْخَلِيْفَةَ مِنْ بَعْدِيْ بِالْمُهَاجِرِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ خَيْرًا أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَأَنْ يَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ وَأُوْصِيْهِ

دونوں صاحبوں کے ساتھ دفن کیا جاؤں سو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور سلام کہہ کر ان سے اجازت چاہی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے وہ جگہ اپنے واسطے رکھی ہوئی تھی سو البتہ میں آج اختیار کروں گی اس کو اپنی جان پر یعنی میں نے اس کو وہ جگہ دی سو جب عبداللہ رضی اللہ عنہ سامنے آئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا خبر لایا ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تجھ کو اجازت دی ہے اے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے نزدیک اس لیٹنے کی جگہ سے کوئی چیز زیادہ تر مقصود نہ تھی سو جب میں مر جاؤں تو مجھ کو اٹھا لے جاؤ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کہو پھر کہو عمر رضی اللہ عنہ آپ سے اجازت چاہتا ہے سو اگر اجازت دے تو مجھ کو دفن کرو اور اگر اجازت نہ دے تو پھر لے جاؤ مجھ کو قبرستان عوام مسلمانوں کے اور پھر عمر رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ بیشک میں کسی کو خلافت کا زیادہ تر حق دار نہیں جانتا ان لوگوں سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس حال میں کہ آپ ان سے راضی تھے سو جس کو تم میرے بعد خلیفہ بناؤ سو وہی خلیفہ ہے سو اس کا کہنا مانو اور اطاعت کرو سو نام لیا عمر رضی اللہ عنہ نے عثمان اور علی اور طلحہ اور زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کا یعنی یہ لوگ لائق خلافت کے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس انصار کا ایک جوان آیا اور کہا کہ خوش ہو اے امیر المؤمنین ساتھ خوشخبری اللہ تعالیٰ کے کہ تجھ کو اسلام میں پیش دستی تھی اور عالی رتبہ تھا بیچ بلند کرنے کلمہ اسلام کے وہ چیز کہ تو جانتا ہے یعنی تجھ کو معلوم ہے کہ تو ابتدا اسلام میں مسلمان ہوا اور اسلام کو تجھ سے بہت قوت اور تائید ہوئی پھر تو خلیفہ ہوا اور تو نے عدل کیا پھر ان سب کے بعد تجھ کو شہادت کا رتبہ ملا' سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا

بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِيْنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ أَنْ يَّقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَعْفِيَ عَنْ مُسِيْئِهِمْ وَأُوْصِيْهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّوْفِيَ لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَأَنْ يُّقَاتِلَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ وَأَنْ لَّا يُكَلَّفُوْا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ.

کہ کاش کہ اے میرے بھائی کے بیٹے میں تمنا رکھتا ہوں کہ یہ مجھ کو کافی ہو کہ نہ مجھ کو اس کا عذاب ہو اور نہ ثواب اور میں وصیت کرتا ہوں خلیفہ کو کہ میرے بعد ہو پہلے مہاجرین کے حق میں کہ ان کے ساتھ نیکی کرے اور ان کا حق پہچانے اور ان کی عزت کا خیال کرے اور نیز میں وصیت کرتا ہوں خلیفہ کو انصار کے حق میں نیکی کرنے کی جنہوں نے جگہ پکڑ رکھی ہے اس گھر میں یعنی مدینہ میں اور ایمان میں یہ کہ ان کے نیکوں سے نیکی قبول کرے یعنی ان کی تعظیم اور تکریم کرے اور ان کے بروں سے برائی معاف کرے یعنی سوائے حدود اللہ اور حقوق العباد کے اگر کوئی کام لائق تعزیر کے ہو تو ٹالا جائے اور نیز وصیت کرتا ہوں میں خلیفہ کو ساتھ خیال رکھنے ذمۃ اللہ کے اور ذمۃ رسول اس کے کی اور اس عہد کے کہ اہل ذمہ اور اہل کتاب وغیرہ مطیع اسلام کے ساتھ کیا ہے یہ کہ پورا کرے عہد ان کا اور یہ کہ لڑے ساتھ غیر اہل ذمہ اور اہل عہد کے اور یہ کہ نہ تکلیف دی جائے اہل ذمہ کو زیادہ طاقت ان کی سے کہ جزیہ سے زیادہ ان سے طلب نہ کیا جائے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ کی قبر کے پاس ایک قبر کے سوا اور کچھ جگہ نہ تھی اور سابق حدیث میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مرنے کے وقت کہا کہ مجھ کو حضرت ﷺ کے پاس دفن نہ کرنا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور قبر کی جگہ بھی وہاں تھی سو تطبیق یہ ہے کہ شاید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلے گمان تھا کہ ایک قبر کے سوا وہاں اور جگہ نہیں سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں دفن ہوئے تو ان کو معلوم ہوا کہ وہاں اور قبر کی جگہ بھی باقی ہے اس واسطے مرنے کے وقت یہ فرمایا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکوں کی قبروں کے پاس قبر بنانی واسطے امید نزول رحمت کے درست ہے اور یہ کہ اگر کوئی کسی چیز کا وعدہ کرے تو اس میں رجوع کرنا درست ہے اور وفا کرنا لازم نہیں، انتہی۔ (فتح)

## بَابُ مَا يُنْهٰى مِنْ سَبِّ الْأَمْوَاتِ.

مردوں کو برا کہنا درست نہیں۔

١٣٠٦ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

١٣٠٦۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مردوں کو گالی مت دو اور برا مت کہو اس واسطے

اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلٰى مَا قَدَّمُوْا وَرَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوْسِ عَنِ الْأَعْمَشِ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ الْأَعْمَشِ تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ وَابْنُ عَرْعَرَةَ وَابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ.

کہ وہ تو پہنچ گئے اپنے کیے کو۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کو برا کہنا مطلق درست نہیں لیکن یہ حدیث مخصوص ہے ساتھ حدیث انس رضی اللہ عنہ کے کہ لوگوں نے ایک میت کی نیکی بیان کی اور ایک کی برائی بیان کی سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ واجب ہوئی یعنی بہشت یا دوزخ اور فرمایا کہ تم اللہ کے گواہ ہو زمین میں اور حضرت ﷺ نے ان پر انکار نہ کیا اور احتمال ہے کہ مراد اموات سے خاص مسلمانوں کے مردے ہوں اس واسطے کہ کافروں کو برا کہنے سے تو اللہ کے نزدیک تقرب حاصل ہوتا ہے اور پھر کہا کہ زیادہ ترجیح قول یہ ہے کہ کافروں اور فاسقوں کے مردوں کی برائیاں بیان کرنی درست ہیں تا کہ لوگ ان سے پرہیز کریں اور نفرت پکڑیں اور اجماع ہے سب علماء کا کہ رواۃ مجروحین کی جرح کرنی درست ہے خواہ زندہ ہوں یا مردہ، انتہی۔

## بَابُ ذِكْرِ شِرَارِ الْمَوْتٰى.

برے مردوں کے یاد کرنے کا بیان

١٣٠٧ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ أَبُوْ لَهَبٍ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبًّا لَّكَ سَائِرَ الْيَوْمِ فَنَزَلَتْ ﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾.

١٣٠٧۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابولہب نے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو حضرت ﷺ کو کہا کہ ہلاکت ہو تجھ کو تمام دن سو اس کے حق میں یہ سورت اتری کہ ہلاک ہوئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور ہلاک ہوا وہ خود بھی۔

**فائدہ:** جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اے پیغمبر! اپنے نزدیکیوں کو ڈرا تو حضرت ﷺ صفا پہاڑ پر چڑھے اور مکہ والوں کو پکارا وہ سب جمع ہوئے حضرت ﷺ نے ان کو فرمایا کہ اگر میں تم کو خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے لشکر ہے کہ تم پر چڑھ آیا ہے تو تم اعتبار کرو گے انہوں نے کہا کہ ہاں فرمایا پس میں تم کو ڈراتا ہوں بڑے عذاب سے کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو ہلاک ہو جاؤ گے تب ابولہب علیہ اللعنۃ نے یہ کلمہ حضرت ﷺ کے حق میں کہا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافروں کے مردوں کو برا کہنا درست ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس پر لعنت کی و فیہ المطابقة للترجمة.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## كِتَابُ الزَّكٰوةِ — یہ کتاب ہے زکوٰۃ کے بیان میں

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ زکوٰۃ کے معنی لغت میں بڑھنا اور پاک کرنا ہے اور زکوٰۃ کو زکوٰۃ اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے مال بڑھتا ہے یا اس سے ثواب زیادہ ہوتا ہے یا ان کے متعلق اموال صاحب بڑھنے کے ہیں مانند تجارت اور زراعت وغیرہ کی اور دوسرا اعتبار کر کے زکوٰۃ کو زکوٰۃ اس واسطے کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ آدمی رذالت بخل اور گناہ ہونے سے پاک ہوتا ہے اور وہ تیسرا رکن ہے ارکان میں سے جن پر اسلام کی بنیاد ہے اور ابن عربی نے کہا کہ اطلاق کیا جاتا ہے زکوٰۃ کا اوپر صدقہ واجب کے اور مندوب کے اور نفقہ کے اور حق کے اور عفو کے اور شرع میں زکوٰۃ کہتے ہیں نصاب حولی کی ایک جز فقیر کو دینی کہ ہاشم کی اولاد میں سے نہ ہو پھر اس کا رکن ہے اور وہ مالک ہونا مال نصاب کا ہے کہ برس دن تک ملک میں رہے اور اصل زکوٰۃ فرض ہے اور منکر اس کا کافر ہے انتہی ملخصا اور اس میں اختلاف ہے کہ زکوٰۃ کب فرض ہوئی اکثر علماء کہتے ہیں کہ ہجرت کے بعد دوسرے سال میں فرض ہوئی پہلے رمضان کے، انتہی۔

بَابُ وُجُوْبِ الزَّكَاةِ وَقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَاٰتُوا الزَّكَاةَ﴾.

زکوٰۃ کے واجب ہونے کا بیان کہ مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض ہے اور دلیل اوپر فرض ہونے زکوٰۃ کے یہ آیت ہے کہ قائم رکھو نماز کو اور دو زکوٰۃ کو۔

**فائدہ:** لفظ قول کا مرفوع ہے ساتھ ابتدا کے یعنی مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے یعنی هو دليل على ما قلنا، انتهى (فتح) اس آیت سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ فرض ہے وفيه المطابقة للترجمة اور زکوٰۃ نماز کے ساتھ مذکور ہے قرآن مجید میں بیاسی جگہ۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حَدَّثَنِيْ أَبُوْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَذَكَرَ حَدِيْثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ.

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے ابو سفیان نے پس ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سب حدیث بیان کی ابو سفیان نے کہا کہ حکم کرتا ہے ہم کو ساتھ نماز کے اور زکوٰۃ کے اور برادر پروری کے اور پرہیزگاری کے۔

**فائدہ:** یہ حدیث ہرقل کی حدیث کا ٹکڑا ہے جو ابتدا کتاب میں گزری اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ فرض ہے وفیه المطابقة للترجمة.

١٣٠٨ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ زَكَرِيَّآءَ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِيْ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ ادْعُهُمْ إِلٰى شَهَادَةِ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِيْ أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَآئِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَآئِهِمْ.

١٣٠٨۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف حاکم کر کے بھیجا اور فرمایا کہ بلا ان کو (اول) طرف گواہی دینے اس کے کی کہ نہیں کوئی لائق عبادت کے سوائے اللہ کے اور بیشک میں اللہ کا رسول ہوں سو اگر وہ یہ بات مانیں اور شہادتین کا اقرار کریں تو ان کو خبر دے کہ اللہ نے فرض کیں ہیں ان پر پانچ نمازیں ہر دن رات میں سو اگر وہ یہ بات مانیں تو ان کو خبر دے کہ اللہ نے فرض کی ہے ان پر زکوٰۃ ان کے مالوں میں کہ لی جائے ان کے مالداروں سے یعنی جو مالک نصاب کے ہوں اور دی جائے ان کے فقیروں کو۔

**فائدہ:** یہ حدیث یہاں مختصر ہے اور دوسری جگہ مفصل ہے اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ زکوٰۃ فرض ہے وفیه المطابقة للترجمة.

١٣٠٩ ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُّدْخِلُنِي الْجَنَّةَ قَالَ مَا لَهٗ مَا لَهٗ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَبٌ مَا لَهٗ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَقَالَ بَهْزٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

١٣٠٩۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ مجھ کو کوئی ایسا عمل بتلایئے کہ مجھ کو بہشت میں داخل کرے لوگوں نے کہا اس کا کیا حال ہے اس کا کیا حال ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کوئی حاجت ہے عبادت کرے تو اللہ کی اور نہ شریک ٹھہرائے تو ساتھ اس کے کسی کو اور قائم رکھے تو نماز کو اور دے تو زکوٰۃ کو اور سلوک کرے تو ساتھ برادری کے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ وَأَبُوْهُ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوْسَى بْنَ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْشٰى أَنْ يَّكُوْنَ مُحَمَّدٌ غَيْرَ مَحْفُوْظٍ إِنَّمَا هُوَ عَمْرٌو.

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوۃ فرض ہے اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے اس کو توحید کے ساتھ متصل بیان کیا اور نیز سائل نے حضرت ﷺ سے وہ عمل پوچھا تھا کہ بہشت میں داخل کرے پس ضروری ہے جواب دینا ساتھ ایسے عمل کے کہ اگر اس کو نہ کرے تو بہشت میں نہ جائے اور جب بہشت میں نہ گیا تو لامحالہ دوزخ میں جائے گا، وفيه المطابقة للترجمة. (فتح)

١٣١٠ ۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا أَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَّنْظُرَ إِلٰى رَجُلٍ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلٰى هٰذَا حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ حَيَّانَ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ زُرْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

١٣١٠۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک گنوار حضرت ﷺ پاس آیا اور عرض کی کہ یا حضرت! آپ مجھ کو کوئی ایسا عمل بتلایئے کہ میں اس کے کرنے سے بہشت میں داخل ہوں حضرت ﷺ نے فرمایا وہ عمل یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے اور نماز فرض پڑھا کرے اور فرض زکوۃ ادا کیا کرے اور رمضان کے روزے رکھا کرے پھر اس مرد نے کہا قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اپنی طرف سے فرض جان کر نہ اس پر کچھ بڑھاؤں گا نہ گھٹاؤں گا سو جب وہ پیٹھ دے کر چلا تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو خوشی سے چاہے بہشتی مرد کو دیکھنا تو اس کو دیکھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوۃ دینی فرض ہے وفيه المطابقة للترجمة اور اس حدیث میں حج کا ذکر

نہیں یا تو اس شخص پر حج فرض نہ ہوگا یا یہ سبب کہ حج عمر بھر میں ایک بار فرض ہوتا ہے بخلاف نماز روزے، زکوٰۃ کے کہ وہ ہمیشہ فرض ہے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ جو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ فرض زکوٰۃ ادا کیا کر تو اس سے نفلی صدقہ نکل گیا کہ وہ زکوٰۃ لغوی ہے یا یہ اعتراض ہے زکوٰۃ معجلہ سے کہ سال گزرنے سے پہلے دی جائے کہ وہ زکوٰۃ ہے اور فرض نہیں اور یہ جو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ بہشتی ہے تو یہ یا تو آپ کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا اور یا اس جگہ شرط مقدر ہے یعنی اگر اس پر ہیشگی کرے گا تو بہشت میں داخل ہوگا اور قرطبی نے کہا کہ اس حدیث میں دلالت ہے اس پر کہ نفلوں کو چھوڑ دینا درست ہے لیکن جو ہمیشہ ترک کرے اس کے دین میں نقصان ہوتا ہے اور اگر ان کو بیزار ہو کر چھوڑ دے تو گنہگار ہوتا ہے اور سب اصحاب اور تابعین وغیرہ فرضوں کی طرح سنتوں پر ہیشگی کرتے تھے اور ان کے درمیان ثواب لوٹنے میں کبھی فرق نہ کرتے تھے اور فقہاء نے تو فرض اور سنتوں میں صرف اس واسطے فرق کیا ہے کہ اس پر وجوب اعادہ اور ترک اعادہ مرتب ہوتا ہے اور واجب ہونا عذاب کا اوپر ترک اس کے کی اور نفی اس کی اور شاید یہ لوگ تازہ اسلام لائے تھے سو حضرت ﷺ نے ان کو صرف فرض عمل بتلائے تا کہ ان کو بوجھ معلوم نہ ہو اور تھک نہ جائیں یہاں تک جب ان کے سینے کھل گئے واسطے حرص کرنے کے اوپر تحصیل ثواب مستحبات کے تو مندوبات ان پر آسان ہو گئے، انتہی۔

١٣١١ ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيْعَةَ قَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ وَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُوْ إِلَيْهِ مَنْ وَّرَآئَنَا قَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَشَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَعَقَدَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَأَنْ تُؤَدُّوْا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ

١٣١١۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عبدالقیس کے ایلچی حضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے سو انہوں نے عرض کی کہ یا حضرت! بیشک ہم جو قوم ربیعہ کا ایک قبیلہ ہیں ہمارے اور آپ کے درمیان آڑ ہیں قوم مضر کے کفار اور ہم آپ کے پاس آ نہیں سکتے مگر حرام کے مہینے میں کہ اس میں لڑائی نہیں ہوتی سو آپ ہم کو وہ عمل بتلائیے کہ ہم اس کو آپ سے سیکھ جائیں اور اپنے پچھلوں کو بتلا دیں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو حکم کرتا ہوں چار چیزوں کا اور منع کرتا ہوں چار چیزوں سے پہلا حکم اللہ پر ایمان لانا ہے یعنی اس طرح گواہی دینا ہے کہ کوئی لائق بندگی کے نہیں سوائے اللہ کے اور حضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ سے گرہ دی اس طرح یعنی واسطے شمار کرنے ان حکموں کے، اور دوسرا حکم نماز قائم کرنا ہے، اور تیسرا حکم زکوٰۃ کا دینا ہے، اور چوتھا حکم یہ کہ جو غنیمت کا مال

وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَقَالَ سُلَيْمَانُ وَأَبُو النُّعْمَانِ عَنْ حَمَّادٍ الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.

پاؤ اس سے پانچواں حصہ اللہ کی راہ میں دو اور منع کرتا ہوں تم کو کدو سے اور سبز گھڑے سے یعنی مرتبان سے اور کھجور کی لکڑی کے باسن سے اور روغنی رال دار باسن سے جس میں کہ روغن قیر (تارکول) ملا ہو۔

**فائدہ:** جب شراب حرام ہوئی تو حضرت ﷺ نے اس کے برتنوں کا استعمال کرنا بھی منع کیا تا کہ شراب یاد نہ رہے اور اس وقت شراب میں یہی چار قسم کے برتن رائج تھے پھر جب شراب کی عادت چھوٹ گئی تو اخیر میں ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دی چنانچہ دوسری حدیث میں آیا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ فرض ہے، وفیه المطابقة للترجمة.

١٣١٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا

١٣١٢۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ نے وفات پائی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور عرب کے بہت لوگ مرتد ہو گئے یعنی بعض نے زکوٰۃ کے فرض ہونے سے انکار کیا اور بعض نے زکوٰۃ نہ دی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑنے کا قصد کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو لوگوں سے کس طرح لڑے گا اور حالانکہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو لوگوں سے لڑنے کا حکم ہوا یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں سو جس نے لا الہ الا اللہ کہا تو اس نے اپنا مال جان بچایا مگر دین کی حق تلفی کا بدلہ ہے اور اس کا حساب اللہ کے ذمے ہے یعنی جب آدمی مسلمان ہوا تو اس کی جان اور مال لینا حرام ہے لیکن اگر ناحق خون کرے گا تو اس کے بدلے مارا جائے گا یا مال ضامن ہو گا تو اس سے مال دلایا جائے گا اور اگر وہ خوف سے ظاہر میں مسلمان ہوا اور دل میں کافر رہا تو اس سے اللہ حساب کرے گا دلوں کے حال دریافت کرنے کا حاکم کو حکم نہیں سو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی البتہ میں لڑوں گا اس شخص سے کہ فرق کرے درمیان نماز اور زکوٰۃ کے کہ نماز کو فرض جانے اور

هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

زکوۃ کو فرض نہ جانے اس واسطے کہ زکوۃ مال کا حق ہے یعنی جیسے کہ نماز بدن کا حق ہے قسم ہے اللہ کی کہ اگر وہ مجھ سے باز رکھیں گے بکری کا ایک بچہ بھی کہ اس کو حضرت ﷺ کے پاس ادا کیا کرتے تھے تو البتہ اس پر بھی میں ان سے لڑوں گا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا قسم ہے اللہ کی نہیں وہ مگر کہ اللہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا سو میں نے پہچان لیا کہ وہی بات حق ہے جس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوۃ دینی فرض ہے، وفيه المطابقة للترجمة.

بَابُ الْبَيْعَةِ عَلٰى إِيْتَآءِ الزَّكَاةِ.

زکوۃ دینے پر بیعت کرنے کا بیان۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ باب پہلے باب سے خاص ہے واسطے شامل ہونے اس کے کی اوپر اس بات کے کہ بیعت اسلام نہیں تمام ہوتی مگر ساتھ التزام دینے زکوۃ کے اور یہ کہ اس کا مانع اپنا عہد توڑنے والا ہے اور باطل کرنے والا ہے بیعت اپنی کا پس وہ خاص ہے واجب ہونے سے اس واسطے کہ ہر وہ چیز کہ اس کو حضرت ﷺ کی بیعت متضمن ہو واجب ہے اور یہ ضروری نہیں کہ بیعت ہر واجب کو شامل ہو، انتہی۔

﴿فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاٰتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾.

اگر وہ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں تو وہ تمہارے بھائی ہیں دین میں۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ اخوت دینی کہ موجب ہے واسطے عصمت مال اور جان کے ساتھ شرط ادائے زکوۃ کے ہے اور اس سے باز رہنا اس کے ابطال کا سبب ہے پس حاصل اس آیت کا تاکید ہے واسطے معنی باب کے۔

١٣١٣ ـ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ قَالَ قَالَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَآءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

١٣١٣۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ﷺ سے بیعت کی نماز کے قائم رکھنے پر اور زکوۃ کے دینے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر۔

**فائدہ:** مطابقت حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

بَابُ إِثْمِ مَانِعِ الزَّكَاةِ.

زکوۃ کے نہ دینے والے کے گناہ کا بیان۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ باب سابق باب سے خاص ہے اس واسطے کہ اس باب کی حدیث نص ہے اس

بات پر کہ جو زکوۃ نہ دے اس کو بڑا گناہ ہے اور آخرت میں اس کو بڑا عذاب ہوگا اور اس کا رسول اس سے بیزار ہوگا اور فرائض تو صرف باعتبار تفاوت عذاب اور ثواب کے متفاوت ہوتے ہیں سو جس کا عذاب بڑا ہے اس کا وجوب بھی زیادہ تر مؤکد ہے اس واجب سے جس میں مطلق عقوبت وارد ہوئی ہے، انتہی۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾.

اور اس آیت کا بیان کہ جو لوگ گاڑ رکھتے ہیں (جمع کرتے ہیں) سونا اور روپیہ اور خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں سو ان کو خوشخبری سنا دکھ والی مار کی جس دن دھکائیں (گرم کریں) گے اس پر آگ دوزخ کی پھر داغیں گے اس سے ان کے ماتھے اور گردنیں اور پیٹھیں یہ ہے جو تم گاڑتے تھے اپنے واسطے اب چکھو مزہ اپنے گاڑنے کا۔

**فائدہ:** تخصیص ان تین جگہوں کی اس واسطے ہے کہ مالک اس کا جب فقیر کو دیکھتا تھا تو اپنے ماتھے پر بل ڈالتا تھا اور پیٹھ پھیرتا اور پہلو کرتا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوۃ نہ دینے کا بڑا گناہ ہے، وفیہ المطابقة للترجمة اور اکثر علماء اس پر ہیں کہ یہ آیت اہل کتاب اور سب مسلمانوں کو شامل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ خاص اہل کتاب کے حق میں ہے۔ (فتح)

١٣١٤ ـ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأْتِي الْإِبِلُ عَلٰى صَاحِبِهَا عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ إِذَا هُوَ لَمْ يُعْطِ فِيْهَا حَقَّهَا تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَأْتِي الْغَنَمُ عَلٰى صَاحِبِهَا عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ إِذَا لَمْ يُعْطِ فِيْهَا حَقَّهَا تَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُوْنِهَا وَقَالَ وَمِنْ حَقِّهَا أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَآءِ قَالَ وَلَا يَأْتِيْ أَحَدُكُمْ

١٣١٤۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اونٹ اپنے مالک پر آئیں گے اس حال میں کہ بہتر ہوں گے اس سے جتنے کہ پہلے تھے یعنی خوب موٹے ہوں گے تاکہ روندنے میں زیادہ تکلیف ہو جب کہ ان کی زکوۃ نہ دی ہوگی کہ وہ اونٹ اپنے پاؤں سے اس کو روندیں گے اور اسی طرح بکریاں بھی قیامت کے دن اپنے مالک پر آئیں گی اس حال میں کہ بہتر ہوں گی اس سے جتنی کہ پہلے تھیں یعنی خوب موٹی ہوں گے جب کہ ان کی زکوۃ نہ دی ہوگی کہ وہ بکریاں اپنے پاؤں سے اس کو روندیں گی اور اپنے سینگوں سے اس کو ماریں گی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور حق اس کا یہ بھی ہے کہ پانی کے کنارے پر اس کا دودھ دھویا جائے

يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِشَاةٍ يَحْمِلُهَا عَلٰى رَقَبَتِهٖ لَهَا يُعَارٌ فَيَقُوْلُ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ وَلَا يَأْتِيْ بِبَعِيْرٍ يَحْمِلُهٗ عَلٰى رَقَبَتِهٖ لَهٗ رُغَاءٌ فَيَقُوْلُ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ.

یعنی مساکین لوگ پئیں اور نہ آئے کوئی قیامت کے دن ساتھ بکری کے کہ اس کو اپنی گردن پر اٹھائے ہو کہ اس کے لیے آواز ہو گی پس کہے وہ شخص کہ اے محمد! میری شفاعت کریں پس میں کہوں گا کہ میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا اور تو نے نہ مانا اور نہ آئے کوئی قیامت کے دن ساتھ اونٹ کے کہ وہ اس کو اپنی گردن پر اٹھائے ہو کہ اس کے لیے آواز ہو گی پس کہے اے محمد! میری شفاعت کریں سو میں کہوں گا کہ میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا یعنی جو کوئی زکوٰۃ نہ دے قیامت کے دن اس کا یہ حال ہو گا کہ اس جانور کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہو گا پس لازم ہے کہ کوئی ایسا نہ کرے۔

**فائدہ:** صحیح مسلم کی روایت میں اس طرح آیا ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اونٹوں کا کوئی مالک نہیں جس نے ان کا حق ادا نہ کیا یعنی ان کی زکوٰۃ نہ دی مگر کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو ان کا مالک برابر میدان میں منہ کے بل ڈالا جائے گا اس حال میں کہ وہ اونٹ کامل ہوں گے گنتی اور موٹاپے میں نہ گم کرے گا مالک ان کا ان میں سے ایک بچہ اونٹ کا کہ وہ اونٹ اس کو اپنے پاؤں سے روندیں گے اور اپنے منہ سے کاٹیں گے جب کہ گزرے گی اس پر پہلی جماعت لائی جائے گی اس پر پچھلی جماعت یعنی اس طرح سے چلا جائے گا کہ ایک قطار کے پیچھے دوسری قطار اونٹوں کی اس کو کچلیں گے اس دن میں کہ ہے مقدار اس کی پچاس ہزار سال کی یہاں تک کہ فیصلہ کیا جائے درمیان بندوں کے پس دیکھے گا راہ اپنی یا طرف بہشت کی یا طرف دوزخ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے کا بڑا گناہ ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن چوپایوں کو زندہ کیا جائے گا تا کہ عذاب کیا جائے ساتھ ان کے مانع زکوٰۃ کو اور یہ کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا اور بھی حق ہے لیکن اس کے ترک پر عذاب نہیں یا محمول ہے اس حالت پر کہ مسافر دودھ کے لیے بے قرار ہو، انتہی ملخصا۔ (فتح)

١٣١٥ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

١٣١٥۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو کہ اللہ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال اس کے لیے گنجا سانپ بنایا جائے گا کہ اس کی آنکھوں پر دو نقطے سیاہ ہوں گے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهٗ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِيْ بِشِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا ﴿لَا يَحْسِبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾. الْاٰيَةَ.

کہ قیامت کے دن وہ سانپ بطورِ طوق اسکے گلے میں ڈالا جائے گا پھر وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا پھر کہے گا میں ہوں تیرا مال میں ہوں تیرا خزانہ پھر حضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی کہ نہ گمان کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں ساتھ اس چیز کے کہ دی ان کو اللہ نے اپنے فضل سے یعنی مال اپنا کہ وہ بہتر ہے ان کے لیے بلکہ برا ہے ان کے لیے قریب ہے کہ طوق ڈالے جائیں گے اس چیز کا کہ بخل کرتے ہیں ساتھ اس کے قیامت کے دن یعنی وہ مال طوق ہو کر ان کی گردنوں میں پڑے گا۔

**فائدہ:** گنجا سانپ یعنی اس کے سر پر بال نہیں ہوں گے یہ علامت ہے بہت زہریلے ہونے اس کے کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے کا بڑا گناہ ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ چاندی سونے کا ایسا کوئی مالک نہیں جو اس کی زکوٰۃ نہیں دیتا مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو آگ سے پگھلا کر چاندی سونے کے پترے بنائے جائیں گے پھر دوزخ کی آگ میں وہ پترے گرم کیے جائیں گے پھر ان سے مالک کی کوکھ اور ماتھا اور پیٹھ داغے جائیں گے سو یہ حدیث پہلی حدیث کے معارض نہیں اس واسطے کہ احتمال ہے کہ دونوں امر اکٹھے ہوں اور دونوں طرح سے عذاب کیا جائے۔

بَابُ مَا أُدِّيَ زَكَاتُهٗ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ.

جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے وہ خزانہ نہیں اور آیت ﴿والذين يكنزون الذهب والفضة﴾ الآیۃ کی وعید میں داخل نہیں واسطے دلیل اس حدیث کے کہ نہیں پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو پانچ اوقیہ سے کم چاندی ہو وہ کنز میں داخل نہیں بلکہ معاف ہے اور جو پانچ اوقیہ سے زیادہ ہو اس میں زکوٰۃ واجب ہے یعنی جس مال میں زکوٰۃ واجب نہیں اس کو کنز نہیں کہا جاتا اس واسطے کہ وہ معاف ہے اور جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے تو چاہیے کہ اس کو بھی کنز نہ کہا جائے اس لیے کہ وہ بھی معاف ہے ساتھ نکالنے زکوٰۃ واجب کے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے وہ کنز نہیں اگرچہ ساتوں زمینوں کے نیچے ہو اور جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے وہ کنز ہے اگرچہ زمین کے اوپر ہو، انتہی۔ (فتح) اور حاصل اس کا یہ ہے کہ آیت ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ الآیۃ سے ظاہراً وہم ہوتا ہے کہ مال جمع کرنا مطلق

درست نہیں خواہ اس کی زکوۃ ادا کی ہو یا نہ کی ہو سو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس وہم کے دفع کرنے کے واسطے یہ باب باندھا اور بیان کیا کہ جس مال کی زکوۃ ادا کی جائے اس کا جمع کرنا اور زمین میں دبانا درست ہے اور اس آیت کی وعید میں داخل نہیں اور اس پر سب اصحاب کا اجماع ہے سوائے ابوذر رضی اللہ عنہ کے۔ (فتح)

١٣١٦ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ أَخْبِرْنِيْ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا فَوَيْلٌ لَّهُ إِنَّمَا كَانَ هٰذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَاةُ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللّٰهُ طُهْرًا لِّلْأَمْوَالِ.

١٣١٦۔ حضرت خالد بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکلے سو ایک دیہاتی نے کہا کہ خبر دے مجھ کو اللہ تعالیٰ کے اس قول سے کہ جو لوگ کہ جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی آخر آیت تک ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جو کوئی مال جمع کرے اس کی زکوۃ ادا نہ کرے تو خرابی ہے واسطے اس کے اور یہ حکم تو زکوۃ کے اترنے سے پہلے تھا سو جب زکوۃ نازل ہوئی اور واجب ہوئی تو کیا اس کو اللہ نے پاک کرنے والی واسطے مالوں کے۔

**فائدہ:** یعنی مال کا جمع کرنا کہ حاجت سے زیادہ ہو ابتدائے اسلام میں مطلق منع تھا تا کہ فقراء کے ساتھ سلوک کیا جائے پھر جب زکوۃ واجب ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہوا پس جس مال کی زکوۃ ادا کی جائے اس کا جمع کرنا درست ہے اور اس آیت کی وعید میں داخل نہیں، وفیہ المطابقة للترجمة. (فتح)

١٣١٧ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيْدَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ أَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيْهِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ.

١٣١٧۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوۃ اور نہیں پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ اور نہیں پانچ وسق سے کم تر چھوہارے میں زکوۃ۔

**فائدہ:** اوقیہ چالیس درھم کا ہوتا ہے تو پانچ اوقیہ کے دوسو درھم ہوئے جو تولے کے حساب سے ساڑھے باون تولے ہوتے ہیں اور وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے جو تخمینا پانچ من پختہ ہوتے ہیں اس حدیث میں تین چیزوں کے نصاب کا بیان ہے کہ ان سے کمتر میں زکوۃ نہیں اور یہی ہے مذہب امام شافعی رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور محمد رحمہ اللہ اور جمہور کا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس مال کی زکوۃ ادا کی جائے اس کا جمع کرنا درست ہے، کما مر وفیه المطابقة للترجمة.

١٣١٨ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي هَاشِمٍ سَمِعَ هُشَيْمًا أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ فَإِذَا أَنَا بِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ لَهُ مَا أَنْزَلَكَ مَنْزِلَكَ هٰذَا قَالَ كُنْتُ بِالشَّامِ فَاخْتَلَفْتُ أَنَا وَمُعَاوِيَةُ فِي الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ مُعَاوِيَةُ نَزَلَتْ فِيْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَقُلْتُ نَزَلَتْ فِيْنَا وَفِيْهِمْ فَكَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ فِيْ ذَاكَ وَكَتَبَ إِلٰى عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَشْكُوْنِيْ فَكَتَبَ إِلَيَّ عُثْمَانُ أَنِ اقْدَمِ الْمَدِيْنَةَ فَقَدِمْتُهَا فَكَثُرَ عَلَيَّ النَّاسُ حَتّٰى كَأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْنِيْ قَبْلَ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ ذَاكَ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لِيْ إِنْ شِئْتَ تَنَحَّيْتَ فَكُنْتَ قَرِيْبًا فَذَاكَ الَّذِيْ أَنْزَلَنِيْ هٰذَا الْمَنْزِلَ وَلَوْ أَمَّرُوْا عَلَيَّ حَبَشِيًّا لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ.

١٣١٨۔ حضرت زید بن وہب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں ربذہ (ایک بستی کا نام ہے تین منزل پر مدینہ سے ابو ذر رضی اللہ عنہ کی قبر اسی جگہ میں ہے) میں گزرا پس اچانک میں نے وہاں ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا سو میں نے ان سے کہا کہ کس چیز نے تم کو یہاں اتارا ہے یعنی تم مدینہ کو چھوڑ کر اس بستی میں کیوں آ ٹھہرے ہو ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں شام میں تھا سو میں اور معاویہ دونوں اس آیت میں جھگڑے کہ وہ لوگ جو جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی اور نہیں خرچ کرتے اس کو اللہ کی راہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت اہل کتاب کے حق میں اتری ہے یعنی یہ حکم صرف انہیں کے ساتھ خاص ہے کہ ان کو مال جمع کرنا مطلق درست نہیں اور مسلمانوں کو درست ہے جب کہ زکوۃ دیں اور میں نے کہا کہ ہمارے اور اہل کتاب سب کے حق میں اتری ہے یعنی یہ آیت عام ہے مسلمانوں اور اہل کتاب سب کو شامل ہے سو میرے اور اس کے درمیان اس باب میں گفتگو ہوئی سو معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف میری شکایت لکھی سو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے میری طرف لکھا کہ تو مدینہ میں چلا آ سو میں مدینہ میں آیا اور بہت لوگ میرے پاس جمع ہوئے یہاں تک کہ گویا انہوں نے اس سے پہلے مجھ کو کبھی نہ دیکھا تھا سو میں نے وہ گفتگو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیان کی سو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تو لوگوں سے کنارہ پکڑے اور گوشہ گیری کرے اور مدینہ کے قریب رہے تو بہت

خوب ہو سو یہ چیز ہے جس نے کہ مجھ کو اس جگہ اتارا اور اگر حبشی کو مجھ پر سردار بنائیں تو البتہ میں اس کا کہا مانوں اور اطاعت کروں۔

**فائدہ:** حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی تھے اور بڑے زاہد تھے ظاہر اس آیت کی دلیل سے کہتے تھے کہ جو مال حاجت سے زیادہ ہو اس کا پاس رکھنا اور جمع کرنا حرام ہے اگرچہ اس کی زکوۃ بھی ادا کر چکا ہو اور معاویہ کہتے تھے کہ یہ آیت اہل کتاب کے ساتھ خاص ہے مطلق مال جمع کرنے کی وعید ان کے حق میں ہے اور مسلمان جب زکوۃ ادا کریں تو اس وعید میں داخل نہیں اور یہی قول ہے سب اصحاب کا کہ جس مال کی زکوۃ ادا کی جائے اس کا جمع کرنا اور دبانا درست ہے اگرچہ حاجت سے زیادہ ہو اور بہت ہو وفیہ المطابقة للترجمة اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار مخاطب ہیں ساتھ احکام شریعت کے اس واسطے کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں نے اہل کتاب کو اس میں شامل کیا اور یہ کہ حاکموں کو چاہیے کہ علماء کے ساتھ نرمی کریں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے باوجود کہ حاکم تھا ابو ذر رضی اللہ عنہ پر جبر نہ کیا اور یہ کہ امام سے بغاوت کرنی درست نہیں اور یہ کہ حاکموں کی اطاعت کرنا بہت عمدہ بات ہے اور یہ کہ جائز ہے حکم کرنا افضل کو ساتھ اطاعت مفضول کے اور یہ کہ جائز ہے اختلاف کرنا اجتہاد میں اور یہ کہ جائز ہے شدت کرنی امر معروف میں اگرچہ اس سے وطن چھوڑنے پر نوبت پہنچے اور یہ کہ جلب مصلحت پر دفع مفسدہ کو مقدم کرنا چاہیے، انتہی۔

١٣١٩ ـ حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ جَلَسْتُ ح وَحَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَلَاءِ بْنُ الشِّخِّيْرِ أَنَّ الْأَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ جَلَسْتُ إِلٰى مَلَإٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَجَآءَ رَجُلٌ خَشِنُ الشَّعَرِ وَالثِّيَابِ وَالْهَيْئَةِ حَتّٰى قَامَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بَشِّرِ الْكَانِزِيْنَ بِرَضْفٍ يُّحْمٰى عَلَيْهِ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ثُمَّ يُوْضَعُ عَلٰى حَلَمَةِ ثَدْيِ أَحَدِهِمْ

١٣١٩۔ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا تھا سو ایک مرد سخت بال اور سخت کپڑوں اور سخت شکل والا آیا یعنی اس کے کپڑے اور بال موٹے تھے اور سادہ معلوم ہوتا تھا یہاں تک کہ ان کے سر پر کھڑا ہو کر سلام کیا پھر کہا کہ خوشخبری دے مال جمع کرنے والوں کو ساتھ پتھر کے کہ دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر رکھا جائے گا اوپر نوک چھاتی مالدار کے یہاں تک کہ نکلے گا اس کے مونڈھے کے اوپر والی ہڈی سے یعنی پچھلی طرف سے اور رکھا جائے گا اوپر ہڈی مونڈھے اس کے کے یہاں تک کہ اس کے پستان کی نوک سے نکل جائے گا اور بخیل تھرتھرائے گا پھر وہ شخص پیٹھ دے کر ایک کھنبے (ستون) کے پاس جا کر بیٹھا

حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ نُغْضِ كَتِفِهٖ وَيُوْضَعُ عَلٰى نُغْضِ كَتِفِهٖ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ حَلَمَةِ ثَدْيِهٖ يَتَزَلْزَلُ ثُمَّ وَلّٰى فَجَلَسَ إِلٰى سَارِيَةٍ وَتَبِعْتُهٗ وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ وَأَنَا لَا أَدْرِيْ مَنْ هُوَ فَقُلْتُ لَهٗ لَا أُرَى الْقَوْمَ إِلَّا قَدْ كَرِهُوا الَّذِيْ قُلْتَ قَالَ إِنَّهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا قَالَ لِيْ خَلِيْلِيْ قَالَ قُلْتُ وَمَنْ خَلِيْلُكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَتُبْصِرُ أُحُدًا قَالَ فَنَظَرْتُ إِلَى الشَّمْسِ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ وَأَنَا أُرٰى أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرْسِلُنِيْ فِيْ حَاجَةٍ لَهٗ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا أُحِبُّ أَنَّ لِيْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا أُنْفِقُهٗ كُلَّهٗ إِلَّا ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ وَإِنَّ هٰؤُلَاءِ لَا يَعْقِلُوْنَ إِنَّمَا يَجْمَعُوْنَ الدُّنْيَا وَلَا وَاللّٰهِ لَا أَسْأَلُهُمْ دُنْيَا وَلَا أَسْتَفْتِيْهِمْ عَنْ دِيْنٍ حَتّٰى أَلْقَى اللّٰهَ.

اور میں بھی اس کے پیچھے چلا گیا اور اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے سو میں نے اس سے کہا کہ نہیں گمان کرتا میں ان لوگوں کو مگر کہ ناخوش جانا اس کو جو کچھ کہ تو نے کہا' کہا وہ کچھ نہیں سمجھتے میرے دوست نے مجھ کو کہا میں نے کہا (احنف کا قول ہے) تیرا دوست کون ہے جس کو تو مراد رکھتا ہے ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد رکھتا ہوں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا کہ اے ابوذر! کیا تو اُحد پہاڑ کو دیکھتا ہے ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے سورج کو دیکھا کہ کتنا دن باقی ہے اور میں گمان کرتا ہوں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اپنے کسی کام کے لیے بھیجتے ہیں یعنی عرض کی کہ میں دیکھتا ہوں فرمایا کہ میں دوست نہیں رکھتا کہ میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو کہ میں وہ سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں سوائے تین دیناروں کے اور ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ لوگ محض بے عقل ہیں یہ تو صرف دنیا جمع کرتے ہیں اور قسم ہے اللہ کی کہ نہ میں ان سے دنیا چاہتا ہوں اور نہ کوئی دین کا مسئلہ پوچھتا ہوں یہاں تک کہ میں مر جاؤں۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مال جمع نہ کرے لیکن یہ حدیث اولویت پر محمول ہے اس واسطے کہ مال کا جمع کرنا اگرچہ مباح ہے لیکن جمع کرنے والے سے اس کا حساب لیا جائے گا کہ کس جگہ خرچ کیا اور حساب میں خطرہ ہے پس نہ جمع کرنا مال کا اسلم ہے اور اولی ہے واجب نہیں جیسے کہ آئندہ باب سے معلوم ہوتا ہے اور جو حدیث کہ مال کے حاصل کرنے اور خرچ کرنے کی فضیلت میں وارد ہوئی ہے تو وہ محمول ہے اس شخص پر کہ اس کو حلال وجہ سے کمائے کہ اس پر حساب کا خوف نہ ہو اور یہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تین دینار چاہتا ہوں تو شاید یہ واسطے کسی حاجت کے تھا کہ اس وقت آپ کو پیش آئی تھی یا واسطے ادائے قرض کے تھا اور اس حدیث کو ترجمہ باب سے ظاہرا کچھ مناسبت معلوم نہیں ہوتی اس واسطے کہ باب کا مسئلہ یہ ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے اس کا جمع کرنا درست ہے اور یہ بات اس سے معلوم نہیں ہوتی ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں کل مال خرچ کر ڈالنا درست ہے جب تک کہ وارث کا محروم ہونا لازم نہ آئے۔ (فتح)

بَابُ إِنْفَاقِ الْمَالِ فِيْ حَقِّهِ.

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا بیان۔

١٣٢٠ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَيْسٌ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٍ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٍ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا.

١٣٢٠۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد کرنا لائق نہیں مگر دو آدمیوں میں ایک تو وہ مرد جس کو اللہ نے مال دیا ہے سو اس کو قدرت دی اوپر خرچ کرنے اس کے کے بیچ راہ اللہ کے اور دوسرا وہ مرد جس کو اللہ نے حکمت دی یعنی قرآن اور حدیث سو وہ اس کے ساتھ عمل کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا ہے۔

**فائدہ:** حسد یہ ہے کہ دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے اور چاہے کہ جاتی رہے یہ حرام ہے اور اکثر خلق اسی رنج اور بلا میں مبتلا ہے لیکن اگر کسی دیندار کو دیکھ کر آرزو کرے کہ اللہ ہم کو بھی ایسا کرے تو درست ہے یہ حسد نہیں اس کو غبط کہتے ہیں اور وجہ تخصیص کی یہ ہے کہ جہل اور بخل آدمی کی دونوں صفتیں فطرتی ہیں پس ان کا اہتمام کرنا زیادہ مقصود تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی بڑی فضیلت ہے پس یہ دلیل ہے اس پر کہ جن حدیثوں میں مال جمع کرنے کی وعید آئی ہے مراد ان سے وہ مال ہے کہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہو۔ (فتح)

بَابُ الرِّيَآءِ فِي الصَّدَقَةِ.

خیرات میں ریا کرنے کا بیان۔

**فائدہ:** یعنی ریا خیرات کو باطل کر دیتی ہے پس مراد اس سے وہ خیرات ہے کہ محض لوگوں کے دکھلانے کے لیے کرے تا کہ لوگ اس کی تعریف کریں۔

لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ. وَالْأَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ﴾.

یعنی واسطے دلیل اس آیت کے کہ اے ایمان والو! مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر اور ستا کر جیسے وہ شخص جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو اور یقین نہیں رکھتا اللہ پر اور پچھلے دن پر سو اس کی مثال جیسے صاف پتھر اس پر پڑی ہے مٹی پھر اس پر برسا زور کا مینہ تو اس کو کر رکھا سخت کچھ ہاتھ نہیں لگتی ان کو اپنی کمائی اور اللہ راہ نہیں دیتا منکر لوگوں کو۔

**فائدہ:** یعنی اگر دکھانے کی نیت سے خرچ کیا تو جیسے پتھر پر دانہ بویا جب زور کا مینہ برسا تو صاف رہ گیا اس میں کیا اُگے گا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ریا کاری خیرات کو باطل اور ضائع کر دیتی ہے اگر دکھلانے کی نیت سے خرچ

کرے تو مطلق کچھ ثواب نہیں ملتا اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تشبیہ دی مبطل ثواب صدقہ کو ساتھ اس شخص کے کہ صدقہ میں ریا کرے، اور مشبہ بہ اقویٰ ہوتا ہے مشبہ سے پس ریا کرنے والا لا محالہ اس سے بدتر ہوگا، وفيه المطابقة للترجمة.

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا صَلْدًا لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَابِلٌ مَطَرٌ شَدِيْدٌ وَالطَّلُّ النَّدٰى.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ صلدًا (کہ اس آیت میں واقع ہوا ہے) کے معنی یہ ہیں کہ اس پر کوئی چیز نہ ہو اور عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وابل (کہ اس آیت میں واقع ہوا ہے) کے معنی سخت مینہ ہیں اور طل کے معنی تراوٹ کے ہیں۔

بَابُ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَدَقَةً مِّنْ غُلُوْلٍ وَّلَا يَقْبَلُ إِلَّا مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ لِقَوْلِهِ ﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَا أَذًى وَّاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ﴾.

یعنی نہیں قبول کرتا اللہ وہ صدقہ کہ لوٹ کے مال میں خیانت کی ہو اور نہیں قبول کرتا صدقہ مگر پاک کمائی سے کہ وہ حلال سے کمایا ہو واسطے دلیل اس آیت کے کہ بات کہنی معقول اور درگزر کرنی بہتر ہے اس خیرات سے جس کے پیچھے ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ ہے تحمل والا یعنی مانگنے والے کو نرمی سے جواب دینا اور اس کی بدخوئی پر درگزر کرنا بہتر ہے اس سے کہ دے اور پھر اس کو بار بار دبائے یا سمجھے کہ میں نے تو اللہ کو دیا ہے اس کو کیا پرواہ ہے مگر اپنا بھلا کرتا ہوں

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر لوٹ کے مال میں سے خیانت کر کے صدقہ دے تو وہ قبول نہیں ہوتا اس واسطے کہ جب متصدق علیہ معلوم کرے گا کہ یہ صدقہ لوٹ کے مال میں سے خیانت کی ہوئی ہے یا کسی سے ناحق چھینا ہوا ہے تو وہ اس سے ایذا پائے گا اور اس کے ساتھ کبھی راضی نہ ہوگا جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دودھ قے کیا جب کہ معلوم ہوا کہ وہ حلال کمائی میں سے نہیں اور صدقہ کرنے والے پر یہ بات صادق آتی ہے کہ اس نے سائل کو ایذا دی ساتھ تعریض کھانے اس چیز کے کہ اگر وہ اس کو جانے تو قبول نہ کرے، انتہی۔ (فتح) اور شارح تراجم نے لکھا ہے کہ غاصب ایذا دینے والا ہے واسطے صاحب مال کے اور گنہگار ہے بیچ تصرف اس کے کے پس یہ صدقہ بطریق اولیٰ قبول نہ ہوگا، وفيه المطابقة للترجمة.

بَابُ الصَّدَقَةِ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ لِقَوْلِهِ

پاک کمائی سے صدقہ قبول ہونے کا بیان یعنی حلال مال

﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاٰتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾.

سے صدقہ قبول ہوتا ہے واسطے دلیل اس آیت کے کہ مٹاتا ہے اللہ سود اور بڑھاتا ہے خیرات اور اللہ نہیں چاہتا کسی ناشکرے گنہگار کو جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کیے اور قائم رکھی نماز اور دی زکوٰۃ ان کو ہے بدلہ ان کا اپنے رب کے پاس اور نہ ان کو خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

**فائدہ**: اس آیت سے معلوم ہوا کہ حلال مال سے صدقہ قبول ہوتا ہے اس واسطے کہ صدقات کا لفظ اگرچہ عام ہے شامل ہے ہر صدقہ کو پاک مال سے ہو یا ناپاک سے لیکن وہ مخصوص ہے ساتھ اس صدقہ کے کہ پاک مال سے ہو ساتھ دلیل آیت ﴿وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ﴾ کے یعنی قصد نہ کرو گندی اور ناپاک چیز کا کہ خرچ کرو، وفيه المطابقة للترجمة.

١٣٢١ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَّلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ إِلَّا الطَّيِّبَ وَإِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهٖ كَمَا يُرَبِّيْ أَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ تَابَعَهٗ سُلَيْمَانُ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ وَقَالَ وَرْقَآءُ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ مُسْلِمُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ وَسُهَيْلٌ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

١٣٢١۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو صدقہ دے گا کھجور کے برابر حلال روزی سے اور اللہ قبول بھی نہیں کرتا سوائے حلال کے تو اس کو اللہ قبول کرتا ہے رحمت کے دائیں ہاتھ سے پھر اس کو پالتا ہے دینے والے کے واسطے جیسے کہ تم اپنا بچھڑا پالتے ہو یہاں تک کہ اس تھوڑی چیز کو بڑھاتا ہے کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

**فائدہ:** یعنی اگر حلال مال تھوڑا بھی اللہ کی راہ میں دے تو اس کا ثواب بے حساب ہے اس حدیث سے کئی فائدے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اگر کوئی حرام مال سے لاکھوں روپے خرچ کرے تو اللہ اس کو ہرگز قبول نہیں کرتا۔ دوسرا یہ کہ حلال مال سے کوڑی دینا بھی لاکھوں روپے کے برابر ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ۔ تیسرا یہ کہ مسلمان صدقہ خرچ کرنے میں حلال مال کا دھیان رکھے تھوڑے بہت کا خیال نہ کرے۔

## بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الرَّدِّ. نہ قبول کرنے سے پہلے صدقہ کرنے کا بیان۔

**فائدہ:** یعنی قیامت کے قریب زمین اپنے سب خزانے باہر نکال ڈالے گی اور سب مالدار ہو جائیں گے کسی کو مال کی حاجت نہ رہے گی کوئی صدقہ قبول نہ کرے گا پس بہتر ہے کہ ایسا وقت آنے سے پہلے صدقہ کرے۔

١٣٢٢ ـ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا فَإِنَّهُ يَأْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَّقْبَلُهَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِيْ بِهَا.

١٣٢٢۔ حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیرات کرو اور صدقہ دو اس واسطے کہ قریب ہے کہ مرد اپنا صدقہ لے جائے گا تو نہ پائے گا کسی کو صدقہ قبول کرے فقیر کہے گا کہ تو اس کو کل لاتا تو میں اس کو قبول کرتا اور آج تو مجھ کو حاجت نہیں۔

**فائدہ:** قیامت کے قریب زمین اپنے خزانے باہر نکال دے گی سب لوگ مالدار ہو جائیں گے کوئی محتاج نہ ملے گا جو صدقہ قبول کرے سو فرمایا کہ اس وقت کو غنیمت جانو جو دینا ہے سو محتاجوں کو دو اور مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

١٣٢٣ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ حَتّٰى يُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَّقْبَلُ صَدَقَتَهُ وَحَتّٰى يَعْرِضَهُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْ يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ لَا أَرَبَ لِيْ.

١٣٢٣۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ تم میں بہت مال ہو جائے گا تو اُبل پڑے گا یہاں تک کہ مالدار فکر میں رنجیدہ ہوگا کہ کون اس کی زکوٰۃ کا مال لے اور یہاں تک کہ اس کو کسی محتاج کے پیش کرے گا تو وہ فقیر کہے گا کہ مجھ کو اس کی کچھ حاجت نہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے قریب مال کی کثرت ہوگی سب لوگ مال دار ہو جائیں گے کوئی محتاج نہ ملے گا کہ زکوٰۃ کا مال لے پس مناسب ہے کہ آدمی اس وقت سے پہلے پہلے خیرات کرے، وفيه المطابقة للترجمة.

١٣٢٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمِ النَّبِيْلُ أَخْبَرَنَا سَعْدَانُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُجَاهِدٍ حَدَّثَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِيْفَةَ الطَّآئِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَهُ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا يَشْكُو الْعَيْلَةَ وَالْآخَرُ يَشْكُوْ قَطْعَ السَّبِيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا قَطْعُ السَّبِيْلِ فَإِنَّهُ لَا يَأْتِيْ عَلَيْكَ إِلَّا قَلِيْلٌ حَتّٰى تَخْرُجَ الْعِيْرُ إِلٰى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيْرٍ وَأَمَّا الْعَيْلَةُ فَإِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُوْمُ حَتّٰى يَطُوْفَ أَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهٖ لَا يَجِدُ مَنْ يَّقْبَلُهَا مِنْهُ ثُمَّ لَيَقِفَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ حِجَابٌ وَّلَا تَرْجُمَانٌ يُّتَرْجِمُ لَهٗ ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ لَهٗ أَلَمْ أُوْتِكَ مَالًا فَلَيَقُوْلَنَّ بَلٰى ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ أَلَمْ أُرْسِلْ إِلَيْكَ رَسُوْلًا فَلَيَقُوْلَنَّ بَلٰى فَيَنْظُرُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَلَا يَرٰى إِلَّا النَّارَ ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ شِمَالِهٖ فَلَا يَرٰى إِلَّا النَّارَ فَلْيَتَّقِيَنَّ أَحَدُكُمُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ.

١٣٢٤۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا سو دو مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ ان میں سے ایک تو محتاجی کی شکایت کرتا تھا اور ایک رہزنوں کی شکایت کرتا تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہزنی کا تو یہ حال ہے کہ نہ گزرے گا تجھ پر مگر تھوڑا زمانہ یہاں تک کہ چلے گا قافلہ طرف مکہ کی بغیر سردار اور نگہبان کے یعنی عنقریب ہے کہ ملک میں امن ہوگا کہ کوئی رہزن اور ڈاکو نہ رہے گا لیکن محتاجی پس تحقیق قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ تم میں سے کوئی آدمی اپنا صدقہ لے کر گھومے گا تو نہ پائے گا کسی کو کہ اس کا صدقہ قبول کرے یعنی خاطر جمع رکھ کہ عنقریب محتاجی دور ہوگی لوگوں میں کوئی محتاج نہ رہے گا پھر تم میں سے کوئی آدمی اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان نہ کوئی پردہ ہوگا اور نہ کوئی ترجمان کہ ایک کی بات دوسرے کو سمجھائے پھر اللہ اس کو فرمائے گا کہ کیا میں نے تجھ کو مال نہیں دیا تھا سو بندہ عرض کرے گا کیوں نہیں دیا تھا پھر اللہ فرمائے گا کہ کیا میں نے تیرے پاس رسول نہیں بھیجا تھا سو بندہ کہے گا کہ کیوں نہیں پھر بندہ اپنی دائیں طرف نظر کرے گا پس نہ دیکھے گا مگر آگ پھر اپنی بائیں طرف نظر کرے گا سو نہ دیکھے گا مگر آگ پس چاہیے کہ بچے ہر آدمی دوزخ سے اگرچہ آدھی کھجور ہی دے کر سہی یعنی تھوڑی خیرات بھی دوزخ سے بچاتی ہے اور اگر کوئی چیز خیرات کے لیے نہ پائے تو اچھی بات ہی سہی کہ اس سے سائل کا دل خوش ہو۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی اس وقت کو غنیمت جانے جو صدقہ دینا ہو وہ محتاجوں کو دے اس وقت سے پہلے کہ کوئی صدقہ قبول کرنے والا نہ ملے، وفيه المطابقة للترجمة.

**١٣٢٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوْفُ الرَّجُلُ فِيْهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ ثُمَّ لَا يَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهَا مِنْهُ وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُوْنَ امْرَأَةً يَلُذْنَ بِهِ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَآءِ.**

١٣٢٥۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ بیشک لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے صدقے کا سونا لے کر پھرے گا سو نہ پائے گا کسی کو کہ اس کا صدقہ قبول کرے اور ایک مرد دیکھا جائے گا کہ اس کے پیچھے چالیس عورتیں ہوں گی جو اس کے ساتھ پناہ پکڑیں گی مردوں کے کم ہونے کے سبب سے اور عورتوں کے زیادہ ہونے کے سبب سے۔

**فائدہ:** مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

**بَابُ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ وَالْقَلِيْلِ مِنَ الصَّدَقَةِ ﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ الْأٰيَةَ وَإِلٰى قَوْلِهِ ﴿مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ﴾.**

آدھی کھجور اور تھوڑے صدقہ کے ساتھ آگ سے بچنے کا بیان یعنی آدمی کو چاہیے کہ صدقہ دے تھوڑا ہو یا بہت یہ خیال نہ کرے کہ یہ تھوڑا ہے اس سے کیا ہوگا اور مثال ان کی جو خرچ کرتے ہیں مال اپنے اللہ کی خوشی حاصل کرنے کو اور اپنا دل ثابت کرنے کو جیسے ایک باغ ہے بلندی پر اس پر مینہ پڑا تو لایا اپنا پھل دگنا پھر اگر نہ پڑا اس پر مینہ تو اوس (شبنم) ہی پڑی اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے بھلا خوش لگتا ہے تم میں سے کسی کو کہ ہو اس کا ایک باغ کھجور اور انگور کا نیچے اس کے بہتی ہوں ندیاں اس کو وہاں حاصل ہو سب طرح کا میوہ

**فائدہ:** اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ دینے کا بہت بڑا ثواب ہے جہاں تک ہو سکے آدمی صدقہ دے تھوڑا ہو یا بہت اس واسطے کہ آیت میں صرف مال کا ذکر ہے کہ مال خرچ کرتے ہیں اور مال عام ہے شامل ہے تھوڑے کو بھی اور بہت کو بھی اس واسطے کہ اس میں تمثیل دی گئی ہے صدقہ کو مینہ کے ساتھ اور اوس (شبنم) کے ساتھ پس مینہ سے مراد بہت صدقہ ہے اور اوس سے تھوڑا، انتہی۔ (فتح)

١٣٢٦ ۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اٰيَةُ الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ فَجَآءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيْرٍ فَقَالُوْا مُرَآئِيْ وَجَآءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوْا إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعِ هٰذَا فَنَزَلَتْ ﴿الَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ إِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ الْاٰيَةَ.

١٣٢٦۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب صدقہ کی آیت اتری یعنی ﴿خذ من اموالهم صدقة﴾ کہ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے تو اس وقت ہم مزدوری کے لیے اپنے مونڈھوں پر بوجھ اٹھاتے تھے یعنی مزدوری کیا کرتے تھے تا کہ کما کر صدقہ کریں سو ایک مرد آیا یعنی عبدالرحمٰن بن عوف اور اس نے بہت مال صدقہ کیا یعنی آٹھ ہزار یا چار ہزار درہم سو منافقوں نے طعن کیا کہ اس نے لوگوں کو دکھلانے کے لیے صدقہ کیا ہے اللہ کی رضامندی مقصود نہیں پھر ایک مرد آیا اور اس نے ایک صاع صدقہ کیا تو منافقوں نے کہا کہ اللہ کو اس کے صاع کی کچھ حاجت نہیں تب یہ آیت اتری کہ وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں دل کھول کر خیرات کرنے والے مسلمانوں کو اور ان کو جو نہیں رکھتے مگر اپنی محنت کا پھل ان پر ٹھٹھا کرتے ہیں اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا اور ان کو دکھ کی مار ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ کرنے کا بہت بڑا ثواب ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے کم خیرات کرنے والوں کی بھی تعریف کی ہے، وفيه المطابقة للترجمة.

١٣٢٧ ۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوْقِ فَيُحَامِلُ فَيُصِيْبُ الْمُدَّ وَإِنَّ لِبَعْضِهِمُ الْيَوْمَ لَمِائَةَ أَلْفٍ.

١٣٢٧۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حکم کرتے صدقہ دینے کا تو ہم میں سے کوئی بازار کی طرف جاتا اور گردن پر بوجھ اٹھاتا اور ایک مد یعنی بقدر تین پاؤ کے اناج کماتا اور بیشک آج بعض اصحاب کے پاس لاکھ درہم ہے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ نہایت تنگ اور مفلس تھے اور تاہم پھر بھی اللہ کی راہ میں خیرات کرتے تھے اور اب لوگوں کے پاس لاکھ لاکھ درھم ہیں پھر بھی خیرات نہیں کرتے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ کرنے کا بڑا ثواب ہے اگر چہ تھوڑا ہو، و فيه المطابقة للترجمة.

١٣٢٨ ۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا

١٣٢٨۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَعْقِلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ.

حضرت ﷺ نے فرمایا کہ بچو آگ سے اگرچہ آدھی کھجور کے ساتھ۔

**فائدہ:** یہ حدیث بھی ہر صدقہ کو شامل ہے تھوڑا ہو یا بہت، وفيه المطابقة للترجمة.

١٣٢٩ ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَتِ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ.

١٣٢٩۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت دو بیٹیاں لے کر میرے پاس سوال کرتی آئی سو اس نے میرے پاس کوئی چیز نہ پائی سوائے ایک کھجور کے یعنی اس وقت میرے پاس کچھ موجود نہ تھا صرف ایک کھجور تھی سو میں نے اس کو وہ کھجور دی اس نے آپ نہ کھائی دو ٹکڑے کر کے اپنی دونوں بیٹیوں کو دی پھر اٹھ کر چلی گئی سو حضرت ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے میں نے یہ حال آپ سے عرض کیا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو جانچا (آزمایا) جائے بیٹیوں سے کسی چیز میں (پھر ان کے ساتھ بھلائی کرے) تو قیامت میں وہ بیٹیاں اس کی آڑ ہو جائیں گی اس کو دوزخ سے بچائیں گی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قلیل صدقہ کا بھی بڑا ثواب ہے، وفيه المطابقة للترجمة.

بَابُ فَضْلِ صَدَقَةِ الشَّحِيْحِ الصَّحِيْحِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَأَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ إِلٰى اٰخِرِهٖ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا أَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَّالْكَافِرُوْنَ

حالت صحت میں اور بخل میں صدقہ کرنے کی فضیلت کا بیان واسطے دلیل اس آیت کی کہ اور خرچ کرو کچھ ہمارا دیا اس سے پہلے کہ پہنچے تم میں سے کسی کو موت تب کہے اے رب! کیوں نہ ڈھیل دی تو نے مجھ کو ایک مدت کہ میں خیرات کرتا اور ہوتا نیک لوگوں میں سے اور واسطے دلیل اس آیت کے کہ اے ایمان والو! خرچ کرو کچھ ہمارا دیا اس سے پہلے کہ آئے وہ دن کہ نہ اس میں سودا

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ الْاٰيَةَ.

ہے اور نہ دوستی اور نہ سفارش کام آئے گی اور منکر لوگ وہی ہیں ظالم۔

**فائدہ**: ان آیتوں میں ڈرانا ہے ڈھیل کرنے سے صدقہ میں اور رغبت دلانا ہے بیچ جلدی کرنے اس کے کے پہلے موت سے یعنی مستحب ہے کہ آدمی موت سے پہلے صدقہ میں جلدی کرے دیر نہ کرے ایسا نہ ہو کہ اچانک سر پر موت آجائے اور خیرات کرنی نہ پائے، وفيه المطابقة للترجمة.

١٣٣٠ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ حَدَّثَنَا أَبُوْ زُرْعَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا قَالَ أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ.

١٣٣٠۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد حضرت ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی کہ کونسا صدقہ افضل ہے؟ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ افضل صدقہ یہ ہے کہ تو خیرات کرے جس حال میں کہ تو تندرست ہو اور بخیل ہو محتاجی سے ڈرتا ہو اور مالداری کی امید رکھتا ہو اور خیرات کرنے میں دیر مت کر یہاں تک کہ جب مرنے لگے اور روح گلے میں پہنچے تو اس وقت تو یوں کہے کہ فلاں کو اتنا اور فلاں کو اتنا اور وہ تو فلاں وارث کا ہو چکا۔

**فائدہ**: یعنی خیرات کرنا صحت کی حالت میں افضل ہے کہ مال دینے کو جی نہ چاہے زندگی کی امید ہو یہ نہیں کہ جب جان نکلنے لگے تو وصیت شروع کی کہ فلاں کو اتنا مال دینا اور فلاں کو اتنا مال اس واسطے کہ اگر اس وقت کسی کو مال نہ دے گا تو بھی مال اس کے ہاتھ سے گیا اور وارثوں کو ملا، وفيه المطابقة للترجمة اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیماری مالک کا ہاتھ بعض مال سے قاصر کر دیتی ہے اور یہ کہ بیماری کی حالت میں سخاوت کرنی بخل کا نشان نہیں مٹاتی۔ (فتح)

بَابٌ.

یہ باب ہے۔

**فائدہ**: یہ باب ترجمہ سے خالی ہے اس واسطے کہ اس کو پہلے باب سے تعلق ہے۔

١٣٣١ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّنَا

١٣٣١۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بعض بیویوں نے حضرت ﷺ سے کہا کہ ہم میں سے آپ کے ساتھ جلد تر ملنے والی بیوی کون ہے؟ حضرت ﷺ نے فرمایا جس کا ہاتھ زیادہ تر لمبا ہے سو آپ کی بیویوں نے کانے کا ایک ٹکڑا لیا اس حال میں کہ اپنے ہاتھ ناپتی تھیں سو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ

أَسْرَعُ بِكَ لُحُوْقًا قَالَ أَطْوَلُكُنَّ يَدًا فَأَخَذُوْا قَصَبَةً يَذْرَعُوْنَهَا فَكَانَتْ سَوْدَةُ أَطْوَلَهُنَّ يَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ أَنَّمَا كَانَتْ طُوْلَ يَدِهَا الصَّدَقَةُ وَكَانَتْ أَسْرَعَنَا لُحُوْقًا بِهٖ وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ.

سب سے زیادہ لمبا ٹھہرا جب حضرت ﷺ کے انتقال کے بعد زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو ہم نے معلوم کیا کہ لمبے ہاتھ سے سخاوت مراد ہے اور ہم میں سے حضرت ﷺ کے ساتھ جلد تر ملنے والی زینب رضی اللہ عنہا تھی کہ وہ خیرات کرنے کو بہت دوست رکھتی تھی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحت اور بخل کی حالت میں خیرات کرنے کا بڑا ثواب ہے اس واسطے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا صحت کی حالت میں بہت خیرات کیا کرتی تھیں تو سب سے پہلے حضرت ﷺ کے ساتھ جا ملیں اور کون نعمت بڑی ہے ملنے عاشق کے سے ساتھ معشوق اپنے کے، وفيه المطابقة للترجمة.

بَابُ صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ وَقَوْلِهٖ ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً﴾ الْاٰيَةَ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾.

ظاہر کر کے خیرات کرنے کا بیان یعنی ظاہر کر کے خیرات کرنا درست ہے اور اس آیت کا بیان کہ جو لوگ خرچ کرتے ہیں مال اپنے رات میں اور دن میں چھپے اور کھلے انہی کو ہے مزدوری ان کی اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

**فائدہ:** اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں اتری ہے کہ ان کے پاس چار درہم تھے ایک رات کو خرچ کیا اور ایک دن کو اور ایک ظاہر اور ایک پوشیدہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ خیرات کو ظاہر کر کے دینا درست ہے اس میں ریا نہیں، وفيه المطابقة للترجمة. (فتح)

بَابُ صَدَقَةِ السِّرِّ.

پوشیدہ خیرات کرنے کا بیان یعنی افضل ہے بہ نسبت ظاہر کے۔

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا صَنَعَتْ يَمِيْنُهٗ.

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک وہ مرد اللہ کے سائے میں ہوگا جس نے خیرات کی تو اس کو چھپایا یہاں تک کہ نہیں جانتا اس کا بایاں ہاتھ کہ کیا خرچ کیا اس کے دائیں ہاتھ نے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چھپا کر خیرات کرنے کا بڑا ثواب ہے، وفيه المطابقة للترجمة.

وَقَوْلِهٖ ﴿إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ اگر تم کھلے دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے اور اگر چھپاؤ اور فقیروں کو پہنچاؤ تو تم کو بہتر

خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّاٰتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ الْاٰيَةَ.

ہے اور اتارتا ہے کچھ گناہ تمہارے اور اللہ تمہارے کام سے واقف ہے

فائدہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ چھپا کر خیرات کرنا افضل ہے، وفیه المطابقة للترجمة.

بَابُ إِذَا تَصَدَّقَ عَلٰى غَنِيٍّ وَّهُوَ لَا يَعْلَمُ.

مالدار کو خیرات دینے کا بیان اس حال میں کہ صدقہ کرنے والا نہ جانتا ہو کہ وہ مالدار ہے یعنی اس کا صدقہ قبول ہے۔

١٣٣٢ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِيْ يَدِ سَارِقٍ فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلٰى سَارِقٍ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِيْ يَدَيْ زَانِيَةٍ فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى زَانِيَةٍ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِيْ يَدَيْ غَنِيٍّ فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلٰى غَنِيٍّ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى سَارِقٍ وَعَلٰى زَانِيَةٍ وَعَلٰى غَنِيٍّ فَأُتِيَ فَقِيْلَ لَهٗ أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰى سَارِقٍ فَلَعَلَّهٗ أَنْ يَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهٖ وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهٗ يَعْتَبِرُ فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ.

١٣٣٢۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرد نے کہا کہ بیشک میں آج رات خیرات دوں گا سو وہ اپنی خیرات لے کر نکلا تو اس کو چور کے ہاتھ میں رکھ آیا تو فجر کو لوگ گفتگو کرنے لگے کہ چور کو صدقہ ملا سو اس مرد نے کہا کہ الٰہی! تیرا شکر ہے بیشک اب میں اور خیرات کروں گا سو وہ اپنی خیرات لے کر نکلا اور اس کو حرام کار عورت کے ہاتھ میں رکھ آیا سو فجر کو لوگ گفتگو کرنے لگے کہ رات کو حرام کار عورت کو خیرات ملی سو اس مرد نے کہا کہ الٰہی! تیرا شکر ہے حرام کار کی خیرات پر بیشک اب میں اور خیرات دوں گا سو وہ اپنی خیرات لے کر نکلا اور اس کو مالدار کے ہاتھ میں رکھ آیا سو فجر کو لوگ ذکر کرنے لگے کہ مالدار کو خیرات ملی سو اس مرد نے کہا الٰہی! تیرا شکر ہے چور کی خیرات پر اور حرام کار کی خیرات پر اور مالدار کی خیرات پر سو اس کے پاس کوئی شخص آیا یعنی خواب میں اس کو کہا گیا یا ہاتف نے اس کو خبر دی یا پیغمبر نے کہ تیری خیرات قبول ہوگئی چور کی خیرات تو اس واسطے قبول ہوئی کہ شاید وہ اس کے سبب سے چوری سے باز رہے اور حرام کار کی خیرات اس واسطے قبول ہوئی کہ شاید وہ خیرات کا مال پا کر حرام کاری سے باز رہے اور شاید کہ مالدار سوچے اور شرمائے سو وہ بھی خیرات کرے اس مال سے کہ اللہ نے اس کو دیا ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی بھول کر ناواقفی سے کسی مالدار کو خیرات دے دے تو اس کی خیرات قبول ہو جاتی ہے، وفیہ المطابقة للترجمة اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خیرات کا ثواب کسی طرح ضائع نہیں ہوتا اگر چہ ناواقفی سے بے موقع خرچ ہو نیت خالص چاہیے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس میں علماء کو اختلاف ہے کہ اگر زکوۃ فرض بے موقع صرف ہو تو وہ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں اور حدیث سے نہ تو اس کی ممانعت معلوم ہوتی ہے اور نہ جواز اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چھپا کر خیرات کرنے کا بڑا ثواب ہے اور یہ کہ اخلاص کا بڑا ثواب ہے اور یہ کہ جب صدقہ بے موقع خرچ ہو تو مستحب ہے پھیر دینا اس کا اور یہ کہ حکم ظاہر کا ہے یہاں تک کہ اس کے خلاف ظاہر ہو، انتہیٰ۔

## بَابُ إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى ابْنِهِ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ.

## اگر کوئی ناواقفی سے اپنے بیٹے کو خیرات دے دے تو اس کا کیا حکم ہے یعنی قبول ہے

١٣٣٣ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ حَدَّثَنَا أَبُو الْجُوَيْرِيَةِ أَنَّ مَعْنَ بْنَ يَزِيدَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَأَبِي وَجَدِّي وَخَطَبَ عَلَيَّ فَأَنْكَحَنِي وَخَاصَمْتُ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبِي يَزِيدُ أَخْرَجَ دَنَانِيرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ فَجِئْتُ فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا إِيَّاكَ أَرَدْتُ فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيدُ وَلَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ.

١٣٣٣۔ حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اور میرے باپ نے اور دادا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح چاہا سو آپ نے میرا نکاح کرایا اور میں آپ کے پاس جھگڑا لایا (اور وہ جھگڑا یہ ہے) کہ میرا باپ یزید کچھ دینار لے کر نکلا کہ ان کو خیرات کرے سو ایک مرد مسجد میں بیٹھا تھا وہ دینار اس کے پاس رکھ آیا سو میں نے آ کر وہ دینار لیے اور اپنے باپ کے پاس لایا سو میرے باپ نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی میں نے تجھ کو دینے کا ارادہ نہ کیا تھا سو میں اور وہ دونوں جھگڑتے ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ کو ہو چکا جو تو نے نیت کی، اے یزید! یعنی تیرے اوپر سے زکوۃ ادا ہو گئی کہ تو نے محتاج کی نیت کی تھی تیرا بیٹا محتاج ہے اور حلال ہے واسطے تیرے وہ چیز کہ لی تو نے اے معن یعنی تجھ کو لینا درست ہے کہ تجھ کو حاجت ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی ناواقفی سے اپنے بیٹے کو خیرات دے دے تو درست ہے اس واسطے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کرنے کے بعد بیٹے کو صدقہ دینا جائز رکھا تو نہ معلوم کرنے کے وقت اس کو صدقہ دینا بطریق اولیٰ درست ہے وفیہ المطابقة للترجمة اور یہی مذہب ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا کہ اگر

اندھیرے میں باپ اپنے بیٹے کو زکوۃ دے دے ناواقفی سے تو زکوۃ ادا ہو جاتی ہے دوبارہ زکوۃ دینا ضروری نہیں اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے انعام کے ساتھ فخر کرنا درست ہے اور جائز ہے جھگڑنا بیٹے کا ساتھ باپ کے اور جھگڑا لے جانا طرف حاکم کی اور یہ عقوق میں داخل نہیں اور یہ کہ جائز ہے وکیل کرنا صدقہ میں اس واسطے کہ یزید نے وہ صدقہ اپنے وکیل کو دیا تھا کہ کسی کو دے دے خاص کر نفلی صدقہ میں وکیل کرنا تو بطریق اولیٰ درست ہے اس لیے کہ اس میں ایک قسم کا خفا ہے اور یہ کہ صدقہ کرنے والے کو اپنی نیت کا ثواب ملتا ہے خواہ اس کا صدقہ مستحق کے ہاتھ میں پڑے یا غیر مستحق کے ہاتھ میں اور یہ کہ باپ کو اپنے بیٹے کے صدقہ میں رجوع کرنا درست نہیں بخلاف ہبہ کے کہ اس کو اس میں رجوع کرنا درست ہے، انتہی۔

## بَابُ الصَّدَقَةِ بِالْيَمِيْنِ. دائیں ہاتھ سے صدقہ دینے کا بیان یعنی افضل ہے۔

**فائدہ:** شارح تراجم نے کہا کہ مراد اس باب سے یہ ہے کہ اپنا صدقہ اپنے ہاتھ سے دینا افضل ہے اس سے کہ وکیل کے ہاتھ سے دے ساتھ قرینہ آئندہ باب کے واسطے مطابق ہونے آٹھویں حدیث کے باب سے۔

١٣٣٤ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ إِمَامٌ عَدْلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

١٣٣٤۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص ہیں جن کو اللہ اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا یعنی قیامت میں (اور مراد اس سے سایہ عرش کا ہے یا درخت طوبیٰ کا) ایک تو منصف سردار، دوسرا جوان جو امنگ جوانی سے اللہ کی بندگی میں مشغول ہو کہ وہ وقت غلبہ شہوت اور ہوائے نفسانی کا ہے، تیسرا وہ مرد جس کا دل مسجدوں میں لگا رہتا ہے یعنی بار بار جماعت کے واسطے مسجد میں جاتا ہے اور منتظر رہتا ہے کہ کب نماز کا وقت ہو اور مسجد میں جائے، چوتھے وہ دو مرد ہیں جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں ملتے ہیں تو اسی پر اور جدا ہوتے ہیں تو اسی پر یعنی ہر وقت اس محبت دینی پر ثابت رہتے ہیں خواہ اکٹھے ہوں یا جدا، پانچواں وہ مرد ہے جس کو مالدار باعزت خوبصورت عورت نے بلایا یعنی بدکاری کے لیے سو اس نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ مرد ہے کہ جس نے خیرات کی تو اس کو چھپایا یہاں تک کہ نہیں جانتا اس

کا بایاں ہاتھ کہ کیا خرچ کیا اس کے دائیں ہاتھ نے، ساتواں وہ مرد جس نے اللہ کو یاد کیا خالی مکان میں سو جاری ہوگئیں اس کی دونوں آنکھیں یعنی اللہ کے خوف سے رویا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائیں ہاتھ سے صدقہ دینا افضل ہے' وفیہ المطابقۃ للترجمۃ۔

١٣٣٥ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا فَسَيَأْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَّمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهٖ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا مِنْكَ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهَا.

١٣٣٥۔ حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ صدقہ اور خیرات کرو کہ عنقریب ہے کہ تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنا صدقہ لے کر چلے گا تو فقیر کہے گا کہ اگر تو اس کو کل لاتا تو میں اس کو قبول کرتا تجھ سے اور آج تو مجھ کو حاجت نہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے ہاتھ سے صدقہ دینا افضل ہے خیرات کرنے سے ساتھ واسطہ وکیل کے ساتھ دلیل آئندہ باب کے کہ اس میں تصریح ہے ساتھ وکیل کرنے کے صدقہ میں چنانچہ کہا کہ یہ بات ہے اس شخص کے بیان میں جو اپنے غلام کو صدقہ کرنے کا حکم کرے اور اپنے ہاتھ سے نہ دے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل ہے خیرات کرنا دائیں ہاتھ سے کہ یہ مطلق مقید ہے ساتھ دائیں ہاتھ کے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ۔ (فتح)

بَابُ مَنْ أَمَرَ خَادِمَهٗ بِالصَّدَقَةِ وَلَمْ يُنَاوِلْ بِنَفْسِهٖ وَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ.

اگر کوئی شخص اپنے غلام کو صدقہ دینے کا حکم کرے اور اپنے ہاتھ سے نہ دے تو یہ بھی درست ہے اور اس کا ثواب اس کو پہنچتا ہے، اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ خادم اور وکیل ایک دو صدقہ دینے والوں میں سے ہے یعنی خادم کو بھی اس صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے۔

١٣٣٦ ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ

١٣٣٦۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی عورت اپنے گھر سے اللہ کی راہ میں کسی کو کھانا دے بغیر لٹائے تو اس عورت کو ثواب ملے گا خرچ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا.

کرنے کا اور اس کے خاوند کو کمانے کا ثواب ملے گا اور خزانچی کو بھی اس کے برابر ثواب ملے گا نہ کم کرے گا ایک دوسرے کے ثواب کو یعنی تینوں کو پورا ثواب ملے گا۔

**فائدہ:** بغیر لٹائے یعنی اتنا نہ دے ڈالے کہ اس کے بال بچے بھوکے رہیں اور فتح الباری میں کہا کہ یہ باب حدیث کی تفسیر ہے اس واسطے کہ ہر ایک خازن اور خادم اور عورت سے امین ہے اپنے مالک کے مال میں اس کو دست اندازی کرنی درست نہیں مگر ساتھ اجازت مالک کے کہ صریحًا اس نے اجازت دی ہو یا عرفًا دی ہو یا اجمالا یا تفصیلا، انتہی۔

بَابُ لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَمَنْ تَصَدَّقَ وَهُوَ مُحْتَاجٌ أَوْ أَهْلُهُ مُحْتَاجٌ أَوْ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَالدَّيْنُ أَحَقُّ أَنْ يُقْضٰى مِنَ الصَّدَقَةِ وَالْعِتْقِ وَالْهِبَةِ وَهُوَ رَدٌّ عَلَيْهِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُتْلِفَ أَمْوَالَ النَّاسِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ مَعْرُوْفًا بِالصَّبْرِ فَيُؤْثِرَ عَلٰى نَفْسِهٖ وَلَوْ كَانَ بِهٖ خَصَاصَةٌ كَفِعْلِ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ تَصَدَّقَ بِمَالِهٖ وَكَذٰلِكَ اٰثَرَ الْأَنْصَارُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُضَيِّعَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِعِلَّةِ الصَّدَقَةِ وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِيْ صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

نہیں ہے کامل صدقہ مگر جو کہ مالداری سے ہو اور جو قرضدار یا محتاج ہو یا اس کے اہل عیال محتاج ہوں تو اس کو خیرات کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کو واجب ہے کہ پہلے اپنے اہل وعیال کی خبر گیری کرے کہ ان کا حق فقیروں پر مقدم ہے اور اگر قرضدار ہو تو اول قرض ادا کرے کہ اس کا ادا کرنا زیادہ تر لائق ہے یعنی واجب ہے صدقہ دینے اور آزاد کرنے اور ہبہ کرنے سے اور اگر صدقہ کرے تو وہ صدقہ اس پر پھر آتا ہے یعنی مقبول نہیں ہوتا اس واسطے کہ قرض کا ادا کرنا واجب ہے اور صدقہ واجب نہیں اس کو درست نہیں کہ لوگوں کا مال ضائع کرے اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگوں کے مال لے برباد کرنے کے ارادے پر تو اللہ اس کو برباد کر ڈالے گا گویا کہ اس مال میں دوسروں کے حق متعلق ہیں اگرچہ متعین نہیں مگر یہ کہ وہ محتاج مشہور ہو ساتھ صبر کے فقر فاقہ پر سو اختیار کرے اپنی جان پر دوسرے کو اگرچہ اس کو حاجت ہو مانند فعل ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جب کہ انہوں نے اپنا سب مال خیرات کیا اور اسی طرح اختیار کیا

وَسَلَّمَ قَالَ أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِي الَّذِيْ بِخَيْبَرَ.

مہاجرین نے انصار کو اور اپنے مالوں میں شریک کیا اور حضرت ﷺ نے منع فرمایا برباد کرنے مال کے سے سو اس کو جائز نہیں کہ لوگوں کا مال ضائع کرے ساتھ خیرات کرنے کے اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی کہ یا حضرت! میری توبہ کے شکریہ میں سے یہ ہے کہ میں اپنے سب مال سے باہر آؤں اس حال میں کہ وہ صدقہ ہو واسطے اللہ اور رسول کے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھ لے کہ وہ تیرے حق میں بہتر ہے میں نے کہا کہ میں اپنا وہ حصہ رکھ لیتا ہوں جو کہ خیبر میں ہے کہ وہاں کی غنیمت سے مجھ کو ملا تھا۔

**فائدہ:** کعب رضی اللہ عنہ جنگ تبوک میں حضرت ﷺ کے ساتھ نہ گئے تھے اللہ اور رسول کا پچاس روز ان پر نہایت عتاب رہا جب ان کی توبہ قبول ہوئی تو خوشی کے مارے انہوں نے چاہا کہ اپنا تمام مال خیرات کر دیں تب حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھ لے کہ وہ تیرے کام آئے گا تو لوگوں کے سوال سے بچے گا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص پر اتنا قرض ہو کہ اس کے مال کو حاوی ہو اور حاکم اس کو تصرف سے روک دے تو اس کو اس مال سے خیرات کرنا درست نہیں۔ (فتح)

١٣٣٧ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ.

١٣٣٧۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ بہتر خیرات وہ ہے جو مالداری سے ہو یعنی خیرات کرنا مالدار کو بہتر ہے جس کا مال حاجت شرعی سے زیادہ ہو اور اول اپنے اہل وعیال سے دینا شروع کر جن کا دینا فرض ہے۔

**فائدہ:** یعنی اہل وعیال کا دینا فرض ہے اور غیروں کا دینا نفل ہے اور فرض نفل سے مقدم ہے، وفيه المطابقة للترجمة.

١٣٣٨ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ حَكِيْمِ

١٣٣٨۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہے اور

بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَعَنْ وُهَيْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

اول اپنے اہل وعیال سے دینا شروع کر اور بہتر صدقہ وہ ہے جو مالداری سے ہو اور جو سوال اور حرام کاموں سے بچنا چاہے تو اللہ اس کو حرام کاموں سے بچا لے گا اور سچا پرہیز گار کر دے گا اور جو دنیا سے بے پرواہی کی نیت رکھے گا تو اللہ اس کے دل کو دنیا کے مال سے بے پرواہ کر دے گا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہتر صدقہ وہی ہے جو مالداری اور حاجت شرعی سے زیادہ ہو، وفيه المطابقة للترجمة.

١٣٣٩ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح و حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ وَالْمَسْأَلَةَ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى فَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلٰى هِيَ السَّآئِلَةُ.

١٣٣٩۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر صدقہ اور عفت اور سوال کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اونچا ہاتھ بہتر ہے نیچے ہاتھ سے اور اونچا ہاتھ خیرات کرنے والا ہے اور نیچا ہاتھ مانگنے والا ہے۔

**فائدہ:** مراد اونچے ہاتھ سے خیرات کرنے والا ہاتھ ہے اور مراد نیچے ہاتھ سے مانگنے والا ہاتھ ہے کہ سوال کر کے لے اور بعض کے نزدیک نیچا ہاتھ مطلق لینے والے کو کہتے ہیں خواہ سوال سے لے یا سوال کے بغیر لے اور اس کو اونچا اس واسطے فرمایا کہ اس کا درجہ بلند ہے مانگنے والے سے یا واقع میں دینے والے کا ہاتھ دینے کے وقت اونچا ہوتا ہے اور لینے والے کا ہاتھ نیچا ہوتا ہے۔

بَابُ الْمَنَّانِ بِمَا أَعْطٰى لِقَوْلِهٖ ﴿اَلَّذِيْنَ

دے کر احسان جتلانے والے کا بیان واسطے دلیل اس

يُنفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَا أَنفَقُوْا مَنًّا وَّلَا أَذًى﴾ الْآيَةَ.

آیت کے کہ جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں پھر پیچھے خرچ کر کے نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں انہی کو ہے ثواب ان کے رب کے یہاں اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

**فائدہ:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ خیرات کر کے احسان رکھنا بہت برا ہے اس واسطے کہ جب اللہ کی راہ میں خرچ کر کے احسان رکھنا برا ہے تو اس کے غیر میں خرچ کر کے احسان رکھنا بطریق اولیٰ برا ہوگا و فيه المطابقة للترجمة اور حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تین آدمیوں سے کلام نہ کرے گا ایک وہ کہ دے کر احسان رکھے۔

## بَابُ مَنْ أَحَبَّ تَعْجِيْلَ الصَّدَقَةِ مِنْ يَّوْمِهَا.

صدقہ میں جلدی کرنے کو دوست رکھنا اس دن سے کہ اس پر واجب ہوا صدقہ فرض ہو یا نفل۔

١٣٤٠ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَأَسْرَعَ ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ خَرَجَ فَقُلْتُ أَوْ قِيْلَ لَهُ فَقَالَ كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِّنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ أَنْ أُبَيِّتَهُ فَقَسَمْتُهُ.

١٣٤٠۔ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو عصر کی نماز پڑھائی پھر جلدی سے گھر میں چلے گئے پھر کچھ دیر نہ ہوئی کہ باہر تشریف لائے سو میں نے عرض کی کہ آپ کے گھر میں جلدی جانے کا کیا سبب تھا؟ فرمایا کہ میں سونے کا ایک ٹکڑا گھر میں چھوڑ آیا تھا جس کے خیرات کرنے کی نیت تھی سو میں نے ناخوش جانا کہ اس کو رات رکھوں سو میں نے اس کو فقیروں پر تقسیم کر دیا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب ہے کہ صدقہ دینے میں بہت جلدی کرے جو دینا ہو سو جلدی دے دیر نہ لگائے ایسا نہ ہو کہ کوئی آفت یا مانع پیش آئے اور مال ہاتھ سے چلا جائے اور پچھتائے۔

## بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلَى الصَّدَقَةِ وَالشَّفَاعَةِ فِيْهَا.

خیرات کرنے کی رغبت دلانے اور اس میں سفارش کرنے کا بیان۔

١٣٤١ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَدِيٌّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيْدٍ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ

١٣٤١۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عید فطر کے دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے سو آپ نے دو رکعتیں پڑھیں کہ نہ ان سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ پیچھے پھر عورتوں کی طرف پھرے سو ان کو وعظ کیا اور حکم دیا خیرات کرنے کا سو عورتیں

لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ ثُمَّ مَالَ عَلَى النِّسَآءِ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَّتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُلْبَ وَالْخُرْصَ.

اپنے کنگن اور بالیاں پھینکنے لگیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ کی رغبت دلانے کا بڑا ثواب ہے کہ حضرت ﷺ نے عورتوں کو خیرات کرنے کی رغبت دلائی۔

١٣٤٢ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بُرْدَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ أَبِيْ مُوْسٰى عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَآءَهُ السَّآئِلُ أَوْ طُلِبَتْ إِلَيْهِ حَاجَةٌ قَالَ اشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا وَيَقْضِي اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَآءَ.

١٣٤٢۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ﷺ کے پاس کوئی سائل آتا یا کوئی آپ سے حاجت چاہتا تو فرماتے سفارش کرو لوگوں کی کہ ثواب پاؤ اور جاری کرتا ہے اللہ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہتا ہے یعنی سائل کی سفارش اور عطا سے۔

**فائدہ:** یعنی سعی سفارش سے اہل حاجات کا کام نکال دینا بڑا ثواب ہے، وفيه المطابقة للترجمة.

١٣٤٣ ـ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَآءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُوْكِيْ فَيُوْكٰى عَلَيْكِ

١٣٤٣۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے مجھ کو فرمایا کہ نہ باندھ رکھ کہ اللہ بھی تجھ سے باندھ رکھے گا۔

**فائدہ:** یعنی بخیل مت بن اور مال کو جمع نہ رکھ اللہ کی راہ میں دیا کر کہ اللہ بھی تجھ کو دیتا جائے گا اور اگر تو روکے گی تو اللہ بھی تجھ سے روکے گا، وفيه المطابقة للترجمة.

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ عَنْ عَبْدَةَ وَقَالَ لَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ.

فرمایا کہ گن کر مال کو نہ رکھ اللہ بھی تجھ کو گن کر دے گا۔

## بَابُ الصَّدَقَةِ فِيْمَا اسْتَطَاعَ.

جو ہو سکے صدقہ دے۔

١٣٤٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ عَنْ

١٣٤٤۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ نہ بند کر رکھ تو اللہ بھی تجھ سے بند کرے گا

حَجَّاجِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ عَنْ أَسْمَآءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهَا جَآءَ تْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُوْعِيْ فَيُوْعِي اللّٰهُ عَلَيْكِ ارْضَخِيْ مَا اسْتَطَعْتِ.

کچھ اللہ کی راہ میں دیا کر جتنا تجھ سے ہو سکے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جتنا ہو سکے اللہ کی راہ میں صدقہ دیا کرے، وفیہ المطابقة للترجمة.

بَابُ الصَّدَقَةِ تُكَفِّرُ الْخَطِيْئَةَ.

صدقہ گناہ کو دور کر ڈالتا ہے۔

١٣٤٥ ۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِتْنَةِ قَالَ قُلْتُ أَنَا أَحْفَظُهُ كَمَا قَالَ قَالَ إِنَّكَ عَلَيْهِ لَجَرِيْءٌ فَكَيْفَ قَالَ قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْمَعْرُوْفُ قَالَ سُلَيْمَانُ قَدْ كَانَ يَقُوْلُ الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ لَيْسَ هٰذِهِ أُرِيْدُ وَلٰكِنِّيْ أُرِيْدُ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ قُلْتُ لَيْسَ عَلَيْكَ بِهَا يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بَأْسٌ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابٌ مُغْلَقٌ قَالَ فَيُكْسَرُ الْبَابُ أَوْ يُفْتَحُ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ قَالَ فَإِنَّهُ إِذَا كُسِرَ لَمْ يُغْلَقْ أَبَدًا قَالَ قُلْتُ أَجَلْ فَهِبْنَا أَنْ نَّسْأَلَهُ مَنِ الْبَابُ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ

١٣٤٥۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد رکھتا ہو فتنے کے باب میں کہ میرے بعد ایسا ایسا فتنہ پیدا ہوگا؟ میں نے کہا کہ میں وہ حدیث یاد رکھتا ہوں جیسے کہ آپ نے فرمائی یعنی میں اس میں سے کچھ بھولا نہیں، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیشک تو اس پر بڑا دلیر ہے یعنی تو نے یہ بات بڑی دلیری کی کہی ہے کہ میں اس کو بعینہ یاد رکھتا ہوں بندہ بشر ہے بھول چوک بھی ہو جاتی ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح فرمایا؟ میں نے کہا کہ قصور مرد کا اس کے گھر والوں کے حق میں اور اس کے مال اور جان اور لڑکے اور ہمسائے میں اس کو روزہ اور نماز اور صدقہ اور نیک بات بتلانا اور برے کام سے روکنا دور کر ڈالتا ہے یعنی اگر آدمی سے جان، مال، بیوی، لڑکے اور ہمسائے کے حق میں کچھ قصور ہو جائے تو ان عبادتوں سے معاف ہو جاتا ہے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ فتنہ میری مراد نہیں بلکہ میری مراد وہ فتنہ ہے کہ موج مارے گا مانند موج مارنے دریا کے میں نے کہا کہ امیر المؤمنین تجھ کو اس کا کچھ ڈر نہیں کہ تیرے اور اس کے درمیان ایک دروازہ ہے بند کیا ہوا یعنی

سَلْهُ قَالَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْنَا فَعَلِمَ عُمَرُ مَنْ تَعْنِيْ قَالَ نَعَمْ كَمَا أَنَّ دُوْنَ غَدٍ لَيْلَةً وَذٰلِكَ أَنِّيْ حَدَّثْتُهٗ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيْطِ.

تیری زندگی میں وہ فتنہ ظاہر نہ ہوگا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا وہ دروازہ ٹوٹ جائے گا یا کھل جائے گا میں نے کہا کہ نہیں بلکہ ٹوٹ جائے گا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پس تحقیق وہ ٹوٹ گیا تو پھر کبھی بند نہ ہوگا میں نے کہا ہاں کبھی بند نہ ہوگا سو ہم ڈرے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دروازے کا مطلب پوچھیں (یہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا قول ہے) یعنی بوجہ خوف کے ہم ان سے یہ نہ پوچھ سکے کہ دروازے سے تمہاری کیا مراد ہے؟ سو ہم نے مسروق کو کہا کہ تو ان سے پوچھ سو اس نے ان سے پوچھا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دروازے سے مراد عمر رضی اللہ عنہ ہے سو عمر رضی اللہ عنہ تمہاری مراد جانتے ہیں؟ کہا ہاں جیسے اس میں شک کہ رات قریب تر ہے کل سے یعنی آئندہ روز سے اور یہ جاننا عمر رضی اللہ عنہ کا ثابت ہے اس واسطے کہ میں نے اس کو ایسی حدیث بتلائی ہے کہ غلط نہیں یعنی صحیح حدیث ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ گناہ کو دور کر ڈالتا ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور یہ حدیث کتاب الصلوۃ میں گزر چکی ہے۔

**بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ أَسْلَمَ.**

**جو کفر کی حالت میں صدقہ دے پھر اسلام لائے تو کیا اس کو اس کا ثواب ملے گا یا نہیں؟۔**

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر کوئی صریح حکم نہیں لگایا اس واسطے کہ اس میں اختلاف ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو بطورِ فضل اور احسان کے اس کے کفر کی نیکیوں کا ثواب عنایت فرما دے تو یہ بات جائز ہے اس کا کوئی مانع نہیں اور ایسی کوئی دلیل نہیں کہ اس کو منع کرے، انتہی۔

١٣٤٦ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ

١٣٤٦۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے مسلمان ہونے کے وقت عرض کی کہ یا حضرت! بھلا آپ بتلائیں تو کہ جو کفر کی حالت میں میں نے نیکیاں کی ہیں جیسے خیرات کرنا اور گردن آزاد کرنا اور برادری سے سلوک کرنا سو اس کا ثواب بھی مجھ کو ملے گا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو

عَتَاقَةٍ وَصِلَةِ رَحِمٍ فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَجْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتَ عَلٰى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ.

مسلمان ہوا اس نیکی پر جو تجھ سے آگے ہوئی۔

فائدہ: یعنی اسلام کی برکت سے اگلی نیکیوں کا ثواب بھی تجھ کو ملے گا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کافر اسلام لائے تو اس کو اگلی نیکیوں کا ثواب مل جاتا ہے اور اسی کی تائید کرتی ہے وہ حدیث جو کہ دارقطنی نے روایت کی ہے کہ جب کافر اسلام لائے اور اچھا ہوا اسلام اس کا تو اس کو ہر نیکی کا ثواب ملتا ہے کہ کی ہو کفر کی حالت میں اور اس کی ہر برائی دور کی جاتی ہے انتہی (قسطلانی) اور بعض کہتے ہیں کہ اگلی نیکی کا ثواب نہیں ملتا وہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اگلی نیکیوں کی برکت سے تجھ کو اسلام نصیب ہوا۔

## بَابُ أَجْرِ الْخَادِمِ إِذَا تَصَدَّقَ بِأَمْرِ صَاحِبِهِ غَيْرَ مُفْسِدٍ.

اگر غلام اپنے مالک کے حکم سے صدقہ دے بغیر بگاڑ کے تو اس کو بھی ثواب ملتا ہے۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ علمائے سلف کو اس میں اختلاف ہے کہ اگر عورت اپنے خاوند کے مال میں سے خیرات کرے تو درست ہے یا نہیں؟ سو بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے لیکن ساتھ تھوڑی چیز کے کہ اس کے ساتھ نقصان ظاہر نہ ہو اور بعض کہتے ہیں کہ درست ہے جب کہ خاوند نے اجازت دی ہو اگرچہ بطور اجمال کے ہو اور یہی بات مختار ہے نزدیک بخاری کے اور احتمال ہے کہ عرف پر موقوف ہو لیکن لٹانا بالاتفاق درست نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مراد عورت اور غلام اور خازن کے خرچ کرنے سے یہ ہے کہ مالک کے اہل وعیال پر خرچ کریں اور یہ مراد نہیں کہ بغیر اجازت مالک کے فقیروں پر خرچ کریں، انتہی۔

١٣٤٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ.

١٣٤٧۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی عورت اپنے خاوند کی کمائی سے اللہ کی راہ میں کھانا دے بغیر بگاڑ کے تو اس عورت کو خرچ کرنے کا ثواب ملے گا اور اس کے خاوند کو کمائی کا ثواب ملے گا اور خزانچی کو بھی اس کے برابر ثواب ملے گا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مالک کے مال سے اللہ کی راہ میں خیرات کرنے کا عورت اور خادم کو بھی ثواب ملتا ہے اس واسطے کہ حدیث سے مطلق خرچ کرنا موجب ثواب کا معلوم ہوتا ہے اجازت ہو یا نہ ہو پس اجازت کے

ساتھ بطریقِ اولیٰ ثواب ہوگا یا مقصود مقید کرنا حدیث کا ہے ساتھ ترجمہ کے یا اجازت اجمالی ہے لیکن بگاڑنا ہر حال میں درست نہیں، وفیہ المطابقۃ للترجمۃ۔

١٣٤٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْأَمِيْنُ الَّذِيْ يُنْفِذُ وَرُبَّمَا قَالَ يُعْطِيْ مَا أُمِرَ بِهٖ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبًا بِهٖ نَفْسُهٗ فَيَدْفَعُهٗ إِلَى الَّذِيْ أُمِرَ لَهٗ بِهٖ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ.

١٣٤٨۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امانت دار اور مسلمان خزانچی جو دے مالک کے حکم کے موافق پورا اپنا دل کھول کر خوشی سے تو دو خیرات کرنے والوں میں سے ایک وہ بھی ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خزانچی کو بھی خرچ کرنے کا ثواب ہے اور خادم کو بھی لیکن شرط ہے کہ وہ خازن اور خادم مسلمان ہو اس واسطے کہ کافر کی کوئی عبادت مقبول نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ امانت دار ہو اس واسطے کہ خیانت کرنے والے کو ثواب نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ حکم کے موافق پورا دے اور یہ کہ خوشی سے دے اور جو خزانچی دیتے ہوئے کُن منائے وہ ثواب سے بے نصیب ہے اس واسطے کہ مالک تو دلاتا ہے اور اس ناپاک کا ناحق پیٹ پھولتا ہے اس کے برابر کوئی بخیل نہیں، انتہی۔ (فتح)

## بَابُ أَجْرِ الْمَرْأَةِ إِذَا تَصَدَّقَتْ أَوْ أَطْعَمَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ.

جب کوئی عورت اپنے خاوند کے مال سے اللہ کی راہ میں صدقہ دے یا اس کے گھر سے کھانا دے بغیر بگاڑ کے تو اس کو بھی ثواب ملے گا یعنی خرچ کرنے کا۔

١٣٤٩ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ وَالْأَعْمَشُ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِيْ إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا ح وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ

١٣٤٩۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے اللہ کی راہ میں خیرات کرے یا کھانا دے بغیر بگاڑ کے تو اس کو خرچ کرنے کا ثواب ملے گا اور خاوند کو بھی اس کے برابر ثواب ملے گا اور خزانچی کو بھی اس کے برابر ثواب ملے گا اس کے خاوند کو تو کمانے کا ثواب ملے گا اور اس عورت کو خرچ کرنے کا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَطْعَمَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا وَلَهُ مِثْلُهُ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ لَهُ بِمَا اكْتَسَبَ وَلَهَا بِمَا أَنْفَقَتْ.

فائدہ: اس حدیث میں اجازت کی قید مذکور نہیں ہوئی سو بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ عورت اور خادم کے درمیان فرق ہے کہ عورت کو اپنے خاوند کے گھر سے خرچ کرنا درست ہے جب کہ بگاڑنا نہ ہو اس واسطے کہ اکثر اوقات میں یہ اجازت اس کو ثابت ہوتی ہے بخلاف خادم اور خازن کے کہ ان کو عرف میں اجازت ثابت نہیں ہوتی۔ (فتح)

١٣٥٠ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ فَلَهَا أَجْرُهَا وَلِلزَّوْجِ بِمَا اكْتَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ.

١٣٥٠۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے اللہ کی راہ میں کھانا دے بغیر بگاڑ کے تو اس کو ثواب ملے گا اس کے خرچ کرنے کا اور اس کے خاوند کو اس کی کمائی کا ثواب ملے گا اور خادم کو بھی اس کے برابر ثواب ملے گا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى﴾.

باب ہے بیچ بیان اس آیت کے کہ پس جس نے دیا اور ڈر رکھا اور سچ جانا بھلی بات کو یعنی کلمہ توحید کو سو ہم سہج (آہستہ سے یا آسانی سے) پہنچا دیں گے اس کو آسانی میں یعنی اس کو آرام کے گھر میں پہنچنے کے لیے توفیق دیں گے کہ نیک کام کرے اور جس نے نہ دیا اور بے پرواہ رہا اور جھوٹ جانا بھلی بات کو سو اس کو ہم سہج سہج (آہستہ آہستہ) پہنچا دیں گے سختی میں یعنی آخرت کی سختی یا برے کام کہ سبب ہیں داخل ہونے دوزخ کے۔

فائدہ: فتح الباری میں فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود اس باب سے یہ ہے کہ نیکی کی راہ میں ہر طرح سے مال خرچ کرنے کا ثواب ہے اور یہ کہ اس کو ثواب آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی اس کا بدلہ ملتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلَفًا. یعنی الٰہی! مال خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے۔

فائدہ: یہ اشارہ ہے طرف شان نزول اس آیت کے کہ یہ آیت اس باب میں اتری ہے۔

١٣٥١ ۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ مُزَرِّدٍ عَنْ أَبِي الْحُبَابِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ أَحَدُهُمَا اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا.

١٣٥١۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا دن نہیں کہ اس میں بندے صبح کرتے ہوں مگر کہ دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں سو ان دونوں میں سے ایک تو یہ کہتا ہے کہ الٰہی! جلدی دے خرچ کرنے والے سخی کو بدلہ اور دوسرا کہتا ہے کہ الٰہی! جلدی دے بخیل کو نقصان۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو نیکی کی راہ میں خرچ کرے اس کو آسانی کا وعدہ ہے اور جو نہ خرچ کرے اس کو سختی کا وعدہ ہے اور آسانی عام ہے اس سے کہ دنیا کی آسانی ہو یا آخرت کی اور اسی طرح اس حدیث میں جو بدلے کا وعدہ آیا ہے وہ بدلہ بھی عام ہے اس سے کہ دنیا میں ہو یا آخرت میں اور یہ جو فرمایا کہ بخیل کے لیے فرشتہ نقصان کی دعا کرتا ہے تو احتمال ہے کہ مراد اس سے بعینہ مال کا تلف ہونا ہو اور احتمال ہے کہ اس مال کا مالک تلف ہو یا یہ مراد ہے کہ اس سے نیکی کا عمل کوئی نہ ہو اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ خرچ ممدوح وہ ہے کہ اللہ کی راہ میں ہو اور عیال اور مہمان اور تطوعات میں ہو اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مراد اس سے عام صدقہ ہے کہ واجبات اور مندوبات کو شامل ہو لیکن جو نفلی صدقہ نہ دے وہ اس بد دعا کا مستحق نہیں جب تک کہ اس پر بخل غالب نہ آئے ساتھ اس طور کے کہ فرض صدقہ بھی خوشی سے نہ دے، انتہی۔

## بَابُ مَثَلِ الْبَخِيْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ.

## بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال کا بیان

١٣٥٢ ۔ حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوٗسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهٗ أَنَّهٗ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَثَلُ

١٣٥٢۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخیل اور خیرات کرنے والے کی مثال جیسے دو مردوں کی مثال ہے جن پر دو کرتے ہوں لوہے کے ان کی چھاتی سے گردن تک سو خیرات کرنے والا تو نہیں خرچ کرتا مگر کہ وہ کرتہ اس پر کشادہ ہو کہ لمبا چوڑا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی انگلیاں ڈھانک لیتا ہے اور اس کے نقش قدم پر گھسٹا جاتا ہے اور لیکن حال بخیل پس نہیں ارادہ کرتا خرچ کرنے کا مگر کہ ہر حلقہ اس کا اپنی جگہ پر چمٹ جاتا ہے اور سمٹ جاتا ہے کہ اس کا ہاتھ باہر نہ نکل سکے سو وہ اس کو کشادہ کرتا ہے اور

الْبَخِيلِ وَالْمُنفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ مِّنْ ثُدِيِّهِمَا إِلٰى تَرَاقِيهِمَا فَأَمَّا الْمُنفِقُ فَلَا يُنفِقُ إِلَّا سَبَغَتْ أَوْ وَفَرَتْ عَلٰى جِلْدِهٖ حَتّٰى تُخْفِيَ بَنَانَهٗ وَتَعْفُوَ أَثَرَهٗ وَأَمَّا الْبَخِيلُ فَلَا يُرِيدُ أَنْ يُّنفِقَ شَيْئًا إِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَّكَانَهَا فَهُوَ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ تَابَعَهُ الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ فِي الْجُبَّتَيْنِ وَقَالَ حَنْظَلَةُ عَنْ طَاوُسٍ جُنَّتَانِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرٌ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُنَّتَانِ.

وہ کشادہ نہیں ہوتا۔

**فائدہ**: یعنی سخی جب خیرات کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے اور دل خوش ہوتا ہے ہاتھ دل کی اطاعت کرتے ہیں دینے کے وقت خوب پھیلتے ہیں بخلاف بخیل کے کہ خیرات کرتے وقت اس کا دل تنگ ہوتا ہے تو ہاتھ دینے کو نہیں پھیلتے گویا کسی نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے ہیں خلاصہ مطلب یہ ہے کہ سخی کمال خوشی سے خیرات کرتا ہے اور بخیل کی خیرات کرتے وقت جان نکلتی ہے اور روح قبض ہوتی ہے اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سخی کو فضیلت ہے بخیل پر اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ خیرات کرنے سے مال بڑھتا ہے اور بخل سے کم ہوتا ہے، وفيه المطابقة للترجمة.

بَابُ صَدَقَةِ الْكَسْبِ وَالتِّجَارَةِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا أَنفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿أَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾.

کسب اور تجارت کے ساتھ کمائے ہوئے مال سے صدقہ دینے کا بیان یعنی اس کی بڑی فضیلت ہے واسطے دلیل اس آیت کے کہ اے ایمان والو! خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے اور جو ہم نے نکال دیا تم کو زمین میں سے اور نیت نہ رکھو گندی چیز پر کہ خرچ کرو اور تم آپ وہ نہ لو گے مگر جو آنکھیں بند کر لو اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ ہے یعنی خیرات قبول ہونے کی یہ شرط ہے کہ مال حلال کمایا ہو حرام نہ ہو۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس باب میں اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جو مجاہد سے روایت ہے کہ مراد اس آیت میں کسب اور کمائی سے تجارت ہے اور مراد زمین کی چیزوں سے دانہ اور کھجور ہے کہ ہر چیز پر زکوۃ ہے۔

**بَابُ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ.**

ہر مسلمان پر صدقہ ہے یعنی بطریق استحباب کے یا عام اس سے کہ واجب ہو یا مستحب اور جو مال نہ پائے تو چاہیے کہ نیک بات بتلائے۔

١٣٥٣ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ فَقَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ يَعْمَلُ بِيَدِهٖ فَيَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوْا فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ يُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ قَالُوْا فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا لَهٗ صَدَقَةٌ.

١٣٥٣۔ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے باپ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر صدقہ ہے سو اصحاب نے عرض کیا کہ یا حضرت! اگر کوئی نہ پائے تو کیا کرے فرمایا اپنے ہاتھ سے کمائے پس اپنی جان کو نفع پہنچائے اور لوگوں پر خیرات کرے لوگوں نے عرض کیا کہ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو فرمایا حاجت مند مظلوم کی مدد کرے لوگوں نے عرض کیا کہ اگر یہ بھی نہ ہو سکے؟ فرمایا پس چاہیے کہ نیک کام پر عمل کرے یا لوگوں کو نیک کام بتلائے اور باز رہے برائی سے یعنی غیر کو اپنی برائی سے بچائے یا اپنی جان کو گناہ سے باز رکھے کہ اس کے لیے یہی خیرات ہے۔

**فائدہ:** حاصل یہ کہ خلق پر شفقت کرنی ضروری ہے اور وہ یا ساتھ مال کے ہے یا غیر مال کے اور مال یا تو حاصل ہے یا کمایا گیا اور غیر مال یا تو فعل ہے اور وہ مظلوم کی فریاد رسی ہے اور یا ترک ہے اور وہ باز رہنا ہے برائی سے اس سے معلوم ہوا کہ جو صدقہ کی قدرت رکھتا ہو اس کے حق میں صدقہ بہتر اور افضل ہے اور عملوں سے۔ (فتح)

**بَابُ قَدْرِ كَمْ يُعْطٰی مِنَ الزَّكَاةِ وَالصَّدَقَةِ وَمَنْ أَعْطٰی شَاةً.**

یعنی زکوۃ اور صدقہ سے کس قدر ایک محتاج کو دے اور بیان اس شخص کا کہ بکری دے یا دیا جائے یعنی دونوں طرح درست ہے۔

١٣٥٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا أَبُوْ شِهَابٍ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ بُعِثَ إِلٰی نُسَيْبَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ بِشَاةٍ فَأَرْسَلَتْ

١٣٥٤۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کسی نے نسیبہ انصاریہ (ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا نام ہے) کی طرف ایک بکری صدقہ کی بھیجی اور اس نے اس کا کچھ گوشت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کوئی

إِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مِنْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقَالَتْ لَا إِلَّا مَا أَرْسَلَتْ بِهٖ نُسَيْبَةُ مِنْ تِلْكَ الشَّاةِ فَقَالَ هَاتِ فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا.

کھانے کی چیز ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کچھ نہیں مگر جو کچھ کہ نسیبہ نے بکری کے گوشت میں سے بھیجا ہے فرمایا لا کہ وہ اپنے حلال ہونے کی جگہ پہنچی یعنی اب اس کا کھانا حلال ہے کہ وہ اس کے ملک ہوا اور اس نے ہم کو ہدیہ دیا۔

**فائدہ:** یعنی زکوٰۃ کا مال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر چند حرام تھا لیکن جب محتاج کو پہنچ گیا اور اس نے کچھ اس میں سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تو اس کا کھانا درست ہوگیا کہ ملکیت بدل گئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک محتاج کو صدقہ میں سے ایک بکری دینا درست ہے' وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور فتح الباری میں ہے کہ عطف صدقہ کا زکوٰۃ پر عطف عام کا خاص پر ہے اس واسطے کہ اگر صرف زکوٰۃ کا ذکر کرتا تو سمجھا جاتا کہ زکوٰۃ کے غیر کا حکم اور ہے اور یعطی کا مفعول بیان نہیں کیا واسطے اختصار کے اس واسطے کہ وہ آٹھ قسم ہیں اور اس میں اشارہ ہے طرف رد کرنے اس شخص کے جو کہتا ہے کہ ایک محتاج کو بقدر نصاب کے زکوٰۃ دینی مکروہ ہے اور وہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایک محتاج کو بقدر نصاب کے زکوٰۃ دینی درست ہے انتہی' اور مراد نسیبہ سے خود ام عطیہ رضی اللہ عنہا ہے اس واسطے کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کنیت ہے نسیبہ کی۔

## بَابُ زَكَاةِ الْوَرِقِ.

## چاندی کی زکوٰۃ کا بیان یعنی چاندی کا نصاب کیا ہے جس میں کہ زکوٰۃ واجب ہے؟۔

١٣٥٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ مِّنَ الْإِبِلِ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو سَمِعَ أَبَاهُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

١٣٥٥۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ اور نہیں پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ اور نہیں پانچ وسق سے کمتر چھوہارے میں زکوٰۃ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

**فائدہ:** اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے تو پانچ اوقیہ دو سو درہم ہوئے جو تولے کے حساب سے ساڑھے باون تولے ہوتے ہیں اور وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے جو تخمینًا پانچ من پختہ ہو اس حدیث میں تین نصاب کا ذکر ہے کہ ان سے کمتر میں زکوۃ نہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اناج اور میوہ جب تک تیس من نہ ہو اس میں زکوۃ نہیں اور یہی حدیث ان کی دلیل ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اناج اور میوہ کی کچھ حد مقرر نہیں تھوڑی اور بہت سب میں زکوۃ ہے یعنی دسواں حصہ اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اگر اس قدر سے زیادہ مال ہو تو اس کا ذکر اس حدیث میں نہیں اور سب کا اجماع ہے اس پر کہ وسقوں میں وقص نہیں اور اس طرح چاندی میں بھی جمہور کے نزدیک وقص نہیں یعنی دو فرضوں کے درمیان کوئی عدد معاف نہیں جیسے کہ پانچ اونٹ میں ایک بکری دینی آتی ہے پھر بلا شک کچھ نہیں دینا آتا سوائے ایک بکری کے جب دس ہوں تو دو بکریاں دے مگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ دو سو سے زیادہ میں زکوۃ نہیں یہاں تک کہ پہنچیں حد نصاب کو اور وہ چالیس درہم ہیں اور اجماع ہے علماء کا اس پر کہ مویشی اور نقد مال میں پورے سال کا گزرنا شرط ہے سوائے ان چیزوں کے جن کا دسواں حصہ لیا جاتا ہے کہ ان میں سال بھر کا گزرنا شرط نہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مال نصاب سے کم ہو تو اس میں زکوۃ واجب نہیں اگرچہ ایک دانہ بھی ہو اور بعض مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر مقدار نصاب سے تھوڑا کم ہو تو بھی زکوۃ واجب ہے، انتہی۔

## بَابُ الْعَرْضِ فِي الزَّكَاةِ.

زکوۃ میں اسباب لینے کا بیان یعنی چاندی اور سونے کے سوا اور چیز کا زکوۃ میں لینا بھی درست ہے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک زکوۃ میں اسباب کا لینا درست ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس مسئلے میں حنفیہ کی موافقت کی ہے اس کے باوجود کہ وہ ان کا بہت مخالف ہے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس میں دلیل کا تابع ہے یعنی موافقت اور مخالفت سے اس کو کچھ غرض نہیں اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ زکوۃ میں اسباب کا لینا درست نہیں وہ ان حدیثوں کا جواب دیتے ہیں کما سیاتی، انتہی۔

وَقَالَ طَاوُسٌ قَالَ مُعَاذٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِأَهْلِ الْيَمَنِ ائْتُونِي بِعَرْضٍ ثِيَابٍ خَمِيْصٍ أَوْ لَبِيْسٍ فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعِيْرِ وَالذُّرَةِ أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ وَخَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ.

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن والوں کو کہا کہ زکوۃ میں میرے پاس کپڑے لاؤ کہ چادر سیاہ دھاری دار ہو یا فرمایا پہننے کا کپڑا ہو بدلے جو اور جوار کے کہ وہ کپڑے دینے تم پر آسان ہیں غلہ پہنچانے سے اور بہتر ہے اصحاب کے لیے کہ مدینے میں ہیں

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ میں کپڑے وغیرہ اسباب کا لینا درست ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ زکوٰۃ نہیں تھی اس واسطے کہ اگر زکوٰۃ ہوتی تو اصحاب کے لیے مدینہ میں نہ بھیجے جاتے اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس جگہ کی زکوٰۃ ہو وہیں کے فقیروں پر خرچ کی جائے اور جواب اس کا یہ ہے کہ زکوٰۃ کا امام کی طرف لے جانا درست ہے تا کہ وہ اپنے ہاتھ سے تقسیم کرے اور یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف زکوٰۃ کا منتقل کرنا درست ہے اور اس مسئلے میں بھی اختلاف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے پس دلیل نہیں ہو سکتا اور اس میں کلام ہے اس واسطے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حلال وحرام کو سب لوگوں سے زیادہ تر جانتے تھے اور جب حضرت ﷺ نے ان کو یمن کی طرف بھیجا تو ان کو بیان کر دیا کہ اس اس طرح سے حکم کرنا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ حال کا ہے کہ شاید اس وقت اصحاب رضی اللہ عنہم کو مدینے میں کپڑوں کی حاجت تھی (مگر یہ بات بھی ٹھیک نہیں) اور بعض کہتے ہیں کہ مراد صدقہ سے اس حدیث میں جزیہ ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ جو اور جوار کے بدلے کپڑے لاؤ اس کو رد کرتا ہے اس لیے کہ ان لوگوں کا جزیہ اس وقت جو اور جوار نہ تھا۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّا خَالِدٌ فَقَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ خالد رضی اللہ عنہ کا تو یہ حال ہے کہ اس نے اپنی زرہیں اور اپنے ہتھیاروں اور گھوڑوں کو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے وقف کر دیا ہے۔

**فائدہ:** زکوٰۃ تحصیل کرنے والے عامل نے حضرت ﷺ سے گلہ کیا کہ خالد رضی اللہ عنہ زکوٰۃ نہیں دیتا تو حضرت ﷺ نے اس کا عذر یہ بیان فرمایا کہ اس نے اپنا مال اللہ کی راہ میں وقف کر دیا ہے یعنی اس پر زکوٰۃ واجب نہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ میں اسباب کا لینا درست ہے اس واسطے کہ اگر اس کا مال واسباب وقف نہ ہوتا تو اس کی زکوٰۃ واجب ہوتی اور زکوٰۃ میں اس اسباب میں سے کچھ اسباب دینا لازم آتا یا کہا جائے کہ جب اس نے اپنا اسباب اللہ کی راہ میں وقف کر دیا کہ مسلمان اس سے جہاد کریں اور یہ بھی منجملہ مصارف زکوٰۃ میں سے ہے تو ثابت ہوا کہ زکوٰۃ میں اسباب کا لینا درست ہے، وفیہ المطابقۃ للترجمۃ۔ (فتح)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَلَمْ يَسْتَثْنِ صَدَقَةَ الْعَرْضِ مِنْ غَيْرِهَا فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِيْ خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا وَلَمْ يَخُصَّ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ مِنَ الْعُرُوْضِ.

اور حضرت ﷺ نے عورتوں کو فرمایا کہ اے عورتوں کے گروہ! خیرات کرو اگرچہ اپنے زیور سے ہو سو حضرت ﷺ نے صدقہ عرض کا اپنے غیر سے جدا نہیں کیا (یعنی یہ نہیں فرمایا کہ زیور کی زکوٰۃ میں چاندی اور سونے کے سوا اور کوئی چیز درست نہیں بلکہ مطلق فرمایا کہ اپنے

زیور کی زکوۃ دو اور یہ اس بنا پر ہے کہ فرض صدقہ کے مصارف مانند مصارف صدقہ نفل کے ہیں کہ مقصود دونوں سے قربت ہے اور دونوں کے مصارف میں علت فقر اور محتاجگی ہے سو عورت اپنی بالی اور اپنا ہار ڈالنے لگی اور نہ خاص کیا حضرت ﷺ نے چاندی اور سونا اسباب سے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہو حضرت ﷺ کے اس قول سے کہ عورتوں کو فرمایا کہ خیرات کرو اس واسطے کہ یہ مطلق ہے ہر قسم کے صدقہ کو شامل ہے فرض ہو یا نفل اور اسی طرح شامل ہے ہر اس چیز کو کہ صدقہ میں دی جائے خواہ چاندی سونا ہو یا اور اسباب اور مراد اس قول سے کہ اگرچہ اپنے زیور سے ہو مبالغہ ہوگا یعنی اگر کوئی چیز نہ پاؤ تو یہی سہی اور دلیل کی جگہ آپ کا یہ قول ہے کہ بعض عورت اپنا ہار پھینکنے لگی اس واسطے کہ سخاب ایک قسم کا ہار ہوتا ہے جو کہ مشک اور لونگ سے بنا کر عورتیں گلے میں ڈالتی ہیں' انتہی۔

١٣٥٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِيْ أَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلٰى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُوْنٍ فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ.

١٣٥٦۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کو حکم نامہ لکھ دیا جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا اور وہ شخص کہ ہوں اس کے پاس اونٹ اس قدر کہ واجب ہو ان میں اونٹنی برس روز کی اور نہیں وہ اس کے پاس اور اس کے پاس ہے اونٹنی دو برس کی پس قبول کی جائے اس سے اور دے اس کو زکوۃ لینے والا بیس درھم یا دو بکریاں اور اگر نہ ہو اس کے پاس اونٹنی برس روز کی قابل دینے کے اور ہو اس کے پاس اونٹ دو برس کا تو قبول کیا جائے اس سے اور نہیں ساتھ اس کے کوئی چیز۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوۃ میں چاندی سونے کے سوا اور اسباب کا دینا درست ہے اس واسطے کہ جب صدقہ دینے والے سے واجب چیز سے زیادہ تر بیش قیمت چیز کا لینا اور زیادتی کے عوض میں غیر جنس کا اس کو دینا درست ہے تو زکوۃ میں اسباب کا دینا بھی درست ہوگا کہ وہ غیر ہے جنس واجب کا وفیہ المطابقة للترجمة لیکن جمہور علماء کہتے ہیں کہ اگر زکوۃ میں اسباب کا دینا درست ہوتا تو وہ چیزوں یعنی جنس واجب اور اس کے عوض کی قیمت میں نظر کی جاتی تو اسباب کبھی بڑھ جاتا اور کبھی گھٹ جاتا واسطے اختلاف شہروں اور زمانوں کے اور جب کہ حضرت ﷺ نے

ایک مقدار معین کر دیا کہ نہ بڑھتا ہے نہ کم ہوتا ہے تو وہی واجب ہوگا اس کے عوض اور کوئی چیز درست نہ ہوگی اور اگر شارع نے مقدار معین نہ کیا ہوتا تو بنت مخاض معین ہوتی اور اس کے بدلے بنت لبون تفاوت کے ساتھ لینی درست نہ ہوتی، انتہی۔ (فتح)

۱۳۵۷ ۔ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَشْهَدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَصَلّٰى قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَرَاٰى أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَآءَ فَأَتَاهُنَّ وَمَعَهُ بِلَالٌ نَاشِرَ ثَوْبِهٖ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَّتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِيْ وَأَشَارَ أَيُّوْبُ إِلٰى أُذُنِهٖ وَإِلٰى حَلْقِهٖ.

۱۳۵۷۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے عید کی نماز خطبے سے پہلے پڑھی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال کیا کہ آپ نے عورتوں کو وعظ نہیں سنایا یعنی معلوم کیا کہ عورتوں نے وعظ نہیں سنا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ کپڑا پھیلائے تھے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وعظ کیا اور حکم دیا خیرات کرنے کا سو عورت اپنی بالی پھینکنے لگی۔

**فائدہ:** اس حدیث کا مطلب وہی ہے جو اوپر گزرا۔

بَابُ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَّلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَّيُذْكَرُ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلُهٗ.

نہ جمع کیے جائیں جانور متفرق اور نہ جدا کیے جائیں جانور اکٹھے واسطے خوف زکوۃ کے اور ذکر کیا جاتا ہے سالم سے اس نے روایت کی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مانند اس حکم کے جو اس باب میں مذکور ہے۔

۱۳۵۸ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهٗ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِيْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَّلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ.

۱۳۵۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کے واسطے لکھی وہ چیز کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کی ہے یعنی مسلمانوں پر ساتھ حکم اللہ تعالیٰ کے اور وہ یہ ہے کہ نہ جمع کیے جائیں جانور متفرق اور نہ جدا کیے جائیں جانور اکٹھے واسطے خوف زکوۃ کے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں کہا کہ معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ تین آدمی ہوں ہر

ایک کی چالیس بکریاں ہوں تو ان پر تین بکریاں دینی آتی ہیں اور اگر ان کو جمع کریں تو صرف ایک بکری دینی آئے گی یا دو دو شخصوں کی دوسو اور دو دو بکریاں ہوں تو ان پر تین بکریاں دینی آتی ہیں اور جب ان کو جدا جدا کریں تو ہر ایک کو ایک بکری دینی آئے گی یعنی پس اس طرح نہ کرے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حکم ایک وجہ سے زکوٰۃ دینے والے کے حق میں ہے اور ایک وجہ سے زکوٰۃ لینے والے کے حق میں ہے پس ہر ایک کو حکم ہے کہ کوئی نئی چیز پیدا نہ کرے نہ جمع کرے اور نہ تفریق پس مال والے کو چاہیے کہ زکوٰۃ کے بہت ہونے کے خوف سے نہ تو مال کو جمع کرے اور نہ جدا جدا کرے تا کہ زکوٰۃ کم ہو اور زکوٰۃ لینے والے کو چاہیے کہ زکوٰۃ کے کم ہونے کے خوف سے نہ تو مال کو جمع کرے اور نہ جدا کرے تا کہ زکوٰۃ بہت ہو اور حدیث دونوں کا احتمال رکھتی ہے لیکن ظاہر تر یہ ہے کہ مراد اس سے مالک مال کا ہے اور یہ حکم خاص اسی کے واسطے ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کے پاس کچھ چاندی ہو کہ نصاب سے کم ہو اور کچھ سونا ہو کہ وہ بھی نصاب سے کم ہو تو اس کا جمع کرنا واجب نہیں تا کہ نصاب پورا ہو اور اس میں زکوٰۃ واجب ہو اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی اجزا اکٹھی کی جائیں یہ قول مالکیہ کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ قیمت لگا کر دونوں چیزیں اکٹھی کی جائیں یہ قول حنفیہ کا ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص کی مثلاً بیس بکریاں کوفے میں ہیں اور بیس بصرے میں ہوں تو ان کو ایک جگہ جمع نہ کیا جائے اور نہ ان سے زکوٰۃ لی جائے یہ قول ابن منذر کا ہے اور جمہور اس کے مخالف ہیں کہتے ہیں کہ ایک آدمی کا سب مال ایک جگہ جمع کیا جائے اگرچہ کئی شہروں میں ہو اور اس سے زکوٰۃ لی جائے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ نہی زکوٰۃ تحصیل کرنے والے کے لیے ہے کہ وہ متفرق کو جدا نہ کرے مثلاً دو شخصوں کے پاس بکریاں ہوں اتنی اتنی کہ ہر ایک کے پاس حد نصاب سے کم ہو اور جب دونوں ملیں تو نصاب پورا ہو مثلاً دونوں کے پاس بیس بیس ہوں تو زکوٰۃ لینے والا ان کو جمع نہ کرے زکوٰۃ لینے کے لیے اور نہ جدا کرے اکٹھے کو یعنی جب کہ ہوں مثلاً ایک شخص کے پاس اسی بکریاں چالیس ایک جگہ اور چالیس ایک جگہ تو نہ اعتبار کرے ان کا دو نصاب اور نہ لے ان میں سے دو بکریاں بلکہ ایک بکری لے اس لیے کہ ملک ایک کی ہے۔ (فتح)

**بَابُ مَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ وَقَالَ طَاوُسٌ وَعَطَآءٌ إِذَا عَلِمَ الْخَلِيْطَانِ أَمْوَالَهُمَا فَلَا يُجْمَعُ مَالُهُمَا وَقَالَ سُفْيَانُ لَا تَجِبُ حَتّٰى يَتِمَّ لِهٰذَا أَرْبَعُوْنَ شَاةً وَلِهٰذَا أَرْبَعُوْنَ شَاةً.**

جو نصاب کہ ہوں دو شریکوں میں پس وہ رجوع کریں آپس میں ساتھ برابری کے یعنی بقدر شرکت کے اور طاؤس اور عطاء نے کہا کہ جب دونوں شریک اپنا مال جانتے ہوں کہ کتنا ہے یعنی مشترک نہ ہو تو ان کا مال جمع نہ کیا جائے یعنی بلکہ جدا جدا ملاحظہ کیا جائے پس اگر بقدر نصاب کے ہو تو زکوٰۃ لی جائے ورنہ نہیں اور سفیان نے کہا

کہ نہیں واجب ہے زکوٰۃ یہاں تک کہ چالیس بکریاں
اس کی پوری ہوں اور چالیس دوسرے کی ہوں۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہی قول ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اصحاب حدیث کے نزدیک جب دونوں کے مویشی حد نصاب کو پہنچ جائیں تو دونوں سے زکوٰۃ لی جائے اور شرکت سے مراد ان کے نزدیک یہ ہے کہ چرنے اور رات رہنے اور حوض اور زمین میں اکٹھے ہوں اور شرکت خاص تر ہے اس سے۔

۱۳۵۹ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِيْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ.

۱۳۵۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے حکم نامہ لکھا جو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور اس حکم نامے کا ایک حکم یہ ہے کہ جو نصاب کہ دو شریکوں کے درمیان ہو سو وہ رجوع کریں آپس میں ساتھ برابری کے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ دو شریکوں کے درمیان مثلاً چالیس بکریاں ہوں ہر ایک کی ان میں سے بیس بکریاں ہوں اور ہر ایک اپنا مال پہچانتا ہو تو زکوٰۃ لینے والا ایک شریک سے ایک بکری لے لے اور وہ بکری دینے والا اپنے دوسرے شریک سے نصف بکری کی قیمت لے لے یعنی یہ نہیں کہ آدھی بکری ایک دے اور آدھی دوسرا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مراد خلیط سے یہاں حقیقی شریک ہے کہ دونوں کا مال آپس میں مشترک ہو اور ان پر یہ اعتراض آتا ہے کہ شریک اپنا مال نہیں پہچانتا اور حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دونوں آپس میں رجوع کریں ساتھ برابری کے یعنی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنا مال پہچانتے ہوں ورنہ رجوع کرنے کے کوئی معنی نہ ہوں گے، انتہی ملخصًا اور بعضوں نے کہا کہ معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ مثلاً دو آدمی دو سو بکریوں میں شریک ہیں ایک کی چالیس بکریاں ہیں اور دوسرے کی ایک سو ساٹھ ہیں پس پہلے آدمی پر بھی ایک بکری واجب ہوگی یہ نہیں ہوگا کہ واجب ہوں پہلے پر دو خمس ایک بکری کے اور باقی دوسرے پر یعنی زکوٰۃ لینے والا تو ایک ایک بکری ہر ایک شریک سے لے لے گا پھر وہ دونوں رجوع کریں آپس میں برابری کے ساتھ یعنی چالیس بکریوں والا تین خمس اس بکری کے کہ دی ہے دوسرے شریک سے کہ جس کی ایک سو ساٹھ ہیں لے لے پس چالیس والے پر دو خمس پڑیں گے موافق اس کے حصہ کے اور باقی دوسرے پر موافق اس کے حصے کے۔

بَابُ زَكَاةِ الْإِبِلِ ذَكَرَهُ أَبُوْ بَكْرٍ وَأَبُوْ ذَرٍّ وَأَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ

اونٹوں کی زکوٰۃ کے واجب ہونے کا بیان روایت کی ہے یہ حدیث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوبکر، ابوذر، ابوہریرہ رضی اللہ عنہم

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے۔

١٣٦٠ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ وَيْحَكَ إِنَّ شَأْنَهَا شَدِيْدٌ فَهَلْ لَّكَ مِنْ إِبِلٍ تُؤَدِّيْ صَدَقَتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَآءِ الْبِحَارِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَّتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا.

١٣٦٠۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک گنوار نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کا حکم پوچھا کہ اپنے وطن سے ہجرت کر کے مدینے میں آ رہنے کا کیا حکم ہے؟ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وائے بحال تو کہ البتہ ہجرت کا امر تو نہایت سخت ہے سو کیا تیرے پاس اونٹ ہیں کہ تو ان کی زکوٰۃ دیا کرتا ہے اس نے کہا ہاں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس اسی طرح کیا کر اپنے دھات میں جو نہروں سے پرے ہیں سو بے شک اللہ تیرے عمل سے کچھ کم نہ کرے گا۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ ان حدیثوں سے کئی حکم ثابت ہوتے ہیں جو اس باب کے متعلق ہیں ایک یہ کہ زکوٰۃ واجب ہے اور یہ کہ زکوٰۃ اور نماز برابر ہے اس میں کہ اس کے مانعین سے لڑنا چاہیے اور یہ کہ جو زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کو آخرت میں سخت عذاب ہوگا اور یہ کہ جو اونٹوں کی زکوٰۃ دیتا ہے ان کو ہجرت کے برابر ثواب ملے گا۔

## بَابُ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ صَدَقَةُ بِنْتِ مَخَاضٍ وَّلَيْسَتْ عِنْدَهٗ.

جو شخص کے ہوں اس کے پاس اونٹ اس قدر کہ واجب ہو ان میں اونٹنی برس روز کی اور نہیں ہے وہ اس کے پاس تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

١٣٦١ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهٗ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهٗ فَرِيْضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِيْ أَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهٗ جَذَعَةٌ وَعِنْدَهٗ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهٗ أَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهٗ

١٣٦١۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے زکوٰۃ کا حکم نامہ لکھا جو کہ اللہ نے اپنے رسول کو حکم کیا یعنی اور اس میں سے ایک حکم یہ ہے کہ جس شخص کے پاس اس قدر اونٹ ہوں کہ ان میں چار برس کی اونٹنی واجب ہو کہ پانچویں میں لگی ہو یعنی اکسٹھ سے پچھتر تک یہ دینی آتی ہے اور اس کے پاس چار برس کی اونٹنی نہ ہو بلکہ تین برس کی ہو تو وصول کی جائے اس سے اونٹنی تین برس کی اور زکوٰۃ دینے والا اس کے ساتھ دو بکریاں اور دے اگر میسر ہوں اس کو یا بیس درہم دے اور جس شخص کے پاس اس قدر اونٹ ہوں کہ

صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بِنْتُ لَبُوْنٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَيُعْطِيْ شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطِيْ مَعَهَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ.

ان میں تین برس کی اونٹنی واجب ہو کہ چھیالیس سے ساٹھ تک یہ دینی آتی ہے اور اس کے پاس تین برس کی اونٹنی نہ ہو بلکہ چار برس کی ہو تو اس سے وہی چار برس کی اونٹنی قبول کی جائے اور زکوۃ لینے والا اس کو بیس درہم دے یا دو بکریاں دے اور جس کے پاس اس قدر اونٹ ہوں کہ ان میں تین برس کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس تین برس کی اونٹنی نہ ہو بلکہ دو برس کی ہو تو اس سے وہی دو برس کی اونٹنی قبول کی جائے اور زکوۃ دینے والا اس کے ساتھ دو بکریاں دے یا بیس درہم دے اور جس شخص کے پاس اس قدر اونٹ ہوں کہ ان میں دو برس کی اونٹنی واجب ہو کہ چھتیس سے پینتالیس تک یہی دینی آتی ہے اور اس کے پاس دو برس کی اونٹنی نہ ہو بلکہ تین برس کی ہو تو اس سے وہی تین برس کی اونٹنی قبول کی جائے اور اس کو زکوۃ لینے والا بیس درہم دے یا دو بکریاں دے اور جس شخص کے پاس اس قدر اونٹ ہوں کہ ان میں دو برس کی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس دو برس کی اونٹنی نہ ہو بلکہ ایک برس کی ہو تو اس سے وہی ایک برس کی اونٹنی قبول کی جائے اور زکوۃ دینے والا اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں دے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ جب مقصود سے اکمل یا انقص چیز پائی جائے تو مشروع ہے کہ جبر کرنا اس کا ساتھ کمی بیشی کے جیسے کہ یہ حدیث اس کی متضمن ہے اس واسطے کہ نہیں فرق ہے درمیان فقد بنت مخاض اور وجود اکمل کے اس سے، انتہی۔

## بَابُ زَكَاةِ الْغَنَمِ.

بکریوں کی زکوۃ کا بیان۔

١٣٦٢ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُثَنَّى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

١٣٦٢۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے یہ حکم نامہ لکھا جب کہ ان کو بحرین (ایک ملک کا نام ہے عرب میں نزدیک بصرہ کے) کی طرف بھیجا کہ شروع ساتھ نام اللہ کے جو بڑا مہربان ہے نہایت رحم

كَتَبَ لَهُ هٰذَا الْكِتَابَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هٰذِهٖ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِيْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَالَّتِيْ أَمَرَ اللّٰهُ بِهَا رَسُوْلَهُ فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ فِيْ أَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُوْنَهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ إِلٰى خَمْسٍ وَّثَلَاثِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثٰى فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّثَلَاثِيْنَ إِلٰى خَمْسٍ وَّأَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ أُنْثٰى فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّأَرْبَعِيْنَ إِلٰى سِتِّيْنَ فَفِيْهَا حِقَّةٌ طَرُوْقَةُ الْجَمَلِ فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَّسِتِّيْنَ إِلٰى خَمْسٍ وَّسَبْعِيْنَ فَفِيْهَا جَذَعَةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ يَعْنِيْ سِتًّا وَّسَبْعِيْنَ إِلٰى تِسْعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتَا لَبُوْنٍ فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدٰى وَتِسْعِيْنَ إِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِيْهَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْجَمَلِ فَإِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِيْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَفِيْ كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِّنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَّشَآءَ رَبُّهَا فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِّنَ الْإِبِلِ فَفِيْهَا شَاةٌ وَفِيْ صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِيْ سَآئِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِيْنَ إِلٰى عِشْرِيْنَ وَمِآئَةٍ شَاةٌ فَإِذَا

والا ہے یہ بیان ہے زکوٰۃ فرض کا جو کہ حضرت ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا یعنی ساتھ حکم اللہ تعالیٰ کے اور جس کا اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا پس جب کوئی کسی مسلمان سے زکوٰۃ طلب کرے اس کے طور پر یعنی موافق اس کے تو چاہیے کہ دے اس کو اور جب کوئی کسی سے اس سے زیادہ مانگے تو نہ دے یعنی اور پس وہ حکم نامہ یہ ہے کہ چوبیس اونٹوں اور اس سے کم میں بکری واجب ہے اس طرح کہ ہر پانچ میں ایک بکری اور جب پچیس کو پہنچیں پینتیس تک تو واجب ہے ان میں ایک اونٹنی برس روز کی مادہ اور جب چھتیس کو پہنچیں پینتالیس تک تو ان میں دو برس کی مادہ اونٹی واجب ہے اور جب چھیالیس کو پہنچیں ساٹھ تک تو ان میں ایک حقہ واجب ہے یعنی تین برس کی اونٹنی قابل جفتی کرنے اونٹ کے اور جب کہ پہنچیں اونٹ اکسٹھ کو پچھتر تک تو ان میں چار برس کی اونٹنی واجب ہے کہ پانچویں برس میں لگی ہو اور جب کہ پہنچیں چھتر کو نوے تک تو ان میں دو اونٹیاں دو دو برس کی واجب ہیں اور جب کہ پہنچیں اکانویں کو ایک سو بیس تک تو ان میں تین اونٹنیاں تین تین برس کی واجب ہیں یعنی جو نر کی جفتی کرنے کے قابل ہوں اور جب کہ اونٹ ایک سو بیس سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس میں دو برس کی اونٹنی واجب ہے اور ہر پچاس میں پوری تین برس کی اونٹنی واجب ہے اور اگر کسی کے پاس صرف چار اونٹ ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں مگر یہ کہ ان کا مالک چاہے تو بطریق نفل کے دے اور جب کہ اونٹ پانچ کو پہنچیں تو ان میں ایک بکری واجب ہے اور بیچ زکوٰۃ بکریوں کے کہ چرنے والے ہوں جب کہ چالیس ہوں ایک سو بیس تک ایک بکری واجب ہے اور جب کہ ایک سو بیس سے زیادہ ہوں دو سو

زَادَتْ عَلٰی عِشْرِیْنَ وَمِائَةٍ إِلٰی مِائَتَیْنِ شَاتَانِ فَإِذَا زَادَتْ عَلٰی مِائَتَیْنِ إِلٰی ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِیْهَا ثَلَاثُ شِیَاہٍ فَإِذَا زَادَتْ عَلٰی ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِیْ کُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ فَإِذَا کَانَتْ سَآئِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِّنْ أَرْبَعِیْنَ شَاةً وَاحِدَةً فَلَیْسَ فِیْهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ یَّشَآءَ رَبُّهَا وَفِی الرِّقَّةِ رُبْعُ الْعُشْرِ فَإِنْ لَّمْ تَکُنْ إِلَّا تِسْعِیْنَ وَمِائَةً فَلَیْسَ فِیْهَا شَیْءٌ إِلَّا أَنْ یَّشَآءَ رَبُّهَا.

تک تو اس میں دو بکریاں واجب ہیں اور جب کہ دو سو سے زیادہ ہوں تو ان میں تین بکریاں واجب ہیں تین سو تک اور جب کہ تین سو سے زیادہ ہوں تو ہر ایک سو میں ایک بکری واجب ہے اور جب کہ کسی شخص کی چرنے والی بکریاں چالیس سے کم ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں مگر یہ کہ اس کا مالک چاہے تو بطریقِ نفل کے صدقہ دے اور چاندی میں چالیسواں حصہ دینا فرض ہے یعنی خواہ مضروب ہو یا غیر مضروب اور اگر نہ ہوں اس کے پاس مگر ایک سو نوے درہم تو ان میں زکوٰۃ فرض نہیں مگر یہ کہ ان کا مالک چاہے تو بطورِ نفل کے صدقہ دے۔

**فائدہ:** یہ جو فرمایا کہ اگر چوبیں اونٹ یا اس سے کم ہوں تو متعین ہے ان میں دینا بکریوں کا یہ قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہتے ہیں کہ اگر چوبیں اونٹوں کی زکوٰۃ میں ایک اونٹ دے تو کافی نہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کہتے ہیں کہ اگر چوبیں اونٹوں کی زکوٰۃ میں ایک اونٹ دے دے تو درست ہے اس واسطے کہ جب پچیس اونٹوں میں ایک اونٹ دینا درست ہے تو چوبیں میں ایک اونٹ دینا بطریقِ اولیٰ درست ہو گا اور نیز اس واسطے کہ اصل زکوٰۃ کے باب میں یہ ہے کہ مال کی جنس سے واجب ہو اور اس سے عدول تو صرف مالک کی آسانی کے واسطے کیا جاتا ہے کہ اگر مال کی جنس میں سے میسر نہ ہو سکے تو اس کے عوض میں غیر جنس بھی درست ہے اور جب باختیار خود اصل کی طرف رجوع کرے تو درست ہو گا اور اگر مثلاً اونٹ کی قیمت چار بکریوں سے کم ہو تو اس مسئلے میں اختلاف ہے نزدیک شافعیہ وغیرھم کے اور قیاس یہی چاہتا ہے کہ درست نہ ہو اور نیز اسی قول سے استدلال کیا گیا ہے کہ چار بکریاں مجموعہ چوبیں اونٹ کی طرف سے ہیں اگرچہ وہ چار اونٹ کہ بیس پر زیادہ ہیں وقص ہے یہ قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے بویطی میں اور اس کے غیر نے کہا کہ وہ معاف ہے اور ظاہر ہو گا نتیجہ اختلاف کا اس شخص کے حق میں کہ اس کے پاس نو اونٹ ہوں سو سال گزرنے کے بعد چار ان میں سے ضائع ہو گئے پہلے قدرت پانے کہ اگر ہم کہیں کہ وجوب کی شرط سال گزرنا ہے تو ان میں ایک بکری بلا خلاف واجب ہو گی اور اسی طرح اگر کہا جائے کہ تمکن شرط ہے ضمان میں اور کہا جائے کہ وقص عفو ہے اور اگر ہم کہیں کہ مجموعہ کے ساتھ فرض متعلق ہوتا ہے تو بکری کے پانچ تسع واجب ہوں گے پہلا قول جمہور کا ہے جیسے کہ نقل کیا ہے ابن منذر نے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت اول قول کی طرح ہے اور اور وقص اس چیز کو کہتے ہیں جو کہ دو فرضوں کے درمیان ہو یہ قول جمہور کا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پہلے نصاب کے کم میں بھی استعمال کیا ہے اور کہا قرطبی نے کہ وقص ساتھ زبر قاف کے وہ جانور ہیں کہ نہ

پہنچیں حد نصاب کو خواہ ابتداء ہوں یا درمیان دو فرضوں کے انتہی ابتدا کی مثال یہ کہ گائیں تیس سے کم ہوں پس ان میں زکوٰۃ واجب نہیں اور مثال درمیان دو فرضوں کے یہ ہے کہ مثلا تیس گائیں بیل پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اور جب تیس سے بڑھیں اور چالیس تک پہنچیں ان کے مابین کو بھی وقص کہتے ہیں ان میں کچھ زکوٰۃ واجب نہیں جب چالیس ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے اگر چالیس سے زیادہ ہوں یہاں تک کہ ساٹھ کو پہنچیں جب ان میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ان کے مابین کو بھی وقص کہتے ہیں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں اور اسی طرح اگر ساٹھ سے بڑھیں تو ان میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں جب ستر ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے اسی طرح آگے ہر دھاکے کے بعد حکم متغیر ہوتا جاتا ہے دو دھاکوں کے درمیان جتنے گائیں بیل ہوں ان کو وقص کہتے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقص وہ جانور ہیں کہ نہ پہنچیں حد نصاب کو یعنی پہلے نصاب کو یا دوسرے وغیرہ کو اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چالیس سے ساٹھ تک کے مابین میں زکوٰۃ ہے باقی میں نہیں اور صاحبین کے نزدیک مطلق وقص میں زکوٰۃ واجب نہیں اور یہ جو فرمایا کہ پچیس اونٹوں میں ایک برس کی اونٹی واجب ہے تو یہی ہے قول جمہور کا کہ اس قدر میں بنت مخاض ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پچیس اونٹوں میں پانچ بکریاں دے اور چھبیس ہوں تو ان میں بنت مخاض ہے لیکن یہ حدیث مرفوع ضعیف ہے اور یہ جو فرمایا کہ پینتیس تک بنت مخاض ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھبیس سے چونتیس تک میں کچھ زکوٰۃ نہیں مگر حنفیہ کہتے ہیں کہ جب پچیس سے زیادہ اونٹ ہوں تو از سر نو زکوٰۃ شروع کی جائے یعنی بنت مخاض کے ساتھ ہر پانچ میں ایک بکری دی جائے اور یہ جو فرمایا کہ دو برس کی اونٹنی واجب ہو اور وہ اس کے پاس نہ ہو بلکہ ایک برس کی ہو تو اس سے وہی قبول کی جائے ساتھ بیس درھم یا دو بکریوں کے اور اگر ایک برس کی اونٹنی اس کے پاس نہ ہو بلکہ دو برس کا اونٹ ہو تو اس سے وہی قبول کیا جائے اور نہیں واجب ہے ساتھ اس کے کوئی چیز نہ لینی نہ دینی تو اس پر سب کا اتفاق ہے اور اگر دونوں سے ایک بھی نہ پائے تو اس کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے خریدے یہی صحیح تر قول ہے نزدیک شافعیہ کے اور بعض کہتے ہیں کہ متعین ہے خریدنا بنت مخاض کا یہ قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یہ جو فرمایا کہ اس کے ساتھ بیس درھم یا دو بکریاں دے تو یہی ہے قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اہل حدیث کا اور ثوری سے روایت ہے کہ دس درھم دے اور یہی ایک قول اسحاق کا ہے اور یہ جو فرمایا کہ جب بکریاں تین سو سے زیادہ ہوں تو ہر سو میں ایک بکری ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی بکری واجب نہیں ہوتی یہاں تک کہ چار سو پوری ہوں اور یہی قول ہے جمہور کا اور بعض اہل کوفہ کہتے ہیں کہ اگر تین سو سے ایک بھی زیادہ ہو تو اس میں چار بکریاں واجب ہوتی ہیں یہ ایک روایت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ہے، انتہی۔ (فتح)

اور یہ جو فرمایا کہ چرنے والے ہوں تو مراد اس سے یہ ہے کہ جانوروں میں بکری ہو یا گائے یا اونٹ زکوٰۃ جب واجب ہوتی ہے کہ اکثر برس یعنی آدھے برس سے زیادہ جنگل میں چارہ چر آتے ہوں اور اگر اکثر برس گھر سے کھلانا

پڑتا ہوتو ان جانوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں اور یہ جو فرمایا کہ جب اونٹ ایک سو بیس سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس میں بنت لبون ہے تو یہ صریح ہے اس میں کہ از سر نو زکوٰۃ شروع نہ کی جائے اور یہی مذہب ہے اکثر اہل علم کا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ از سر نو شروع کی جائے یعنی جب ایک سو بیس سے پانچ زیادہ ہوں تو لازم آئیں گے دو حقے اور ایک بکری پھر ہر پانچ میں ایک بکری ہے چوبیس تک پھر بنت مخاض، انتہی اور یہ جو فرمایا کہ چاندی میں چالیسواں حصہ ہے تو اس سے بعض نے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ نقدی کی زکوٰۃ میں اصل چاندی کا نصاب ہے سونے کی قیمت دو سو درہم خالص چاندی کے ہوں تو اس میں زکوٰۃ واجب ہے یعنی چالیسواں حصہ اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ سونے کے نصاب بیس مثقال ہے جو تولے کے حساب سے ساڑھے سات تولے ہوتے ہیں اس سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں اگر چہ قیمت اس کی دو سو درہم کو پہنچ جائے انتہی۔ (فتح)

**بَابُ لَا تُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَّلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَّلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَآءَ الْمُصَدِّقُ.**

زکوٰۃ میں نہ بوڑھا جانور لیا جائے اور نہ عیب دار اور نہ نر مگر زکوٰۃ لینے والا ان کو لینا چاہے تو درست ہے۔

١٣٦٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الصَّدَقَةَ الَّتِيْ أَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَّلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَّلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَآءَ الْمُصَدِّقُ.

١٣٣٦۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے زکوٰۃ کا حکم نامہ لکھا جو کہ اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا اور ایک حکم اس کا یہ ہے کہ نہ نکالا جائے زکوٰۃ میں جانور بوڑھا اور نہ عیب دار کہ عیب کے سبب سے اس کی قیمت کم ہو اور نہ نر مگر یہ کہ چاہے زکوٰۃ لینے والا۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اگر سب جانور بوڑھے ہوں یا سب نر ہوں تو جائز ہے زکوٰۃ دینا ان میں سے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ مالک کو لازم ہے کہ زکوٰۃ کے لیے بکری خریدے جو کہ اس میں جائز ہو اور عیب سے مراد وہ عیب ہے کہ اس کے سبب سے بیع میں پھیر دینا درست ہو اور بعض کہتے ہیں کہ قربانی میں درست ہو اور بیمار جانور بھی زکوٰۃ میں درست نہیں، انتہی۔

**بَابُ أَخْذِ الْعَنَاقِ فِي الصَّدَقَةِ.**

زکوٰۃ میں بکری کا بچہ لینا بھی درست ہے۔

١٣٦٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ

١٣٦٤۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہ مجھ سے بکری کا ایک بچہ باز رکھیں گے جس کو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ادا کیا کرتے تھے تو

عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنَّ اللّٰهَ شَرَحَ صَدْرَ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

اس پر بھی میں ان سے لڑوں گا سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں یہ خیال لڑنے کا مگر یہ کہ میں نے دیکھا کہ بیشک اللہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا سو میں نے پہچانا کہ وہی بات حق ہے جس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ میں بکری کا بچہ لینا درست ہے اس واسطے کہ کم سنی کے سوا اس میں کوئی عیب نہیں پس اس کا لینا بوڑھے جانور سے افضل ہے جب کہ زکوٰۃ لینے والا چاہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ جو اس کی زکوٰۃ میں ادا کیا کرتے تھے یعنی زکوٰۃ میں اس کا ادا کرنا درست نہیں یہی ہے قول حنفیہ کا، انتہی۔

## بَابُ لَا تُؤْخَذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ النَّاسِ فِي الصَّدَقَةِ.

## زکوٰۃ میں لوگوں کا عمدہ مال نہ لیا جائے جس قسم کہ ہو۔

١٣٦٥ - حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِيْ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْيَمَنِ قَالَ إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلٰى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوْهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللّٰهِ فَإِذَا عَرَفُوا اللّٰهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ فَإِذَا فَعَلُوْا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً مِّنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ

١٣٦٥۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ البتہ تو عنقریب اس قوم کے پاس جائے گا جو کتاب والے ہیں یعنی یہود ونصاریٰ سو جب ان کے پاس جائے تو چاہیے کہ پہلے ان کو اللہ کی عبادت کی طرف بلائے کہ اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں سو جب وہ اللہ کو پہچان لیں تو ان کو خبر دو کہ اللہ نے ان پر ہر ایک رات دن میں پانچ نمازیں فرض کیں ہیں سو جب وہ یہ کام کریں یعنی نمازیں پڑھیں تو خبردار کرو ان کو اس سے کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے کہ ان کے مالداروں سے لی جائے اور ان کے محتاجوں پر پھیر دی جائے سو اگر وہ اس کو بھی مانیں تو ان سے زکوٰۃ لے اور الگ رہ ان کے عمدہ قیمتی مال سے یعنی زکوٰۃ میں جانور چن

عَلٰى فُقَرَآئِهِمْ فَإِذَا أَطَاعُوْا بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَآئِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ.

چن کر عمدہ قسم کے لینا درست نہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوۃ میں چن چن کر عمدہ مال لینا درست نہیں، وفيه المطابقة للترجمة.

## بَابُ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ.

پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ فرض نہیں۔

١٣٦٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ صَعْصَعَةَ الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِّنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِّنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِّنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ.

١٣٦٦۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں پانچ وسق سے کمتر چھوہارے میں زکوۃ اور نہیں پانچ اوقیہ سے کمتر چاندی میں زکوۃ اور نہیں پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ۔

**فائدہ:** اس باب کو تعلق ہے ساتھ بکریوں کے کہ زکوۃ میں دی جائیں اس جہت سے کہ پانچ اونٹوں میں ایک بکری واجب ہے اور اسی طرح اس کو اونٹوں کی زکوۃ کے ساتھ بھی تعلق ظاہر ہے۔

## بَابُ زَكَاةِ الْبَقَرِ وَقَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَعْرِفَنَّ مَا جَآءَ اللّٰهَ رَجُلٌ بِبَقَرَةٍ لَهَا خُوَارٌ وَيُقَالُ جُؤَارٌ تَجْأَرُوْنَ تَرْفَعُوْنَ أَصْوَاتَكُمْ كَمَا تَجْأَرُ الْبَقَرَةُ.

گائیوں کی زکوۃ کا بیان اور ابو حمید رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ البتہ میں پہچانتا ہوں اس مرد کو کہ اللہ کے پاس گردن پر گائے اٹھائے حاضر ہوا کہ اس کے لیے آواز تھا' اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ خوار کے بدلے جواز کا لفظ بھی آیا ہے' اور لفظ یجارون کے معنی کہ سورہ مومنون میں واقع ہوا ہے یہ ہیں کہ اپنی آوازیں بلند کریں گے ساتھ عاجزی اور فریاد کے کہ کوئی فریاد رسی کرے جیسے کہ گائے اپنی آواز بلند کرتی ہے۔

**فائدہ:** چونکہ ایک روایت میں بجائے خوار کے جوار کا لفظ واقع ہوا ہے اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مناسبت

سے قرآن کے اس لفظ کی تفسیر کر دی کہ دونوں کا مادہ ایک ہے۔

١٣٦٧ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ أَوْ وَالَّذِيْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهٗ أَوْ كَمَا حَلَفَ مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُوْنُ لَهٗ إِبِلٌ أَوْ بَقَرٌ أَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّيْ حَقَّهَا إِلَّا أُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا تَكُوْنُ وَأَسْمَنَهٗ تَطَؤُهٗ بِأَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهٗ بِقُرُوْنِهَا كُلَّمَا جَازَتْ أُخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ أُوْلَاهَا حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ رَوَاهُ بُكَيْرٌ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

١٣٦٧۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قابو میں میری جان ہے یا فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی لائق بندگی کے نہیں یا جیسے آپ نے قسم کھائی کہ کوئی ایسا مرد نہیں جس کے پاس اونٹ یا گائے یا بکری ہوں کہ اس نے ان کی زکوٰۃ نہ دی ہو مگر کہ قیامت کے دن ان کو لایا جائے گا اس حال میں کہ بڑے ہوں گے او رموٹے ہوں گے اس سے کہ پہلے تھے یعنی خوب فربہ اور موٹے ہوں گے کہ وہ جانور اس کو اپنے پاؤں سے روندیں گے اور اس کو اپنے سینگوں سے ماریں گے جبکہ پچھلی جماعت اس پر گزر جائے گی تو پھر لائی جائے گی اس پر پہلی جماعت یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔

**فائدہ:** بعض اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اونٹ اور گائے کی زکوٰۃ کا ایک حکم ہے لیکن اس حدیث میں اس پر دلالت نہیں اس واسطے کہ اس کے ساتھ بکری کی زکوٰۃ کا بھی حکم مذکور ہے۔

**بَابُ الزَّكَاةِ عَلَى الْأَقَارِبِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَالصَّدَقَةِ.**

اپنے ناتے داروں اور برادری پر کو زکوٰۃ دینے کا بیان' اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے ناتے داروں کو زکوٰۃ دے اس کو دوہرا ثواب ہے ایک ثواب برادری کا اور دوسرا ثواب خیرات کا۔

١٣٦٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ أَنَّهٗ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِّنْ نَّخْلٍ وَكَانَ

١٣٦٨۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینے میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی کھجوروں کا باغ سب انصار سے زیادہ تھے اور باغ بیرحاء ان کو اپنے سب مال سے زیادہ تر پیارا تھا وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے سامنے تھا (اس کا پانی نہایت میٹھا تھا) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات اس میں تشریف لے جاتے اور

أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ قَالَ أَنَسٌ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ قَامَ أَبُوْ طَلْحَةَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِيْ إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ أَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخْ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَإِنِّيْ أَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا أَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ أَقَارِبِهِ وَبَنِيْ عَمِّهِ تَابَعَهُ رَوْحٌ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَإِسْمَاعِيْلُ عَنْ مَالِكٍ رَايِحٌ بِالْيَاءِ.

اس کا پانی پیتے تھے انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب یہ آیت اتری کہ نیکو کاری نہ حاصل کر سکو گے جب تک کہ اپنے پسندیدہ اور محبوب مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اللہ یوں فرماتا ہے کہ تم نیکو کاری حاصل نہ کر سکو گے جب تک کہ اپنے پیارے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو گے اور میرے سب قسم کے مال سے مجھ کو باغ بہت پیارا ہے جس کا نام بیرحاء ہے اس کو میں نے اللہ کی راہ میں دیا کہ میں امید رکھتا ہوں اس کے ثواب کی اور ذخیرہ ہونے کی نزدیک اللہ کے کہ آخرت میں مجھ کو اس کا ثواب عطا فرمائے سو یا حضرت! وہ باغ آپ جس کو مناسب سمجھتے ہیں دے دیجیے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاباش یہ مال تو فائدہ دینے والا ہے شاباش یہ مال تو فائدہ دینے والا ہے اور میں نے سنا جو تو نے کہا اور مجھ کو یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ تو اسکو اپنے قرابت والوں میں تقسیم کر دے سو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا حضرت! میں ایسا ہی کروں گا سو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے ناتے داروں اور چچا کی اولاد میں تقسیم کر دیا۔

١٣٦٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ زَيْدٌ هُوَ ابْنُ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلّٰى ثُمَّ انْصَرَفَ

١٣٦٩۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید قربانی یا عید فطر کے دن عیدگاہ کی طرف نکلے پھر نماز پڑھ کے پھرے اور لوگوں کو وعظ کیا اور حکم کیا خیرات کرنے کا سو فرمایا کہ اے لوگو! صدقہ دو پھر عورتوں پر گزرے سو فرمایا کہ اے گروہ عورتوں کے! صدقہ دو اس واسطے کہ دوزخیوں میں تمہیں مجھ کو زیادہ نظر پڑیں یعنی میں نے دوزخ

فَوَعَظَ النَّاسَ وَأَمَرَهُمْ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ تَصَدَّقُوْا فَمَرَّ عَلَى النِّسَآءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِيْنٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمَّا صَارَ إِلٰى مَنْزِلِهٖ جَآءَتْ زَيْنَبُ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ تَسْتَأْذِنُ عَلَيْهِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ زَيْنَبُ فَقَالَ أَيُّ الزَّيَانِبِ فَقِيْلَ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ نَعَمْ ائْذَنُوْا لَهَا فَأُذِنَ لَهَا قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّكَ أَمَرْتَ الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ وَكَانَ عِنْدِيْ حُلِيٌّ لِّيْ فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهٖ فَزَعَمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ أَنَّهٗ وَوَلَدَهٗ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَلَيْهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ زَوْجُكِ وَوَلَدُكِ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتِ بِهٖ عَلَيْهِمْ.

میں عورتیں مردوں سے زیادہ دیکھیں عورتوں نے پوچھا یا حضرت! اس کا کیا سبب ہے؟ فرمایا کہ تم بہت کوسا کرتی ہو اور لعنت کرتی ہو اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو نہیں دیکھا میں نے کوئی ناقص العقل اور دین کو زیادہ تر لے جانے والا ہو عقلمند مرد کی عقل کو تم سے یعنی باوجود کم عقلی کے عقلمند مرد کی عقل کو کھو دیتی ہو سو جب حضرت ﷺ عید گاہ سے پھر کر اپنے گھر میں تشریف لائے تو زینب رضی اللہ عنہا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی آئی اس حال میں کہ آپ سے اندر آنے کے لیے اجازت چاہتی تھی سو کسی نے کہا یا حضرت! یہ زینب دروازے پر کھڑی ہے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ کون سی زینب؟ کسی نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی فرمایا ہاں اس کو اجازت دو سو اس کو اجازت دی گئی سو زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا حضرت! آج آپ نے خیرات کرنے کا حکم فرمایا اور میرے پاس کچھ زیور ہے سو میں نے چاہا کہ اس کو محتاجوں پر خیرات کروں سو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یوں کہتا ہے کہ میں او رمیرا بیٹا اور محتاجوں سے زیادہ تر حق دار ہیں جن پر تو خیرات کرے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ سچا ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تیرا خاوند اور تیرا بیٹا زیادہ تر حق دار ہیں اور محتاجوں سے جن پر تو خیرات کرے۔

**فائدہ:** ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اپنے ناتے داروں کو زکوٰۃ کا مال دینا درست ہے اس واسطے کہ جب ناتے دار نفلی صدقہ کے زیادہ حق دار ہیں تو اسی طرح زکوٰۃ کے بھی زیادہ تر حق دار ہوں گے، وفیه المطابقة للترجمة. (فتح)

بَابُ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ فَرَسِهٖ صَدَقَةٌ.

مسلمان کے گھوڑے پر زکوٰۃ نہیں۔

١٣٧٠ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ

١٣٧٠۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے غلام اور گھوڑے پر زکوٰۃ نہیں۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ فَرَسِهٖ وَغُلَامِهٖ صَدَقَةٌ.

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ مراد اس سے جنس گھوڑے اور غلام کی ہے ایک فرد خاص مراد نہیں اس واسطے کہ خدمت کے غلام اور سواری کے گھوڑے میں بالاتفاق زکوٰۃ نہیں اور اسی طرح رقاب میں بھی بالاتفاق زکوٰۃ نہیں اور بعض کوفہ والے کہتے ہیں کہ ان سے قیمت کر کے زکوٰۃ لی جائے اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ میں نے گھوڑوں اور غلاموں سے زکوٰۃ معاف کی اور اسناد اس کی حسن ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اس میں اختلاف ہے جب کہ گھوڑے نر اور مادہ ملے ہوں واسطے نسل کے اور جب کہ تنہا ایک قسم ہوں تو ان سے دو قول ہیں پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مالک کو اختیار ہے کہ ہر گھوڑے سے ایک ایک دینار نکالے یا قیمت کر کے چالیسواں حصہ نکالے اور استدلال کیا ہے اس پر ساتھ اس حدیث کے اور اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نفی رقبہ پر محمول ہے قیمت پر نہیں اور بعض اہل علم نے دلیل پکڑی ہے ساتھ اس حدیث کے اس پر کہ گھوڑوں میں مطلق زکوٰۃ واجب نہیں اگرچہ واسطے تجارت کے ہوں اور اس کا جواب یہ ہے کہ تجارت کے گھوڑوں میں زکوٰۃ بالاجماع ثابت ہے جیسے کہ ابن منذر وغیرہ نے نقل کیا ہے پس عموم حدیث کا مخصوص ہے ساتھ اجماع کے، واللہ اعلم۔

## بَابُ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ عَبْدِهٖ صَدَقَةٌ.

مسلمان کے غلام پر زکوٰۃ نہیں۔

١٣٧١ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ خُثَيْمِ بْنِ عِرَاكٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا خُثَيْمُ بْنُ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِيْ عَبْدِهٖ وَلَا فِيْ فَرَسِهٖ.

١٣٧١۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے غلام اور گھوڑے پر زکوٰۃ نہیں۔

## بَابُ الصَّدَقَةِ عَلَى الْيَتَامٰى.

یتیموں پر صدقہ کرنے کا بیان یعنی اس کی بڑی فضیلت ہے۔

١٣٧٢ ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُوْنَةَ حَدَّثَنَا عَطَآءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فَقَالَ إِنِّيْ مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِيْ مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَوَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ لَهُ مَا شَأْنُكَ تُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُكَلِّمُكَ فَرَأَيْنَا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَآءَ فَقَالَ أَيْنَ السَّآئِلُ وَكَأَنَّهُ حَمِدَهُ فَقَالَ إِنَّهُ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ وَإِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيْعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلِمُّ إِلَّا اٰكِلَةَ الْخَضِرَآءِ أَكَلَتْ حَتّٰى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ وَرَتَعَتْ وَإِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا أَعْطٰى مِنْهُ الْمِسْكِيْنَ وَالْيَتِيْمَ وَابْنَ السَّبِيْلِ أَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّهُ مَنْ يَّأْخُذُهُ بِغَيْرِ حَقِّهٖ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَيَكُوْنُ شَهِيْدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

١٣٧٢۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن منبر پر بیٹھے اور ہم آپ کے اردگرد بیٹھے سو فرمایا کہ جس چیز کا مجھ کو اپنے پیچھے تم پر زیادہ تر ڈر ہے وہ چیز ہے جو کہ فراخ کی جائے گی تم پر دنیا کی آرائش اور زینت سے یعنی اناج اور لباس اور چاندی سونے وغیرہ سے سو ایک مرد نے عرض کیا کہ یا حضرت! کیا نیک چیز بھی بدی لائے گی یعنی دنیا کا مال تو اللہ کی نعمت ہے پھر سبب عذاب کا کیونکر ہو جائے گی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چپ رہے سو اس شخص کو کہا گیا کہ کیا حال ہے تیرا کہ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے بات نہیں کرتے؟ سو ہم نے دیکھا کہ آپ پر وحی اترتی ہے سو آپ نے اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کیا اور فرمایا کہ کہاں ہے پوچھنے والا؟ گویا کہ اس نے آپ کو خوش کیا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو اس کا سوال خوش آیا سو فرمایا کہ نیک چیز بدی کو نہیں لاتی البتہ ہر ایک گھاس جس کو ربیع کی فصل اگاتی ہے جانور کو ہلاک کر ڈالتی ہے یا ہلاک کے قریب کر دیتی ہے یعنی اگر حد سے زیادہ چرا لیکن اس جانور سبزہ کھانے والے کو ہلاکت نہیں کرتی کہ وہ کھایا یہاں تک کہ جب اس کی دونوں کوکھیں تن گئیں یعنی آسودہ ہوا تو آفتاب کے سامنے جا بیٹھا پھر پیشاب کیا اور لید کی پھر چراگاہ میں پلٹ گیا بیشک یہ مال دنیا کا ہرا بھرا اور میٹھا ہے پس اچھا ہے مرد مسلمان صاحب مال کا جو کچھ دیا اس مال میں سے مسکین کو اور یتیم کو اور مسافر کو سو جس نے اس مال کو ناحق لیا یعنی طمع سے اور حرام وجہ سے جمع کیا تو اس مالدار کا حال اس بیمار کا سا حال ہے کہ جوع کلبی کی بیماری سے کھاتا جاتا ہے اور کبھی آسودہ نہیں ہوتا۔

**فائدہ:** اس حدیث میں سخی اور حریص اور بخیل کی مثال فرمائی یعنی جس مالدار نے مال کو جمع کر رکھا اور حق داروں کا حق ادا نہ کیا اس کا حال اس جانور کا سا حال ہے جس نے گھاس کھائی پھر پیٹ پھول کر کڑ کڑے کی بیماری سے مر گیا تو گھاس نے اس کے حق میں کچھ فائدہ نہ کیا بلکہ ناحق جان گئی اور جس مالدار نے خود کھایا اور اپنی حاجت سے زیادہ مال کو خیرات کیا تو اس کا مال جیسے اس جانور کا حال ہے جس نے گھاس کو چرا پھر آسودہ ہو کر سورج کے سامنے جگالی کی اور ہضم کر کے فضلہ دور کیا ایسے جانور کو ہرگز کچھ نہیں سو جس مالدار نے اپنی حاجت کے بعد جناب الٰہی کی طرف توجہ کی اور سورج رحمت کا سامنا ہوا تو زائد از حاجت مال کو مثل پیشاب اور لید کے علیحدہ کرنے میں اپنی صحت جانتا ہے اور مصارف خیر میں صرف کر کے اللہ کی شکر گزاری کرتا ہے وہ مال قیامت کے دن اس پر گواہ ہوگا یعنی اللہ اس کو کلام کرنے کی طاقت دے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تینوں کو خیرات دینے کا بڑا ثواب ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ، فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابن رشید نے کہا کہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے باب میں کہا کہ مسلمان کے گھوڑے میں صدقہ نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ مراد اس سے زکوٰۃ ہے اس واسطے کہ نفلی صدقہ میں تو کسی کو بھی اختلاف نہیں پس اس کو مراد رکھنا بے فائدہ ہے اور جب کہ اس باب میں صدقہ کا ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ مراد اس سے زکوٰۃ ہے نفلی صدقہ نہیں۔

**بَابُ الزَّكَاةِ عَلَى الزَّوْجِ وَالْأَيْتَامِ فِي الْحَجْرِ قَالَهُ أَبُوْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.**

خاوند کو اور جو یتیم کہ اپنی گود میں ہوں ان کو زکوٰۃ دینے کا بیان یعنی جائز ہے یہ حدیث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔

**١٣٧٣ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِيْ شَقِيْقٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيْمَ ح فَحَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ عَنْ أَبِيْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِثْلِهِ سَوَآءً قَالَتْ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ وَكَانَتْ زَيْنَبُ تُنْفِقُ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ وَأَيْتَامٍ**

١٣٧٣۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی سے روایت ہے کہ میں مسجد میں تھی سو میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عورتوں کے گروہ! خیرات کرو اگرچہ اپنے زیوروں سے ہو اور زینب رضی اللہ عنہا عبداللہ رضی اللہ عنہ (اپنے خاوند) پر اور یتیموں پر کہ اس کی گود میں تھے خرچ کیا کرتی تھی سو زینب رضی اللہ عنہا نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا مجھ سے کفایت کرتا ہے یہ کہ میں صدقہ کے مال میں سے تجھ پر اور یتیموں پر کہ میری گود میں ہیں خرچ کروں سو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو جا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھ سو میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلی سو میں نے انصار کی ایک

فِيْ حَجْرِهَا قَالَ فَقَالَتْ لِعَبْدِ اللّٰهِ سَلْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَجْزِئُ عَنِّيْ أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْكَ وَعَلٰى أَيْتَامٍ فِيْ حَجْرِيْ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ سَلِيْ أَنْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ امْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ عَلَى الْبَابِ حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِيْ فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا سَلِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَجْزِئُ عَنِّيْ أَنْ أُنْفِقَ عَلٰى زَوْجِيْ وَأَيْتَامٍ لِّيْ فِيْ حَجْرِيْ وَقُلْنَا لَا تُخْبِرْ بِنَا فَدَخَلَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ مَنْ هُمَا قَالَ زَيْنَبُ قَالَ أَيُّ الزَّيَانِبِ قَالَ امْرَأَةُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ لَهَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ.

عورت حضرت ﷺ کے دروازے پر پائی اس کی حاجت بھی میری حاجت کی مانند تھی سو بلال رضی اللہ عنہ ہم پر گزرے سو ہم نے ان کو کہا کہ تم حضرت ﷺ سے پوچھو کہ کیا مجھ سے کفایت کرتا ہے کہ میں صدقہ کے مال میں سے اپنے خاوند پر اور یتیموں پر کہ میری گود میں ہیں خرچ کروں اور ہم نے ان کو کہا کہ ہمارا نام مت لینا سو بلال رضی اللہ عنہ اندر گئے اور حضرت ﷺ سے وہ مسئلہ پوچھا حضرت ﷺ نے فرمایا وہ دونوں کون ہیں؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا زینب رضی اللہ عنہا ہے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ کون سی زینب ہے؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ﷺ نے فرمایا ہاں درست ہے اور اس کو دوہرا ثواب ہے ایک ثواب تو قرابت کا اور ایک خیرات کا۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ باب پہلے باب سے خاص ہے اور محل استدلال کا اس حدیث کا عموم ہے اس واسطے کہ صدقہ عام ہے اس سے کہ فرض ہو یا نفل پس معلوم ہوا کہ خاوند کو زکوٰۃ کا مال دینا درست ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور ثوری اور صاحبین کا اور یہی ایک روایت ہے امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ سے ہے مگر ماں باپ اور بیٹے کو زکوٰۃ دینی درست نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اپنے خاوند کو زکوٰۃ دینی درست نہیں یہ قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور ایک روایت امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ سے بھی یہی ہے اور جن لوگوں کے نزدیک اپنے خاوند کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں وہ کہتے ہیں کہ مراد اس حدیث میں صدقہ نفلی ہے زکوٰۃ مراد نہیں اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے اس کو فرمایا کہ تیرا خاوند اور بیٹا زیادہ تر حق دار ہیں ساتھ صدقہ کے حالانکہ اپنے بیٹے کو زکوٰۃ دینی بالاجماع درست نہیں قالہ ابن المنذر وغیرہ اور جواب اس کا یہ ہے کہ زکوٰۃ دینی اس کو منع ہے جس کا نفقہ فرض ہو اور بیٹے کا نفقہ باپ کے ہوتے ماں پر فرض نہیں اور بعض نے کہا کہ وہ بیٹا اس کا دوسرے خاوند سے تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اگر عورت اپنے خاوند کو زکوٰۃ دے تو نفقہ میں پھر اسی کی طرف پھر آئے گی اس واسطے کہ عورت کا نفقہ مرد پر فرض ہے تو گویا اپنے مال کی زکوٰۃ بالکل نہ نکالی اور جواب اس کا یہ ہے کہ نفلی صدقہ میں بھی رجوع کا احتمال

باقی ہے کہ اس میں بھی وہ صدقہ پھر اس کی طرف پھر آئے گا حالانکہ وہ بالاتفاق جائز ہے اور تائید کرتی ہے پہلے مذہب کی یہ بات کہ حضرت ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا سے صدقہ کی تفصیل نہیں پوچھی کہ واجب ہے یا نفل پس یہ بجائے عموم کے ہے پس گویا کہ مراد اس سے یہ ہوگی کہ خاوند کو صدقہ دینا درست ہے فرض ہو یا نفل اور اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اپنی زکوۃ میں سے اپنے بیٹے کو دیتی تھی بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جب وہ اپنے خاوند کو زکوۃ دے گی اور وہ اس کو اپنے بیٹے پر خرچ کرے گا تو وہ زیادہ حق دار ہوں گے غیروں سے اور ظاہر تر یہ بات ہے کہ یہ دو واقعہ کا ذکر ہے ایک بار ان سے پوچھا تھا کہ میں اپنا زیور اپنے خاوند اور بیٹے پر خرچ کروں اور دوسری بار یہ پوچھا تھا کہ میں زکوۃ کے مال میں سے اپنے خاوند پر خرچ کروں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی برادری پر خیرات کرنے کا بڑا ثواب ہے اور مراد اس سے زکوۃ ہے لیکن یہ اس شخص کے حق میں ہے کہ زکوۃ دینے والے پر اس کا نفقہ واجب نہ ہو اس واسطے کہ زکوۃ دینے سے وہ مالدار ہو جائیں گے پس ان کا نفقہ ساقط ہو جائے گا اور یا اس واسطے کہ وہ زکوۃ دینے سے مالدار ہو جائیں اور مالدار کو زکوۃ دینی درست نہیں اور حسن اور طاؤس سے روایت ہے کہ قرابتیوں کو زکوۃ دینی درست نہیں اور یہی ایک قول ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اور ابن منذر نے کہا کہ اجماع ہے سب کا اس پر کہ اپنی بیوی کو زکوۃ دینی درست نہیں اس واسطے کہ اس کا نفقہ اس پر فرض ہے پس اس کو زکوۃ دینے کی حاجت نہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کو اپنے مال سے خیرات کرنا درست ہے بغیر اجازت خاوند کے اور یہ کہ جائز ہے وعظ کرنا عورتوں کو اور جائز ہے بات کرنی ساتھ اجنبی عورت کے جب کہ فتنہ سے امن ہو اور یہ جائز ہے عالم کو فتویٰ دینا اگرچہ اس سے زیادہ تر عالم وہاں موجود ہو انتہی ملخصا۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا نے یہ حضرت ﷺ سے بلال رضی اللہ عنہ کے واسطہ کے ساتھ پوچھا اور پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے خود روبرو ہو کر حضرت ﷺ سے پوچھا سو مراد پہلی حدیث میں مجاز ہے یعنی در حقیقت تو اس نے بلال رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے پوچھا تھا لیکن کبھی بطور مجاز کے یہ بھی کہہ دیا کہ میں نے خود آپ سے پوچھا۔

١٣٧٤ ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلِيَ أَجْرٌ أَنْ أُنْفِقَ عَلٰى بَنِي أَبِي سَلَمَةَ إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ فَقَالَ أَنْفِقِيْ عَلَيْهِمْ فَلَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ.

١٣٧٤۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت! کیا مجھ کو ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں پر خرچ کرنے کا ثواب ملے گا کہ وہ میرے بھی بیٹے ہیں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ خرچ کر ان پر کہ تجھ کو ان پر خرچ کرنے ثواب ملے گا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو اپنے یتیم بیٹوں پر زکوۃ کا خرچ کرنا درست ہے اس واسطے کہ یہ

حدیث عام ہے ہر صدقہ کو فرض ہو یا نفل کسی صدقہ کی اس میں تخصیص نہیں' وفیہ المطابقۃ للترجمۃ ۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَفِی الرِّقَابِ وَالْغَارِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾.

اللہ تعالیٰ کے اس قول کا بیان کہ زکوۃ کا گردن چھوڑانے میں اور قرض داروں میں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ مراد رقاب سے یہ ہے کہ غلام خرید کر آزاد کرے یہ روایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اور یہی قول ہے ابو عبید اور ابو ثور اور اسحاق کا اور اسی کی طرف مائل ہوئے ہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ابو عبید نے کہا کہ اعلیٰ تر اس میں قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے اور وہی اولیٰ ہے ساتھ اتباع کے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ رقاب سے مراد مکاتب ہے جس کو مالک نے لکھ دیا ہو کہ جب تو اس قدر مال ادا کرے گا تو تو آزاد ہو جائے گا اور یہی قول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور لیث اور اہل کوفہ اور اکثر اہل علم کا اور اس میں ایک تیسرا قول ہے کہ رقاب کا حصہ آدھا تقسیم کیا جائے آدھا اس میں سے مکاتب کی کتابت میں ادا کیا جائے اور آدھے سے غلام خرید کر آزاد کیا جائے جو نماز پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو اور پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ آیت صرف مکاتب کے ساتھ مخصوص ہوتی تو وہ قرض داروں میں داخل ہوتا کہ وہ بھی ایک قرض دار ہے اور نیز اس واسطے کہ غلام کا خرید کر آزاد کرنا اولیٰ ہے مکاتب کی اعانت کرنے سے اس واسطے کہ کبھی صرف اس کی اعانت ہوتی ہے آزاد نہیں ہوتا یعنی جب کہ بدل کتابت بہت مال ہو کہ اس سے کم مال کے ساتھ غلام خرید ہو سکتا ہو اور نیز اس واسطے کہ مکاتب غلام ہے جب تک کہ اس پر ایک درھم باقی ہو اور غلام کے واسطے زکوۃ صرف نہیں کی جاتی اور نیز یہ کہ خریدنا ہر وقت میسر ہو سکتا ہے بخلاف مکاتب کے کہ وہ ہر وقت میسر نہیں ہوتا اور یہ جو فرمایا کہ اللہ کی راہ میں تو مراد اس سے غازی ہیں مالدار ہوں یا فقیر مگر ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ صرف غازی محتاج کے واسطے ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق نے کہا کہ حج بھی سبیل اللہ میں داخل ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر گزر چکا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حج بھی اللہ کی راہ میں داخل ہے یعنی اگر زکوۃ کا مال کسی حج کرنے والے کو دیا جائے کہ وہ اس سے حج کرے تو بھی درست ہے، انتہی ملخصا۔ (فتح)

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُعْتِقُ مِنْ زَكَاةِ مَالِهٖ وَيُعْطِيْ فِی الْحَجِّ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ اپنی زکوۃ کے مال میں سے غلام آزاد کرتے تھے اور حج میں حاجیوں کی مدد کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوۃ کے مال میں سے غلام آزاد کرنا اور حاجیوں کو دینا درست ہے یعنی مراد رقاب سے غلام آزاد کرنا ہے اور حج کرنا بھی اللہ کی راہ میں داخل ہے، وفیہ المطابقۃ للترجمۃ.

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنِ اشْتَرٰی أَبَاهُ مِنَ الزَّكَاةِ جَازَ وَيُعْطِيْ فِی الْمُجَاهِدِيْنَ

اور حسن بصری نے کہا کہ اگر زکوۃ کے مال سے اپنے باپ کو خرید کر آزاد کرے تو درست ہے اور غازیوں کو

وَالَّذِیْ لَمْ یَحُجَّ ثُمَّ تَلَا ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ الْأٰیَةَ فِیْ أَیِّهَا أَعْطَیْتَ أَجْزَأَتْ.

بھی زکوٰۃ کا مال دے پھر حسن نے یہ آیت پڑھی کہ زکوٰۃ کے مال تو صرف فقیروں کے لیے ہیں اخیر آیت تک اور جس مصرف میں زکوٰۃ دی جائے درست ہے یعنی اگر سب زکوٰۃ فقط ایک ہی مصرف میں خرچ کرے اور باقی سات مصرف میں کہ قرآن میں مذکور ہیں نہ دے تو بھی درست ہے۔

**فائدہ:** یہی ہے مذہب امام اعظم کا اور شافعیہ کہتے ہیں کہ آٹھوں مصارف میں زکوٰۃ خرچ کرنی واجب ہے گو ایک ہی فرد ملے اور یہ اثر بھی موافق ہے واسطے قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیکن باپ کے خریدنے پر اور لوگ ان کے ساتھ متفق نہیں کہ وہ اس پر آزاد کیا جائے گا اور اس کا ولا مسلمانوں کے ساتھ نہیں ہوگا۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ خَالِدًا احْتَبَسَ أَدْرَاعَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیُذْکَرُ عَنْ أَبِیْ لَاسٍ حَمَلَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی إِبِلِ الصَّدَقَةِ لِلْحَجِّ.

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہیں اللہ کی راہ میں وقف کر دی ہیں اور ابو لاس سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو زکوٰۃ کے اونٹوں پر حج کے لیے سوار کیا کہ ان پر سوار ہو کر حج کو جائیں۔

١٣٧٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْیَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ فَقِیْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِیْلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا یَنْقِمُ ابْنُ جَمِیْلٍ إِلَّا أَنَّهٗ کَانَ فَقِیْرًا فَأَغْنَاهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّکُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهٗ وَأَعْتُدَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَهِیَ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا تَابَعَهُ ابْنُ أَبِیْ

١٣٧٥۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ لینے کا حکم دیا سو کسی نے کہا کہ ابن جمیل اور خالد اور ابن عباس رضی اللہ عنہم زکوٰۃ نہیں دیتے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ناشکری کرتا ابن جمیل مگر اس سبب سے کہ وہ محتاج تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے اس کو مالدار کر دیا اور خالد رضی اللہ عنہ کا تو یوں حال ہے کہ بیشک تم خالد رضی اللہ عنہ پر زیادتی کرتے ہو کہ البتہ اس نے اپنی زرہوں کو اور ہتھیاروں کو اور گھوڑے کو اللہ کی راہ میں بند کر رکھا ہے یعنی جہاد کے واسطے وقف کر دیا ہے اور عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا پر زکوٰۃ ہے اور اس کے ساتھ اتنی اور بھی یعنی دوہری دو سال کی زکوٰۃ۔

الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ هِيَ عَلَيْهِ وَمِثْلُهَا مَعَهَا وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ حُدِّثْتُ عَنِ الْأَعْرَجِ بِمِثْلِهِ.

**فائدہ:** یعنی ابن جمیل نے تو کفران نعمت کیا ہے کہ زکوٰۃ سے انکار کیا اور یہ فرمایا کہ عباس پر دو برس کی زکوٰۃ ہے اس کے کئی معنی ہیں ایک یہ کہ شاید حضرت ﷺ نے عباس رضی اللہ عنہ سے ان کی تنگ دستی کے سبب سے زکوٰۃ نہ لی ہوگی اس واسطے فرمایا کہ ان پر دوہری زکوٰۃ ہے اس واسطے کہ حاکم کو درست ہے کہ اگر مصلحت جانے تو زکوٰۃ میں مہلت دے یا یہ کہ شاید حضرت ﷺ نے عباس رضی اللہ عنہ سے کچھ قرض لیا ہوگا سو اس کو زکوٰۃ میں کٹوا دیا یا یہ کہ عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی خوشی سے دو برس کی زکوٰۃ پیشگی ادا کر دی ہوگی یا حضرت ﷺ نے حاجت کے لیے خود اس سے پیشگی مانگ لی ہوگی مگر قوی وجہ یہ ہے جو کہ اور حدیثوں سے معلوم ہوتی ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی خوشی سے دو برس کی زکوٰۃ پیشگی ادا کر دی تھی اس واسطے انہوں نے زکوٰۃ نہ دی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک حاجت کے وقت پیشگی زکوٰۃ لینا درست ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک لینا دینا درست نہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے مال سے ہتھیار وغیرہ اسباب جنگ کا خریدنا درست ہے اور اسی طرح اس سے اللہ کی راہ میں مدد کرنا بھی درست ہے اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے جائز رکھا واسطے خالد رضی اللہ عنہ کے یہ کہ حساب کرے اپنے جی سے ساتھ اس چیز کے کہ بند رکھا اس کو اس چیز میں کہ اس میں زکوٰۃ واجب ہے اور جمہور علماء اس کا انکار کرتے ہیں کہتے ہیں کہ عامل نے گمان کیا تھا کہ وہ مال واسطے تجارت کے ہے اس واسطے زکوٰۃ طلب کی سو حضرت ﷺ نے ان کو خبردار کر دیا کہ اس میں زکوٰۃ نہیں۔ (فتح)

## بَابُ الْاِسْتِعْفَافِ عَنِ الْمَسْأَلَةِ.

## سوال سے بچنے کا بیان۔

١٣٧٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنَّ نَاسًا مِّنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَأَلُوْهُ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَأَلُوْهُ فَأَعْطَاهُمْ حَتّٰى نَفِدَ مَا عِنْدَهٗ فَقَالَ مَا يَكُوْنُ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهٗ عَنْكُمْ وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ

١٣٧٦۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ انصار کے لوگوں نے حضرت ﷺ سے مال مانگا حضرت ﷺ نے ان کو دیا پھر مانگا حضرت ﷺ نے پھر دیا یہاں تک کہ حضرت ﷺ کے پاس کچھ باقی نہ رہا پھر فرمایا کہ جو میرے پاس مال ہوگا اس کو میں تم سے چھپا کر جمع نہ رکھوں گا اور جو کوئی سوال اور حرام کاموں سے اپنے آپ کو بچائے پرہیزگار بننے کے ارادے سے تو اللہ اس کو سچا پرہیزگار کر دے گا اور جو دنیا سے بے پرواہی کی امید رکھے گا تو اللہ اس کے دل کو دنیا

وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَآءً خَيْرًا وَّأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ.

کے مال سے بے پراوہ کر دے گا اور جو شخص کہ مصیبت اور بلا میں آپ کو بزور صبر والا بنائے گا تو اللہ اس کو سچا بے بناوٹ کا صابر کر دے گا اور کسی کو بہتر اور کشادہ تر صبر سے کوئی نعمت نہیں ملی۔

**فائدہ**: یہ حدیث تہذیب اخلاق اور درویشی کی جڑ ہے معلوم ہوا کہ آدمی کی خو بدلنا ممکن ہے لیکن اول بدخو چھوڑنے میں محنت اور ریاضت ہے آخر کو نیک خو عادت ہو جاتی ہے پھر محنت او رتکلف اور بناوٹ کی حاجت نہیں رہتی، فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں بیان ہے حضرت ﷺ کی سخاوت کا اور جاری کرنا حکم اللہ کا اور یہ کہ جائز ہے دینا سائل کو دوبار اور نہ ہو تو سائل کے آگے عذر کرے اور اس کو سوال سے بچنے کی ترغیب دلائے اور یہ کہ حاجت کے وقت سوال کرنا درست ہے اگرچہ اولیٰ نہ سوال کرنا ہے اور یہ کہ صبر کرے یہاں تک کہ اس کو بغیر سوال کے رزق ملے اور یہ کہ سوال سے بچے اگرچہ روزی کی طلب میں مشقت ہو۔

١٣٧٧ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَأَنْ يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ فَيَحْتَطِبَ عَلٰى ظَهْرِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يَّأْتِيَ رَجُلًا فَيَسْأَلَهٗ أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهٗ.

١٣٧٧۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر کوئی اپنی رسیاں لے پھر پہاڑ میں جائے اور اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لائے پھر اس کو بیچے تو یہ اس کے حق میں کسی مرد کے سوال کرنے سے بہتر ہے اس کو وہ دے یا نہ دے۔

١٣٧٨ ۔ حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهٗ فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوْهُ.

١٣٧٨۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی اپنی رسیاں لے پھر اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لائے پھر اس کو بیچے تا کہ اللہ اس کے سبب سے اس کی آبرو رکھے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے لوگوں کے سوال کرنے سے اس کو دیں یا نہ دیں یعنی لکڑیاں بیچ کر کھانا سوال سے بہتر ہے کہ سوال میں ایک تو ذلت ہے دوسرا مطلب کا یقین نہیں کہ ملے یا نہ ملے۔

**فائدہ**: شافعیہ کے نزدیک جو کسب کر سکتا ہو اس کو سوال کرنا حرام ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوال سے بچنے کی بڑی فضیلت ہے، وفيه المطابقة للترجمة.

١٣٧٩ ۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِيْ ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ ثُمَّ قَالَ يَا حَكِيْمُ إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيْهِ وَكَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى قَالَ حَكِيْمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى أُفَارِقَ الدُّنْيَا فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدْعُوْ حَكِيْمًا إِلَى الْعَطَاءِ فَيَأْبٰى أَنْ يَّقْبَلَهُ مِنْهُ ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَبٰى أَنْ يَّقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا فَقَالَ عُمَرُ إِنِّيْ أُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى حَكِيْمٍ أَنِّيْ أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَأْبٰى أَنْ يَّأْخُذَهُ فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيْمٌ أَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ.

١٣٧٩۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مال مانگا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو دیا پھر مانگا پھر دیا پھر مانگا پھر دیا پھر فرمایا اے حکیم! البتہ یہ دنیا کا مال ہرا بھرا' میٹھا ہے یعنی بہت پیارا معلوم ہوتا ہے سو جس نے اس کو لیا سخاوت سے یعنی بے حرصی سے تو اس کے واسطے اس مال میں برکت دی جائے گی اور جس نے اس کو جان کے حرص سے لیا تو اس کو ہرگز برکت نہ ہوگی اور اس کا حال اس شخص کا سا حال ہوگا کہ کھاتا ہے اور اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور اونچا ہاتھ بہتر ہے نیچے والے ہاتھ سے یعنی دینے والا جو ہاتھ اٹھا کر دیتا ہے افضل ہے مانگنے والے سے جو ہاتھ پھیلا کر مانگتا ہے حکیم نے کہا کہ میں نے کہا کہ یا حضرت! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور سچ کے ساتھ بھیجا کہ میں آپ کے بعد کبھی کسی سے کچھ نہ مانگوں گا یہاں تک کہ دنیا چھوڑوں اور مر جاؤں چنانچہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت میں حکیم کو اپنے حصہ یا بخشش کی طرف بلاتے تھے سو حکیم رضی اللہ عنہ نے قبول کرنے سے انکار کیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنی خلافت میں) ان کو حصہ دینے کے لیے بلایا پھر بھی حکیم نے قبول کرنے سے انکار کیا سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے مسلمانوں کے گروہ! میں تم کو گواہ کرتا ہوں حکیم پر کہ بیشک میں اس کو غنیمت یا بیت المال سے اس کا حق دیتا ہوں اور وہ نہیں لیتا سو حکیم رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندگی بھر کسی سے کچھ نہ مانگا یہاں تک کہ فوت ہو گئے۔

**فائدہ:** یہ جو فرمایا کہ جو کوئی بے حرصی سے مال لے اس کے مال میں برکت دی جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سخی اور قناعت والے کے مال میں اللہ برکت دیتا ہے کہ وہ آسودہ رہتا ہے اور حرص والے کے مال میں برکت نہیں یعنی کتنا ہی اس کو ملے پھر بھی اس کا پیٹ نہیں بھرتا جیسے جوع الکلب کی بیماری والا کتنا ہی کھائے اس کا پیٹ

نہیں بھرتا اور بھوک دفع نہیں ہوتی اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے کئی فائدے معلوم ہوتے ہیں ایک یہ کہ کبھی زہد مال لینے کے ساتھ بھی واقع ہوتا ہے اس واسطے کہ جان کی سخاوت یہی اس کا زہد ہے اور ایک یہ کہ جو کوئی جان کی سخاوت سے لے اس کو زہد کا ثواب ملتا ہے اور اس کے رزق میں برکت ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ زہد سے دنیا اور آخرت کی بہتری حاصل ہو جاتی ہے اور یہ کہ سامع کے سمجھانے کے لیے مثال بیان کرنی درست ہے اس واسطے کہ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ برکت اسی کو کہتے ہیں کہ مال بہت ہو سو حضرت ﷺ نے مثال مذکور سے بیان فرمایا کہ وہ ایک خلق ہے خلق اللہ سے اور ان کے لیے مشہور چیز کے ساتھ مثال بیان کی اور فرمایا کہ کھانے والا اس واسطے کھاتا ہے کہ اس کا پیٹ بھرے اور سیر ہو اور جب کہ کھانے سے اس کا پیٹ نہ بھرا تو اس کے واسطے بہت مال ہونا بے فائدہ ہے اور یہی حال ہے مال کا کہ اس کی ذات میں فائدہ نہیں بلکہ فائدہ اس میں ہے کہ اس کا نفع حاصل ہو اور جب کسی کا مال بہت ہو اور اس کو اس سے فائدہ نہ ہو تو اس مال کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے اور یہ کہ امام کو لائق ہے کہ نہ بیان کرے واسطے سائل کے مفسدہ سوال کا مگر بعد حاجت روائی اس کی کے تا کہ اس کی نصیحت اپنے موقعہ میں واقع ہو تا کہ نہ خیال کرے سائل کہ یہ نہ دینے کا عذر ہے اور یہ کہ جائز ہے سوال کرنا تین بار اور جائز ہے منع کرنا چوتھی بار میں اور یہ کہ اعلیٰ آدمی کو سوال کرنا عار نہیں اور یہ کہ تین بار کے بعد سائل کو پھیرنا درست ہے' انتہی۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اتفاق ہے سب علماء کا کہ بغیر ضرورت شرعیہ کے سوال کرنا حرام ہے اور جو کوئی کمانے کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کے حق میں ہمارے اصحاب کو اختلاف ہے صحیح تر یہ ہے کہ اس کو بھی سوال کرنا حرام ہے اور بعض کہتے ہیں کہ درست ہے ساتھ کراہت کے اگر سوال میں الحاح نہ کرے اور مسئول عنہ کو ایذا نہ دے، انتہی۔

بَابُ مَنْ أَعْطَاهُ اللّٰهُ شَيْئًا مِّنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَّلَا إِشْرَافِ نَفْسٍ فَلْيَقْبَلْهُ ﴿وَفِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾.

اگر اللہ کسی کو مانگنے اور حرص کے بغیر مال دے تو اس کو لینا درست ہے' اور اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ مالداروں کے مال میں حق ہے واسطے سائل اور فقیر کے اور کسی کو نہ سوال کرے۔

١٣٨٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِي الْعَطَآءَ فَأَقُوْلُ أَعْطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّيْ فَقَالَ خُذْهُ إِذَا جَآءَكَ مِنْ

١٣٨٠۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہتے تھے کہ حضرت ﷺ مجھ کو مال دیتے تھے سو میں کہتا تھا کہ یا حضرت! آپ اس کو دیں جو مجھ سے زیادہ تر محتاج ہو سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ لے جب تیرے پاس اس مال سے کوئی چیز آئے اس حال میں کہ تو نہ حرص کرنے والا ہو اور نہ مانگنے والا ہو تو اس کو لے اور وہ چیز کہ اس شرط

هٰذَا الْمَالِ شَیْءٌ وَأَنْتَ غَیْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَآئِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ.

سے نہ ہوتو اپنی جان کو محنت میں نہ ڈال یعنی اس کی خواہش نہ کر۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ امام طحاوی نے کہا کہ مراد اس سے صدقہ کا مال نہیں بلکہ وہ مال ہے جس کو امام تقسیم کرے اور وہ فقر کی وجہ سے بھی نہ تھا بلکہ وہ ان کے حقوق میں سے تھا اور اگر ایسا مال ملے تو اس کا قبول کرنا مستحب ہے جب کہ دونوں شرطیں پائی جائیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ خاص ہے ساتھ بادشاہ کے اور بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ کا عطیہ قبول کرنا حرام ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مکروہ ہے اور یہ محمول ہے اس پر کہ بادشاہ ظالم ہو اور کراہت محمول ہے پرہیز گاری پر اور یہی مشہور ہے تصرف سلف سے اور تحقیق یہ بات ہے کہ اگر جانتا ہو کہ اس کا مال حلال ہے تو اس کا مال نہ پھیرے اور اگر جانے کہ اس کا مال حرام ہے تو اس کا عطیہ قبول نہ کرے اور جس کے مال میں شک ہو اس میں احتیاط یہ ہے کہ پھیر دے اور جو اس کو مباح کہتا ہے وہ اصل کو لیتا ہے کہ اصل ہر چیز میں اباحت ہے ابن المنذر نے کہا کہ جو اس کو مباح کہتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے یہود کے حق میں فرمایا کہ وہ بہت سود کھانے والے ہیں اور حالانکہ حضرت ﷺ نے باوجود جاننے اس کے اپنی ذرہ ان کے پاس رہن رکھی اور اسی طرح حضرت ﷺ نے ان سے جزیہ لیا باوجودیکہ اکثر مال ان کے شراب اور خنزیر کے مول سے اور معاملات فاسدہ سے کمائے ہوئے تھے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کو جائز ہے کہ اپنی رعیت میں سے بعض آدمی کو کچھ مال دے جب کہ اس کی وجہ ہو اگرچہ دوسرا اس سے زیادہ محتاج ہو اور یہ کہ امام کا انعام پھیر دینا ادب کے خلاف ہے، انتہی۔ (فتح)

## بَابُ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا.

جو لوگوں سے مال مانگے جمع کرنے کے لیے تو اس کو بہت گناہ ہے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو آئندہ باب میں آئے گی وہ صریح تر ہے اس باب کے مقصود میں باب کی حدیث سے لیکن اس کو یہاں بیان نہ کیا اس واسطے کہ اس کی عادت ہے کہ چھپی باتوں سے باب باندھتا ہے اور یا اس واسطے کہ مراد مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سوال سے پوچھنا مشکل مسائل کا ہے یا لایعنی امروں کا سوال کرنا مراد ہے اور یا غیر واقع امروں کا پوچھنا مراد ہے، انتہی۔

١٣٨١ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا

١٣٨١۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیشہ آدمی سوال کرتا رہے گا یعنی تاکہ مال جمع کرے یہاں تک کہ وہ اللہ کو ملے گا اس حال میں کہ اس کے منہ پر ایک بوٹی بھی نہ ہو گی یعنی لوگوں سے سوال کرنے والا قیامت کے دن نہایت ذلیل ہوگا اور بیشک قیامت کے دن سورج نزدیک کیا جائے گا

يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتّٰى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِيْ وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ وَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُوْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْأُذُنِ فَبَيْنَا هُمْ كَذٰلِكَ اسْتَغَاثُوْا بِاٰدَمَ ثُمَّ بِمُوْسٰى ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَادَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِيْ جَعْفَرٍ فَيَشْفَعُ لِيُقْضٰى بَيْنَ الْخَلْقِ فَيَمْشِيْ حَتّٰى يَأْخُذَ بِحَلْقَةِ الْبَابِ فَيَوْمَئِذٍ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَحْمَدُهٗ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ وَقَالَ مُعَلًّى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْأَلَةِ.

(خلق سے) یہاں تک کہ پہنچے گا پسینہ آدھے کان تک سو جس حال میں کہ وہ اس طرح ہوں گے فریاد کریں گے پاس آدم علیہ السلام کے پھر پاس موسیٰ علیہ السلام کے پھر پاس محمد ﷺ کے سو حضرت ﷺ شفاعت کریں گے تا کہ حکم کیا جائے درمیان خلق کے سو حضرت ﷺ چلیں گے یہاں تک کہ بہشت کے دروازہ کا حلقہ پکڑیں گے سو اس دن اللہ ان کو تعریف کے مقام میں کھڑا کرے گا پس سب لوگ کہ میدان قیامت میں جمع ہوں گے آپ کی تعریف کریں گے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں سے سوال کرنا مال جمع کرنے کے لیے درست نہیں اور حدیث اگرچہ کثرت سوال کی مذمت پر دلالت کرتی ہے اور ترجمہ مال جمع کرنے پر دلالت کرتا ہے لیکن چونکہ قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ وعید اسی شخص کے حق میں ہے کہ مال جمع کرنے کے لیے لوگوں سے سوال کرے اور یہ کہ اہل حاجت کو سوال کرنا درست ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس شخص پر محمول کیا کہ جو مال جمع کرنے کے لیے لوگوں سے سوال کرے، وفيه المطابقة للترجمة اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ وعید خاص اس شخص کے حق میں ہے جو کہ لوگوں سے بہت سوال کرے اور جو کبھی کبھی کسی سے سوال کرے اس کو گناہ نہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مسلمان یعنی کافر سے سوال کرنا درست ہے اس واسطے کہ الناس کا لفظ عام ہے شامل ہے مسلمان اور کافر دونوں کو، انتہی۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾ وَكَمِ الْغِنٰى وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَجِدُ

اس آیت کا بیان کہ نہیں مانگتے لوگوں سے لپٹ کر اور آدمی کس قدر مال سے غنی ہوتا ہے اور اس کی کیا حد ہے؟ اور حضرت ﷺ کے قول کا بیان کہ نہیں پاتا آدمی

غِنًی یُغْنِیْهِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ أُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْأَرْضِ﴾ إِلٰی قَوْلِهٖ ﴿فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ﴾.

مالداری کہ بے پرواہ کرے اس کو واسطے اس آیت کے ان مفلسوں کو جو رکے ہوئے ہیں اللہ کی راہ میں چل پھر نہیں سکتے ملک میں سمجھے ان کو بے خبر مالدار ان کے نہ مانگنے سے تو پہچانتا ہے ان کو ان کے چہرے سے نہیں مانگتے لوگوں سے لپٹ کر اور جو خرچ کرو گے کام کی چیز وہ اللہ کو معلوم ہے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مراد اس آیت کے لانے سے تفسیر کرنا ہے اپنے اس قول کی کہ غنا کی کیا حد ہے گویا کہ اس نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث کہ نہ غنا پاتا ہے کہ اس کو بے پرواہ کرے بیان کرنے والی ہے واسطے اندازے غنا کے اس واسطے کہ اللہ نے صدقہ ان فقیروں کے لیے کیا ہے جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہوں یعنی جو کوئی اس قسم کا آدمی ہو کہ اللہ کی راہ میں بند ہو وہ مالدار نہیں اور جو اس کے برخلاف ہو وہ مالدار ہے پس حاصل اس کا یہ ہے کہ شرط سوال کی غنا کا نہ پانا ہے واسطے وصف کرنے اللہ کے فقیروں کو ساتھ اس کے کہ وہ زمین میں چل پھر نہیں سکتے اس واسطے کہ جو اس میں چلنے پھرنے کی طاقت رکھے وہ ایک قسم کا مالدار ہے اور مراد ان لوگوں سے جو اللہ کی راہ میں اٹک رہے ہیں وہ لوگ ہیں کہ جہاد میں مشغول ہیں اور اس شغل کی وجہ سے زمین میں چل پھر کر تجارت نہیں کر سکتے اور یہ جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ میں کہا کہ غنی کس قدر ہے تو اس میں کوئی حدیث صریح بیان نہیں کی شاید کوئی حدیث اس کی شرط کے موافق نہیں ہوگی اور شاید کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ بات سمجھی جاتی ہو کہ نہیں پاتا مالداری کو اس کو بے پرواہ کرے اس واسطے کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ ایسی چیز نہیں پاتا کہ اس کی حاجت کے موقع میں واقع ہو اور جو اس قدر مال پائے وہ مالدار ہے اور ترمذی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ جو کوئی لوگوں سے مانگے اس حال میں کہ اس کے پاس وہ چیز ہے کہ اس کو بے پرواہ کرے تو وہ قیامت کے دن آئے گا اور اس کا منہ چھیلا ہوا ہوگا کسی نے عرض کیا کہ یا حضرت! کیا چیز اس کو بے پرواہ کرتی ہے؟ فرمایا پچاس درہم یا اس کی قیمت کے برابر سونا اور ایک روایت میں ایک اوقیہ کا ذکر آیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جس کے پاس صبح و شام کا کھانا موجود ہو وہ غنی ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس پر عمل ہے نزدیک بعض اصحاب ہمارے کے مانند ثوری اور احمد اور ابن مبارک اور اسحاق کے اور کہا کہ بعض لوگوں نے اس میں وسعت کی ہے کہتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس پچاس درہم یا اکثر ہوں تو وہ محتاج ہے اور اس کو زکوٰۃ کا مال لینا جائز ہے یہ قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اہل علم کا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کبھی آدمی غنی ہوتا ہے ساتھ درہم اور کسب کے اور نہیں بے پرواہ کرتا ہے اس کو ہزار درہم واسطے ضعیف ہونے اس کے اور اس مسئلے میں اور بھی کئی مذہب ہیں ایک یہ کہ غنی وہ ہے

کہ نصاب کا مالک ہو پس اس کو زکوٰۃ لینا حرام ہے یہ قول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حد اس کی یہ ہے کہ صبح وشام کا کھانا پائے اور بعض کہتے ہیں کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ جو ہمیشہ صبح وشام کا کھانا نہ پائے اور بعض کہتے ہیں کہ حد اس کی چالیس درھم ہیں یہ قول ابو عبید کا ہے اور یہی معلوم ہوتا ہے قول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ، انتہی ملخصا۔

١٣٨٢ ۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ تَرُدُّهُ الْأُكْلَةَ وَالْأُكْلَتَانِ وَلٰكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ لَيْسَ لَهُ غِنًى وَيَسْتَحْيِيْ أَوْ لَا يَسْأَلُ النَّاسَ إِلْحَافًا.

١٣٨٢۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیچارہ محتاج وہ نہیں جس کو ایک لقمہ اور دو لقمے کی حرص دربدر پھرائے حقیقت میں بیچارہ محتاج تو وہ ہے کہ اس کے پاس اس قدر مال نہیں کہ اس کو بے پرواہ کر دے اور سوال سے شرم کرتا ہے یا لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو محتاج لوگ سوال نہیں کرتے ان کے دینے میں زیادہ تر ثواب ہے گدائے فقیروں سے اور ان کا حق مقدم ہے ان سے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں سے مانگنا بہت برا ہے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکین اس کو فرمایا جس کے پاس مال نہیں، وفيه المطابقة للترجمة.

١٣٨٣ ۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنِ ابْنِ أَشْوَعَ عَنِ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنِيْ كَاتِبُ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنِ اكْتُبْ إِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيْلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ.

١٣٨٣۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ نے تمہارے لیے تین چیز کا کرنا مکروہ رکھا ہے ایک بیہودہ گفتگو کرنی کہ اس میں نہ دین کا فائدہ ہو نہ دنیا کا دوسرا مال کا ضائع کرنا اور بے جا خرچ کرنا، تیسرا لوگوں سے بہت مانگنا واسطے جمع کرنے مال کے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں سے سوال کرنا مال جمع کرنے کے لیے بہت برا ہے اس واسطے کہ سوال سے مراد لوگوں سے مانگنا ہے یا عام ہے اس سے کہ مال کا سوال ہو یا مسائل، وفيه المطابقة للترجمة.

١٣٨٤ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ

١٣٨٤۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَعْطَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ قَالَ فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ رَجُلًا لَّمْ يُعْطِهِ وَهُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُمْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا أَعْلَمُ فِيهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا أَعْلَمُ فِيهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ إِنِّيْ لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ وَعَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ يُحَدِّثُ بِهٰذَا فَقَالَ فِيْ حَدِيْثِهِ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ فَجَمَعَ بَيْنَ عُنُقِيْ وَكَتِفِيْ ثُمَّ قَالَ أَقْبِلْ أَيْ سَعْدُ إِنِّيْ لَأُعْطِي الرَّجُلَ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ فَكُبْكِبُوْا قُلِبُوْا فَكُبُّوْا مُكِبًّا أَكَبَّ الرَّجُلُ إِذَا كَانَ فِعْلُهُ غَيْرَ وَاقِعٍ عَلَى أَحَدٍ فَإِذَا

ایک گروہ کو مال دیا اور میں ان کے درمیان بیٹھا تھا سو حضرت ﷺ نے ان میں سے ایک مرد کو چھوڑ دیا اس کو کچھ نہ دیا اور حالانکہ وہ مجھ کو ان میں سے زیادہ تر محبوب تھا سو میں حضرت ﷺ کی طرف کھڑا ہوا سو میں نے آپ کو کان میں بات کہی کہ کیا ہے آپ کو فلانے کی طرف سے کہ آپ نے اس کو کچھ نہیں دیا قسم ہے اللہ کی البتہ میں تو اس کو ایماندار جانتا ہوں؟ فرمایا یا اس کو مسلمان جانتا ہوں سو میں کچھ دیر چپ رہا پھر مجھ کو غالب ہوئی وہ چیز کہ میں اس کے حق میں جانتا تھا میں نے کہا یا حضرت! آپ کو فلاں کی طرف سے کیا رنج ہے کہ آپ نے اس کو کچھ نہیں دیا قسم ہے اللہ کی البتہ میں تو اس کو ایماندار جانتا ہوں؟ فرمایا یا مسلمان تین بار میں نے یہ کلمہ کہا اور حضرت ﷺ نے تین بار یہی جواب دیا پھر فرمایا کہ البتہ میں بعض آدمی کو دیتا ہوں اور میرے نزدیک اس کے سوا اور شخص بہت پیارا ہوتا ہے اس ڈر سے دیتا ہوں کہ کہیں وہ دوزخ میں اوندھا ڈالا جائے یعنی اگر میں اس کو نہ دوں تو کافر ہو جائے تو دوزخی ہوا مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو نومسلم تھے ایمان ان کے دلوں میں خوب نہیں رچا تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ﷺ نے میری گردن اور مونڈھے کے درمیان اپنا ہاتھ مارا اور فرمایا قبول کر اے سعد! اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا "فَكُبْكِبُوْا" (سورہ شعراء میں واقع ہوا ہے) کہ معنی "قلبوا" ہیں یعنی پھیرے جائیں گے اس حال میں کہ اوندھے پڑے ہوں گے "مُكِبًّا" جو کہ سورۂ ملک میں واقع ہوا ہے "اکب الرجل اذا کان فعلہ غیر واقع علی احد" یعنی کہتے ہیں "اکب الرجل" یعنی اوندھا گرا مرد جب کہ اس کا فعل کسی پر واقع نہ ہو یعنی اس کا مفعول بہ کوئی نہ

وَقَعَ الْفِعْلُ قُلْتَ كَبَّهُ اللّٰهُ لِوَجْهِهٖ وَكَبَبْتُهٗ أَنَا قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ اَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ قَدْ اَدْرَكَ ابْنَ عُمَرَ.

ہو "فاذا وقع الفعل قلت كبه الله بو جهه و كببته انا" اور جب کہ اس کا فعل کسی پر واقع ہو تو اس وقت کہے گا تو "كبه الله بو جهه" یعنی اللہ نے اس کو اس کے منہ پر اوندھا ڈالا اور میں نے اس کو اوندھا ڈالا یعنی "اکب" فعل لازم ہے اور "کبّ" متعدی ہے بخلاف اور فعلوں کے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں سے لپٹ کر مانگنا درست نہیں اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے اس کی گردن اور مونڈھے کے درمیان ہاتھ مارا اور لپٹ کر سوال کرنے کو مکروہ جانا وفیہ المطابقة للترجمة اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محتاجی اسی وقت محمود ہے جب کہ سوال سے بچے اور حاجت پر صبر کرے اور یہ کہ مستحب ہے حیا کرنا ہر حال میں اور یہ کہ فقیر کا حال مسکین سے ابتر ہے اس واسطے کہ مسکین اس کو کہتے ہیں کہ اس کے پاس کوئی چیز ہو لیکن اس کو کفایت نہ کرے اور فقیر اس کو کہتے ہیں کہ اس کے پاس مطلق کوئی چیز نہ ہو اور یہی قول ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور اہل حدیث اور فقہ کا اور بعض کہتے ہیں کہ مسکین کا حال فقیر سے ابتر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ دونوں برابر ہیں یہ قول ابن قاسم اور اصحاب مالک کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فقیر وہ ہے کہ سوال کرے اور مسکین وہ ہے کہ نہ سوال کرے، انتہی۔ ملخصا (فتح)

١٣٨٥ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ.

١٣٨٥۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ محتاج وہ نہیں کہ لوگوں پر گھومے اور در بدر پھرے ایک لقمہ اور دو لقمے اور ایک کھجور اور دو کھجور کی حرص سے لیکن محتاج وہ ہے کہ نہ مال پائے کہ اس کو بے پراوہ کرے اور نہ اس کا حال معلوم ہو سکے کہ اس پر خیرات کی جائے اور نہ ہو کھڑا ہو کہ لوگوں سے سوال کرے۔

**فائدہ:** مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

١٣٨٦ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُوْ

١٣٨٦۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی اپنی رسیاں لے پھر پہاڑ کی طرف جائے

صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ ثُمَّ يَغْدُوَ أَحْسِبُهُ قَالَ إِلَى الْجَبَلِ فَيَحْتَطِبَ فَيَبِيعَ فَيَأْكُلَ وَيَتَصَدَّقَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ.

اور لکڑیاں لائے پھر ان کو بیچے اور کھائے اور خیرات کرے تو اس کے حق میں یہ بہتر ہے لوگوں سے سوال کرنے سے۔

بَابُ خَرْصِ الثَّمَرِ.

کھجور کے تخمینہ کرنے کا بیان یعنی درست ہے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ فرض کے معنی ہیں تخمینہ کرنا اور اندازہ کرنا ان کھجوروں کا جو کھجور کے درخت پر ہوں اور حکایت کی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض اہل علم سے کہ تفسیر اس کی یہ ہے کہ جب کھجور اور انگور کا میوہ پک جائے اس قسم سے کہ اس میں زکوۃ واجب ہے یعنی پانچ وسق کے برابر ہو تو بادشاہ کسی اندارہ کرنے والے کو بھیجے تا کہ وہ اندازہ کر کے کہے کہ اس میں سے اتنا انگور اور اتنی کھجور نکلے گی پس اس کو یاد رکھے اور مبلغ عشر کا سمجھ کر ان کو بتلا دے کہ اتنا میوہ تم کو دینا ہوگا اور میوے کو ان کے حوالے کرے پھر جب کاٹنے کا وقت آئے تو ان سے دسواں حصہ لیا جائے اور فائدہ اندازے کا یہ ہے کہ اس میں فراخی اور وسعت ہے میوے والوں پر کہ اس میں سے آپ بھی کھائیں اور فقراء اور مساکین کو بھی کھلائیں اور بیچیں یا اور جو کچھ چاہیں کریں اس واسطے کہ ان کو منع کرنے میں تنگی ہے اور یہی ہے قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا کہ اندازہ کرنا درست ہے اور خطابی نے کہا کہ اہل رائے یعنی حنفیہ کہتے ہیں کہ اندازہ کرنا درست نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ صرف مزارعین کے ڈرانے کے لیے کیا جاتا تھا تا کہ میوے میں خیانت نہ کریں یہ حکم لازم کرنے کے لیے نہ کیا جاتا تھا اس واسطے کہ وہ تخمینہ اور فریب ہے یا یہ بیاج اور جوئے کے حرام ہونے سے پہلے تھا اور تعاقب کیا ہے ان کا خطابی نے کہ بیاج اور جوا پہلے حرام ہوا تھا اور میوے کے اندازہ کرنے پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام حیاتی میں عمل رہا یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس پر عمل کیا اور اسی طرح جو ان کے بعد ہیں ان کا عمل بھی اس پر رہا ہے اور تابعین میں سے کسی سے اس کا ترک کرنا مروی نہیں مگر شعبی سے اور ان کا یہ کہنا کہ یہ محض تخمینہ اور فریب ہے سو محض غلط ہے اس واسطے کہ وہ غرور نہیں بلکہ اجتہاد ہے کھجور کے مقدار پہچاننے میں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ تخمینہ کرنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانے میں اور اندازہ کرنے والوں کو بھی بھیجتے تھے اور باب کی حدیث میں صریح موجود ہے کہ آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ اندازہ کرو اگر ان کا اندازہ درست نہ ہوتا تو اس کے کوئی معنی نہ تھے اور طحاوی نے کہا کہ اگر اندازہ کرنے کے بعد کسی آفت سے میوہ تلف ہو جائے تو اس حالت میں میوے والے سے عشر لینا درست نہ ہوگا سو جواب اس کا یہ ہے کہ جو لوگ اندازہ کرنے کے قائل ہیں وہ میوے والوں سے تلف شدہ کی ضمانت نہیں لیتے

ابن منذر نے کہا کہ سب اہل علم کا اجماع ہے اس پر کہ اگر اندازہ کے بعد میوے کو کوئی آفت پہنچے پہلے کاٹنے سے تو اس کا بدلہ دینا نہیں آتا، انتہی ملخصا۔

۱۳۸۷ ۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَبَّاسٍ السَّاعِدِيِّ عَنْ أَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ فَلَمَّا جَآءَ وَادِيَ الْقُرٰى إِذَا امْرَأَةٌ فِيْ حَدِيْقَةٍ لَّهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ اخْرُصُوْا وَخَرَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ فَقَالَ لَهَا أَحْصِيْ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَلَمَّا أَتَيْنَا تَبُوْكَ قَالَ أَمَا إِنَّهَا سَتَهُبُّ اللَّيْلَةَ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ فَلَا يَقُوْمَنَّ أَحَدٌ وَمَنْ كَانَ مَعَهٗ بَعِيْرٌ فَلْيَعْقِلْهُ فَعَقَلْنَاهَا وَهَبَّتْ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَأَلْقَتْهُ بِجَبَلِ طَيِّءٍ وَأَهْدٰى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَآءَ وَكَسَاهُ بُرْدًا وَكَتَبَ لَهٗ بِبَحْرِهِمْ فَلَمَّا أَتٰى وَادِيَ الْقُرٰى قَالَ لِلْمَرْأَةِ كَمْ جَآءَ حَدِيْقَتُكِ قَالَتْ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ خَرْصَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يَّتَعَجَّلَ مَعِيْ فَلْيَتَعَجَّلْ فَلَمَّا قَالَ ابْنُ بَكَّارٍ كَلِمَةً مَعْنَاهَا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ هٰذِهٖ طَابَةُ فَلَمَّا رَأٰى أُحُدًا قَالَ هٰذَا

۱۳۸۷۔ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ تبوک میں ہم حضرت ﷺ کے ساتھ گئے سو جب آپ وادی القریٰ (ایک شہر کا نام ہے درمیان مدینہ اور شام کے) میں پہنچے تو ناگہاں ایک عورت اپنے باغ میں تھی سو حضرت ﷺ نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اس باغ کی کھجوروں کا اندازہ کرو کہ اس میں سے کتنی کھجوریں نکلیں گی سو حضرت ﷺ نے دس وسق کھجور کا اندازہ کیا حضرت ﷺ نے اس کو فرمایا کہ جس قدر اس میں سے میوہ نکلے اس کو یاد رکھنا یعنی اس کے کیل کے اعداد معلوم ہو کہ اندازہ ٹھیک ہے یا نہیں کہ جب ہم تبوک میں پہنچے کہ نام ہے ایک جگہ کا ملک شام میں تو حضرت ﷺ نے فرمایا خبردار ہو کہ عنقریب ہے کہ آج کی رات ایک سخت آندھی چلے گی تو اس میں کوئی کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے اور جس کے پاس اونٹ ہو تو چاہیے کہ اس کا گھٹنا باندھ دے سو ہم نے اونٹ باندھ دیے اور رات کو سخت آندھی چلی ایک شخص اس میں کھڑا ہوا اس کو آندھی نے اٹھا کر طے کے پہاڑ میں ڈالا جو کہ تبوک سے کئی دنوں کی راہ پر ہے اور ایلہ (ایک شہر کا نام ہے دریا کے کنارے پر) کے بادشاہ نے حضرت ﷺ کو سفید خچر ہدیہ بھیجی کہ نام اس کا دُلدل تھا اور حضرت ﷺ کو چادر پہنائی اور حضرت ﷺ نے اس ملک کو ان کے شہر کے ساتھ لکھ دیا یعنی ان کا ملک ان پر قائم رکھا اس واسطے کہ انہوں نے جزیہ دینا قبول کیا سو جب حضرت ﷺ وادی القریٰ میں آئے تو اس عورت سے فرمایا کہ تیرا باغ کس قدر کھجوریں لایا اس عورت نے کہا کہ دس وسق جو کہ حضرت ﷺ نے اندازہ

جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُوْرِ الْأَنْصَارِ قَالُوْا بَلٰى قَالَ دُوْرُ بَنِي النَّجَّارِ ثُمَّ دُوْرُ بَنِيْ عَبْدِ الْأَشْهَلِ ثُمَّ دُوْرُ بَنِيْ سَاعِدَةَ أَوْ دُوْرُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْأَنْصَارِ يَعْنِيْ خَيْرًا وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِيْ عَمْرٌو ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ ثُمَّ بَنِيْ سَاعِدَةَ وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كُلُّ بُسْتَانٍ عَلَيْهِ حَآئِطٌ فَهُوَ حَدِيْقَةٌ وَمَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ حَآئِطٌ لَمْ يُقَلْ حَدِيْقَةٌ.

کیا تھا حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں مدینے کی طرف جلدی جانے والا ہوں جو کوئی میرے ساتھ جانا چاہے سو چلے سو جب مدینے کے قریب پہنچے تو فرمایا یہ مدینہ طابہ ہے پھر جب آپ نے اُحد پہاڑ کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ پہاڑ اُحد ایسا پہاڑ ہے کہ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں پھر فرمایا کیا نہ خبر دوں میں تم کو ساتھ بہترین گھروں انصارؓ کے؟ اصحاب رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیوں نہیں؟ فرمایا گھر قبیلے بنی نجار کے پھر اس کے بعد گھر قبیلے بنی عبدالاشہل کے پھر اس کے بعد گھر قبیلے بنی ساعدہ کے یا فرمایا گھر بنی حارث کے اور انصار کے سب گھروں میں بہتری ہے' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس باغ کے گرد دیوار ہو اس کو حدیقہ کہتے ہیں اور جس کے گرد دیوار نہ ہو اس کو حدیقہ نہیں کہتے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میوے کا اندازہ کرنا درست ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اندازہ کرنا واجب ہے اور جمہور کے نزدیک اندازہ کرنا مستحب ہے لیکن اگر اس کے ساتھ کسی مجور التصرف کا حق متعلق ہو یا اس کے شریک امانت دار نہ ہوں تو اس وقت اندازہ کرنا واجب ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا ہو خرص صرف کھجور کے ساتھ خاص ہے یا انگور کا بھی یہی حکم ہے یا ہر نفع دینے والی چیز کو شامل ہے تر ہو یا خشک' پہلا قول قاضی شریح اور بعض اہل ظاہر کا ہے اور دوسرا قول جمہور کا ہے اور تیسرا قول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت کے نزدیک اندازہ کرنے والے کا قول کافی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پہلی بار خشک ہونے کے بعد جو باقی رہے اس کا دسواں حصہ لیا جائے اور کیا صرف ایک ثقہ کا اندازہ کرنا کافی ہے یا کہ دو آدمی کا ہونا ضروری ہے؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس میں دو قول ہیں اور جمہور کا یہ قول ہے کہ صرف ایک معتبر آدمی کا اندازہ کافی ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا وہ اعتبار ہے یا تضمین ظاہر قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ وہ تضمین ہے اور قاعدہ اس کا یہ ہے کہ اس کو تمام میوے میں تصرف کرنا جائز ہے اور اگر اندازے کے بعد مالک تمام میوے کو تلف کر ڈالے تو اس سے اسی اندازے سابق کے اعتبار سے زکوۃ لی جائے گی اور اس حدیث میں نشانی ہے نبوت کی نشانیوں سے کہ حضرت ﷺ نے آندھی کی خبر دی اور اس میں تعلیم اتباع کی ہے اور ڈرانا اس چیز سے کہ اس میں خوف کا ڈر ہو

اور فضیلت مدینہ کی اور انصار کی اور اس میں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جائز ہے لینا ہدیہ کا اور بدلہ دینا اس کا۔

**فائدہ:** سنن اور صحیح ابن حبان میں سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم اندازہ کرو اور کاٹو تو تیسرا حصہ مالک کو چھوڑ دو نہیں تو چوتھا حصہ چھوڑ دو اور یہی ہے مذہب لیث اور احمد اور اسحاق کا اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے لیے کچھ نہ چھوڑا جائے گا یہ قول امام مالک اور سفیان کا ہے اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور ابن عربی نے کہا کہ حدیث پر عمل کیا جائے اور وہ قدر ان کی محنت کا ہے' انتہی ملخصا۔ اور یہ جو فرمایا کہ یہ پہاڑ ایسا ہے کہ ہم سے محبت کرتا ہے تو یہ محمول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رکھی ہے جیسے کہ اور سب حیوانات میں۔

**بَابُ الْعُشْرِ فِيْمَا يُسْقٰى مِنْ مَّآءِ السَّمَآءِ وَبِالْمَآءِ الْجَارِىْ.**

جو کھیتی کہ مینہ کے پانی اور جاری پانی سے پلائی جائے اس میں دسواں حصہ واجب ہے۔

**فائدہ:** مراد جاری پانی سے نالوں اور نہروں کا پانی ہے۔

**وَلَمْ يَرَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فِى الْعَسَلِ شَيْئًا.**

اور عمر بن عبدالعزیز نے شہد میں زکوٰۃ واجب نہیں کی۔

**فائدہ:** یہ حدیث موطا امام مالک میں ہے کہ عبداللہ بن ابوبکر نے کہا کہ منیٰ میں میرے پاس عمر بن عبدالعزیز کا خط آیا کہ گھوڑوں کی زکوٰۃ لے اور نہ شہد کی اور ایک روایت میں آیا ہے کہ شہد میں زکوٰۃ واجب ہے لیکن یہ حدیث ضعیف ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں کہا کہ شہد کی زکوٰۃ میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے اور ابن منذر نے کہا کہ شہد میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی اور نہ اس پر اجماع ہے پس اس میں زکوٰۃ واجب نہیں اور یہی ہے قول جمہور کا اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ شہد میں زکوٰۃ واجب ہے اور یہی ہے قول احمد اور اسحاق کا مگر یہ اس زمین میں ہے کہ خرابی نہ ہو اور ترمذی نے کہا کہ اسی پر عمل ہے نزدیک اکثر اہل علم کے کہ شہد میں زکوٰۃ واجب ہے لیکن قول ابن منذر کا زیادہ قوی ہے اور مناسبت اس اثر کی باب سے اس طور پر ہے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شہد میں عشر نہیں اس واسطے کہ خاص کیا گیا ہے عشر ساتھ اس چیز کے کہ پلائی جائے ساتھ پانی کے پس اس سے معلوم ہوا کہ جو کھیتی پانی سے نہ پلائی جائے اس میں عشر نہیں۔

١٣٨٨ ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِىْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِىْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ الزُّهْرِىِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَآءُ

١٣٨٨۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کھیت کو مینہ اور نہریں پانی پلائیں یا زمین میں تر و تازہ اور سیراب ہو اس میں دسواں حصہ واجب ہے اور جو کھیت کہ بیل یا اونٹ کے ساتھ سینچا جائے اس میں بیسواں حصہ واجب ہے' امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ

وَالْعُيُوْنُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا تَفْسِيْرُ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْأَوَّلِ يَعْنِيْ حَدِيْثَ ابْنِ عُمَرَ وَفِيْمَا سَقَتِ السَّمَآءُ الْعُشْرُ وَبَيَّنَ فِيْ هٰذَا وَوَقَّتَ وَالزِّيَادَةُ مَقْبُوْلَةٌ وَالْمُفَسَّرُ يَقْضِيْ عَلَى الْمُبْهَمِ إِذَا رَوَاهُ أَهْلُ الثَّبَتِ كَمَا رَوَى الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُصَلِّ فِي الْكَعْبَةِ وَقَالَ بِلَالٌ قَدْ صَلّٰى فَأُخِذَ بِقَوْلِ بِلَالٍ وَتُرِكَ قَوْلُ الْفَضْلِ.

حدیث یعنی "لیس فیمان دون خمس اوسق من التمر صدقةٌ" تفسیر ہے پہلی حدیث کی اس واسطے کہ پہلی حدیث یعنی "فیما سقت السماء العشر" میں کوئی اندازہ معین نہیں کیا اور اس میں اس کا اندازہ بیان کیا اور معین کر دیا یعنی یہ حدیث مبہم ہے اور پہلی حدیث اس کی مبین ہے پس حاصل یہ ہے کہ جو کھیت مینہ اور نہروں کے پانی سے سینچا جائے اس میں دسواں حصہ دینا اسی وقت واجب ہوتا ہے جب کہ اناج پانچ وسق کے برابر ہو اور اگر اس سے کمتر ہو تو اس میں عشر واجب نہیں اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہے اور مفسر حکم کرتی ہے مبہم پر جب کہ روایت کرے اس کو ثقہ جیسے کہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے کے اندر نماز نہیں پڑھی اور بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے کے اندر نماز پڑھی ہے سو بلال رضی اللہ عنہ کا قول لیا گیا اور فضل رضی اللہ عنہ کا قول چھوڑا گیا۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کھیت کہ بیل اور اونٹ سے پلایا جائے اور جو بدون ان کے پلایا جائے ان دونوں میں فرق ہے کہ پہلے میں بیسواں حصہ ہے اور دوسرے میں دسواں حصہ اور اگر کسی کھیت کو دونوں طرح سے پانی پلایا جائے تو ظاہر یہ ہے کہ اس میں تین ربع عشر کے واجب ہیں جب کہ دونوں پانی برابر ہوں یہ ہے قول اہل علم کا اور ابن قدامہ نے کہا کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں اور اگر ایک دوسرے سے زیادہ ہو تو اول کا اعتبار نہیں اکثر کا حکم ہے یہ قول امام احمد رحمہ اللہ کا ہے اور یہی ہے قول ثوری اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اور ایک قول شافعی کا بھی یہی ہے اور یہی کہنا ممکن ہے کہ اگر دونوں پانی میں فرق ہو سکے تو اس کے حساب سے عشر لیا جائے اور ابن قاسم صاحب مالک کا یہ قول ہے کہ اعتبار اس پانی کا ہے جس کے ساتھ کھیتی تمام ہو اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میوے اور اناج کی کوئی حد معین نہیں تھوڑے اور بہت سب میں زکوٰۃ ہے اور یہ قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور جمہور کے نزدیک میوے اور اناج جب تک پانچ من نہ ہوں ان میں زکوٰۃ نہیں فتح الباری میں لکھا ہے کہ جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے جو دارقطنی نے روایت کی ہے کہ ترکاریوں میں زکوٰۃ واجب نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ صرف اسی میں ہے کہ پیمانہ سے ناپی جائے اور اختیار سے قوت کے لیے ذخیرہ ہو سکے اور یہی ہے قول امام

مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہر چیز میں زکوٰۃ واجب ہے اگرچہ ذخیرہ نہ ہو سکے یہی قول ہے امام محمد رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا اور ابن منذر نے حکایت کی ہے اجماع اس پر کہ پانچ وسق سے کمتر اناج میں زکوٰۃ نہیں مگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہر چیز میں زکوٰۃ واجب ہے مگر بانس اور لکڑی اور گھاس میں زکوٰۃ نہیں اور ایسے ہی اس درخت میں بھی زکوٰۃ نہیں جس پر کوئی میوہ نہ لگتا ہو اور بعض کہتے ہیں کہ جو چیز ناپی جاتی ہو اس میں نصاب یعنی پانچ وسق کا لحاظ رکھا جائے اور جو ناپی نہیں جاتی اس میں نصاب کا کچھ لحاظ نہیں بلکہ اس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تھوڑی ہو یا بہت اور ابن عربی نے کہا کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول زیادہ تر قوی ہے اور اسی میں زیادہ تر احتیاط ہے واسطے مسکینوں کے اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ نصاب تحدید ہے یا تقریب امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ تحدید ہے اور یہی صحیح تر قول شافعیہ کا ہے لیکن اگر تھوڑا کم ہو کہ ضبط نہ ہو سکے تو مضر نہیں اور امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ تقریب ہے تحدید نہیں اور سب کا اتفاق اس پر ہے کہ اگر پانچ وسق سے اناج کچھ زیادہ ہو تو اس میں بھی زکوٰۃ واجب ہے کہ جس قدر ہو حساب کر کے اس کی زکوٰۃ ادا کرے اگرچہ نہایت قلیل ہو اور اس میں وقص نہیں۔

**بَابُ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ.** نہیں پانچ وسق سے کمتر چھوہارے میں زکوٰۃ۔

١٣٨٩ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيمَا أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةٍ مِّنَ الْإِبِلِ الذَّوْدِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسِ أَوَاقٍ مِّنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ.

١٣٨٩۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں پانچ وسق سے کم چھوہارے میں زکوٰۃ اور نہیں پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ اور نہیں پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوٰۃ۔

**فائدہ:** حنفیہ کے نزدیک میوے اور اناج کی کوئی حد مقرر نہیں تھوڑے بہت سب میں زکوٰۃ واجب ہے سو امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ حنفیہ کا یہ قول ٹھیک نہیں۔

**بَابُ أَخْذِ صَدَقَةِ التَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ وَهَلْ يُتْرَكُ الصَّبِيُّ فَيَمَسُّ تَمْرَ الصَّدَقَةِ.** کھجور سے میوہ کاٹنے کے وقت صدقہ لینے کا بیان اور کیا درست ہے چھوڑنا لڑکے کو کہ وہ صدقہ کی کھجور کھائے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس باب میں دو مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ میوہ کاٹنے کے دن خیرات کرے اور مراد اس سے صدقہ نفل ہے سوائے زکوٰۃ کے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگرچہ لڑکا حکم شرع کا مخاطب نہیں لیکن اس کا ولی

مخاطب ہے ساتھ اس کے کہ اس کو ادب دے اور علم سکھائے اور استفہام کے عنوان سے اس کو اس واسطے بیان کیا کہ احتمال رہے کہ ممانعت اسی کے ساتھ خاص ہے جس کو صدقہ کا مال کھانا درست نہیں، انتہی۔

١٣٩٠ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِالتَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ فَيَجِيْءُ هٰذَا بِتَمْرِهٖ وَهٰذَا مِنْ تَمْرِهٖ حَتّٰى يَصِيْرَ عِنْدَهٗ كَوْمًا مِّنْ تَمْرٍ فَجَعَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَلْعَبَانِ بِذٰلِكَ التَّمْرِ فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا تَمْرَةً فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَهَا مِنْ فِيْهِ فَقَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْكُلُوْنَ الصَّدَقَةَ.

١٣٩٠۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کھجور کا میوہ کاٹنے کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوریں لائی جاتی تھیں پس یہ شخص اپنی کھجوریں لاتا اور دوسرا اپنی لاتا یعنی ہر ایک اپنی اپنی کھجوریں لایا تھا یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوروں کا ڈھیر لگ جاتا سو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کھجوروں کے ساتھ کھیلنے لگے سو ایک نے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں ڈالی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا سو اس کے منہ سے وہ کھجور نکالی اور فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد خیرات نہیں کھاتی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکوں کو احکام شرع کی تعلیم کرنی چاہیے تا کہ حاجت کے وقت ان کو کام آئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مستحب ہے خیرات کرنا وقت کاٹنے کھجوروں اور کھیت کے، وفیہ المطابقۃ للترجمۃ۔

بَابُ مَنْ بَاعَ ثِمَارَهٗ أَوْ نَخْلَهٗ أَوْ أَرْضَهٗ أَوْ زَرْعَهٗ وَقَدْ وَجَبَ فِيْهِ الْعُشْرُ أَوِ الصَّدَقَةُ فَأَدَّى الزَّكَاةَ مِنْ غَيْرِهٖ أَوْ بَاعَ ثِمَارَهٗ وَلَمْ تَجِبْ فِيْهِ الصَّدَقَةُ.

اگر کوئی اپنا میوہ بیچے یا کھجور کا درخت بیچے یا اپنی زمین بیچے یا کھیتی بیچے اور حالانکہ اس میں عشر یا صدقہ واجب ہو چکا ہو اس مال کے غیر سے زکوۃ ادا کرے جس میں کہ عشر یا صدقہ واجب ہوا ہے یا اپنا میوہ بیچے اور اس میں صدقہ واجب نہ ہوا ہو تو یہ بیچنا جائز ہے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک پختہ ہونے کے بعد میوے کا بیچنا درست ہے اگرچہ اس میں خرص کے ساتھ زکوۃ واجب ہو چکی ہو واسطے عموم اس حدیث کے کہ پختہ ہو جانے کے وقت میوے کا بیچنا درست ہے یہ ایک قول ہے علماء کا اور دوسرا قول یہ ہے کہ خرص کے بعد میوے کا بیچنا درست نہیں

کہ اس کے ساتھ فقیروں کا حق متعلق ہے یہ ایک قول امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے اور یہ حدیث محمول ہے جواز بعد الصلاح اور قبل الخرص پر اور یہ جو کہا کہ اس میں عشر یا صدقہ واجب ہو تو اس میں اشارہ ہے طرف رد کرنے اس شخص کے کہ میوے میں مطلق عشر واجب کرتا ہے بغیر اعتبار نصاب کے اور نہیں ارادہ کرتا کہ صدقہ بیع سے ساقط ہو جاتا ہے اور یہ جو کہا کہ اس مال کے غیر سے زکوٰۃ ادا کرے تو یہ اس واسطے ہے کہ جب زکوٰۃ واجب ہونے کی اس نے کوئی چیز بیچی تو یہ کام اس نے جائز کیا اور زکوٰۃ اس کے ذمہ باقی رہی پس ضروری ہے کہ اس کے سواء اور مال سے زکوٰۃ ادا کرے یا اس کی قیمت دے۔

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيْعُوا الثَّمَرَةَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا فَلَمْ يَحْظُرِ الْبَيْعَ بَعْدَ الصَّلَاحِ عَلٰى أَحَدٍ وَّلَمْ يَخُصَّ مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الزَّكَاةُ مِمَّنْ لَمْ تَجِبْ.

اور حضرت ﷺ کی اس حدیث کا بیان کہ نہ بیچو کھجور کو جب تک کہ اس کی صلاحیت ظاہر نہ ہو یعنی پختہ ہو جائے اور آفت سے محفوظ ہو اور پختہ ہونے کے بعد کسی کو بیچنے سے منع نہیں کیا خواہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو یا نہ ہو اور یہ حدیث عام ہے نہیں خاص کیا اس کو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہے اس سے کہ اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ مراد اس سے امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کو رد کرنا ہے کہ ان کے نزدیک صلاحیت ظاہر ہونے کے بعد بیع درست نہیں جب تک کہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خریدار کو اختیار ہے چاہے رکھے چاہے رد کرے اور اس سے عشر لیا جائے اور وہ بائع سے مجرا لے (کٹوتی) اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عشر بائع پر ہے مگر خریدار پر شرط کر لے تو خریدار کو دینا آئے گا اور یہ قول ہے لیث کا اور امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ صدقہ بائع پر ہے مطلق اور یہی قول ہے ثوری اور اوزاعی کا۔

١٣٩١ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاحِهَا قَالَ حَتّٰى تَذْهَبَ عَاهَتُهُ.

١٣٩١۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ منع فرمایا حضرت ﷺ نے بیچنے کھجور کے سے یہاں تک کہ اس کی صلاحیت ظاہر ہو اور جب کوئی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھتا تھا کہ اس کی صلاحیت کیا ہے تو کہتے کہ اس کی آفت دور ہو جائے اور ضائع ہونے کا خوف نہ رہے یعنی پختہ ہو جائے۔

١٣٩٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ

١٣٩٢۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منع فرمایا حضرت ﷺ نے بیچنے میوے کے سے جب تک کہ اس

عَطَآءِ بْنِ أَبِیْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ الثِّمَارِ حَتّٰی یَبْدُوَ صَلَاحُهَا.

کی صلاحیت ظاہر نہ ہو۔

١٣٩٣ ـ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ بَیْعِ الثِّمَارِ حَتّٰی تُزْهِیَ قَالَ حَتّٰی تَحْمَارَّ.

١٣٩٣۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منع فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچنے میوے کے سے یہاں تک کہ سرخ ہو جائے۔

**فائدہ:** ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ میوہ پختہ ہونے کے بعد اس کا بیچنا درست ہے اگرچہ اس میں زکوٰۃ واجب ہو اور جائز ہے دینا زکوٰۃ کا غیر اس کے سے اس واسطے کہ اگر اس کے غیر سے زکوٰۃ کا ادا کرنا جائز نہ ہوتا تو اس کا بیچنا درست نہ ہوتا یہاں تک کہ اس سے زکوٰۃ لی جاتی، وفیه المطابقة للترجمة.

بَابُ هَلْ یَشْتَرِی الرَّجُلُ صَدَقَتَهٗ وَلَا بَأْسَ أَنْ یَّشْتَرِیَ صَدَقَتَهٗ غَیْرُهٗ لِأَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا نَهَی الْمُتَصَدِّقَ خَاصَّةً عَنِ الشِّرَآءِ وَلَمْ یَنْهَ غَیْرَهٗ.

اگر کوئی فقیر کو کوئی چیز صدقہ دے پھر اس کو اس سے خرید لے تو درست ہے یا نہیں؟ اور غیر کا صدقہ خریدنا درست ہے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا صدقہ خریدنے سے منع فرمایا ہے غیر کے صدقہ خریدنے سے منع نہیں فرمایا

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ مقصود اس باب سے یہ ہے کہ پہلے باب میں جو گزر چکا ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے میوے کا بیچنا درست ہے یہ اس قبیل سے نہیں کہ آدمی اپنا صدقہ خریدے، حدیث میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ تیرے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر کا صدقہ خریدنا درست ہے اس لیے کہ جب غیر کا صدقہ بلاعوض درست ہے تو بالعوض بطریق اولیٰ درست ہوگا۔

١٣٩٤ ـ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا کَانَ یُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَوَجَدَهٗ یُبَاعُ فَأَرَادَ أَنْ یَّشْتَرِیَهٗ ثُمَّ أَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

١٣٩٤۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں ایک گھوڑا صدقہ دیا سو اس کو بکتے ہوئے پایا اور اس کو خریدنا چاہا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے اجازت مانگی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پھیر لے اپنے صدقے کو سو اسی سبب سے ابن عمر رضی اللہ عنہما اگر کوئی چیز صدقہ دیتے اور پھر اس کو خریدتے تو اپنے پاس نہ رکھتے تھے

وَسَلَّمَ فَاسْتَأْمَرَهُ فَقَالَ لَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ فَبِذٰلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَا يَتْرُكُ أَنْ يَبْتَاعَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهِ إِلَّا جَعَلَهُ صَدَقَةً.

بلکہ اس کو اللہ کی راہ میں خیرات کر دیتے تھے یعنی وہ اس حدیث سے یہ سمجھے تھے کہ صرف منع یہی ہے کہ اپنا صدقہ خرید کر اپنے پاس رکھے اور اگر اس کو خرید کر پھر خیرات کر دے تو یہ درست ہے۔

**فائدہ:** ابن منذر نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنا صدقہ خریدنا درست نہیں' وفیہ المطابقة للترجمة۔

١٣٩٥ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَأَضَاعَهُ الَّذِيْ كَانَ عِنْدَهُ فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيْعُهُ بِرُخْصٍ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِيْ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِيْ صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِيْ قَيْئِهِ.

١٣٩٥۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے گھوڑا چڑھنے کو اللہ کی راہ میں دیا سو جس کے پاس وہ تھا اس نے اس کو ضائع کیا دُبلا کر ڈالا سو میں نے اس کو خریدنا چاہا اور میں نے گمان کیا کہ وہ اس کو ارزاں بیچتا ہے سو میں نے حضرت ﷺ سے پوچھا حضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہ خرید اس کو اور نہ پھیر لے اپنے صدقے کو اگرچہ وہ تجھ کو ایک درہم سے دے اس واسطے کہ بیشک اپنے صدقے کا پھیر لینے والا ویسا ہے جیسا کوئی اپنی قے کو کھائے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اپنا صدقہ خریدنا حرام ہے قرطبی نے کہا کہ ظاہر حدیث سے یہی بات معلوم ہوتی ہے اور احتمال ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہو اور مراد اس سے نفرت دلانی ہو اس واسطے کہ قے سے نفرت آتی ہے اور یہ قول اکثر علماء کا ہے اور کفارہ اور نذر وغیرہ قربات کا بھی یہی حکم ہے لیکن اگر کوئی اس کا وارث ہو تو درست ہے اور بعید تر ہے قول اس شخص کا کہ کہتا ہے کہ خیرات کر ڈالے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ میں رجوع کرنا مکروہ ہے اور یہ کہ اللہ کی راہ میں گھوڑا چڑھنے کو دینے کا بڑا ثواب ہے اور یہ کہ اس کے ملک ہو جاتا ہے اور یہ کہ محمول کو جائز ہے بیچنا اس کا اور فائدہ اٹھانا ساتھ مول اس کے۔

## بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الصَّدَقَةِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآلِهِ.

## حضرت ﷺ پر اور ان کی آل پر صدقہ حرام ہونے کا بیان۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس مقام میں تین امروں میں کلام ہے ایک یہ کہ آل سے مراد بنی ہاشم اور عبدالمطلب کی اولاد میں اس قول کو ترجیح ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ اور امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک فقط ہاشم کی اولاد ہے' دوم یہ کہ حضرت ﷺ پر ہر قسم کا صدقہ حرام تھا خواہ فرض ہو یا نفل جیسے کہ بہت لوگوں نے اس میں اجماع نقل کیا

ہے ان میں سے خطابی ہے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ صدقہ نفل حضرت ﷺ پر حرام نہ تھا اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول یہی ہے' سوم یہ کہ حضرت ﷺ کی آل بھی اس میں داخل ہے ابن قدامہ نے کہا کہ اس میں اختلاف نہیں کہ ہاشم کی اولاد پر صدقہ فرض حرام ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ان کے واسطے صدقہ درست ہے اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آپس میں ان کو ایک دوسرے کا صدقہ لینا درست ہے اور غیر کا درست نہیں اور مالکیہ کے اس میں چار قول ہیں ایک جواز ہے اور ایک منع اور ایک یہ کہ نفل درست ہے اور فرض درست نہیں اور اس کا عکس پھر کہا کہ صدقہ نفل درست ہے اور فرض درست نہیں یہ قول اکثر حنفیہ کا ہے اور یہی صحیح قول ہے نزدیک شافعیہ اور حنبلیہ کے۔

١٣٩٦ ۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِخٍ كِخٍ لِيَطْرَحَهَا ثُمَّ قَالَ أَمَا شَعَرْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ.

١٣٩٦۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈالی سو حضرت ﷺ نے فرمایا چھے چھے (یہ کلمہ جھڑک کا ہے کہ لڑکوں کو جھڑک کے لیے کہتے ہیں) تا کہ اس کو پھینک دے پھر فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ ہم لوگ صدقے کا مال نہیں کھاتے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کو اور حضرت ﷺ کی آل کو صدقہ کا مال لینا درست نہیں وفیہ المطابقة للترجمة اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقے کا مال امام کے پاس پہنچانا چاہیے اور یہ کہ جو کام عام لوگوں کے متعلق ہوں ان میں مسجد سے نفع اٹھانا درست ہے اور یہ کہ لڑکوں کو مسجد میں داخل کرنا درست ہے اور یہ کہ فائدے کی چیز کی ان کو تعلیم دینی چاہیے اور ضرر دینے والی چیز سے ان کو منع کرنا چاہیے اور حرام کاموں سے ان کو روکنا چاہیے اگرچہ وہ غیر مکلف ہیں تا کہ ان کو عادت ہو اور یہ کہ اگر نابالغ لڑکی عدت میں ہو تو اس کا ولی اس کو زینت سے منع کرے اور غیر ممیز لڑکی کو خطاب کرنا واسطے قصہ سمجھانے اہل تمیز کے درست ہے، انتہیٰ ۔ (فتح)

## بَابُ الصَّدَقَةِ عَلٰى مَوَالِيْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ﷺ کی بیویوں کے آزاد شدہ غلاموں کو صدقہ لینا درست ہے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور بعض مالکیہ کے نزدیک حضرت ﷺ کی بیویوں کے آزاد شدہ غلاموں کو صدقہ لینا درست نہیں اور یہی صحیح قول ہے نزدیک شافعیہ کے اور جمہور کے نزدیک ان کو صدقہ لینا درست ہے کہ وہ درحقیقت ان میں سے نہیں اور اسی طرح حضرت ﷺ کی بیویوں کو بھی صدقہ لینا

درست ہے ابن بطال نے نقل کیا ہے کہ سب فقہاء کا اتفاق ہے اس پر کہ حضرت ﷺ کی بیویوں کو صدقے کا مال لینا درست ہے لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم محمد ﷺ کی آل ہیں اور صدقے کا مال ہم کو حلال نہیں۔

١٣٩٧ ـ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ وَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةً مَيْتَةً أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِّمَيْمُوْنَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِجِلْدِهَا قَالُوْا إِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا.

١٣٩٧۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے ایک بکری مردہ دیکھی جو کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کی ہوئی لونڈی کو صدقے سے ملی تھی سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس کے چمڑے سے نفع کیوں نہ اٹھایا لوگوں نے عرض کیا کہ وہ مردار ہے فرمایا مردار کا تو صرف کھانا حرام ہے یعنی اس کی کھال وغیرہ سے فائدہ اٹھانا حرام نہیں۔

**فائدہ**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کی بیویوں کے آزاد شدہ غلاموں کو صدقہ لینا درست ہے، وفیہ المطابقة للترجمة.

١٣٩٨ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيْرَةَ لِلْعِتْقِ وَأَرَادَ مَوَالِيْهَا أَنْ يَّشْتَرِطُوْا وَلَاءَهَا فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرِيْهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ قَالَتْ وَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَقُلْتُ هٰذَا مَا تُصُدِّقَ بِهِ عَلٰى بَرِيْرَةَ فَقَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ.

١٣٩٨۔ حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاہا کہ بریرہ لونڈی کو خرید کر آزاد کریں اور اس کے مالکوں نے چاہا کہ اس کے ولا کی شرط کریں یعنی انہوں نے کہا کہ ہم اس شرط پر بیچتے ہیں کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی وراثت ہم کو ملے سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ قصہ حضرت ﷺ سے کہا سو حضرت ﷺ نے اس کو فرمایا کہ تو اس لونڈی کو خرید لے (اور پھر اس کو آزاد کر دے) اس واسطے کہ آزاد شدہ لونڈی غلام کے مال کا وہی وارث ہوتا ہے جو آزاد کرے یعنی اس کی وراثت کا حق آزاد کرنے والے کو ملے گا اس کے مالک ناحق شرط کرتے ہیں پھر حضرت ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا میں نے عرض کی کہ یہ وہ گوشت ہے کہ بریرہ کو صدقہ ملا حضرت ﷺ نے فرمایا وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کی بیویوں کے آزاد غلاموں کو صدقہ لینا درست ہے، وفیہ المطابقة للترجمة اور صدقہ اور ہدیہ میں فرق یہ ہے کہ صدقہ ایک بخشش ہے کہ مقصود اس سے صرف ثواب آخرت ہوتا ہے اور اس میں لینے والے کی ذلت ہوتی ہے بخلاف ہدیہ کے کہ وہ ایک چیز دوسرے کا ملک کرنا ہے واسطے تعظیم اور تقرب کے۔

## بَابُ إِذَا تَحَوَّلَتِ الصَّدَقَةُ.

جب صدقہ بدل جائے اور کسی محتاج کے ملک ہو جائے تو بنی ہاشم کو اس کا کھانا درست ہے۔

١٣٩٩ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقَالَتْ لَا إِلَّا شَيْءٌ بَعَثَتْ بِهِ إِلَيْنَا نُسَيْبَةُ مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بَعَثْتَ بِهَا مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا.

١٣٩٩۔ حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ گھر میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے سو فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کی چیز ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کچھ نہیں، مگر نسیبہ نے اس بکری کا کچھ گوشت ہم کو بھیجا ہے کہ جو آپ نے اس کو صدقہ کے مال سے بھیجی تھی حضرت ﷺ نے فرمایا کہ بیشک وہ بکری اپنے حلال ہونے کی جگہ پر پہنچ چکی ہے۔

**فائدہ:** یعنی ہر چند وہ صدقہ کا مال ہے لیکن جب محتاج کو پہنچا تو اس کے ملک ہو گیا اب اگر وہ اس میں سے کچھ بھیجے تو ہم کو اس کا کھانا درست ہے معلوم ہوا کہ جب ملکیت بدل جائے تو حکم بھی بدل جاتا ہے اس کو حکم صدقہ کا نہیں رہتا، وفیہ المطابقة للترجمة اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ صدقہ نفل حضرت ﷺ کی بیویوں کو کھانا درست ہے اور اسی طرح جب کوئی عامل اپنے عمل پر صدقہ کا مال لے تو اس میں سے بنی ہاشم کو کھانا درست ہے۔

١٤٠٠ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَحْمٍ تُصُدِّقَ بِهِ عَلٰى بَرِيْرَةَ فَقَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ وَقَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

١٤٠٠۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا جو بریرہ پر صدقہ کیا گیا تھا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

**فائدہ:** یعنی جب محتاج کو ملا تو وہ اس کے ملک ہو گیا اب اس کو بیع اور ہدیہ وغیرہ کے ساتھ اس میں تصرف کرنا درست ہے، وفيه المطابقة للترجمة.

**بَابُ أَخْذِ الصَّدَقَةِ مِنَ الْأَغْنِيَآءِ وَتُرَدَّ فِي الْفُقَرَآءِ حَيْثُ كَانُوْا.**

مالداروں سے زکوٰۃ لی جائے اور فقیروں کو دی جائے جہاں کہیں ہوں یعنی ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف زکوٰۃ لے جانا درست ہے۔

١٤٠١ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّآءُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِيْ مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِيْنَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ إِنَّكَ سَتَأْتِيْ قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَّشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَآئِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَآئِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَآئِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ.

١٤٠١۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم کر کے بھیجا تو فرمایا کہ البتہ عنقریب ہے کہ تو اس قوم کے پاس آئے گا جو کتاب والے ہیں یعنی یہود اور نصاریٰ سو جب تو ان کے پاس جائے تو ان کو بلا اس طرف کہ گواہی دیں اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی لائق پوجنے کے نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا رسول ہے سو اگر وہ اس بات میں تیرا کہا مانیں تو ان کو خبردار کر اس سے کہ اللہ نے ان پر ایک دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں سو اگر وہ اس میں بھی تیرا کہا مانیں تو ان کو خبر دے اس کی کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے کہ ان کے مالداروں سے لی جائے اور ان کے فقیروں کو پھیر دی جائے سو اگر وہ اس میں بھی تیرا کہا مانیں تو الگ رہ ان کے مال سے یعنی زکوٰۃ میں جانور چن چن کر عمدہ قسم نہ لینا اور ڈر مظلوم کی بد دعاء سے سو بیشک بات تو یوں ہے کہ مظلوم کی دعا میں اور اللہ میں کچھ آڑ نہیں یعنی مظلوم کی دعا جلد قبول ہوتی ہے کسی پر ظلم نہ کرنا یعنی عمدہ مال کا زکوٰۃ میں لینا ظلم ہے مگر اپنی خوشی سے دے تو درست ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف زکوٰۃ کا لے جانا درست ہے اس واسطے کہ مراد اس سے فقیر عوام مسلمانوں کے ہیں جہاں کہیں ہوں اور جس شہر میں ہوں اس واسطے کہ قواعد شرع میں تعیین مخاطبین کی معتبر نہیں پس یہ حکم ان کے ساتھ خاص نہ ہوگا اگرچہ خطاب خاص ان کے ساتھ واقع ہوا ہے' وفيه المطابقة

للترجمۃ اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب اور لیث کے نزدیک ایک شہر کی زکوۃ دوسرے شہر کی طرف لے جانا درست ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی منقول ہے اور صحیح تر نزدیک شافعیہ اور مالکیہ اور جمہور کے یہ ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف زکوۃ نقل کرنی درست نہیں لیکن اگر دوسرے شہر کی طرف لے جائے تو مالکیہ کے نزدیک درست ہے اور شافعیہ کے نزدیک درست نہیں لیکن وہاں کوئی مستحق نہ ہو تو درست ہے اور بعید نہیں کہ بخاری کا مذہب بھی یہی ہو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان ہونے میں ہر دین مخالف اسلام سے بیزار ہونا شرط ہے اس واسطے کہ شہادتین کا اقرار ہر دین مخالف اسلام کی نفی کو مستلزم ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقط اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنا مسلمان ہونے میں کافی نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار نہ کرے اور یہی ہے قول جمہور کا اور بعض کہتے ہیں کہ فقط توحید الٰہی کے اقرار کے ساتھ بھی آدمی مسلمان ہو جاتا ہے اور دوسری شہادت کا مطالبہ نہ کیا جائے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار فروغ اسلام کے مخاطب نہیں کہ پہلے ان کو صرف ایمان کی دعوت دی گئی پھر عمل کی اور اس پر لفظ فا کے ساتھ اس کو مرتب کیا اور زکوۃ کو نماز سے مؤخر اس واسطے کیا کہ وہ بعضوں پر فرض ہوتی ہے اور بعض پر نہیں اور نیز نماز کی طرح بار بار مکرر نہیں آتی اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وتر فرض نہیں وفیہ بحث تقدم اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زکوۃ لینے اور خرچ کرنے کا صرف امام ہی والی ہے یا نائب اس کا اور جو نہ دے اس سے جبرًا لی جائے اور استدلال کیا گیا ہے اس سے واسطے قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے کہ آٹھوں مصارف میں سے صرف ایک مصرف میں زکوۃ خرچ کرنی جائز ہے وفیہ بحث اس واسطے کہ احتمال ہے کہ ذکر فقراء کا واسطے اغلب کے ہو یا واسطے مناسبت اغنیاء کے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی مالک نصاب کا ہو اور اتنا ہی اس پر قرض ہو تو اس پر زکوۃ فرض نہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑنے سے پہلے کفار کو توحید کی طرف بلایا جائے اور یہ کہ امام اپنے عامل کو ضروری احکام کی وصیت کرے اور یہ کہ جائز ہے بھیجنا عاملوں کا واسطے لینے زکوۃ کے اور یہ کہ واجب ہے قبول کرنا خبر واحد کا اور عمل کرنا ساتھ اس کے اور یہ کہ واجب ہے زکوۃ لڑکے اور مجنون کے مال میں واسطے عام ہونے لفظ غنی کے اور یہ کہ زکوۃ کا مال کافر کو نہ دیا جائے اس واسطے کہ فقراء ھم کی ضمیر مسلمانوں کی طرف لوٹتی ہے خواہ خاص ایک شہر کے مسلمان مراد ہوں یا سب شہروں کے اور یہ کہ اگر زکوۃ ادا کرنے سے پہلے مال ضائع ہو جائے اور اس پر قدرت نہ پائے تو زکوۃ اس سے ساقط ہو جاتی ہے وفیہ نظر ایضًا اور اگر کوئی کہے کہ اس حدیث میں حج اور روزے کا ذکر نہیں باوجودیکہ وہ بھی اسلام کے ارکان میں سے ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ نماز اور زکوۃ کا اہتمام زیادہ ہے بہ نسبت حج اور روزے کے اسی واسطے قرآن میں ان کا ذکر بہت بار آیا ہے اور بھید اس میں یہ ہے کہ یہ دونوں رکن مکلف ہیں کسی وقت ساقط نہیں ہوتے بخلاف روزے کے کہ وہ فدیہ سے ساقط ہو جاتا ہے اور بخلاف حج کے کہ وہ دوسرے کی

نیابت سے ادا ہوسکتا ہے اور نیز اس واسطے کہ نماز اور زکوٰۃ کفار پر بہت شاق ہے اس واسطے کہ نماز تو ہر روز میں مکرر ہے اور مال کی انسان کو فطرتی محبت ہے سو جب آدمی یہ تینوں امر اختیار کر لے باوجود شاق ہونے کے تو ان کو اور امروں کا اختیار کرنا زیادہ تر آسان ہوگا۔

بَابُ صَلَاةِ الْإِمَامِ وَدُعَآءِهٖ لِصَاحِبِ الصَّدَقَةِ.

جب کوئی شخص صدقہ لائے تو امام کو مستحب ہے کہ اس کے حق میں دعا کرے۔

فائدہ: اس باب میں دعا کا عطف صلوۃ پر کیا تو غرض اس سے یہ ہے کہ دعا کے لیے صلوۃ کا لفظ مقرر نہیں بلکہ جس طرح سے دعا مانگنی درست ہے اور امام کے لفظ سے یہ اشارہ ہے کہ ہر امام اس خطاب میں داخل ہے۔

وَقَوْلِهٖ ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾.

اور اس آیت کا بیان کہ لے ان کے مال میں سے زکوٰۃ کہ ان کو پاک کرے اس سے اور بابرکت کرے ان کو ساتھ اس کے اور دعا دے ان کو البتہ تیری دعا ان کے واسطے آسودگی ہے اور اللہ سب سنتا اور جانتا ہے۔

فائدہ: وجہ استدلال کی اس آیت سے اس طور پر ہے کہ گویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے سیاق سے سمجھا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لوگوں کے واسطے دعا کرتے رہے تو گویا کہ یہ اس آیت کے حکم کی تعمیل ہے۔

١٤٠٢ ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ أَوْفٰى قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ فُلَانٍ فَأَتَاهُ أَبِيْ بِصَدَقَتِهٖ فَقَالَ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ أَبِيْ أَوْفٰى.

١٤٠٢۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی زکوٰۃ لاتا تھا تو آپ اس کیواسطے دعا کرتے تھے کہ الٰہی! فلانے کی اولاد پر رحمت کر سو میرا باپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زکوٰۃ لایا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی! رحم کر ابو اوفی رضی اللہ عنہ کے لوگوں پر۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ استدلال کیا گیا ہے ساتھ اس حدیث کے کہ نبیوں کے سوا اور لوگوں کے حق میں بھی صلوۃ کے لفظ سے دعا کرنی درست ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کے نزدیک مکروہ ہے اور یہ حدیث رد کرتی ہے ان پر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی امام کے پاس صدقہ لائے تو مستحب ہے کہ امام اس کے واسطے دعا مانگے اور اہل ظاہر کہتے ہیں کہ دعا مانگنی واجب ہے اور تعاقب کیا گیا ہے ان کا ساتھ اس کے کہ اگر واجب ہوتی تو زکوٰۃ لینے والوں کو تعلیم کرتے حالانکہ آپ نے کسی کو تعلیم نہیں کی، انتہی ملخصا۔

بَابُ مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ.

جو چیز دریا سے نکلے۔

**فائدہ:** یعنی خواہ آسانی کے ساتھ ہو کہ اس کو دریا کنارے پر پھینک دے یا دشواری سے نکلے جیسے غوطہ وغیرہ کے ساتھ حاصل ہو اس کا کیا حکم ہے کہ اس میں پانچواں حصہ دینا آتا ہے یا نہیں؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَيْسَ الْعَنْبَرُ بِرِكَازٍ هُوَ شَيْءٌ دَسَرَهُ الْبَحْرُ.

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عنبر (ایک گھاس خوشبودار کا نام ہے کہ دریا میں پیدا ہوتا ہے) خزانہ نہیں کہ زمین میں دبا ہوتا ہے بلکہ وہ ایک چیز ہے کہ اس کو دریا کنارے پر پھینک دیتا ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عنبر میں زکوٰۃ واجب نہیں، وفیه المطابقة للترجمة.

وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْعَنْبَرِ وَاللُّؤْلُؤِ الْخُمُسُ فَإِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسَ لَيْسَ فِي الَّذِي يُصَابُ فِي الْمَآءِ.

اور حسن بصری نے کہا کہ عنبر اور موتیوں میں پانچواں حصہ ہے، اور حضرت ﷺ نے تو صرف زمین میں دبے مال میں پانچواں حصہ نکالنا فرمایا ہے اور جو دریا سے نکلے اس میں پانچواں حصہ نہیں فرمایا۔

**فائدہ:** غرض اس سے یہ ہے کہ یہ قول حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح نہیں اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے اس خزانے سے پانچواں حصہ نکالنا فرمایا ہے جو زمین میں دبا پائے اور جو چیز دریا سے نکلنے کی مانند عنبر وغیرہ کے اس کو عرب کی زبان میں رکاز نہیں کہتے جس میں سے حضرت ﷺ نے خمس نکالنا فرمایا ہے پس اس میں سے خمس نکالنا واجب نہ ہوگا۔

وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَآئِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَآئِيلَ بِأَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ فَرَمٰى بِهَا فِي الْبَحْرِ فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَلَمَّا نَشَرَهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ قوم بنی اسرائیل میں سے ایک مرد نے دوسرے بنی اسرائیل سے ہزار اشرفیاں قرض مانگیں سو اس نے اس کو ہزار اشرفیاں دیں سو وہ سوداگری کرنے کے واسطے سمندر کے سفر میں گیا سو جب اپنے کام سے فراغت کر چکا تو اس نے جہاز کی تلاش کی سو اس نے کوئی جہاز نہ پایا تو لکڑی کو کریدا پھر اس میں ہزار اشرفی بھر دی پھر اس نے اس کو سمندر میں ڈال دیا سو دیکھنے نکلا وہ مرد جس نے اس کو قرض دیا تھا کہ شاید کسی جہاز میں وہ شخص آیا ہو سو اچانک اس نے وہ لکڑی دیکھی جس میں اس کا مال بھرا تھا سو اس کو اپنے گھر والوں کے

وَجَدَ الْمَالَ.

جلانے کے لیے اٹھا لایا پھر راوی نے ساری حدیث بیان کی سو جب اس کو چیرا تو اس میں اپنا مال پایا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس چیز کو دریا پھینک دے اس کا لینا درست ہے خواہ وہ چیز دریا میں پیدا ہو یا کسی کی چیز ضائع ہو اور مالک کی ملک اس سے قطع ہو چکی ہو اور اسی طرح جو چیز پہلے کسی کے ملک میں نہ آئی ہو اس کا اٹھانا بطریق اولیٰ درست ہے اور اسی طرح جو چیز دریا سے محنت کے ساتھ نکالی جائے اس کا لینا بھی درست ہے اس واسطے کہ اس شخص نے وہ لکڑی اٹھائی جس کو دریا نے باہر ڈالا تھا' وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور اوزاعی نے کہا کہ جو چیز دریا کے کنارے پائی جائے اس میں سے پانچواں حصہ نکالنا واجب ہے اور جو چیز غوطہ وغیرہ کے ساتھ نکالی جائے اس میں کوئی چیز واجب نہیں اور جمہور کے نزدیک اس میں مطلق کچھ چینا نہیں آتا، انتہی۔ (فتح)

بَابٌ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ وَقَالَ مَالِكٌ وَابْنُ إِدْرِيسَ الرِّكَازُ دِفْنُ الْجَاهِلِيَّةِ فِي قَلِيْلِهٖ وَكَثِيْرِهِ الْخُمُسُ.

دفن شدہ مال میں پانچواں حصہ دینا واجب ہے یعنی اگر کوئی شخص دفن شدہ مال پائے تو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کی راہ میں دے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ رکاز اگر مال ایام جاہلیت کا ہے اس کے تھوڑے اور بہت میں پانچواں حصہ واجب ہے۔

**فائدہ:** رکاز اس مال کو کہتے ہیں جو زمین میں دبا ہوا کسی کے ہاتھ آئے بغیر محنت کے اور وہ مال پہلے زمانہ میں کسی نے زمین میں دبایا ہو اور اس پر اتفاق ہے سب علماء کا اور معدن یعنی کان میں اختلاف ہے اور جب کوئی ایسا مال زمین میں دبا پائے تو اس میں پانچواں حصہ اللہ کی راہ میں دے خواہ وہ مال حد نصاب کو پہنچے یا نہ پہنچے اور یہی ہے قول جمہور علماء کا اور یہی قول قدیم سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اور جدید قول ہے کہ جب تک حد نصاب کو نہ پہنچے تب تک اس میں پانچواں حصہ واجب نہیں۔

وَلَيْسَ الْمَعْدِنُ بِرِكَازٍ وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَعْدِنِ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ.

اور کان رکاز میں داخل نہیں یعنی اگر کسی کو چاندی یا سونے یا جواہرات کی کان ہاتھ آئے تو اس میں پانچواں حصہ دینا واجب نہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کان معاف ہے اور رکاز میں پانچواں حصہ ہے۔

**فائدہ:** یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں چیزوں میں فرق کیا اور ہر ایک کا علیحدہ حکم بیان کیا اگر دونوں کا ایک حکم ہوتا تو دونوں کو ایک حکم میں جمع کیا جاتا پس اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں میں فرق ہے۔

وَأَخَذَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ مِنَ الْمَعَادِنِ

اور عمر بن عبدالعزیز نے کھانوں کے حاصل سے ہر دو سو

مِنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خَمْسَةً.

درہم سے پانچ درہم زکوۃ لی۔

**فائدہ:** اس سے بھی معلوم ہوا کہ کان کے مدفون مال کا حکم نہیں۔

وَقَالَ الْحَسَنُ مَا كَانَ مِنْ رِكَازٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ فَفِيْهِ الْخُمُسُ وَمَا كَانَ مِنْ أَرْضِ السِّلْمِ فَفِيْهِ الزَّكَاةُ وَإِنْ وَجَدْتَّ اللُّقَطَةَ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ فَعَرِّفْهَا وَإِنْ كَانَتْ مِنَ الْعَدُوِّ فَفِيْهَا الْخُمُسُ.

اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر کافروں حربیوں کی زمین میں دفن شدہ مال پائے تو اس میں سے پانچواں حصہ دینا واجب ہے اور اگر اہل صلح کی زمین میں پائے تو اس میں زکوۃ واجب ہے اور اگر کوئی گری ہوئی چیز دشمن کی زمین میں پائی جائے تو اس کو لوگوں میں مشہور کر کہ اگر کسی کی کوئی چیز گر پڑی ہو تو اس کا پتہ بتلا دے یعنی شاید احتمال ہے کہ کسی مسلمان کی گری ہو اور اگر یقین ہو جائے کہ یہ چیز دشمن کی ہے تو اس کو مشہور کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کو گرے مال کی طرح سمجھ کر اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کی راہ میں دے لیکن ان کے سوا اس فرق کا کوئی قائل نہیں۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْمَعْدِنُ رِكَازٌ مِثْلُ دِفْنِ الْجَاهِلِيَّةِ لِأَنَّهُ يُقَالُ أَرْكَزَ الْمَعْدِنُ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ.

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ کان بھی دفن شدہ مال کی طرح ہے کہ ان میں سے بھی پانچواں حصہ دینا واجب ہے اس واسطے کہ عرب کے محاورہ میں کہا جاتا ہے کہ رکاز ہو گئی کان جب کہ اس سے کوئی چیز نکالی جائے یعنی کان کو بھی دفن شدہ مال کہا جاتا ہے پس دونوں کا حکم ایک ہو گا۔

قِيْلَ لَهُ قَدْ يُقَالُ لِمَنْ وُهِبَ لَهُ شَيْءٌ أَوْ رَبِحَ رِبْحًا كَثِيْرًا أَوْ كَثُرَ ثَمَرُهُ أَرْكَزْتَ.

یعنی ان بعض لوگوں کو جواب میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی کو کوئی چیز ہبہ میں ملے یا اس کو تجارت سے بہت نفع ہو یا اس کا میوہ بہت ہوا ہو تو اس کو عرب کی زبان میں ارکزت کہتے ہیں یعنی تو نے خزانہ پایا یعنی پس اس سے لازم آتا ہے کہ اس چیز موہوب اور نفع اور میوے کو بھی دفن شدہ مال کا حکم دیا جائے اور اس میں پانچواں حصہ واجب ہو حالانکہ اجماع ہے اس پر کہ ان چیزوں

میں چالیسواں حصہ واجب ہوتا ہے۔

ثُمَّ نَاقَضَ وَقَالَ لَا بَأْسَ أَنْ يَّكْتُمَهُ فَلَا يُؤَدِّيَ الْخُمُسَ.

یعنی پھر ان بعض لوگوں نے اپنی کلام میں تناقض پیدا کیا اور کہا کہ اگر دفن شدہ مال زکوٰۃ لینے والے سے چھپا رکھے اور اس کا پانچواں حصہ ادا نہ کرے تو کچھ ڈر نہیں۔

**فائدہ:** یعنی پہلے یہ بات کہی تھی کہ کان کا حکم مدفون مال کا ہے کہ اس میں سے پانچواں حصہ ادا کرے اور پھر کہا کہ پانچواں حصہ ادا نہ کرے پس یہ تناقض ہے، فتح الباری میں لکھا ہے کہ مراد بعض لوگوں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس کلام میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں کہ ان کے نزدیک رکاز اور معدن کا ایک حکم ہے اور جمہور کے نزدیک دونوں میں فرق ہے اور بعض حنفی اس اعتراض کا یہ جواب دیتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک معدن کا چھپانا اس وقت جائز ہے جب کہ محتاج ہو اور بیت المال میں اس کا حق ہو تو اس کو جائز ہے کہ اپنے اس حق کا بدلہ پانچواں حصہ نہ دے لیکن طحاوی نے نقل کیا ہے کہ اگر اپنے گھر میں کان پائے تو اس پر کوئی چیز دینی نہیں آتی پس اس دلیل سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض صحیح ہے اور فرق کان اور دفن شدہ مال میں یہ ہے کہ کان میں سے مال محنت کے ساتھ نکلتا ہے اور دفن شدہ مال بغیر محنت کے ہاتھ آتا ہے اس واسطے کان میں زکوٰۃ نہیں اور دفن شدہ مال میں زکوٰۃ ہے۔

١٤٠٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَجْمَآءُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ.

١٤٠٣۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانور کے مارنے کا بدلہ نہیں اور کنواں کھودنے میں اگر مزدور مر جائے تو بدلہ نہیں اور اگر کان کھودنے میں مزدور مر جائے تو بدلہ نہیں اور دفن شدہ خزانے میں پانچواں حصہ ہے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ رکاز دفن شدہ مال کو کہتے ہیں لیکن شافعیہ نے اس کو حصر کیا ہے جو ویران اور غیر آباد زمین میں پایا جائے اسی کو رکاز کہتے ہیں اور اگر آمد و رفت کی راہ میں پایا جائے یا مسجد میں پایا جائے تو اس کو گری چیز کا حکم ہے کہ اس کو لوگوں میں مشہور کرے اگر مالک ملے تو فبہا ورنہ اپنے کام میں لائے اور اگر زمین مملوکہ میں پایا جائے اور پانے والا خود مالک ہو تو وہ اسی کا حق ہے اور اگر غیر پائے اور مالک دعویٰ کرے کہ یہ مال میرا ہے تو بھی اسی کا حق ہے ورنہ وہ جس نے پہلے زمین آباد کی تھی اس کا حق ہے اور ابن دقیق العید نے کہا کہ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ دفن شدہ مال میں مطلق پانچواں حصہ ہے یا اکثر صورتوں میں پس یہ اقرب ہے طرف حدیث کے اور امام

شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رکاز فقط چاندی سونا ہے اور جمہور کہتے ہیں کہ کوئی خاص چیز نہیں اور اس کے مصرف میں بھی یہی ہے اختیار مزنی کا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح تر قول یہ ہے کہ اس کا مصرف زکوٰۃ کا مصرف ہے کہ جس کو زکوٰۃ کا مال دینا درست ہے اس کو یہ خمس بھی دینا درست ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں اگر کوئی ذمی دفن شدہ مال پائے تو جمہور کے نزدیک اس میں پانچواں حصہ دینا آتا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں کوئی چیز دینی نہیں آتی اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس میں سال بھر کا گزرنا شرط نہیں بلکہ جس وقت دفن شدہ مال پائے اسی وقت پانچواں حصہ نکالے، انتہی۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا﴾ وَمُحَاسَبَةِ الْمُصَدِّقِيْنَ مَعَ الْإِمَامِ.

اس آیت کا بیان کہ زکوٰۃ کا مال واسطے زکوٰۃ جمع کرنے والوں کے ہے جو امام کی طرف سے زکوٰۃ لینے کے واسطے مقرر ہیں اور زکوٰۃ لینے والوں کا امام کو حساب دینا۔

١٤٠٤ ـ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِیْ حُمَيْدِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اسْتَعْمَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْأَسْدِ عَلٰی صَدَقَاتِ بَنِیْ سُلَيْمٍ يُدْعَی ابْنَ اللُّتْبِيَّةِ فَلَمَّا جَآءَ حَاسَبَهٗ.

١٤٠٤۔ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد اسدی کو قبیلہ بنی سلیم کی زکوٰۃ کے تحصیل کرنے کے واسطے عامل مقرر کیا کہ نام اس کا ابن لتبیہ تھا سو جب وہ زکوٰۃ لے کر آیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے حساب لیا۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے مجموع طرق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پاس زکوٰۃ کی جنس سے کچھ مال تھا اس نے کہا کہ یہ مال مجھ کو ہدیہ ملا ہے اس واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حساب لیا تا کہ معلوم ہو کہ اس کا قول صحیح ہے یا نہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ جمع کرنے والے سے حساب لینا درست ہے اور حساب اس کی امانت کو صحیح کرتا ہے' وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور پھر کہا کہ سب علماء کا اتفاق ہے کہ آیت مذکورہ میں عاملین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو امام زکوٰۃ لینے کے واسطے بھیجے تو گویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث میں اشارہ کیا اس طرف کہ مراد عاملین سے زکوٰۃ جمع کرنے والے ہیں۔ (فتح)

بَابُ اسْتِعْمَالِ إِبِلِ الصَّدَقَةِ وَأَلْبَانِهَا لِأَبْنَآءِ السَّبِيْلِ.

مسافروں کو زکوٰۃ کے اونٹوں کا کام میں لانا اور ان کا دودھ پینا درست ہے۔

١٤٠٥ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰی عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

١٤٠٥۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قوم عرینہ کے کچھ لوگوں کو آب و ہوا مدینے کے ناموافق پڑی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

أَنَّ نَاسًا مِنْ عُرَيْنَةَ اجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَرَخَّصَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّأْتُوْا إِبِلَ الصَّدَقَةِ فَيَشْرَبُوْا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُتِيَ بِهِمْ فَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ وَتَرَكَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَعَضُّوْنَ الْحِجَارَةَ تَابَعَهُ أَبُوْ قِلَابَةَ وَحُمَيْدٌ وَثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ.

نے ان کو اجازت دی کہ زکوٰۃ کے اونٹوں میں جائیں اور ان کا دودھ اور پیشاب پئیں یعنی واسطے اس بیماری کے کہ ان کو تھی سو جب دودھ سے اچھے ہو گئے تو چرانے والے کو قتل کر کے اونٹ ہانک لے گئے حضرت ﷺ نے کچھ لوگ ان کے پیچھے پکڑنے کو بھیجے سو وہ پکڑے گئے حضرت ﷺ نے ان کو ہاتھ پاؤں کٹوا ڈالے اور گرم سلائی ان کی آنکھوں میں پھیری اور ان کو سنگستانی زمین میں ڈالا کہ دانتوں سے پتھر پکڑتے تھے یعنی بے تابی سے۔

**فائدہ:** عرینہ عرب میں ایک قوم تھی اس قوم کے کچھ لوگ مدینے میں آ کر حضرت ﷺ کے پاس مسلمان ہو گئے اور ان کو جلندر (پیٹ میں پانی پڑنے کا مرض) کی بیماری ہو گئی حضرت ﷺ نے ان کو زکوٰۃ کے اونٹوں میں بھیج دیا کہ وہاں جا رہیں سو جب وہ اچھے ہوئے تو مرتد ہو گئے حضرت ﷺ نے ان کو پکڑ کر قتل کر ڈالا اس حدیث میں ہے کہ حضرت ﷺ نے ان کو زکوٰۃ کے اونٹوں کے دودھ کی اجازت دی امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے یہ مسئلہ نکالا کہ جب ان کا دودھ پینا درست ہے تو ان کو اور کام میں لانا بھی درست ہے اس واسطے کہ اس میں کچھ فرق نہیں لیکن اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ وہ اونٹ حضرت ﷺ نے ان کے ملک کر دیے تھے بلکہ غایت درجہ اس حدیث سے بھی سمجھا جاتا ہے کہ امام کو جائز ہے کہ زکوٰۃ کے مال کے منافع کے ساتھ ایک مصرف کو خاص کرے اور دوسرے مصرف میں نہ دے موافق حاجت کے علاوہ اس حدیث میں یہ تصریح بھی نہیں کہ عرنیین کے سوا اور کسی کو اس میں سے کچھ نہ دیا تھا، انتہی ملخصا۔

بَابُ وَسْمِ الْإِمَامِ إِبِلَ الصَّدَقَةِ بِيَدِهٖ.

اگر امام زکوٰۃ کے اونٹوں کو داغ دے تو درست ہے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ زکوٰۃ کے اونٹوں کو داغ دینے میں حکمت یہ ہے کہ وہ غیر سے جدا ہو جائیں اور جو ان کو پکڑے تو پھیر دے یہ جان کر کہ یہ زکوٰۃ کا اونٹ ہے اور تا کہ ان کو ان کا مالک پہچان لے تو صدقہ کرنے کے بعد ان کو نہ خریدے اور یہ معلوم نہیں کہ حضرت ﷺ کے داغ دینے کے ہتھیار پر کیا لکھا ہوا تھا لیکن بعض شافعیہ نے اجماع اصحاب کا نقل کیا ہے اس پر کہ داغ دینے کی مہر پر یا زکوٰۃ لکھی جائے یا صدقہ۔

١٤٠٦ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ حَدَّثَنِيْ

١٤٠٦۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن صبح کو عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کو حضرت ﷺ کے پاس لے گیا تا کہ کھجور چبا کر اس کا پانی اس کے حلق میں ڈالیں سو میں

أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ غَدَوْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ لِيُحَنِّكَهٗ فَوَافَيْتُهٗ فِيْ يَدِهِ الْمِيْسَمُ يَسِمُ إِبِلَ الصَّدَقَةِ.

حضرت ﷺ کے پاس آیا اس حال میں کہ آپ کے ہاتھ میں داغ دینے کی مہر تھی کہ زکوٰۃ کے اونٹوں کو داغ دیتے تھے۔

**فائدہ**: میسم ایک لوہے کا ٹکڑا ہوتا ہے اس سے داغ دیتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے اونٹوں کو داغ دینا درست ہے' وفیہ المطابقۃ للترجمۃ فتح الباری میں لکھا ہے کہ حنفیہ کہتے ہیں کہ داغنا مکروہ ہے کہ وہ مثلہ میں داخل ہے اور یہ حدیث حجت ہے اوپر ان کے اور حضرت ﷺ کے فعل سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے پس یہ مخصوص ہے عموم مثلہ سے واسطے حاجت کے جیسے کہ ختنہ کرنا آدمی کو درست ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جائز ہے امام کو بنانا مہر کے واسطے داغنے کے اور لوگوں کو جائز نہیں کہ اس کی طرح مہر بنائیں اور یہ کہ امام زکوٰۃ کے مال کا خود خیال رکھے اور خود ان کا خبر گیر ہو اور یہی حکم ہے رعیت کے سب کاموں کا کہ امام ان کو اپنے ہاتھ سے کرے اور یہ کہ جائز ہے قصد کرنا اہل فضل کا واسطے تحنیک لڑکے کے برکت حاصل کرنے کے لیے اور یہ کہ جائز ہے تاخیر کرنا تقسیم مال زکوٰۃ کا اور اس میں مباشرت ہے واسطے اعمال محنت کے اور ترک نیابت کے واسطے رغبت کرنے کے زیادہ ثواب میں اور نفی کبر کے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اَبْوَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

## صدقہ فطر کا بیان

بَابُ فَرْضِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ.

صدقہ فطر کے فرض ہونے کا بیان۔

**فائدہ:** صدقہ فطر کا وہ ہے جو عید فطر کے دن روزہ کھولنے کے بدلے دیا جاتا ہے۔

وَرَأَى أَبُو الْعَالِيَةِ وَعَطَاءٌ وَابْنُ سِيْرِيْنَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ فَرِيْضَةً.

اور ابو عالیہ اور عطاء اور ابن سیرین کے نزدیک صدقہ فطر کا فرض ہے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابن منذر وغیرہ نے اجماع نقل کیا ہے اس پر کہ صدقہ فطر کا خاص ہے لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ واجب ہے اور اشہب مالکی کے نزدیک سنت ہے اور یہی قول ہے بعض اہل ظاہر کا، انتہی۔

١٤٠٧ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّكَنِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ.

١٤٠٧۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرض کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر کی ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع جو سے غلام پر اور آزاد پر اور عورت پر اور چھوٹے پر اور بڑے پر اس حال میں کہ مسلمان ہوں اور حکم دیا اس کے نکالنے کا پہلے لوگوں سے نکلنے طرف نماز عید کے۔

**فائدہ:** صاع انگریزی وزن کے حساب سے قریب تین سیر کے ہوتا ہے فتح الباری میں لکھا ہے کہ بعض علماء نے اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے اس پر کہ صدقہ فطر کے واجب ہونے کا وقت سورج کا ڈوبنا ہے عید فطر کے رات کو اس واسطے کہ وہی وقت ہے روزہ کھولنے کا رمضان سے یہ قول ثوری اور احمد اور اسحاق کا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا جدید قول بھی یہی ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت یہی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ عید کے دن طلوع صبح صادق کے بعد فرض ہوتا ہے اس واسطے کہ رات روزے کا محل نہیں یہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور لیث کا ہے اور امام

شافعی رحمہ اللہ کا قدیم قول بھی یہی ہے اور یہی قول قوی ہے اور یہ جو فرمایا کہ صدقہ فطر کا غلام پر بھی فرض ہے تو مراد اس سے یہ ہے کہ اس کا مالک اس کی طرف سے ادا کرے یہی ہے قول سب علماء کا لیکن داؤد کہتے ہیں کہ غلام خود کما کر ادا کرے مالک اس کو کمائی کی اجازت دے اور یہ جو فرمایا کہ عورت پر بھی صدقہ فطر کا فرض ہے تو یہی مذہب ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ثوری اور ابن منذر کا برابر ہے کہ اس کا خاوند ہو یا نہ ہو اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صدقہ فطر کا اس کے خاوند پر واجب ہے اور اس پر اتفاق ہے سب کا کہ کافرہ بیوی کا صدقہ فطر خاوند پر واجب نہیں اور یہ جو فرمایا کہ چھوٹے لڑکے پر صدقہ فطر کا واجب ہے تو مراد اس سے یہ ہے کہ اس کا ولی اس کی طرف سے ادا کرے پس وجوب اس کا لڑکے کے مال میں ہے اور اگر اس کا مال ہو تو جس پر اس کا نفقہ لازم ہے وہ ادا کرے یہ قول جمہور علماء کا ہے اور محمد بن حسن نے کہا کہ ہو مطلق اس کے باپ پر ہے اگر باپ نہ ہو تو واجب نہیں اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ اور حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صدقہ فطر کا فرض نہیں ہے مگر اس پر جو روزہ رکھے اور ابن منذر نے اجماع نقل کیا ہے اس پر کہ کچے بچے پر صدقہ فطر کا فرض نہیں امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مستحب ہے' واجب نہیں اور بعض حنبلیہ سے وجوب منقول ہے یہی ہے قول ابن حزم کا جب کہ ایک سو چالیس دن کا ہو اور اسی طرح فقیر پر بھی صدقہ فطر کا فرض ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ جو مالک نصاب کا ہے اس پر فرض ہے اور جو مالک نصاب کا نہ ہو اس پر فرض نہیں ابن بریرہ نے کہا کوئی ایسی دلیل نہیں کہ نصاب کی شرط ہونے پر دلالت کرے امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا کہ شرط ہے کہ ایک دن کے قوت سے زیادہ ہو اور اس سے دلیل پکڑی گئی ہے اس پر کہ عید کی نماز سے صدقے کا تاخیر کرنا مکروہ ہے اور ابن حزم نے کہا کہ حرام ہے وسیاتی البحث فیه ، انتهی ملخصا.

## بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْعَبْدِ وَغَيْرِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

صدقہ فطر کا غلام وغیرہ مسلمانوں پر فرض ہے۔

**فائدہ:** ظاہر غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی اس سے یہ ہے کہ صدقہ فطر کا غلام پر واجب ہوتا ہے اگرچہ اس کی طرف سے اس کا مالک ادا کرتا ہے۔

١٤٠٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

١٤٠٨۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرض کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر کی ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع جو سے ہر آدمی پر آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت اس حال میں کہ مسلمان ہوں۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے دلیل پکڑی گئی ہے اوپر شرط ہونے اسلام کے بیچ واجب ہونے صدقہ فطر کے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ فطر کا کافر پر واجب نہیں اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اپنی جان کا صدقہ اس پر فرض نہیں اور اگر کسی مسلمان لونڈی سے اس کی لڑکی ہو تو ابن منذر نے اجماع نقل کیا ہے کہ اس پر بھی صدقہ فطر کا واجب نہیں لیکن ایک روایت میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے واجب ہے اور اسی طرح اگر کسی مسلمان کا غلام کافر ہو تو اس پر بھی صدقہ فطر کا واجب نہیں یہ قول جمہور کا ہے اور حنفیہ اور ثوری اور نخعی کے نزدیک واجب ہے لیکن ظاہر حدیث ان پر رد کرتی ہے کہ وہ مقید ہے ساتھ اسلام کے پس یہ حدیث مخصص ہے عموم غلام کے اور بعض کہتے ہیں کہ جنگل کے رہنے والوں پر صدقہ فطر کا فرض نہیں لیکن ظاہر حدیث کا عموم اُن پر رد کرتا ہے کہ اس میں عام مسلمانوں کا ذکر ہے شہر کی یا جنگل کی اس میں کوئی قید نہیں۔

### بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعٌ مِّنْ شَعِيْرٍ.

### صدقہ فطر کا اگر جو ہوں تو ایک صاع دے۔

١٤٠٩ ـ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُطْعِمُ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ.

١٤٠٩۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم صدقہ فطر کا جو سے ایک صاع دیا کرتے تھے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں۔

### بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعٌ مِّنْ طَعَامٍ.

### صدقہ فطر کا طعام سے ایک صاع ہے۔

١٤١٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ سَرْحٍ الْعَامِرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ.

١٤١٠۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھے ہم نکالا کرتے (یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں) صدقہ فطر کا ایک صاع طعام سے یا ایک صاع جو سے یا ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع پنیر سے یا ایک صاع انگور خشک سے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طعام جو وغیرہ کے غیر کا نام ہے اور بعض کہتے ہیں کہ طعام گندم کو کہتے ہیں حکایت کی یہ بات امام خطابی نے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر صدقہ فطر کا گندم سے دے تو بھی ایک صاع دے اس سے کم نہ دے یہ قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر صدقہ فطر کا گندم سے دے تو آدھا صاع دے پورا صاع دینا واجب نہیں ابن منذر نے اس مسئلے میں بڑی بحث کی اور ثابت کیا کہ واجب گندم سے

آدھا صاع ہے لیکن جن چیزوں کا ذکر ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ثابت ہو چکا ہے چونکہ وہ برابر ہیں مقدار میں اس چیز کے کہ ان سے نکالی جائے باوجودیکہ ان کی قیمت برابر نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ مراد اس سے اخراج اس مقدار معین کا ہے جس جنس سے ہو گندم ہو یا کوئی غیر۔

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ.

اگر صدقہ فطر کا کھجور ہو تو بھی ایک صاع دے۔

١٤١١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ.

١٤١١۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم کو حکم دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کے نکالنے کا ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع جو سے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا سو لوگوں نے ایک صاع کے برابر دو مد گندم گردانے یعنی گندم سے آدھا صاع دیا۔

بَابُ صَاعٍ مِّنْ زَبِيْبٍ.

صدقہ فطر کا انگور خشک سے ایک صاع ہے۔

١٤١٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ يَزِيْدَ بْنَ أَبِيْ حَكِيْمٍ الْعَدَنِيَّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ سَرْحٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُعْطِيْهَا فِيْ زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ فَلَمَّا جَآءَ مُعَاوِيَةُ وَجَآءَتِ السَّمْرَآءُ قَالَ أُرٰى مُدًّا مِّنْ هٰذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ.

١٤١٢۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھے ہم دیا کرتے صدقہ فطر کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک صاع طعام سے یا ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع جو سے یا ایک صاع خشک انگور سے سو جب معاویہ (مدینے میں) آئے اور گندم (شام وغیرہ ملکوں سے) آئی تو کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اس کے ایک مد جو وغیرہ کے دو مدوں کے برابر ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر صدقہ فطر کا گندم سے ہو تو آدھا صاع دے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور یہی مذہب ہے اکثر اصحاب کا اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے معاذ رضی اللہ عنہ پر یہ انکار کیا اور کہا کہ میں تو ہمیشہ وہی نکالا کروں گا جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نکالا کرتا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی صدقہ فطر کا ایک صاع گندم سے دیا جاتا تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

بعد معاویہ کے اس قصے تک بھی گندم کا پورا صاع لوگ دیتے رہے ورنہ ابوسعید رضی اللہ عنہ کے اس انکار کے کوئی معنی نہ ہوں گے پس معلوم ہوا کہ گندم کا ایک صاع صدقہ فطر میں دینا حضرت ﷺ سے ثابت ہے اور آدھا صاع دینا صرف معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے فلایعمل به مع وجود النص، واللہ اعلم۔

## بَابُ الصَّدَقَةِ قَبْلَ الْعِيْدِ.

عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر کے ادا کرنے کا بیان۔

١٤١٣ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ.

١٤١٣۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے حکم دیا صدقہ فطر کے نکالنے کا پہلے نکلنے لوگوں کے سے طرف نماز عید کے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب ہے کہ عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر کا ادا کرے ہو وفیه المطابقة للترجمة.

١٤١٤ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عُمَرَ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ وَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ وَكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيْرُ وَالزَّبِيْبُ وَالْأَقِطُ وَالتَّمْرُ.

١٤١٤۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھے ہم نکالا کرتے حضرت ﷺ کے زمانے میں عید فطر کے دن ایک صاع طعام سے اور تھا طعام ہمارا جو اور انگور اور پنیر اور کھجور۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا نہیں ہوتا کہ عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرے یا پیچھے لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نماز سے پہلے صدقہ دینا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ عید کی نماز سے پہلے صدقہ دینا مستحب ہے واجب نہیں اس واسطے کہ یوم کا لفظ تمام دن پر صادق آتا ہے۔

## بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ.

غلام اور آزاد مرد پر صدقہ فطر کے واجب ہونے کا بیان۔

**فائدہ:** غرض امام بخاری رحمہ اللہ کی پہلے باب سے یعنی صدقة الفطر علی العبد سے یہ ہے کہ کافر غلام پر صدقہ فطر واجب نہیں اور غرض اس باب سے جدا کرنا اس شخص کا ہے کہ اس پر یا اس کی طرف سے صدقہ فطر کا واجب ہے بعد

وجود شرط مذکور کے۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْمَمْلُوكِيْنَ لِلتِّجَارَةِ يُزَكّٰى فِي التِّجَارَةِ وَيُزَكّٰى فِي الْفِطْرِ.

اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو غلام تجارے کے لیے ہوں ان کا صدقہ فطر دیا جائے۔

**فائدہ:** اور یہی ہے قول جمہور کا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ثوری اور نخعی کہتے ہیں کہ جو غلام تجارت کے لیے ہوں ان کا صدقہ فطر مالک پر واجب نہیں اس واسطے کہ ان میں زکوٰۃ ہے اور مسلمانوں کے مال میں دو زکوتیں نہیں، انتہی۔

١٤١٥ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ أَوْ قَالَ رَمَضَانَ عَلَى الذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ فَعَدَلَ النَّاسُ بِهٖ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُعْطِي التَّمْرَ فَأَعْوَزَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنَ التَّمْرِ فَأَعْطٰى شَعِيْرًا فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِيْ عَنِ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ حَتّٰى إِنْ كَانَ لَيُعْطِيْ عَنْ بَنِيَّ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُعْطِيْهَا الَّذِيْنَ يَقْبَلُوْنَهَا وَكَانُوْا يُعْطُوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ.

١٤١٥۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرض کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کا مرد پر اور عورت پر اور آزاد پر اور غلام پر ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع جو سے سو لوگوں نے اس کے برابر آدھا صاع گندم گردانی سو تھے ابن عمر رضی اللہ عنہما دیتے کھجور کو سو مدینے کے لوگ کھجور سے محتاج ہوئے یعنی مدینے میں کھجور کم ہوگئی سو اس نے ایک صاع جو دیے اور تھے ابن عمر رضی اللہ عنہما دیتے چھوٹے اور بڑے سے یہاں تک کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما میرے بیٹوں کی طرف سے بھی دیتے تھے (یعنی اس واسطے کہ وہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد غلام تھے) اور تھے ابن عمر رضی اللہ عنہما صدقہ فطر دیتے ان لوگوں کو کہ اس کو قبول کرتے یعنی عاملوں کو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں یا جو لوگ کہ کہتے ہیں ہم محتاج ہیں ان کو دیتے اور محتاج کی تحقیق نہ کرتے تھے اور تھے اصحاب رضی اللہ عنہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے صدقہ فطر کا پہلے عید فطر سے ایک دن یا دو دن اور تھے دیتے تا کہ جمع کیا جائے نہ واسطے فقرا کے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کے دن سے پہلے ایک دن یا دو دن صدقہ فطر کا دینا درست ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مستحب ہے۔ (فتح) اور حنفیہ کے نزدیک عید کے دن سے پہلے کئی سال صدقہ کا دینا درست ہے۔

بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ.

صدقہ فطر کا واجب ہے چھوٹے پر بھی اور بڑے پر بھی۔

قَالَ أَبُوْ عَمْرٍو وَّرَأٰى عُمَرُ وَعَلِيٌّ وَّابْنُ

ابو عمرو نے کہا کہ عمر، علی، ابن عمر، جابر، عائشہ رضی اللہ عنہم اور

| | |
|---|---|
| عُمَرَ وَجَابِرٌ وَّعَائِشَةُ وَطَاوُسٌ وَّعَطَآءٌ وَّابْنُ سِيْرِيْنَ أَنْ يُّزَكِّيَ مَالَ الْيَتِيْمِ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ يُزَكّٰى مَالَ الْمَجْنُوْنِ. | طاؤس رحمۃ اللہ علیہ اور عطاء رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سیرین کے نزدیک یتیم کے مال سے زکوٰۃ نکالی جائے۔ |

**فائدہ:** زکوٰۃ کا لفظ عام ہے شامل ہے زکوٰۃ فرض کو اور صدقہ فطر کو، وفيه المطابقة للترجمة.

| | |
|---|---|
| ١٤١٦ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ. | ۱۴۱۶۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرض کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کا ایک صاع جو سے اور ایک صاع کھجور سے چھوٹے پر اور بڑے پر آزاد پر اور غلام پر۔ |

❀......❀......❀
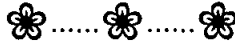
بسم اللہ الرحمن الرحیم

## كِتَابُ الْحَجِّ — کتاب ہے حج کے بیان میں

**فائدہ:** حج کے معنی لغت میں قصد کرنا ہے اور شرع میں حج کہتے ہیں قصد کرنے کو طرف خانہ کعبہ کے ساتھ اعمال مخصوصہ کے یعنی احرام اور وقوف عرفہ اور طواف زیارت وغیرہ سے اور حج فرض ہے اور ضروریات دینی سے ہے اور اجماع ہے سب علماء کا اس پر کہ حج ساری عمر میں صرف ایک بار فرض ہے مگر ساتھ کسی عارض کے دوبارہ بھی فرض ہو جاتا ہے مانند نذر کے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا فی الفور فرض ہے یا مہلت کے ساتھ اور یہ بات مشہور ہے اور فرض ہوا حج سنہ ۹ ہجری میں یا سنہ ۵ ہجری میں یا چھ میں جمہور علماء کا قول یہی ہے کہ سنہ ٦ ہجری میں فرض ہوا اور لوگ دو قسم پر ہیں ایک وہ قسم ہیں جن پر حج فرض ہے اور دوسری وہ قسم ہیں جن پر حج فرض نہیں وہ غلام ہے اور غیر مکلف اور غیر مستطیع اور شرط حج کی اسلام ہے یعنی مسلمان پر حج فرض ہے کافر پر نہیں اور نہیں شرط واسطے صحت حج کے مگر اسلام (فتح) اور فرض حج کے یہ ہیں احرام اور وقوف عرفہ اور طواف الزیارت اور اس کو طواف الافاضہ اور طواف الرکن بھی کہتے ہیں اور احرام شرط ہے اور باقی دو رکن ہیں اور واجبات حج کے یہ ہیں وقوف مزدلفہ کا اور سعی درمیان صفا اور مروہ کے اور رمی جمار اور طواف الصدر کہ اس کو طواف الوداع بھی کہتے ہیں آفاقی کے لیے یعنی غیر مکے کے کہ اس کے لیے طواف الوداع نہیں اور حلق یا بال کتروانے او ہر چیز کہ واجب ہو بہ سبب ترک اس کے دم یعنی جانور ذبح کرنا اور ان کے علاوہ سنتیں ہیں اور آداب اور منکر اس کا کافر ہے اور تارک اس کا فاسق ہے۔

بَابُ وُجُوْبِ الْحَجِّ وَفَضْلِهٖ وَقَوْلِ اللّٰهِ ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا وَّمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ﴾.

حج کے واجب ہونے اور اس کی فضیلت کا بیان اور اس آیت کا بیان کہ اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو کوئی پائے اس تک راہ اور جو کوئی منکر ہوا تو اللہ پرواہ نہیں کرتا جہان کے لوگوں کی

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ حج فرض ہے اور اس کا بڑا ثواب ہے اس لیے کہ اس کے ترک پر وعید آئی ہے پس وعید اس کے ترک پر دلالت کرتی ہے اوپر فضیلت اس کی کے کہ جب اس کے ترک پر وعید ہے تو اس کے فعل پر لامحالہ ثواب ہوگا، وفیه المطابقة للترجمة.

١٤١٧ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا

۱۴۱۷۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فضل

حضرت ﷺ کے پیچھے سوار تھے سو قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی سو فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ اس کی طرف دیکھنے لگی اور حضرت ﷺ فضل کا منہ دوسری طرف پھیرنے لگے سو اس عورت نے عرض کی کہ یا حضرت! بیشک اللہ کے فرض نے جو کہ بندوں پر ہے میرے باپ کو پایا اس حال میں کہ بہت بوڑھا ہے کہ سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا کیا میں اس کی طرف سے بطورِ نیابت کے حج کروں کہ ادا ہو جائے؟ حضرت ﷺ نے فرمایا ہاں اور یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج کی نہایت تاکید ہے کہ مکلّف اس کو ترک نہیں کر سکتا اور اگر عجز کی حالت میں خود نہ کر سکے تو لازم ہے کہ دوسرا کوئی اس کی طرف سے ادا کرے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اس کو خود ادا کرے تو اس میں زیادہ ثواب ہے' وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور نیز اس کی تاکید دلالت کرتی ہے اس کی فضیلت پر اور مراد اس حدیث سے تفسیر استطاعت کی جو آیت مذکورہ میں واقع ہے اور یہ کہ استطاعت زاد اور راحلہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ متعلق ہے ساتھ مال اور بدن کے یعنی حج نہیں فرض ہے مگر اس پر کہ زاد اور راحلہ کی طاقت رکھتا ہو یعنی قادر ہو خرچ راہ اور سواری پر اور خرچ اس قدر ہو کہ جاتے اور آتے کفایت کرے اور زائد ہو حوائج اصلیہ سے اور نفقہ عیال اس کے سے پھرنے تک اور یہ جو اس عورت نے کہا کہ بڑھاپے میں حج فرض ہوا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ بڑھاپے میں مسلمان ہوا ہے یا اس کو بڑھاپے میں مال ہاتھ لگا ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی حج کرنے سے عاجز ہو اور کوئی دوسرا آدمی اس کی طرف سے نیابۃ حج ادا کرے تو درست ہے اور موت کے بعد بھی درست ہے اگر وصیت کی ہو اور بعض کے نزدیک والدین کی طرف سے حج کرنا جائز ہے بغیر امر اور وصیت کے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿يَأْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ فِجَاجًا الطُّرُقُ الْوَاسِعَةُ.

یعنی اس آیت کا بیان اے ابراہیم! پکار دے لوگوں میں حج کے واسطے کہ آئیں تیری طرف پیدل چلتے ہوئے اور سوار ہو کر دبلے اونٹوں پر چلے آتے راہوں دور سے کہ پہنچیں اپنے بھلے کی جگہ پر اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ فجاجا کے معنی ہیں راہ فراخ۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ کہا گیا ہے کہ مراد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس آیت سے یہ ہے کہ حج فرض ہونے کے لیے سواری شرط نہیں یہ قول ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا کہ ان کے نزدیک سواری شرط نہیں۔

١٤١٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهٗ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَبُ رَاحِلَتَهٗ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ يُهِلُّ حَتّٰى تَسْتَوِيَ بِهٖ قَائِمَةً.

١٤١٨۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ذوالحلیفہ (ایک جگہ کا نام ہے چھ کوس مدینے سے اہل مدینہ اس جگہ سے احرام باندھتے ہیں) اپنی سواری پر سوار ہوئے پھر بلند آواز سے لبیک کہی جب کہ آپ کی سواری سیدھی کھڑی ہوئی۔

فائدہ: فتح الباری میں لکھا ہے کہ غرض اس سے رد کرنا ہے اس شخص پر جو کہتا ہے کہ پیادہ حج کرنا افضل ہے کہ وہ ذکر میں مقدم ہے اس واسطے کہ اگر پیادہ حج افضل ہوتا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کرتے حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر احرام باندھا پس اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ سوار ہو کر حج کرنا افضل ہے اس سے معلوم ہوا کہ پیادہ حج جائز ہے وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور اس میں اختلاف ہے کہ افضل پیادہ حج کرنا ہے یا سوار ہو کر جمہور کے نزدیک سوار ہو کر حج کرنا افضل ہے واسطے فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اس واسطے کہ اس میں زیادہ مدد ہوتی ہے دعا اور ابتہال پر اور نیز اس میں نفع ہے اور اسحاق بن راھویہ نے کہا کہ پیادہ جانا افضل ہے کہ اس میں محنت زیادہ ہے اور احتمال ہے کہ افضلیت مختلف ہو باعتبار احوال اور اشخاص کے، واللہ اعلم۔ (فتح)

١٤١٩ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ سَمِعَ عَطَاءً يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ إِهْلَالَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ رَوَاهُ أَنَسٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

١٤١٩۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لبیک کے ساتھ آواز بلند کرنا اس وقت تھا جب کہ آپ کی سواری ذوالحلیفہ میں سیدھی کھڑی ہوئی اور روایت کی ہے یہ حدیث انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

## بَابُ الْحَجِّ عَلَى الرَّحْلِ. اونٹ کے پالان پر حج کرنے کا بیان

فائدہ: اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ تقشف افضل ہے ترفہ سے اور شارح تراجم نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ پالان پر سوار ہونا افضل ہے۔

وَقَالَ أَبَانُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی عبدالرحمٰن کو بھیجا پس عمرہ کرایا

عَنهَا أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهَا أَخَاهَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَأَعْمَرَهَا مِنَ التَّنعِیمِ وَحَمَلَهَا عَلٰی قَتَبٍ.

اس نے ان کو تنعیم سے اور اٹھایا ان کو پالان کی پچھلی لکڑی پر۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ شُدُّوا الرِّحَالَ فِی الْحَجِّ فَإِنَّهُ أَحَدُ الْجِهَادَیْنِ.

اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حج میں پالان باندھو یعنی ان پر سوار ہو اس واسطے کہ حج ایک دو جہادوں کا ہے۔

**فائدہ:** یعنی جب تم جہاد سے فارغ ہو تو حج کرو کہ اس کا ثواب جہاد کے برابر ہے کہ اس میں جہاد نفس کا ہے کہ اس میں مشقت ہے اپنی جان اور مال پر۔

١٤٢٠ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِی بَکْرٍ حَدَّثَنَا یَزِیدُ بْنُ زُرَیْعٍ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ حَجَّ أَنَسٌ عَلٰی رَحْلٍ وَلَمْ یَکُنْ شَحِیحًا وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلٰی رَحْلٍ وَکَانَتْ زَامِلَتَهُ.

١٤٢٠۔ حضرت ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اونٹ کے پالان پر حج کیا اور وہ بخیل نہ تھے یعنی پالان کا اختیار کرنا کجاوے کے بغیر حضرت ﷺ کی اتباع کی وجہ سے تھا نہ واسطے بخل کے اور انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ﷺ نے پالان پر حج کیا اور وہ سواری آپ کا بوجھ اٹھانے والی تھی یعنی حضرت ﷺ کا اسباب بھی اسی پر تھا اور آپ بھی اسی پر سوار تھے۔

١٤٢١ ۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا أَیْمَنُ بْنُ نَابِلٍ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهَا أَنَّهَا قَالَتْ یَا رَسُولَ اللّٰهِ اعْتَمَرْتُمْ وَلَمْ أَعْتَمِرْ فَقَالَ یَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اذْهَبْ بِأُخْتِكَ فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنعِیمِ فَأَحْقَبَهَا عَلٰی نَاقَةٍ فَاعْتَمَرَتْ.

١٤٢١۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا حضرت! آپ نے عمرہ کیا اور میں نے عمرہ نہیں کیا سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن اپنی بہن کو ساتھ لے جا اور اس کو تنعیم سے عمرہ کروالاؤ سو عبدالرحمٰن نے ان کو اپنے پیچھے اونٹنی پر بٹھایا سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کیا۔

## بَابُ فَضْلِ الْحَجِّ الْمَبْرُورِ.

مقبول حج کی فضیلت کا بیان۔

**فائدہ:** مقبول حج وہ ہے کہ اس میں کوئی گناہ نہ ہو اور اس کے سب احکام بوجہ اکمل ادا ہوں۔

١٤٢٢ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِیمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ

١٤٢٢۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے حضرت ﷺ سے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے؟

سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ إِيْمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُوْلِهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ.

حضرت ﷺ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لانا، اس نے عرض کیا کہ پھر کون سا؟ فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، اس نے عرض کیا کہ پھر کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا مقبول حج کہ جس میں کوئی گناہ نہ ہو۔

**فائدہ**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقبول حج کی بڑی فضیلت ہے کہ ایمان اور جہاد کے بعد سب عملوں سے افضل ہے، وفيه المطابقة للترجمة.

١٤٢٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ أَخْبَرَنَا حَبِيْبُ بْنُ أَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ أَفَلَا نُجَاهِدُ قَالَ لَا لٰكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ.

۱۴۲۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا حضرت! ہم جہاد کو سب عملوں سے افضل جانتے ہیں کیا ہم جہاد نہ کریں؟ فرمایا لیکن افضل جہاد مقبول حج ہے۔

١٤٢٤ ـ حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ أَبُو الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

۱۴۲۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کے واسطے حج کیا پھر نہ عورت سے صحبت کی اور نہ صحبت کی بات کی اور نہ گناہ کیا نہ راہ میں کسی سے جھگڑا تو گناہوں سے پاک ہو کر اپنے گھر ایسے پھر آتا ہے جیسا اس دن تھا کہ اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔

**فائدہ**: حاجی کو لازم ہے کہ حج کے راہ میں گناہوں سے بچے ساتھیوں سے نہ لڑے گناہوں سے پاک ہو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقبول حج سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں چھوٹے ہوں یا بڑے، وفيه المطابقة للترجمة (فتح) اور بعض کہتے ہیں کہ حقوق العباد بھی اس سے معاف ہو جاتے ہیں اور یہ اس کی رحمت واسعہ سے بعید نہیں۔

## بَابُ فَرْضِ مَوَاقِيْتِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ.

حج اور عمرے کے احرام باندھنے کی جگہوں کے مقرر کرنے کا بیان۔

**فائدہ**: فتح الباری میں لکھا ہے کہ ظاہر اس باب سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک حج کی جگہوں سے

پہلے احرام باندھنا درست نہیں چنانچہ عنقریب آئے گا کہ مدینہ والے ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہ باندھیں اور ابن منذر وغیرہ نے اجماع نقل کیا ہے کہ میقات سے پہلے حج اور عمرے کا احرام باندھنا درست ہے اور اس میں نظر ہے اس واسطے کہ اسحاق اور داؤد وغیرہ سے عدم جواز منقول ہے پھر اجماع کی کیا صورت ہے اور اجماع ہے سب کا اس پر کہ میقات زمانے سے پہلے احرام باندھنا درست نہیں یعنی حج کے مہینوں (کہ وہ شوال اور ذی قعدہ اور عشرہ ذی الحجہ کا ہے) سے پہلے احرام باندھنا درست نہیں پس یہ تائید کرتا ہے اس کی کہ میقات مکانی سے پہلے بھی احرام باندھنا درست نہ ہو اور جمہور علماء کے نزدیک میقات زمانی اور مکانی میں فرق ہے کہ زمانی سے پہلے احرام باندھنا درست نہیں رکھتے اور مکانی سے پہلے درست رکھتے ہیں اور بعض حنفیہ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ میقات سے پہلے احرام باندھنے کو ترجیح ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مکروہ ہے۔

١٤٢٥ ـ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَّهُ أَتَى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي مَنْزِلِهِ وَلَهُ فُسْطَاطٌ وَسُرَادِقٌ فَسَأَلْتُهُ مِنْ أَيْنَ يَجُوزُ أَنْ أَعْتَمِرَ قَالَ فَرَضَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا وَلِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ.

١٤٢٥۔ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ان کے گھر میں آیا اور انہوں نے خیمے کھڑے کیے ہوئے تھے یعنی دھوپ وغیرہ سے بچنے کے واسطے سو میں نے ان سے پوچھا کہ کس کس جگہ سے جائز ہے کہ عمرہ کا احرام باندھوں؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مقرر کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد والوں کے لیے جگہ احرام باندھنے کی قرن سے اور مدینہ والوں کے لیے جگہ احرام باندھنے کی ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لیے جحفہ۔

**فائدہ:** ذوالحلیفہ نام ہے ایک جگہ کا کہ چھ کوس ہے مدینے سے اور دس منزل ہے مکے سے اور نجد اصل میں کہتے ہیں زمین بلند کو اور اب نام ہے عرب کے شہروں کا تہامہ سے زمین عراق تک اور قرن نام ایک جگہ کا ہے قریب طائف کے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان جگہوں سے پہلے احرام باندھنا درست نہیں اس لیے کہ مراد مقرر کرنے سے یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ سے احرام باندھنا فرض کیا، وفيه المطابقة للترجمة.

## بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾.

اس آیت کے شانِ نزول کا بیان کہ خرچ لیا کرو اس واسطے کہ عمدہ خرچ راہ کا گناہ سے بچنا ہے۔

**فائدہ:** یعنی حج کی راہ میں خرچ ساتھ لیا کرو تا کہ کسی کے محتاج نہ ہو اس واسطے کہ بہتر توشہ بچنا ہے گناہ سے کہ منجملہ ان کے سوال کرنا ہے لوگوں سے۔

١٤٢٦ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا

١٤٢٦۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یمن والے

شَبَابَةُ عَنْ وَرْقَآءَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَحُجُّوْنَ وَلَا يَتَزَوَّدُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ فَإِذَا قَدِمُوْا مَكَّةَ سَأَلُوا النَّاسَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا.

حج کو جاتے تھے اور خرچ ساتھ نہ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اللہ پر توکل کرنے والے ہیں سو جب مکہ میں آتے تھے تو لوگوں سے خرچ مانگتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ خرچ لیا کرو کہ اچھا توشہ ہے گناہ سے بچنا۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوال کا ترک کرنا پرہیز گاری سے ہے اس واسطے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ بچو لوگوں کے ایذا دینے سے اس واسطے کہ اللہ نے تعریف کی ان لوگوں کی جو لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مانگنے کے ساتھ توکل حاصل نہیں ہوتا اس واسطے کہ محمود توکل تو یہ ہے کہ کسی سے کسی چیز میں مدد نہ چاہے اور بعض کہتے ہیں کہ توکل قطع نظر کرنا ہے اسباب سے بعد تہیہ اسباب کے جیسے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اونٹ کا گھٹنا باندھ اور توکل کر۔

## بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ. مکہ والے حج اور عمرے کا احرام کس جگہ سے باندھیں؟۔

**فائدہ:** اہلال کے معنی اصل میں آواز بلند کرنے کے ہیں اس واسطے کہ وہ احرام باندھنے کے وقت لبیک کے ساتھ اپنی آواز بلند کرتے تھے پھر نفس احرام پر اس کا اطلاق کیا گیا از روئے اتساع کے۔ (فتح)

١٤٢٧ ۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ هُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

١٤٢٧۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مقرر کی حضرت ﷺ نے جگہ احرام باندھنے کی مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لیے جحفہ اور نجد والوں کے لیے قرن منازل اور یمن والوں کے لیے یلملم پس یہ سب جگہ احرام باندھنے کی ہیں ان شہر والوں کے لیے کہ مذکور ہوئے اور ان کے لیے کہ گزریں ان جگہوں پر غیر اہل ان کے سے یعنی مثلاً ہندوستان والے جب یمن پر پہنچیں تو یلملم سے احرام باندھیں اور اسی طرح اور شہر والوں کا حال ہے کہ جب احرام کی جگہ پر آئیں تو وہیں سے احرام باندھیں یہ جگہ احرام کی ہیں اس کے لیے حج اور عمرے کا ارادہ کرتا ہو اور جو شخص کہ

ان جگہوں سے اندر رہتا ہو تو اس کے احرام باندھنے کی جگہ وہی ہے جس جگہ سے وہ احرام باندھے یعنی جس جگہ سے چاہے احرام باندھے اپنے گھر سے حد حرم تک یعنی اس کو میقات پر جانا ضروری نہیں یہاں تک کہ مکہ والے مکہ سے احرام باندھیں۔

**فائدہ:** یلملم ایک پہاڑ کا نام ہے دو منزل مکہ سے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ حدیث شامل ہے اس شخص کو کہ میقات والے شہر میں داخل ہو اور اس کو کہ اس میں داخل نہ ہو جو داخل نہ ہو اس میں تو کچھ اشکال نہیں بلکہ اس کا کوئی میقات معین نہ ہو اور جب اس کا کوئی میقات مقرر ہو تو اس میں اختلاف ہے جیسے کہ مثلاً کوئی شامی حج کے ارادے سے مدینہ میں داخل ہو تو وہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھے کہ اس پر گزرا ہے اور اس سے احرام کے بغیر آگے نہ بڑھے کہ اپنے میقات جحفہ میں احرام جا کر باندھے اور اگر ذوالحلیفہ سے احرام کے بغیر آگے بڑھ جائے تو گنہگار ہو گا اور جانور دینا لازم آئے گا نزدیک جمہور کے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر ذوالحلیفہ کو چھوڑ کر اپنے اصلی میقات یعنی جحفہ سے احرام باندھے تو بھی درست ہے اگرچہ افضل نہیں اور یہی قول ہے حنفیہ کا اور یہ جو فرمایا کہ جو کوئی احرام کی جگہوں سے اندر رہتا ہو وہ جس جگہ سے چاہے احرام باندھے تو اس سے معلوم ہوا کہ جو سفر کرے حج کے ارادے کے بغیر یہاں تک کہ میقات سے آگے بڑھ جائے پھر ارادہ کرے حج کا تو اسی جگہ سے احرام باندھے جس جگہ سے اس نے حج کی نیت کی ہو اور اس کو احرام باندھنے کے لیے میقات کی طرف پھر جانا ضروری نہیں اور ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مکے والوں کے احرام کی جگہ مکہ ہے حج میں بھی اور عمرے میں بھی لیکن یہ حکم صرف حج کا ہے عمرے کا نہیں اس واسطے کہ مسئلہ یہ ہے کہ عمرہ کرنے والا احرام کے لیے حل کی طرف نکلے کہ حضرت ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنعیم سے کہ حل میں ہے احرام باندھنے کا حکم فرمایا پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث خاص ہے ساتھ حج کرنے والے کے کہ وہ مکہ سے احرام باندھے اور عمرہ کرنے والا حل سے احرام باندھے محب طبری نے کہا کہ میں کسی کو نہیں جانتا کہ اس نے عمرے کا میقات مکہ کو ٹھہرایا ہو پس یہ حدیث محمول ہے قارن پر اور قارن میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک اس کا حکم حاجی کا ہے کہ مکے سے احرام باندھے اور ابن ماجشون نے کہا کہ ادنیٰ حل کی طرف نکلے اور اگر کوئی حج کا ارادہ رکھتا ہو اور بغیر احرام کے میقات سے آگے بڑھ جائے اور میقات سے احرام نہ باندھے تو وہ جمہور کے نزدیک گنہگار ہوتا ہے اور لازم آتا ہے اس پر دم لیکن اگر حج کے افعال میں شروع ہونے سے پہلے میقات کی طرف پھر جائے اور ان سے احرام باندھ کر آئے تو جمہور کے نزدیک دم دینا لازم نہیں آتا اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شرط ہے کہ لبیک کہتا ہوا پھر جائے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرط ہے کہ دور نہ ہو اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کسی چیز کے ساتھ

ساقط نہیں ہوتا اور عطاء اور نخعی کے نزدیک میقات سے احرام باندھنا واجب نہیں اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر بغیر احرام کے میقات سے آگے بڑھ جائے تو اس کا حج صحیح نہیں، انتہی ملخصا۔

بَابُ مِيْقَاتِ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَلَا يُهِلُّوْا قَبْلَ ذِي الْحُلَيْفَةِ.

مدینے والوں کے احرام باندھنے کی جگہ کا بیان اور مدینے والے ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہ باندھیں

فائدہ: امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ احرام باندھنے کی جگہ معین ہے اس سے پہلے احرام باندھنا درست نہیں اور نیز بہت لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا مگر کسی سے یہ بات منقول نہیں کہ اس نے میقات سے پہلے یعنی ذوالحلیفہ سے پہلے احرام باندھا ہو اور اگر میقات معین نہ ہوتا تو اس کی طرف جلدی کرتے اور اس میں ثواب زیادہ ہوتا۔

١٤٢٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَيُهِلُّ أَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَأَهْلُ نَجْدٍ مِّنْ قَرْنٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَبَلَغَنِيْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ.

١٤٢٨۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مدینہ والے ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اور شام والے جحفہ سے احرام باندھیں اور نجد والے قرن سے احرام باندھیں اور یمن والے یلملم سے احرام باندھیں۔

بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الشَّامِ.

شام والوں کے احرام باندھنے کی جگہ کا بیان۔

١٤٢٩ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ

١٤٢٩۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مقرر کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ احرام باندھنے کی مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لیے جحفہ اور نجد والوں کے لیے قرن منازل اور یمن والوں کے لیے یلملم پس یہ جگہ احرام باندھنے کی ہیں ان لوگوں کے لیے مذکور ہوئے اور ان لوگوں کے لیے کہ گزریں ان جگہوں پر غیر ان کے سے یہ جگہیں احرام باندھنے کی اس کے لیے ہیں کہ ارادہ کرے حج اور عمرے کا اور جو شخص کہ ان جگہوں سے اندر رہتا ہو یعنی میقات

دُوْنَهُنَّ فَمُهَلُّهُ مِنْ أَهْلِهِ وَكَذَاكَ حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا.

اور مکہ کے درمیان رہتا ہوتو اس کے احرام باندھنے کی جگہ اپنے گھر سے ہے اور اسی طرح جو مکہ سے اور زیادہ قریب ہو وہ بھی اپنی گھر سے احرام باندھے یہاں تک کہ مکہ والے مکہ سے احرام باندھیں یعنی مکہ والوں کو میقات سے جا کر احرام باندھنا ضروری نہیں بلکہ خود مکہ سے احرام باندھیں مانند افاقی کے کہ میقات اور مکہ کے درمیان رہتا ہو۔

## بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ نَجْدٍ.

## نجد والے کس جگہ سے احرام باندھیں؟۔

١٤٣٠ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ وَقَّتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ وَمُهَلُّ أَهْلِ الشَّامِ مَهْيَعَةُ وَهِيَ الْجُحْفَةُ وَأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا زَعَمُوْا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَمْ أَسْمَعْهُ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ.

١٤٣٠۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ والوں کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور شام والوں کے احرام باندھنے کی جگہ جحفہ ہے اور نجد والوں کی قرن ہے اور یمن والوں کے احرام باندھنے کی جگہ یلملم ہے۔

## بَابُ مُهَلِّ مَنْ كَانَ دُوْنَ الْمَوَاقِيْتِ.

## جو کوئی احرام باندھنے کی جگہوں سے اندر رہتا ہو وہ کہاں سے احرام باندھے؟۔

١٤٣١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ

١٤٣١۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مقرر کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ احرام باندھنے کی واسطے مدینہ والوں کے ذوالحلیفہ اور واسطے شام والوں کے جحفہ اور واسطے یمن والوں کے یلملم اور واسطے نجد والوں کے قرن پس یہ جگہیں

الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ مِمَّنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهٖ حَتّٰى أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا.

احرام باندھنے کی ان لوگوں کے لیے ہیں کہ مذکور ہوئے اور ان لوگوں کے لیے کہ گزریں ان جگہوں پر غیر ان کے سے جو حج اور عمرے کا ارادہ رکھتا ہو اور جو کوئی احرام باندھنے کی جگہوں سے اندر رہتا ہو وہ اپنے گھر سے احرام باندھے یہاں تک کہ مکہ والے مکہ سے احرام باندھیں۔

## بَابُ مُهَلِّ أَهْلِ الْيَمَنِ.

## یمن والوں کے احرام باندھنے کی جگہ کا بیان۔

١٤٣٢ ـ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ هُنَّ لِأَهْلِهِنَّ وَلِكُلِّ اٰتٍ أَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ.

١٤٣٢۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مقرر کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ احرام باندھنے کی مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لیے جحفہ اور نجد والوں کے لیے قرن منازل اور یمن والوں کے لیے یلملم یہ جگہ احرام باندھنے کی واسطے رہنے والوں ان جگہوں کے ہیں اور واسطے ہر شخص کے کہ آئے ان پر غیر ان کے سے جو حج اور عمرے کا ارادہ رکھتا ہو اور جو کوئی میقات سے اندر رہتا ہو وہ اپنے گھر سے احرام باندھے یہاں تک کہ مکہ والے مکہ سے احرام باندھیں۔

## بَابُ ذَاتُ عِرْقٍ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ.

## عراق والوں کے لیے جگہ احرام باندھنے کی ذات عرق ہے۔

١٤٣٣ ـ حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا فُتِحَ هٰذَانِ الْمِصْرَانِ أَتَوْا عُمَرَ فَقَالُوْا يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا وَهُوَ جَوْرٌ عَنْ طَرِيْقِنَا وَإِنَّا إِنْ أَرَدْنَا قَرْنًا شَقَّ عَلَيْنَا قَالَ

١٤٣٣۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ دونوں شہر فتح ہوئے یعنی کوفہ اور بصرہ تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد والوں کے لیے احرام باندھنے کی جگہ قرن مقرر کی ہے اور وہ ہماری راہ سے ایک طرف ہے اور ہم کو اس کی طرف جانا دشوار ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم اپنے راہ سے کوئی جگہ اس کے برابر دیکھو سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے احرام

فَانْظُرُوْا حَذْوَهَا مِنْ طَرِيْقِكُمْ فَحَدَّ لَهُمْ ذَاتَ عِرْقٍ.

باندھنے کی جگہ ذات عرق مقرر کی۔

**فائدہ:** ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ذات عرق عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے مقرر ہوئی لیکن اس باب میں حدیثیں بھی بہت آ چکی ہیں اور اگرچہ ضعیف ہیں لیکن بہت مل کر قوت پا جاتی ہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کا کوئی میقات نہ ہو اس پر لازم ہے کہ جب کسی میقات کے مقابل اور برابر ہو جائے تو اس جگہ سے احرام باندھے اور زمین میں ایسی کوئی جگہ نہیں کہ ان پانچوں میقاتوں میں سے کسی میقات کے مقابل نہ ہو اور اگر فرضًا کوئی شخص ایسا نہ ہو کہ اس کو کسی میقات کی برابری کا علم نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ جو میقات سب سے دور ہو اس کے برابر سے احرام باندھے، انتہی ملخصا۔ (فتح)

بَابُ الصَّلٰوةِ بِذِی الْحُلَيْفَةِ.

ذی الحلیفہ میں نماز پڑھنے کا بیان۔

١٤٣٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَاخَ بِالْبَطْحَآءِ بِذِی الْحُلَيْفَةِ فَصَلّٰى بِهَا وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

۱۴۳۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی ذوالحلیفہ میں بٹھائی اور اس میں نماز پڑھی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اس میں اترتے تھے اور نماز پڑھتے تھے۔

**فائدہ:** اس باب کو پہلے بابوں سے مناسبت اس طور سے ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میقات سے احرام باندھنے کے وقت دو رکعت نماز پڑھنی مستحب ہے اور نماز سے مراد احتمال ہے کہ احرام کی دو رکعتیں ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ فرض نماز ہو اور آئندہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئے گا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعتیں پڑھیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کو جاتے بھی وہاں اترتے تھے اور آتے بھی اترتے تھے، انتہی ملخصا۔ (فتح)

بَابُ خُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ.

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ کے راہ سے نکلنا۔

**فائدہ:** شجرہ ایک درخت کا نام ہے چھ میل مدینہ سے جو کوئی مدینہ سے مکہ کو جائے اس کی راہ میں وہ جگہ آتی ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی راہ سے ذوالحلیفہ کو آتے تھے پس وہاں کاٹتے تھے اور جب پھرتے تو بھی وہاں رات کاٹتے تھے، انتہی ملخصا۔ (فتح)

١٤٣٥ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا

۱۴۳۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک

أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيْقِ الْمُعَرَّسِ وَأَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلٰى مَكَّةَ يُصَلِّيْ فِيْ مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ وَإِذَا رَجَعَ صَلّٰى بِذِى الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِىْ وَبَاتَ حَتّٰى يُصْبِحَ.

حضرت ﷺ جب مکہ کو جاتے تو شجرہ کے راہ سے نکلتے اور جب مکہ سے پھرتے تو معرس کے راہ سے مدینہ میں داخل ہوتے تھے اور حضرت ﷺ جب مکہ کی طرف نکلتے تو شجرہ کی مسجد میں نماز پڑھتے اور جب پھرتے تو ذوالحلیفہ میں نماز پڑھتے تھے بیچ بطن وادی کے اور وہاں رات کاٹتے یہاں تک کہ صبح کرتے۔

**فائدہ:** معرس ایک جگہ کا نام ہے چھ میل مدینہ سے اور ذوالحلیفہ سے نیچے کی طرف ہے اور قریب ہے طرف مدینہ کے ذوالحلیفہ سے اور معرس اس کو اس واسطے کہتے ہیں کہ پچھلی رات مسافر وہاں اتر کر آرام کرتے ہیں اور بطن وادی ذوالحلیفہ میں میدان ہے۔

## بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَقِيْقُ وَادٍ مُبَارَكٌ.

## حضرت ﷺ کی اس حدیث کا بیان کہ عقیق مبارک نالا ہے۔

١٤٣٦ ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ وَبِشْرُ بْنُ بَكْرٍ التِّنِّيْسِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ عِكْرِمَةُ أَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ إِنَّهٗ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَادِى الْعَقِيْقِ يَقُوْلُ أَتَانِي اللَّيْلَةَ اٰتٍ مِّنْ رَّبِّيْ فَقَالَ صَلِّ فِيْ هٰذَا الْوَادِى الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةٌ فِيْ حَجَّةٍ.

١٤٣٦۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے عقیق نالے میں فرمایا کہ آیا میرے پاس ایک آنے والا میرے رب کی طرف سے سو اس نے کہا کہ نماز پڑھ اس مبارک نالے میں اور کہہ کہ عمرہ حج میں داخل ہوا۔

**فائدہ:** حج اور عمرہ ایک احرام سے ادا کرنا اس کو قران کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ قارن تھے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وادی عقیق کو مدینہ کی طرح بڑی فضیلت ہے اور یہ کہ اس میں نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت

ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب حاجی گھر سے چلیں تو پہلی منزل اپنے شہر سے نزدیک اتریں اور وہاں رات کاٹیں تا کہ جو کوئی پیچھے ہو آ ملے جو ان کے ساتھ جانے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس واسطے کہ اگر کسی کو کوئی چیز بھول گئی ہو تو اس کو پھر جا کر لے آئے، انتہیٰ۔ (فتح)

١٤٣٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رُئِيَ وَهُوَ فِيْ مُعَرَّسٍ بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِيْ قِيْلَ لَهُ إِنَّكَ بِبَطْحَآءَ مُبَارَكَةٍ وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ يَتَوَخَّى بِالْمُنَاخِ الَّذِيْ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُنِيْخُ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَسْفَلَ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بِبَطْنِ الْوَادِيْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ وَسَطٌ مِّنْ ذٰلِكَ.

١٤٣٧۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا گیا اور آپ سوئے ہوئے تھے ذوالحلیفہ میں بیچ نالے کے سو کسی نے آپ کو کہا کہ آپ مبارک میدان میں ہیں اور موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم کو سالم رضی اللہ عنہ نے اتارا اس حال میں کہ اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ تلاش کرتے تھے اور وہ جگہ نیچے ہے اس مسجد سے کہ نالے عقیق کے بیچ ہے کہ نالے اور راہ کے درمیان ہے۔

## بَابُ غَسْلِ الْخَلُوْقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنَ الثِّيَابِ.

## احرام میں اگر کپڑوں کو خوشبو لگی ہو تو اس کو تین بار دھوئے۔

**فائدہ:** خلوق ایک قسم کی خوشبو ہے کہ زعفران وغیرہ سے بنتی ہے لیکن ہر قسم کی خوشبو کا یہی حکم ہے۔

قَالَ أَبُوْ عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِيْ عَطَآءٌ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلٰى أَخْبَرَهُ أَنَّ يَعْلٰى قَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَرِنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يُوْحٰى إِلَيْهِ قَالَ فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ جَآءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِيْ رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيْبٍ

حضرت صفوان بن یعلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یعلی رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اترے تو اس وقت مجھ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت دیکھا کہ وحی اترنے کے وقت آپ کی کیا صورت ہوتی ہے؟ سو جس حالت میں کہ آپ جعرانہ میں تھے اور آپ کے ساتھ کچھ آپ کے اصحاب تھے کہ اچانک آپ کے پاس ایک مرد آیا سو اس نے عرض کی کہ یا حضرت! آپ اس شخص کے حق میں کیا فرماتے ہیں کہ اس نے عمرے کی نیت کی ہو اور خوشبو کو دھوئے یعنی خوشبو

فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً فَجَآءَهُ الْوَحْيُ فَأَشَارَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلٰى يَعْلٰى فَجَآءَ يَعْلٰى وَعَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهٖ فَأَدْخَلَ رَأْسَهٗ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ وَهُوَ يَغِطُّ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ أَيْنَ الَّذِيْ سَأَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ فَأُتِيَ بِرَجُلٍ فَقَالَ اغْسِلِ الطِّيْبَ الَّذِيْ بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَانْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجَّتِكَ قُلْتُ لِعَطَآءٍ أَرَادَ الْإِنْقَآءَ حِيْنَ أَمَرَهٗ أَنْ يَّغْسِلَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ نَعَمْ.

آلودہ جبہ پہنے ہو سو حضرت ﷺ ایک ساعت خاموش رہے سو آپ پر وحی اترنی شروع ہوئی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یعلی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا یعنی اب دیکھ حضرت ﷺ کی صورت کہ آپ پر وحی اترتی ہے سو یعلی آیا اور حضرت ﷺ پر کپڑا تھا کہ اس سے آپ کو سایہ کیا گیا تھا سو یعلی نے اپنا سر اس کپڑے میں داخل کیا اور دیکھا تو اچانک حضرت ﷺ کا چہرہ وحی کی شدت سے نہایت سرخ ہو گیا تھا اور آپ خراٹے لیتے تھے پھر جب وحی اتر چکی اور آپ کو ہوش آئی تو فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے جس نے مجھ سے عمرے کا حال پوچھا تھا؟ تو لوگ اس کو بلا لائے حضرت ﷺ نے اس کو فرمایا کہ جو خوشبو تیری لگی ہے اس کو دھو ڈال تین بار اور جبہ اپنے بدن سے اتار ڈال پھر کر اپنے عمرے میں جو تو اپنے حج میں کرتا ہے' ابن جریج کہتا ہے کہ میں نے عطاء سے کہا کہ کیا مراد ہے حضرت ﷺ کی تین بار دھونے کا حکم کرنے سے بہت پاک صاف کرنا ہے اس نے کہا ہاں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب حج اور عمرے کی نیت کرے تو خوشبو لگانا درست نہیں نہ بدن کو اور نہ کپڑے کو خواہ کسی قسم کی خوشبو ہو اور کپڑے کا ذکر اگرچہ اس حدیث میں نہیں لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے موافق اشارہ کر دیا کہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں کپڑے کا ذکر آ گیا ہے جیسے کہ آئندہ آئے گا کہ اس پر کرتہ تھا جس میں زرد نشان تھا، وفیه المطابقة للترجمة اور اس حدیث سے بعض نے دلیل پکڑی ہے کہ اگر امام سے پہلے خوشبو لگائے اور احرام کے بعد اس کا اثر اور نشان باقی رہے تو درست نہیں کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کا اثر کپڑے اور بدن سے دھو ڈال یہ قول مالک اور محمد بن حسن کا ہے اور جمہور کے نزدیک اگر احرام سے پہلے خوشبو لگائے اور احرام کے بعد اس کا اثر باقی رہے تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ سنہ ٨ ہجری کا ہے اور آئندہ آئے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے احرام باندھنے کے وقت حضرت ﷺ کو خوشبو لگائی اور یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے کہ سنہ ١٠ ہجری میں واقع ہوا اور حضرت ﷺ کے اخیر فعل کو لیا جاتا ہے اور نیز یعلی کے قصہ میں امور بالغسل صرف خلوق ہے مطلق خوشبو نہیں اور شاید اس واسطے منع فرمایا کہ اس میں زعفران ملا ہوا ہوتا ہے اور اس حدیث سے دلیل پکڑی گئی ہے

اس پر کہ جس کو احرام کی حالت میں خوشبو لگ جائے بھول کر یا ناواقفی سے پھر اس کو معلوم ہو اور جلدی اس کو دھو ڈالے تو اس پر کچھ کفارہ نہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر مدت دراز ہو جائے تو کفارہ دینا آتا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کفارہ مطلق واجب ہے یہ ایک قول امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور نیز یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ اگر محرم ناواقفی سے سلا ہوا کپڑا پہن لے اور پھر معلوم ہو تو اس کو اتار ڈالے اور اس کا پھاڑنا لازم نہیں خلاف ہے واسطے شعبی اور نخعی کے کہ وہ کہتے ہیں کہ اتارے نہیں پھاڑ ڈالے تاکہ اس کا سر نہ ڈھکے اور نیز یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ حاکم اور مفتی کو جب حکم معلوم نہ ہو تو ٹھہر جائے یہاں تک کہ اس کو معلوم ہو، انتہی۔ (فتح)

**فائدہ:** اور جعرانہ نام ہے ایک جگہ کا ایک منزل مکے سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرے کا احرام وہاں سے باندھا تھا اور یہ جو فرمایا کہ جو حج میں کرتا ہے سو عمرے میں کر تو اس سبب سے کہ جاہلیت میں جب کا فرحج کا احرام باندھتے تھے تو اپنے کپڑے اتار ڈالتے تھے اور خوشبو سے پرہیز رکھتے تھے اور عمرے میں خوشبو وغیرہ سے پرہیز نہ کرتے تھے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ دونوں کا ایک حکم ہے۔

**بَابُ الطِّيْبِ عِنْدَ الْإِحْرَامِ وَمَا يَلْبَسُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُّحْرِمَ وَيَتَرَجَّلَ وَيَدَّهِنَ.**

احرام باندھنے کے وقت خوشبو لگانے کا کیا حکم ہے؟ اور جب احرام باندھنے کی نیت کرے تو کیا کپڑے پہنے اور کنگی کرے اور تیل ملے۔

**فائدہ:** اس باب میں اشارہ اس طرف کہ جو پہلے باب میں خوشبو دھو ڈالنے کا حکم مذکور ہوا ہے تو وہ حکم بہ نسبت کپڑوں کے ہے کہ جس کپڑے کو زعفران لگا ہو احرام والے کو اس کا پہننا درست نہیں اور اگر احرام کے بعد خوشبو کا اثر بدن پر باقی رہے تو یہ حرام نہیں اور یہ جو کہا کہ کنگی کرے اور تیل ملے تو اس سے مراد اشارہ کرنا ہے طرف اس حدیث کے جو آئندہ باب میں آئے گی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے سے چلے بعد اس کے کہ کنگی کی اور تیل ملا۔

**وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَشَمُّ الْمُحْرِمُ الرَّيْحَانَ وَيَنْظُرُ فِي الْمِرْآةِ وَيَتَدَاوٰى بِمَا يَأْكُلُ الزَّيْتَ وَالسَّمْنَ.**

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جائز ہے محرم کو احرام کی حالت میں سونگھنا پھول کا اور دیکھنا شیشے کا اور دوا کرنا ساتھ اس کے کہ کھائے زیتون کا تیل اور گھی۔

**فائدہ:** پھول کے سونگھنے میں اختلاف ہے امام اسحاق نے کہا کہ مباح ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے توقف کیا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حرام ہے اور حنفیہ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ مکروہ ہے اور یہ جو کہا کہ زیتون کے روغن اور گھی سے دوا کرنی درست ہے تو اس میں رد ہے مجاہد پر کہ اس کے نزدیک اس میں دم آتا ہے۔ (فتح)

**وَقَالَ عَطَآءٌ يَتَخَتَّمُ وَيَلْبَسُ الْهِمْيَانَ.**

اور عطاء نے کہا کہ جائز ہے محرم کو یہ کہ انگوٹھی پہنے اور کمر میں ہمیان باندھے۔

**فائدہ:** ابن عبدالبر نے کہا کہ محرم کو کمر میں ہمیانی کا باندھنا سب فقہا شہروں کے نزدیک درست ہے جب کہ اس کے بعض کا بعض میں داخل کرنا ممکن نہ ہو اور کسی سے اس کی کراہت مروی نہیں مگر اسحاق نے کہا کہ اس کو گرہ دینی درست نہیں یہی قول ہے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا، انتہی۔ (فتح)

وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَهُوَ مُحْرِمٌ وَقَدْ حَزَمَ عَلٰى بَطْنِهٖ بِثَوْبٍ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے طواف کیا اس حال میں کہ اپنے پیٹ پر کپڑا باندھا ہوا تھا۔

**فائدہ:** ابن تین نے کہا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اپنے پیٹ پر باندھا ہوا تھا اور ہمیانی کی طرح تہ بند کے اوپر نہ باندھا ہوا تھا اس لیے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں کفارہ آتا ہے۔

وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِالتُّبَّانِ بَأْسًا لِلَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ هَوْدَجَهَا.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک محرم کو جھانگیہ پہننا درست ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مراد ان کی وہ لوگ ہیں جو ان کا ہودج اٹھاتے تھے۔

**فائدہ:** یہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے ہے ورنہ اکثر علماء کے نزدیک پائجامے اور جھانگیے میں کچھ فرق نہیں محرم کو دونوں منع ہیں۔ (فتح)

١٤٣٨ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَدَّهِنُ بِالزَّيْتِ فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيْمَ قَالَ مَا تَصْنَعُ بِقَوْلِهٖ حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِيْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

١٤٣٨۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھے ابن عمر رضی اللہ عنہما زیتون کا تیل لگاتے یعنی وقت احرام باندھنے کے، سو میں نے یہ بات ابراہیم سے کہی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ایسا تیل لگاتے تھے جس میں خوشبو نہیں ابراہیم نے کہا تو اس کے قول کو کیا کرے گا کہ سنت کے مخالف ہے اور حدیث بیان کی مجھ سے اسود نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گویا کہ میں دیکھتی ہوں طرف چمک خوشبو کی بیچ مانگ حضرت کی اس حال میں کہ آپ محرم تھے۔

**فائدہ:** ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک احرام سے پہلے ایسی خوشبو کا لگانا درست نہیں جس کا اثر احرام کے بعد باقی رہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک جائز ہے چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابن عمر رضی اللہ عنہما پر اس بات کا انکار کیا کما سیاتی پس مراد یہ ہے کہ احرام کے وقت ابن عمر رضی اللہ عنہما تیل لگاتے تھے بشرطیکہ اس میں خوشبو نہ ہوتی۔ (فتح)

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا احرام کے وقت صرف تیل پر اکتفا کرنا خوشبو کے بغیر مخالف ہے اس حدیث کے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب ہے ملنا خوشبو کا وقت باندھنے احرام کے اور جائز ہے باقی رہنا اس کا احرام کے بعد اور یہ کہ

اس کا رنگ اور اس کی خوشبو کا باقی رہنا مضر نہیں یہی ہے قول جمہور کا جیسے کہ پہلے گزرا لیکن احرام کی حالت میں خوشبو کا لگانا ہرگز درست نہیں نہ مرد کو اور نہ عورت کو اور اس پر اجماع ہے سب علماء کا۔ (فتح)

١٤٣٩ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِحْرَامِهِ حِيْنَ يُحْرِمُ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَّطُوْفَ بِالْبَيْتِ.

١٤٣٩۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تھی میں خوشبو لگاتی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واسطے احرام ان کے جب احرام باندھتے یعنی احرام باندھنے سے پہلے اور واسطے نکلنے ان کے احرام سے پہلے طواف کرنے کے ساتھ خانہ کعبہ کے یعنی بعد رمی جمار اور حلق کے اور پہلے طواف الزیارۃ کے۔

**فائدہ:** جاننا چاہیے کہ جب عید کے دن مزدلفہ سے منیٰ کو آتے ہیں تو رمی جمرہ عقبہ کے بعد احرام سے نکل آتے ہیں اس وقت سب کچھ حلال ہو جاتا ہے مگر عورت حلال نہیں ہوتی یہاں تک کہ مکے کو آتے ہیں اور طواف زیارہ کرتے ہیں پھر عورت بھی حلال ہو جاتی ہے اور یہی حدیث اس مسئلہ کی دلیل ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم حج میں دو بار حلال ہوتا ہے ایک بار رمی جمرہ عقبہ اور حلق کے بعد اور ایک بار طواف زیارہ کے بعد یہی قول ہے جمہور کا کہ جب تک سر نہ منڈائے پہلی بار حلال نہیں ہوتا مگر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حلق نسک نہیں اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کے بعد خوشبو کا اثر باقی رہنا مضر نہیں اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اس میں کفارہ ہے لیکن یہ قول ان کا صحیح نہیں۔ (فتح)

## بَابُ مَنْ أَهَلَّ مُلَبِّدًا.

گوند یا خطمی وغیرہ سے سر کے بال جما کر احرام باندھنے کا بیان۔

**فائدہ:** تلبید اس کو کہتے ہیں کہ محرم اپنے سر میں گوند یا خطمی وغیرہ ڈالے تا کہ بال جم جائیں اور ان پر غبار نہ بیٹھے اور جوؤں سے محفوظ رہیں۔

١٤٤٠ ۔ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ مُلَبِّدًا.

١٤٤٠۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا لبیک کہتے تھے اس حال میں کہ آپ کا سر کسی چیز سے جمایا ہوا تھا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام باندھنے کے وقت سر کو گوند اور خطمی سے جمانا مستحب ہے، وفيه المطابقة للترجمة.

## بَابُ الْإِهْلَالِ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ.

ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس احرام باندھنے کا بیان یعنی

واسطے اس شخص کے کہ مدینہ سے حج کا ارادہ رکھتا ہو۔

١٤٤١ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ح و حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُوْلُ مَا أَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ يَعْنِيْ مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ.

١٤٤١۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نہیں احرام باندھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مگر مسجد ذوالحلیفہ کے پاس سے۔

**فائدہ:** اس میں اختلاف ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ سے احرام باندھا بعض کہتے ہیں کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کی مسجد میں دو رکعتیں نماز پڑھی تو اس کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ میں احرام کی نیت کی اس حال میں کہ آپ اس نماز کی جگہ میں بیٹھے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ جب آپ اونٹنی پر سوار ہوئے اور وہ آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوئی تو اس وقت آپ نے احرام باندھا اور بعض کہتے ہیں کہ جب بیداء پر چڑھے تو اس وقت آپ نے احرام باندھا لیکن اصل یہ ہے کہ آپ نے احرام تو اسی نماز پڑھنے کی جگہ میں باندھا تھا بعد نماز کے جب نماز سے فارغ ہوئے تو لبیک کہی سو جو لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے یہی یاد رکھا کہ آپ نے نماز کی جگہ میں احرام باندھا پھر جب آپ سوار ہوئے تو پھر لبیک کہی سو جو لوگ پہلی بار میں حاضر نہ تھے انہوں نے یہی یاد رکھا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرف بیدا پر پہنچے کہ نام ہے ایک جگہ بلند کا تو وہاں لبیک کہی تو جو لوگ پہلے دوبار میں حاضر نہ تھے انھوں نے یہی بات رکھی حاصل یہ ہے کہ جس راوی نے آپ کو جہاں لبیک کہتے سنا وہی سمجھا کہ آپ نے یہیں سے لبیک کہنی شروع کی پس اس سے سب روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور اتفاق ہے سب علماء کا ان جگہوں میں سے جس جگہ سے احرام باندھے درست ہے لیکن اختلاف افضل ہونے میں ہے۔ (فتح)

بَابُ مَا لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ.

محرم احرام کی حالت میں کیا کیا کپڑے نہ پہنے؟۔

**فائدہ:** مراد محرم سے عام ہے خواہ صرف حج کا احرام باندھا ہو یا صرف عمرے کا یا قارن ہو۔

١٤٤٢ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا

١٤٤٢۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرد نے عرض کیا کہ یا حضرت! محرم احرام کی حالت میں کیا کپڑے پہنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنے احرام باندھنے والا کرتہ

يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوْا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ أَوْ وَرْسٌ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ وَلَا يَتَرَجَّلُ وَلَا يَحُكُّ جَسَدَهُ وَيُلْقِي الْقَمْلَ مِنْ رَأْسِهِ وَجَسَدِهِ فِي الْأَرْضِ.

اور نہ پگڑی اور نہ پائجامہ اور نہ کن ٹوپ اور نہ پہنے موزے مگر جب کوئی جوتا نہ پائے تو دونوں موزے وہاں تک کاٹ لے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں اور نہ پہنے اس کپڑے کو کہ اس میں زرد خوشبو دار گھاس اور زعفران لگی ہو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ محرم اپنا سر دھوئے اور نہ کنگی کرے اور نہ اپنا بدن کھجلائے اور ڈالے جوؤں کو اپنے سر اور بدن سے زمین پر۔

**فائدہ:** یعنی محرم کو احرام کی حالت میں یہ کپڑے پہننے درست نہیں اور ان کے سوا اور سب کپڑے پہننے درست ہیں اور ابن منذر نے کہا کہ اجماع ہے علماء کا اس پر کہ عورت کو احرام کی حالت میں یہ کپڑے پہننے درست ہیں مگر جس کپڑے کو ورس یا زعفران لگی ہو وہ عورت کو بھی درست نہیں اور قاضی عیاض نے کہا کہ اجماع ہے سب مسلمانوں کا اس پر کہ یہ کپڑے پہننے درست نہیں اور کرتے اور پائجامے سے مراد وہ کپڑا ہے کہ سلا ہوا ہو یعنی جو کپڑا سلا ہوا ہو اس کا پہننا محرم کو درست نہیں اور پگڑی سے مراد وہ کپڑا ہے کہ سر کو ڈھانکے یعنی جو کپڑا سر کو ڈھانکے اس کا پہننا محرم کو درست نہیں خواہ سلا ہوا ہو یا نہ ہو اور مراد موزوں سے وہ چیز ہے کہ پاؤں کو ڈھانک لے اور مراد سلے ہوئے سے یہ ہے کہ جس جگہ کے واسطے وہ کپڑا معین ہو چکا ہے جیسے کہ کرتے کو گلے میں پہنتے ہیں اس جگہ میں اس کو نہ پہنے اگرچہ بعض بدن میں ہو لیکن اگر مثلاً کرتے کو بجائے چادر کے پہنے تو درست ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو جوتا پائے اس کو موزے پہننے درست نہیں یہ قول جمہور کا ہے اور حنفیہ اور بعض شافعیہ کے نزدیک محرم کو موزے پہننے درست ہیں اگرچہ جوتا موجود ہو اور مراد ٹخنہ سے یہاں بھی ٹخنہ ہے جو مشہور ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ موزوں کا کاٹنا شرط ہے اس کے بغیر اس کا پہننا درست نہیں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بے کاٹے ان کا پہننا بھی درست ہے اور یہ جو فرمایا کہ جس کو ورس یا زعفران لگا ہو اس کا پہننا محرم کو درست نہیں تو یہ عام ہے اس سے کہ کل کپڑا اس میں رنگا ہو یا اس کا کوئی کنارہ ہو اگرچہ اس کی خوشبو چھپی ہو اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رنگے کپڑے کا پہننا مکروہ ہے اور شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر دھونے سے اس کی خوشبو مر جائے تو اس کا پہننا درست ہے اور یہی ہے قول جمہور کا خلاف ہے اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اور قبا کا پہننا بھی جائز نہیں اس پر سب کا اتفاق ہے لیکن

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آستینوں میں ہاتھ ڈالنے شرط ہیں اور اگر یوں ہی اس کو اپنے مونڈھوں پر ڈال لے تو درست ہے، انتہی ملخصا۔ (فتح)

بَابُ الرُّكُوبِ وَالْإِرْتِدَافِ فِي الْحَجِّ.

حج میں سوار ہونا اور ایک دوسرے کے پیچھے چڑھنا درست ہے یعنی حج کے سب احکام سوار ہو کر کرنے درست ہیں۔

١٤٤٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ يُوْنُسَ الْأَيْلِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ أُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلٰى مِنًى قَالَ فَكِلَاهُمَا قَالَ لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ.

۱۴۴۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے عرفہ سے مزدلفہ تک پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ سے منیٰ تک اپنے پیچھے فضل رضی اللہ عنہ کو سوار کیا سو دونوں کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لبیک کہتے رہے یہاں تک کہ کنکر مارے جمرہ عقبہ کو۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوار ہو کر حج کے سب احکام ادا کرنے درست ہیں، وفيه المطابقة للترجمة.

بَابُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ وَالْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ.

محرم کپڑوں اور چادر اور تہ بندوں میں سے کیا کپڑا پہنے؟۔

**فائدہ:** پہلا باب مالا یلبس کے بیان میں تھا اور یہ مایلبس کے بیان میں ہے پس مغایرت ظاہر ہے۔

وَلَبِسَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا الثِّيَابَ الْمُعَصْفَرَةَ وَهِيَ مُحْرِمَةٌ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہنا اس حال میں کہ وہ محرم تھیں۔

**فائدہ:** یہی ہے مذہب جمہور علماء کا کہ کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہننا محرم کو درست ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں کفارہ ہے کہ وہ خوشبو ہے۔

وَقَالَتْ لَا تَلَثَّمْ وَلَا تَتَبَرْقَعْ وَلَا تَلْبَسْ ثَوْبًا بِوَرْسٍ وَلَا زَعْفَرَانٍ.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ محرم احرام کی حالت میں اپنی لبیں کپڑے سے نہ ڈھانکے اور اپنے منہ پر برقعہ نہ

ڈالے اور نہ پہنے اس کپڑے کو کہ اس کو ورس اور زعفران لگی ہو۔

وَقَالَ جَابِرٌ لَا أَرَى الْمُعَصْفَرَ طِيبًا.

اور جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں کسم کو خوشبو نہیں گمان کرتا یعنی جو کپڑا کسم سے رنگا ہوا ہو اس میں خوشبو نہیں۔

وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بَأْسًا بِالْحُلِيِّ وَالثَّوْبِ الْأَسْوَدِ وَالْمُوَرَّدِ وَالْخُفِّ لِلْمَرْأَةِ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ أَنْ يُبْدِلَ ثِيَابَهُ.

اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جائز ہے عورت کو پہننا زیور کا اور سیاہ کپڑے کا اور گلابی رنگ کپڑے کا اور موزے کا اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ محرم کو کپڑے بدلنے میں کچھ ڈر نہیں۔

١٤٤٤ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ وَلَبِسَ إِزَارَهُ وَرِدَاءَهُ هُوَ وَأَصْحَابُهُ فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ تُلْبَسُ إِلَّا الْمُزَعْفَرَةَ الَّتِي تَرْدَعُ عَلَى الْجِلْدِ فَأَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ هُوَ وَأَصْحَابُهُ وَقَلَّدَ بَدَنَتَهُ وَذَلِكَ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ فَقَدِمَ مَكَّةَ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ أَجْلِ بُدْنِهِ لِأَنَّهُ قَلَّدَهَا ثُمَّ نَزَلَ بِأَعْلَى مَكَّةَ عِنْدَ الْحَجُونِ وَهُوَ مُهِلٌّ بِالْحَجِّ وَلَمْ يَقْرَبِ

١٤٤٤۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے چلے بعد اس کے کہ کنگھی کی اور تیل لگایا اور اپنا تہ بند اور اپنی چادر پہنی آپ نے اور آپ کے اصحاب نے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چادروں اور تہ بندوں میں سے کسی کپڑے کے پہننے سے منع نہ کیا سوائے زعفرانی کپڑے کے کہ بدن پر خوشبو آلودہ ہو کہ اس کے پہننے سے منع کیا سو صبح کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں اور اپنی سواری پر سوار ہوئے یہاں تک کہ بیدا پر سیدھے ہوئے احرام باندھا آپ نے اور آپ کے اصحاب نے اور اونٹ کے گلے میں جوتیوں کا ہار ڈالا اور یہ افعال پانچ دنوں میں تھے کہ باقی تھے ذیقعدہ سے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں آئے چوتھی تاریخ ذی الحجہ کو سو آپ نے خانے کعبہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی اور حلال ہوئے واسطے ہدی ساتھ لانے کے اس واسطے کہ آپ نے اس کے گلے میں ہار ڈالا تھا یعنی اس واسطے کہ جو ہدی ساتھ لائے اس کو حلال ہونا درست نہیں یہاں تک کہ ہدی اپنے ذبح ہونے کی جگہ منیٰ میں پہنچے پھر مکے کی اونچی طرف میں اترے نزدیک حجون کے کہ ایک پہاڑ ہے مقابل عقبہ کے

الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتّٰى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يُقَصِّرُوا مِنْ رُؤُوسِهِمْ ثُمَّ يَحِلُّوا وَذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ بَدَنَةٌ قَلَّدَهَا وَمَنْ كَانَتْ مَعَهُ امْرَأَتُهُ فَهِيَ لَهُ حَلَالٌ وَالطِّيبُ وَالثِّيَابُ.

اور طواف کے بعد پھر خانہ کعبہ کے پاس نہ گئے یہاں تک کہ عرفات بھی پھرے اور حکم دیا حضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کو یہ کہ خانہ کعبہ کا طواف کریں اور صفا اور مروی کی سعی کریں پھر اپنے بال کتروائیں پھر حلال ہو جائیں یعنی عمرہ کر کے احرام کھول ڈالیں اور یہ حکم اس کو ہوا جو اپنے ساتھ ہدی نہ لایا تھا اور جس ساتھ عورت اپنی تھی اس کو اس سے جماع کرنا درست ہوا اور اسی طرح خوشبو اور ہر قسم کا کپڑا بھی اس کو درست ہوا۔

**فائدہ:** ابن منذر نے کہا کہ اجماع ہے سب علماء کا اس پر کہ جائز ہے محرم کو کھانا چربی اور گھی کا اور جائز ہے اس کو استعمال کرنا ان چیزوں کا اپنے تمام بند پر سوائے اپنی داڑھی اور سر کے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہے محرم کو پہننا ہر کپڑے کا چادروں اور تہ بندوں سے سوائے ممنوع کپڑوں کے جو اوپر گزر چکے ہیں، وفيه المطابقة للترجمة.

بَابُ مَنْ بَاتَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حَتّٰى أَصْبَحَ قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اگر کوئی ذوالحلیفہ میں رات کاٹے یہاں تک کہ صبح کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ یہ حضرت ﷺ سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے۔

**فائدہ:** یعنی جب کوئی مدینے سے مکہ کو جائے تو اس کو ذوالحلیفہ میں رات کاٹنے کا کیا حکم ہے؟ اور مراد اس باب سے یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے گھر سے سفر کو نکلے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ پہلی منزل اپنے شہر سے نزدیک اترے تا کہ جو چیز اس کو اپنی مہمات سے بھولی ہو اس کو اپنے گھر سے پھر کر لا سکے، انتہی۔ (فتح)

١٤٤٥ ـ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعًا وَبِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ بَاتَ حَتّٰى أَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَلَمَّا رَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَاسْتَوَتْ بِهِ أَهَلَّ.

١٤٤٥۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے مدینہ میں چار رکعتیں پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں پھر حضرت ﷺ نے ذوالحلیفہ میں رات کاٹی یہاں تک کہ صبح کی پھر جب سواری پر سوار ہوئے اور سواری آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوئی تو آپ نے لبیک کہی۔

**فائدہ:** مطابقت اس حدیث کی باب سے ظاہر ہے۔

١٤٤٦ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ

١٤٤٦۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ وَأَحْسِبُهُ بَاتَ بِهَا حَتّٰى أَصْبَحَ.

## بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْإِهْلَالِ.

## لبیک کے ساتھ آواز بلند کرنے کا بیان۔

١٤٤٧ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا.

١٤٤٧۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی نماز چار رکعتیں پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعتیں پڑھی یعنی نماز کو قصر کیا اور میں نے لوگوں کو سنا کہ حج اور عمرے دونوں کے ساتھ بلند آواز سے لبیک کہتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب ہے بلند کرنا آواز کا ساتھ لبیک کے اور یہی ہے قول جمہور کا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ جماعت کی مسجدوں میں بلند آواز سے لبیک نہ کہے اور مراد انس رضی اللہ عنہ کی اسے وہ لوگ ہیں جو قارن تھے یا تو زیع مراد ہے یعنی بعض حج کے ساتھ لبیک کہتے اور بعض عمرے کے ساتھ کہتے تھے (فتح) اور لبیک کہنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنت ہے اور یہی مذہب ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا اور بعض کہتے ہیں کہ واجب ہے اگر ترک کرے تو دم آتا ہے یہی محکی ہے ابن ابی ہریرہ سے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر فقط احرام کی نیت پر اکتفا کرے تو احرام درست نہیں ہوتا یہ قول ثوری اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے (فتح) اور احرام اس طور سے باندھے کہ دو رکعت احرام کے بعد دل میں احرام کی نیت کرے یعنی میں نے حج کا احرام باندھا اور حج شروع کیا اور زبان سے لبیک کہے تمام تک جیسے کہ ابھی آتا ہے پس جب کام کر چکے تو احرام میں داخل ہوا پھر ممنوعات سے بچے تا طواف زیارت تک جیسے کہ مذکور ہوا اور آئندہ مذکور ہوگا اور ابن دقیق نے ابن عبدالسلام سے نقل کیا ہے کہ بنا بر مذہب شافعی کے حقیقت احرام کی معرفت مشکل ہے اس واسطے کہ اگر کہا جائے کہ احرام نیت کا نام ہے تو کہا جائے گا کہ نیت تو حج میں شرط ہے اور احرام اس کا رکن ہے اور شرط چیز کی غیر اس کا ہوتی ہے اور اگر کہا جائے کہ احرام تلبیہ کا نام ہے تو کہا جائے گا کہ تلبیہ رکن نہیں اور احرام رکن ہے اور ظاہر یہ بات ہے کہ احرام نام ہے مجموعہ اس صفت کا کہ حاصل ہے تجرد اور تلبیہ اور مانند اس کی سے، انتہی۔ (فتح)۔

## بَابُ التَّلْبِيَةِ.

لبیک کہنے کا بیان۔

١٤٤٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ.

١۴۴٨۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ کی لبیک اس طور سے تھی کہ فرماتے تھے کہ بار بار حاضر ہوں تیری خدمت میں الٰہی حاضر ہوں تیری خدمت میں تیرا کوئی شریک نہیں میں خدمت میں حاضر ہوں بے شک حمد اور نعمت اور ملک تیرے ہی واسطے خاص ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔

١٤٤٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِيْ عَطِيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنِّيْ لَأَعْلَمُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّيْ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ تَابَعَهُ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ وَقَالَ شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ سَمِعْتُ خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِيْ عَطِيَّةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا.

١۴۴٩۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک میں جانتی ہوں کہ حضرت ﷺ کس طرح لبیک کہتے تھے فرماتے تھے کہ بار بار حاضر ہوں میں تیری خدمت میں الٰہی حاضر ہوں میں تیری خدمت میں تیرا کوئی شریک نہیں حاضر ہوں تیری خدمت میں بیشک حمد اور نعمت اور ملک تیرے ہی واسطے خاص ہے۔

**فائدہ:** اس ذکر کو تلبیہ کہتے ہیں جو احرام باندھنے کے وقت احرام کی نیت کے ساتھ زبان سے کہتے ہیں اور اجماع ہے سب مسلمانوں کا اس پر کہ اس میں کچھ اختلاف نہیں کہ اس سے کم نہ کرے لیکن اگر کوئی لفظ اس سے زیادہ کرے تو یہ درست ہے یہی قول ہے جمہور کا کہ اس سے زیادہ کرنا درست ہے اور یہی ہے قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ثوری اور اوزاعی اور محمد وغیرہ کا لیکن افضل یہ ہے کہ حضرت ﷺ کے تلبیہ سے کوئی لفظ زیادہ نہ کرے اور بعض مالکیہ سے محکی ہے کہ حضرت ﷺ کے تلبیہ سے زیادہ کرنا مکروہ ہے۔ (فتح)

## بَابُ التَّحْمِيْدِ وَالتَّسْبِيْحِ وَالتَّكْبِيْرِ قَبْلَ الْإِهْلَالِ عِنْدَ الرُّكُوْبِ عَلَى الدَّابَّةِ.

سواری پر سوار ہونے کے بعد تلبیہ سے پہلے الحمد للہ اور سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہنا۔

**فائدہ:** یعنی مستحب ہے کہ تلبیہ سے پہلے یہ کلمات کہے پھر تلبیہ کہے کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مراد اس سے رد کرنا ہے اس پر جو کہتا ہے کہ تلبیہ کہ بدلے سبحان اللہ وغیرہ کافی ہے اور وجہ رد کی یہ ہے کہ پہلے حضرت ﷺ نے

سبحان اللہ وغیرہ کہا پھر اس پر اکتفا نہ کیا یہاں تک کہ لبیک کہی اس سے معلوم ہوا کہ لبیک کے بدلے سبحان اللہ وغیرہ کا کہنا کافی نہیں اور ابن منذر نے کہا کہ اہل رائے کہتے ہیں کہ اگر احرام کی نیت سے سبحان اللہ وغیرہ کہے تو احرام درست ہے۔ (فتح)

١٤٥٠ ۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ مَعَهُ بِالْمَدِيْنَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ بَاتَ بِهَا حَتّٰى أَصْبَحَ ثُمَّ رَكِبَ حَتّٰى اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَآءِ حَمِدَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ وَكَبَّرَ ثُمَّ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهِمَا فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَ النَّاسَ فَحَلُّوْا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهَلُّوْا بِالْحَجِّ قَالَ وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهٖ قِيَامًا وَذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَعْضُهُمْ هٰذَا عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَنَسٍ.

١٤٥٠۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعتیں پڑھی اور ہم آپ کے ساتھ تھے اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں دو رکعتیں پڑھی پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں رات کاٹی یہاں تک کہ صبح کی پھر سوار ہوئے یہاں تک کہ آپ کی سواری آپ کو لے کر بیدا پر سیدھی کھڑی ہوئی تو آپ نے اللہ کی تعریف کی اور تسبیح کی اور تکبیر کہی پھر حج اور عمرہ کے ساتھ لبیک کہی اور لوگوں نے بھی ان کے ساتھ لبیک کہی سو جب ہم مکہ میں آئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا حلال ہونے کا پس حلال ہو گئے اور احرام سے باہر آئے یہاں تک کہ جب آٹھویں ذی الحجہ کی ہوئی تو حج کا احرام باندھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کیے اس حال میں کہ اونٹ کھڑے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دو دنبے سیاہ اور سفید ذبح کیے۔

**فائدہ**: بیدا نام ہے ایک میدان کا قریب ہے ذوالحلیفہ کے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلبیہ سے پہلے سبحان اللہ وغیرہ پڑھنا مستحب ہے، وفیه المطابقة للترجمة.

## بَابُ مَنْ أَهَلَّ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ.

جب سواری آدمی کو لے کر سیدھی کھڑی ہو تو اس وقت لبیک کہے۔

**فائدہ**: بعض کا مذہب یہی ہے کہ جب سواری اس کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جائے تو اس وقت لبیک کہے یہ قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

١٤٥١ ۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ

١٤٥١۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً.

نے لبیک کہی جب کہ آپ کی سواری آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوئی۔

بَابُ الْإِهْلَالِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَقَالَ أَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا صَلَّى بِالْغَدَاةِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَرُحِلَتْ ثُمَّ رَكِبَ فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا ثُمَّ يُلَبِّي حَتَّى يَبْلُغَ الْحَرَمَ ثُمَّ يُمْسِكُ حَتَّى إِذَا جَآءَ ذَا طُوًى بَاتَ بِهِ حَتَّى يُصْبِحَ فَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ اغْتَسَلَ وَزَعَمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذٰلِكَ تَابَعَهُ إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ فِي الْغُسْلِ.

لبیک کہنے کے وقت قبلے کی طرف منہ کرنے کا بیان' نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب ابن عمر رضی اللہ عنہما فجر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھتے تو سواری لانے کا حکم کرتے سو ان کی سواری لائی جاتی پھر اس پر سوار ہوتے سو جب وہ ان کو لے کر سیدھی کھڑی ہوتی تو کھڑے ہو کر قبلے کی طرف منہ کرتے پھر تلبیہ کہتے یہاں تک کہ مسجد حرام میں پہنچتے پھر تلبیہ سے چپ رہتے یعنی واسطے مشغول ہونے کے ساتھ طواف وغیرہ کے یہاں تک کہ جب ذی طویٰ میں پہنچتے کہ نام ہے ایک جگہ کا پاس مکہ کے تو اس میں رات کاٹے یہاں تک کہ صبح کرتے پھر صبح کی نماز کے بعد غسل کرتے اور کہتے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔

**فائدہ:** مراد تلبیہ کے ترک سے یہ ہے کہ طواف وغیرہ کے ساتھ مشغول ہوتے یا مراد یہ ہے کہ تکرار تلبیہ کا ترک کرتے اور اس کی مواظبت سے باز رہتے اور اس کے ساتھ بلند آواز نہ کرتے جیسے کہ ابتدائے احرام میں کیا جاتا ہے یہ مراد نہیں کہ مطلق تلبیہ ترک کر دیتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تلبیہ کہے تو اس وقت قبلے کی طرف منہ کرنے، وفيه المطابقة للترجمة.

١٤٥٢ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا أَرَادَ الْخُرُوْجَ إِلَى مَكَّةَ ادَّهَنَ بِدُهْنٍ لَيْسَ لَهُ رَآئِحَةٌ طَيِّبَةٌ ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّي ثُمَّ

۱۴۵۲۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ تھے ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ کی طرف نکلنے کا ارادہ کرتے یعنی مدینہ سے تو لگاتے جسم میں کچھ خوشبو ہوتی پھر ذوالحلیفہ کی مسجد میں آتے اور نماز پڑھتے پھر سوار ہوتے پھر جب آپ کی سواری آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوتی تو احرام باندھتے اور تلبیہ کہتے پھر کہا کہ میں

يَرْكَبُ وَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً أَحْرَمَ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

نے حضرت ﷺ کو دیکھا کہ اسی طرح کرتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جب تلبیہ کہے تو قبلے کی طرف منہ کرے اس واسطے کہ جو کوئی قبلے کی طرف متوجہ ہوا اس کو قبلے کی طرف منہ کرنا لازم ہے، وفيه المطابقة للترجمة اور نیز یہ دونوں حدیثیں ایک ہیں اور پہلی روایت میں ذکر استقبال قبلے کا موجود ہے۔

## بَابُ التَّلْبِيَةِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِيْ.

جب محرم پست میدان میں اترے تو تلبیہ کہے۔

١٤٥٣ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ أَنَّهُ قَالَ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ أَسْمَعْهُ وَلٰكِنَّهُ قَالَ أَمَّا مُوْسٰى كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذَ انْحَدَرَ فِي الْوَادِيْ يُلَبِّيْ.

۱۴۵۳۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہم ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے سو لوگوں نے دجال کا ذکر کیا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر کا لفظ لکھا ہوا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے یہ حدیث حضرت ﷺ سے نہیں سنی لیکن حضرت ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو تو گویا میں دیکھتا ہوں کہ جب میدان میں اترتے ہیں تو تلبیہ کہتے ہیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیچی اور پست جگہوں کے درمیان لبیک کہنی سنت ہے نبیوں کی سنتوں میں سے اور مؤکد ہے کہنا اس کا وقت نیچے اترنے کے جیسے کہ مؤکد ہے کہنا اس کا وقت چڑھنے کے بلند جگہ پر، وفيه المطابقة للترجمة اور یہ جو فرمایا کہ گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتا ہوں تو یہ محمول ہے حقیقت پر کہ واقعی ایسا ہوا اس واسطے کہ پیغمبر اللہ کے نزدیک زندہ ہیں پس اس حال میں ان کے حج کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں اور یا یہ کہ ان کے حالات جو دنیا میں تھے ان کی صورت آپ کو دکھائی گئی کہ کس طرح وہ حج کرتے تھے اور یا یہ کہ یہ حال آپ کو وحی سے معلوم ہوا یا خواب میں معلوم ہوا۔ (فتح)

## بَابٌ كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ

أَهَلَّ تَكَلَّمَ بِهِ وَاسْتَهْلَلْنَا وَأَهْلَلْنَا الْهِلَالَ كُلُّهُ مِنَ الظُّهُوْرِ وَاسْتَهَلَّ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ السَّحَابِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَهُوَ مِنَ اسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ.

حیض اور نفاس والی عورت کس طرح احرام باندھے، اور اھل کے معنی یہ ہیں کہ اس کے ساتھ کلام کی یہ سب الفاظ ایسے معنی پر دلالت کرتے ہیں کہ ان میں معنی ظاہر ہونے کے ہیں معنی ان کے یہ ہیں کہ ہم نے آواز بلند کی ساتھ چاند کے، اور اہل المطر کے معنی یہ ہیں کہ مینہ

بادل سے نکلا اور وہ آواز گرنے اس کے کا ہے زمین پر اور اس کو ظہور لازم ہے، اور وہ چیز کہ پکارا گیا ساتھ اس کے نام غیر اللہ کا، یہ قول ماخوذ ہے استھلال صبی سے کہ اس کے معنی چیخ مارنا لڑکے کا ہے وقت پیدا ہونے کے پیٹ ماں سے۔

١٤٥٤ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلَّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ هٰذِهٖ مَكَانَ عُمْرَتِكِ قَالَتْ فَطَافَ الَّذِيْنَ كَانُوْا أَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوْا ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا اٰخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِّنًى وَأَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ

١٤٥٤۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کو نکلے سو ہم نے عمرے کا احرام باندھا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ساتھ ہدی ہو تو وہ حج اور عمرے دونوں کے ساتھ تلبیہ کہے یعنی داخل کرے حج کو عمرے میں پس ہو جائے قارن پھر نہ حلال ہو یہاں تک کہ حلال ہو دونوں سے یعنی تمام کرے افعال حج اور عمرے کے یعنی تمام حج ادا کر کے حلال ہو سو میں مکے میں آئی اس حال میں کہ مجھ کو حیض ہوا سو میں نے خانے کعبہ کا طواف کیا او رنہ صفا مروہ کے درمیان سعی کی سو میں نے اس کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ مجھ کو حیض ہوا ہے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا سر کھول ڈال اور کنگی کر اور حج کا احرام باندھ اور عمرہ چھوڑ دے یعنی صفا مروہ کے درمیان سعی نہکر سو میں نے کیا جو آپ نے فرمایا سو جب ہم حج سے فارغ ہوئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا سو میں نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا سو فرمایا کہ یہ عمرہ بجائے تیرے اس عمرے کے ہے کہ تجھ سے فوت ہوا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جن لوگوں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کے درمیان سعی کی پھر حلال ہو گئے اور عمرے کا احرام کھول ڈالا پھر انہوں نے دوسرا طواف کیا بعد پھرنے کے منیٰ

فَإِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَاحِدًا.

سے یعنی طرف مکے کی اور یہ طواف حج کے لیے تھا کہ اس کو طواف الزیارۃ کہتے ہیں اور جن لوگوں نے حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھا تھا تو انہون نے صرف ایک ہی طواف کیا یعنی دن نحر کے کہ وہ طواف زیارۃ ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض والی عورت کو حج کا احرام باندھنا درست ہے اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض کی حالت میں حج کا احرام باندھنے کا حکم دیا اور یہی حکم ہے نفاس والی عورت کا، وفیه المطابقة للترجمة.

بَابُ مَنْ أَهَلَّ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس شخص کا بیان جس نے حضرت ﷺ کے زمانے میں حضرت ﷺ کی طرح احرام باندھا یعنی کہے اور نیت کرے کہ اگر حضرت ﷺ نے حج کا احرام باندھا ہے تو میں نے حج کا احرام باندھا اور اگر عمرے کا احرام باندھا ہے تو میں نے بھی عمرے کا احرام باندھا۔

**فائدہ:** یعنی اور حضرت ﷺ نے اس کو ثابت رکھا تو اس کا احرام مبہم طور سے درست ہے لیکن لازم آتا ہے اس سے جائز ہونا تعلیق احرام کا مگر اس شخص کے فعل پر کہ اس کو جانتا ہو اس پر مطلق احرام مبہم طور سے باندھنا کہ جو احرام فلاں کا وہی ہے میرا پس اس کو محرم جس کی طرف چاہے پھیرے خواہ حج کی طرف یا عمرہ کی طرف اس واسطے کہ حضرت ﷺ نے اس سے منع نہیں کیا اور یہی ہے قول جمہور کا اور مالکیہ کہتے ہیں کہ مبہم طور سے احرام باندھنا درست نہیں اور یہی قول ہے اہل کوفہ کا اور شاید کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ اب درست نہیں۔ (فتح الباری)

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یہ حدیث حضرت ﷺ سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے۔

١٤٥٥ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ عَطَآءٌ قَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ يُقِيْمَ عَلٰى إِحْرَامِهٖ وَذَكَرَ قَوْلَ سُرَاقَةَ وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

١٤٥٥۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اپنے احرام پر ٹھہرنے کا اور ذکر کیا جابر رضی اللہ عنہ نے قول سراقہ رضی اللہ عنہ کا۔ سو جب مکہ میں آئے تو ان کو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے علی! تو نے کس چیز کے ساتھ احرام باندھا ہے حج کے ساتھ یا عمرے کے ساتھ یا دونوں کے ساتھ؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ احرام باندھا میں نے

وَسَلَّمَ بِمَا أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ.

ساتھ اس چیز کے کہ احرام باندھا ساتھ اس کے حضرت ﷺ نے فرمایا پس ہدی کر اور احرام کی حالت میں ٹھہرا رہ جیسے کہ تو ہے۔

**فائدہ:** جب حضرت ﷺ نے احرام باندھا تو کسی کو یہ بات معلوم نہ تھی کہ حضرت ﷺ قارن ہیں یا مفرد حضرت علی رضی اللہ عنہ جب یمن سے آئے اور ان کے ساتھ ہدی تھی تو انہوں نے یہ نیت کی کہ میں نے حضرت ﷺ کے احرام کی طرح احرام باندھا' اور سراقہ کا قول یہ ہے کہ اس نے حج میں حضرت ﷺ سے پوچھا کہ یہ حکم قران کا اور حج کو عمرہ کرنے کا جس کے ساتھ ہدی نہ ہو اسی برس کے ساتھ خاص ہے یا واسطے ہمیشہ کے ابد الاباد تک فرمایا ہمیشہ کو یہی حکم ہے۔

١٤٥٦ ـ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ الْخَلَّالُ الْهُذَلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ سَمِعْتُ مَرْوَانَ الْأَصْفَرَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ قَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْلَا أَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ.

١٤٥٦۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ یمن سے حضرت ﷺ کے پاس آئے سو حضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ احرام باندھا ہے میں نے ساتھ اس چیز کے کہ احرام باندھا ہے ساتھ اس کے حضرت ﷺ نے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے ساتھ قربانی نہ ہوتی تو البتہ میں عمرہ کر کے حج کا احرام اتار ڈالتا اور احرام سے باہر آتا۔

١٤٥٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى قَوْمٍ بِالْيَمَنِ فَجِئْتُ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ قُلْتُ أَهْلَلْتُ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ هَدْيٍ قُلْتُ لَا فَأَمَرَنِي فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَمَرَنِي فَأَحْلَلْتُ فَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَوْمِي فَمَشَطَتْنِي أَوْ غَسَلَتْ رَأْسِي

١٤٥٧۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے مجھ کو اپنی قوم کی طرف یمن میں بھیجا سو میں یمن سے آیا اور حضرت ﷺ بطحاء (ایک جگہ کا نام ہے پاس مکے کے) میں تھے سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ کس چیز کے ساتھ احرام باندھا ہے؟ میں نے کہا کہ حضرت ﷺ کے احرام کی طرح احرام باندھا ہے فرمایا کیا تیرے ساتھ قربانی ہے؟ میں نے کہا نہیں سو حضرت ﷺ نے مجھ کو حکم دیا اور فرمایا عمرہ کرنے کا سو میں نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کے درمیان سعی کی پھر آپ نے مجھ کو حکم دیا احرام اتار ڈالنے کا سو میں نے احرام اتار ڈالا سو میں اپنی قوم کی ایک عورت

فَقَدِمَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ إِنْ نَأْخُذْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ قَالَ اللّٰهُ ﴿وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ وَإِنْ نَأْخُذْ بِسُنَّةِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى نَحَرَ الْهَدْیَ.

کے پاس آیا کہ وہ محرم تھی سو اس نے مجھ کو کنگی کی یا میرا سر دھویا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت میں مکے میں آئے اور کہا کہ اگر ہم قرآن کو لیں تو وہ ہم کو حکم کرتا ہے ساتھ تمام کرنے حج اور عمرے کے واسطے اللہ کے اللہ نے فرمایا کہ پورا کرو حج اور عمرہ واسطے اللہ کے اور اگر ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو لیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں حلال ہوئے یہاں تک کہ اپنی قربانی ذبح کی۔

**فائدہ:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غرض اس سے یہ ہے کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرہ کر کے احرام اتار ڈالنا منع ہے اس واسطے کہ اس میں حکم ہے تمام کرنے کا پس یہ مقتضی ہے اس کو کہ حج سے فارغ ہونے تک احرام باقی رہے اور حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حلال نہیں ہوئے یہاں تک کہ قربانی اپنی حلال ہونے کی جگہ منیٰ میں پہنچے لیکن جواب اس کا یہ ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اگر میرے ساتھ قربانی نہ ہوتی تو میں عمرہ کر کے احرام کھول دیتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کے ساتھ ہدی نہ ہو اس کو حلال ہونا درست ہے اور کہتے ہیں کہ مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ تھی کہ تمتع کرنا مکروہ ہے واسطے رغبت دلانے لوگوں کو افراد میں کہ وہ ان کے نزدیک افضل تھا یہ مراد نہیں کہ تمتع کرنا درست نہیں لیکن اب سب کا اجماع ہو چکا ہے اس پر کہ تمتع کرنا درست ہے بغیر کراہت کے اور اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے اس پر کہ مبہم طور سے احرام باندھنا درست ہے اور محرم اس کو جس کی طرف چاہے پھیر دے اور یہی قول ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور اہل حدیث کا اور محل اس کا یہ ہے کہ وہ وقت قابل ہو اس واسطے کہ حج غیر اشہر الحج میں منعقد نہیں ہوتا، انتہی ملخصا۔ (فتح) اور ان دونوں حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جائز ہے فسخ کرنا حج کا ساتھ عمرے کے یعنی اگر کسی نے حج کا احرام باندھا ہو اور ہدی ساتھ لایا ہو تو اس کو جائز ہے کہ حج کو عمرے کے ساتھ فسخ کرے یعنی حج کے احرام میں عمرے کی نیت کرے اور عمرہ کر کے احرام اتار دے اور یہی مذہب ہے امام احمد رحمہ اللہ اور ایک جماعت اہل ظاہر کا اور کہا امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور جماہیر علماء نے سلف اور خلف سے کہ یہ خاص صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے تھا اس برس میں واسطے رد کرنے اعتقاد اہل جاہلیت کے کہ حج کے مہینوں میں عمرے کو حرام جانتے تھے تو گویا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اعتقاد کو رد کر دیا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا درست ہے۔ (نووی)

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی

اس آیت کا بیان کہ حج کے کئی مہینے ہیں معلوم پھر جس نے لازم کر لیا فرض حج تو بے پردہ ہونا نہیں عورت سے نہ گناہ کرنا نہ جھگڑا کرنا حج میں' تجھ سے پوچھتے ہیں چاند

الْحَجِّ﴾ وَقَوْلِهِ ﴿يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحَجَّةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مِنَ السُّنَّةِ أَنْ لَّا يُحْرِمَ بِالْحَجِّ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَكَرِهَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ يُّحْرِمَ مِنْ خُرَاسَانَ أَوْ كَرْمَانَ.

کا نیا نکلنا تو کہہ یہ وقت ٹھہرے ہیں واسطے لوگوں کے اور واسطے حج کے' اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حج کے مہینے شوال ہے اور ذیقعدہ ہے اور دس دن ذی الحجہ کے ہیں' اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اسلام کے طریقہ سے یہ ہے کہ نہ احرام باندھے ساتھ حج کے مگر حج کے مہینوں میں' اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مکروہ رکھا یہ کہ احرام باندھے کوئی خراسان یا کرمان سے۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ اجماع ہے سب علماء کا اس پر کہ مراد ساتھ اشہر الحج کے تین مہینے ہیں اول ان کا شوال ہے لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ پورے تین مہینے ہیں یہی منقول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اور بعض کہتے ہیں کہ دو مہینے پورے ہیں اور تیسرے کا بعض ہے یہی قول باقی سب علماء کا ہے پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے ہیں کہ ذی الحجہ کی دس راتیں ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قربانی کا دن بھی ان میں داخل ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ قربانی کا دن ان میں داخل نہیں پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن عمر رضی اللہ عنہما اور جابر رضی اللہ عنہ وغیرہم اصحاب اور تابعین سے کہتے ہیں کہ حج کا احرام ان مہینوں میں ہونا شرط ہے اور نہیں درست ہے احرام حج کا مگر بیچ ان کے۔ (فتح) اور پہلے گزر چکا ہے کہ اجماع ہے سب علماء کا اس پر کہ حج کے احرام میں تقدم زمانے درست نہیں۔ (فتح)

١٤٥٨ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أَشْهُرِ الْحَجِّ وَلَيَالِي الْحَجِّ وَحُرُمِ الْحَجِّ فَنَزَلْنَا بِسَرِفَ قَالَتْ فَخَرَجَ إِلٰى أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مِّنْكُمْ مَّعَهُ هَدْيٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَّجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ

١٤٥٨۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نکلے ہم ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے مہینوں میں اور حج کی راتوں میں اور حج کے حالات میں یعنی اس کے ممنوعات میں سو ہم سرف میں اترے کہ نام ہے ایک جگہ کا دس میل مکہ سے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ نکلے سو فرمایا کہ جس کے ساتھ ہدی نہ ہو اور وہ دوست رکھے یہ کہ گردانے حج کو عمرہ تو چاہیے کہ کرے اور جس کے ساتھ قربانی ہو تو وہ حج کو عمرہ نہ کرے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا سو بعض اصحاب نے اس کو عمرہ گردانا اور بعض نے نہ گردانا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ

الْهَدْیُ فَلا قَالَتْ فَالْاٰخِذُ بِهَا وَالتَّارِكُ لَهَا مِنْ أَصْحَابِهٖ قَالَتْ فَأَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجَالٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ فَكَانُوْا أَهْلَ قُوَّةٍ وَكَانَ مَعَهُمُ الْهَدْیُ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الْعُمْرَةِ قَالَتْ فَدَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِیْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ يَا هَنْتَاهُ قُلْتُ سَمِعْتُ قَوْلَكَ لِأَصْحَابِكَ فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ قَالَ وَمَا شَأْنُكِ قُلْتُ لَا أُصَلِّیْ قَالَ فَلَا يَضُرُّكِ إِنَّمَا أَنْتِ امْرَأَةٌ مِّنْ بَنَاتِ اٰدَمَ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكِ مَا كَتَبَ عَلَيْهِنَّ فَكُوْنِیْ فِیْ حَجَّتِكِ فَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّرْزُقَكِيْهَا قَالَتْ فَخَرَجْنَا فِیْ حَجَّتِهٖ حَتّٰى قَدِمْنَا مِنًى فَطَهَرْتُ ثُمَّ خَرَجْتُ مِنْ مِّنًى فَأَفَضْتُ بِالْبَيْتِ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ مَعَهٗ فِی النَّفْرِ الْاٰخِرِ حَتّٰى نَزَلَ الْمُحَصَّبَ وَنَزَلْنَا مَعَهٗ فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِیْ بَكْرٍ فَقَالَ اخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ افْرُغَا ثُمَّ ائْتِيَا هَا هُنَا فَإِنِّیْ أَنْظُرُكُمَا حَتّٰى تَأْتِيَانِیْ قَالَتْ فَخَرَجْنَا حَتّٰى إِذَا فَرَغْتُ وَفَرَغْتُ مِنَ الطَّوَافِ ثُمَّ جِئْتُهٗ بِسَحَرَ فَقَالَ هَلْ فَرَغْتُمْ فَقُلْتُ نَعَمْ فَاٰذَنَ بِالرَّحِيْلِ فِیْ أَصْحَابِهٖ فَارْتَحَلَ النَّاسُ فَمَرَّ مُتَوَجِّهًا إِلَى الْمَدِيْنَةِ ضَيْرِ مِنْ ضَارَ يَضِيْرُ ضَيْرًا وَيُقَالُ ضَارَ يَضُوْرُ ضَوْرًا وَضَرَّ

کے بعض اصحاب پس قوی تھے کہ محرمات سے بچنے کی قوت رکھتے تھے سو وہ عمرے پر قادر نہ ہوئے کہ ان کے ساتھ قربانی تھی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور میں روتی تھی پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں روتی ہے اے سادی عورت!؟ میں نے کہا میں نے آپ کی بات سنی جو آپ نے اپنے اصحاب سے کہی سو میں عمرے سے منع کی گئی ہوں فرمایا کیاں حال ہے تیرا میں نے کہا میں نماز نہیں پڑھتی ہوں یعنی میں نماز سے رک گئی ہوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ کو یہ کچھ ضرر نہیں دیتا کہ آدم کی بیٹیوں میں سے تو بھی ایک عورت ہے جو چیز اللہ نے ان پر ٹھہرائی ہے سو تجھ پر لکھی یعنی اس میں کچھ اختیار نہیں پیدائشی بات ہے سو تو اپنے حج کے احرام پر قائم رہ اور ادا کر جو حاجی ادا کرتے ہیں یعنی سوائے طواف خانہ کعبہ کے کہ وہ حیض کی حالت میں درست نہیں عنقریب ہے کہ اللہ تجھ کو عمرہ نصیب کرے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا سو ہم حج ادا کرنے کے لیے عرفات کی طرف نکلے یہاں تک کہ منیٰ میں آئے سو میں حیض سے پاک ہوئی پھر میں نے منیٰ سے نکل کر خانہ کعبہ کا طواف کیا یعنی طواف زیارت پھر میں اخیر نفر میں یعنی تیرھویں کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ سے نکلی یہاں تک کہ ہم محصب میں کہ نام ہے ایک جگہ کا درمیان مکہ اور منیٰ کے اترے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ اپنی بہن کو حرم سے باہر لے جا پس چاہیے کہ عمرے کا احرام باندھے پھر عمرے سے فارغ ہو کر دونوں یہاں چلے آؤ کہ میں تمہارا منتظر ہوں یہاں تک کہ تم میرے پاس آؤ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم حرم سے باہر نکلے یہاں تک کہ جب ہم دونوں طواف سے فارغ ہوئے تو میں

يَضُرُّ ضَرًّا.

حضرت ﷺ کے پاس سحری کے وقت آئی حضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم فارغ ہو چکے ہو؟ میں نے کہا ہاں سوحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب میں کوچ کا حکم دیا سو لوگوں نے کوچ کیا سو حضرت ﷺ مدینے کی طرف روانہ ہوئے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یضیر کا لفظ باب ضار یضیر ضیرا سے ہے اور ضار یضور ضورًا بھی کہتے ہیں اور ضر یضر ضرا بھی کہا جاتا ہے یعنی باب تین وجہ سے آتا ہے اجوف یائی اور واوی اور مضاعف، نفر کہتے ہیں منیٰ سے پھرنے کو کہ حاجی گروہ گروہ ہو کر منیٰ سے پھرتے ہیں اور یہ دو بار ہوتا ہے ایک بارھویں ذی الحجہ کو اور ایک تیرھویں کو۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج کے مہینے ان کے نزدیک معلوم اور مشہور تھے اس واسطے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم حج کے مہینوں میں نکلے، وفيه المطابقة للترجمة.

## بَابُ التَّمَتُّعِ وَالْإِقْرَانِ وَالْإِفْرَادِ بِالْحَجِّ وَفَسْخِ الْحَجِّ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ.

تمتع اور قران اور افراد کا بیان اور حج کا فسخ کرنا اس کو جس کے ساتھ قربانی نہ ہو۔

**فائدہ:** حج کرنے والے تین قسم پر ہیں ایک تو متمتع ہے اور متمتع وہ ہے کہ حج کے مہینوں میں میقات سے اول عمرے کا احرام باندھے اور خانہ کعبہ کا طواف کرے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کرے پھر بال کترواکر حلال ہو جائے اور احرام کھول ڈالے اور مکہ میں بیٹھا رہے پھر آٹھویں تاریخ ذی الحجہ کو احرام حرم سے باندھ کر حج ادا کرے اور دوسرا قارن ہے اور قارن وہ ہے کہ حج اور عمرے دونوں کا اکٹھا احرام باندھے اور ایک احرام سے دونوں ادا کرے یا پہلے عمرے کا احرام باندھے پھر طواف سے پہلے حج کو اس میں داخل کرے یا اس کے بالعکس کرے لیکن ان دونوں میں اختلاف ہے اور تیسرا مفرد ہے اور مفرد وہ ہے کہ صرف حج کا احرام باندھے پھر عمرہ کرے فتح الباری میں لکھا ہے کہ سلف کے عرف میں قران کو بھی تمتع کہتے ہیں ابن عبدالبر نے کہا کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ آیت ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ﴾ میں بھی تمتع مراد ہے کہ حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کرے پھر حج کرے اور حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنا یہ بھی تمتع ہے اور قران میں یہ کہے لبيك بحج وعمرة یعنی حاضر ہوں میں تیری خدمت میں اے الہی! ساتھ حج اور عمرے کے اور اس کے جائز ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں اور افراد میں یہ کہے لبيك بحج اور فسخ حج کا یہ ہے کہ اول حج کا احرام باندھے پھر عمرہ کر کے احرام کھول ڈالے پس ہوگا تمتع اور اس کے جواز میں اختلاف ہے، انتہیٰ۔ (فتح)

١٤٥٩ ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرٰى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَّحِلَّ فَحَلَّ مَنْ لَّمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسُقْنَ فَأَحْلَلْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَحِضْتُ فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ وَأَرْجِعُ أَنَا بِحَجَّةٍ قَالَ وَمَا طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاذْهَبِيْ مَعَ أَخِيْكِ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَأَهِلِّيْ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ مَوْعِدُكِ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ صَفِيَّةُ مَا أُرَانِيْ إِلَّا حَابِسَتَهُمْ قَالَ عَقْرٰى حَلْقٰى أَوَ مَا طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ قُلْتُ بَلٰى قَالَ لَا بَأْسَ انْفِرِيْ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَلَقِيَنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِّنْ مَّكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِّنْهَا.

۱۴۵۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم حضرت ﷺ کے ساتھ حج کو نکلے اور نہ گمان کرتے تھے ہم مگر یہ کہ یہ حج کا احرام ہے سو جب ہم مکہ میں آئے تو ہم نے خانہ کعبہ کا طواف کیا سو حکم دیا حضرت ﷺ نے یہ کہ جو قربانی ساتھ نہ لایا ہو وہ عمرہ کر کے حج کا احرام کھول ڈالے سو جو قربانی ساتھ نہ لایا تھا اس نے احرام کھول ڈالا اور حضرت ﷺ کی بیویاں قربانی ساتھ نہ لائی تھیں سو انہوں نے عمرہ کر کے احرام کھول ڈالا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھ کو حیض ہوا سو میں نے خانہ کعبہ کا طواف نہ کیا سو جب محصب کی رات آئی جب کہ آپ محصب میں اترے تو میں نے کہا یا حضرت! لوگ حج اور عمرہ دونوں کر کے پھرے ہیں اور میں صرف حج کر کے پھری ہوں یعنی میرا عمرہ فوت ہوا فرمایا جب سے ہم مکہ میں آئے ہیں تو نے طواف نہیں کیا میں نے کہا نہیں' فرمایا تو اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم میں جا اور وہاں سے عمرے کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کر پھر جگہ وعدے تیرے کی فلانی فلانی ہے کہ وہاں مجھ کو آ ملنا' صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نہیں گمان کرتی اپنے آپ کو مگر کہ لوگوں کو روکنے والی ہوں یعنی اس واسطے کہ مجھ کو حیض آیا ہے اور میں نے طواف وداع نہیں کیا فرمایا کہ اللہ اس کو ہلاک اور زخمی کرے کیا تو نے طواف زیارت نہیں کیا؟ اس نے کہا کیوں نہیں فرمایا کچھ ڈر نہیں چل کہ طواف وداع حائضہ سے ساقط ہے' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھ کو حضرت ﷺ ملے اس حال میں کہ آپ مکہ سے چڑھنے والے تھے اور میں اس کی طرف اترنے والی تھی یا کہا کہ میں اس سے چڑھنے والی تھی اور آپ اترنے والے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہے فسخ کرنا حج کا ساتھ عمرے کے' وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور اس حدیث

سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور باقی سب اصحاب نے پہلے صرف حج کا احرام باندھا تھا لیکن دوسرے عروہ کی روایت میں آیا ہے کہ ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے دونوں کا اور بعض نے صرف حج کا سو پہلی روایت اس پر محمول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جاہلیت کا دستور بیان کیا کہ حج کے دنوں میں عمرہ جائز نہ رکھتے تھے پس نکلے اس حال میں کہ نہ پہچانتے تھے مگر صرف حج کو پھر حضرت ﷺ نے احرام کی وجہیں ان کو بتلائیں اور بیان فرمایا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا درست ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود پہلے صرف حج کا احرام باندھا تھا اسود کی حدیث اس پر محمول ہے پھر حج کو فسخ کر کے عمرے کا احرام باندھا پس متمتع ہوگئیں عروہ کی حدیث اس پر محمول ہے پھر جب ان کو حیض ہوا تو اس وجہ سے کعبے کا طواف نہ کرسکیں تو حج کا احرام باندھا حضرت ﷺ کے فرمانے سے کما سیاتی تو اس صورت میں قارن ہوئیں پھر حضرت ﷺ نے حج کے بعد ان کو تنعیم سے عمرہ کرنے کو فرمایا واسطے خوش کرنے دل ان کے کو کہ عمرے میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کعبے کا طواف نہ کیا تھا، واللہ اعلم ، **هذا ماتيسر لى من تلخيص ما فى فتح البارى.**

١٤٦٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِى الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَّمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ وَّمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَأَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لَمْ يَحِلُّوْا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ.

١٤٦٠۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں ہم حضرت ﷺ کے ساتھ نکلے سو ہم میں سے بعض نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھا تھا اور بعض نے صرف حج کا احرام باندھا تھا اور حضرت ﷺ نے حج کا احرام باندھا تھا سو جس نے صرف حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھا تھا سو نہ حلال ہوئے یہاں تک کہ قربانی کا دن ہوا۔

١٤٦١ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ شَهِدْتُّ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَعُثْمَانُ يَنْهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ وَأَنْ يُّجْمَعَ

١٤٦١۔ حضرت مروان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حاضر ہوا میں پاس عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے یعنی حج میں سو عثمان رضی اللہ عنہ تمتع سے منع کرتے تھے اور اس سے کہ حج اور عمرے دونوں کو جمع کیا جائے یعنی قران سے سو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس سے منع کرتے ہیں تو دونوں کا احرام

بَيْنَهُمَا فَلَمَّا رَاٰى عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ قَالَ مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ أَحَدٍ.

باندھا اور کہا لبیك بحجة و عمرة اور کہا کہ حضرت ﷺ کی سنت کسی کے کہنے سے نہ چھوڑوں گا۔

**فائدہ:** حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کو تمتع اور قران سے منع کرتے تھے لیکن ان کی یہ غرض نہیں تھی کہ تمتع اور قران مطلق درست نہیں بلکہ ان کی یہ غرض تھی کہ لوگ افراد کے ساتھ عمل کریں کہ وہ ان سے افضل ہے واسطے زیادہ ہونے ثواب کے سو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قران کیا اور دونوں کا اکٹھا احرام باندھا کہ دوسرا کوئی آدمی عثمان رضی اللہ عنہ کی نہی کو حرمت پر حمل نہ کرے اور یہ نہ سمجھ لے کہ تمتع اور قران بالکل درست نہیں سو اس کے جواز کو شائع کر دیا اور نسائی کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے تمتع کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو منع نہ کیا علی رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو نے نہیں سنا کہ حضرت ﷺ نے تمتع کیا' عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں سنا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے نہیں سے رجوع کیا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید لازم نہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ پر انکار نہ کیا اور یہ کہ عالم کے پاس جو علم ہو اس کو ظاہر کرے اور لوگوں میں پھیلا دے، انتہی۔ (فتح) اور اگر کوئی کہے کہ خلاف عثمان رضی اللہ عنہ کا تمتع میں تھا پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قران کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمتع بھی جائز ہو تو جواب اس کا یہ ہے کہ مراد متعہ سے عمرہ ہے اشہر الحج میں ہو یا اس سے پہلے ہو اور برابر ہے کہ حج کے ضمن میں ہو یا تنہا اور چونکہ متعہ میں ایک قسم کی تخفیف ہے جیسے کہ قران میں ہے تو دونوں کا حکم ایک ہے اور قران کا جواز اس کے جواز کو مستلزم ہے۔

١٤٦٢ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانُوْا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِيْ أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُوْرِ فِي الْأَرْضِ وَيَجْعَلُوْنَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا وَيَقُوْلُوْنَ إِذَا بَرَا الدَّبَرْ وَعَفَا الْأَثَرْ وَانْسَلَخَ صَفَرْ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صَبِيْحَةَ رَابِعَةٍ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً فَتَعَاظَمَ ذٰلِكَ عِنْدَهُمْ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

١٤٦٢۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جاہلیت والوں کا دستور تھا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو زمین میں بہت بڑا گناہ جانتے تھے اور محرم کو صفر گردانتے تھے یعنی صفر کو حرام کے مہینوں میں داخل کرتے تھے اور محرم کو حرام کے مہینوں سے خارج کرتے تھے تاکہ پے در پے حرام کے تین مہینے جمع نہ ہوں اور ایک دوسرے کی لوٹ سے یکبارگی باز نہ رہیں اور کہتے تھے کہ جب اونٹ کی پیٹھ اچھی ہوئی اور زخم کا اثر دور ہوا جو کہ راہ چلنے سے اونٹوں کی پیٹھ پر پڑ جاتا تھا اور صفر کا مہینہ کہ دراصل وہ محرم تھا تمام ہوا تو عمرہ کرنے والے کو عمرہ حلال ہوا سو حضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب چوتھی تاریخ ذی الحجہ کو مکہ

أَیُّ الْحِلِّ قَالَ حِلٌّ کُلُّهٗ.

میں آئے اس حال میں کہ حج کا احرام باندھے ہوئے تھے سو حکم دیا ان کو حضرت ﷺ نے یہ کہ گردانیں حج کو عمرہ یعنی عمرہ کر کے حج کا احرام اتار ڈالیں' اصحاب نے عرض کیا کہ یہ کونسا حلال ہونا ہے؟ یعنی احرام اتار ڈالنے سے ہم کو کون سی چیزیں درست ہوں گی فرمایا تمام چیزیں تم کو حلال ہو جائیں گی یہاں تک کہ عورتوں سے جماع کرنا بھی۔

**فائدہ:** حرام کے مہینے چار ہیں ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب ان چار مہینوں میں ایک دوسرے سے لڑنا حرام تھا پس جاہلیت کے وقت یعنی حضرت ﷺ کے زمانے سے پہلے کافروں کا دستور تھا کہ آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے تھے اور ایک دوسرے کو جبرا لوٹ لیتے تھے کوئی مسافر راہ چلنے نہ پاتا تھا آپس میں سخت کشت خون ہوتی تھی لیکن جب حرام کے مہینے آتے تو آپس میں ایک دوسرے کی مار دھاڑ سے باز رہتے تھے تمام ملک میں امن ہو جاتا تھا کوئی کسی سے چھیڑ چھاڑ نہ کرتا تھا کفار ان مہینوں حرام کی بڑی تعظیم کرتے تھے لیکن ان کی ضلالت تھی کہ جب محرم میں لڑنے کی ضرورت پڑتی تو اس کا نام صفر رکھ کر اس میں لڑتے تھے اور اس کی حرمت صفر پر ڈال دیتے تھے سو اللہ نے اس پر ان کی تضلیل کی اور فرمایا کہ کافر گمراہ ہیں کہ حرام کے مہینے کو تاخیر کر دیتے ہیں اور ایک ضلالت ان کی یہ تھی کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو بڑا گناہ جانتے تھے سو حضرت ﷺ نے ان کے اس اعتقاد کو باطل کیا اور بیان کیا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا درست ہے' اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ وجہ تعلق جواز عمرے کی ساتھ گزرنے صفر کے باوجودیکہ محرم اور صفر حج کے مہینوں میں سے نہیں یہ ہے کہ جب انہوں نے محرم کو صفر ٹھہرایا اور اکثر اوقات اپنے شہروں میں نہ ٹھہرتے اور نہیں اچھے ہوتے تھے اونٹ ان کے مگر نزدیک گزرنے اس کے تو انہوں نے اس کو اشہر حج کے ساتھ ملایا بطور تبعیت کے عمرے کے مہینوں میں سے پہلا مہینہ محرم کو گردانا جو کہ دراصل صفر تھا اور عمرہ ان کے نزدیک غیر اشہر الحج میں تھا، انتہی ملخصا۔

١٤٦٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَیْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهٗ بِالْحِلِّ.

۱۴۶۳۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں یمن سے حضرت ﷺ کے پاس آیا سو حکم دیا مجھ کو حضرت ﷺ نے ساتھ اتار ڈالنے احرام کے یعنی عمرہ کر کے احرام اتار ڈالوں۔

١٤٦٤ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ

۱۴۶۴۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا

مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوْا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ قَالَ إِنِّيْ لَبَّدْتُ رَأْسِيْ وَقَلَّدْتُ هَدْيِيْ فَلَا أَحِلُّ حَتّٰى أَنْحَرَ.

حضرت! کیا حال ہے لوگوں کا کہ عمرہ کر کے حلال ہو گئے ہیں اور آپ اپنے عمرے سے حلال نہیں ہوئے؟ فرمایا میں نے اپنا سر گوند وغیرہ سے جمایا ہے اور اپنی قربانی کے گلے میں ہار ڈالا ہے یعنی میں اپنے ساتھ قربانی لایا ہوں سو میں احرام نہ اتاروں گا یہاں تک کہ منیٰ میں قربانی ذبح کروں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کوئی ہدی ساتھ لایا ہو وہ عمرے کے ساتھ حلال نہیں ہوتا یہاں تک کہ تمام حج سے فارغ ہو اور قربانی ذبح کرے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا اور جاننا چاہیے کہ بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ مفرد تھے اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ متمتع تھے اور اکثر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ قارن تھے سو تطبیق ان روایتوں میں اس طور سے ہے کہ درحقیقت تو حضرت ﷺ قارن تھے یعنی پہلے صرف حج کا احرام باندھا تھا پھر عمرے کو حج پر داخل کیا یہ معنی نہیں کہ ابتدا ہی سے حضرت ﷺ نے دونوں کا احرام باندھا تھا اور احتمال ہے کہ حضرت ﷺ کبھی فقط لبیك بحجة کہتے ہوں اور کبھی بحجة وعمرة اور کبھی بعمرة سو جس نے جو سنا وہی یاد رکھا پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ثوری اور اسحاق بن راھویہ کا مذہب یہ ہے کہ قران افضل ہے افراد اور تمتع سے اور یہی ہے قول ایک جماعت اصحاب اور تابعین کا اور یہی قول مختار ہے نزدیک مزنی اور ابن منذر اور ابواسحاق کے اور ایک جماعت اصحاب اور تابعین وغیرہ کے نزدیک تمتع افضل ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تینوں برابر ہیں اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر قربانی ساتھ لایا ہو تو قران افضل ہے اور اگر قربانی ساتھ نہ لایا ہو تو تمتع افضل ہے اور جس کا یہ ارادہ ہو کہ میں پھر از سر نو اپنے وطن سے عمرے کا احرام باندھ کر عمرہ کروں گا تو اس کے واسطے افراد افضل ہے اور یہ قول زیادہ تر قریب ہے طرف انصاف کے اور زیادہ تر موافق ہے ساتھ حدیثوں کے اور بعض ان حدیثوں مختلفہ میں اس طور سے تطبیق دیتے ہیں کہ جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ حضرت ﷺ مفرد تھے قارن نہ تھے وہ حدیث محمول ہے اول حال پر کہ ابتدا میں آپ مفرد تھے قارن نہ تھے اور جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ آپ متمتع تھے تو مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت ﷺ نے تمتع کا حکم اپنے اصحاب کو دیا اور جس حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ﷺ قارن تھے تو وہ محمول ہے اخیر حال پر کہ اخیر میں آپ نے عمرے کو حج میں داخل کیا اور اسی پر ثابت رہے یہاں تک کہ حج سے فارغ ہوئے، شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ تطبیق سب سے معتبر ہے، انتہیٰ ملخصا۔ (فتح)

١٤٦٥ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا

۱۴۶۵۔ حضرت ابو جمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے تمتع

أَبُوْ جَمْرَةَ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ قَالَ تَمَتَّعْتُ فَنَهَانِيْ نَاسٌ فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَأَمَرَنِيْ فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَجُلًا يَقُوْلُ لِيْ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ وَعُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ أَقِمْ عِنْدِيْ فَأَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِّنْ مَّالِيْ قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ لِمَ فَقَالَ لِلرُّؤْيَا الَّتِيْ رَأَيْتُ.

کیا سو کچھ لوگوں نے مجھ کو اس سے منع کیا سو میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا سو حکم دیا مجھ کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تمتع کرنے کا سو میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک مرد مجھ کو کہتا ہے کہ تیرا حج مقبول ہے اور تیرا عمرہ بھی قبول ہے سو میں نے یہ خواب ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تمتع کرنا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میرے ساتھ قربانی نہ ہوتی تو میں عمرہ کر کے احرام کھول دیتا پھر کیوں قبول نہ ہو پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ کو کہا کہ تو میرے پاس ٹھہر جا اور میں تیرے واسطے اپنے مال میں کچھ حصہ مقرر کر دوں گا شعبہ نے کہا پس ابو جمرہ نے کہا کہ کیوں ابن عباس تمہارے واسطے اپنے مال سے حصہ مقرر کرتے تھے؟ سو کہا ابو جمرہ نے واسطے اس خواب کے کہ میں نے دیکھی او رموافق سنت کے پڑی۔

١٤٦٦ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ شِهَابٍ قَالَ قَدِمْتُ مُتَمَتِّعًا مَّكَّةَ بِعُمْرَةٍ فَدَخَلْنَا قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَقَالَ لِيْ أُنَاسٌ مِّنْ أَهْلِ مَكَّةَ تَصِيْرُ الْآنَ حَجَّتُكَ مَكِّيَّةً فَدَخَلْتُ عَلٰى عَطَآءٍ أَسْتَفْتِيْهِ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ حَجَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ وَقَدْ أَهَلُّوْا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا فَقَالَ لَهُمْ أَحِلُّوْا مِنْ إِحْرَامِكُمْ بِطَوَافِ الْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصِّرُوْا ثُمَّ أَقِيْمُوْا حَلَالًا حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَأَهِلُّوْا بِالْحَجِّ وَاجْعَلُوا الَّتِيْ

١٤٦٦۔ حضرت ابو شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آٹھویں تاریخ سے تین دن پہلے مکہ میں آیا اس حال میں کہ میں متمتع تھا تو مجھ کو بعض لوگوں نے کہا کہ اب تیرا حج کیا ہو گا؟ یعنی اس میں کم ثواب ہو گا کہ تو نے تمتع کیا اب تو حج کا احرام مکے سے باندھے گا تو میں یہ مسئلہ پوچھنے کے لیے عطاء کے پاس گیا سو عطاء نے کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے جابر رضی اللہ عنہ نے کہ اسنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا جس دن قربانی ساتھ لی اور اصحاب نے صرف حج کا احرام باندھا تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ کعبے کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر کے احرام اتار ڈالو اور اپنے بال کترواؤ پھر حلال ہو کر مکہ میں ٹھہرے رہو یہاں تک کہ جب آٹھویں ذی الحجہ کا دن ہو تو حج کا احرام باندھ لو اور جس کے ساتھ تم آئے ہو یعنی حج مفرد جس کا تم

قَدِمْتُمْ بِهَا مُتْعَةً فَقَالُوْا كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتْعَةً وَقَدْ سَمَّيْنَا الْحَجَّ فَقَالَ افْعَلُوْا مَا أَمَرْتُكُمْ فَلَوْلَا أَنِّيْ سُقْتُ الْهَدْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِيْ أَمَرْتُكُمْ وَلٰكِنْ لَّا يَحِلُّ مِنِّيْ حَرَامٌ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ فَفَعَلُوْا قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ أَبُوْ شِهَابٍ لَيْسَ لَهٗ مُسْنَدٌ إِلَّا هٰذَا.

نے احرام باندھا ہے اس کو متعہ گردانو یعنی عمرہ کر کے احرام اتار ڈالنا اصحاب نے کہا کہ ہم اس کو کس طرح متعہ کر ڈالیں حالانکہ ہم نے اس کا نام حج رکھا اور حج کی نیت سے احرام باندھا یعنی یہ کس طرح درست ہو گا حضرت ﷺ نے فرمایا جیسے میں نے تم کو حکم دیا سو کرو اگر میں اپنے ساتھ قربانی نہ لایا ہوتا تو البتہ کرتا مانند اس کی کہ حکم دیا ہے تم کو لیکن مجھ کو کوئی چیز حلال نہیں ہو گی یعنی جو کہ بہ سبب احرام کے حرام ہوئی ہے یہاں تک کہ قربانی اپنے حلال ہونے کی جگہ منیٰ میں پہنچے پس انہوں نے یوں ہی کیا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے عمرے کا احرام باندھا ہو اور قربانی ساتھ لایا ہو تو وہ حلال نہیں ہوتا یہاں تک کہ قربانی ذبح کرے منیٰ میں، اور شافعیہ اور مالکیہ اس کے مخالف ہیں۔

١٤٦٧ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَعْوَرُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَّعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَهُمَا بِعُسْفَانَ فِي الْمُتْعَةِ فَقَالَ عَلِيٌّ مَا تُرِيْدُ إِلَّا أَنْ تَنْهٰى عَنْ أَمْرٍ فَعَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا جَمِيْعًا.

١٤٦٧۔ حضرت سعید بن میسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ تمتع میں جھگڑے اور وہ دونوں عسفان میں تھے کہ نام ہے ایک جگہ کا چھتیس میل مکہ سے سو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو ایسے فعل سے کیوں منع کرتا ہے جس کو حضرت ﷺ نے کیا پس کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہ چھوڑ مجھ کو اپنے آپ سے یعنی مجھ سے جھگڑا نہ کرو سو جب کہ علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ یہی بات حق ہے تو حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھا۔

**فائدہ:** مراد حضرت ﷺ کے کرنے سے یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کو اس کے کرنے کا حکم دیا اور باقی بیان اس کا اوپر مذکور ہو چکا ہے فارجع الیہ اور اس باب کی حدیثوں سے ترجمہ کے سب مسئلے ثابت ہوتے ہیں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے تو فسخ اور افراد معلوم ہوتا ہے اور حضرت ﷺ کی حدیث سے تمتع اور قران معلوم سمجھا جاتا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے بھی فسخ سمجھا جاتا ہے اور اسی طرح ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی فسخ معلوم ہوتا ہے اور حفصہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی حج اور عمرے کے ساتھ تمتع کرے اور قربانی ساتھ لایا ہو تو وہ احرام سے حلال نہیں ہوتا یہاں تک کہ منیٰ میں قربانی ذبح کرے اور اسی طرح جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اسی پر دلالت

کرتی ہے اور اسی طرح دوسری حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سے معلوم ہوتا ہے کہ تمتع جائز ہے اور اسی طرح جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی، وفيه المطابقة للترجمة۔ (فتح)

بَابُ مَنْ لَبّٰى بِالْحَجِّ وَسَمَّاهُ.

اگر کوئی صرف حج کا تلبیہ کہے اور اس کا نام لے یعنی حج کا تو اس کا کیا حکم ہے؟۔

١٤٦٨ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقُوْلُ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً.

۱۴۶۸۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کو آئے اور ہم صرف حج کا تلبیہ کہتے کہ لبیک بالحج یعنی ہم نے صرف حج کا احرام باندھا ہوا تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا اس کے فسخ کرنے کا سو ہم نے عمرہ کر کے حج کا احرام اتار ڈالا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہے فسخ کرنا حج کا ساتھ عمرے کے کہ عمرہ کر کے حج کا احرام اتار ڈالے اور یہی قول ہے امام احمد رحمہ اللہ اور ایک جماعت کا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

بَابُ التَّمَتُّعِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تمتع کرنے کا بیان۔

**فائدہ:** اس باب میں اشارہ ہے اس طرف کہ اس مسئلے میں اختلاف ہے اگرچہ بعد کو جواز پر امر قرار پایا۔ (فتح)

١٤٦٩ ـ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُطَرِّفٌ عَنْ عِمْرَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ تَمَتَّعْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ الْقُرْاٰنُ قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَآءَ.

۱۴۶۹۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تمتع کیا اور اس کے جواز کے ساتھ قرآن اترا یعنی ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ﴾ الْاٰيَةَ اور ایک مرد یعنی عمر رضی اللہ عنہ نے جو اپنی رائے سے چاہا کہا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمتع کرنا درست ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں نے تمتع کیا، وفيه المطابقة للترجمة لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمتع سے منع کرتے تھے تا کہ لوگ افراد پر عمل کریں کہ افراد ان کے نزدیک افضل تھا ان کی یہ غرض نہیں تھی کہ تمتع کرنا جائز نہیں بلکہ درحقیقت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس کو جائز رکھتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے بھی موافق عمر رضی اللہ عنہ کے تھی پس تمتع کے اصل جواز میں کسی کو اختلاف نہیں اور اس حدیث میں رد ہے

ان لوگوں پر جو کہتے ہیں کہ جس متعہ سے عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ منع کرتے تھے وہ فسخ کرنا حج کا ہے ساتھ عمرے کے اس لیے کہ اس کے بعض طریقوں میں صریح آچکا ہے کہ وہ متعہ حج کا تھا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جائز ہے فسخ کرنا قران کا ساتھ قرآن کے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں اور یہ کہ جائز ہے فسخ کرنا اس کا ساتھ حدیث کے وفیہ اختلاف اور وجہ دلالت کی اس حدیث سے اس طور پر ہے کہ راوی نے کہا کہ آپ نے متعہ سے منع نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منع کرتے تو منع ہو جاتا اور یہی معنی نسخ کا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اجماع ناسخ نہیں ہوسکتا کہ راوی سے وجوہ منع کی آیت اور حدیث میں حصر کریں اور یہ کہ جائز ہے انکار بعض مجتہدین کا بعض پر ساتھ نص کے اور یہ کہ اصحاب بعض احکام میں اجتہاد کرتے تھے۔ (فتح)

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾.

اس آیت کی تفسیر کا بیان کہ یہ حکم قربانی یا دس روزوں کا ہے اس کے ہے جس کے گھر والے نہ رہتے ہوں مسجد حرام کے پاس۔

**فائدہ:** یعنی حج اور عمرے کے ساتھ تمتع کرنے والے پر اس وقت قربانی آتی کہ مکہ میں نہ رہتا ہو اس واسطے کہ مکے کے رہنے والوں پر قربانی نہیں۔

وَقَالَ أَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْشَرٍ الْبَرَّآءُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ فَقَالَ أَهَلَّ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ وَأَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأَهْلَلْنَا فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْا إِهْلَالَكُمْ بِالْحَجِّ عُمْرَةً إِلَّا مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَتَيْنَا النِّسَآءَ وَلَبِسْنَا الثِّيَابَ وَقَالَ مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ فَإِنَّهٗ لَا يَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تمتع کا حکم پوچھا کہ درست ہے یا نہیں سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حجۃ الوداع میں مہاجرین اور انصار اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے حج کا احرام باندھا اور ہم نے بھی حج کا احرام باندھا سو جب ہم مکے کے قریب پہنچے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے حج کے احرام کو عمرہ کر ڈالو مگر جو قربانی ساتھ لایا ہو وہ احرام نہ کھولے سو ہم نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کے درمیان سعی کی اور پھر ہم نے احرام اتارا اور عورتوں سے صحبت کی اور جدید کپڑے پہنے اور فرمایا کہ جس نے ہدی کے گلے میں ہار ڈالا ہو اس کو احرام کھولنا درست نہیں یہاں تک کہ قربانی اپنے حلال ہونے کی جگہ منیٰ میں پہنچ کر ذبح ہو جائے پھر آٹھویں ذی الحجہ کی ظہر کے بعد

ثُمَّ أَمَرَنَا عَشِيَّةَ التَّرْوِيَةِ أَنْ نُهِلَّ بِالْحَجِّ فَإِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمَنَاسِكِ جِئْنَا فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا وَعَلَيْنَا الْهَدْيُ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ﴾ إِلٰى أَمْصَارِكُمْ الشَّاةُ تَجْزِيْ فَجَمَعُوْا نُسُكَيْنِ فِيْ عَامٍ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْزَلَهٗ فِيْ كِتَابِهٖ وَسَنَّهٗ نَبِيُّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَاحَهٗ لِلنَّاسِ غَيْرَ أَهْلِ مَكَّةَ قَالَ اللّٰهُ ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ وَأَشْهُرُ الْحَجِّ الَّتِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهٖ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحَجَّةِ فَمَنْ تَمَتَّعَ فِيْ هٰذِهِ الْأَشْهُرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ أَوْ صَوْمٌ وَالرَّفَثُ الْجِمَاعُ وَالْفُسُوْقُ الْمَعَاصِيْ وَالْجِدَالُ الْمِرَآءُ.

حضرت ﷺ نے ہم کو حج کے احرام باندھنے کا حکم دیا سو جب ہم حج کے افعال سے فارغ ہوئے تو آئے سو ہم نے کعبہ کا طواف کیا او رصفا اور مروہ کے درمیان دوڑے سو ہمارا حج تمام ہوا اور واجب ہوئی ہم پر قربانی ذبح کرنی جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو جو میسر ہو قربانی کرے پھر جس کو میسر نہ ہو تو تین روزے رکھے حج کے دنوں میں اور سات روزے جب پھر کر جاؤ طرف اپنے شہروں کے اور بکری کی قربانی کافی ہے سو لوگوں نے ایک سال میں دو عبادتیں جمع کیں یعنی حج اور عمرہ دونوں ساتھ ہی ادا کیے پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کا حکم اتارا اور حضرت ﷺ نے اس کو مشروع اور مباح کیا سوائے مکے والوں کے اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم اس کو ہے جس کے گھر والے نہ رہتے ہوں پاس مسجد حرام کے اور حج کے مہینے جن کو اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا شوال ہے اور ذی قعدہ اور ذی الحجہ سو جو کوئی ان مہینوں میں تمتع کرے تو واجب ہوتا ہے دم یعنی ذبح کرنا جانور کا یا روزہ اور رفث کی معنی ہیں عورت سے جماع کرنا اور فسوق کے معنی ہیں گناہ کرنا اور جدال کے معنی لڑائی ہیں۔

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ حاضری المسجد کے معنی میں سلف کو اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے فقط اہل مکہ ہیں یہ قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اسی کو ترجیح دی ہے طحاوی نے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے اہل حرام ہیں یہ قول طاؤس اور ایک جماعت کا ہے اور یہی ظاہر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جو احرام باندھنے کی جگہوں سے اندر رہتے ہوں وہ مراد ہیں یہ قول مکحول کا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قدیم قول بھی یہی ہے اور جدید قول یہ ہے کہ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو مسافت قصر سے اندر رہتے ہوں اور یہی قول ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مراد اس سے اہل مکہ ومن حولھا ہیں سوائے اہل مناہل اور سوائے اہل منیٰ اور عرفہ کے اور یہ جو کہا کہ آٹھویں ذی

الحجہ کو ظہر کے بعد حج کا احرام باندھیں سو اس میں رد ہے حنفیہ پر کہ ان کے نزدیک مستحب ہے مقدم کرنا آٹھویں پر اور شافعیہ کے نزدیک خاص ہے استحباب اس کا ساتھ دن ترویہ کے بعد زوال کے اور یہ جو فرمایا کہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے تو مراد اس سے یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں بعد احرام کے پہلے دن نحر کے تین روزے رکھے اور اخیر دن اس کا عرفہ ہے یعنی ساتویں آٹھویں نویں کو رکھے اور اگر ان دنوں میں نہ رکھے تو دن نحر کے بعد تشریق کے تین دنوں میں رکھے یعنی گیارھویں بارھویں تیرھویں یہ قول زہری اور اوزاعی اور مالک کا ہے اور قدیم قول امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی ہے اور جدید قول یہ ہے کہ نہ رکھے کہ تشریق کے دنوں میں روزہ رکھنا منع ہے اور سات دن جب کہ پھرے طرف اہل اپنے کی یعنی فارغ ہو افعال حج سے اگرچہ مکہ میں ہو اور حنفیہ کے نزدیک اہل مکہ کا متعہ نہیں پس نہ ان پر قربانی ہے اور نہ روزے بعض کہتے ہیں کہ اہل مکہ کو تمتع کرنا درست ہے لیکن ان پر فدیہ نہیں اور جو کوئی غیر اشہر الحج میں عمرہ کرے اس کو متمتع نہیں کہا جاتا اور نہ اس پر دم آتا ہے اور اسی طرح مکہ والے کو بھی جمہور کے نزدیک متمتع نہیں کہا جاتا اور بعض کہتے ہیں کہ جو کوئی حج کے مہینوں میں عمرہ کرے پھر اپنے شہر کی طرف پھر جائے اور وہاں سے پھر آ کر حج کرے یہ قول حسن بصری کا ہے اور یہ مبنی ہے اس بات پر کہ تمتع جمع ہونا حج اور عمرے کا ہے حج کے مہینوں میں لیکن جمہور کے نزدیک تمتع یہ ہے کہ حاجی حج اور عمرے دونوں کو ایک سفر میں جمع کرے حج کے مہینوں میں ایک سال اور یہ کہ عمرہ حج سے پہلے کرے اور یہ کہ مکہ میں رہنے والا نہ ہو اور اگر ان شرطوں میں سے ایک شرط بھی موجود نہ ہو تو وہ تمتع نہیں، انتہی ملخصا۔ (فتح)

## بَابُ الْاِغْتِسَالِ عِنْدَ دُخُوْلِ مَكَّةَ. جب کوئی احرام باندھ کر مکہ میں آئے تو غسل کرے۔

**فائدہ:** ابن منذر نے کہا کہ مکہ میں داخل ہونے کے وقت نہانا سب علماء کے نزدیک مستحب ہے اور اس کے ترک کر فدیہ نہیں اور اکثر کہتے ہیں کہ اس کے بدلے وضو بھی کافی ہے اور شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر غسل سے عاجز ہو تو تیمم کر لے، انتہی۔ (فتح)

١٤٧٠ - حَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ أَخْبَرَنَا أَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا دَخَلَ أَدْنَى الْحَرَمِ أَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ ثُمَّ يَبِيْتُ بِذِيْ طِوًى ثُمَّ يُصَلِّيْ بِهِ الصُّبْحَ وَيَغْتَسِلُ وَيُحَدِّثُ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

١٤٧٠۔ حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ تھے ابن عمر رضی اللہ عنہما جب داخل ہوتے نزدیک زمین حرم کے تو لبیک کہنے سے باز رہتے پھر مقام ذی طویٰ میں رات کاٹتے پھر اس میں صبح کی نماز پڑھتے اور غسل کرتے اور حدیث بیان کرتے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فعل کرتے یعنی غسل کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ میں داخل ہونے کے وقت غسل کرنا مستحب ہے، وفیه المطابقة للترجمة اور ذی طویٰ ایک جگہ کا نام ہے قریب مکہ کے اندر حرم کے۔

بَابُ دُخُوْلِ مَكَّةَ نَهَارًا أَوْ لَيْلًا.

دن کو یا رات کو مکے میں داخل ہونے کا بیان۔

١٤٧١ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِيْ طُوًى حَتّٰى أَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهٗ.

١٤٧١۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی طویٰ میں رات کاٹی یہاں تک کہ صبح کی پھر مکہ میں داخل ہوئے یعنی بعد نماز فجر کے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہ فعل کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب ہے داخل ہونا مکہ میں دن کو، وفیه المطابقة للترجمة اور رات کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کبھی داخل نہیں ہوئے مگر عمرہ جعرانہ میں کہ اس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو مکہ میں داخل ہوئے اور پھر رات ہی میں پلٹ گئے اور نخعی نے کہا کہ لوگ مستحب رکھتے تھے یہ کہ مکہ میں دن کو داخل ہوں اور رات کو نکلیں، انتہیٰ۔ (فتح)

بَابُ مِنْ أَيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ.

کس راہ سے مکہ میں داخل ہو؟۔

١٤٧٢ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى.

١٤٧٢۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوتے مکہ میں اونچے ثنیہ یعنی پہاڑی کی طرف سے کہ بطحاء میں ہے اور نکلتے نیچے ثنیہ کی طرف سے کہ مکہ سے نیچے ہے۔

بَابُ مِنْ أَيْنَ يَخْرُجُ مِنْ مَّكَّةَ.

مکہ سے کس راہ سے نکل کر اپنے وطن کو جائے؟

١٤٧٣ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ مِنْ كَدَآءٍ مِّنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا الَّتِيْ بِالْبَطْحَآءِ وَخَرَجَ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى قَالَ

١٤٧٣۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے کدا یعنی اونچے ثنیہ کی طرف سے جو بطحاء میں ہے اور نیچے ثنیہ کی طرف سے باہر نکلے یعنی ایک راہ سے آتے اور دوسری راہ سے کہ اس کے مقابل ہے جاتے۔

أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ يُقَالُ هُوَ مُسَدَّدٌ كَاسْمِهِ.

١٤٧٤ ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَآءَ إِلٰى مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ أَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا.

۱۴۷۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے تو بلندی کی طرف سے اس میں داخل ہوئے کہ اس طرف ذی طویٰ اور مقبرہ معلٰی ہے اور اس کے نیچے کی طرف سے نکلے۔

١٤٧٥ ـ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَآءٍ وَخَرَجَ مِنْ كُدًا مِّنْ أَعْلٰى مَكَّةَ.

۱۴۷۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں کدا کی طرف سے داخل ہوئے کہ ایک پہاڑ ہے نزدیک مکہ کے اور نکلے کدی اونچی طرف مکہ کی سے۔

**فائدہ:** یہ حدیث ظاہر میں پہلی حدیثوں کے مخالف ہے لیکن کرمانی نے کہا کہ یہ فتح مکہ کا ذکر ہے اور پہلی حدیثوں میں حجۃ الوداع کا ذکر ہے، واللہ اعلم۔

١٤٧٦ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَآءٍ مِنْ أَعْلٰى مَكَّةَ قَالَ هِشَامٌ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ عَلٰى كِلْتَيْهِمَا مِنْ كَدَآءٍ وَّكُدًا وَأَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَآءٍ وَكَانَتْ أَقْرَبَهُمَا إِلٰى مَنْزِلِهِ.

۱۴۷۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں کدا سے اونچی طرف سے داخل ہوئے ہشام نے کہا کہ عروہ دونوں طرف سے داخل ہوتے تھے کدا سے بھی اور کدی سے بھی اور اکثر اوقات کدی سے یعنی داخل ہوتے تھے اور وہ ان کے گھر کی طرف سے نزدیک تھا۔

١٤٧٧ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ دَخَلَ

۱۴۷۷۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کدا سے اونچی طرف سے داخل ہوئے اور عروہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَآءٍ مِّنْ أَعْلٰى مَكَّةَ وَكَانَ عُرْوَةُ أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَآءٍ وَكَانَ أَقْرَبَهُمَا إِلٰى مَنْزِلِهِ.

اکثر اوقات کدا کی طرف سے داخل ہوتے تھے اور وہ ان کے گھر کے بہت نزدیک تھا۔

١٤٧٨ ـ حَدَّثَنَا مُوسٰى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَآءٍ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَيْهِمَا وَكَانَ أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَآءٍ أَقْرَبِهِمَا إِلٰى مَنْزِلِهِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَدَآءٌ وَكُدًا مَوْضِعَانِ.

١٤٧٨۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ میں کدا کی طرف سے داخل ہوئے اور عروہ دونوں طرف سے داخل ہوتے تھے لیکن اکثر اوقات کدی کی طرف سے داخل ہوتے تھے کہ وہ ان کے گھر کے قریب تھا' امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ کدا اور کدی دو جگہوں کا نام ہے کہ پاس ہیں مکہ کے۔

## بَابُ فَضْلِ مَكَّةَ وَبُنْيَانِهَا.

## مکہ کی فضیلت اور اس کے بنانے کا بیان۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَّاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى وَّعَهِدْنَا إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيْلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾.

اور اس آیت کا بیان اور جب ٹھہرایا ہم نے یہ گھر کعبہ جمع ہونے لوگوں کے اور پناہ اور کر رکھو جہاں کھڑا ہوا ابراہیم علیہ السلام نماز کی جگہ اور کہہ دیا ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کو پاک کر رکھو گھر میرا واسطے طواف کرنے والوں کے اور اعتکاف کرنے والوں کے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اے رب! کر اس کو شہر امن کا اور روزی دے اس کے لوگوں کو میوے جو کوئی ان میں سے یقین لائے اللہ پر اور پچھلے دن پر فرمایا اور جو کوئی منکر ہے اس کو بھی فائدہ دوں گا تھوڑے دنوں پھر اس کو قید کر بلاؤں گا دوزخ کے عذاب میں اور بری جگہ پہنچ ہے اور جب اٹھانے لگا ابراہیم علیہ السلام بنیادیں اس گھر کی اور اسماعیل علیہ السلام اے رب ہمارے قبول کر ہم سے تو ہی ہے اصل سنتا جانتا، اے رب ہمارے! اور کر ہم کو حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد میں بھی ایک امت حکم بردار اپنی اور دکھا ہم کو دستور

حج کرنے کے اور ہم کو معاف کر تو ہی ہے اصل معاف کرنے والا مہربان۔

**فائدہ:** امن اور پناہ سے مراد یہ ہے کہ اس میں کسی کو لڑنا درست نہیں اور مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کا نشان ہے وہاں نماز پڑھنی مستحب ہے کہ وہاں سے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ امر استحبابی ہے اس آیت سے مکہ کی بنیاد کا حال معلوم نہیں ہوا لیکن کعبہ کی بنیاد اس کی بنیاد کا سبب ہے پس ضمناً اس کے بنانے کا حال بھی معلوم ہوتا ہے، **وفیه المطابقة للترجمة و كذا الحال فی مطابقة احادیث الباب** اور اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے اس پر کہ خانہ کعبہ کے اندر ہر نماز پڑھنی درست ہے فرض ہو یا نفل اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فرض درست نہیں اور جب ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی کہ ہم کو حج کے دستور دکھا تو جبرائیل علیہ السلام اترے اور ان کو طواف اور سعی اور وقوف عرفہ سکھایا پھر مزدلفہ میں آئے پھر منیٰ میں آخر تک۔ (فتح)

**١٤٧٩ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلٰى رَقَبَتِكَ فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَآءِ فَقَالَ أَرِنِيْ إِزَارِيْ فَشَدَّهُ عَلَيْهِ.**

١٤٧٩۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کعبہ بنایا گیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عباس رضی اللہ عنہ پتھر اٹھا اٹھا کر لے جانے لگے سو عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنا تہہ بند مونڈھے پر رکھ لیں یعنی اس لیے کہ جاہلیت کے وقت ننگے ہونا معیوب نہ تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہہ بند کھول کر اپنے مونڈھے پر رکھا تا کہ پتھروں کا صدمہ نہ پہنچے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیہوش ہو کر زمین پر گرے اور آپ کی دونوں آنکھیں آسمان کی طرف لگی رہیں پھر فرمایا کہ میرا تہہ بند مجھ کو دو سو آپ نے اپنا تہہ بند لے کر باندھا۔

**فائدہ:** طبرانی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جاہلیت کے وقت کعبہ اس قدر اونچا تھا کہ بکری کا بچہ اوپر سے کود جائے اور اس کے دو کونے تھے سو روم سے ایک کشتی آئی اور جدہ کے پاس آ کر ٹوٹ گئی قریش خبر پا کر نکلے کہ اس کی لکڑی لا کر کعبہ بنائیں اور روم کا ایک آدمی کشتی میں پایا وہ بڑھیا تھا سو لکڑی کو اور اس آدمی کو مکہ میں لائے تا کہ خانہ کعبہ بنائیں سو جب کعبہ کے پاس جاتے تھے تو وہاں سے ایک سانپ منہ کھولے ہوئے نکلتا تھا سو اللہ نے ایک جانور بھیجا کہ اس کو اٹھا کر کہیں جا پھینکے سو قریش نے کعبہ ڈھا کر اس کو پتھروں سے بنایا اور بیس ہاتھ اونچا کیا سو اس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے اور ان کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے عباس رضی اللہ عنہما کے کہنے سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا

تہ بند کھول کر مونڈھے پر رکھا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے پھر لے کر تہ بند باندھا۔ (فتح)

١٤٨٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَخْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا أَلَمْ تَرَىْ أَنَّ قَوْمَكِ لَمَّا بَنَوُا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُرَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ.

١٤٨٠۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا کہ تو نے نہیں دیکھا کہ تیری قوم یعنی قریش نے جب کہ کعبہ بنایا تو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں سے کم کر دیا تو میں نے کہا کہ یا حضرت! آپ اس کو پھر بنائیے ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تیری قوم کے کفر کا زمانہ قریب نہ ہوتا تو میں یوں ہی کرتا' عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو میں نہیں گمان کرتا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ نے چھوڑا ہو چومنا ان دو رکنوں کا کہ متصل حطیم کے ہیں مگر اس سبب سے کہ خانہ کعبہ ابراہیم علیہ السلام کی بنادوں پر پورا نہیں ہوا۔

**فائدہ:** خانہ کعبہ کے دو کونے شمال کی طرف ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہیں چومتے تھے اس سبب سے کہ کعبہ سے کچھ جگہ اتر کی طرف چھوڑی ہوئی ہے باہر عمارت سے پس یہ دو کونے ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر نہیں۔

١٤٨١ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَدْرِ مِنَ الْبَيْتِ هُوَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَمَا

١٤٨١۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا حطیم خانہ کعبہ میں داخل ہے؟ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں نے کہا کہ انہوں نے اس کو کعبہ میں داخل کیوں نہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری قوم یعنی قریش کا خرچ کم ہو گیا تھا تو خرچ کی کمی سے اس کو

لَهُمْ لَمْ يُدْخِلُوْهُ فِي الْبَيْتِ قَالَ إِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ قُلْتُ فَمَا شَأْنُ بَابِهٖ مُرْتَفِعًا قَالَ فَعَلَ ذٰلِكَ قَوْمُكِ لِيُدْخِلُوْا مَنْ شَآءُ وْا وَيَمْنَعُوْا مَنْ شَآءُوْا وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوْبُهُمْ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ وَأَنْ أُلْصِقَ بَابَهٗ بِالْأَرْضِ.

ابراہیم علیہ السلام کی قدیم بنیاد پر نہ بنا سکے اتر کی طرف سات ہاتھ جگہ چھوڑی میں نے کہا کیا حال ہے اس کے دروازے کا کہ بلند کیا گیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کام تیری قوم نے کیا تا کہ جس کو چاہیں اس میں داخل کریں اور جس کو چاہیں باز رکھیں اور اگر تیری قوم کی جاہلیت کا زمانہ قریب نہ ہوتا تو میں اس کو کعبہ میں داخل کرتا میں ڈرتا ہوں کہ ان کے دل انکار کریں اس سے کہ میں حطیم کو کعبہ میں داخل کروں اور اس کا دروازہ زمین کے ساتھ ملاؤں تا کہ ہر ایک آدمی کعبہ میں داخل ہو۔

١٤٨٢ ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا حَدَاثَةُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ ثُمَّ لَبَنَيْتُهٗ عَلٰى أَسَاسِ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّ قُرَيْشًا اسْتَقْصَرَتْ بِنَآءَهٗ وَجَعَلْتُ لَهٗ خَلْفًا قَالَ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ خَلْفًا يَعْنِيْ بَابًا.

١٤٨٢۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اگر تیری قوم کے کفر کا زمانہ قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ کو توڑ ڈالتا پھر اس کو ابراہیم علیہ السلام کی قدیم بنیاد پر بناتا کہ بیشک قریش نے اس کی بنیاد میں کمی کی اور میں اس کا دوسری طرح دروازہ بناتا یعنی زمین کے برابر جیسے کہ پہلے گزرا۔

١٤٨٣ ـ حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا يَزِيْدُ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا يَا عَائِشَةُ لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ لَأَمَرْتُ بِالْبَيْتِ فَهُدِمَ فَأَدْخَلْتُ فِيْهِ مَا أُخْرِجَ مِنْهُ وَأَلْزَقْتُهٗ بِالْأَرْضِ وَجَعَلْتُ لَهٗ بَابَيْنِ بَابًا شَرْقِيًّا وَبَابًا غَرْبِيًّا فَبَلَغْتُ بِهٖ

١٤٨٣۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ! اگر تیری قوم کے کفر کا زمانہ قریب نہ ہوتا تو میں البتہ کعبہ کے ڈھانے کا حکم کرتا پس ڈھایا جاتا سو جو چیز کہ اس سے نکالی گئی ہے اس کو اس میں داخل کرتا یعنی حطیم کو اور اس کو زمین کے ساتھ ملاتا اور اس کے دو دروازے بناتا ایک پورب کی طرف اور ایک پچھم کی طرف اور اس کو میں ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر پہنچاتا پس یہ فرمان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باعث ہوا ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس کے ڈھانے

أَسَاسَ إِبْرَاهِيمَ فَذٰلِكَ الَّذِىْ حَمَلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلٰى هَدْمِهٖ قَالَ يَزِيْدُ وَشَهِدْتُّ ابْنَ الزُّبَيْرِ حِيْنَ هَدَمَهٗ وَبَنَاهُ وَأَدْخَلَ فِيْهِ مِنَ الْحِجْرِ وَقَدْ رَأَيْتُ أَسَاسَ إِبْرَاهِيْمَ حِجَارَةً كَأَسْنِمَةِ الْإِبِلِ قَالَ جَرِيْرٌ فَقُلْتُ لَهٗ أَيْنَ مَوْضِعُهٗ قَالَ أُرِيْكَهُ الْاٰنَ فَدَخَلْتُ مَعَهُ الْحِجْرَ فَأَشَارَ إِلٰى مَكَانٍ فَقَالَ هَا هُنَا قَالَ جَرِيْرٌ فَحَزَرْتُ مِنَ الْحِجْرِ سِتَّةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا.

پر یزید نے کہا کہ میں حاضر تھا جب کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ (نواسہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) نے کعبہ کو ڈھایا اور اس کو از سر نو بنایا اور حطیم اس میں داخل کیا اور دیکھی میں نے بنیاد ابراہیم علیہ السلام کی پتھر مانند کوہان اونٹوں کی' جریر نے کہا کہ میں نے یزید سے کہا کہ بنیاد ابراہیم علیہ السلام کی کس جگہ سے ہے؟ اس نے کہا کہ میں تجھ کو وہ جگہ اب دکھاتا ہوں سو میں اس کے ساتھ حطیم میں داخل ہوا سو اس نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد اس جگہ ہے' جریر نے کہا کہ میں نے حطیم سے اندازہ کیا چھ ہاتھ یا مانند اس کی۔

**فائدہ:** جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو شام کا لشکر یزید بن معاویہ کی طرف سے ابن زبیر کے ساتھ لڑنے کو آیا سو یزید کے لشکر نے منجنیق سے کعبہ میں پتھر پھینکے اور آگ سے اس کو جلایا پھر جب یزید کا لشکر پلٹ گیا یزید کی موت سننے سے تو عبداللہ بن زبیر نے کعبہ کو ڈھا کر از سر نو بنایا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق حطیم کو اس میں داخل کیا اور اس کے دو دروازے بنائے ایک شرقی اور ایک غربی کہ ایک سے لوگ داخل ہوتے تھے اور دوسرے سے نکلتے تھے پھر جب عبدالملک بن مروان کے عہد میں حجاج اس کی طرف سے مکہ کا حاکم ہوا تو اس نے عبدالملک کے حکم سے حطیم کو کعبہ سے پھر باہر نکالا اور اس کا غربی دروازہ بھی بند کر دیا اور سابق بنا پر اس کو پھر بنایا کہتے ہیں کہ عبدالملک نے اس بات پر پھر بہت افسوس کیا کہ میں نے حجاج کو اس کی اجازت کیوں دی اور کہتے ہیں کہ کعبہ کے پرنالے سے لے کر حطیم کے انتہا تک سترہ ہاتھ جگہ ہے اور ایک ہاتھ کا ثلث سو اس میں سے دو ہاتھ اور ثلث ہاتھ کا حطیم کی دیوار چوڑی ہے اور باقی پندرہ ہاتھ جگہ حطیم کے اندر ہے پھر بعض کہتے ہیں کہ تمام حطیم کعبہ کے اندر داخل ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ تمام حطیم کعبہ کے اندر داخل نہیں بلکہ جس قدر اس میں سے کعبہ کے اندر داخل ہے وہ فقط سات ہاتھ کے برابر ہے اور باقی جگہ زائد ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جائز ہے ترک کرنا مستحب امر کا اس خوف سے کہ بعض لوگوں کے فہم اس سے قاصر رہیں اور یہ کہ حاکم باز رہے ایسے امر سے کہ لوگ اس سے انکار کریں اور ضرر پیدا ہونے کا خوف ہو ان کے دین میں یا دنیا میں اور یہ کہ دفع مفسدہ کو مصلحت پر مقدم کیا جائے اور جب مفسدہ کا خوف نہ ہو تو مصلحت پر عمل کیا جائے، انتہی ملخصا۔ (فتح)

بَابُ فَضْلِ الْحَرَمِ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِىْ

زمین حرم کی فضیلت کے بیان میں اور اس آیت کا بیان کہ سوائے اس کے نہیں کہ مجھ کو حکم ہوا یہ کہ عبادت کروں

حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ وَّأُمِرْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰى إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾.

رب اس شہر کے کی جس کو اللہ نے حرم کیا اور واسطے اسی کے ہے ہر چیز اور مجھ کو حکم ہوا یہ کہ ہوں میں فرمانبرداروں سے' اور اس آیت کا بیان کہ کیا ہم نے جگہ نہیں دی حرم کعبہ میں کہ وہ امن دینے والا ہے ان کو قتل وغیرہ سے کھینچے جاتے ہیں طرف اس کی میوے ہر چیز کے اس حال میں کہ وہ روزی ہے ہمارے طرف سے لیکن بہت کافر نہیں جانتے۔

فائدہ: ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ حرم کعبہ کی بڑی فضیلت ہے اس لیے کہ پہلی آیت میں ربوبیت کی نسبت مکے کی طرف کی ہے اور وہ نسبت واسطے شرافت کی ہے اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے اس کو امن کی جگہ کیا کہ اس میں لڑائی اور لوٹ سے امن ہے، وفيه المطابقة للترجمة.

١٤٨٤ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهٗ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهٗ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهٗ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا.

١٤٨٤۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ بیشک یہ شہر اللہ نے حرام کیا ہے اس کا درخت نہ کاٹا جائے اور اس کا شکار نہ ہانکا جائے اور اس کی گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے مگر وہ شخص جو مشہور کرے اس کو لوگوں میں یعنی اگر مشہور کرنے کی غرض سے اٹھائے تو درست ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ کی بڑی فضیلت ہے کہ اس کے درخت وغیرہ کو چھیڑنا درست نہیں، وفيه المطابقة للترجمة.

بَابُ تَوْرِيْثِ دُوْرِ مَكَّةَ وَبَيْعِهَا وَشِرَآئِهَا وَأَنَّ النَّاسَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سَوَآءٌ خَاصَّةً لِّقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ

مکہ کے گھروں کا وارث کرنا اور ان کا بیچنا اور خریدنا درست ہے، اور یہ کہ سب لوگ برابر ہیں مسجد حرام میں خاص کر واسطے قول اللہ تعالیٰ کے کہ جو لوگ منکر ہوئے اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور ادب والی مسجد سے جو ہم نے بنائی سب لوگوں کے واسطے برابر ہے اس میں رہنے والا اور باہر کا یعنی اہل مکہ وغیرہ اس میں سب

بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾. برابر ہیں کسی کا زیادہ حق نہیں اور جو اس میں چاہے ٹیڑی راہ شرارت سے تو اس کو ہم چکھائیں گے ایک دکھ کی مار

**فائدہ:** فتح الباری میں لکھا ہے کہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مکہ تمام مباح ہے نہ اس کے گھروں کا بیچنا درست ہے اور نہ کرائے پر دینا درست ہے اور یہی منقول ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ثوری کا اور جمہور علماء کے نزدیک مکہ کے گھروں کو بیچنا اور خریدنا درست ہے اور یہی قول ہے ابو یوسف کا اور یہی مختار ہے نزدیک طحاوی کے سو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس باب سے اشارہ کرنا ہے طرف اس کی کہ مجاہد اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا قول اس باب میں ضعیف ہے، اور اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں مسجد حرام سے کون جگہ مراد ہے بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے فقط مسجد حرام ہے جو نماز کی جگہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد اس سے تمام حرم ہے لیکن صحیح قول یہی ہے کہ مراد اس سے فقط مسجد مکہ کی ہے جو کعبہ کے گرد محیط ہے اور جس میں نماز جماعت ہوتی ہے اس واسطے کہ اگر مراد اس سے تمام حرم لیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ اس میں کنواں اور قبر کھودنا اور پائخانے' پیشاب بیٹھنا بھی درست نہ ہو اور اسی طرح اس سے لازم آتا ہے کہ اس میں حائض اور جنبی کو داخل ہونا درست نہ ہو حالانکہ اس میں پائخانے اور پیشاب بیٹھنا اور حائض اور جنبی کا اس میں داخل ہونا بالاتفاق درست ہے اور اگر مسجد حرام سے مراد سب حرم ہوتا تو مکہ کے گھروں میں بھی اعتکاف بیٹھنا درست ہوتا حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں' انتہی ملخصا (فتح) پس معلوم ہوا کہ حرم میں سب لوگ برابر نہیں بلکہ جو جگہ جس کی ہے وہی اس کا مالک ہے غیر کا اس میں کچھ حق نہیں پس جائز ہے مالک کو بیچنا اور اس کا خریدنا، وفيه المطابقة للترجمة.

قَالَ أَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ الْبَادِيَ الطَّارِئُ مَعْكُوْفًا مَحْبُوْسًا.

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بادی (جو اس آیت میں واقع ہوا ہے) کے معنی طاری ہیں یعنی مسافر اور معکوفا (یہ بھی قرآن کا لفظ ہے) کے معنی محبوسا ہیں یعنی روکی گئی۔

١٤٨٥ ـ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيْنَ تَنْزِلُ فِيْ دَارِكَ بِمَكَّةَ فَقَالَ وَهَلْ تَرَكَ عَقِيْلٌ مِّنْ رِّبَاعٍ أَوْ دُوْرٍ وَكَانَ عَقِيْلٌ

١٤٨٥۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا حضرت! کیا آپ مکہ میں اپنے گھر میں اتریں گے؟ فرمایا عقیل نے کوئی گھر اور مکان چھوڑا ہے؟ اور عقیل اور طالب ابو طالب کے وارث ہوئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ ابو طالب کی کسی چیز کے وارث نہ ہوئے اس واسطے کہ وہ دونوں مسلمان تھے اور عقیل اور طالب کافر تھے۔

وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا شَيْئًا لِأَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ وَكَانَ عَقِيْلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانُوْا يَتَأَوَّلُوْنَ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَنَصَرُوْا أُولٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾ الْاٰيَةَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ نُسِبَتِ الدُّوْرُ اِلٰى عَقِيْلٍ وَّتُوْرَثُ الدُّوْرُ وَتُبَاعُ وَتُشْتَرٰى.

اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا' اور ابن شہاب نے کہا کہ سلف اس آیت کی تفسیر یہ کرتے تھے کہ جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور لڑے اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ گھروں کی نسبت عقیل کی طرف کی گئی اور وارث ہوئے جاتے ہیں گھر اور بیچے جاتے ہیں اور خریدے جاتے ہیں۔

**فائدہ:** ابو طالب کے چار بیٹے تھے عقیل اور طالب اور جعفر اور علی جب حضرت ﷺ نے مکہ سے مدینہ میں ہجرت کی تو علی رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ نے حضرت ﷺ کا ساتھ دیا اس واسطے کہ وہ مسلمان ہو چکے تھے اور عقیل اس وقت تک ایمان نہ لایا تھا اس سبب سے مکہ میں رہ گیا اور اپنے باپ کا وارث ہوا اور مکانات بیچ ڈالے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ کے گھروں کو بیچنا اور خریدنا درست ہے، وفيه المطابقة للترجمة. ابتدائے اسلام میں مہاجرین اور انصار آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے پھر یہ حکم منسوخ ہوا ساتھ اخیر آیت کے ﴿وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ﴾ یعنی ولایت سے مراد ولایت وراثت کی ہے پس میراث وہی لے گا جو ناتے والا ہے اگرچہ رفاقت قدیم دوسروں سے ہو اور مقصود ابن شہاب کا اس آیت سے یہ ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا اس لیے کہ اخیر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک آدمی مسلمان ہو کر ہجرت نہ کریں تب تک ایک دوسرے کا وارث نہیں ہو سکتا جیسے کہ اخیر آیت میں ہے ﴿حَتّٰى يُهَاجِرُوْا﴾ وفيه المطابقة للترجمة.

## بَابُ نُزُوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ.

حضرت ﷺ کے مکہ میں اترنے کا بیان کہ مکہ میں آپ کس جگہ اترے تھے؟۔

١٤٨٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ

۱۴۸۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ أَرَادَ قُدُوْمَ مَكَّةَ مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ.

نے فرمایا جب کہ مکہ میں آنے کا ارادہ کیا انشاء اللہ تعالیٰ کل منزل ہماری خیف بنی کنانہ میں ہو گی یعنی محصب میں جس جگہ کہ کافروں نے آپس میں قسمیں کھائیں تھیں۔

١٤٨٧ ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَدِ يَوْمَ النَّحْرِ وَهُوَ بِمِنًى نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ يَعْنِيْ ذٰلِكَ الْمُحَصَّبَ وَذٰلِكَ أَنَّ قُرَيْشًا وَكِنَانَةَ تَحَالَفَتْ عَلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ وَبَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَوْ بَنِي الْمُطَّلِبِ أَنْ لَّا يُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا يُبَايِعُوْهُمْ حَتّٰى يُسْلِمُوْا إِلَيْهِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سَلَامَةُ عَنْ عُقَيْلٍ وَّيَحْيَى بْنُ الضَّحَّاكِ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ وَقَالَا بَنِيْ هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ بَنِي الْمُطَّلِبِ أَشْبَهُ.

١٤٨٧۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا قربانی کے اگلے دن یعنی تیرھویں ذی الحجہ کو اور حالانکہ آپ منیٰ میں تھے کہ کل ہم خیف بنی کنانہ میں اتریں گے یعنی محصب میں جس جگہ کہ کافروں نے قسم کھائی تھی اور یہ واقعہ اس طور سے ہے کہ قوم قریش اور قوم کنانہ (عرب کی قوموں کے نام ہیں) نے آپس میں بنی ہاشم پر اور بنی عبدالمطلب یا بنی مطلب پر قسم کی تھی اس پر کہ نہ ان سے نکاح کریں گے اور نہ ان سے خرید وفروخت کریں گے یہاں تک کہ وہ حضرت ﷺ کو ان کے حوالے کر دیں۔

**فائدہ:** ہجرت سے پہلے جب حضرت ﷺ مکہ میں تھے تو قریش اور بنی کنانہ نے محصب میں اس بات پر قسم کھائی تھی کہ بنی ہاشم اور عبدالمطلب سے شادی بیاہ نہ کریں اور ان سے کسی چیز کی خرید وفروخت نہ کریں یہاں تک کہ وہ تنگ ہو کر حضرت ﷺ کو ان کے حوالے کر دیں چنانچہ تین برس حضرت ﷺ اور حضرت ﷺ کی برادری کے لوگ خواہ مسلمان، خواہ کافر ایک مکان میں گھیرے رہے آگ پانی تک وہ لوگ ان کو نہ دیتے تھے کھانے کا تو کیا ذکر ہے آخر کو اللہ تعالیٰ نے ان میں پھوٹ ڈالی اور حضرت ﷺ نے خبر دی تھی کہ عہد نامہ کو کیڑا کھا گیا ہے جب کفار نے

دیکھا تو جیسے آپ نے فرمایا تھا ویسے ہی پایا تب کفار شرمندہ ہو کر اپنے عہد و پیمان سے باز آئے جب ہجرت کے بعد مکہ فتح ہوا اور حضرت ﷺ حجۃ الوداع میں تشریف لائے تب یہ حدیث فرمائی تا کہ اللہ کا احسان یاد پڑے اور محصب کو بطحاء اور ابطح بھی کہتے ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَإِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَإِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ رَبَّنَا إِنِّيْ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾ الْاٰيَةَ.

اس آیت کا بیان کہ جس وقت کہا ابراہیم علیہ السلام نے اے رب! کر اس شہر کو امن کا اور بچا مجھ کو اور میری اولاد کو اس سے کہ ہم پوجیں مورتیں اے رب! انہوں نے بہکایا بہت لوگوں کو سو جو کوئی میری راہ چلا سو وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا سو تو بخشنے والا مہربان ہے، اے رب! میں نے بسائی ہے ایک اولاد اپنے میدان میں جہاں کھیتی نہیں تیرے ادب والے گھر کے پاس، اے رب ہمارے! تا کہ قائم رکھیں نماز سو رکھ بعض لوگوں کے دل جھکتے ان کی طرف اور روزی دے ان کو میووں سے شاید وہ شکر کریں۔

**فائدہ:** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں کوئی حدیث بیان نہیں کی شاید اشارہ کیا طرف حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کہ ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ان کی ماں کے ساتھ اس جنگل میں چھوڑ کر چلے گئے کما سیاتی مبسوطا، انشاء اللّٰه تعالٰی.

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾.

اس آیت کا بیان کہ اللہ نے کیا ہے کعبہ یہ گھر بزرگی کا ٹھہراؤ لوگوں کے واسطے اور مہینہ بزرگی کا اور قربانی لے جانے اور گلے میں لٹکن والیاں اس واسطے کہ تم سمجھو کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمان مین اور زمین میں اور ہر چیز کو اللہ جانتا ہے

**فائدہ:** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مراد قیاما سے قواما ہے یعنی جب تک کعبہ موجود رہے گا تب تک دین قائم رہے گا یہی نکتہ ہے اس حدیث کے لانے میں کہ اخیر زمانے میں کعبہ خراب ہو جائے گا اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہمیشہ لوگ دین پر قائم رہیں گے جب تک کہ کعبہ کا حج کرتے رہیں گے اور قبلے کی طرف منہ کرتے رہیں گے۔

١٤٨٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا

١٤٨٨۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ

سُفْيَانُ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ.

نے فرمایا ڈھائے گا کعبہ کو ایک حبشی چھوٹی پتلی پنڈلیاں والا یعنی قیامت کے قریب ایسے ناپاک ضعیف الخلقہ کے ہاتھ سے کعبہ خراب ہوگا۔

١٤٨٩ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ح و حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللهِ هُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانُوْا يَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَآءَ قَبْلَ أَنْ يُفْرَضَ رَمَضَانُ وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيْهِ الْكَعْبَةُ فَلَمَّا فَرَضَ اللهُ رَمَضَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَآءَ أَنْ يَّصُوْمَهٗ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَآءَ أَنْ يَّتْرُكَهٗ فَلْيَتْرُكْهُ.

۱۴۸۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگ عاشورا کا روزہ رکھا کرتے تھے پہلے فرض ہونے رمضان کے سے اور عاشورا کے دن کعبہ کو کپڑا پہنایا جاتا تھا واسطے تعظیم کے سو جب اللہ نے رمضان کا روزہ فرض کیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عاشورا کے دین یعنی محرم کی دسویں تاریخ کو جو چاہے ررزہ رکھنا سو رکھے اور جو چھوڑنا چاہے سو چھوڑ دے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جاہلیت کے وقت لوگ ہمیشہ کعبہ کی تعظیم کیا کرتے تھے کہ اس پر غلاف پہناتے تھے اور اس کا ادب کرتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر سال عاشورا کے دن اس کو غلاف پہنایا جاتا تھا، وفيه المطابقة للترجمة.

١٤٩٠ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِيْ عُتْبَةَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيُحَجَّنَّ الْبَيْتُ

۱۴۹۰۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک کعبہ کا حج اور عمرہ ادا ہوا کرے گا بعد نکلنے یاجوج اور ماجوج کے۔

وَلَيُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوْجِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ تَابَعَهُ أَبَانُ وَعِمْرَانُ عَنْ قَتَادَةَ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُحَجَّ الْبَيْتُ وَالْأَوَّلُ أَكْثَرُ سَمِعَ قَتَادَةُ عَبْدَ اللّٰهِ وَعَبْدُ اللّٰهِ أَبَا سَعِيْدٍ.

**فائدہ:** یعنی یاجوج ماجوج کے ہلاک ہونے کے بعد بھی اسلام قائم رہے گا حج اور عمرہ ادا ہوگا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ نہ قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ کعبہ کا حج نہ کیا جائے امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ اول روایت اکثر ہے باعتبار روات کے اس کے راوی بہت ہیں۔

**فائدہ:** پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کی نشانیوں کے بعد کعبہ کا حج ہوگا اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد اشراط کے حج نہیں ہوگا سو امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ پہلی حدیث کو ترجیح ہے اور ممکن ہے تطبیق ساتھ اس طور کے کہ یاجوج کے بعد حج کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرب قیامت کے کسی وقت میں حج کرنا منع ہو۔ (فتح)

## بَابُ كِسْوَةِ الْكَعْبَةِ. کعبہ کے لباس خرچ کرنے کا بیان۔

**فائدہ:** احتمال ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد اس باب سے یہ ہو کہ کعبے کو لباس پہنانا اور اس پر غلاف چڑھانا درست ہے اور احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ کعبے کے لباس کو لوگوں پر تقسیم کرنا درست ہے اور پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جاہلیت کے وقت میں بھی ہمیشہ دستور تھا کہ لوگ کعبے کو لباس پہناتے تھے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کعبے کو کس نے لباس پہنایا ایک روایت میں آیا ہے کہ سب سے پہلے کعبے کو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے لباس پہنایا اور ایک روایت میں ہے کہ عدنان نے اور ایک روایت میں ہے کہ تبع نے لیکن اصل یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کعبے کو لباس پہنایا تھا پھر اس کے بعد ہمیشہ ملوک اور سلاطین وغیرہ کعبے کو لباس پہناتے رہے اور ایک روایت میں ہے کہ جاہلیت کے وقت کعبے کو انطاع کہ ایک قسم کا کپڑا ہے پہنایا جاتا تھا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یمن کے کپڑے پہنائے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو قباطی (ایک قسم کا کپڑا ہے) پہنایا پھر ان کے بعد حجاج نے اس کو دیباج پہنایا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قباطی اور جبرہ پہنایا اور اسی طرح ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اور اسی طرح کی بہت روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ ہمیشہ اس کو لباس عمدہ عمدہ نفیس اور قیمتی لباس پہناتے رہے' انتہی ملخصا (فتح) لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے پہلے بھی کعبے کو لوگ لباس پہناتے رہے اور

حضرت ﷺ کے وقت میں بھی اس کو لباس پہناتے رہے اور حضرت ﷺ نے کسی کو اس سے منع نہ کیا بلکہ اس کو ثابت رکھا بلکہ خود بذات شریف بھی اس کو لباس پہنایا اس سے معلوم ہوا کہ کعبے کو لباس پہنانا درست ہے اور جائز ہے پہنانا دیباج کا کعبے کو بالا جماع لیکن چاندی سونے کے زیور پہنانے کو اکثر علماء جائز نہیں رکھتے اور بعض جائز رکھتے ہیں اور یہی حکم ہے سونے چاندی کی قندیلوں کے لٹکانے کا کہ ان کا کعبے میں لٹکانا بعض کے نزدیک درست ہے اور بعض کے نزدیک درست نہیں۔

١٤٩١ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ قَالَ جِئْتُ إِلٰى شَيْبَةَ ح و حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ قَالَ جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ عَلَى الْكُرْسِيِّ فِي الْكَعْبَةِ فَقَالَ لَقَدْ جَلَسَ هٰذَا الْمَجْلِسَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَّا أَدَعَ فِيْهَا صَفْرَآءَ وَلَا بَيْضَآءَ إِلَّا قَسَمْتُهُ قُلْتُ إِنَّ صَاحِبَيْكَ لَمْ يَفْعَلَا قَالَ هُمَا الْمَرْئَانِ أَقْتَدِيْ بِهِمَا.

١٤٩١۔ حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں شیبہ کے ساتھ کعبے میں کرسی پر بیٹھا سو شیبہ نے کہا کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی جگہ بیٹھے تھے سو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے قصد کیا کہ نہ چھوڑوں کعبے میں سونا اور نہ چاندی مگر کہ اس کو لوگوں پر تقسیم کر دوں میں نے کہا (یہ قول شیبہ کا ہے) کہ تیرے دونوں ساتھیوں یعنی حضرت ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا یعنی اس کو لوگوں میں تقسیم نہیں کیا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ دو مرد کامل تھے میں ان کی پیروی کرتا ہوں اگر انہوں نے یہ مال تقسیم نہیں کیا تو میں بھی اس کو تقسیم نہیں کرتا۔

**فائدہ:** بیان اس کا یہ ہے کہ لوگ کعبے کی تعظیم کے واسطے بہت مال کعبے میں ہدیہ بھیجتے تھے اور بہت کچھ اس کی نذر کرتے تھے سو جو مال ربانوں کی حاجت سے زائد ہوتا وہ صندوق میں جمع رہتا تھا یہاں تک کہ اسی طرح سے بہت مال جمع ہو گیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اس مال کو مسلمانوں پر تقسیم کر دیں شیبہ کعبے کا دربان تھا اس نے کہا کہ حضرت ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تقسیم نہیں کیا تب عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو تقسیم نہ کیا اور دربانوں ہی کے سپرد کر دیا کہ جہاں چاہیں خرچ کریں لیکن اس حدیث میں کعبے کے لباس کا ذکر نہیں کہ باب کے موافق ہو لیکن امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کی مراد یہ ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے چاندی سونے کا خرچ کرنا درست جانا تو کعبے کے لباس کا بھی یہی حکم ہوگا کہ اس کو تقسیم کرنا بھی جائز ہوگا بلکہ جو لباس حاجت سے زائد ہو اس کا تقسیم کرنا بطریق اولیٰ درست ہوگا اور احتمال ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کی مراد یہ ہو کہ کعبے کو لباس پہنانا درست ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ کعبے کی تعظیم کے واسطے ہمیشہ اس میں مال رکھا جاتا ہے زینت کے واسطے پس اسی طرح لباس بھی درست ہوگا یا اپنی عادت کے موافق اشارہ کیا ہو کہ اس

کے بعض طریقوں میں مسئلہ باب کا ثابت ہے سو جب یہ بات ثابت ہو چکی تو احتمال ہے کہ مراد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہو کہ کعبے کے لباس کو لوگوں پر تقسیم کرنا درست ہے اس واسطے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نہ نکلوں گا یہاں تک کہ کعبے کا مال تقسیم کر دوں اور لباس کو بھی مال کہا جاتا ہے اور ظاہر یہ بات ہے کہ کعبے کے پرانے کپڑے تقسیم کرنے جائز ہیں تا کہ تلف نہ ہوں اور پرانے کپڑے سے کچھ خوب صورتی حاصل نہیں ہوتی اور عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصالح مسلمین میں مال کا صرف کرنا افضل ہے کعبے کے لباس میں خرچ کرنے سے لیکن ان زمانوں میں کعبے کو لباس پہنانا بہت ضروری ہے اور فاکہی نے کتاب مکہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ شیبہ کعبے کا دربان میرے پاس آیا اور کہا کہ اے مومنوں کی ماں! کعبے کے کپڑے ہمارے پاس بہت جمع ہو جاتے ہیں سو ہم بہت گہرے گڑھے کھود کر ان میں ان کو دفن کر دیتے ہیں تا کہ ان کو کوئی حائض اور جنبی نہ پہنے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا برا کیا تو نے بلکہ اس کو بیچ کر ان کی قیمت اللہ کی راہ میں اور محتاجوں میں خرچ کر اس واسطے کہ جب کعبے سے لباس اتار لیا جائے تو پھر ہر شخص کو اس کا پہننا درست ہے خواہ جنبی ہو یا حائض ہو سو شیبہ ان کو بیچنے کے لیے یمن میں بھیج دیتے تھے پس وہاں بیچے جاتے تھے پھر جس جگہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں اس جگہ ان کی قیمت خرچ کی جاتی تھی اور نیز فاکہی نے روایت کی ایک مرد سے کہ میں نے شیبہ دربان کو دیکھا کہ کعبے کا لباس مسکینوں پر تقسیم کرتے تھے جو اس سے گر پڑتا اور ایک روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ ہر سال کعبے کا لباس اتار لیتے تھے اور اس کو حاجیوں پر تقسیم کر دیتے تھے سو شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف اشارہ کیا ہو، انتہی ملخصا۔ (فتح) اور کعبے کے لباس خریدنے میں علماء کو اختلاف ہے شافعیہ کہتے ہیں کہ نہیں جائز ہے خریدنا کسی چیز کا پردے اس کے سے اور لے جانا اس کا دوسری جگہ میں اور بیچنا اس کا اور رکھنا اس کا درمیان قرآن کے اور اگر کوئی کسی قسم کا تصرف اس میں کرے تو واجب ہے رد کرنا اس کا اور بعض مالکیہ کہتے ہیں کہ اس کا خریدنا درست ہے اور اقوال اس میں مختلف ہیں اور صحیح قول یہی ہے کہ اس کا بیچنا اور خریدنا درست ہے۔

بَابُ هَدْمِ الْكَعْبَةِ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ جَيْشُ الْكَعْبَةَ فَيُخْسَفُ بِهِمْ.

کعبے کو ڈھانے کا بیان یعنی اخیر زمانے میں کعبہ خراب ہو جائے گا، عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑنے آئے گا ایک لشکر کعبے سے یعنی کعبے پر چڑھ آئیں گے تا کہ اس کو خراب کریں سو وہ سب زمین میں دھنسائے جائیں گے۔

**فائدہ:** یہ حدیث پوری اس طور سے ہے کہ ایک لشکر کعبے سے لڑنے آئے گا سو وہ جب زمین کے میدان میں ہوں گے تو اللہ ان کے اگلے پچھلوں کو زمین میں دھنسا دے گا پھر قیامت میں اٹھیں گے اپنی اپنی نیت پر اس سے معلوم ہوا کہ کعبے سے کئی بار لشکر لڑنے آئے گا ایک بار تو اللہ ان کو کعبے میں پہنچنے سے پہلے ہی ہلاک کر دے گا اور ایک بار وہ

کعبے کو ڈھائیں گے اور ظاہر یہ ہے کہ کعبے کو ڈھانے والوں کی لڑائی اخیر ہوگی پہلوں سے۔

١٤٩٢ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الْأَخْنَسِ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَأَنِّي بِهِ أَسْوَدَ أَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا.

١٤٩٢۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جیسے کہ میں دیکھتا ہوں ایک مرد کو کہ سیاہ ہے اور اس کی دونوں پنڈلیوں کے درمیان فرق ہے کہ کعبے کو کھود کر پتھر پتھر جدا کر دے گا۔

١٤٩٣ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ.

١٤٩٣۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ڈھائے گا کعبے کو ایک حبشی چھوٹی پتلی پنڈلیوں والا۔

**فائدہ:** ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رکن اور مقام کے درمیان ایک مرد سے بیعت ہوگی اور نہ حلال کریں گے لڑنے کو کعبے میں مگر رہنے والے اس کے سو جب اس کو حلال جانیں گے تو پھر عرب کی ہلاکت کا حال مت پوچھ پھر حبشی آئیں گے اور کعبے کو ڈھائیں گے اور اس کے بعد کعبہ کبھی آباد نہ ہوگا اور اگر کوئی کہے کہ یہ حدیث مخالف ہے اس آیت کے ﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا﴾ یعنی کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ کی ہے اور نیز اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کو مکہ سے روکا اور وہ کعبے کو ڈھانے پر قدرت نہ پا سکے اور پہلے کبھی آج تک ایسا نہیں ہوا پھر حبشی کعبے پر کس طرح غالب آ جائیں گے بعد اس کے کہ وہ مسلمانوں کا قبلہ ہو چکا ہے؟ سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ محمول ہے اخیر زمانے پر کہ یہ معاملہ قیامت کے قریب واقع ہوگا جب کہ زمین میں کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا اور پہلے بھی اس میں کئی بار لڑائی ہو چکی ہے جیسے کہ یزید کے زمانے میں اہل شام نے کعبے سے آ کر لڑائی کی اور اس لڑائی کے بعد بھی اس میں کئی بار لڑائی ہو چکی ہے سب سے بڑی لڑائی قراسط کی ہے جو تین سو ہجری کے بعد واقع ہوئی کہ قراسط کعبے پر چڑھ آئے اور طواف کی جگہ میں مسلمانوں کو اس قدر قتل کیا جس کا کچھ شمار نہیں اور حجر اسود کو اکھاڑ کر اپنے ملک میں لے گئے پھر بڑی مدت کے بعد اس کو پھر لائے پھر اس کے بعد بھی کعبے میں کئی بار لڑائی ہوئی اور یہ سب اس آیت کے مخالف نہیں اس واسطے کہ یہ سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھ سے واقع ہوا نہ کہ کافروں کے ہاتھ سے اور آیت میں ایسی کوئی چیز نہیں جو دلالت کرے اس پر کہ اس میں ہمیشہ امن رہے گا، انتہی ملخصا۔ (فتح)

## بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ. حجر اسود کا بیان۔

**فائدہ:** حجر اسود کے بیان میں بہت حدیثیں وارد ہو چکی ہیں از آنجملہ ایک حدیث یہ ہے جو کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک حجر اسود اور مقام ابراہیم دونوں یاقوت ہیں بہشت کے یاقوتوں سے اللہ نے ان دونوں کا نور دور کر دیا اور اگر ان کا نور دور نہ کرتا تو البتہ روشن کرتے اس چیز کو کہ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے یعنی سارے جہان کو اور از آنجملہ یہ حدیث کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ حجر اسود کو اٹھائے گا اس حال میں کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی کہ ان سے دیکھے گا اور زبان ہوگی کہ اس سے کلام کرے گا گواہی دے گا اس شخص کے لیے چوما ہوگا اس کو ساتھ حق کے یعنی ایمان سے اور واسطے طلب ثواب کے۔

١٤٩٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ جَآءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ.

۱۴۹۴۔ حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اور اس کو چوما اور کہا کہ بیشک میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نقصان پہنچاتا ہے اور نہ نفع اور اگر میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ تو تجھ کو چومتے تھے تو میں تجھ کو کبھی نہ چومتا۔

**فائدہ:** ایک روایت میں آیا ہے کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ نفع پہنچاتا ہے اور ضرر دیتا ہے اور کہا کہ جب اللہ نے آدم کی اولاد سے عہد لیا تو اس کو ایک کاغذ میں لکھ کر حج اسود میں رکھ دیا پھر وہ حدیث بیان کی کہ اس کی زبان ہوگی آخر تک لیکن یہ حدیث ضعیف ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس واسطے کہی کہ لوگ تازہ اسلام لائے تھے اور ان کے بت پوجنے کا زمانہ قریب تھا تو ان کو خوف ہوا کہ جاہل یہ گمان نہ کریں کہ حجر اسود کا چومنا بعض پتھروں کے تعظیم کے قبیل سے ہے جیسے کہ جاہلیت میں عرب کرتے تھے سو عمر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ لوگوں کو خبر دیں کہ حجر اسود کا چومنا صرف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی وجہ سے ہے نہ اس واسطے کہ پتھر نفع اور نقصان دیتا ہے جیسے کہ اہل جاہلیت کا بتوں کے حق میں اعتقاد تھا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی امور دین میں حکم الٰہی کی تسلیم اختیار کرے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی پیروی کرے اگرچہ اس کی حکمت اس کو معلوم نہ ہو اور نہ طلب کرے علت اس کی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حجر اسود میں ذاتِ الٰہی کا کوئی خاصہ نہیں اور یہ کہ جب امام اپنے فعل سے کسی کے اعتقاد کے فساد کا خوف کرے تو اس کام کو جلدی بیان کر دے اور یہ کہ جس چیز کو چومنے میں شرع وارد نہیں ہوئی اس کا چومنا مکروہ ہے، انتہی ملخصا۔ (فتح)

بَابُ إِغْلَاقِ الْبَيْتِ وَيُصَلِّي فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ.

کعبے کا دروازہ بند کرنا اور اس کے اندر نماز پڑھنی جس طرف کو چاہے یعنی اس کے اندر ہر طرف نماز پڑھنی درست ہے۔

١٤٩٥ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَأَغْلَقُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَلَمَّا فَتَحُوْا كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ وَلَجَ فَلَقِيْتُ بِلَالًا فَسَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ.

١٤٩٥۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسامہ اور بلال اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم چاروں کعبے میں داخل ہوئے اور اس کا دروازہ اندر سے بند کیا پھر جب انہوں نے دروازہ کھولا تو سب سے پہلے میں اندر آیا اور بلال رضی اللہ عنہ سے ملا سو میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے کے اندر نماز پڑھی ہے؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں پڑھی ہے، درمیان دونوں ستونوں یمنی کے۔

**فائدہ:** یہ حدیث نماز کی جگہ کی تعیین پر دلالت کرتی ہے اور باب میں تخییر ہے کہ جس جگہ چاہے پڑھے پس یہ حدیث ترجمہ باب کے موافق نہیں سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث محمول ہے اس پر کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعینہ اس جگہ نماز پڑھنا بطورِ اتفاق کے واقع ہوا ہے اس غرض سے نہیں کہ اس مکان کو اور جگہ پر فضیلت ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ یہ فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ضروری نہیں اگر چہ اس میں نماز پڑھنی غیر جگہ سے افضل ہے اور آئندہ باب میں اس بات کی تصریح آئے گی اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے کہ اس وقت دروازہ بند کرنے کی حکمت یہی تھی کہ اس کو کوئی فرض نہ سمجھ لے اور ظاہر ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبے کے تمام طرفوں میں نماز پڑھنے میں یہ شرط ہے کہ نماز کے وقت اس کا دروازہ بند ہوتا کہ نماز کی حالت میں میدان کی طرف منہ کا ہونا لازم نہ آئے اور حنفیہ سے بیان کیا گیا ہے کہ مطلق جائز ہے خواہ دروازہ بند ہو یا نہ ہو اور شافعیہ سے بھی یہی بیان کیا گیا ہے لیکن شرط ہے کہ دروازے کی چوکھٹ ہو جس قدر کہ ہو اور ایک وجہ یہ ہے کہ نمازی کے قد کے برابر ہو یا کجاوے کی لکڑی سے برابر ہو اور یہی صحیح ہے اور کعبے کے اوپر نماز پڑھنے میں اسی طرح اختلاف ہے اور اس حدیث سے اور بھی کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک روایت ساتھی کی ساتھی سے اور سوال مفضول کا باوجود افضل کے اور اس پر کفایت کرنی اور دلیل پکڑنی ساتھ خبر واحد کے اور اختصاص سابق کا ساتھ جگہ متبرک کے اور سوال کرنا علم سے اور اس میں حرص کرنا اور فضیلت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اور یہ کہ بعض جگہ میں فاضل اصحاب رضی اللہ عنہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غائب ہوتے تھے اور مفضول

حاضر ہوتے تھے پس مطلع ہوتے تھے اس پر کہ نہیں مطلع ہوتے تھے اس پر فاضل اصحاب اس واسطے کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ افضل تھے بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ سے اور وہ وہاں حاضر نہ تھے اور اس حدیث سے ایک یہ فائدہ ہوا کہ علماء کا یہ قول کہ مسجد حرام کا تحیہ طواف ہے سے مخصوص ہے اس شخص کے ساتھ کہ خانہ کعبہ کے اندر داخل نہ ہو کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی اور یہ کہ مستحب ہے داخل ہونا کعبے میں اور یہ کہ مستحب ہے نماز پڑھنی کعبہ میں اور وہ ظاہر ہے ہر نفل میں اور اس کے ساتھ فرض بھی ملحق ہیں اس واسطے کہ مقیم کے واسطے مسئلہ استقبال قبلہ میں فرض اور نفل کے درمیان کچھ فرق نہیں اور یہی ہے قول جمہور کا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کعبے کے اندر نماز پڑھنی مطلق درست نہیں اور یہی قول ہے بعض مالکیہ اور ظاہریہ کا اور مازری نے کہا کہ فرض نماز اس میں درست نہیں اور امام مالک رحمہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ فرض نماز اس میں مکروہ ہے یا کہا منع ہے اور نفل میں اختلاف ہے اور ایک روایت میں نفل مالک کے نزدیک مطلق درست ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ رواتب کے سوا اور جن نفلوں میں جماعت مشروع ہے ان کے سوا اور نفل درست ہیں، انتہی ملخصا۔ (فتح)

## بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْكَعْبَةِ. کعبے کے اندر نماز پڑھنے کا بیان۔

**فائدہ:** کعبے کے اندر مطلق نماز پڑھنی درست ہے خواہ فرض ہو یا نفل اور یہی ہے قول جمہور کا اور حنفیہ اور شافعیہ کا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مطلق ممانعت آئی ہے۔

١٤٩٦ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشٰى قِبَلَ الْوَجْهِ حِيْنَ يَدْخُلُ وَيَجْعَلُ الْبَابَ قِبَلَ الظَّهْرِ يَمْشِيْ حَتّٰى يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِيْ قِبَلَ وَجْهِهٖ قَرِيْبًا مِنْ ثَلَاثِ أَذْرُعٍ فَيُصَلِّيْ يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِيْ أَخْبَرَهٗ بِلَالٌ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْهِ وَلَيْسَ عَلٰى أَحَدٍ بَأْسٌ أَنْ يُّصَلِّيَ فِيْ أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَآءَ.

١٤٩٦۔ حضرت نافع رحمہ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبے میں داخل ہوتے تھے تو اپنے منہ کے سامنے چلتے تھے اور دروازہ اپنے پیچھے کرتے تھے پھر چلتے یہاں تک کہ ہوتا فاصلہ درمیان ان کے درمیان اس دیوار کے کہ ان کے منہ کے سامنے تھی قریب تین ہاتھ کے سو ابن عمر رضی اللہ عنہما وہاں نماز پڑھتے تھے قصد کرتے تھے اس جگہ کا کہ بلال رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کسی کو ڈر نہیں یہ کہ نماز پڑھے کعبے کی جس طرف میں چاہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کعبے میں نماز پڑھنی درست ہے، وفيه المطابقة للترجمة.

بَابُ مَنْ لَّمْ يَدْخُلِ الْكَعْبَةَ. اگر کوئی کعبے کے اندر داخل نہ ہو تو اس کا حج درست ہے

فائدہ: بعض کہتے ہیں کہ کعبے کے اندر داخل ہونا یہ بھی حج کی عبادتوں میں سے ہے سو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اشارہ کیا کہ یہ قول مردود ہے اور کعبے میں داخل ہونا حج کے افعال میں داخل نہیں۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَحُجُّ كَثِيْرًا وَّلَا يَدْخُلُ. اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بہت مرتبہ حج کرتے تھے اور کعبے کے اندر داخل نہ ہوتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کعبے کے اندر داخل ہونا حج کے افعال میں سے نہیں اس واسطے کہ اگر اس میں داخل ہونا حج میں داخل ہوتا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کو ترک نہ کرتے باوجود کثرت اتباع ان کے اور واسطے اشہر ہونے حدیث ان کی کے بیچ دخول کعبے کے۔ (فتح)

١٤٩٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِيْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ أَوْفٰى قَالَ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَهُ مَنْ يَّسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ قَالَ لَا.

١٤٩٧۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا سو کعبے کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ وہ چیز تھی کہ آپ کو پردہ کرے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سترہ تھا سو ایک مرد نے اس سے کہا کہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبے میں داخل ہوئے تھے؟ ابن ابی اوفی نے کہا کہ نہیں۔

فائدہ: یہ ٧ ہجری کا بیان ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضا کرنے عمرے کے واسطے مکہ میں آئے اور تین دن مکہ میں ٹھہر کر پلٹ گئے اور کعبے کے اندر اس واسطے داخل نہ ہوئے کہ اس میں بت تھے اور مشرکین کا زور تھا اس واسطے ان کو نکال نہ سکے پھر فتح مکہ کے دن ان کو کعبے سے نکال کر پھینک دیا اور توڑ دیا۔ (فتح)

بَابُ مَنْ كَبَّرَ فِيْ نَوَاحِي الْكَعْبَةِ. کعبے کی طرفوں میں تکبیر کہنے کا بیان

١٤٩٨ - حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ أَبٰى أَنْ يَّدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيْهِ الْاٰلِهَةُ فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ فَأَخْرَجُوْا صُوْرَةَ إِبْرَاهِيْمَ

١٤٩٨۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے دن مکہ میں آئے تو کعبے میں داخل ہونے سے انکار کیا اس حال میں کہ اس میں بت تھے سو حکم دیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ نکالنے ان کے سے سو نکالے گئے سو لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صورت نکالی کہ ان کے ہاتھ میں تیر تھے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ مشرکوں پر

وَإِسْمَاعِيلَ فِي أَيْدِيهِمَا الْأَزْلَامُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمُوا أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَقْسِمَا بِهَا قَطُّ فَدَخَلَ الْبَيْتَ فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِيهِ وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ.

لعنت کرے خبردار! قسم ہے اللہ کی البتہ وہ جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فال کے تیروں سے کبھی نہیں بانٹا اور یہ کام بد انہوں نے کبھی نہیں کیا یہ محض ان کا بہتان ہے ان پر پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبے میں داخل ہوئے اور اس کی طرفوں میں تکبیر کہی اور اس میں نماز نہ پڑھی۔

**فائدہ:** امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے کعبے کے اندر تکبیر کہنے پر استدلال کیا اور اس سے کعبے کے اندر نماز نہ پڑھنے پر استدلال نہ کیا اس واسطے کہ اس میں نماز پڑھنا بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہو چکا ہے اور وہ مثبت ہے اور مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر۔

### بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الرَّمَلِ. رمل کے شروع ہونے کی کیفیت کا بیان۔

**فائدہ:** رمل کہتے ہیں جلد جلد چلنے کو اس طرح کہ قدم پاس پاس رکھے اور مونڈھے ہلا کر چلے جیسے پہلوان چلتے ہیں اور دوڑ کر نہ چلے۔ (فتح)

١٤٩٩ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَفْدٌ وَقَدْ وَهَنَهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ وَأَنْ يَمْشُوا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ وَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ.

١٤٩٩۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مکہ میں آئے سو مشرکین نے کہا کہ تمہارے پاس ایک گروہ آتے ہیں ان کو مدینے کے بخار نے کمزور کر ڈالا ہے سو حکم کیا ان کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ تین شوط میں جلدی چلیں اور رکنوں کے درمیان یعنی یمانیوں کے اپنی چال چلیں اور نہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہ حکم کریں ان کو جلد چلنے کا سب شوطوں میں مگر واسطے شفقت کے اوپر ان کے۔

**فائدہ:** کعبے کے گرد جو ایک بار پھرے تو اس کو شوط کہتے ہیں اور سات شوط کا ایک طواف ہوتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی کعبے کا طواف کرے تو سنت ہے کہ پہلے تین بار جلد جلد چلے کندھے ہلا کر جیسے پہلوان چلتے ہیں اور باقی چار بار اپنی اصلی چال چلے اور دونوں رکنوں کے درمیان اپنی چال چلنے کو اس واسطے فرمایا کہ کافر دونوں شامی

رکنوں کی طرف تھے اور جب دونوں یمانی رکنوں کی طرف آتے تو کافروں سے پوشیدہ ہو جاتے تھے۔

**بَابُ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ أَوَّلَ مَا يَطُوْفُ وَيَرْمُلُ ثَلَاثًا.**

**جب کوئی مکے میں آئے اور کعبے کا طواف کرے تو پہلے طواف میں حجر اسود کو چومے اور پہلے تین بار جلد جلد کندھے ہلا کر چلے۔**

١٥٠٠ ـ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ إِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ أَوَّلَ مَا يَطُوْفُ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِّنَ السَّبْعِ.

١٥٠٠۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب مکے میں آتے اور پہلے طواف میں حجر اسود کو چومتے تو سات بار میں سے پہلے تین بار میں جلد جلد چلتے مونڈھے ہلا کر۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی کعبے کا طواف کرے تو پہلی بار میں حجر اسود کو چومے، وفيه المطابقة للترجمة.

**بَابُ الرَّمَلِ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ.** **حج اور عمرے کے طواف میں جلد چلنے کا بیان۔**

**فائدہ:** یعنی بعض بار میں اور مقصود اس سے یہ ہے کہ رمل کی مشروعیت اب بھی باقی ہے کہ جب کوئی شخص طواف کرے تو سنت ہے کہ پہلی تین بار میں جلد جلد چلے اور باقی چار بار اپنی اصلی چال چلے خواہ حج ہو یا عمرہ اور یہی ہے مذہب جمہور کا کہ رمل کرنا سنت ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سنت نہیں چاہے کرے چاہے نہ کرے۔ (فتح)

١٥٠١ ـ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ وَّمَشٰى أَرْبَعَةً فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ تَابَعَهُ اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ كَثِيْرُ بْنُ فَرْقَدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

١٥٠١۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تین شوط میں جلدی چلے اور چار بار اپنی اصلی چال چلے حج اور عمرے میں یعنی حجۃ الوداع اور عمرے قضا میں۔

١٥٠٢ ـ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا

١٥٠٢۔ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت

مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِلرُّكْنِ أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَّا تَضُرُّ وَلَا تَنفَعُ وَلَوْلَا أَنِّيْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ فَمَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ إِنَّمَا كُنَّا رَآئَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ.

کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے رکن اسود سے کہا خبردار ہو قسم ہے اللہ کی کہ بیشک میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع پہنچاتا ہے اور نہ نقصان اور اگر میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھ کو چومتے تھے تو میں تجھ کو کبھی نہ چومتا پھر اس کو چوما پھر کہا کہ ہم کو رمل سے کیا کام ہے یعنی اس کی کچھ حاجت نہیں کہ ہم تو صرف مشرکوں کو دکھاتے تھے سو اللہ نے ان کو ہلاک کیا پھر کہا کہ وہ ایک چیز ہے کہ اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے پس ہم اس کے چھوڑنے کو پسند نہیں کرتے۔

**فائدہ:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قصد کیا تھا کہ رمل کو چھوڑ دیں کہ وہ ایک سبب سے تھا اور وہ سبب گزر گیا پھر رجوع کیا اس سے کہ شاید اس میں کوئی حکمت ہو کہ اس کو اس پر اطلاع نہ ہو پس دیکھا اس سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اولی ہے سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمل کیا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف میں پہلے تین بار جلد جلد چلے خواہ حج ہو یا عمرہ، وفیہ المطابقة للترجمة.

١٥٠٣ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَا تَرَكْتُ اسْتِلَامَ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فِيْ شِدَّةٍ وَّلَا رَخَآءٍ مُنْذُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا قُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمْشِيْ بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ قَالَ إِنَّمَا كَانَ يَمْشِيْ لِيَكُوْنَ أَيْسَرَ لِاسْتِلَامِهِ.

١٥٠٣۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے دونوں یمانی رکنوں کا چومنا کبھی نہیں چھوڑا نہ سختی میں نہ آسانی میں جب سے میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ان کو چومتے تھے، عبیداللہ کہتا ہے کہ میں نے نافع رحمہ اللہ سے کہا کہ کیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دو رکنوں یمانی کے درمیان اپنی چال چلتے تھے؟ نافع رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ صرف اس واسطے چلتے تھے تا کہ آسان تر ہو واسطے چومنے حجر اسود کے یعنی آہستہ چلتے تا کہ ہجوم میں حجر اسود کے چومنے پر قوت حاصل ہو۔

**فائدہ:** یہ صرف نافع رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما رکنوں کے درمیان اس واسطے آہستہ چلتے تھے اس واسطے کہ احتمال ہے کہ انہوں نے پہلی صفت کے موافق رمل کیا ہو کما عرف من مذهبه فی الاتباع.

**فائدہ:** اگر پہلے تین بار میں رمل چھوٹ جائے تو اس کا قضا کرنا باقی چار بار میں مشروع نہیں اور رمل مردوں کے

ساتھ خاص ہے عورتوں کو اس کا حکم نہیں اور خاص ہے ساتھ اس طواف کے کہ پیچھے اس کے سعی ہو مشہور قول پر اور ہر آدمی کو مستحب ہے خواہ پیادہ ہو یا سوار اور اس کے ترک پر جمہور کے نزدیک دم نہیں آتا اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں رکنوں یمانی کے سوا اور جگہ رمل کرتے تھے اسی واسطے آدمی نے نافع رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا سبب پوچھا کہ بعض جگہ جلد چلتے تھے اور بعض جگہ آہستہ چلتے تھے، وفیه المطابقة للترجمة .

بَابُ اِسْتِلَامِ الرُّكْنِ بِالْمِحْجَنِ. خم دار لکڑی سے حجر اسود کے چومنے کا بیان۔

**فائدہ:** جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مستحب ہے حجر اسود کو منہ سے چومے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو حجر اسود کو ہاتھ لگا کر ہاتھ کو چومے یہ بھی نہ ہو سکے تو لکڑی کو اس پر رکھ کر اس کو چومے یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے ہاتھ چومے۔

١٥٠٤ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَيَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى بَعِيْرٍ يَّسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ تَابَعَهُ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنِ ابْنِ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهٖ.

١٥٠٤۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر طواف کیا چومتے تھے حجر اسود کو ساتھ لکڑی کے کہ اس کا سر خم دار تھا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ہاتھ سے نہ ہو سکے تو لکڑی سے اشارہ کر کے اس کو چومے اور یہی ہے قول جمہور کا جیسے کہ اوپر گزرا لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہاتھ لگا کر نہ چومے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور بعض میں آیا ہے کہ ہاتھ لگا کر چوما اور بعض میں ہے کہ اشارہ کیا سو تطبیق ان میں یوں ہے کہ کسی طواف میں بوسہ دیا اور کسی میں نہ ہاتھ لگا کر چوما اور کسی میں اشارہ کیا بہ سبب ہجوم کے یا کسی بار میں کچھ کیا اور کسی میں کچھ، واللہ اعلم۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَسْتَلِمْ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ. دونوں یمانی رکنوں کے چومنے کہ طواف میں صرف انہیں دونوں کو چومے دوسرے دونوں کو نہ چومے جو شامی ہیں۔

**فائدہ:** کعبے کے چار رکن ہیں یعنی چار کونے ہیں ایک تو وہ کونہ ہے جس میں حجر اسود لگا ہے اور دوسرا سامنے اس کے

ہے رکن یمانی حقیقت میں یہی ہے لیکن تغلیبا دونوں کو رکن یمانی کہتے ہیں اور دو رکن اور ہیں ایک رکن عراقی ہے کہ وہ عراق کی طرف ہے اور ایک شامی ہے کہ وہ شام کی طرف ہے مگر دونوں کو شامی کہتے ہیں اور جس میں حجر اسود ہے وہ کونا سیدھا مشرق کی طرف ہے اور یمانی سیدھا دکن کی طرف ہے اور شامی سیدھا اوتر کی طرف اور عراقی کونا سیدھا مغرب کی طرف ہے اور رکن شامی اور حجر اسود کے درمیان دروازہ ہے اور حجر اسود والا کونا دروازے سے قریب ہے بہ نسبت شامی کونے کے۔

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِي الشَّعْثَآءِ أَنَّهُ قَالَ وَمَنْ يَّتَّقِيْ شَيْئًا مِّنَ الْبَيْتِ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِنَّهُ لَا يُسْتَلَمُ هٰذَانِ الرُّكْنَانِ فَقَالَ لَيْسَ شَيْءٌ مِّنَ الْبَيْتِ مَهْجُوْرًا وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَسْتَلِمُهُنَّ كُلَّهُنَّ.

حضرت ابوشعثاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ کون ہے کہ کعبے کی کسی چیز سے پرہیز کرے یعنی سب رکن کعبہ میں داخل ہیں سب کو چومنا چاہیے اور تھے معاویہ رضی اللہ عنہ چومتے سب رکنوں کو سو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے کہا کہ ہم ان دونوں رکنوں یعنی شامیوں کو نہیں چومتے ہیں یعنی اس واسطے کہ اس طرف سے کعبہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر نہیں بنایا گیا پس یہ اس کے اصل کونے نہیں سو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ کعبے سے کوئی چیز چھوڑی نہیں گئی اور ابن زبیر سب رکنوں کو چومتے تھے۔

**فائدہ:** معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ گمان تھا کہ کعبے سے کوئی چیز چھوڑی نہ گئی بلکہ تا حال اسی بنیاد پر ہے جو بنیاد کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھی اس میں کوئی تغیر تبدل نہیں ہوا سب رکن اپنی اپنی سابق جگہ میں قائم ہیں لیکن یہ رائے ان کی مخالف ہے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اور جمہور کے جیسے کہ پہلے گزرا کہ کعبے سے سات ہاتھ جگہ اوتر کی طرف چھوڑی ہوئی ہے اور بعض اور اصحاب سے بھی مروی ہے کہ وہ کعبے کے سب رکنوں کو چومتے تھے لیکن اتباع سنت کا اولیٰ ہے کہ جن رکنوں کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چوما انہیں کو چومنا چاہیے اور رکن اسود میں دوہری فضیلت ہے ایک حجر اسود کی اور ایک یہ کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر بنا ہوا ہے اور رکن یمانی کو صرف ایک ہی فضیلت ہے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر ہے اور دوسرے دونوں کی کچھ فضیلت نہیں اسی واسطے پہلے کو چوما جاتا ہے اور دوسرے کو ہاتھ لگا کر چوما جاتا ہے اور باقی دونوں کو نہ چوما جاتا ہے نہ ہاتھ لگا کر چوما جاتا ہے یہ قول جمہور کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ رکن یمانی کا چومنا بھی مستحب ہے اور بعض علماء نے اس حدیث سے نکالا ہے کہ جو کوئی تعظیم کے لائق ہو آدمی وغیرہ سے اس کو چومنا درست ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور قبر کو چومنا درست ہے یا

نہیں؟ کہا درست ہے اور بعض سے منقول ہے کہ قرآن اور حدیث اور قبور صالحین کو چومنا بھی درست ہے۔ (فتح)

١٥٠٥ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُ مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ.

١٥٠٥۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ کعبے سے کوئی چیز چومی ہو سوائے دو رکنوں یمانیوں کے کہ ان کو چومتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دونوں رکنوں کے سوا اور کسی رکن کو نہ چومے، وفیہ المطابقۃ للترجمۃ۔

## بَابُ تَقْبِيلِ الْحَجَرِ.

## حجر اسود کے چومنے کا بیان۔

١٥٠٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا وَرْقَاءُ أَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَقَالَ لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ.

١٥٠٦۔ حضرت اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دیکھا میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کہ حجر اسود کو چوما اور کہا کہ اگر نہ دیکھتا میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ تجھ کو چوما نہ چومتا میں تجھ کو۔

١٥٠٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ قَالَ قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِنْ زُحِمْتُ أَرَأَيْتَ إِنْ غُلِبْتُ قَالَ اجْعَلْ أَرَأَيْتَ بِالْيَمَنِ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ.

١٥٠٧۔ حضرت زبیر بن عربی سے روایت ہے کہ ایک مرد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کے چومنے کا حکم پوچھا سو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس کو ہاتھ اور منہ سے چومتے تھے اس مرد نے کہا بھلا بتلاؤ کہ اگر مجھ پر ہجوم اور غلبہ ہو جائے اور میں حجر اسود تک نہ پہنچ سکوں تو کیا کروں؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ارأیت یعنی یہ عذر اپنا یمن میں چھوڑ دے یعنی یہ عذر اپنے گھر میں چھوڑ آ کہ حجر اسود کا چومنا اس عذر سے ساقط نہیں ہوسکتا میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس کو ہاتھ اور منہ سے چومتے تھے۔

**فائدہ:** جس مرد نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ مسئلہ پوچھا شاید ہو یمن کا رہنے والا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سنت ہے چومنا حجر اسود کا اور سنت ہے کہ اس کو ہاتھ اور منہ دونوں سے چومے بخلاف رکن یمانی کے کہ اس کو فقط ہاتھ سے

چومے منہ سے نہ چومے اور ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہجوم کے سبب سے حجر اسود کا بوسہ چھوڑنا درست نہ جانتے تھے اور یہ جو اس کو کہا کہ اپنی رائے یمن میں چھوڑ دے تو مراد اس سے یہ ہے کہ جب کوئی حدیث سنے تو چاہیے کہ اس پر عمل کرے اور اپنی رائے سے اس کا معارضہ نہ کرے اور ایک روایت میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہجوم میں گر پڑتے تھے یہاں تک کہ خون آلودہ ہو جاتے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حجر اسود پر ہجوم کرنا مکروہ ہے اور جب حجر اسود کو چومے تو عورتوں کے بوسہ کی طرح اپنی آواز کو بلند نہ کرے۔ (فتح)

بَابُ مَنْ أَشَارَ إِلَى الرُّكْنِ إِذَا أَتٰى عَلَيْهِ.

جب رکن اسود کے پاس آئے تو اس کی طرف اشارے کرے۔

١٥٠٨ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ عَلٰى بَعِيْرٍ كُلَّمَا أَتٰى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ.

١٥٠٨۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر کعبے کا طواف کیا جب رکن اسود پر آتے تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکن سے دور رہتے تھے اور پہلے محجن کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب ہوتے تھے سو یہ حدیث حال امن پر محمول ہے اور اشارے کی حدیث حالت خوف پر محمول ہے۔ (فتح)

بَابُ التَّكْبِيْرِ عِنْدَ الرُّكْنِ.

رکن اسود کے پاس اللہ اکبر کہنے کا بیان۔

١٥٠٩ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ عَلٰى بَعِيْرٍ كُلَّمَا أَتَى الرُّكْنَ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَانَ عِنْدَهٗ وَكَبَّرَ تَابَعَهٗ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ.

١٥٠٩۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے کا طواف اونٹ پر کیا جب رکن کے پاس آئے تو کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کرتے کہ آپ کے پاس ہوتی اور تکبیر کہتے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مستحب ہے کہنا تکبیر کا پاس رکن کے ہر شوط میں، وفیه المطابقة للترجمة.

بَابُ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يَّرْجِعَ إِلٰى بَيْتِهٖ ثُمَّ صَلّٰى

جب کوئی مکے میں آئے تو کعبے کا طواف کرے پہلے پھرنے سے طرف گھر کی پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر صفا

رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا. کی طرف نکلے واسطے سعی صفا اور مروہ کے۔

**فائدہ:** بعض کہتے ہیں کہ عمرہ کرنے والا جب کعبے کا طواف کر لے تو پھر حلال ہو جاتا ہے اگرچہ صفا اور مروہ کے درمیان نہ دوڑے سو امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض یہ ہے کہ یہ قول مردود ہے۔ (فتح)

١٥١٠ ـ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ذَكَرْتُ لِعُرْوَةَ قَالَ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِيْنَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ حَجَّ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مِثْلَهُ ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارَ يَفْعَلُوْنَهُ وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي أَنَّهَا أَهَلَّتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوْا.

١٥١٠۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں آئے تو سب اعمال حج سے پہلے جو چیز شروع کی یہ ہے کہ آپ نے وضو کیا پھر کعبے کا طواف کیا پھر وہ عمرہ نہ ہوا یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کر کے حلال نہ ہوئے بلکہ حج کے احرام پر قائم رہے یہاں تک کہ سب حج تمام کیا پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح حج کیا' عروہ نے کہا کہ پھر میں نے اپنے باپ زبیر کے ساتھ حج کیا سو سب سے پہلے کعبے کا طواف کیا پھر میں نے مہاجرین اور انصار دیکھے کہ وہ بھی اسی طرح کرتے تھے اور میری ماں نے مجھ کو خبر دی کہ میں اور میری بہن عائشہ رضی اللہ عنہا نے اور زبیر نے اور فلانے فلانے نے عمرے کا احرام باندھا سو جب انہوں نے حجر اسود کو چوما تو احرام اتار ڈالا۔

**فائدہ:** اجماع ہے سب علماء کا اس پر کہ طواف تمام ہونے سے احرام اتارنا درست نہیں پھر مذہب جمہور کا یہ ہے کہ لازم ہے بعد طواف کے دوڑنا درمیان صفا اور مروہ کے پھر منڈانا سر کا سو مراد عروہ کی یہ کہ طواف اور سعی صفا مروہ ہے بعد حلال ہوئی یہ مراد نہیں کہ محض کعبے کا طواف کر کے حلال ہوئے اس واسطے کہ عروہ کے نزدیک صفا مروہ کی سعی شرط ہے بغیر اس کے حلال ہونا درست نہیں بخلاف ما نقل عن ابن عباس اور سر منڈانا بھی اگر عروہ کے نزدیک شرط ہو گا تو اس کی کلام میں مقدر کیا جائے گا ورنہ نہیں اور ابن عباس کا یہ مذہب ہے کہ جو ہدی ساتھ نہ لایا ہو اور صرف حج کا احرام باندھا ہو جب کعبے کا طواف کر لے تو اس کو حلال ہونا اور احرام کھولنا درست ہے اگرچہ صفا اور مروہ کی سعی نہ کی ہو اور جو حج پر قائم رہے وہ کعبے کا طواف نہ کرے یہاں تک کہ عرفات سے پھرے پس خلاصہ مذہب ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دو امر میں ہے ایک یہ کہ حلال ہونے میں صفا اور مروہ کی سعی شرط نہیں بلکہ فقط طواف سے حلال ہو جاتا ہے اور دوم یہ کہ مفرد کو کعبے کا طواف کرنا درست نہیں یہاں تک کہ عرفات سے پھرے اگر عرفات سے پہلے طواف

کرے تو حلال ہو جائے گا اور حج کا احرام ٹوٹ جائے گا لیکن جمہور علماء اس مسئلے میں ان کے مخالف ہیں اور اس پر اجماع ہے سب کا کہ اگر مفرد کعبے کا طواف کرے تو اس کو ضرر نہیں کرتا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی مکہ میں آئے تو مستحب ہے یہ کہ پہلے طواف کرے یعنی طواف قدوم اس واسطے کہ وہ تحیہ ہے واسطے مسجد حرام کے اور بعض شافعیہ نے خوب صورت اور شریف عورت اس سے مستثنیٰ کی ہے کہ اس کو مستحب ہے کہ طواف کو رات تک تاخیر کرے اور اسی طرح جو کوئی فرض نماز یا جماعت یا مؤکدہ یا فائتہ کے فوت ہونے کا خوف کرے وہ بھی طواف کو مؤخر کرے اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی طواف قدوم ترک کر دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے تارک پر دم آتا ہے، انتہیٰ ۔ (فتح)

١٥١١ ۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ أَنَسٌ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوَّلَ مَا يَقْدَمُ سَعٰى ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَّمَشٰى أَرْبَعَةً ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

١٥١١۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حج اور عمرے میں جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں آتے اور سب اعمال حج سے پہلے طواف کرتے تو پہلے تین طواف میں جلد چلتے اور پھر چار بار آہستہ چلتے موافق اپنی چال کے پھر دو رکعت نماز پڑھتے پھر صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتے۔

١٥١٢ ۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَّيَمْشِيْ أَرْبَعَةً وَأَنَّهٗ كَانَ يَسْعٰى بَطْنَ الْمَسِيْلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

١٥١٢۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبے کا پہلا طواف کرتے تو تین بار جلد چلتے اور چار بار اپنی چال چلتے اور جب صفا اور مروہ کے درمیان طوافکرتے تو میدان کے درمیان دوڑتے جو کہ صفا اور مروہ کے درمیان ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمرہ کرنے والا صرف طواف سے حلال نہیں ہوتا جب تک کہ سعی نہ کرے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرے دونوں میں طواف کے بعد سعی کی ، وفیہ المطابقة للترجمة اور یہ دلیل ہے اس پر کہ مراد عروہ کی حدیث مذکور میں طواف ساتھ سعی کے ہے صرف طواف نہیں ۔ (فتح)

بَابُ طَوَافِ النِّسَآءِ مَعَ الرِّجَالِ. عورتوں کے مردوں کے ساتھ طواف کرنے کا بیان۔

**فائدہ:** یعنی کیا مردوں کے ساتھ مل کر طواف کریں یا ان کے ساتھ علیحدہ ہو کر بغیر اختلاط کے یا تنہا ہو کر۔ (فتح)

١٥١٣ - وَقَالَ لِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنَا قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَآءٌ إِذْ مَنَعَ ابْنُ هِشَامٍ النِّسَآءَ الطَّوَافَ مَعَ الرِّجَالِ قَالَ كَيْفَ تَمْنَعُهُنَّ وَقَدْ طَافَ نِسَآءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الرِّجَالِ قُلْتُ أَبَعْدَ الْحِجَابِ أَوْ قَبْلُ قَالَ إِيْ لَعَمْرِيْ لَقَدْ أَدْرَكْتُهُ بَعْدَ الْحِجَابِ قُلْتُ كَيْفَ يُخَالِطْنَ الرِّجَالَ قَالَ لَمْ يَكُنَّ يُخَالِطْنَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَطُوْفُ حَجْرَةً مِّنَ الرِّجَالِ لَا تُخَالِطُهُمْ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ انْطَلِقِيْ نَسْتَلِمْ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتِ انْطَلِقِيْ عَنْكِ وَأَبَتْ يَخْرُجْنَ مُتَنَكِّرَاتٍ بِاللَّيْلِ فَيَطُفْنَ مَعَ الرِّجَالِ وَلٰكِنَّهُنَّ كُنَّ إِذَا دَخَلْنَ الْبَيْتَ قُمْنَ حَتّٰى يَدْخُلْنَ وَأُخْرِجَ الرِّجَالُ وَكُنْتُ اٰتِيْ عَائِشَةَ أَنَا وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ فِيْ جَوْفِ ثَبِيْرٍ قُلْتُ وَمَا حِجَابُهَا قَالَ هِيَ فِيْ قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ لَهَا غِشَآءٌ وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهَا غَيْرُ ذٰلِكَ وَرَأَيْتُ عَلَيْهَا دِرْعًا مُوَرَّدًا.

١٥١٣۔ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ خبر دی مجھ کو عطاء نے کہ جب کہ ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کیا تو عطاء نے کہا کہ تو عورتوں کو کس طرح منع کرتا ہے اور حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے مردوں کے ساتھ طواف کیا اور ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا کہ کیا یہ معاملہ پردے کی آیت اترنے سے پہلے واقع ہوا یا پیچھے عطاء نے کہا کہ ہاں مجھ کو اپنی عمر کی قسم ہے کہ البتہ میں نے یہ بات پردے کے بعد پائی یعنی یہ معاملہ دیکھا ہی کسی سے نہیں سنا میں نے عطاء سے کہا کہ مرد عورتوں کے ساتھ کس طرح جمع ہوتے تھے اور کس طرح اختلاط کرتے تھے؟ عطاء نے کہا کہ مرد عورتوں کے ساتھ جمع نہ ہوتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پردہ کر کے طواف کرتی تھیں اس طرح کہ کوئی ان کو نہ دیکھ سکے مردوں سے ملتی نہ تھیں سو ایک عورت نے کہا کہ اے ام المؤمنین! چلو ہم حجر اسود کو چومیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تو خود جا اور بوسہ دے اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار کیا چومنے سے اور دستور تھا کہ عورتیں رات کو پردے سے نکلا کرتی تھیں اور مردوں کے ساتھ طواف کرتی تھیں لیکن جب وہ کعبے میں داخل ہونے کا ارادہ کرتیں تو کھڑی ہو جاتی تھیں یہاں تک کہ مرد اندر سے نکالے جاتے اور میں اور عبید عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے تھے اور وہ پہاڑ ثبیر کے درمیان ٹھہرتی تھیں میں نے کہا کہ اس وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پردہ کیا تھا کہا کہ وہ ایک چھوٹے خیمے میں تھیں کہ اس کو پردہ تھا اور ہمارے اور ان کے درمیان سوائے خیمہ کے اور کچھ نہ تھا اور میں نے ان پر

گلابی رنگ پیراہن دیکھا یعنی اتفاقا میری نظر پڑی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہے عورتوں کو طواف کرنا ساتھ مردوں کے علیحدہ ہو کر بغیر اختلاط کے کہ مثلا مردوں کی جماعت آگے جائے اور عورتوں کی پیچھے آپس میں خلط نہ ہوں، وفیه المطابقة للترجمة اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ مل کر طواف کرنا درست نہیں اور ابن ہشام نے جو منع کیا تھا تو مطلق منع کیا تھا کہ جب مرد طواف کریں اس وقت عورتیں بالکل نہ کریں تنہا ہو کر کریں اسی واسطے عطاء نے اس پر انکار کیا۔

١٥١٤ ـ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ شَكَوْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّيْ أَشْتَكِيْ فَقَالَ طُوْفِيْ مِنْ وَّرَآءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَئِذٍ يُصَلِّيْ إِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ ﴿وَالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ﴾.

١٥١٤۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں اور پیادہ طواف نہیں کر سکتی سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طواف کر لوگوں کے پیچھے سوار ہو کر سو میں نے طواف کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کعبے کے پہلو میں نماز پڑھتے تھے اور اس میں سورہ طور پڑھتے تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز ہے عورت کو طواف کرنا ساتھ مردوں کے لیکن ان سے پیچھے رہے ان کے ساتھ نہ ملے، وفیه المطابقة للترجمة اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیمار اور عذر والے کو سوار ہو کر طواف کرنا درست ہے اور اسی طرح اگر کوئی کسی معذور کو اٹھا کر طواف کرے تو یہ بھی درست ہے۔ (فتح)

## بَابُ الْكَلَامِ فِي الطَّوَافِ. طواف میں کلام کرنا درست ہے۔

**فائدہ:** شاید اس میں اشارہ ہے طرف حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کہ کعبے کا طواف نماز کی طرح ہے لیکن اللہ نے اس میں کلام کو مباح کیا ہے سو جو کلام کرے تو بہتر کلام کرے۔ (فتح)

١٥١٥ ـ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ الْأَحْوَلُ أَنَّ طَاوُسًا أَخْبَرَهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

١٥١٥۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم طواف کرتے ہوئے ایک شخص پر گزرے کہ اس نے اپنا ہاتھ دوسرے شخص کے ساتھ باندھا تھا چمڑے کے تسمے سے یا دھاگے سے یا کسی اور چیز سے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ وَهُوَ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ رَبَطَ يَدَهُ إِلَى إِنْسَانٍ بِسَيْرٍ أَوْ بِخَيْطٍ أَوْ بِشَيْءٍ غَيْرِ ذٰلِكَ فَقَطَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ قُدْهُ بِيَدِهٖ.

ہاتھ سے کاٹ ڈالا اور فرمایا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے کھینچ۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف میں کلام کرنا درست ہے' وفیہ المطابقۃ للترجمۃ لیکن افضل ہے کہ حاجت کے بغیر کلام نہ کرے۔

## بَابُ إِذَا رَأَى سَيْرًا أَوْ شَيْئًا يُكْرَهُ فِي الطَّوَافِ قَطَعَهُ.

اگر کوئی چمڑے کا تسمہ دیکھے کہ اس کو دوسرے سے باندھا ہو یا کوئی اور چیز مکروہ دیکھے قول سے یا فعل سے تو اس کو ہاتھ سے یا زبان سے دور کرے۔

**فائدہ:** یعنی اس واسطے کہ باگ سے چار پایوں کو کھینچا جاتا ہے پس اس میں مشابہت ہے ساتھ چار پایوں کے۔

١٥١٦ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ بِزِمَامٍ أَوْ غَيْرِهٖ فَقَطَعَهُ.

١٥١٦۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو دیکھا کہ باگ یا اور چیز کے ساتھ طواف کرتا تھا یعنی اپنا ہاتھ رسی وغیرہ سے دوسرے آدمی کے ہاتھ سے باندھا ہوا تھا تا کہ وہ اس کو کھینچے اور شاید کہ وہ آدمی اندھا ہوگا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کاٹ دیا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی طواف میں مکروہ چیز دیکھے تو اس کو دور کرے، وفیہ المطابقۃ للترجمۃ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے طائف کو اختیار کرنا ہلکے فعل کا اور یہ کہ جائز ہے کلام کرنا واجب اور مستحب اور مباح امروں میں اور ابن منذر نے کہا کہ ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا بہتر ہے اور مباح کلام بھی درست ہے لیکن ذکر اولیٰ ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ واجب طواف میں کلام کرنا مکروہ ہے اور ابن مبارک نے کہا کہ قرآن سے کوئی چیز افضل نہیں اور شافعی اور ابو ثور نے کہا کہ مستحب ہے اور اہل کوفہ قید کرتے ہیں ساتھ اخفا کرنے کے اور حسن اور عروہ کے نزدیک قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔ (فتح)

## بَابُ لَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَّلَا يَحُجُّ مُشْرِكٌ.

نہ گھومے گرد کعبے کے کوئی ننگا اور نہ حج کرے کوئی کافر شریک کرنے والا۔

١٥١٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ يُوْنُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ

١٥١٧۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ کو بھیجا اس حج میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو

حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِيْ أَمَّرَهُ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِيْ رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ أَلَا لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.

بکر رضی اللہ عنہ کو اس پر امیر کیا تھا حجۃ الوداع سے پہلے قربانی کی عید کے دن ایک جماعت میں لوگوں میں پکارے کہ نہ حج کرے اس برس کے بعد کوئی کافر شریک کرنے والا اور نہ گھومے گرد کعبے کے کوئی ننگا آدمی۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف میں ستر کا ڈھانکنا شرط ہے اور ننگے طواف کرنا درست نہیں ، وفیہ المطابقة للترجمة اور یہی ہے مذہب جمہور کا لیکن حنفیہ کہتے ہیں کہ طواف میں ستر کا ڈھانکنا شرط نہیں اگر ننگے ہوکر طواف کرے تو دہرائے جب تک کہ مکے میں ہو اور اگر اپنے وطن کو چلا جائے تو دم دینا آتا ہے اور جاہلیت کے زمانے میں کافروں کا دستور تھا کہ طواف کعبے کا ننگے کرتے تھے ان کا گمان یہ تھا کہ کپڑوں میں ہم نے گناہ کیے ہیں ان سے کیا طواف کریں اسلام میں ننگے ہوکر طواف کرنا حرام ہوا۔

## بَابُ إِذَا وَقَفَ فِي الطَّوَافِ.

اگر طواف کے درمیان ٹھہر جائے تو کیا طواف ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟۔

**فائدہ:** شاید یہ اشارہ ہے اس طرف جو کہ حسن بصری سے منقول ہے کہ اگر کوئی طواف میں ہو اور نماز کی تکبیر ہو جائے تو اس کو قطع کر دے تو پھر از سر نو شروع کرے اور جو طواف کر چکا ہو اس پر بنا نہ کرے اور جمہور کہتے ہیں کہ سابق طواف پر بنا کرنی درست ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ فرض نماز کے ساتھ خاص ہے اور یہی ہے قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اور اگر نماز نفل ہو تو طواف کا از سر نو شروع کرنا اولیٰ ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اشہب کہتے ہیں کہ قطع کرے اور بنا کرے اور جمہور کہتے ہیں کہ حاجت کے واسطے طواف قطع کرنا درست ہے اور نافع رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ طول القیام طواف میں بدعت ہے، انتہی۔ (فتح) اور حنابلہ کا مذہب وجوب موالات ہے اگر عمداً یا سہواً چھوڑ دے تو طواف درست نہیں ہوتا۔

وَقَالَ عَطَاءٌ فِيْمَنْ يَّطُوْفُ فَتُقَامُ الصَّلَاةُ أَوْ يُدْفَعُ عَنْ مَكَانِهِ إِذَا سَلَّمَ يَرْجِعُ إِلٰى حَيْثُ قُطِعَ عَلَيْهِ فَيَبْنِيْ وَيُذْكَرُ نَحْوُهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ

اور عطا نے کہا کہ اگر کوئی طواف کرتا ہو اور نماز کی تکبیر ہو جائے یا اس کی جگہ سے دور کیا جائے یعنی کسی اور سبب سے طواف قطع ہو جائے تو جب سلام پھیرے تو پھر جائے اس جگہ کی طرف کہ قطع کیا گیا اوپر اس کے پس

بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

سابق طواف پر بنا کرے اور از سر نو شروع نہ کرے اور ذکر کیا جاتا ہے مانند اس مضمون کی ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما سے کہ اگر نماز وغیرہ کی وجہ سے طواف قطع کرے تو سلام کے بعد سابق طواف پر بنا کرے۔

بَابُ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسُبُوْعِهِ رَكْعَتَيْنِ.

حضرت ﷺ نے سات بار طواف کے لیے دو رکعت نماز پڑھی۔

**فائدہ:** طواف کی دو رکعتیں جمہور کے نزدیک سنت ہیں اور یہی قول ہے شافعیہ کا پس جمہور کے نزدیک دو طوافوں کا ملانا درست ہے بغیر کراہت کے اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک طواف کی دو رکعتیں واجب ہیں پس ان کے نزدیک دو طوافوں کا ملانا درست نہیں بلکہ ہر طواف کے لیے دو رکعتیں پڑھے۔ (فتح)

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُصَلِّيْ لِكُلِّ سُبُوْعٍ رَكْعَتَيْنِ.

اور نافع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تھے ابن عمر رضی اللہ عنہما پڑھتے دو رکعتیں ہر سات بار کے واسطے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر سات بار کے ساتھ دو رکعتیں پڑھنی سنت ہیں، وفيه المطابقة للترجمة.

وَقَالَ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أُمَيَّةَ قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ إِنَّ عَطَآءً يَقُوْلُ تُجْزِءُهُ الْمَكْتُوْبَةُ مِنْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ فَقَالَ السُّنَّةُ أَفْضَلُ لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبُوْعًا قَطُّ إِلَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

اور اسماعیل سے روایت ہے کہ میں نے زہری سے کہا کہ عطا کہتا ہے کہ طواف کے بعد فرض نماز پڑھنی طواف کی دو رکعتوں سے کفایت کرتی ہیں ان کے پڑھنے کی حاجت باقی نہیں رہتی سو زہری نے کہا کہ پیروی سنت کی افضل ہے حضرت ﷺ نے کبھی سات بار طواف نہیں کیا مگر کہ اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھی یعنی دونوں طوافوں کو ملانا اور ان کے درمیان نماز نہ پڑھنا خلاف اولیٰ ہے کہ حضرت ﷺ نے نہیں کیا۔

**فائدہ:** اور مراد زہری کی یہ ہے کہ فرض نماز طواف کی دو رکعتوں کے بدلے کافی نہیں۔

١٥١٨ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَيَقَعُ الرَّجُلُ عَلَى امْرَأَتِهِ فِي

١٤١٨۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اگر کوئی عمرے میں اپنی عورت سے صحبت کرے؟ یعنی بعد طواف کے پہلے دوڑنے سے درمیان صفا اور مروہ کے

الْعُمْرَةِ قَبْلَ أَنْ يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا ثُمَّ صَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ قَالَ وَسَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ لَا يَقْرَبُ امْرَأَتَهُ حَتّٰى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

تو اس کا کیا حکم ہے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں آئے سو آپ نے سات بار کعبے کا طواف کیا پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں اور صفا مروہ کے درمیان دوڑے پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھی چال چلنی ہے یعنی صفا اور مروہ کی سعی سے پہلے عورت سے صحبت کرنی درست نہیں اور عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے اس کا حکم پوچھا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا نہ نزدیک ہو اپنی عورت کے یہاں تک کہ دوڑے درمیان صفا اور مروہ کے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کعبے کا طواف کرے تو سنت ہے کہ اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے، وفيه المطابقة للترجمة.

## بَابُ مَنْ لَّمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ وَلَمْ يَطُفْ حَتّٰى يَخْرُجَ إِلٰى عَرَفَةَ وَيَرْجِعَ بَعْدَ الطَّوَافِ الْأَوَّلِ.

اس شخص کا بیان کہ طواف قدوم کے بعد کعبے کے پاس نہ جائے اور اس کے گرد طواف نہ کرے یعنی نفل طواف یہاں تک کہ عرفات کو جائے اور وہاں سے پھر آئے۔

١٥١٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِيْ كُرَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فَطَافَ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهٖ بِهَا حَتّٰى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ.

١٥١٩۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے سو آپ نے سات بار کعبے کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے اور اپنے پہلے طواف کے بعد یعنی طواف قدوم کے بعد کعبے کے نزدیک نہ آئے یہاں تک کہ عرفات سے پھرے۔

**فائدہ:** یہ حدیث ترجمہ میں ظاہر ہے لیکن اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ حاجی کو وقوف عرفات سے پہلے نفل طواف کرنا منع ہے اس واسطے کہ احتمال ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل طواف اس واسطے چھوڑا ہو کہ کوئی اس کو واجب نہ سمجھ لے کہ آپ اپنی امت پر تخفیف کو پسند رکھتے تھے۔ (فتح)

## بَابُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِّنَ الْمَسْجِدِ.

طواف کی دو رکعتوں کے مسجد حرام سے باہر پڑھنے کا بیان۔

**فائدہ:** مراد اس باب سے یہ بات ہے کہ طواف کی دو رکعتوں کے لیے کوئی جگہ مقرر نہیں کہ فلانی جگہ پڑھے بلکہ ہر جگہ ان کا پڑھنا درست ہے جس جگہ چاہے پڑھے اگرچہ مقام ابراہیم میں ان کا پڑھنا افضل ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے مگر کعبے اور حطیم میں۔ (فتح)

وَصَلّٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَارِجًا مِّنَ الْحَرَمِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حرم مکہ سے باہر نماز پڑھی یعنی طواف کی نماز۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ طواف کی نماز حرم مکہ سے باہر پڑھنی درست ہے، وفيه المطابقة للترجمة.

١٥٢٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا شَكَوْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح و حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِيْ زَكَرِيَّآءَ الْغَسَّانِيُّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ بِمَكَّةَ وَأَرَادَ الْخُرُوْجَ وَلَمْ تَكُنْ أُمُّ سَلَمَةَ طَافَتْ بِالْبَيْتِ وَأَرَادَتِ الْخُرُوْجَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيْمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ فَطُوْفِيْ عَلٰى بَعِيْرِكِ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ فَلَمْ تُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَتْ.

١٥٢٠۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے اور مدینے کو چلنے کا ارادہ کیا اور میں نے کعبے کا طواف نہ کیا تھا اور میں نے آپ کے ساتھ نکلنے کا ارادہ کیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا کہ جب فجر کی نماز کی تکبیر ہو تو اپنے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کر اس حال میں کہ لوگ نماز پڑھتے ہوں سو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے طواف کیا اور نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ مسجد سے باہر نکلیں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کے طواف کی دو رکعتوں کے لیے کوئی جگہ مقرر نہیں جہاں چاہے پڑھے خواہ مسجد حرام میں یا اس سے باہر اس واسطے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے طواف کی دو رکعتیں مسجد حرام سے باہر پڑھیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس پر مقرر رکھا پس معلوم ہوا کہ طواف کی دو رکعتیں مسجد حرام میں پڑھنی ضروری نہیں جس جگہ چاہے پڑھے، وفيه المطابقة للترجمة اور اس حدیث سے دلیل پکڑی گئی ہے اس پر کہ جو کوئی طواف کی دو رکعتیں

بھول جائے وہ قضا کرے جس جگہ ان کو یاد کرے حل میں یا حرم میں اور یہی ہے قول جمہور کا اور ثوری سے روایت ہے کہ حرم کے اندر یاد کرے تو پڑھے اور حرم سے باہر نہ پڑھے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر ان کو نہ پڑھے یہاں تک کہ اپنے شہر کی طرف پھر آئے تو اس پر دم دینا آتا ہے اور ابن منذر نے کہا کہ فرض سے ان کا درجہ زیادہ نہیں حالانکہ فرض کی قضا پر قضا کرنے کے سوا اور کچھ تاوان نہیں، انتہی۔ (فتح)

بَابُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَلْفَ الْمَقَامِ.

طواف کی دو رکعتوں کے مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھنے کا بیان۔

١٥٢١ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾.

١٥٢١۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے سو آپ نے سات بار کعبے کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں پھر صفا اور مروہ کی طرف نکلے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ البتہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی چال چلنی ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف کی دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھنی افضل ہیں، وفيه المطابقة للترجمة اور ابن منذر نے کہا کہ احتمال ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نماز فرض ہو لیکن سب اہل علم کا اجماع ہے اس پر کہ طواف کی دو رکعتیں ہر جگہ پڑھنی درست ہیں جس جگہ چاہے پڑھے مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ طواف واجب کی نماز حطیم میں درست نہیں اگر پڑھے تو دہرائے، انتہی۔ (فتح)

بَابُ الطَّوَافِ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ.

فجر اور عصر کی نماز کے بعد طواف کرنے کا بیان یعنی طواف کی نماز کا اس وقت کیا حکم ہے؟۔

**فائدہ:** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی چال سے معلوم ہوتا ہے کہ طواف کی نماز ہر وقت پڑھنی درست ہے اور گویا اس میں اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جو کہ اصحاب سنن وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اولاد عبد مناف! تم میں سے جو کوئی لوگوں کا حاکم ہو تو نہ منع کرے کسی کو کہ کعبے کا طواف کرے اور نماز پڑھے اس میں جس گھڑی چاہے رات سے یا دن سے لیکن چونکہ یہ حدیث بخاری کی شرط پر نہیں اس واسطے نقل نہ کی۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما طواف کی دو رکعتیں پڑھتے تھے جب تک کہ سورج نہ نکلتا۔

**فائدہ:** عطا سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فجر کی نماز کے بعد طواف کیا سات بار پھر آسمان کی طرف دیکھا تو اندھیرا معلوم ہوا یعنی ابھی سورج نہ نکلا تھا پھر طواف کی دو رکعتیں پڑھیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ تھا کہ صرف عین طلوع اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنی مکروہ ہے آگے پیچھے مکروہ نہیں کما روی عن الطحاوی وغیرہ. (فتح)

وَطَافَ عُمَرُ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ فَرَكِبَ حَتّٰى صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ بِذِي طُوًى.

اور عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا پھر سوار ہوئے یہاں تک کہ ذی طویٰ میں دو رکعتیں پڑھیں۔

**فائدہ:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے بعد نماز پڑھنی مکروہ جانتے تھے اس واسطے طواف کی دو رکعتیں اس وقت نہ پڑھیں جب ذی طویٰ میں پہنچے اور سورج نکل آیا تو اس وقت طواف کی دو رکعتیں پڑھیں۔

١٥٢٢ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ حَبِيْبٍ عَنْ عَطَآءٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ نَاسًا طَافُوْا بِالْبَيْتِ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ ثُمَّ قَعَدُوْا إِلَى الْمُذَكِّرِ حَتّٰى إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَعَدُوْا حَتّٰى إِذَا كَانَتِ السَّاعَةُ الَّتِيْ تُكْرَهُ فِيْهَا الصَّلَاةُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ.

١٥٢٢۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے صبح کی نماز کے بعد کعبے کا طواف کیا پھر واعظ کے پاس جا بیٹھے یہاں تک کہ جب سورج نکلا تو نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان لوگوں کے حق میں کہا کہ یہ لوگ بیٹھے رہیں یہاں تک کہ جب وہ ساعت ہوئی جس میں کہ نماز پڑھنی مکروہ ہے تو نماز کو کھڑے ہوئے۔

**فائدہ:** شاید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک بھی فجر اور عصر کی نماز کے بعد کعبے میں نماز پڑھنی درست تھی اس واسطے ان پر انکار کیا کہ انہوں نے جواز کا وقت چھوڑ دیا اور کراہت کا وقت اختیار کیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کے نزدیک یہ نہی عام تھی عین طلوع اور غروب کے ساتھ خاص نہ تھی اس واسطے ان پر انکار کیا۔ (فتح)

١٥٢٣ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ الصَّلَاةِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوْبِهَا.

١٥٢٣۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا منع کرتے تھے نماز سے وقت نکلنے آفتاب کے اور وقت غروب ہونے اس کے۔

١٥٢٤ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ هُوَ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبِيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنِيْ

١٥٢٤۔ حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ فجر کی نماز کے بعد طواف کیا

عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ رُفَيْعٍ قَالَ رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا يَطُوْفُ بَعْدَ الْفَجْرِ وَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَرَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَيُخْبِرُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتَهَا إِلَّا صَلَّاهُمَا.

اور دو رکعت نماز پڑھی اور میں نے اس کو دیکھا کہ عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی میرے گھر میں نہ آئے مگر کہ وہ دو رکعتیں پڑھیں۔

**فائدہ:** وجہ تعلق ان حدیثوں کی ترجمہ سے یا تو اس طور سے ہے کہ طواف بھی نماز ہے پس طواف اور نماز دونوں کا ایک حکم ہے اور یا اس واسطے کہ طواف نماز کو مستلزم ہے جو اس کے بعد مشروع ہے اور یہ ظاہر تر ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ اس مسئلے میں اختلاف ہے ابن عبدالبر نے کہا کہ ثوری اور کوفے والے کہتے ہیں کہ فجر اور عصر کے بعد طواف کرنا مکروہ ہے اگر کرے تو نماز کو تاخیر کرے لیکن یہ بعض کا مذہب ہے ورنہ مشہور حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ عصر اور فجر کی نماز کے بعد طواف مکروہ نہیں نماز مکروہ ہے اور جمہور اصحاب اور جو ان کے بعد ہیں کہتے ہیں کہ طواف کے بعد ہر وقت نماز پڑھنی درست ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فجر اور عصر کے بعد نماز پڑھنی مکروہ ہے واسطے عموم نہی کے یہ قول عمر اور ثوری اور ایک جماعت کا ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا، انتہی۔ (فتح)

## بَابُ الْمَرِيْضِ يَطُوْفُ رَاكِبًا.

بیمار کو سوار ہو کر طواف کرنا درست ہے۔

١٥٢٥ ـ حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَهُوَ عَلٰى بَعِيْرٍ كُلَّمَا أَتٰى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ فِيْ يَدِهٖ وَكَبَّرَ.

١٥٢٥۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے کا طواف اونٹ پر سوار ہو کر کیا جب رکن اسود کے پاس آتے تو اس کی طرف اس چیز سے کہ آپ کے ہاتھ میں تھی اشارہ کرتے تھے اور تکبیر کہتے تھے۔

١٥٢٦ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا قَالَتْ شَكَوْتُ إِلٰى

١٥٢٦۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں سو فرمایا کہ طواف کر لوگوں کے پیچھے سوار ہو کر سو میں نے طواف کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبے کے پہلو میں نماز پڑھتے تھے اور اس میں

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّيْ أَشْتَكِيْ فَقَالَ طُوْفِيْ مِنْ وَّرَآءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ إِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ بِ ﴿الطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ﴾.

سورہ طور پڑھتے تھے۔

**فائدہ:** ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ترجمہ میں ظاہر ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں احتمال ہے کہ واسطے بیماری کے ہو اور احتمال ہے کہ واسطے دکھانے لوگوں کے ہو کہ لوگ آپ کو دیکھیں پس اس سے بے عذر سوار ہو کر طواف کرنا درست معلوم نہیں ہوتا لیکن فقہاء کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بے عذر سوار ہو کر مکروہ تنزیہی ہے اور پیادہ طواف کرنا اولیٰ ہے لیکن منع کو ترجیح ہے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا سوار ہو کر طواف کرنا مسجد حرام کے احاطہ کرنے اور دیوار کھینچنے سے پہلے تھا اور جب کہ مسجد کا احاطہ ہو چکا تو اب اس کے اندر سوار ہو کر طواف کرنا منع ہے اس واسطے کہ مسجد کا نجاست سے آلودہ ہونے کا خوف ہے پس احاطہ کرنے کے بعد مسجد میں سوار ہو کر طواف کرنا درست نہیں بخلاف پہلے احاطہ کرنے کے کہ اس وقت نجاست سے آلودہ ہونا حرام نہ تھا جیسے کہ سعی میں ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سوار ہو طواف کرنا آپ کا خاصہ تھا اور احتمال ہے کہ اس وقت آپ کی سواری تلویث سے محفوظ ہو آپ کی کرامت کی جہت سے پس غیر کو ان پر قیاس کرنا درست نہیں۔ (فتح) پس حاصل یہ کہ بے عذر کو سوار ہو کر طواف کرنا درست نہیں اور عذر ہو تو درست ہے اور برابر ہے اس میں کہ خواہ اونٹ ہو یا گھوڑا یا خچر۔

## بَابُ سِقَايَةِ الْحَاجِّ.

حاجیوں کو پانی پلانے کا بیان یعنی مستحب ہے

**فائدہ:** اسلام سے پہلے قریش کا دستور تھا کہ کھجوریں پانی میں بھگو کر ان کا نچوڑ حاجیوں کو پلایا کرتے تھے اور یہ منصب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے جد سے پہنچا تھا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عباس رضی اللہ عنہ پر ثابت اور قائم رکھا اور اب تک یہ خدمت عباس رضی اللہ عنہ ہی کی اولاد میں چلی آتی ہے۔ (فتح)

١٥٢٧ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّبِيْتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِّنْ أَجْلِ سِقَايَتِهٖ فَأَذِنَ لَهٗ.

١٥٢٧۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پروانگی مانگی منیٰ کی راتوں میں مکے میں رہنے کی پانی پلانے کے لیے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پروانگی دی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاجیوں کو پانی پلانا سنت ہے، وفیہ المطابقة للترجمة اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کو کچھ عذر نہ ہو ان تین راتوں میں منیٰ میں رہے۔

١٥٢٨ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ إِلَى السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقٰى فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا فَضْلُ اذْهَبْ إِلٰى أُمِّكَ فَأْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ مِّنْ عِنْدِهَا فَقَالَ اسْقِنِيْ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُمْ يَجْعَلُوْنَ أَيْدِيَهُمْ فِيْهِ قَالَ اسْقِنِيْ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ أَتٰى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْقُوْنَ وَيَعْمَلُوْنَ فِيْهَا فَقَالَ اعْمَلُوْا فَإِنَّكُمْ عَلٰى عَمَلٍ صَالِحٍ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا أَنْ تُغْلَبُوْا لَنَزَلْتُ حَتّٰى أَضَعَ الْحَبْلَ عَلٰى هٰذِهٖ يَعْنِيْ عَاتِقَهٗ وَأَشَارَ إِلٰى عَاتِقِهٖ.

١٥٢٨۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانی پلانے کی جگہ (کہ وہ ایک حوض تھا اس میں پانی بھرا رہتا تھا) آئے اور پانی مانگا سو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے فضل سے کہا کہ اپنی ماں کے پاس جا اور اس کے پاس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجور کا شربت لا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو پانی پلا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا حضرت! لوگ اس میں ہاتھ ڈال لیتے ہیں یعنی یہ پانی آپ کے پینے کے لائق نہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو پانی پلاؤ سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پانی پیا پھر کنوئیں زمزم کے پاس آئے اور لوگ پانی پلاتے تھے اور اس میں عمل کرتے تھے یعنی کنوئیں سے پانی کھینچتے تھے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمل کرو کہ تم نیک کام میں ہو پھر فرمایا کہ اگر تمہارے مغلوب ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو میں بھی اترتا یہاں تک کہ رسی اپنے مونڈھے پر رکھتا یعنی پانی نکال کر لوگوں کو پلاتا۔

فائدہ: یعنی میں پانی پلانے میں تمہارا شریک ہوتا لیکن مجھ کو ڈر ہے کہ اگر میں یہ کام کروں گا تو مجھ کو دیکھ کر سب لوگ اس پر ہجوم کریں گے واسطے اتباع میری کے پھر تم کو پانی پلانا مشکل ہوگا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نہیں مکروہ ہے پانی مانگنا غیر سے اور اسی طرح نہیں مکروہ ہے رد کرنا اس چیز کا کہ آدمی کو اکرام کی وجہ سے ملے جب کہ کوئی مصلحت اولیٰ اس کے معارض نہ ہو اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضع کی مصلحت سے شربت نہ منگایا اور یہ کہ پانی پلانے کا بڑا ثواب ہے خصوصا پانی زمزم کا اور اس میں بیان ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا اور اصحاب کی حرص کا آپ کی اقتدا پر اور کرامت تقذر کے واسطے ماکولات اور مشروبات کے اور یہ کہ اصل ہر چیز میں اباحت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حوض سے پانی پیا جس میں لوگوں نے ہاتھ ڈبوئے تھے۔ (فتح)۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا حضرت! ہم کو کعبے کی دربانی بھی ملے فرمایا میں نے تم کو وہ چیز دی ہے کہ اس میں تمہاری کسر

ہے

نفسی ہو اور وہ چیز نہیں دی جس میں تم لوگوں کو ادنیٰ جانو۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ زَمْزَمَ. زمزم کے کنوئیں کا بیان۔

**فائدہ:** زمزم ایک کنوئیں کا نام ہے کہ مسجد حرام کے اندر کعبے کے سامنے ہے اور ابتداء اس کی اس طور سے ہوئی کہ جب ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ان کی ماں کے ساتھ اس جنگل میں چھوڑ گئے تو اسماعیل علیہ السلام کو پیاس لگی تب جبرائیل علیہ السلام آئے اور زمین پر پر مارا اور اس سے یہ چشمہ جاری ہوا پھر کچھ مدت مٹی سے دب گیا اور کسی کو اس کا نشان معلوم نہ رہا آخر کو عبدالمطلب نے اس کو کھود کر نکالا جیسے کہ اس کا بیان آئندہ آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور شاید امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی فضیلت میں کوئی حدیث اپنی شرط پر ثابت نہیں ہوئی اس واسطے نقل نہیں کی لیکن ایک روایت میں آیا ہے کہ اس میں شفا ہے واسطے ہر بیماری کے اور ایک روایت میں ہے کہ آدمی اس کو جس غرض سے پیئے وہ غرض حاصل ہو جاتی ہے۔ (فتح)

وَقَالَ عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ كَانَ أَبُوْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ سَقْفِيْ وَأَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَرَجَ صَدْرِيْ ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَآءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَآءَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُّمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّإِيْمَانًا فَأَفْرَغَهَا فِيْ صَدْرِيْ ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِيْ فَعَرَجَ بِيْ إِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَآءِ الدُّنْيَا افْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ.

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور میں مکے میں تھا سو جبرائیل علیہ السلام اترا سو اس نے میرا سینہ پھاڑا پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا پھر ایک طشت ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا لایا اور اس کو میرے سینے میں ڈالا پھر اس کو آپس میں ملایا پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ کو لے کر چڑھا پہلے آسمان کے پاس سو جبرائیل علیہ السلام نے پہلے آسمان کے چوکیدار سے کہا کہ دروازہ کھول چوکیدار نے کہا یہ کون ہے؟ کہا میں جبرئیل ہوں۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمزم کے پانی کی بڑی فضیلت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اس سے دھویا گیا اگر اس کی فضیلت نہ ہوتی تو اس کی تخصیص کی کوئی وجہ نہ ہوتی، وفيه المطابقة للترجمة.

١٥٢٩ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّ ابْنَ

١٥٢٩۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم کا پانی پلایا سو آپ نے کھڑے ہو کر پیا'

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حَدَّثَهُ قَالَ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ قَالَ عَاصِمٌ فَحَلَفَ عِكْرِمَةُ مَا كَانَ يَوْمَئِذٍ إِلَّا عَلٰى بَعِيْرٍ.

عاصم نے کہا کہ عکرمہ نے قسم کھائی کہ حضرت ﷺ اس وقت اونٹ پر سوار تھے۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمزم کا پینا سنت ہے اور ابن بطال نے کہا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ زمزم کا پینا حج کی سنتوں میں سے ہے، وفیہ المطابقة للترجمة اور عکرمہ نے شاید اس واسطے انکار کیا کہ کھڑے ہو کر پانی پینا منع ہے لیکن چونکہ بخاری میں ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت ﷺ کھڑے ہو کر پانی پیا پس یہ جواز پر محمول ہوگا یعنی کھڑے ہو کر پانی پینا درست ہوگا بغیر کراہت کے۔

## بَابُ طَوَافِ الْقَارِنِ.

قارن کے طواف کا بیان۔

**فائدہ:** یعنی جو حج اور عمرے دونوں کا ایک ساتھ ہی احرام باندھے کیا اس کو فقط ایک ہی طواف کافی ہے یا دو طواف کرنے ضروری ہیں؟۔

١٥٣٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَلَمَّا قَضَيْنَا حَجَّنَا أَرْسَلَنِيْ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ مَكَانَ عُمْرَتِكِ فَطَافَ الَّذِيْنَ أَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ حَلُّوْا ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا اٰخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِّنًى وَأَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا.

١٥٣٠۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں ہم حضرت ﷺ کے ساتھ نکلے سو ہم نے عمرے کا احرام باندھا پھر فرمایا جس کے ساتھ قربانی ہو وہ حج اور عمرے دونوں کا تلبیہ کہے یعنی حج کو عمرے میں داخل کر کے قارن ہو جائے پھر نہ احرام اتارے یہاں کہ حلال ہو دونوں سے یعنی دونوں کے افعال سے فارغ ہو کر حج تمام کرے سو میں مکے میں آئی اس حال میں کہ میں حائضہ تھی سو جب ہم حج تمام کر چکے تو عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو میرے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا سو میں نے وہاں سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کی فرمایا یہ عمرہ بدلے عمرے تیرے کے ہے جو تجھ سے قضا ہوا سو جنہوں نے فقط عمرے کا احرام باندھا تھا انہوں نے کعبے کا طواف کر کے احرام اتار ڈالا پھر جب منٰی سے پھرے تو دوسرا طواف کیا یعنی حج کے لیے طواف زیارت کیا اور جنہوں نے حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھا تھا انہوں نے صرف ایک ہی طواف کی۔

١٥٣١ ـ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا دَخَلَ ابْنُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَظَهْرُهُ فِي الدَّارِ فَقَالَ إِنِّيْ لَا اٰمَنُ أَنْ يَّكُوْنَ الْعَامَ بَيْنَ النَّاسِ قِتَالٌ فَيَصُدُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ فَلَوْ أَقَمْتَ فَقَالَ قَدْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَإِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ أَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ثُمَّ قَالَ أُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ قَدْ أَوْجَبْتُ مَعَ عُمْرَتِيْ حَجًّا قَالَ ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا.

١٥٣١۔ حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی سواری گھر میں تھی اور وہ حج کے لیے اس پر سوار ہونا چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا کہ اس کا نام بی عبداللہ تھا ان کے پاس آیا سو اس نے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ اس برس لوگوں میں لڑائی ہو اور تجھ کو کعبے سے روک دیں سو اگر اس برس حج کو نہ جاؤ تو بہتر ہو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے سے مکے کو چلے سو کفار قریش آپ کے اور کعبے کے درمیان حائل ہوئے یعنی آپ کو مکے میں آنے سے مانع ہوئے سو اگر میرے اور مکے کے درمیان کوئی چیز حائل ہوئی تو میں کروں گا جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا یعنی احرام اتار ڈالوں گا البتہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی چال چلنی ہے پھر کہا کہ میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرے کے ساتھ اپنے اوپر حج واجب کیا کہا کہ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما مکے میں آئے اور دونوں کے لیے صرف ایک طواف کیا۔

١٥٣٢ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَرَادَ الْحَجَّ عَامَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يَّصُدُّوْكَ فَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ إِذًا أَصْنَعَ كَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ أُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً ثُمَّ خَرَجَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَآءِ قَالَ مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ أُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ قَدْ أَوْجَبْتُ حَجًّا مَعَ عُمْرَتِيْ وَأَهْدٰى

١٥٣٢۔ حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جس سال حجاج بن یوسف ظالم عبداللہ بن زبیر سے لڑنے کو آیا اس برس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حج کا ارادہ کیا سو کسی نے اس کو کہا کہ اس برس لوگوں میں لڑائی ہونے والی ہے اور ہم ڈرتے ہیں کہ تجھ کو کعبے سے روک دیں سو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ البتہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھی چال چلنی ہے اس وقت میں کروں گا جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے پر عمرہ واجب کیا پھر نکلا یہاں تک کہ جب بیدا میں آیا تو کہا کہ نہیں حال ہے حج اور عمرے کا مگر ایک یعنی جو فعل حج کا ہے سو ہی عمرے کا ہے میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرے کے ساتھ اپنے پر حج کو واجب کیا اور

هَدْيًا اشْتَرَاهُ بِقُدَيْدٍ وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ فَلَمْ يَنْحَرْ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَلَمْ يَحْلِقْ وَلَمْ يُقَصِّرْ حَتّٰى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فَنَحَرَ وَحَلَقَ وَرَاٰى اَنْ قَدْ قَضٰى طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْاَوَّلِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَذٰلِكَ فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قدید میں سے (کہ ایک جگہ کا نام ہے نزدیک جحفہ کے) قربانی خرید کر اپنے ساتھ لی اور اس پر کوئی کام زیادہ نہ کیا سو نہ قربانی ذبح کی اور نہ حلال ہوئے کسی چیز سے افعال سے کہ حرام ہوئے تھے اور نہ سر منڈایا اور نہ بال کتروائے یہاں تک کہ قربانی کا دن یعنی دسویں کا دن ہوا سو قربانی ذبح کی اور سر منڈایا اور دیکھا کہ اس نے حج اور عمرے کا طواف اپنے پہلے طواف سے ادا کیا یعنی حج اور عمرے دونوں کے لیے صرف ایک طواف کیا یعنی طواف زیارت اور کہا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا ہے۔

**فائدہ:** شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نواسے کچھ روز مکے میں خلیفہ اور حاکم ہوئے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی عبدالملک بن مروان شام میں حاکم تھا اس نے اپنی طرف سے حجاج کو حاکم کر کے مکے میں بھیجا کہ عبداللہ بن زبیر سے میری بیعت لے حجاج اس کے حکم سے مکے پر چڑھ آیا اور دونوں میں لڑائی ہوئی آخر اس نابکار نے عبداللہ بن زبیر کو شہید کر ڈالا اسی سال عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی حج کو آئے تھے تو ان کے بیٹے نے ان سے کہا کہ لوگوں میں لڑائی ہونے والی ہے آخر تک اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قارن یعنی جس نے حج اور عمرے دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا ہو اس کو دونوں کے لیے صرف ایک ہی طواف کافی ہے دوسرا طواف اس پر واجب نہیں مانند مفرد کے اور اس سے زیادہ تر صریح یہ حدیث ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھے تو اس کو دونوں کے لیے صرف ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کافی ہے اور یہی ہے مذہب امام شافعی رحمہ اللہ علیہ وغیرہ کا اور حنفیہ کہتے ہیں کہ واجب ہے کہ دونوں کے لیے دو طواف کرے اور دو بار سعی کرے اور دلیل ان کی حدیث علی رضی اللہ عنہ کی ہے لیکن وہ حدیث ضعیف ہے اور اگر بالفرض ثابت بھی ہو تو پہلا طواف محمول ہوگا طواف قدوم پر اور دوسرا طواف طواف زیارت اور سعی پر اور سعی دوبارہ کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے طحاوی نے یہ جواب دیا ہے کہ مراد ان سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمتع کیا تھا لیکن یہ تاویل محض باطل ہے اس واسطے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں متمتع اور قارن کا علیحدہ علیحدہ حکم بیان ہوا ہے چنانچہ پہلے کہا کہ جن لوگوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا وہ عمرہ کر کے حلال ہو گئے پھر جب منیٰ سے پھرے تو دوسرا طواف کیا پس یہ لوگ اہل تمتع ہیں پھر عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اور جنہوں نے حج اور عمرے دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا انہوں نے دونوں کے لیے صرف ایک ہی طواف کیا پس یہ لوگ اہل قران ہیں پس باوجود ایسی تصریح

کے کون ایسا عاقل ہے کہ اس تاویل کو جائز رکھے اور یہ بات بیان کے محتاج نہیں اور نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کے برخلاف بھی ثابت ہو چکا ہے کہ قارن کو صرف ایک ہی طواف کافی ہے اور نیز علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ پہلے آیا ہے کہ جو پہلے صرف حج کا احرام باندھے اس کو اس پر عمرے کا داخل کرنا درست نہیں پس جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں ان پر لازم ہے کہ حج پر عمرہ داخل کرنے کو درست نہ رکھیں حالانکہ وہ اس کو درست رکھتے ہیں، انتہیٰ ملخصا۔ (فتح)

## بَابُ الطَّوَافِ عَلٰی وُضُوْءٍ. باوضوطواف کرنے کا بیان۔

**فائدہ:** جمہور کہتے ہیں کہ طواف کعبے کے لیے وضو شرط ہے اس کے بغیر طواف درست نہیں اور بعض اہل کوفہ کہتے ہیں کہ شرط نہیں لیکن ان پر یہ حدیث حجت ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ بغیر طہارت کے کعبے کا طواف نہ کرو۔ (فتح)

١٥٣٣ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْقُرَشِيِّ أَنَّهٗ سَأَلَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ قَدْ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهٗ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهٖ حِيْنَ قَدِمَ أَنَّهٗ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ حَجَّ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلُ ذٰلِكَ ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَرَأَيْتُهٗ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ مُعَاوِيَةُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً

١٥٣٣۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں آئے سو سب افعال حج سے پہلے وضو کیا پھر کعبے کا طواف کیا پھر فسخ حج کا عمرے سے نہ ہوا پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں حج کیا سو سب چیزوں سے پہلے کعبے کا طواف کیا پھر وہ احرام عمرے کا نہ ہوا یعنی فسخ حج نہ کیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں حج کیا سو میں نے ان کو دیکھا کہ سب سے پہلے کعبے کا طواف کیا پھر وہ عمرہ نہ ہوا پھر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حج کیا پھر میں نے اپنے باپ زبیر کے ساتھ حج کیا سو اس نے سب چیزوں سے پہلے کعبے کا طواف کیا پھر وہ عمرہ نہ ہوا پھر میں نے مہاجرین اور انصار دیکھے وہ بھی اسی طرح کرتے تھے پھر وہ عمرہ نہ ہوا پھر میں نے سب سے پیچھے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا اس نے بھی اسی طرح کیا پھر اس کو توڑ کر عمرہ نہ کیا یعنی حج کو عمرے سے فسخ نہ کیا اور یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ان کے پاس موجود تھے پس اس سے کیوں نہیں پوچھتے اور نہ کسی نے پہلوں سے یہ کام کیا یعنی نہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حج کو عمرے

ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارَ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ اٰخِرُ مَنْ رَأَيْتُ فَعَلَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا عُمْرَةً وَهٰذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ فَلَا يَسْأَلُوْنَهٗ وَلَا أَحَدٌ مِّمَّنْ مَضٰى مَا كَانُوْا يَبْدَءُوْنَ بِشَيْءٍ حَتّٰى يَضَعُوْا أَقْدَامَهُمْ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَا يَحِلُّوْنَ وَقَدْ رَأَيْتُ أُمِّيْ وَخَالَتِيْ حِيْنَ تَقْدَمَانِ لَا تَبْتَدِءَانِ بِشَيْءٍ أَوَّلَ مِنَ الْبَيْتِ تَطُوْفَانِ بِهٖ ثُمَّ إِنَّهُمَا لَا تَحِلَّانِ وَقَدْ أَخْبَرَتْنِيْ أُمِّيْ أَنَّهَا أَهَلَّتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوْا.

سے فسخ کیا اور نہ پہلے سے کسی نے فسخ کیا بلکہ طواف کے بعد اپنے احرام پر قائم رہے یہاں تک کہ حج تمام کیا جب کعبے میں طواف کے لیے قدم رکھتے تو پھر طواف کے سوا اور کوئی چیز نہ کرتے تھے پھر احرام اتارتے تھے عروہ نے کہا کہ میں نے اپنی ماں اور خالہ یعنی اسماء اور عائشہ دیکھیں جب مکے میں آتی تھیں تو پہلے کعبے کا طواف شروع کرتی تھیں اس سے پہلے اور کوئی فعل حج کا نہ کرتی تھیں پھر وہ احرام اتارتی تھیں اور مجھ کو میری ماں نے خبر دی کہ میں نے اور میری بہن اور زبیر اور فلانے فلانے نے عمرے کا احرام باندھا سو جب انہوں نے طواف کے بعد حجر اسود چوما اور صفا مروہ کی سعی کی تو احرام کھول ڈالا یعنی کبھی قربانی ساتھ نہ لائے تو احرام اتار ڈالا۔

**فائدہ:** اس حدیث سے وضو کا شرط ہونا معلوم نہیں ہوتا مگر جب کہ اس کے ساتھ یہ حدیث جوڑی جائے کہ مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھو۔ (فتح) اور احتمال ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس سے یہ ہو کہ طواف کے لیے وضو شرط نہیں اس واسطے کہ حضرت ابوبکر، اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم وغیرھم کے فعل میں وضو کا ذکر نہیں۔

## بَابُ وُجُوْبِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَجُعِلَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ.

صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا واجب ہے اور وہ دونوں اللہ کی نشانیوں سے گردانی گئی ہیں۔

**فائدہ:** یعنی اللہ نے فرمایا کہ وہ دونوں اللہ کے نشان ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صفا مروہ کی سعی واجب ہے جوہری نے کہا شعائر حج کے افعال کو کہتے ہیں اور ہر وہ چیز کہ اللہ کی عبادت کا نشان ہو۔

١٥٣٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ لَهَا أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ فَوَاللّٰهِ مَا عَلٰى أَحَدٍ

١٥٣٤۔ حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ بھلا بتلاؤ تو کہ اس آیت کے کیا معنی ہیں کہ اللہ نے فرمایا کہ صفا اور مروہ جو ہیں نشان ہیں اللہ کے پھر جو کوئی حج کرے اس گھر کا یا عمرہ تو گناہ نہیں اس کو کہ طواف کرے ان دونوں سے؟ سو قسم ہے اللہ کی اگر کوئی صفا مروہ کی سعی نہ کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں؛ یعنی اس بات سے

جُنَاحٌ أَنْ لَّا يَطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ بِئْسَ مَا قُلْتَ يَا ابْنَ أُخْتِيْ إِنَّ هٰذِهٖ لَوْ كَانَتْ كَمَا أَوَّلْتَهَا عَلَيْهِ كَانَتْ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَتَطَوَّفَ بِهِمَا وَلٰكِنَّهَا أُنْزِلَتْ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوْا قَبْلَ أَنْ يُّسْلِمُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِيْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا عِنْدَ الْمُشَلَّلِ فَكَانَ مَنْ أَهَلَّ يَتَحَرَّجُ أَنْ يَّطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا أَسْلَمُوْا سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا نَتَحَرَّجُ أَنْ نَّطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ الْاٰيَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَقَدْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَّتْرُكَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ أَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ إِنَّ هٰذَا لَعِلْمٌ مَا كُنْتُ سَمِعْتُهٗ وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَذْكُرُوْنَ أَنَّ النَّاسَ إِلَّا مَنْ ذَكَرَتْ عَائِشَةُ مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ بِمَنَاةَ كَانُوْا يَطُوْفُوْنَ كُلُّهُمْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالَى الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فِي الْقُرْاٰنِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنَّا نَطُوْفُ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَإِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ فَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا

یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ سعی واجب نہیں کہ اس کے فاعل پر گناہ نہیں تو یہ امر مباح ہوا کہ رفع اثم علامت اباحت کی ہے اور مستحب امر پر اثبات اجر زیادہ ہوتا ہے اور واجب پر تارک کا عذاب زیادہ ہوتا ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تو برا کہا اے بھانجے میرے! تحقیق اگر اس آیت کے یہی معنی ہوتے جیسے کہ تو نے اس کی تاویل کی اور سمجھا تو یہ آیت اس طرح ہوتی کہ گناہ نہیں اس کو کہ طواف نہ کرے ان دونوں میں یعنی اباحت کی عبارت اس طرح ہوتی ہے نہ جیسے کہ آیت میں واقع ہے اور طائف سے نفی گناہ کرنے کا ایک سبب خاص ہے جیسے کہ امر قرار پایا لیکن یہ آیت تو انصار کے حق میں اتری کہ اوس اور خزرج دو قبیلے تھے کہ وہ مسلمان ہونے سے پہلے گمراہ تھے بت کے لیے احرام باندھتے تھے جس کی وہ عبادت کیا کرتے تھے اس پہاڑ پر کہ قدید پر مشرف ہے سو ان میں سے جو حج کرتا وہ صفا مروہ کی سعی سے حرج کھینچتا تھا یعنی اس کو گناہ جانتا تھا سو جب انصار مسلمان ہوئے تو حضرت ﷺ سے صفا مروہ کی سعی کا حکم پوچھا اور عرض کی کہ یا حضرت! ہم صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا گناہ جانتے تھے اب اس کا کیا حکم ہے؟ سو اللہ نے یہ آیت اتاری کہ صفا اور مروہ اللہ کے نشان ہیں آخر آیت تک یعنی یہ آیت وجوب اور عدم وجوب سے ساکت ہے اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے فاعل پر گناہ نہیں اور بہر حال مباح پس وہ محتاج ہے ساتھ رفع گناہ کے تارک سے اور حکمت اس کے ساتھ تعبیر کرنے کی مطابقت ہے واسطے جواب سائلوں کے اس واسطے کہ ان کو وہم پیدا ہوا کہ اس کو جاہلیت میں کرتے تھے تو اب اسلام میں یہ بات قائم نہ رہے گی سو جواب ان کے سوال کے مطابق نکلا یعنی درست

فَهَلْ عَلَيْنَا مِنْ حَرَجٍ اَنْ نَطَّوَّفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ الْاٰيَةَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَأَسْمَعُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِي الْفَرِيْقَيْنِ كِلَيْهِمَا فِي الَّذِيْنَ كَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ اَنْ يَّطُوْفُوْا بِالْجَاهِلِيَّةِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَالَّذِيْنَ يَطُوْفُوْنَ ثُمَّ تَحَرَّجُوْا اَنْ يَّطُوْفُوْا بِهِمَا فِي الْاِسْلَامِ مِنْ اَجْلِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَ بِالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا حَتّٰى ذَكَرَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا ذَكَرَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ.

ہے اور اس کا وجوب اور دلیل سے ثابت ہوتا ہے اور یہ بات ہوسکتی ہے کہ ایک چیز واجب ہو اور آدمی اس کی ایک خاص صفت پر واقع ہونے کو منع جانتا ہو سو اس کو کہا جاتا ہے کہ اس میں تجھ کو کچھ گناہ نہیں اور یہ وجوب کی نفی کو مستلزم نہیں اور فاعل سے گناہ کی نفی کرنے سے یہ لازم نہیں کہ اس کے تارک پر بھی گناہ نہ ہو پس اگر مراد مطلق اباحت ہوتی تو اس کے تارک سے گناہ کی نفی کی جاتی' عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت ﷺ نے صفا مروہ کی سعی سنت کی یعنی اس کو سنت کے ساتھ فرض کیا نہ یہ کہ اس کی فرضیت کی نفی کی سو کسی کو جائز نہیں یہ کہ چھوڑے سعی درمیان صفا اور مروہ کے زہری نے کہا کہ پھر میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ابو بکر بن عبدالرحمٰن سے کہا اس نے کہا کہ بیشک میں نے یہ علم کبھی نہ سنا تھا ابو بکر نے کہا کہ میں نے اہل علم سے سنا ذکر کرتے تھے کہ سب لوگ (سوائے ان لوگوں کے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا کہ وہ مناۃ بت کے واسطے احرام باندھتے تھے) صفا اور مروہ کے درمیان دوڑا کرتے تھے سو جب اللہ نے قرآن میں کعبے کے طواف کا ذکر کیا اور صفا اور مروہ کی سعی کا ذکر نہ کیا تو لوگوں نے کہا کہ یا حضرت! ہم صفا اور مروہ کی سعی کیا کرتے تھے اور اللہ نے قرآن میں کعبے کا طواف بیان کیا اور صفا اور مروہ کا طواف ذکر نہیں کیا سو کیا ہم کو صفا اور مروہ کی سعی کرنے میں گناہ ہے؟ سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ بیشک صفا اور مروہ جو ہیں نشان ہیں اللہ کے ابو بکر سے کہا کہ میں سنتا ہوں کہ یہ آیت دونوں فرقوں کے حق میں اتری جو لوگ جاہلیت میں صفا اور مروہ کی سعی کو گناہ جانتے تھے ان کو حق میں بھی اور جو لوگ جاہلیت میں ان کے درمیان سعی کرتے تھے پھر اسلام میں اس کو گناہ سمجھے کہ اللہ نے کعبے

کے طواف کا حکم کیا اور صفا اور مروہ کی سعی بیان نہ کی ان کے
ان کے حق میں بھی یہاں تک کہ طواف کعبے کے بعد یہ حکم
بیان کیا۔

**فائدہ:** مناۃ ایک بت کا نام ہے جاہلیت میں کفار اس کی پرستش کیا کرتے تھے اور طاغیہ اس کی صفت ہے اور صفا اور مروہ دو پہاڑ ہیں سامنے کعبے کے ان پر تانبے کے دو بت تھے مشرکین جب صفا اور مروہ کی سعی کرتے تو ان کو چومتے تھے ایک کا نام اساف تھا اور دوسرے کا نام نائلہ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک مرد تھا اور ایک عورت تھی انہوں نے کعبے میں زنا کیا اللہ نے ان کو مسخ کر دیا پتھر ہو گئے اور عبرت کے واسطے صفا مروہ پر رکھے گئے پھر جب مدت دراز ہو گئی تو کافر ان کی عبادت کرنے لگے اور کفار میں سے بعض صفا مروہ کی سعی کیا کرتے تھے اور بعض نہ کرتے تھے جب اسلام آیا تو دونوں نے توقف کیا کہ شاید صفا مروہ کی سعی درست نہ ہو سو اللہ نے اس کا حکم قرآن میں اتارا اور بیان کیا کہ اس میں گناہ نہیں جیسے کہ لوگ سمجھتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا فرض ہے جو نہ کرے اس کا حج درست نہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کسی کو صفا و مروہ کی سعی چھوڑنا درست نہیں ، وفیہ المطابقة للترجمة اور تائید کرتی ہے اس کی وہ حدیث جو امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ نے صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ اللہ نے تم پر صفا مروہ کی سعی فرض کی ہے اور یہی مذہب ہے جمہور علماء کا کہتے ہیں کہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا حج کا ایک رکن ہے بغیر اس کے حج درست نہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ واجب ہے دم دینے سے ادا ہو جاتا ہے اور یہی قول ہے ثوری کا بھول کر ترک کرنے والے میں نہ عامد میں اور یہی قول ہے عطا کا اور ایک قول اس سے یہ ہے کہ وہ سنت ہے اس کے ترک سے کوئی تاوان نہیں اور یہی قول ہے انس رضی اللہ عنہ کا اور امام احمد رحمہ اللہ کے اس میں کئی قول ہیں مانند اقوال مذکورہ کے اور حنفیہ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے جب کہ کوئی بعض سعی چھوڑ دے اور طحاوی نے کہا کہ کسی کے نزدیک سعی واجب نہیں اور یہ کلام اس کی عجیب ہے اور ابن منیر نے اس پر سخت رد کیا ہے اور اس میں بہت طول دیا، انتہیٰ۔ (فتح)

بَابُ مَا جَآءَ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کی کیفیت کا بیان۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا السَّعْيُ مِنْ دَارِ بَنِيْ عَبَّادٍ إِلٰى زُقَاقِ بَنِيْ أَبِيْ حُسَيْنٍ.

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سعی بنی عباد کے گھر سے لے کر کوچہ بنی ابی حسین تک ہے۔

**فائدہ:** یہ دونوں نام ہیں دو جگہوں کے کہ ایک صفا کے پاس ہے اور ایک مروہ کے اور یہ دونوں نشان اب معروف ہیں۔

١٥٣٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَافَ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا وَّمَشٰى أَرْبَعًا وَكَانَ يَسْعٰى بَطْنَ الْمَسِيْلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَمْشِيْ إِذَا بَلَغَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ يُّزَاحَمَ عَلَى الرُّكْنِ فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَدَعُهُ حَتّٰى يَسْتَلِمَهُ.

١٥٣٥۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلا طواف کرتے یعنی طواف قدوم تو پہلے تین بار جلد چلتے تھے اور پھر چار بار اپنی اصلی چال چلتے تھے اور جب صفا اور مروہ کی سعی کرتے تو میدان کے درمیان دوڑتے تھے' عبید اللہ کہتا ہے کہ میں نے نافع رحمہ اللہ سے کہا کہ کیا عبداللہ جب حجر اسود کے پاس پہنچتے تو آہستہ چلتے تھے اس نے کہا نہیں مگر جب کہ ان پر ہجوم ہوتا تھا تو اس وقت آہستہ چلتے تھے اس واسطے کہ بیشک وہ حجر اسود کو نہ چھوڑتے تھے یہاں تک کہ اس کو چومتے۔

١٥٣٦ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِيْ عُمْرَةٍ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَّصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ فَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتّٰى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

١٥٣٦۔ حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اگر کسی نے عمرے کا احرام باندھا اور کعبے کا طواف کیا اور صفا مروہ کی سعی نہ کی تو کیا اس کو اپنی عورت سے صحبت کرنی درست ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں آئے سو آپ نے سات بار کعبے کا طواف کیا پھر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھیں اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی اور تم کو رسول میں اچھی چال چلنی ہے اور پھر ہم نے یہ مسئلہ جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا اس نے بھی کہا کہ عورت سے نزدیک نہ ہو یہاں تک کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے۔

١٥٣٧ ـ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ

١٥٣٧۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو اوپر گزرا۔

فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ تَلَا ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾.

١٥٣٨ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَكُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَ نَعَمْ لِأَنَّهَا كَانَتْ مِنْ شَعَآئِرِ الْجَاهِلِيَّةِ حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾.

١٥٣٨۔ حضرت عاصم سے روایت ہے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا تم صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا مکروہ جانتے تھے اس نے کہا ہاں اس واسطے کہ وہ جاہلیت کی نشانیوں میں تھا یہاں تک کہ اللہ نے یہ آیت اتاری کہ صفا اور مروہ وہ دونوں نشان ہیں اللہ کے آخر آیت تک۔

١٥٣٩ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّمَا سَعٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِيْنَ قُوَّتَهُ زَادَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو سَمِعْتُ عَطَآءً عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ.

١٥٣٩۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو کعبے کے گرد اور صفا اور مروہ کے درمیان اس واسطے دوڑے تھے کہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔

**فائدہ:** ایک روایت میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سعی اس جگہ سے شروع کرتا ہوں جس کو پہلے اللہ نے ذکر کیا یعنی صفا سے اس سے معلوم ہوا کہ ترتیب شرط ہے کہ پہلے سعی صفا سے شروع کرے اور یہی مذہب ہے شمس الدین شارح بخاری کا اور بعض کہتے ہیں کہ ترتیب شرط نہیں لیکن ترک کرنا مکروہ ہے اور مستحب ہے اعادہ شوط کا، انتہی۔ (فتح)

بَابُ تَقْضِي الْحَآئِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَإِذَا سَعٰى عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

حیض کی حالت میں عورت کو حج کے سب احکام ادا کرنے درست ہیں سوائے طواف کعبے کے کہ وہ حیض کی حالت میں درست نہیں اور اگر بے وضو صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے تو درست ہے یا نہیں؟۔

**فائدہ:** پہلا حکم باب کی حدیثوں میں صریح موجود ہے اور دوسرا مسئلہ بطورِ استفہام کے وارد کیا تو شاید یہ اشارہ ہے طرف اس زیادتی کی جو باب کی حدیث میں مالک سے مروی ہے کہ صفا اور مروہ کی سعی بھی بے وضو درست نہیں ابن عبدالبر نے کہا کہ یحییٰ کے سوا کسی نے یہ لفظ مالک سے نقل نہیں کیا اور اگر ثابت بھی ہو تو اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سعی کے واسطے وضو شرط ہے اس واسطے کہ سعی موقوف ہے اس پر کہ اس کے پہلے طواف ہو اور جب کہ طواف اس کو منع ہے تو سعی بھی منع ہوگی نہ اس واسطے کہ طہارت شرط ہے اور اسی طرح ابن عمر اور ابو عالیہ سے بھی منقول ہے کہ حائض کو نہ طواف درست ہے نہ سعی اور ابن منذر نے سلف میں سے کسی سے سعی کے واسطے طہارت کا شرط ہونا نقل نہیں کیا مگر حسن بصری سے اور ابن بطال نے کہا کہ مراد امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ حیض کی حالت میں عورت کو سعی کرنی درست ہے اور یہی قول ہے جمہور کا اور اگر صفا اور مروہ کی سعی طواف سے پہلے کرے اور طواف اس سے پیچھے کرے تو جمہور علماء کے نزدیک کافی نہیں اور بعض اہل حدیث کہتے ہیں کہ کافی ہے۔ (فتح)

١٥٤٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ قَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ افْعَلِيْ كَمَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِيْ.

١٥٤٠۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں مکے میں آئی اس حال میں کہ میں حائضہ تھی سو میں نے نہ کعبے کا طواف کیا اور نہ صفا مروہ کی سعی کی سو میں نے اس کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کر جو حاجی کرتے ہیں مگر اتنا ہے کہ کعبے کا طواف نہ کر جب تک کہ تو حیض سے پاک نہ ہو۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض کی حالت میں عورت کو کعبے کا طواف کرنا درست نہیں جب تک کہ حیض سے پاک ہو کر غسل نہ کرے اس واسطے کہ عبادات میں نہی فساد کو چاہتی ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ طواف باطل ہے اور یہی حکم ہے جنبی اور بے وضو کا کہ ان کو کعبے کا طواف کرنا درست نہیں اور یہی ہے قول جمہور کا اور بعض کوفے والے کہتے ہیں کہ طہارت شرط نہیں اور عطا سے روایت ہے کہ اگر عورت تین بار کعبے کے گرد گھومے پھر اس کو حیض آ جائے تو اس کو باقی طواف کرنا درست ہے۔ (فتح)

١٥٤١ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ ح وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَبِيْبٌ الْمُعَلِّمُ

١٥٤١۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے ساتھ قربانی نہ تھی اور

عَنْ عَطَآءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِنْهُمْ هَدْىٌ غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَةَ وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِّنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ هَدْىٌ فَقَالَ أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً وَيَطُوْفُوْا ثُمَّ يُقَصِّرُوْا وَيَحِلُّوْا إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْىُ فَقَالُوْا نَنْطَلِقُ إِلٰى مِنًى وَذَكَرُ أَحَدِنَا يَقْطُرُ مَنِيًّا فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ وَلَوْلَا أَنَّ مَعِيَ الْهَدْىَ لَأَحْلَلْتُ وَحَاضَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْبَيْتِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَنْطَلِقُوْنَ بِحَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ وَأَنْطَلِقُ بِحَجٍّ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ بَكْرٍ أَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے اور ان کے ساتھ قربانی تھی سو علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے احرام باندھا ساتھ اس چیز کے کہ احرام باندھا ساتھ اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ عمرہ کر کے حج کا احرام اتار ڈالیں یعنی کعبے کا طواف کریں پھر بال کتروائیں اور احرام کھول ڈالیں مگر جس کے ساتھ قربانی ہو لوگوں نے کہا کہ ہم منیٰ کی طرف چلیں گے اور ہم میں سے کسی کے ذکر سے منی ٹپکتی ہو گی یعنی قریب جماع کے ہوئے ہوں گے اور یہ ان کے نزدیک عیب تھا سو یہ بات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی سو فرمایا کہ اگر میں اپنے کام سے پہلے جانتا جو کچھ کہ میں نے پیچھے جانا تو قربانی اپنے ساتھ نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ قربانی نہ ہوتی تو البتہ عمرہ کر کے حج کا احرام اتار دیتا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض ہوا سو انہوں نے حج کے سب احکام ادا کیے لیکن کعبے کا طواف نہ کیا پھر جب حیض سے پاک ہوئیں تو کعبے کا طواف کیا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا حضرت! آپ حج اور عمرے دونوں کے ساتھ جاتے ہیں اور میں صرف حج کے ساتھ جاتی ہوں یعنی میں نے عمرہ نہیں کیا سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تنعیم میں جائے سو عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کے بعد عمرہ ادا کیا۔

**فائدہ**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض کی حالت میں عورت کو کعبے کا طواف کرنا درست نہیں، اور اس کے سوا اور سب کام درست ہیں، وفیه المطابقة للترجمة.

١٥٤٢ ـ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَّخْرُجْنَ فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ

١٥٤٢۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم کنواریوں کو باہر نکلنے سے منع کیا کرتے تھے یعنی عید کی نماز وغیرہ میں سو ایک عورت آئی اور بنی خلف کے محل میں اتری کہ بصرہ میں تھا

فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ فَحَدَّثَتْ أَنَّ أُخْتَهَا كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً وَكَانَتْ أُخْتِيْ مَعَهُ فِيْ سِتِّ غَزَوَاتٍ قَالَتْ كُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمٰى وَنَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى فَسَأَلَتْ أُخْتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ هَلْ عَلٰى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَّا تَخْرُجَ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا سَأَلْتُهَا أَوْ قَالَتْ سَأَلْنَاهَا فَقَالَتْ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَدًا إِلَّا قَالَتْ بِأَبِيْ فَقُلْنَا أَسَمِعْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ نَعَمْ بِأَبِيْ فَقَالَ لِتَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ أَوِ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ وَالْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى فَقُلْتُ أَالْحَائِضُ فَقَالَتْ أَوَلَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ وَتَشْهَدُ كَذَا وَتَشْهَدُ كَذَا.

سو اس نے حدیث بیان کی کہ اس کی بہن حضرت ﷺ کے ایک صحابی کی بیوی تھی جس نے کہ حضرت ﷺ کے ساتھ کافروں سے بارہ جنگیں کی تھیں اور میری بہن چھ جنگوں میں اس کے ساتھ تھی میری بہن نے کہا کہ ہم زخمیوں کا علاج کرتی تھیں اور بیماروں کی خبر لیتی تھیں سو میری بہن نے حضرت ﷺ سے پوچھا کہ یا حضرت! اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا اس کو باہر نکلنے میں کچھ گناہ ہے؟ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ چاہیے کہ اس کے ساتھ والی اس کو اپنی چادر پہنا دے اور چاہیے کہ نیکی کی مجلس اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں سو جب ام عطیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو میں نے اس سے پوچھا حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کبھی حضرت ﷺ کا نام نہ لیتی تھیں مگر کہ یہ کہتی تھیں کہ میرا باپ آپ پر قربان ہو اور ہم نے کہا کہ کیا تو نے حضرت ﷺ سے سنا ہے ایسا ایسا فرماتے تھے؟ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہاں میرا باپ آپ پر قربان ہو سو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ چاہیے کہ باہر نکلیں کنواریاں اور پردہ والیاں اور حیض والیاں اور چاہیے کہ نیکی کی مجلس اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں اور حیض والیاں عید گاہ سے کنارے رہیں سو میں نے کہا کہ کیا حیض والیاں بھی حاضر ہوں؟ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا حیض والی عرفات میں حاضر نہیں ہوتی؟ کیا فلانی فلانی جگہ حاضر نہیں ہوتی یعنی مزدلفہ اور منیٰ وغیرہ میں پھر عید گاہ میں حاضر ہونے میں کیا ڈر ہے؟۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض والی کو کعبے کا طواف کرنا درست نہیں اس واسطے کہ جب اس کو عید گاہ میں حاضر ہونا درست نہیں تو مسجد بلکہ مسجد حرام بلکہ کعبے میں داخل ہونا اس کو بطریق اولیٰ درست نہ ہوگا، وفیه المطابقة للترجمة.

بَابُ الْإِهْلَالِ مِنَ الْبَطْحَآءِ وَغَيْرِهَا لِلْمَكِّيِّ وَلِلْحَاجِّ إِذَا خَرَجَ إِلٰى مِنًى.

جائز ہے احرام باندھنا مکی اور آفاقی کو بطحاء وغیرہ جگہوں مکے کی سے جب کہ نکلیں طرف منیٰ کی۔

**فائدہ:** مکی اس شخص کو کہتے ہیں جس کا گھر مکے میں ہو اور ہمیشہ مکے میں رہتا ہو اور آفاقی اس کو کہتے ہیں جو مکے والوں کے سوا اور کسی ملک سے حج کو جائے' امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو مکے میں رہتا ہو اس کے اہل سے یا غیر ان کے سے اس کے احرام باندھنے کی جگہ نفس مکہ ہے کہ وہ جب حج کا ارادہ کرے تو یہیں سے احرام باندھے صحیح قول یہی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا میقات مکہ اور تمام حرم ہے دوسرا مذہب حنفیہ کا ہے اور افضل میں اختلاف ہے سو دونوں کا اتفاق ہے اس پر کہ اپنے گھر کے دروازے سے احرام باندھے اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول ہے کہ مسجد حرام سے احرام باندھے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق کہتے ہیں کہ مکے کے درمیان سے احرام باندھے اور نہ نکلے طرف حل کی مگر احرام باندھ کر اور اس میں اختلاف ہے کہ کس وقت احرام باندھے جمہور کہتے ہیں کہ افضل ہے کہ آٹھویں ذی الحجہ کے دن احرام باندھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب چاند دیکھے تو اس وقت احرام باندھے اور یہی ہے قول ابن زبیر کا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ قول ابن عمر رضی اللہ عنہما کا محمول ہے استحباب پر اور یہی قول ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ابوثور کا اور ابن منذر نے کہا کہ افضل ہے کہ آٹھویں کے دن احرام باندھے مگر جو متمتع کہ ہدی نہ پائے اور روزے کا ارادہ رکھتا ہو وہ جلدی احرام باندھے تا کہ احرام کے بعد تین روزے رکھے اور دلیل جمہور کی جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو بخاری نے اس باب میں معلق کیا اور مراد آفاقی سے وہ شخص ہے جو تمتع کی نیت سے کعبے میں داخل ہو، انتہیٰ۔ (فتح)

وَسُئِلَ عَطَآءٌ عَنِ الْمُجَاوِرِ أَيُلَبِّيْ بِالْحَجِّ قَالَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُلَبِّيْ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ إِذَا صَلَّى الظُّهْرَ وَاسْتَوٰى عَلٰى رَاحِلَتِهٖ.

اور کسی نے عطا سے پوچھا کہ اگر کوئی مکہ کا مجاور ہو تو کیا وہ حج کا تلبیہ کہے اس نے کہا کہ تھے ابن عمر رضی اللہ عنہما تلبیہ کہتے آٹھویں کو جب کہ ظہر کی نماز پڑھتے اور سواری پر سیدھے ہوتے۔

وَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَآءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْلَلْنَا حَتّٰى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بِظَهْرٍ لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَهْلَلْنَا مِنَ الْبَطْحَآءِ.

اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکے میں آئے سو ہم نے احرام کھول ڈالا یہاں تک کہ جب ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ ہوئی اور ہم نے اپنی پس پشت کیا تو حج کا تلبیہ کہا اور ابو زبیر نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم نے بطحاء سے احرام باندھا

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ وہ مکہ سے نکلنے کے وقت احرام باندھے ہوئے تھے اس واسطے کہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ مکہ اپنے پیچھے کیا اس حال میں کہ ہم احرام باندھے ہوئے تھے، وفیه المطابقة للترجمة.

وَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ جُرَيْجٍ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا رَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتّٰى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ فَقَالَ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰى تَنْبَعِثَ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ.

اور عبید بن جریج نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے تجھ کو دیکھا کہ جب تو مکہ میں تھا کہ لوگوں نے جب چاند دیکھا تو احرام باندھا اور تو احرام نہ باندھا یہاں تک کہ ترویہ کا دن یعنی آٹھویں کا دن ہوا' ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا احرام باندھا ہوا یہاں تک کہ آپ کی سواری آپ کو لے کر کھڑی ہوئی

**فائدہ:** مطلب اس کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام میقات سے باندھا جب کہ آپ نے حج کے احکام شروع کیے اور احرام اور عمل حج کے درمیان کچھ دیر نہ کی کہ اس کے ساتھ عمل منقطع ہو جائے بلکہ آپ کا احرام اعمال حج کے متصل واقع ہوا پس جو کوئی مکہ میں ہو اس کو بھی چاہیے کہ اسی طرح اپنے عمل کی ابتدا سے احرام باندھے بغیر اس کے کہ ان کے درمیان فرق اور دیر ہو بخلاف اس کے جو مہینے کی ابتدا سے احرام باندھے کہ اس کا احرام عمل حج کے ساتھ متصل نہیں ہوتا کہ عمل تو آٹھویں سے شروع ہوگا۔

بَابُ أَيْنَ يُصَلِّي الظُّهْرَ فِي يَوْمِ التَّرْوِيَةِ.

آٹھویں ذی الحجہ کے دن ظہر کی نماز کہاں پڑھے؟۔

**فائدہ:** ترویہ کا دن اس کو اس واسطے کہتے ہیں کہ اس دن لوگ اپنے اونٹوں کو پانی پلایا کرتے تھے اور پانی لے کر پھرتے تھے اس واسطے کہ اس وقت مکے کی زمین میں پانی نہ تھا اور اب بہت پانی ہو گیا ہے اب پانی اٹھانے کی کوئی حاجت نہیں۔ (فتح)

١٥٤٣ ـ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُلْتُ أَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ عَقَلْتَهٗ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ بِمِنًى قُلْتُ فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ قَالَ بِالْأَبْطَحِ ثُمَّ قَالَ افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَآؤُكَ.

١٥٤٣۔ حضرت عبدالعزیز رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ مجھ کو وہ چیز بتلائیں جس کو آپ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد رکھا ہو کہ ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز کس جگہ پڑھی؟ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ منیٰ میں میں نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ سے پھرنے کے دن عصر کی نماز کس جگہ پڑھی؟ کہا کہ محصب میں پھر انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو کر جیسے تیرے امیر کرتے ہیں یعنی ایسے امیروں میں اپنے سردار کی مخالفت نہ کر کہ نماز ہر

جگہ درست ہے اگرچہ افضل حضرت ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔

**فائدہ:** ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ یہ سنت سے ہے کہ امام ظہر سے فجر تک پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھے پھر صبح کو عرفات میں جائے۔

١٥٤٤ ۔ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ لَقِيتُ أَنَسًا ح وَحَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ خَرَجْتُ إِلَى مِنًى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ فَلَقِيتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ذَاهِبًا عَلٰى حِمَارٍ فَقُلْتُ أَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْيَوْمَ الظُّهْرَ فَقَالَ انْظُرْ حَيْثُ يُصَلِّي أُمَرَاؤُكَ فَصَلِّ.

١٥٤٤۔ حضرت عبدالعزیز رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں آٹھویں ذی الحجہ کو منیٰ کی طرف نکلا سو میں انس رضی اللہ عنہ سے ملا کہ گدھے پر چڑھے جاتے تھے سو میں نے کہا کہ حضرت ﷺ نے اس دن کس جگہ ظہر کی نماز پڑھی ہے؟ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو دیکھ جس جگہ تیرے امیر نماز پڑھیں سو تو بھی اس جگہ نماز پڑھ۔

**فائدہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سنت ہے حاجی کو کہ آٹھویں کو ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھے اور یہی ہے قول جمہور کا اور ابن منذر نے کہا کہ سنت ہے واسطے امام کے کہ اس دن ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء اور صبح کی نماز منیٰ میں پڑھے اور یہی قول ہے سب شہروں کے علماء کا اور میں کسی اہل علم سے یاد نہیں رکھتا کہ اس نے واجب کی ہو کوئی چیز اس شخص پر کہ نویں رات کو منیٰ میں نہ پہنچے اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آٹھویں کے دن تہائی رات گزر چکے تو اس وقت وہ مکہ سے منیٰ میں گئیں اور ابن منذر نے کہا کہ منیٰ کی طرف نکلنا ہر وقت درست ہے لیکن حسن اور عطا کہتے ہیں کہ جائز ہے حاجی کو جانا طرف منیٰ کی آٹھویں تاریخ سے پہلے ایک دن یا دو دن اور امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مکروہ ہے اور ترویہ کے دن شام تک مکہ میں ٹھہرنا مکروہ ہے مگر جمعہ کا دن ہو تو جمعہ پڑھ کر جائے اور مراد نفر سے پھرنا ہے منیٰ سے بعد ادا کرنے اعمال حج کے، انتہی ملخصا۔ (فتح)

الحمد للہ کہ ترجمہ پارہ ششم بخاری کا تمام ہوا جو لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں وہ مترجم کے حق میں خاتمہ بالایمان کی دعا فرمائیں، واخر دعانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقه محمد وآله واصحابه اجمعین.

❀......❀......❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## فہرست مضامین



### کتاب الزکوٰۃ

## کتا ب الحج